بسم اللہ الرحمن الرحیم
فیض الباری
علامہ محمد ابو الحسن سیالکوٹی رحمہ اللہ
اردو ترجمہ
فتح الباری
ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ
شرح صحیح بخاری
۱-۲-۳
تصدیر
حافظ محمد اسمٰعیل الخطیب
تقدیم
حافظ محمد اسماعیل اسد
مکتبہ اصحاب الحدیث
حافظ پلازہ مچھلی منڈی
نیو اردو بازار لاہور

فیض الباری

علامہ محمد ابوالحسن سیالکوٹی

اردو ترجمہ

فتح الباری

ابن حجر العسقلانی

شرح صحیح بخاری

جلد ۱

تصدیر
حافظ محمد اسماعیل الخطیب

تقدیم
حافظ محمد اسماعیل اسد آبادی

بحسن اہتمام
عبداللطیف ربانی مدیر

مکتبہ اصحاب الحدیث
حافظ پلازہ مچھلی منڈی
نیو اردو بازار لاہور
042-37321823
0301-4227379

نام کتاب

فیض الباری ترجمہ فتح الباری

جلد اول

مصنف .... علامہ ابوالحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

دوسرا ایڈیشن .... اگست 2009ء

ناشر .... مکتبہ اصحاب الحدیث

قیمت کامل سیٹ 10000

کمپوزنگ و ڈیزائننگ .... حافظ عبدالوھاب
0321-416-22-60

مکتبہ اصحاب الحدیث

حافظ پلازہ، پہلی منزل دوکان نمبر: 12 مچھلی منڈی اردو بازار لاہور۔
042-7321823, 0301-4227379

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا اور اس کی قدرت کاملہ کے نشانات میں یہ بات ہے کہ اس عریض وبصیر دنیا میں کوئی دو شخص ایک جیسے نہیں اور نہ ہی کوئی ایک دوسرے کا متبادل قرار دیا جاسکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان میں اپنی طرز کی خوبیاں اور صفات ہیں جو دوسرے میں موجود نہیں۔

2002ء میں، میں اور شاعر اسلام مولانا نذیر احمد سبحانی ﷫، وزیر آباد جامعہ مسجد خان صاحب والی میں گئے اور وہاں گوہر نایاب ''فیض الباری اُردو لفظی ترجمہ فتح الباری'' موجود تھی، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جو 1870ء میں پہلی دفعہ چھپ کر منظر عام پر آئی، ہم نے اس کا عکس شائع کیا جو 30 جلدوں پر مشتمل تھی، ہم نے دس جلدوں میں تیار کیا یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اصحاب الحدیث کے معاونین کے مالی تعاون سے ہوا، اللہ تعالیٰ مولانا عیش محمد ﷫ کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے 350 نسخے خرید کر مختلف مساجد، مدارس، علماء اور منتھی طلباء میں مفت تقسیم کر دیے۔

فیض الباری یہ فتح الباری کا لفظی ترجمہ تھا، اسناد اور اختلاف الفاظ کی مباحث کو چھوڑ دیا گیا ہے اس سے عوام کو کچھ فائدہ نہیں اور یہ ترجمہ عوام کے واسطے کیا گیا تھا اور اس کے علاوہ بعض مقامات پر اور دوسری کتب سے بھی خلاصہ بیان کیا گیا تھا، پرانی لکھائی کی وجہ سے بعض مقامات پر عوام الناس کو پڑھنے میں دقت محسوس ہوتی تھی تو ہم نے یعنی اصحاب الحدیث نے فیصلہ کیا کہ اس کو نئے سرے سے کمپوز کروایا جائے اور بعض مقامات پر پرانی اُردو کے الفاظ کو بدلا جائے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہماری ملاقات محترم مولانا حافظ عبدالوہاب ﷫ سے ہوگئی جو ماشاء اللہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ کمپوزنگ کے بھی ماہر تھے، انھوں نے بغیر کسی لالچ کے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اتنا بڑا کام اپنے ذمے لے لیا، الحمد للہ پوری فیض الباری کمپوز کر لی، اور اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا ہدایت اللہ صاحب کے بیٹے مولوی عبدالمنان ﷫ اور قاری سرفراز ﷫ (جندراکہ اوکاڑہ والے) کو کہ ان دونوں کی دن رات محنت سے پروف ریڈنگ پایہ تکمیل تک پہنچی، اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو دنیا اور آخرت میں بہترین صلہ عطا فرمائے، آمین۔

ہماری قارئین سے التماس ہے کہ مطالعہ کے دوران آپ کو جہاں بھی کوئی کمی اور اصلاح کی ضرورت محسوس ہو تو ہمیں ضرور اس سے آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کمی کو پورا کیا جائے۔

عبداللطیف ربانی

مدیر مکتبہ اصحاب الحدیث

02/08/2009

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصدیر

صحیح بخاری اور اس کا مؤلف

حدیث کا لفظ قرآنِ مجید میں، خود قرآنِ مجید پر بھی بولا گیا ہے، سورۃ الاعراف آیت ایک سو پچاسی (۱۸۵) میں ہے: ﴿فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''سو اس قرآن کے بعد یہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔'' بَعْدَهٗ میں ضمیر قرآنِ عزیز ہی کی طرف ہے، قرآنِ عظیم کی سورۃ التحریم آیت نمبر تین (۳) میں ارشادِ نبوی کو بھی حدیث کہا گیا ہے: ﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا﴾ ''اور اس وقت کو یاد کرو جب نبی اکرم ﷺ نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات چپکے سے کہی۔'' حدیث اور سنت علم اصول میں ایک دوسرے کے مرادف ہیں، مسلم الثبوت میں سنت رسول اللہ ﷺ کو قولی، فعلی اور تقریری کہا گیا ہے اور یہی تینوں قسمیں حدیث کی ہیں، قرآن کریم کا اعجاز اس کی فصاحت و بلاغت ہے جب کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کا اعجاز اس کی تدوین وحفاظت ہے، حدیث پاک کے تمام ذخائر میں امام المحدثین، سند الفقہاء والمجتہدین، امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ کی الجامع الصحیح جیسا کوئی مستند ذخیرہ نہیں۔ امام ابو عبدالرحمٰن النسائی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۰۳ھ کا قول تاریخ بغداد میں صحیح سند کے ساتھ ہے کہ آپ نے فرمایا: **فما فی هذه الکتب کلها اجود من کتاب محمد بن اسماعیل البخاری** ''تمام کتب حدیث میں محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں۔'' حجۃ اللہ البالغہ میں حجۃ الہند امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **اما الصحیحان فقد اتفق المحدثون علی ان جمیع ما فیهما من المتصل المرفوع صحیح بالقطع وانهما متواتران الی مصنفیهما وانه کل من یهون امرهما فهو مبتدع متبع غیر سبیل المؤمنین** ''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی تمام متصل اور مرفوع احادیث کی قطعی صحت پر تمام محدثین متفق ہیں، دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک تواتر سے پہنچی ہیں، بخاری و مسلم کی توہین کا مرتکب بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔'' عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج:۱، ص:۵ میں ہے: **اتفق علماء الشرق والغرب علی انه لیس بعد کتاب اللّٰه تعالی اصح من صحیحی البخاری ومسلم** ''علامہ بدرالدین عینی کہتے ہیں: ''مشرق ومغرب کے تمام علماء کا اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری و صحیح مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں۔''

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج:۱، ص:۵۸ میں ملا علی قاری ہروی نے لکھا ہے: **ثم اتفقت العلماء علی تلقی الصحیحین وانهما اصح الکتب المؤلفة** ''تمام علماء متفق ہیں کہ صحیحین کو تلقی بالقبول حاصل ہے یہ دونوں

کتابیں تمام کتابوں میں صحیح ترین ہیں۔امام حافظ ابونصر السجزی الوائلی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۴۴ھ سے منقول ہے: أجمع أهل العلم الفقهاء وغيرهم أن رجلا لو حلف بالطلاق أن جميع ما فی كتاب البخاری مما روی عن النبی ﷺ قد صح عنه ورسول الله ﷺ قاله لا شك فيه أنه لا يحنث والمرأة بحالها فی حبالته ''اہل علم فقہاء وغیرھم کا اجماع ہے کہ اگر کوئی آدمی طلاق کی قسم کھائے کہ صحیح بخاری میں جو کچھ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے وہ یقیناً صحیح ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ نے ویسے ہی فرمایا ہے جیسے صحیح بخاری میں ہے اس میں کوئی شک نہیں تو اس کی قسم نہ تو ٹوٹتی ہے اور عورت اس کے نکاح میں باقی رہتی ہے۔'' علوم الحدیث لابن الصلاح ص: ۳۸، ۳۹، النکت للزرکشی، ص: ۸۰، الجامع الصحیح لأبی عبداللہ البخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحت کی قطعیت پر لکھنے کے لیے دفاتر درکار ہیں۔

اب اس کے مؤلف کے بارے میں کچھ لکھتا ہوں، آپ کا نام محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ ابن بردزبہ ابن بذذبہ ہے، کنیت ابوعبداللہ ہے، البخاری الیمانی الجعفی نسبتیں ہیں، مشہور قول کے مطابق آپ کی ولادت ۱۳ شوال المکرم کو ۱۹۴ھ میں بخارئ میں ہوئی، بچپن میں ہی آپ کے والد وفات پا گئے، چھوٹی عمر میں آپ کی قوت بصارت جاتی رہی تو آپ کی ماں نے خواب میں ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو دیکھا، انھوں نے آپ کی والدہ سے کہا: یاهذه قد رد الله علی ابنك بصره لكثرة بكائك فاصبح وقد رد الله عليه بصره. تاریخ بغداد (۲/۱۰)، البدایۃ لابن کثیر (۱۱/۲۵)، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، آپ فرماتے ہیں (کتاب العلل للترمذی، ص: ۳۲) ولم ار احدا بالعراق ولا بخراسان فی معنی العلل والتاريخ ومعرفة الأسانيد كبير أحد اعلم من محمد بن اسماعيل رحمۃ اللہ علیہ ''میں نے علل، تاریخ اور معرفت اسانید میں محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا عالم نہ عراق میں دیکھا ہے اور نہ خراسان میں۔'' امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ایک ہیں، آپ کا ایک قول صحیح سند کے ساتھ ''الارشاد للخلیلی ۳/۹۶۱'' میں ہے کہ آپ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سر کا بوسہ لیا اور فرمایا: لا يبغضك الا حاسد واشهد أن ليس فی الدينا مثلك ''آپ سے بغض صرف حاسد ہی رکھتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسا کوئی نہیں۔'' معرفۃ علوم الحدیث للحاکم میں صحیح سند کے ساتھ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۱۱ھ کا قول ہے: ما رأيت تحت أديم السماء اعلم بالحديث من محمد بن اسماعيل البخاری ''میں نے آسمان کے نیچے محمد بن اسماعیل البخاری سے بڑا حدیث کا کوئی عالم نہیں دیکھا۔'' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۸۰ شیوخ سے علم حدیث سیکھا جن میں سے ۹۴۰ شیوخ سے صحیح بخاری میں روایت کی ہے، برصغیر پاک وہند میں جن علماء نے صحیح بخاری پڑھانے میں نادر مقام حاصل کیا ان میں سے ایک بزرگ سید علامہ زین اہل الاستقامۃ، المحدث المفسر، الفقیہ الکامل، الامام الھمام، شیخ الکل فی الکل السید محمد نذیر حسین جعله الله تعالٰی ممن يؤتی اجره مرتين الدہلوی الھندی ہیں، آپ کے تلامذہ میں سے ایک

عظیم المرتبت بزرگ علامہ ابوالحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، علامہ ابوالحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری کا لفظی ترجمہ اور عمدۃ القاری، ارشاد الساری وغیرھم شروحات کی تلخیص اردو زبان میں فیض الباری کے نام سے کر کے اردو خوان طبقہ پر احسان عظیم فرمایا، جزاہ اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء ہمارے ایک نہات مخلص دوست حضرت علامہ عبداللطیف ربانی بن شمس الحق حفظہ اللہ نے پہلے فیض الباری کا عکسی نسخہ شائع کیا جو بحمد اللہ تعالیٰ ہاتھوں ہاتھ بک گیا اور لوگوں کا اصرار بڑھا کہ اس کتاب کی خوبصورت کمپوزنگ کر کے اور تصحیح اغلاط کر کے اس کو دوبارہ شائع کیا جائے، علامہ عبداللطیف ربانی حفظہ اللہ نے اللہ کی دی ہوئی توفیق وہمت سے اس کام کی ٹھان لی اور آپ کی خدمت میں دیدۂ زیب نسخہ پیش خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کتاب کے مؤلف، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ہندوستان میں محدثین کے استاذ السید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابوالحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عبداللطیف ربانی حفظہ اللہ سب کو دارین کی سعادت بخشے، آمین۔

حافظ محمد اسماعیل الخطیب

25/07/2009

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برصغیر میں صحیح بخاری شریف اور اس کی جلیل الشان شرح فتح الباری کا مکمل اولین اُردو ترجمہ

مکتبہ اصحاب الحدیث کی عظیم اور منفرد پیشکش

○ مکمل کمپیوٹرائز ○ قدیم اُردو کی جگہ سہل اور سلیس اُردو ○ ظاہری خوبیوں اور معنوی حسن وزیبائش کا اعلیٰ معیار ○ تیس پاروں کی تیس جلدوں کو دس ضخیم جلدوں میں پیش کر رہے ہیں۔

اس کتاب مقدس کے بارے میں کچھ ذکر کرنے سے پہلے حدیث اور علم حدیث کے بارہ میں کچھ ضروری گزارشات پیش خدمت ہیں، اور نفوس قدسیہ محدثین کی بے لوث خدمتِ حدیث اور مؤرخین کی اکثر دنیوی مطلب براری پر طائرانہ نظر:

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ وبعد!

ہر علم کے حصول سے پیشتر اس کی تعریف، موضوع اور اس کی غرض وغایت کا جاننا ضروری ہے۔

علم حدیث کا موضوع:

هو ذاتُ رسول الله ﷺ من حيث أنه رسول الله ﷺ .

''اللہ جل وعلا کا پیغمبر ہونے کی حیثیت سے حضرت محمد اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس علم حدیث کا موضوع ہے۔''

فائدہ: یعنی ہمیشہ کے لیے کائنات بشریہ کے لیے خیر وبرکت رشد وبھلائی اور فلاح وکامرانی کا تمام تر راہوں میں کامل ومکمل راہنمائی کا سلسلہ صرف اور صرف ذاتِ اقدس محمد رسول اللہ ﷺ سے وابستہ ہے، آپ کے اس منصب جلیلہ میں کسی کی کوئی شراکت نہیں۔

علم حدیث کی تعریف:

هو علم يعرف به اقوالُ رسول الله ﷺ وأفعاله واحواله.

''علم حدیث وہ معزز اور اشرف علم ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال اور حالاتِ زندگی پہچانے جاتے ہیں۔''

حاصل کلام:

یعنی یہی وہ اشرف وباعظمت علم ہے جو جوامع الکلم کی معرفت کا خزانہ اور علوم وحکمت کا سرچشمہ ہے، اور شریعت وطریقت کا مدار (**وهو ملاك كل نهي وامر**) اور ہر قسم کے اوامر ونواہی کی مرکزی کلید ہے۔

علم حدیث کی غرض وغایت:

هو الفوز بسعادة الدارين.

''اس علم کی غرض وغایت سعادت دارین کا حصول ہے۔''

توضیح:

چنانچہ یہ امر مبنی برحقیقت ہے کہ بلاشبہ یہ دارین میں فلاح وفوز اور حیات طیبہ ابدیہ کی ضمانت ہے۔

⊙ ....حدیث پیغمبر ﷺ کو تقدیم حاصل ہے: ''انها لمثل القرآن بل هی اکثر'' کے بمصداق قرآن پاک کی تفہیم وتشریح اور کتاب مقدس کا بیان ہونے کی بناپر حدیث پیغمبر ﷺ کو اولیت حاصل ہے اور رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ ''مجھ پر قرآن پاک کی یہ سورت یا یہ آیت نازل ہوئی ہے۔'' یہ آپ کی حدیث ہے، جسے اولاً مانے بغیر قرآنِ پاک کا وجود اور اس کا اتہ پتہ کہیں نظر نہیں آتا تو اس لحاظ سے بھی حدیث شریف کو تقدم حاصل ہے۔

⊙ ....اور یہ مسلمات میں سے ہے کہ قرآن وسنت کا منبع وسرچشمہ وحی الٰہی ہے، یہ ضابطہ حیات مکمل طور پر منزل من اللہ ہے اور مخلوق میں سے کسی بھی ادنیٰ واعلیٰ کی رائے کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

ایک ضروری وضاحت:

اللہ رب العزت کے فرمان: ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ کے بمصداق جن ذرائع سے قرآنِ عزیز بحفاظت ہم تک پہنچا ہے حدیث پیغمبر ﷺ کے لیے بھی وہی ذرائع ہیں، اس دین قیم کی حفاظت کی عظیم ذمہ داری ایک جلیل القدر قوم کو تفویض ہوئی۔

⊙ ....اس سعادت کا تسلسل سعادت مندوں کے وجود سے قائم ہے، بمن اللہ تعالیٰ۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پھر تابعین رحمہم اللہ، ائمہ دین اور ان کے بعد آج تک اللہ جل وعلا نے ایسے نفوس قدسیہ کا انتخاب فرمایا جن کی مخلصانہ اور بے مثال مساعی نے احسن الحدیث قرآنِ پاک کے تحفظ کے ساتھ حدیث پیغمبر ﷺ کے نورانی چہرہ سے ہر قسم کے داغ دھبہ کو دور رکھا، اور وہ پاکباز گروہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے ہی اصحاب الحدیث کے نام سے موسوم ہوئے۔

محدث اور مؤرخ میں فرق

⊙ ....محدث محض رضائے الٰہی کا طالب ہوتا ہے: ان ائمہ حدیث نے غایت درجہ محنت وجانفشانی اور عرق ریزی سے متون اسناد کی چھان بین اور تحقیق وتنقید سے حدیث پیغمبر ﷺ کے رخ زیبا کو ہمیشہ کے لیے آفتاب نصف النہار سے بڑھ کر اجاگر کیا، حصول جاہ اور دنیوی اغراض ومقاصد اور مفادات سے قطع نظر ان خدام الحدیث نے بے لوث خدمت حدیث کا فریضہ انجام دیا، جب کہ قرآنِ حکیم کی عملی تصویر حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ کے ایک ایک گوشہ اور آپ ﷺ کی سیرت پاک کی مکمل (HISTORY) ہسٹری کو بحفاظت کائنات تک پہنچا دیا۔

مؤرخ کا کردار:

جب کہ عموماً مؤرخین کا گروہ ان اوصاف حمیدہ سے عاری ہوتا ہے، ان اسیران ہوس کی زندگی پر کئی طرح کے اغراض اور پھرنا خدا اثر انداز ہوتے ہیں، الا ما شاء اللّٰہ.

⦿ .... بدیں وجہ تاریخ کی اسنادی حیثیت اور اس کی ثقاہت امرِ تشکیک سے خالی نہیں، اور پھر تاریخی اوراق میں رطب ویابس اور جھوٹے مواد کا پایا جانا ثابت شدہ امر ہے۔

⦿ .... جب کہ ائمہ حدیث، خدام القرآن والسنہ کا قلم اس ناپاک اور نامسعود امر سے شناسائی نہیں رکھتا، بلکہ حق وصداقت کی تحسین یا تثبیت وتوثیق اور ہر طرح کی غلطی اور کذب وافتراء کی نشان دہی اور تضعیف وتکذیب ان کا فرض منصبی ہے۔

ولنعم ما قیل: ـ

علیك بأصحاب الحدیث فإنهم خیار عباد اللّٰه فی کل محفل

وللّٰه الحمد وصلی الله علی حبیبه خیر الخلق محمد وآله وصحبه وبارك وسلم.

حافظ محمد اسماعیل الاسد بن ابراھیم

حافظ آبادی

18/07/2009

اُردو ترجمہ جامع صحیح بخاری شریف مع ترجمہ مکمل فتح الباری

مکتبہ اصحاب الحدیث اُردو بازار لاہور کی عظیم الشان، تاریخی، زندہ جاوید اور منفرد پیشکش

(ارباب علم ودانش اور منتہی طلبہ کے لیے نادر تحفہ)

اصح الکتب بعد کتاب اللہ جامع صحیح بخاری شریف کے تراجم اور شروحات حیطہ شمار سے بالا ہیں، تاہم برصغیر میں استاذ العرب والعجم شیخ الکل امام الفقہاء والمحدثین مولانا علامہ سید محمد نذیر حسین شاہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے اولین شاگر حافظ الحدیث مولانا ابوالحسن سیالکوٹی رحمہ اللہ کا اسم گرامی اس خدمت عالیہ میں سرفہرست ہے کہ جامع صحیح بخاری شریف کے ترجمہ کے ساتھ پوری عربی ترجمہ فتح الباری کو مکمل اُردو سانچہ میں ڈھالنا مولانا موصوف کا زندہ جاوید کارنامہ ہے، جس کا نام فیض الباری شرح بخاری رکھا۔

⊙ ....اس وقت کے تاجر جناب فقیر اللہ صاحب، محلہ سادھواں لاہور کی بہت بڑی سرمایہ کاری اور ان کے خصوصی توجہ دلانے پر بفضل اللہ تعالیٰ یہ عظیم سعادت مولانا موصوف کے حصہ میں آئی۔

⊙ ....1303ء میں مولانا ابوالحسن سیالکوٹی رحمہ اللہ موصوف نے حصول مأخذ کی کمی کے باوجود بخاری شریف کے پہلے دس پاروں پر کام مکمل کیا، جو بہت مقبول ہوا۔

⊙ ....محترم جناب تاجر موصوف کے جہد مسلسل سے کافی حد تک مأخذ ومواد میسر آ گیا، اور جناب فقیر اللہ صاحب کے پیہم اصرار سے علامہ موصوف سیالکوٹی نے میں ترجمہ وتشریح کا وسیع بنیاد پر از سرنو کام شروع کر دیا اور پہلے سے کئی گنا بڑھ کر نسخہ وجود میں آیا، یہ علم وآ گہی کا بہت بڑا ذخیرہ تیس جلدوں میں طبع ہو کر غائت درجہ مقبول ومتداول ہوا۔

⊙ ....اور خصوصی کاوش یہ کہ اس زمانے کی اُردو زبان کو دورِ جدید میں مستعمل سلیس اردو سے ہم آہنگ کرنے میں بڑی توجہ دی گئی ہے، اور ان تیس جلدوں کو دس دیدہ زیب جلدوں میں پیش کیا جا رہا ہے۔

⊙ ....جب کہ مقتضائے حال کے مطابق کتاب مکمل طور پر کمپیوٹرائز، جدید ترین اندازِ طباعت اور کتاب کے شایانِ شان حُسن وزیبائش کا اعلیٰ معیار، اس تاریخی پیشکش کی خصوصیات ہیں۔

⊙ ....معنی اور روحانی امتیاز یہ کہ احادیث کے اس صحیح ترین مجموعہ میں امیر المؤمنین فی الحدیث امام الفقہاء والمحدثین امام بخاری رحمہ اللہ کے محدثانہ اور فقیہانہ نکات کو نہایت آسان کر دیا گیا ہے۔

بایں ہمہ..........امام الجرح والتعدیل حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تشریحات کا ایسا صحیح اور بااعتماد ترجمہ جو افراط وتفریط سے یکسر مبرّا ہے، جو حقیقی طور پر حدیث پیغمبر ﷺ کی صحیح روح اور اصلی صورت کی کشانی کرتا ہے۔

⊙ ....اس پر مستزاد یہ کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ بخاری شریف کی احادیث پر وارد تمام اعتراضات کے دندان

شکن مدلل و مبرھن اور سکت جوابات دے چکے ہیں، تاہم آج کل انہی اعتراضات کی صدائے بازگشت تعصب کی پیداوار ہے یا پھر اس کی اساس کورانہ اندازِ فکر اور جہالت ہے۔

⊙ ....حق یہی ہے کہ حضرت حافظ صاحب، موصوف عسقلانی رحمہ اللہ کے برھان بدوش قلم نے احادیث وسنن خیر الوریٰ ﷺ کی حمایت کا پورا پورا حق ادا کردیا ہے۔

چنانچہ ترجمہ جامع صحیح بخاری اور تشریحات پوری فتح الباری جیسے اہم اور عظیم مشن کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم اور باوصف درویش عالم دین مولانا عبداللطیف ربانی حفظہ اللہ کا انتخاب فرمایا، جنہوں نے اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کے باوجود کمال شوق سے اس اصح الکتب اور اشرف الکلام کی طباعت اور نشر و اشاعت کا بیڑہ اٹھایا۔

صاحب مکتبہ اصحاب الحدیث، اردو بازار لاہور، مولانا موصوف کے حسن ذوق اور مسلکی محبت کی منہ بولتی تصویر ہے بلکہ ان کے بخت ونصیب کی معراج ہے کہ سید الکونین اشرف الانبیاء خاتم النّبیین ﷺ کے فرامین اور ارشاداتِ عالیہ بایں انداز پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں کہ طارمِ اعلیٰ کے ماہ وانجم اور سیارگانِ نور کی شعائیں بھی ان کے ساتھ ہیچ ہیں۔ اللہ پاک شرف قبولیت بخشے اور ذخیرہ آخرت بنائے اور ہر قاری کے لیے موجب ہدایت اور ذریعہ نجات بنائے، آمین۔

حافظ محمد اسماعیل الاسد بن ابراھیم

حافظ آبادی

18/07/2009

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَكْمَلَ الْحَمْدِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَآئِرِ النَّبِيِّيْنَ وَاٰلِ كُلٍّ وَّسَآئِرِ الصَّالِحِيْنَ نِهَايَةَ مَايَنْبَغِيْ اَنْ يَسْئَلَهُ السَّآئِلُوْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَرْسَلَ النَّبِیَّ بِالْهُدٰی وَقَالَ مَنْ اَطَاعَ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الَّذِیْ قَالَ فِیْ شَانِهٖ مَایَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ هُمْ سُبُلُ السَّلَامِ وَنُجُوْمُ الْهُدٰی.

بعد حمد وصلوۃ عرض کرتا ہے خادم اہل اللہ عائذ باللہ فقیر اللہ غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ وعفی اللہ عنہ وعن والدیہ وعن اُستاذہ واحبابہ اجمعین کہ علم حدیث اشرف العلوم ہے اس واسطے کہ اشرف الناس کا کلام ہے بقول آنکہ کلام الملوک ملوک الکلام اور سب علوم دینی اس کے محتاج ہیں علم تفسیر بدونِ حدیث کے معتبر نہیں اور علم عقائد، علم فقہ، علمِ سلوک، علمِ تاریخ بغیر اس کے قابلِ اعتبار نہیں ۔اصل اصول علم دینیہ کا یہی علم شریف ہے ۔کما قال اللبھوری رحمۃ اللہ علیہ:

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے — دُر دانۂ دُرج مصطفیٰ ہے
صوفی عالم حکیم دینی — کرتے رہے اس کی خوشہ چینی
بابا کے یہاں سے کون لایا — جس نے پایا یہیں سے پایا
یہ شاہ رہ محمدی ہے — گنجینۂ راز احمدی ہے
مشعل افروز راہ سنت — برہم زن بیخ وشاخ بدعت
ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار — مت دیکھ کسی کا قول وکردار
جب اصل ملے تو نقل کیا ہے — یاں وہم وخطا کا دخل کیا ہے
اب زیادہ تو مجھ سے کرنہ کل کل — خورشید کے آگے کیا ہے مشعل
بالفرض فلاں تھا مرد کامل — اس نے تھا کیا کہاں سے حاصل
وہ بھی اسی دَر کا اک گدا تھا — گو غوث وامام ومقتدا تھا

ملفوظ بہت ہیں تو نے دیکھے ملفوظِ محمدیؐ کو اب لے

ناحق تجھے اور کچھ ہوس ہے قرآن وحدیث تجھ کو بس ہے

حق ہو گا حدیث خواں سے خرم اور شاد رسول فخرِ عالم

تھا علمِ حدیث سخت مشکل اور ہند کے لوگ اس سے غافل

چاہا کہ رہیں نہ یہ بھی محروم ہوا ترجمہ اس سبب سے مرقوم

مقبول ہو یہ کتاب یارب مشتاق ہوں اس کے اہلِ دیں سب

لہٰذا عاجز نے چاہا کہ کتاب جامع محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمہ اللہ جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ بالاتفاق ہے ترجمہ اردو زبان میں معہ شرح کیا جائے تا مفید عام وفیض تام الی یوم القیام باقی رہے اور باعث غفران عصیان اس ہیچمیدان کا محشر کے میدان میں ہو۔ آمین اللّٰھم آمین ثم آمین ۔ چنانچہ مولانا مولوی محمد ابوالحسن تلمیذ باتمیز فخر المفسرین سند المحدثین مقبول دارین مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی مدظلہ وعم فیضہ کو ۱۳۰۳ ہجری میں اس کام پر آمادہ کیا اور زرِ کثیر دے کر ترجمہ وشرح کرایا اور پارہ پارہ علیحدہ ۳۰ پارہ تیار ہوا دس پارہ چھپ چکے باقی زیرِ طبع ہیں۔ پارہ اول جو بہ سبب بہم نہ ہونے شروح بخاری کے مولانا موصوف نے صرف ۸ جزو پر بنایا اور باہتمام راقم اسی قدر چھپا۔ مگر اس امر کا قلق عاجز کے دل پر رہا تھا بحمد اللہ کہ اب از سرنو ۱۳۱۳ ہجری میں ترمیم ہوا پہلے نسخہ سے اب تخمیناً سہ چند بڑھایا گیا اور کتب ذیل سے مضامین ایزاد کئے گئے:

① فتح الباری شرح صحیح بخاری ② ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ③ کواکب الدراری شرح صحیح بخاری
④ تیسیر القاری شرح صحیح بخاری ⑤ منح الباری شرح صحیح بخاری ⑥ تعلیق حاشیہ سندھی مطبوعہ مصر
⑦ نیل الاوطار للشوکانی ⑧ توشیح حاشیہ بخاری للسیوطی ⑨ عمدۃ القاری لبدر الدین عینی

چونکہ فن اصطلاح حدیث میں سے اقسامِ حدیث کا معلوم کرنا ضروریات سے ہے لہٰذا مختصراً یہ رسالہ لکھا گیا۔

❀ ...... ❀ ...... ❀
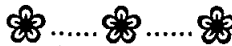
در بیانِ اقسامِ حدیث از تالیفات خادم اہل اللہ فقیر اللہ عفا اللہ عنہ وعن والدیہ مہتمم کتاب ہذا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ حَفِظُوْا عَهْدَهٗ ۔

بعد حمد وصلوٰۃ کے مخفی نہ رہے کہ ہندوستان میں دن بدن اس علم شریف کا چرچا ہو رہا ہے اور علمائے ربانی نے جن کی شان میں اَهْلُ الْحَدِيْثِ اَهْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ آیا ہے عمدہ عمدہ کتابوں کا ترجمہ کر کے اُس کو آسان کر دیا تا کہ عامہ خلائق سعادت ابدی سے مشرف ہوں لیکن کوئی رسالہ علیحدہ فن اصطلاح حدیث کا اردو زبان میں نظر سے نہیں گزرا اس واسطے بندۂ ناچیز خیر خواہ خلق اللہ فقیر اللہ عفا اللہ عنہ وعن والدیہ واستاذہ نے چند کتب معتبرہ سے نقل کر کے یہ مختصر رسالہ جو چند اصطلاحاتِ حدیث پر مشتمل ہے تالیف کیا حق تعالیٰ اپنے کرم سے اس کو قبول فرمائے اور اہلِ اسلام کو اس سے فائدہ تام پہنچائے اور بھول چوک کو معاف فرمائے۔ آمین یا رب العٰلمین۔

علمِ حدیث کی تعریف:

کواکب الدراری شرح صحیح بخاری میں کرمانی نے لکھا ہے کہ علمِ حدیث وہ علم ہے کہ پہچانا جائے ساتھ اس کے قول اور فعل اور حال آنحضرت ﷺ کا اور موضوع اس کا ذات کامل الصفات آنحضرت ﷺ ہے اور واضع صحابہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو درپے ہوئے ضبط قول وفعل وتقریر رسول اللہ ﷺ کے (کواکب الدراری) اور غایت اس کا فائز ہونا سعادت دارین کو ہے۔

فصل اصطلاحاتِ حدیث میں:

حدیث اس کو کہتے ہیں جو پیغمبر خدا ﷺ نے زبان مبارک سے فرمایا یا خود کیا یا حضرت ﷺ کے سامنے ہوا اور حضرت ﷺ نے درست رکھا سو جو زبان مبارک سے فرمایا اس کو حدیث قولی کہتے ہیں اور جو کیا اس کو حدیث فعلی کہتے ہیں اور جو حضرت ﷺ کے سامنے ہوا اس کو حدیث تقریری کہتے ہیں پس جو حدیث حضرت ﷺ تک منتہی ہو اُس کو مرفوع کہتے ہیں مشہور یہ ہے اور جو صحابہ تک ہو اُس کو موقوف کہتے ہیں اور جو تابعین تک منتہی ہو اس کو مقطوع کہتے ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ موقوف اور مقطوع کو اثر اور مرفوع کو متصل بھی کہتے ہیں اور حدیث دو قسم کی ہے متواتر اور آحاد متواتر وہ ہے جس کو ہر زمانے میں اس کثرت سے لوگوں نے روایت کیا ہو کہ عقل ان کے جھوٹ بولنے کو محال جانے اور اس پر خواص وعوام کو یقین کامل ہوتا ہے۔ آحاد وہ ہے جس کی روایت میں یہ کثرت نہ ہو، سو آحاد میں بعض روایت تو مقبول ہے اور اس پر عمل واجب ہے بشرطیکہ راوی کی دیانت وراستی معلوم ہو نہیں تو مردود ہے اور اس کو

ضعیف بھی کہتے ہیں اور آحاد کی تین قسمیں ہیں مشہور، عزیز، غریب۔ مشہور وہ ہے جس کو ہر زمانے میں تین یا زیادہ راویوں نے روایت کیا ہو عزیز وہ ہے جس کو ہر زمانے میں دو راویوں سے کم نے نہ روایت کیا ہو۔ غریب وہ ہے جس کی روایت کسی زمانہ میں ایک ہی راوی سے ہو۔ فائدہ سو مقبول الآحاد کی دو قسمیں ہیں صحیح اور حسن۔ صحیح وہ ہے جس کو دیندار، پرہیزگار، خوب یاد رکھنے والے لوگوں نے ہر زمانہ میں برابر روایت کیا ہو اور سند راوی سے لے کر آنحضرت ﷺ تک متصل ہو نہ اس میں کوئی عیب چھپا ہو اور نہ معتبر لوگوں کے مخالف ہو سو صحیح حدیث کی سات قسمیں ہیں: اول عمدہ قسم متفق علیہ جو صحیحین میں ہے، دوم جو صرف بخاری میں ہو، سوم جو صرف صحیح مسلم میں ہو، چہارم جو بخاری اور مسلم کی شرط پر اور ان کے طور پر ہو، پنجم وہ جو صرف بخاری کے طور پر ہو، ششم وہ جو فقط مسلم کے طور پر ہو، ہفتم وہ جو بخاری اور مسلم کے سوا اور اہلِ حدیث نے اس کو صحیح جانا ہو۔

شرط بخاری اور مسلم سے یہ مراد ہے کہ یہ دونوں شخص حدیث کو روایت نہ کرتے تھے جب تک استاد کی مصاحبت نہ کرتے اور ثقہ ہونا استاد کا مصاحبت سے حاصل کرتے برخلاف اوروں کے کہ سماع ثقہ ہونا راوی کا جانتے ہیں۔ شرط کی دوسری قسم یہ ہے کہ بخاری روایت نہیں کرتا جب تک راوی کا ملنا مروی عنہ سے ثابت نہ ہو اگرچہ ہر ایک آپس میں ہمعصر ہوں اور مسلم کو فقط ہمعصر ہونا کافی ہے۔ حسن اُس حدیث کو کہتے ہیں جو صحیح حدیث کی طرح ہو لیکن اُس کے راویوں کا حفظ اور یاد صحیح راویوں کے برابر نہیں ہر چند مقبول اور واجب العمل دونوں ہیں لیکن صحیح حسن سے نہایت مقدم اور افضل ہے۔

فائدہ: مردود قسم آحاد کی جو لائق حجت کے نہیں سو ضعیف ہے۔ ضعیف وہ حدیث ہے کہ صحیح اور حسن کے مخالف ہو خواہ اس کا کوئی راوی درمیان سے ساقط ہو یا مطعون ہو سو اگر ابتداء سند سے راوی ساقط ہو اس کو معلق کہتے ہیں اگر انتہا سے ساقط ہو یعنی صحابی مذکور نہ ہو تو اس کو مرسل کہتے ہیں اور اگر دو راوی برابر ساقط ہو گئے ہوں اس کو معضل کہتے ہیں نہیں تو منقطع۔ منقطع وہ ہے کہ تبع تابعی صحابی سے روایت کرے اور تابعی کو چھوڑ دے اور طعنہ راوی کا یہ ہے کہ وہ جھوٹا ہو تو اس کی حدیث کو موضوع کہتے ہیں یا اس پر جھوٹ کی تہمت لگی ہو تو اس کو متروک کہتے ہیں اور اگر راوی غلطی بہت کرتا ہو یا غافل ہو یا کثیر الوہم ہو اور روایت کرے مخالف اس شخص کے کہ ضعف کمتر ہو تو اس کی حدیث کو منکر کہتے ہیں اور اس کے مقابل میں معروف ہے اور دونوں کے راوی ضعیف ہیں۔ مضطرب وہ ہے جس میں راویوں نے کچھ اختلاف کیا ہو سند میں یا متن میں۔ معلل وہ ہے جو ظاہر میں تو عیوب سے پاک معلوم ہو لیکن باطن میں سبب طعن پائے جاتے ہوں۔ مدرج وہ حدیث ہے جس میں راویوں نے کچھ اپنا کلام بھی شامل کر دیا ہو۔ مسند وہ حدیث ہے جس کے راویوں کا نام مذکور ہو۔ مُعَنْعَنْ وہ حدیث ہے جس کی روایت عن کے لفظ سے ہو جیسے عن فلان عن فلان۔ شاذ وہ ہے کہ راوی ایک شخص ثقہ مخالف بہت سے ثقوں کے بیان کرے اس میں راجح کو محفوظ کہتے ہیں اور

مرجوح کو شاذ۔ لیکن راوی دونوں کے قوی ہوتے ہیں۔ هکذا وجدت فی کتب اصطلاح الحدیث ۔ فقیراللہ عفااللہ عنہ وعن والدیہ واستاذہ واحبابہ اجمعین ۔

علاوہ اس کے اصطلاحات حدیث اور بھی بہت ہیں مگر اس مختصر میں گنجائش نہیں شائقین وطالبین فن کے لیے بالفعل اسی قدر کافی ہے زیادہ تر تحقیق زبدۃ المحدثین نواب سید محمد صدیق حسن خاں صاحب کی کتاب "منهج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول" اور کتاب "صحیح النظر شرح الشرح نخبة الفکر" فارسی تصنیف مولوی محمد حسین ہزاروی محدث میں موجود ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہم نے تو اقسامِ حدیث بیان کردیے اور صحیح اور حسن اور ضعیف وغیرہ کی تعریف بھی لکھ دی مگر ان کا پہچاننا محدثین پر موقوف ہے ہر ایک کا کام نہیں بدون ان کے بتلائے ہر شخص نہیں جان سکتا وہ اس فن شریف کے صراف ہیں کھرے اور کھوٹے کو خوب پہچانتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کے خادموں کے زمرہ میں اٹھائے تو اس کی رحمت سے بعید نہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ.

مختصر احوال محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

از خادم اہل اللہ فقیر اللہ عفا اللہ عنہ مہتمم کتاب ہذا

مناقب وفضائل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جناب معلے القاب فخر المفسرین سند المحدثین صاحب الادب والتمیز مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب بستان المحدثین میں اور شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمۃ اشعۃ اللمعات ترجمہ فارسی مشکوٰۃ میں اور امیر المومنین ناصر دین سید المرسلین مقبول ذوالمنن نواب والا جاہ سید محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب لاجواب اتحاف النبلا ورسالہ حطہ فی احوال صحاح ستہ وغیرہ میں مفصل درج فرمایا ہے اس جگہ گنجائش نہیں مگر تیمناً کسی قدر لکھا جاتا ہے۔

نام ونسب امام بخاری کا ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن المغیرہ ہے ۱۹۴ھ ہجری میں پیدا ہوئے دس برس کی عمر سے بخارا میں حدیث یاد کرنا شروع کیا سولہ برس کی عمر میں عبداللہ بن مبارک اور وکیع کے تصانیف یاد کیے پھر حج کے واسطے گئے اور عرب میں علم تحصیل کرنے لگے اٹھارہ برس کی عمر میں فضائل اصحاب تابعین میں تصنیف شروع کی آخر اس سب مجموعے کے مدینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس تاریخ بخاری بنائی حامد بن اسمٰعیل محدث سے روایت ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ ہزار حدیث مجھ کو یاد سنائی جن سے میں نے اپنی لکھی ہوئی حدیثوں کو صحیح کیا۔

سبب تالیف صحیح بخاری کا یہ ہے کہ ایک روز اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں ذکر ہوا کہ اگر کوئی خالص صحیح حدیثوں کو جمع کرتا اور لوگ بلا تردد ان پر عمل کرتے تو نہایت مفید ہوتا۔ بخاری کے دل میں یہ بات اثر کر گئی چھ لاکھ حدیثیں ان کے پاس تھیں ان کا انتخاب شروع کیا جس حدیث کی صحت کمال مرتبے میں ثابت تھی اس کو لکھا اور باقی کو ترک کیا ہر حدیث کی تحریر کے لیے غسل کرتے اور دوگانہ ادا کرتے اور دعا استخارہ فرماتے کہ الٰہی! مجھ سے خطا نہ ہو اسی طرح سولہ برس کی محنت سے مدینہ طیبہ مسجد نبوی میں منبر اور قبر شریف کے درمیان صحیح بخاری تمام ہوئی سب حدیثیں صحیح بخاری کی سات ہزار دوسو پچھتر ہیں بعد حذف مکرر چار ہزار ہیں ایسی مقبول ہوئی کہ ان کی زندگی میں نوے ہزار آدمی نے بلاواسطہ ان سے سند حاصل کی فرماتے تھے قیامت کے دن مجھ سے غیبت کا سوال نہ ہوگا اس سے ان کا تقوٰی خیال کیا جائے۔ جب بخارا میں آئے تو حاکم بخارا کو اپنا دشمن بنانا قبول کیا مگر تذلل علم حدیث روا نہ رکھا۔ ایسا ہی نیشا پور میں ہوا پھر سمرقند گئے اور زندگی سے تنگ آکر دعا کی اور موضع خرتنگ میں جو سمرقند سے دو فرسنگ ہے ۲۵۶ ہجری میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ۔ ۱۹۴ صدق تاریخ تولد نور ۲۵۶ تاریخ وفات ہے۔ بعد دفن کے قبر شریف سے مشک اذخر کی خوشبو آتی تھی جس کو زائر تبرکاً لے جاتے تھے۔ عبدالواحد طراوسی نے جو ولی کامل تھے۔ خواب میں

دیکھا کہ پیغمبر خدا ﷺ معہ چند اصحاب کے منتظر کھڑے ہیں بعد سلام کے عرض کیا آپ کس کے انتظار میں ہیں فرمایا۔ **انتظر محمد بن اسمعیل** یعنی میں محمد بن اسمٰعیل کے آنے کا منتظر ہوں پھر تحقیق ہوئی تو اسی وقت بخاری کا انتقال ہوا تھا۔ اور بہت سے بزرگوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ﷺ نے صحیح بخاری کو اپنی طرف نسبت کیا ازاں جملہ محمد بن مروزی نے درمیان رکن ومقام کے پیغمبر خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں اے ابو زید! کب تک شافعی کی کتاب کا درس دے گا ہماری کتاب تو کیوں نہیں پڑھتا، عرض کیا **فداك ابی وامی یارسول اللّٰه!** آپ کی کتاب کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا جامع محمد بن اسمٰعیل بخاری امام الحرمین نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا شدت اور خوف اور سختی مرض اور قحط وغیرہ مصائب میں صحیح بخاری کا ختم تریاق مجرب ہے چنانچہ حرمین شریفین میں اب تک معمول مروج ہے میر جمال الدین محدث اپنے استاد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک سو پانچ دفعہ تجربہ میں ختم صحیح بخاری کا واسطے رفع مہمات وحل مشکلات کے آیا ہر دفعہ قاضی الحاجات مقصود ولی برلایا جس گھر میں یا جس کشتی میں صحیح بخاری ہوگی اس کو محافظ حقیقی حرق وغرق سے اپنی حفاظت میں رکھے گا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج میں کہا ہے کہ علماء کا اتفاق ہے اس پر کہ **اصح کتب بعد کتاب اللّٰه** صحیحین ہیں اور بخاری صحیحین میں اصح اور اول ہے کہ امام مسلم خود معترف ہیں۔ فقط فقیر اللہ عفا اللہ عنہ۔
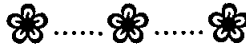
تاریخ تولد ووفات سند المفسرین امام المحدثین عارف باللہ آیۃ من آیات اللہ شمس الشریعت بدر الطریقت بحر الحقیقت شمع معرفت مقبول رب الجلیل محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ اللہ الباری

آن محمد کہ ابن اسمٰعیل | بود بے شک خلیل رب جلیل | راہ نہائے رہ خدا طلبی
محو ذات نبی وآل نبی | جامع اُو صحیح چو فرقان است | اصح الکتب بعد قرآن است
در علوم نبی امام ہمہ | در رہِ شرع مقتدیٰ ہمہ | در احادیث مثل او دیگر
نہ شدہ در جہاں بفضل وہنر | ماہ شوال بود شانزدہم | کہ طلوعش نمود چوں انجم
چونکہ صدیق بود توقیر | سالِ مولود صدق گفت فقیر | لیلۃ الفطر جمعہ در رمضان
رفت سوئے جنان قطب زمان | چونکہ اونور بود سرتاپا | نور اللہ قبرہ وثراہ
سال ترحیل آں ستودہ صفات | زاں سبب نور گشت بی کم وکاست | شصت وسہ سال عمر زیبایش
ہمچو عمر نبی وخلفائیش [1] | مرقدِ آن سعید ابن سعید | از سمرقند دو فرسخ است بعید

التماس احقر الناس خادم اہل اللہ فقیر اللہ غفر اللہ ذنوبہٗ وستر عیوبہٗ فی الدارین

شکر کہ ترمیم ہوئی یہ کتاب | علم احادیث کی لبّ لباب | خاص عنایات اللہ سے یہ کام
پایا سر انجام بصد اہتمام | گر نہ عنایات ہوساتھ | رازِ عرب ہند کو کب آئے ہاتھ
ذرّہ کجا اور کجا آفتاب | چشمۂ حیوان سے کہے کیا سراب | من زکجا ایں پر و بال از کجا
ترجمہ ہم شرح کمال از کجا | این ہمہ الطاف الٰہی شمول | گشت بریں بندہ طفیل رسول
سعی اس عاجز پہ نظر کیجئے | اور مترجم کو دعا دیجئے | ٹھیک یہ مضمون ہے ابیات کا
خوش ہو اللہ اُس سے کہ جس نے کہا
جو کہ مطالب تھے براموج فلک | ترجمہ سے آئے اتر ارض تک | یعنی کہ اردو کو پہن کر قبا
شاہدِ تازی ہوا جلوہ نما | گنج خفی دست بدست آگیا | خوب ہوا راز نہاں برملا
دوستو اب اس کا ادا حق کرو | خلق کو سمجھاؤ خود اس کو پڑھو | اس کو نہ جزداں میں رکھ دیجیو
ہاں کہیں ایسا نہ ستم کیجیو | پیرو سُنت کا ہی رہیو بجان | دل میں نہ بدعات کو دیجیو مکان
اب بھی تو بدعت میں رہا گر پھسا | مونہہ تو محمدؐ کو دکھائے گا کیا | نور کو لے نار کی مت کر ہوس
عاقل دیندار کو نکتہ ہے بس | یارب ان اوراق کو مقبول کر | ہند کو اس فیض سے کر بہرہ ور
ساعی افسردہ کو پر درد کر | الفت دنیا سے اسے سرد کر | تیری ہی دُھن روح کو ہر دم رہے
تیرے ہی غم عشق میں خرم رہے | یارب اس عاجز کی دعا کر قبول | خاتمہ بالخیر بحق رسول [2]

[1] عمر شریف رسولِ اکرم ﷺ وعمر ابوبکر صدیق وعمر فاروق وعلی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین شصت وسہ سال بود۔ [2] ناشر کو اس سے اتفاق نہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لاکھ لاکھ حمد اور شکر اُس ذات پاک غفور رحیم کو جس نے ہم کو انسان بنایا اور توحید کی راہ پر چلایا اور شرک کی آفت سے بچایا اور جناب سید المرسلین رحمۃ للعالمین کی امت سے اٹھایا اور کروڑ کروڑ سلام اور درود اس کے رسول مقبول محمد رسول اللہ ﷺ پر جس نے ہم کو سچا دین بتایا اور صراطِ مستقیم دکھایا اور ان کی آل اور اصحاب پر جنہوں نے کمال جانفشانی سے عالم میں دین پھیلایا اور توحید کی تلوار سے مشرکین اور بت پرستوں کا سر اڑایا اور رحمت خدا کی تمام محدثین اور امامانِ دین پر جنہوں نے کمال جانفشانی سے دنیا میں علم پھیلایا اور اللہ سے اجر عظیم پایا۔

امابعد! حمد وصلوٰۃ کے محمد ابوالحسن سیالکوٹی غفر اللہ له و والدیه واحسن الیهما و الیه کہتا ہے کہ قبل اس کے یہ پارہ اول بہ سبب نایابی شروح بخاری کے صرف ۸ جزو پر عاجز نے ختم کر کے تاجر اہل اللہ شیخ فقیر اللہ صاحب کے سپرد کر دیا انہوں نے زرِ کثیر صرف کر کے یہ پارہ ہائے دے کر بنظر خیر خواہی شائقین علم حدیث چھاپ کر پھیلایا مگر شیخ صاحب موصوف جو خود بھی اس فن شریف کے ماہر ہیں اس امر کے شاکی رہے کہ ترجمہ پارہ اول کا کما حقہ پورا پورا نہ ہوا اور عاجز کو دوبارہ آمادہ کیا اور شروح سبعہ جن کے نام خود شیخ صاحب موصوف نے دیباچہ کتاب میں درج فرمائے ہیں مہیا کر دیے پس راقم کمر بستہ اس کارِ خیر کے واسطے ہوا اور بصد جانفشانی مضامین مفیدہ اور فوائد کثیرہ ان شروح سبعہ سے اس پارۂ اول میں ایزاد کر کے پہلے سے سہ چند بڑھایا اور شیخ صاحب سلمہ ربہ کا ملاحظہ کرایا جب ان کی تسکین ہوئی تو حق التصنیف جو کچھ میں نے چاہا ان سے پایا اللہ تعالیٰ ان کا اور ہمارا اور جمیع اہلِ اسلام کا خاتمہ باایمان کرے اور جرم وخطا معاف فرمائے اور شفاعت سید المرسلین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ نصیب کرے۔

اب ترجمہ شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ تبارک وتعالیٰ کے:

قَالَ الْإِمَامُ الْبُخَارِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِهٖ﴾.

باب ہے اس بیان میں کہ حضرت ﷺ کی طرف پہلے پہل وحی آنی کس طرح شروع ہوئی؟ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یقیناً ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی جس طرح کہ وحی کی ہم نے نوح علیہ السلام اور اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کی طرف۔

فائدہ: اس باب میں ابتدا وحی اور قرآن کے اترنے کا بیان ہے اور یہ کہ شروع وحی کس جہت اور کس طریق سے واقع ہوئی اور وحی کو آنحضرت ﷺ کی طرف کون لایا اور وحی کئی طور سے واقع ہوئی وحی کہتے ہیں کلام کو اللہ کی جو نبیوں پر اترتی ہے اور وہ نبیوں کے حق میں تین قسم پر ہے اول تو اللہ کے کلام کو اپنے کان سے سننا ہے جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر اللہ کے کلام کو سنا۔ دوسرا پیغام بھیجنا ہے فرشتہ کے واسطے سے۔ تیسرا دل پر ڈال دینا جیسے کہ قول حضرت ﷺ کا ہے۔ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رَوْعِیْ ''یعنی روح قدس نے پھونکا میرے دل میں'' اور جو غیر نبیوں کے حق میں وحی کا بھیجنا وارد ہوا ہے تو اس کا معنی الہام کا ہے جیسے وحی کی اللہ تعالیٰ نے طرف نحل کی یعنی الہام کیا اور حضرت ﷺ پر سات طرح سے وحی آتی تھی۔ اول خواب میں دوم مثل گھنٹے کی سوم آپ کے دل میں کلام کو پھونک دیا جاتا تھا چہارم فرشتہ آدمی کی شکل ہو کر آتا تھا پنجم جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصلی شکل پر دیکھتے تھے واسطے اس کے چھ سو پر ہے اور موتی اور یاقوت اس کے پروں سے جھڑ رہے ہیں ششم اللہ ان سے حجاب کے پیچھے بات کرتا تھا جیسے کہ معراج کی رات میں ہوا ہفتم وحی اسرافیل علیہ السلام کی کہ اول تین برس حضرت ﷺ کے ساتھ رہی پھر جبرائیل کو ان کے سپرد کیا واللہ اعلم اور مصنف نے اس کتاب کو ساتھ باب بدء الوحی کے اس واسطے شروع کیا کہ اس میں اول شان رسالت اور ابتداء بعثت اور شروع حال وحی کا ذکر ہے جس پر رسالت موقوف ہے اور آیت مذکورہ کو اس باب میں واسطے تبرک کے ذکر کیا ہے اور اس واسطے کہ اس کو ترجمۃ الباب کے ساتھ فی الجملہ مناسبت ہے بوجہ شامل ہونے اس کے کے اوپر ذکر وحی کے۔

فائدہ: اعتراض کیا گیا ہے بخاری پر اس واسطے کہ نہیں شروع کیا اس نے کتاب کو ساتھ خطبے کے کہ خبر دے اس کی مقصود شروع کیا گیا ساتھ حمد اور شہادت کے واسطے عمل کرنے کے ساتھ اس حدیث کے کہ ہر امر ذی شان کہ نہ شروع کیا جائے اس کو ساتھ حمد اللہ کے تو وہ ناتمام ہے اور اس حدیث کے کہ جس خطبے میں شہادت نہ ہو وہ مانند ہاتھ بیکار کی ہے روایت کیا ہے ان دونوں حدیثوں کو ابوداؤد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور جواب پہلے اعتراض سے یہ ہے کہ خطبے میں کسی سیاق معین کا ہونا ضرور نہیں کہ اس کے سواء اور کوئی سیاق درست نہ ہو بلکہ غرض اس سے شروع کرنا ہے ساتھ اس چیز کے کہ دلالت کرے مقصود پر اور البتہ شروع کیا ہے بخاری نے کتاب کو ساتھ ترجمہ بدء الوحی کے ساتھ حدیث نیت کے جو دلالت کرتی ہے اس کے مقصود پر جو شامل ہے اس پر کہ عمل دائر ہے ساتھ نیت کے پس گویا کہ اس نے کہا کہ میرا مقصود یہ ہے کہ جمع کروں وحی سنت کو جو سیکھا گیا ہے اس پیغمبر سے جو ساری خلقت سے بہتر ہے اس وجہ پر کہ ظاہر ہو اس میں حسن عمل میرا برے قصد سے اور ہر مرد کے واسطے وہی ہے جو اس نے نیت کی سو کفایت کی اس نے ساتھ اشارے کے تصریح سے اور کتاب کے اکثر ترجموں میں وہ ایسی راہ چلا جیسا کہ آئندہ اس سے ظاہر ہوگا اور دوسرے اعتراض سے یہ جواب ہے کہ یہ دونوں حدیثیں اس کی شرط پر نہیں بلکہ دونوں سے ہر ایک میں کلام ہے ہم

نے مانا کہ وہ حجت پکڑنے کے لائق ہیں لیکن ان میں یہ نہیں کہ یہ متعین ہے ساتھ نطق اور کتابت دونوں کے سو شاید
اس نے کتاب کے شروع کرنے کے وقت حمد اور شہادت زبان سے کہہ لی ہو اور اس کو لکھا نہ ہو واسطے اقتصار کرنے
کے بسم اللہ پر اس واسطے کہ جو قدر کہ تینوں امروں کو جمع کرے وہ اللہ کا ذکر ہے اور تحقیق حاصل ہو چکا ہے ساتھ بسم
اللہ کے اور تائید کرتا ہے اس کی یہ امر کہ سب قرآن سے پہلے پہل آیت ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ اتری پس طریق
پیروی کا ساتھ اس کے یہ ہے کہ بسم اللہ کے ساتھ شروع کیا جائے اور صرف اسی پر اقتصار کیا جائے خاص کر اور
حکایت اس کی جملہ اس چیز سے ہے جس کو شامل ہے یہ باب بلکہ وہی ہے مقصود بالذات اس کی حدیثوں میں اور نیز
تائید کرتا ہے اس کی لکھنا حضرت ﷺ کا طرف بادشاہوں کی اور لکھنا آپ کا قضایا اور معاملات میں کہ آپ نے ان
کو بسم اللہ سے شروع کیا حمد وغیرہ کے ساتھ شروع نہ کیا جیسا کہ آیندہ آئے گا ابوسفیان کی حدیث میں ہرقل کے قصے
میں اس باب میں اور جیسا کہ صلح حدیبیہ کے قصے میں آئے گا اور سوائے اس کے حدیثوں سے اور یہ مشعر ہے ساتھ
اس کے کہ حمد اور شہادت کی حاجت تو صرف خطبوں میں ہے رسائل وثیقوں میں اس کی حاجت نہیں پس گویا کہ
بخاری نے جب اپنی کتاب کو خطبے کے ساتھ شروع نہ کیا تو جاری کیا اس کو جگہ مراسلوں کی طرف اہل علم کی تا کہ اس
سے فائدہ اٹھائیں ساتھ پڑھنے اور پڑھانے کے اور بعض شارحین اس کے اور بھی کئی طرح سے جواب دیتے ہیں
لیکن ان سب میں نظر ہے ایک ان میں سے یہ ہے کہ معارض ہوا نزدیک اس کے ابتدا کرنا ساتھ بسملہ کے اور حمدلہ
کے پس اگر حمدلہ سے شروع کرتا تو عادت کا خلاف کرتا اور اگر بسملہ کے ساتھ شروع کرتا تو نہ ہوتا شروع کرنے والا
ہوتا ساتھ حمدلہ کے پس اکتفا کیا ساتھ بسملہ کے اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس کے کہ اگر دونوں کو جمع کرتا تو البتہ
ہوتا شروع کرنے والا ساتھ حمدلہ کے بہ نسبت اس چیز کے کہ بسم اللہ کے بعد ہے اور یہی نکتہ ہے بیچ حذف کرنے
عاطف کے پس ہوگا اولیٰ واسطے موافقت قرآنِ مجید کے پس تحقیق اصحاب نے شروع کیا امام کبیر یعنی قرآنِ مجید کی
کتابت کو ساتھ بسم اللہ اور حمدلہ کے اور اس کو پڑھا اور تابع ہوئے ان کے تمام لوگ جنہوں نے قرآن کو لکھا بعد ان
کے سب زمانوں میں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ بسم اللہ آیت ہے سورۂ فاتحہ کی ابتدا سے اور جو نہیں کہتے اور تحقیق قرار پایا
ہے عمل مصنفین اماموں کا اوپر شروع کرنے کتابوں علم کے ساتھ بسم اللہ کے اور اسی طرح اکثر رسائل اور اختلاف کیا
ہے پہلے علماؤں نے اس چیز میں جب کہ ہو کل کتاب شعروں کی شعبی نے کہا کہ اس کی ابتدا میں بسم اللہ لکھنا منع ہے
اور زہری سے روایت ہے کہ جاری ہوئی ہے سنت کہ شعروں کے ابتداء میں بسم اللہ نہ لکھی جائے اور سعید بن جبیر سے
روایت ہے کہ جائز ہے لکھنا بسم اللہ کا اس کی ابتدا میں اور یہی قول ہے جمہور کا اور خطیب نے کہا کہ یہی ہے مختار اور
وحی کے معنی لغت میں چپکی خبر دینے کے ہیں اور نیز وحی کے معنی کتابت اور مکتوب اور بعث اور الہام اور امر اور ایماء
اور اشارہ کے بھی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی اصل تفہیم ہے یعنی سمجھانا اور شرع میں وحی کے معنی شرع کی خبر دینے

اور بتلانے کے ہیں اور کبھی وحی سے مراد اسم مفعول ہوتا ہے یعنی جو چیز کہ وحی کے ذریعہ سے بھیجی گئی اور وہ اللہ کا کلام ہے جو حضرت ﷺ پر اتارا گیا اور مراد امام بخاری کی باب بدء الوحی سے حال بیان کرنا وحی کا ہے ساتھ ہر اس چیز کے کہ متعلق ہے ساتھ شان اس کی کے خواہ اس کو کسی قسم کا تعلق ہو پس شامل ہوگا بیان کیفیت وحی کو اور بیان شروع کیفیت وحی کے کو اور نہ لازم آئے گا اس پر یہ اعتراض کہ اس میں صرف وحی کے کیفیت کا بیان ہے کیفیت ابتداء وحی کا بیان نہیں۔ (فتح الباری) اور اللہ نے فرمایا کہ تحقیق ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی نوح کو اور نبیوں کو اس کے پیچھے۔

فائدہ: اور مناسبت اس آیت کی واسطے ترجمہ کے ظاہر ہے کہ ہمارے پیغمبر کی وحی کی کیفیت اگلے پیغمبروں کی وحی کی صفت کے موافق ہے اور اس جہت سے کہ پہلے پہل شروع وحی کی سب پیغمبروں کو سچی خوابوں سے ہوئی جیسے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پہلے پہل پیغمبروں کو سچی خوابیں آنی شروع ہوتی ہیں یہاں تک کہ مستعد ہوتے ہیں دل ان کے پھر اسکے بعد جاگتے ان کی طرف وحی اترتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آیت میں پہلے پہل نوح علیہ السلام کو ذکر کیا اس واسطے کہ وہ پہلا نبی ہے جو رسول کیا گیا یا پہلا پیغمبر ہے جس کی قوم کو عذاب ہوا پس نہ وارد ہوگا اعتراض کہ آدم علیہ السلام اول ہیں سب پیغمبروں کے مطلق اور اس کا مفصل بیان شفاعت کی حدیث میں آئے گا۔ (فتح)

۱ ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوْ اِلَى امْرَاَةٍ يَّنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ.

۱۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا اس نے منبر پر کہ سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے تھے سوائے اس کے نہیں کہ سب کاموں کا اعتبار ساتھ نیتوں کے ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ ہر ایک مرد کے واسطے وہی چیز ہے جو اس نے نیت کی یعنی کوئی عمل بدون نیت کے ٹھیک اور ثواب کے لائق نہیں ہے پس جس کی ہجرت دنیا کے واسطے ہوئی کہ اس کو پائے یا کسی عورت کے واسطے ہوئی کہ اُسے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اس کی طرف ہوئی جس کے واسطے اس نے ہجرت کی یعنی دنیا اور عورت۔

فائدہ: بعض روایات میں یوں آیا ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کے واسطے (جس کا نام ام قیس تھا) مدینے کی طرف ہجرت کی لوگوں نے یہ حال حضرت ﷺ سے کہا تب حضرت ﷺ نے یہ حدیث فرمائی یعنی ایسی نیت کا کچھ ثواب نہیں کہ نیت خالص نہیں نیت ارادہ اور قصد دلی کا نام ہے زبان سے کہنے کی کچھ حاجت نہیں اگر مثلاً نماز کی نیت

دل میں کی زبان سے نہ نکلی یا زبان سے خلاف اس کے نکلے تو کچھ مضائقہ نہیں نماز میں زبان سے پکار کر نیت کرنا ہر گز درست نہیں اور اہلِ حدیث کا مذہب بھی یہی ہے کہ زبان سے نہ کہے اس واسطے کہ حضرت ﷺ سے ثابت نہیں۔ اسی طرح سے علم اور درویشی اور ہر قسم کی عبادت کو قیاس کرنا چاہیے۔ اگر محض اللہ کے واسطے تو سبحان اللہ اور نہیں تو اس کو قالب بے روح سمجھا جائے اور جب کہ نیت پر مدار ٹھہرا تو نیک نیتی سے مباحات میں بھی ثواب ہوتا ہے جیسے کہ کھانا اس نیت سے کھائے کہ عبادت کی قوت حاصل ہو اور کپڑا پہننا تا کہ نماز درست اور بیوی سے صحبت کرنا تا کہ نیک اولاد پیدا ہو اور حرام کاری سے بچے غرض کہ یہ حدیث اخلاص عمل اور درستی نیت میں اصل ہے اور بدنیت اور ریا کاری کی بیخ کن ہے اسی واسطے محدثین کا معمول ہے کہ حدیث کی کتابوں کے اول میں اسی حدیث کو لکھتے ہیں تا کہ حدیث کے پڑھنے والے سرے ہی سے اپنی نیت کو درست کریں اور اللہ ہی کے واسطے علمِ حدیث پڑھیں دنیا کا کسی طرح کا لگاؤ اور خیال نہ رکھیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس حدیث کو دین میں ستر جگہ دخل ہے مراد اس سے کثرت ہے یعنی ہر جگہ اس کا دخل ہے عبادات میں معاملات میں اور عادات میں اور سب علمائے حدیث اس حدیث کی صحت پر متفق ہیں بعض اس کو متواتر کہتے ہیں واللہ اعلم۔ اور مناسبت اس حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ اس طور سے ہے کہ آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینے میں تشریف لے گئے تو اس وقت آپ نے اس حدیث کے ساتھ خطبہ پڑھا اور وہ ابتدا رسالت اور بعثت کا تھا اور یہی مراد ہے باب بدء الوحی سے اور اعتراض کیا گیا ہے بخاری پر ساتھ اس کے کہ حدیث اعمال کو ترجمہ بدء الوحی سے بالکل کچھ تعلق نہیں اسی واسطے خطابی وغیرہ نے اس کو ترجمہ سے پہلے روایت کیا ہے اس اعتقاد سے کہ بخاری اس کو صرف تبرک کے واسطے لایا ہے اور ابن رشید نے کہا کہ نہیں قصد کیا بخاری نے ساتھ لانے اس کے کہ سوائے بیان اپنی نیک نیت کے اس کتاب میں اور لوگوں نے اس کی مناسبت کے بیان کرنے میں تکلف کیا ہے۔ سو جو کسی کی رائے میں آیا اس نے کہا اور حکایت کی مہلب نے کہ جب حضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینے میں تشریف لائے تو اس وقت آپ نے اس حدیث کے ساتھ خطبہ پڑھا تو اس واسطے مناسب ہوا لانا اس کا ابتدا وحی میں اس واسطے کہ جو احوال کہ ہجرت سے پہلے تھے وہ اس کے واسطے مقدمے کی طرح تھے۔ اس واسطے کہ ہجرت کے ساتھ شروع ہوا اذن مشرکین کے جہاد میں اور اس کے بعد فتح اور نصرت ہوئی اور یہ وجہ خوب ہے لیکن میں نے کہیں یہ منقول نہیں دیکھا کہ حضرت ﷺ نے اول ہجرت میں اس کے ساتھ خطبہ پڑھا اور ابن بطال نے ابوعبداللہ سے نقل کیا ہے کہ تبویب آیت اور حدیث دونوں کے ساتھ متعلق ہے یعنی دونوں ترجمہ باب میں داخل ہیں اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی پیغمبروں کو پھر محمد ﷺ کو کہ عملوں کا اعتبار نیتوں سے ہے واسطے دلیل اس آیت کے کہ ان کو حکم نہیں ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت یک رُخ ہو کر کریں اور ابو العالیہ نے کہا کہ وصیت کی ان کو ساتھ اخلاص کے اس کی عبادت میں اور مہلب نے کہا کہ قصد بخاری کا خبر دینی ہے حضرت ﷺ کے

احوال سے بیچ حال نشو ونما کے اور یہ کہ اللہ نے بتوں کو اپنے نزدیک مبغوض ٹھہرایا اور بھلائی کے کاموں کو اور گوشہ گیری کو اور تنہائی کو آپ کی طرف محبوب کیا واسطے بھاگنے کے بری صحبتوں سے پھر جب آپ نے اس کو لازم پکڑا تو اللہ نے آپ کو آپ کی نیت پر پیغمبری عطا کی جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ فواتح عنوان ہیں خواتم کا اور ابن منیر نے کہا کہ تھا مقدمہ نبوت کا بیچ حق حضرت ﷺ کے ہجرت کرنی طرف اللہ کی ساتھ گوشہ گیری کے حرا کی غار میں تو مناسب ہوا شروع کرنا ساتھ حدیث ہجرت کے اور مناسبات بدیعیہ سے وہ چیز ہے کہ جس کی طرف پہلے اشارہ گزر چکا ہے کہ کتاب جب کہ تھی موضوع واسطے جمع کرنے وحی سنت کے تو شروع کیا ہے اس کو ساتھ بدء الوحی کے اور جب کہ تھی وحی واسطے بیان اعمال شرعیہ کے تو شروع کیا اس کو ساتھ حدیث الاعمال کے اور باوجود ان مناسبتوں کے نہیں لائق ہے جزم کرنا ساتھ اس کے کہ اس کو ترجمہ سے کچھ تعلق نہیں اور اللہ ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے طرف راہ سیدھے کی اور عبدالرحمٰن بن ومہدی نے کہا کہ یہ حدیث سر (راز) ہے ہر بات کا اور بیہقی نے کہا کہ یہ علم کی تہائی ہے اس واسطے کہ کسب بندے کا واقع ہوتا ہے دل سے اور زبان سے اور اعضاء سے سو نیت راجح تر ہے تینوں سے اس واسطے کہ نیت کبھی مستقل عبادت ہوتی ہے اور اس کا غیر اس کا محتاج ہوتا ہے اسی واسطے وارد ہوئی ہے کہ ایماندار کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور یہ جو فرمایا کہ **الاعمال بالنیات** تو اس حدیث میں اسی طرح واقعہ ہوا ہے اور وہ مقابلہ جمع کا ہے ساتھ جمع کے یعنی ہر عمل اپنی نیت سے ہے اور حربی نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ نیت کئی قسم کی ہے جیسے کہ اعمال کئی قسم کے ہیں مانند اس شخص کی کہ قصد کرے ساتھ عمل اپنے کے رضامندی اللہ کی یا حاصل کرے موعود اس کی کے یا واسطے ڈرنے کے اس کے وعدہ عذاب سے اور اکثر روایتوں میں نیت کا لفظ مفرد واقع ہوا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ محل نیت کا دل ہے اور وہ ایک ہے پس مناسب ہوا مفرد لانا اس کا برخلاف اعمال کے کہ وہ ظواہر کے ساتھ متعلق ہیں اور وہ کئی قسم کے ہیں پس مناسب ہوا جمع لانا ان کا اور اعمال چاہتے ہیں اس کو کہ ان کا کوئی کرنے والا بھی ہو پس مراد یہ ہے کہ وہ عمل جو صادر ہیں مکلفین سے اور اس بنا پر کیا کافروں کے عمل بھی اس میں داخل ہوتے ہیں (یا نہیں) ظاہر یہ ہے کہ نہیں ہوتے اس واسطے کہ مراد ساتھ عملوں کے عبادت کے عمل ہیں اور وہ کافروں سے نہیں ہوتے اگرچہ کافر ان کے ساتھ مخاطب ہے اور ان کے ترک پر اس کو عذاب ہوگا اور نہیں وارد ہوگا آزاد کرنا اور صدقہ دینا کافر کا اس واسطے کہ ان کا جواز اور دلیل سے ثابت ہے اور ''ب'' نیات میں واسطے مصاحبت کے ہے اور احتمال ہے کہ وہ سببیت کے واسطے اس معنی سے کہ وہ قائم رکھنے والی ہے واسطے عمل کے اور بنا بر پہلی وجہ کے پاس وہ نفس عمل سے ہے پس شرط ہے کہ نہ پیچھے رہے اس کے اول میں اور نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ نیت قصد ہے اور وہ عزیمت دل کی ہے اور کرمانی نے کہا کہ نیت قصد دلی کا نام ہے اور عزیمت قلبی اس میں داخل نہیں اور اختلاف کیا ہے فقہاء نے کہ نیت رکن ہے یا شرط اور ترجیح اس کو ہے کہ ایجاد کرنا اس کا از روئے ذکر کے عمل کے ابتدا میں رکن

ہے اور ساتھ رکھنا اس کا از روئے حکم کے اس معنی کو شرعاً اس کا کوئی منافی نہ لائے شرط ہے اور ضرور ہے کہ کوئی محذوف نکالا جائے جس کے ساتھ جار اور مجرور متعلق ہو سو بعض کہتے ہیں کہ تُعتَبَرُ اور بعض کہتے ہیں کہ تکمل اور بعض کہتے ہیں کہ تصح اور بعض کہتے ہیں کہ تحصل اور بعض کہتے ہیں کہ تستقر یعنی عملوں کے اعتبار یا کمال یا صحت یا حاصل ہونا نیت سے ہے۔ طیبی نے کہا کہ کلام شارع کا محمول ہے اوپر بیان شرع کے اس واسطے کہ جو اس کے ساتھ تھے وہ اہلِ زبان تھے پس گویا کہ خطاب کیا ان سے پیغمبر نے ساتھ اس چیز کے کہ نہیں ہے ان کو علم اس کا مگر پیغمبر کی طرف سے پس متعین ہوگا حمل کرنا اس چیز پر جو حکم شرعی کے مفید ہو۔ اور بیضاوی نے کہا کہ نیت عبارت ہے اٹھنے دل کے سے طرف اس چیز کی کہ اس کو کسی غرض کے موافق دیکھے نفع کھینچنے سے یا ضرر دور کرنے سے حال میں یا عاقبت میں اور خاص کیا ہے اس کو شرع نے ساتھ ارادہ کے جو متوجہ ہے طرف فعل کے واسطے چاہنے رضامندی اللہ کے اور بجالانے حکم اس کے کی اور نیت حدیث میں محمول ہے اوپر معنی لغوی کے تا کہ خوب ہو تطبیق اس کی اپنے مابعد پر اور تقسیم کرنا اُس کا احوال مہاجر کو پس تحقیق وہ تفصیل ہے واسطے اس چیز کے کہ اجمال کی گئی اور حدیث متروک الظاہر ہے یعنی اس کا ظاہر مراد نہیں اس واسطے کہ عملوں کی ذات دور نہیں ہوتی اس واسطے کہ تقدیر یہ ہے کہ نہیں عمل مگر نیت سے پس نہیں مراد نفی ذات عمل کی اس واسطے کہ کبھی پایا جاتا ہے بغیر نیت کے بلکہ مراد اس کے احکام کی نفی ہے مانند صحت اور کمال کے لیکن حمل کرنا نفی صحت پر اولیٰ ہے۔ اس واسطے کہ وہ مشابہ تر ہے ساتھ نفی کرنے ذات شی کے اور نیز اس واسطے کہ لفظ دلالت کرتا ہے اوپر نفی ذات کے ساتھ تصریح کے اور اوپر نفی صفات کے بالتبع پس جب دلیل نے ذات کی نفی کو منع کیا تو باقی رہی دلالت اس کی اوپر نفی صفات کے بدستور پھر لفظ عمل کا شامل ہے فعل جوارح کو یہاں تک کہ زبان کے فعل کو بھی تو اقوال بھی اس میں داخل ہوں گے اور ابن دقیق العید نے کہا کہ جو لوگ نیت کو شرط ٹھہراتے ہیں وہ اس میں صحت کو مقدر کرتے ہیں اور جو اس کو شرط نہیں ٹھہراتے وہ کمال کو مقدر کرتے ہیں اور ترجیح پہلی وجہ کو ہے یعنی بدون نیت کے کوئی عمل صحیح نہیں اس طرح کہ صحت اکثر ہے لازم ہونے میں واسطے حقیقت کے کمال سے پس عمل کرنا اس پر اولیٰ ہے اور اس کلام میں وہم دلانا ہے کہ بعض علماء نیت کو شرط نہیں کہتے اور نہیں اختلاف ہے درمیان ان کے بیچ اس کے مگر وسائل میں اور لیکن مقاصد پس نہیں اختلاف ہے درمیان ان کے بیچ شرط ہونے نیت کے واسطے اُن کے اور اسی واسطے خلاف کیا ہے حنفیوں نے بیچ شرط ہونے نیت کے واسطے وضو کے یعنی حنفیہ کہتے ہیں کہ وضو کے واسطے نیت شرط نہیں اور اوزاعی نے کہا کہ تیمم میں بھی نیت شرط نہیں ہاں اختلاف ہے درمیان علماء کے بیچ مقترن ہونے نیت کے ساتھ اول عمل کے جیسے کہ فقہ کی کتابوں میں مشہور ہے پھر ظاہر یہ ہے کہ الف لام النیات میں ضمیر کے بدلے ہے یعنی الاعمال بنیاتھا اس بنا پر پس دلالت کرے گی یہ حدیث اوپر اعتبار نیت عمل کے کہ مثلاً نماز ہے یا کوئی اور عمل اور یہ کہ فرض ہے یا نفل اور مثلاً ظہر کی نماز ہے یا عصر کی اور نماز قصر ہے یا غیر قصر اور کیا ایسی صورت میں

عدد کی تعیین کی بھی حاجت ہے سو اس میں بحث ہے اور راجح یہ ہے کہ کافی ہے معین کرنا عبادت کا جو عدد معین سے جدا نہیں ہوتی مانند مسافر کی مثلاً کہ نہیں جائز ہے اس کو قصر کرنا مگر ساتھ نیت قصر کے لیکن نہیں ہے اس کو حاجت طرف نیت دو رکعتوں کے اس واسطے یہ ہے مقتضی قصر کا واللہ اعلم ۔ اور یہ جو کہا کہ ہر مرد کے واسطے وہی ہے جو اس نے نیت کی تو قرطبی نے کہا کہ اس میں تحقیق ہے واسطے شرط ہونے نیت اور اخلاص کے اعمال میں سو قرطبی اس طرف مائل ہوئے ہیں کہ یہ جملہ پہلے جملے کے واسطے مؤکد ہے اور اس کے غیر نے کہا یہ پہلے کے سوا اور فائدہ دیتا ہے ابن دقیق العید نے کہا کہ دوسرا جملہ چاہتا ہے کہ جو کسی چیز کی نیت کرے وہ اس کے واسطے حاصل ہوتی ہے یعنی جب عمل کو بمعہ شرائط ادا کرے یا اسے کوئی عذر شرعی اس کے کرنے سے مانع ہو جس کے ساتھ وہ شرع میں معذور سمجھا جائے اور جو نیت نہ کرے اس کے واسطے حاصل نہیں ہوتی اور مراد اس کے نیت نہ کرنے سے یہ ہے کہ نہ نیت کرے بطور خصوص کے اور نہ بطور عموم کے لیکن کسی خاص چیز کی نیت نہ کرے لیکن ہو وہاں نیت عام تو اس میں علماء کو اختلاف ہے اور اس سے بے شمار مسئلے نکلتے ہیں اور کبھی حاصل ہوتا ہے غیر منوی واسطے مدرک آخر کے مانند اس شخص کی کہ مسجد میں داخل ہوا اور فرض یا مؤکد سنتیں پڑھے بیٹھنے سے پہلے تو حاصل ہوتا ہے واسطے اس کے ثواب تحیۃ المسجد کا خواہ وہ اس نے اس کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اس واسطے کہ قصد ساتھ تحیۃ کے مشغول ہونا جگہ کا ہے اور وہ حاصل ہو چکا ہے برخلاف اس کے جو جمعہ کے دن جنابت کے سبب سے نہائے کہ اس کے واسطے جمعہ کا غسل حاصل نہیں ہوتا راجح قول پر اس واسطے کہ غسل جمعہ کی نظیر کی جاتی ہے اس میں طرف تعبد کی نہ طرف محض ستھرائی کی پس ضرور ہے قصد کرنا اس کا برخلاف تحیۃ المسجد کے واللہ اعلم ۔ اور نووی نے کہا کہ فائدہ دیتا ہے جملہ دوسرا اشتراط تعیین منوی یعنی حسن فعل کی نیت کرنی شرط ہے کہ اس کو معین کرے مانند اس شخص کی جس پر فوت شدہ نماز ہو نہیں کفایت کرتا ہے اس کو یہ کہ نیت کرے فقط نماز فوت شدہ کی بلکہ اس کو معین کرے مثلاً ظہر یا عصر اور نہیں پوشیدہ ہے یہ کہ محل اُس کا وہ ہے جب کہ فوت شدہ نمازیں بے شمار ہوں اور سمعانی نے کہا کہ فائدہ دیتا ہے اُس کا کہ جو اعمال عبادت سے خارج ہیں وہ ثواب کا فائدہ نہیں دیتے مگر جب کہ اُس کا فاعل اُس کے ساتھ قربت کی نیت کرے ۔ مانند کھانے کی جب کہ نیت کرے ساتھ اس کے قوت کی عبادت پر اور ابن عبدالسلام نے کہا کہ پہلا جملہ واسطے بیان اُس چیز کے ہے کہ اعتبار کی جاتی ہے عملوں سے اور دوسرا جملہ واسطے بیان اس چیز کے کہ مترتب ہوتی ہے اوپر اُس کے اور فائدہ دیا کہ نیت تو صرف اس عبادت میں شرط ہے جو اپنی ذات سے جدا نہ ہو اور لیکن جو چیز کہ جدا ہو پاس تحقیق وہ پھیری جاتی ہے طرف اُس چیز کی کہ وضع کی گئی واسطے اُس کے مانند اذکار اور دعاؤں اور تلاوت کی پس تحقیق وہ نہیں متردد ہیں درمیان عبادت اور عادت کے یعنی بلکہ بذات خود جدا ہیں ۔ ان میں نیت شرط نہیں اور نہیں پوشیدہ ہے کہ یہ تو صرف بہ نسبت اصل وضع کے ہے اور لیکن جس میں عرف پیدا ہوئی ہے مانند سبحان اللہ کہنے کی وقت تعجب کے تو نہیں یعنی اس میں نیت شرط ہے ۔ اور

باوجود اس کے پس اگر قصد کرے ساتھ ذکر کے قربت چاہنی طرف اللہ کی تو البتہ ہوتا ہے اکثر ثواب میں اسی واسطے غزالی نے کہا کہ حرکت زبان کے ساتھ ذکر کے باوجود غافل ہونے کے اس سے حاصل کرتی ہے ثواب کو اس واسطے کہ وہ بہتر ہے حرکت کرنے زبان کے سے ساتھ گلہ کے بلکہ وہ بہتر ساتھ مطلق چپ رہنے کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ ناقص ہے بہ نسبت عمل دل کے اور وارد کیا گیا ہے غزالی کے اطلاق پر کہ لازم آتا ہے اس سے کہ مرد ثواب دیا جائے مباح کام پر اس واسطے کہ وہ بہتر ہے فعل حرام سے اور یہ اس کی مراد نہیں اور خاص کی گئی ہے عموم حدیث سے وہ چیز کہ قصد کیا جائے حصول اس کا فی الجملہ پس تحقیق وہ محتاج ہے طرف نیت کی جو اس کو خاص کرے مانند تحیۃ المسجد کی اور مانند اس عورت کی جس کا خاوند مر گیا اور نہ پہنچی اس کو خبر مگر بعد گزرنے عدت کے پس تحقیق عدت اس کی گزر جاتی ہے اس واسطے کہ مقصود حاصل ہونا پاکی رحم کی ہے اور وہ حاصل ہو چکی ہے اور اسی واسطے نہیں حاجت ہے متروک میں طرف نیت کی اور تحقیق ہے کہ ترک مجرد میں ثواب نہیں اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ حاصل ہوتا ہے ثواب ساتھ باز رہنے کے کہ وہ نفس کا ہے سو جس کے دل میں گناہ کا خیال نہ گزرے نہیں وہ مانند اس شخص کی کہ اس کے دل میں گناہ کا خیال گزرے پس باز رکھے اپنے نفس کو اس سے واسطے خوف کے اللہ سے پس رجوع کیا حال نے طرف اس کی کہ جو نیت کا محتاج ہے وہ عمل ہے ساتھ تمام وجہوں کے نہ محض ترک ، واللہ اعلم۔

اور ہجرت کے معنی ہیں ترک کرنا اور ہجرت طرف شئے کی انتقال کرنا ہے طرف اس کی غیر اُس کے سے اور شرع میں ترک کرنا اس چیز کا ہے جس سے اللہ نے منع کیا اور ہجرت اسلام میں دو وجہ سے واقع ہوئی ہے اول انتقال کرنا خوف کے ملک سے امن کے ملک کی طرف جیسے کہ حبش کی ہجرت میں واقع ہوا اور ابتدا ہجرت کا مکے سے طرف مدینے کی دوسری ہجرت دار الکفر سے ہے طرف دار الایمان کی اور یہ بعد اس کے ہے کہ قرار پایا حضرت ﷺ نے مدینے میں اور ہجرت کی طرف اُس کی ایمانداروں سے جو اس پر قادر ہوا اور تھی اُس وقت ہجرت خاص ساتھ انتقال کے طرف مدینے کی یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا پس موقوف ہوا خاص ہونا ہجرت کا طرف مدینے کی اور باقی رہا عموم انتقال کا دار الکفر سے دار الاسلام کی جو اُس پر قادر ہوا اور دنیا مشتق ہے دنوّ سے اس کے معنی نزدیک ہونے کے ہیں اور دنیا کا نام دنیا رکھا گیا واسطے سبقت کرنے اس کے کی دوسرے سے اور بعض کہتے ہیں کہ دنیا کا نام اس واسطے رکھا گیا کہ وہ نزدیک ہے طرف زوال کے اور اختلاف ہے اُس کی حقیقت میں کہ دنیا کس چیز کا نام ہے سو بعض کہتے ہیں جو زمین پر ہے ہوا اور جوّ (فضا) سے اور بعض کہتے ہیں کہ کل مخلوقات اعراض اور جواہر سے اور پہلی تعریف اولیٰ ہے لیکن زیادہ کیا جائے اس میں اس قسم سے کہ قیامت سے پہلے ہے اور بطورِ مجاز کے اس کی ہر جز کو دنیا کہتے ہیں اور یہ جو کہا **فھجرتہ الی ماھاجر الیہ** تو احتمال ہے کہ **ما ھاجر الیہ** ہجرت کے متعلق ہو پس ہوگی جز امحذوف یعنی قبیحۃ اور صحیحۃ مثلاً اور احتمال ہے کہ فہجرتہ کی خبر ہو اور یہی دوسرا احتمال راجح ہے اس واسطے کہ پہلا احتمال چاہتا ہے کہ ہجرت

مطلق مذموم ہے اور حالانکہ اس طرح نہیں مگر یہ کہ حمل کیا جائے اوپر مقدر کو نے ایسی چیز کے کہ تقاضا کرے تردد گویا قصور کو ہجرت خالصہ سے مانند اس شخص کی کہ نیت کرے ساتھ ہجرت اپنی کے چھوڑنا دار الکفر کا اور نکاح کرنا عورت کا اکٹھا یعنی دونوں کی اکٹھی نیت کرے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مشعر ہے سیاق ساتھ ذم اس شخص کے کہ کرے یہ بہ نسبت اس شخص کے جو طلب کرے عورت کو ساتھ صورت ہجرت خالص کے اور جو طلب کرے اُس کو جوڑ کر ساتھ ہجرت کے تو اس کو ثواب ہوتا ہے ہجرت کے قصد پر لیکن کم اس شخص سے جس کی ہجرت خالص ہو اور اُسی طرح جو فقط نکاح ہی طلب کرے نہ بصورت ہجرت الی اللہ کے اس واسطے کہ نکاح کرنا مباح امر ہے کہ ثواب دیا جاتا ہے فاعل اُس کا جب کہ قصد کرے ساتھ اس کے قربت کا مانند بچنے کے گناہ سے اور اس کی مثالوں سے وہ چیز ہے جو ابوطلحہ کے اسلام کی قصص میں واقع ہوئی ہے جیسے کہ نسائی نے روایت کی انس رضی اللہ عنہ سے کہ نکاح کیا ابوطلحہ نے ام سلیم یعنی انس رضی اللہ عنہ کی ماں سے اُن کے درمیان مہر اسلام ٹھہرایا اور اس کا بیان یوں ہے کہ ام سلیم ابوطلحہ سے پہلے مسلمان ہوئی تھی تو ابوطلحہ نے اس کو نکاح کا پیغام کیا تو ام سلیم نے کہا کہ میں مسلمان ہوگئی ہوں سو اگر تو بھی مسلمان ہو جائے تو میں تجھ سے نکاح کروں گی سو ابوطلحہ مسلمان ہوا تو ام سلیم نے اس سے نکاح کیا اور یہ محمول ہے اُس پر کہ ابوطلحہ کو اسلام کی رغبت تھی اور ایک وجہ سے اس میں داخل ہوا تھا اور جوڑا ساتھ اس کے ارادہ تزویج مباح کا پس ہوگیا مانند اس شخص کی جس نے نیت کی اپنی روزی سے عبادت اور حمیت کی یا ساتھ اپنے طواف سے عبادت اور ساتھ رہنا قرضدار کے اور اختیار کیا ہے غزالی نے اس چیز میں کہ متعلق ہو ثواب کے کہ اگر قصد دنیاوی زیادہ غالب ہو تو اس میں ثواب نہیں ہوتا اور اگر قصد دینی غالب ہو تو اس کو ثواب ہوتا ہے اور اگر دونوں کا قصد برابر ہو تو کوئی ثواب نہیں اور اگر نیت عبادت کی ہو لیکن اس کے ساتھ کوئی چیز بعد کو مل جائے جو اخلاص کے مخالف ہو تو نقل کیا ہے ابوجعفر طبری نے جمہور سلف سے کہ اعتبار ساتھ ابتدا ہونے کے ہے پس اگر ابتدا میں نیت خالص ہو تو نہیں ضرر کرتی اس کو وہ چیز کہ عارض ہو بعد اس کے خود پسندی وغیرہ سے اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس حدیث کے اس پر کہ نہیں جائز ہے اقدام عمل پر پہلے پہچاننے حکم کے اس واسطے کہ اس میں عمل کا اعتبار نہیں جب کہ خالی ہو نیت سے اور نہیں صحیح ہے نیت فعل کسی چیز کی مگر بعد پہچاننے اس کے حکم کے اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اس پر کہ غافل پر تکلیف نہیں اس واسطے کہ قصد مستلزم ہے علم مقصود کو اور غافل قصد کرنے والا نہیں اور اُس پر کہ جو روزہ رکھے نفل ساتھ نیت کے پہلے زوال سے تو نہیں شمار ہوتا اُس کا روزہ مگر نیت کے وقت سے اور یہ مقتضی حدیث کا ہے اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ مفہوم اس کے کے اس پر کہ جو عمل نہیں اس میں نیت شرط نہیں اور اس کی مثالوں سے جمع تقدیم ہے یعنی دونوں نمازوں کو پہلی نماز کے وقت میں جمع کرنا پس تحقیق راجح باعتبار نظر کے یہ ہے کہ اس میں نیت شرط نہیں برخلاف اس کے جس کو ترجیح دی ہے اکثر شافعیوں نے اور مخالفت کی ہے اُن کی ہمارے شیخ شیخ الاسلام نے اور کہا کہ جمع کرنا

دونمازوں کا عمل نہیں عمل تو صرف نماز ہے اور قوی کرتا ہے اس کو یہ کہ حضرت ﷺ نے جنگ تبوک میں نمازوں کو جمع کیا اور نہ ذکر کیا اس کو واسطے مقتدیوں کے جو آپ کے ساتھ تھے اور اگر شرط ہوتا تو اُن کو معلوم کرواتے اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اس پر کہ جب عمل کسی سبب کی طرف مضاف ہو اور جمع کرے اس کی متعدد کو جنس تو جنس کی نیت کافی ہے مانند اس شخص کی جس نے کفارے سے گردن آزاد کی اور نہ معین کیا کہ ظہار کا کفارہ ہے یا اس کے غیر کا اس واسطے کہ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ عملوں کا اعتبار نیتوں سے ہے اور عمل اس جگہ قائم ہوتا ہے ساتھ اُس چیز کے کہ باہر نکالے کفارے سے جو لازم ہے اور وہ نہیں محتاج ہیں طرف سبب کی اور اس بنا پر اگر اس پر کفارہ واجب ہو اور اس کو سبب میں شک ہو تو کفایت کرتا ہے اُس کو نکالنا اُس کا بغیر تعیین کے اور اس میں زیادتی نص کی ہے سبب پر اس واسطے کہ حدیث چلائی گئی ہے بیچ قصے مہاجر کے واسطے نکاح کرنے عورت کے پس ذکر کرنا دنیا کا ساتھ قصے کے زیادتی ہے تحذیر اور تنفیر میں اور ہمارے شیخ شیخ الاسلام نے کہا کہ اس میں اطلاق ہونا عام کا ہے اگر چہ اس کا سبب خاص ہو اور اس میں اشارہ ہے طرف اس کی کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے اگر چہ سبب خاص ہو اور بہت فائدے اس حدیث کے کتاب الایمان میں آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور ساتھ اللہ کے ہے توفیق۔ (فتح)

٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يَاْتِيْكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْيَانًا يَّاْتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ اَشَدُّ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَاَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِيْ فَاَعِيْ مَا يَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَلَقَدْ رَاَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيْدِ الْبَرْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَاِنَّ جَبِيْنَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا.

٢۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تحقیق حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ کو وحی کس طرح آتی ہے پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ کبھی مجھ کو وحی آتی ہے جیسے گھنٹی کی چھنکار اور وہ مجھ پر نہایت سخت گزرتی ہے پھر موقوف ہو جاتی ہے مجھ سے جب کہ میں یاد کر چکتا ہوں جو کچھ کہ کہا اس نے اور کبھی میرے پاس فرشتہ مرد کی صورت بن کر آتا ہے سو مجھ سے کلام کرتا ہے تو میں یاد کر لیتا ہوں جو کہ مجھ سے کہتا ہے۔ کہا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے حضرت کو دیکھا سخت سردی میں آپ ﷺ پر وحی اترتی اور تحقیق آپ کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ نکلتا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ آپ کو وحی کس طرح آتی ہے؟ تو احتمال ہے کہ مسؤل عنہ نے خود صفت وحی کی کی ہو اور احتمال

ہے کہ اس کے حامل کی صفت سے سوال کیا ہو اور احتمال ہے کہ مراد وہ چیز ہے جو اس سے عام تر ہے اور ہر تقدیر پر
پس نسبت آنے کی طرف وحی کی مجازی ہے۔ اس واسطے کہ آنا درحقیقت اس کے حامل کی وصف ہے اور اعتراض کیا
ہے اسماعیلی نے پس کہا کہ یہ حدیث اس ترجمہ کے مناسب نہیں اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مناسب واسطے باب
کیف بدء الوحی کے وہ حدیث ہے جو اس کے بعد ہے اور لیکن یہ پس وہ واسطے کیفیت آنے وحی کے ہے نہ واسطے
شروع ہونے وحی کے اور ممکن ہے کہ جواب میں کہا جائے کہ مناسبت ظاہر ہوتی ہے جواب سے اس واسطے کہ اس میں
اشارہ ہے طرف بند ہونے صفت وحی کے یا صفت اس کے حامل کی دو امروں میں پس شامل ہوگا ابتدا کو اور نیز پس
نہیں لازم ہے یہ کہ متعلق ہوں تمام حدیثیں باب کے ساتھ بدء الوحی کے بلکہ کافی ہے کہ بدء الوحی کے ساتھ متعلق ہو
اور اس کے متعلق کے ساتھ متعلق ہو اور نیز آیت کے متعلق کے ساتھ متعلق ہو اور یہ اس واسطے ہے کہ باب کی
حدیثیں متعلق ہیں ساتھ لفظ ترجمہ کے اور ساتھ اُس چیز کے کہ شامل ہے اُس کو ترجمہ اور جب کہ تھا آیت میں کہ
حضرت ﷺ کی وحی پہلے نبیوں کی وحی کی نظیر ہے تو مناسب ہوا مقدم کرنا اُس چیز کا کہ متعلق ہے ساتھ آیت کے اور
وہ وحی کی صفت اور اس کے حامل کی صفت ہے واسطے اشارہ کے اس طرف کہ نبیوں کی وحی میں کچھ فرق اور مخالفت
نہیں پس خوب ہوا وارد کرنا اس حدیث کا پیچھے حدیث اعمال کے جس کی تقریر پہلے گزر چکی ہے کہ تعلق اس کا ساتھ
آیت کریمہ کے اقوی تعلق ہے واللہ اعلم اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی فقط دو ہی حالتوں میں بند ہے اور
اس پر اعتراض آتا ہے اس واسطے کہ حضرت ﷺ پر اور بھی کئی وجہ سے وحی آتی تھی کبھی آتی تھی مانند آواز مکھی کے اور
کبھی آپ کے دل میں پھونکا جاتا تھا اور کبھی الہام ہوتا تھا اور کبھی سچی خوابیں آتی تھیں اور مانند کلام کرنے
حضرت ﷺ کے معراج کی رات میں بغیر واسطہ کے یہ تو وحی کی صفت سے ہے اور لیکن اس کے حامل کی صفت سے
پس مانند آنے اس کے کی اپنی پیدائشی صورت میں کہ اس کے واسطے چھ سو پر تھے اور دیکھنا اس کا کرسی پر درمیان
آسمان اور زمین کے اور حالانکہ اس نے آسمان کا کنارہ ڈھانکا تھا اور جواب اس کا منع کرنا حصر کا ہے یعنی وحی ان
دونوں صورتوں میں بند نہیں بلکہ یہ محمول ہے اکثر اوقات پر یعنی اکثر اوقات تو وحی انہی دو صورتوں سے آتی تھی اور
کبھی کبھی اور طور سے بھی آتی تھی یا محمول ہے اس پر کہ جو حالات وحی کی ان دو حالتوں کے سوا ہیں وہ حالات اس
سوال کے بعد آپ کی طرف واقع ہوتی ہیں یا نہیں تعرض کیا واسطے دونوں صفتوں فرشتے کی جو مذکور ہیں واسطے کمیاب
اور نادر ہونے ان کے کے پس تحقیق ثابت ہو چکا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نہیں دیکھا جبرائیل علیہ السلام کو حضرت ﷺ نے
اس طرح پر مگر دو بار یا فرشتہ حضرت ﷺ کو اس حالت میں کوئی پیغام نہیں لایا یا لایا پس تھا مانند چھنکار گھنٹی کے پس
اس میں پیغام کی صفت کا بیان ہے اس کے حامل یعنی جبرائیل علیہ السلام کی صفت کا بیان نہیں اور لیکن قسمیں وحی کی پس
آواز مکھی کا نہیں معارض ہے گھنٹی کی چھنکار کو اس واسطے کہ مکھی کی آواز کی طرح سننا بہ نسبت حاضرین کی ہے اور گھنٹی

کی آواز بہ نسبت حضرت ﷺ کی ہے اور لیکن دل میں پھونکنا پس احتمال ہے کہ راجح ہو طرف ایک دو حالتوں مذکور کی پس جب فرشتہ آپ کے پاس گھنٹی کی چھنکار کی طرح آتا ہو تو اُس وقت آپ کے دل میں پھونکتا ہو اور اپر الہام پس نہیں واقع ہوا اس سے سوال اس واسطے کہ سوال واقع ہوا ہے صفت وحی سے جو حامل کے ساتھ آتی ہے اور اسی طرح ہے کلام کرنا رات معراج کی اور لیکن سچی خوابیں پس کہا ابن بطال نے کہ ان کے ساتھ اعتراض وارد نہیں ہوتا اس واسطے کہ سوال تو صرف اس چیز سے واقع ہوا ہے جس کے ساتھ لوگوں سے تنہا ہو اس واسطے کہ خواب میں کبھی اس کو اور کوئی بھی شریک ہوتا ہے اور سچی خواب اگرچہ نبوت کی جز ہے سو وہ باعث سچی ہونے اس کے کی ہے نہ کسی اور اعتبار سے نہیں تو جائز ہو کہ سچی خواب والے کو نبی کہا جائے اور حالانکہ اس طرح نہیں اور حلیمی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ﷺ کے پاس وحی چھیالیس ۴۶ قسم کی آتی تھی۔ اور اکثر وہ قسمیں حامل وحی کی صفات سے ہیں اور مجموع ان کا داخل ہوتا ہے اقسام مذکور میں اور یہ جو کہا کہ کبھی میرے پاس فرشتہ مرد کی صورت بن کر آتا ہے یعنی جبرائیل تو اس میں دلیل ہے اُس پر کہ فرشتہ آدمی کی صورت بنتا ہے متکلمین نے کہا کہ فرشتے ایک اجسام ہیں۔ علو یہ یعنی آسمان میں رہتے ہیں لطیف ہیں جو شکل چاہیں بن جاتے ہیں اور جو صورت چاہتے ہیں بدل لیتے ہیں خواہ انسان کی ہو یا حیوان کی اور گمان کیا ہے بعض فلاسفہ نے کہ فرشتے جوہر روحانیہ ہیں اور امام الحرمین نے کہا کہ تمثل جبرائیل کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے یا زائد کو فنا کیا اس کے وجود سے پھر اس کو اس کے بعد دہراتا ہے اور جزم کیا ہے ابن عبدالسلام نے ساتھ دور کرنے زائد وجود کے سوائے فنا کے یعنی اس کے زائد وجود کو دور کیا اور تقریر کی اس نے اس طرح کہ اُس کے انتقال سے اُس کی موت لازم نہیں آتی بلکہ جائز ہے کہ بدن زندہ رہے اس واسطے کہ موت جسم کے ساتھ جدا ہونے روح کے عقل کی رو سے واجب نہیں بلکہ ساتھ عادت کے جس کو اللہ نے اپنی بعض مخلوق میں جاری کیا ہے اور اس کی نظیر منتقل ہونا شہیدوں کی روحوں کا ہے سبز جانوروں کی پوٹوں میں کہ بہشت میں چرتے ہیں اور ہمارے شیخ الاسلام نے کہا کہ نہیں بند ہے حال اس چیز میں کہ ذکر کیا ہے اس کو امام الحرمین نے بلکہ جائز ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں آتے ہوں مگر یہ کہ وہ سمٹ گئی اور مرد کی صورت پر ہو گئے پھر سمٹنا دور کیا گیا تو اپنی اصلی صورت پر پھر آئے اور اس کی مثال روئی ہے جب کہ اکٹھی کی جائے بعد اس کے کہ دھنی گئی ہو پس شان یہ ہے کہ حاصل ہوتی ہے واسطے اس کے دُھننے سے صورت بڑی اور حالانکہ اس کی ذات نہیں بدلتی اور یہ بطورِ تقریب کے ہیں اور حق یہ ہے کہ فرشتہ جو آدمی کی صورت بنا تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کی ذات بدل کر آدمی ہو گئی بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس صورت میں ظاہر ہوا واسطے انسیّت دلانے اپنے مخاطب کے اور ظاہر یہ ہے کہ اس کا باقی بدن نہ فنا ہوتا ہے اور نہ دور ہوتا ہے بلکہ دیکھنے والے پر پوشیدہ ہوتا ہے اس کو نظر نہیں آتا اور یہ جو کہا کہ سخت سردی کے دن میں تو اس میں دلالت ہے اوپر بہت ہونے تکلیف اور محنت کے نزدیک اترنے وحی کے واسطے اس چیز کے کہ اس میں ہے مخالفت

عادت سے اور وہ بہت آنا پسینے کا ہے سخت سردی میں پس تحقیق یہ مشعر ہے ساتھ وجود امر طاری کے زائد اوپر وجود آدمی کے اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں ایک یہ کہ سوال کیفیت سے واسطے چاہنے اطمینان کے نہیں قادح ہے تعیین میں اور جائز ہے سوال کرنا پیغمبروں کی وحی سے اور یہ کہ جب پوچھی گئی چیزیں کئی قسم کی ہوں تو بیان کرے جواب دینے والا اول جواب میں جو تقاضا کرے تفصیل کو واللہ اعلم (فتح)

٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ اَوَّلُ مَا بُدِئَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَايَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَآءَ تْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُوْا بِغَارِ حِرَآءَ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيْ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰى جَآءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِيْ غَارِ حِرَآءٍ فَجَآءَ الْمَلَكُ فَقَالَ اِقْرَءْ فَقَالَ فَقُلْتُ مَااَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيْ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّيَ الْجُهْدُ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اِقْرَءْ فَقُلْتُ مَااَنَا بِقَارِئٍ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيَ الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اِقْرَءْ فَقُلْتُ مَااَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيَ الثَّالِثَةَ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ ﴿اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَءْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ﴾ فَرَجَعَ بِهَا

٣۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تحقیق کہا اُس نے کہ پہلے پہل شروع وحی آنحضرت ﷺ کو سچی خوابوں سے ہوئی نیند میں یعنی سب سے اول ابتدا میں سچی خوابیں آنی شروع ہوئیں پس جو خواب کہ دیکھتے تھے صبح روشن کی طرح ٹھیک پڑتی تھی پھر خلوت اور تنہائی آپ کو بہت پسند آئی اور مکہ میں ایک پہاڑ ہے اُس کی غار میں گوشہ گیری اختیار کی پس کئی کئی روز تک وہیں رہتے اور عبادت کرتے تھے پہلے اس سے کہ اپنے گھر والوں کی طرف پھریں اور اتنے دنوں کا خرچ اکٹھا اپنے ساتھ لے جاتے تھے پھر خدیجہ کی طرف پلٹ آتے اور کئی دنوں یہاں تک کہ آیا اُن کے پاس حق یعنی وحی اور حالانکہ آپ اُسی غار حرا ہی میں تھے پس آیا حضرت ﷺ کے پاس فرشتہ سو اس نے حضرت ﷺ سے کہا کہ پڑھ حضرت ﷺ نے فرمایا پس کہا میں نے کہ میں تو پڑھا نہیں پس اس نے مجھ کو پکڑا اور سخت دبایا یہاں تک کہ مجھ کو طاقت نہ رہی پھر اُس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھ پس میں نے کہا میں تو پڑھا نہیں سو اُس نے مجھ کو پکڑا اور دوسری بار دبایا یہاں تک کہ مجھ کو طاقت نہ رہی پھر اُس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھ میں نے کہا کہ میں نے تو پڑھا نہیں پس اس نے مجھ کو پکڑا اور تیسری بار دبایا یہاں تک کہ مجھ کو طاقت نہ رہی پھر اُس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھ ساتھ اپنے رب کے نام کے جس نے پیدا کیا بنایا آدمی کو جمے ہوئے خون سے پڑھ اور تیرا رب بڑا بزرگ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ
فُؤَادُهٗ فَدَخَلَ عَلٰى خَدِيْجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ
فَقَالَ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰى ذَهَبَ
عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ وَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ
لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ
كَلَّا وَاللّٰهِ مَايُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ
الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ
وَتَقْرِئُ الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَآئِبِ الْحَقِّ
فَانْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ حَتّٰى اَتَتْ بِهٖ وَرَقَةَ
ابْنَ نَوْفَلِ ابْنِ اَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى ابْنِ عَمِّ
خَدِيْجَةَ وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ
وَكَانَ يَكْتُبُ الْكُتُبَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنَ
الْاِنْجِيْلِ بِالْعِبْرَانِيِّ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّكْتُبَ
وَكَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهٗ
خَدِيْجَةُ يَابْنَ عَمِّ اِسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ
فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ يَاابْنَ اَخِيْ مَاذَا تَرٰى
فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خَبَرَ مَا رَاٰى فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ
الَّذِيْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى يَالَيْتَنِيْ فِيْهَا
جَذَعًا يَالَيْتَنِيْ اَكُوْنُ حَيًّا اِذْ يُخْرِجُكَ
قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَاْتِ
رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَاجِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِيَ وَاِنْ
يُّدْرِكْنِيْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ
لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ اَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ

ہے جس نے قلم کے سبب سے علم دیا اور سکھایا آدمی کو جس کی اس کو خبر نہ تھی پھر حضرت ﷺ ان آیتوں کے ساتھ گھر پلٹ آئے اس حال میں کہ آپ کا دل کانپتا تھا پس حضرت خدیجہ پر داخل ہوئے اور فرمایا کہ مجھ کو کمبل اوڑھاؤ مجھ کو کمبل اوڑھاؤ پس انہوں نے حضرت ﷺ کو کپڑا اوڑھایا یہاں تک کہ آپ سے بے قراری دور ہوئی اور دل کو آپ کے تسکین ہوئی پس آپ نے خدیجہ سے یہ سب حال بیان کیا اور فرمایا کہ مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے پس حضرت خدیجہ نے کہا قسم ہے اللہ کی یہ ہرگز نہیں ہوگا آپ خوش ہو جایئے اللہ آپ کو ہرگز نہیں برباد کرے گا تحقیق آپ تو برادر پرور ہیں، محتاج کو مدد دیتے ہیں عاجز کا کام کر دیتے ہیں مہمانداری کرتے ہیں اور جائز مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں پھر حضرت خدیجہ حضرت رسول اللہ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور وہ شخص جاہلیت کے زمانے میں نصرانی ہو گیا ہوا تھا اور انجیل کو (جو در اصل سریانی زبان میں ہے) عبرانی زبان میں ترجمہ کر کے لکھتا تھا جتنا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا اور وہ شخص بہت بوڑھا تھا اور اندھا ہو گیا تھا پس حضرت خدیجہ نے اس کو کہا اے چچا کے بیٹے اپنے بھتیجے کا حال سن پس کہا ورقہ نے حضرت کو اے بھتیجے کیا دیکھتا ہے (یعنی کیا حال ہے تیرا) پس خبر دی اس کو رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ کہ دیکھا تھا پس جب ورقہ نے حضرت سے سب حال سنا تو کہا حضرت کو کہ یہ فرشتہ ناموس ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا۔ یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام ہے کاش میں زمانہ نبوت میں جوان ہوتا کاش میں زندہ ہوتا جس وقت کہ تیری قوم تجھ کو وطن سے نکال دے گی۔ پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کیا میری قوم مجھ کو

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّاَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرَبْنَ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِیّ قَالَ وَهُوَ یُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْیِ فَقَالَ فِیْ حَدِیْثِهٖ بَیْنَنَا اَنَا اَمْشِیْ اِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَآءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِیْ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِیْ جَآءَ نِیْ بِحِرَآءَ جَالِسٌ عَلٰی كُرْسِیٍّ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَرُعِبْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ فَحَمِیَ الْوَحْیُ وَتَتَابَعَ تَابَعَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ وَاَبُوْصَالِحٍ وَتَابَعَهٗ هِلَالُ ابْنُ رَدَّادٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ وَقَالَ یُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ بَوَادِرُهٗ.

نکال دے گی؟ ورقہ نے کہا کہ ہاں نہیں لایا کوئی مرد مثل اس کی جو لایا ہے تو مگر کہ عداوت کی لوگوں نے ساتھ اس کے یعنی یہ سب پیغمبروں کی سُنت ہے کہ لوگوں کے ہاتھوں سے ایذا پاتے رہے کہا ورقہ نے کہ اگر میں نے تیری نبوت کا زمانہ پایا تو تیری بڑی قوی مدد کروں گا۔ پھر بعد ازاں ورقہ تھوڑے دنوں میں فوت ہوگیا اور وحی کا آنا بند ہوگیا کہا ابن شہاب نے (جو راوی اس حدیث کا ہے) اور خبر دی مجھ کو ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہ تحقیق جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے بند ہو جانے کی حدیث بیان کی پس اُس حدیث میں فرمایا کہ ایسی حالت میں کہ میں چلا جاتا تھا اچانک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی تو میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو ناگہاں وہی فرشتہ تھا جو میرے پاس حرا کے پہاڑ پر آیا تھا۔ آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے سو میں اس سے کانپا خوف کے مارے پھر میں پلٹ آیا یعنی گھر کی طرف تو میں نے کہا کہ مجھ کو کمبل اوڑھاؤ کمبل اوڑھاؤ سو لوگوں نے مجھ کو اوڑھایا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتاریں کہ اے کپڑا جھرمٹ مارنے والے اُٹھ اور لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرا اور اپنے رب کی بڑھائی کہہ یعنی اللہ اکبر کہہ کے نماز پڑھ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ اور پلیدی کو چھوڑ یعنی بت پرستی سے منع کرے۔ پھر پے در پے اور کثرت سے وحی اُترنی شروع ہوئی۔

فائدہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو اپنی صورت پر دو بار دیکھا ایک تو یہاں اور دوسری بار تب دیکھا کہ جب آپ نے جبرائیل علیہ السلام سے اصلی شکل دیکھنے کا سوال کیا۔ پس ناگہاں دیکھا ان کو کہ واسطے اُن کے چھ سو پر ہیں اور کناروں آسمان کو ڈھانکا ہوا ہے پس خوف سے غش کھا کر گرنے لگے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو سنبھال لیا اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتہ ایک علیحدہ مستقل مخلوقات سے انسانوں اور جنات کی طرح اور یہی مذہب ہے تمام سلف صالحین ومن بعدہم کا اور یہی حق ہے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ.

فائدہ: اول اقرء کی سورت اتری پھر قریب تین برس کے وحی نہ آئی پھر یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ کی سورت اتری تب حضرت ﷺ نے کافروں سے مقابلہ اور بحث کرنا شروع کیا اور مناسبت اس حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ ظاہر ہے واسطے شامل ہونے اُس کے کے اوپر کیفیت ہونے شروع وحی کے اور وہ قول اُس کا فَجَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِيْ غَارِ حِرَآءَ فَجَآءَهُ الْمَلَكُ الخ یہ جو تین بار دبانے کے بعد کہا کہ پڑھ اپنے رب کے نام سے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ نہیں پڑھتا تو اس کو اپنی قوت سے اور نہ اپنی معرفت سے بلکہ اپنے رب کی قوت سے اور اس کی مدد سے سو وہ تجھ کو سکھاتا ہے جیسے اس نے تجھ کو پیدا کیا جیسے کہ نکالا تجھ سے خون کا لوتھڑا اور حصہ شیطان کا لڑکپن میں اور سکھایا تیری امت کو یہاں تک کہ ہوگئے لکھنے والے قلم کے بعد اُس کے کہ ان پڑھ تھے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پہلے قسم کھائی کہ اللہ آپ کو ضائع نہ کرے گا پھر استدلال کیا اس نے اس چیز پر جس پر اُس نے قسم کھائی تھی نفی ابدی سے ساتھ امر استقرائی کے اور وصف کیا آپ کو ساتھ اصول نیک عادتوں اور اچھی خصلتوں کے اس واسطے کہ احسان یا تو قرابت والوں سے ہوتا ہے یا بیگانوں سے اور یا ساتھ بدن کے ہوتا ہے اور یا ساتھ مال کے اور یا اُس پر ہوتا ہے جو اپنے امر کے ساتھ بذاتِ خود مستقل نہ ہو اور یا مستقل ہو اور یہ سب جمع کیا گیا ہے اس چیز میں جس کے ساتھ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی توصیف کی یعنی استقراء سے معلوم ہوتا ہے جو ان صفتوں کے ساتھ موصوف ہو اس کو اللہ کبھی ذلیل نہیں کرتا اور نہ کبھی وہ غمناک ہوتا ہے۔ اور کل کہتے ہیں اس کو جو اپنے کام کے ساتھ مستقل نہ ہو یعنی بذاتِ خود مختار نہ ہو اور تکسب المعدوم کے معنی ہیں کہ آپ لوگوں کو وہ چیز دیتے ہیں جو آپ کے غیر کے پاس نہیں پاتے اور یا یہ معنی ہیں کہ عاجز کا کام کرتے ہیں اور اس قصے میں کئی فائدے ہیں ایک یہ کہ مستحب ہے تسلی دینی اس شخص کو جس پر کوئی مصیبت اترے ساتھ ذکر آسان کرنے کے پاس اس کی کے اور سہل ہونے کے آگے اس کے یعنی اس کو تسلی دے اور کہے کہ کچھ فکر نہ کر یہ مشکل آسان ہو جائے گی اور یہ کہ جس کو کوئی مشکل کام پیش آئے اس کو چاہیے کہ اطلاع کرے ساتھ اس کے اس شخص کو جس کی نصیحت پر اس کو اعتماد ہو اور اس کی رائے کو صحیح جانتا ہو اور یہ جو کہا کہ وہ نصرانی ہوگیا تھا تو اس کا قصہ یوں ہے وہ اور زید بن عمرو دونوں نے بت پرستی کو جانا تو دین کی تلاش کے واسطے شام کو گئے سو ورقہ کو تو نصاریٰ کا دین خوب نظر آیا سو وہ نصرانی ہوگیا اور تھا ملا وہ ان درویشوں کو جو عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر باقی تھے اس واسطے خبر دی اس نے ساتھ شان حضرت ﷺ کے اور بشارت اس کی کے اور سوائے اس کے جس کو اہل تبدیل نے بدل ڈالا اور زید بن عمرو کا بیان مناقب میں آئے گا اور یہ جو کہا کہ انجیل کو عبرانی میں لکھتا تھا تو ایک روایت میں ہے کہ عبرانی کتاب لکھتا تھا تو سب صحیح ہے اس واسطے کہ ورقہ نے عبرانی زبان اور عبرانی کتابت دونوں سیکھے ہوئے تھے سو جیسی اس کو عربی کتاب کے لکھنے پر قدرت تھی ویسے ہی اس کو عبرانی کتاب کے لکھنے پر بھی قدرت تھی اس واسطے کہ اس کو عربی زبان کے لکھنے کی قدرت تھی اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وصف کیا اس کو ساتھ لکھنے کتاب انجیل کے سوائے حفظ اس کے کے یہ اس واسطے ہے کہ

تورات اور انجیل کا یاد کرنا آسان نہ تھا جیسے کہ آسان ہے یاد کرنا قرآن کا جس کے ساتھ یہ امت خاص ہوگئی ہے کہ ہرزمانے اور ہر ملک میں اس کے ہزاروں حافظ موجود ہیں اور یہ جو کہا کہ یہ وہ فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تو اُس نے یہ نہ کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام پر اترا اس کے باوجود کہ وہ نصرانی تھا اس واسطے کہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب شامل ہے اکثر احکام پر برخلاف عیسیٰ علیہ السلام کے اور اسی طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یا اس واسطے کہ موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے ساتھ عذاب فرعون پر اور اس کے ساتھ والوں پر اور اسی طرح واقع ہوا عذاب اوپر ہاتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرعون اس امت کی اور وہ ابوجہل ہے اور اس کے ساتھ والے جنگ بدر میں یا کہا اس کو واسطے تحقیق کرنے رسالت کے اس واسطے کہ اترنا جبرائیل علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام پر متفق علیہ ہے درمیان دونوں کتاب والوں کے برخلاف عیسیٰ علیہ السلام کے کہ بہت یہود ان کی پیغمبری سے انکار کرتے ہیں اور یہ کہا کہ کاش میں جوان ہوتا تو گویا اس نے تمنا کی کہ ہو نزدیک ظہور دعوت اسلام کے جوان تا کہ وہ قادر آپ کی مدد پر اور ساتھ اس کے ظاہر ہوتا ہے بھید وصف کرنے اس کے کے کہ وہ بوڑھا اور اندھا ہوگیا تھا اور اس میں دلیل ہے اوپر جواز تمنا محال کے جب کہ ہو فعل خیر میں اس واسطے کہ ورقہ نے تمنا کی کہ کاش جوان ہو اور یہ محال ہے عادت میں اور ظاہر ہوتا ہے واسطے میرے کہ تمنا مقصود نہیں بلکہ مراد اس سے تنبیہ ہے اوپر صحیح ہونے اس چیز کے کہ اس نے اُس کی خبر دی اور اختیار ہے ساتھ قوت تصدیق اس کی کے اس چیز میں کہ اس کو لا دے گا اور یہ جو کہا کہ پھر وحی بند ہوگئی تو یہ بند ہونا اس واسطے تھا تا کہ آپ کے دل سے وہ خوف دور ہو جو فرشتے کے تین بار دبانے سے پیدا ہوا تھا اور وحی کے بند ہونے سے یہ مراد نہیں کہ جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس نہ آتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ تین برس قرآن اترنا بند رہا اور وہ تین برس کی مدت تھی اور وہ درمیان نزولِ ﴿اِقْرَءْ﴾ اور ﴿یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ کے ہے۔(فتح)

٤ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اَبِيْ عَائِشَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيْلِ شِدَّةً وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاَنَا اُحَرِّكُهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا وَقَالَ سَعِيْدٌ اَنَا اُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَاَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ

۴۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آیت ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ﴾ الآیۃ کی تفسیر میں کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف اٹھاتے نازل ہونے سے قرآن کے اور اکثر اوقات اپنی لبوں مبارک کو ہلاتے تھے (واسطے یاد کرنے قرآن کے) پس کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے شاگرد سعید بن جبیر کو کہ میں ہلاتا ہوں دونوں لبوں کو واسطے تیرے جیسے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہلاتے تھے اور کہا سعید نے یعنی اپنے شاگرد کو کہا میں ہلاتا ہوں لبوں کو جیسے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو لبیں ہلاتے دیکھا ہے پس ہلایا اس نے لبوں کو اپنے تو اللہ نے یہ آیت اتاری ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾ یعنی نہ ہلا

يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ﴾ قَالَ جَمْعُهُ لَكَ فِيْ صَدْرِكَ وَتَقْرَأَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ إِذَا جِبْرِيْلُ اسْتَمَعَ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيْلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهُ.

قرآن کے پڑھنے پر اپنی زبان تا کہ اس کو جلدی یاد کرلے البتہ ہمارا ذمہ ہے جمع کرنا اس کا سینے میں اور آسان کرنا اس کے پڑھنے کو کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہ جمع کرے گا اس کو سینہ تیرا اور پڑھ لے گا تو اس کو (یعنی بعد چلے جانے جبریل علیہ السلام کے) پس جب کہ پڑھیں ہم اس کو پس تابع ہو قراءۃ اس کی کا کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (یعنی اُس کی تفسیر میں) پس سُن اُس کو اور چپ رہ وقت پڑھنے جبرائیل علیہ السلام کے پھر تحقیق ہم پر ہے بیان اُس کا یعنی تحقیق ہم پر ہے پڑھنا تیرا اس کو پس تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد اس کے جس وقت کہ آتا ان کے پاس جبرائیل علیہ السلام سنتے پس جب کہ چلے جاتے جبرائیل علیہ السلام پڑھتے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کہ پڑھا تھا اُس کو جبرائیل علیہ السلام نے حاصل تفسیر ابن عباس کا یہ ہے کہ اس آیت میں فاتبع سے مراد سننا اور چپ رہنا ہے اور قرآنه سے پڑھنا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام قرآن لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اترتے تھے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ساتھ ترجمۃ الباب کے یہ جو کہا کہ اللہ نے یہ آیت اتاری تو ظاہر ہے کہ یہ آیتیں ابتدا میں اتریں اور اس کی طرف مائل ہوئے ہیں بخاری بیچ وارد کرنے اس کے اس حدیث کو بدء الوحی میں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلے دستور تھا کہ جب قرآن سکھائے جاتے تھے یعنی جبرائیل علیہ السلام آپ کو قرآن سکھاتا تھا تو قرأۃ میں جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ منازعت یعنی جبرائیل علیہ السلام کی قرأت کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے اور نہ صبر کرتے تھے یہاں تک کہ جبرائیل اُس کو تمام کرے واسطے جلدی کرنے کے طرف حفظ کی تا کہ اس سے کوئی چھوٹ نہ رہے تو اللہ نے یہ آیت اتاری کہ جب جبرائیل تیرے پاس قرآن کی آیتیں لایا کرے تو اس کو چپ کر کے سنتا رہا کر ہم جبرائیل علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد اس کو بیان کر دیں گے کوئی چیز تجھ سے چھوٹ نہ رہے گی اور احتمال ہے کہ مراد بیان سے اُس کے مجملات کا بیان اور اس کے مشکلات کا واضح کرنا ہو پس استدلال کیا جاتا ہے ساتھ اس کے اوپر جواز تاخیر بیان کے خطاب کے وقت سے جیسے کہ وہ صحیح ہے اصول اور کلام میں بیچ تفسیر آیتوں مذکورہ کے اور اس کا بیان کتاب التفسیر میں آئے گا۔

۵ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ نَحْوَهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

۵۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہا اس نے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر سخی لوگوں سے اور تھے زیادہ تر سخاوت کرتے رمضان میں جس وقت کہ ملتے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور تھے ملاقات کرتے جبرائیل علیہ السلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر رات میں رمضان کی پس دَور کرتے ساتھ ان کے قرآن کا پس تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر سخاوت کرنے والے تھے ساتھ بھلائی کے ہوا چھوڑی گئی سے یعنی جو ہوا کہ بارش لاتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال رمضان کی ہر رات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے اوران کے ساتھ قرآن کا دَور کرتے تھے اور یہ سب احکام وحی کی قسم سے ہیں اور یہ باب بھی وحی کے بیان میں پس مناسبت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور یہ جو کہا کہ کان اجود الناس تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تھے اکثر لوگوں کے جود میں اور جود کے معنی ہیں بخشش کرنے والا اور کرم اور کرم صفات محمودہ سے ہے اور ترمذی میں روایت ہے کہ بے شک اللہ بہت بخشش کرنے والا ہے دوست رکھتا ہے بخشش کو اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا میں زیادہ تر سخاوت کرنے والا ہوں اولادِ آدم میں اور میرے بعد ان میں بہت سخاوت کرنے والا شخص ہے کہ لوگوں کو علم پڑھائے اور اپنا علم پھیلائے اور وہ شخص کہ اپنی جان کو اللہ کی راہ میں فدا کرے۔ اور اس کی سند میں کلام ہے اور ایک صحیح روایت میں ہے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے بہادر سب لوگوں میں اور سخی تر لوگوں میں اور یہ جو کہا کہ جبرائیل علیہ السلام آپ سے قرآن کا دَور کرتے تھے تو بعض کہتے ہیں کہ حکمت اس میں یہ ہے کہ وہ قرآن کا تازہ کرنا ہے واسطے آپ کے عہد کو ساتھ زیادہ ہونے بے پروائی نفس کے اور بے پرواہی سبب ہے جود کا اور جود شرع میں دینا اس چیز کا ہے کہ لائق ہے دینا اُس کا واسطے اس شخص کے کہ سزاوار ہے اور وہ عام صدقہ سے اور نیز پس رمضان خیرات کا زمانہ ہے اس واسطے کہ اللہ کی نعمتیں خاص اپنے بندوں پر اس میں زیادہ ہیں سو تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کرتے پیروی سنت اللہ کی اُس کے بندوں میں پس مجموع اس چیز کا کہ ذکر کی گئی ہے وقت اور نزول پر اور نازل اور مذاکرہ سے حاصل کیا اس نے زیادتی کو جود میں اور علم نزدیک اللہ کے ہے اور یہ جو کہا کہ ہوا چھوڑی گئی سے تو اس میں اشارہ ہے طرف ہمیشہ چلنے اس

کے کی ساتھ رحمت کے اور طرف عموم نفع کے ساتھ بخشش آپ کی کے جیسے کہ عام ہوتی ہے ہوا چھوڑی گئی تمام اس چیز کو جس پر چلتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ نہ مانگی جاتی تھی حضرت ﷺ سے کچھ چیز مگر وہ چیز دیتے تھے اور امام نووی نے کہا کہ اس حدیث میں کئی فائدے ہیں ایک ان میں سے رغبت دلانا ہے سخاوت پر ہر وقت میں اور اُن میں سے زیادہ ہونا ہے رمضان میں اور وقت جمع ہونے کے ساتھ اہل صلاح کے اور اس میں زیارت ہے نیکوکاروں اور اہلِ خیر کی اور اس کا تکرار کرنا جب کہ زیارت کیا گیا اس کو برا نہ جانے اور یہ کہ مستحب ہے بہت پڑھنا قرآن کا رمضان کے مہینے میں اور یہ کہ وہ افضل ہے تمام ذکروں سے اس واسطے کہ اگر اور ذکر افضل یا برابر ہوتا تو البتہ اس کو کرتے اور سوائے اُس کے جو تامل سے ظاہر ہوتے ہیں میں کہتا ہوں اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ ابتدا قرآن کے اترنے کا رمضان میں تھا اس واسطے کہ اول سب قرآن کا یکبارگی پہلے آسمان کی طرف اترنا رمضان میں تھا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہو چکا ہے سو تھے جبرائیل علیہ السلام خبر گیری کرتے آپ کی ہر سال میں سو دَور کرتے تھے آپ سے اس چیز کا کہ اتاری گئی اوپر آپ کے رمضان سے رمضان تک پھر جب وہ سال ہوا جس میں آپ کا انتقال ہوا تو اس میں جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے دو بار قرآن کا دَور کیا جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے صحیح میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اور ساتھ اس تقریر کے جواب دیا جاتا ہے اس کو جو سوال کرتا ہے مناسبت وارد کرنے اس حدیث کے سے اس باب میں اور اللہ خوب جانتا ہے۔ (فتح)

٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِيْ رَكْبٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَكَانُوْا تُجَّارًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِيْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَادَّ فِيْهَا أَبَا سُفْيَانَ وَكُفَّارَ قُرَيْشٍ فَأَتَوْهُ وَهُمْ بِإِيْلِيَآءَ فَدَعَاهُمْ فِيْ مَجْلِسِهٖ وَحَوْلَهٗ عُظَمَآءُ الرُّوْمِ ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا بِتَرْجُمَانِهٖ فَقَالَ أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا بِهٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ أَنَّهٗ نَبِيٌّ فَقَالَ أَبُوْ

٦ ـ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابوسفیان نے مجھ سے قصہ نقل کیا کہ جب ہم سے اور حضرت ﷺ سے حدیبیہ میں صلح واقع ہوئی تو اسی مدت میں شام کے ملک میں واسطے تجارت کے گئے ہوئے تھے۔ سو تحقیق ہرقل (بادشاہ روم) نے مجھ کو بلا بھیجا مع چند سواروں قریش کے پس آئے ہم اس کے پاس اور وہ تھا اس وقت ایلیا میں یعنی بیت المقدس میں پس بلایا ہم کو اپنی مجلس میں اور گرد اس کے تھے سردار روم کے پھر بلایا ہم کو اور طلب کیا ترجمان اپنے کو پھر کہا ہرقل نے کہ تم لوگوں میں سے اس پیغمبر کا رشتے میں کون شخص زیادہ تر قریب ہے میں نے کہا کہ میں ۔ کہا ہرقل نے کہ اُس کو میرے سامنے لاؤ اور اُس کے ساتھیوں کو نزدیک لاؤ اور ان کو اس کی پیٹھ کے پیچھے بٹھاؤ اور پھر ہرقل نے ترجمان کے واسطے سے میرے ساتھیوں

سُفْيَانَ فَقُلْتُ أَنَا أَقْرَبُهُمْ نَسَبًا فَقَالَ أَدْنُوهُ مِنِّيْ وَقَرِّبُوْا أَصْحَابَهُ فَاجْعَلُوْهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهِ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ قُلْ لَهُمْ إِنِّيْ سَآئِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ فَإِنْ كَذَبَنِيْ فَكَذِّبُوْهُ فَوَاللّٰهِ لَوْلَا الْحَيَآءُ مِنْ أَنْ يَّأْثِرُوْا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَنْهُ ثُمَّ كَانَ أَوَّلَ مَا سَأَلَنِيْ عَنْهُ أَنْ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهُ فِيْكُمْ قُلْتُ هُوَ فِيْنَا ذُوْ نَسَبٍ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ اٰبَآئِهِ مِنْ مَّلِكٍ قُلْتُ لَا قَالَ فَأَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُوْنَهُ أَمْ ضُعَفَآؤُهُمْ فَقُلْتُ بَلْ ضُعَفَآؤُهُمْ قَالَ أَيَزِيْدُوْنَ أَمْ يَنْقُصُوْنَ قُلْتُ بَلْ يَزِيْدُوْنَ قَالَ فَهَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِّنْهُمْ سَخْطَةً لِدِيْنِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُوْلَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِيْ مُدَّةٍ لَا نَدْرِيْ مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيْهَا قَالَ وَلَمْ تُمْكِنِّيْ كَلِمَةٌ أُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا غَيْرُ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ قُلْتُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالٌ يَنَالُ مِنَّا وَنَنَالُ مِنْهُ قَالَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ قُلْتُ يَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَّاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ اٰبَآؤُكُمْ وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ

سے کہا کہ میں اس شخص سے کچھ پوچھتا ہوں اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اس کو جھٹلاؤ۔ ابوسفیان نے کہا کہ قسم اللہ کی اگر مجھ کو اپنے دروغگوئی مشہور ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو میں حضرت ﷺ کے حال میں کچھ جھوٹ بولتا پھر اول سب سے ہرقل نے یہ پوچھا کہ اس پیغمبر کا حسب اور نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ ہم لوگوں میں وہ نہایت شریف اور عمدہ خاندان ہے۔ ہرقل نے پوچھا کہ تم لوگوں میں اس طرح نبوت کا دعوٰی کسی نے آگے بھی کیا ہے یا نہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ ہرقل نے کہا کہ اس کے باپ دادے میں کوئی بادشاہ بھی تھا میں نے کہا کہ نہیں۔ کہا ہرقل نے کہ سردار لوگ اس کے تابع ہوئے ہیں یا غریب لوگ میں نے کہا کہ غریب لوگ اس کے تابع ہوئے ہیں ہرقل نے پوچھا کہ اس کے ساتھی بڑھتے جاتے ہیں یا گھٹتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں بلکہ بڑھتے جاتے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا کہ کوئی ان میں سے اس کے دین سے پھر بھی جاتا ہے ناخوش ہوکر میں نے کہا کہ نہیں۔ ہرقل نے پوچھا کہ نبوت کے دعوے سے پہلے کبھی جھوٹ بولنے کی تہمت بھی اس کو لگی تھی۔ میں نے کہا کہ نہیں ہرقل نے کہا کہ کبھی قول کرکے دغا بھی کرتا ہے میں نے کہا کہ نہیں لیکن ہم سے اور اس سے صلح ہوئی ہے ہم کو معلوم نہیں کہ اب وہ اس میں کیا کرنے والا ہے ابوسفیان نے کہا واللہ اتنی بات کے سوا کسی اور بات کو میں اس میں نہ ملا سکا۔ ہرقل نے کہا کہ تم سے اور اس سے لڑائی بھی ہوتی ہے میں نے کہا ہاں ہرقل نے لڑائی کا حال پوچھا کیا ہے میں نے کہا کبھی وہ ہم پر غالب ہوتا ہے کبھی ہم اس پر غالب ہوتے ہیں۔ ہرقل نے کہا کہ کس چیز کا تم کو حکم کرتا ہے میں نے کہا یہ بات کہتا ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور نہ شریک

وَالصِّلَةِ فَقَالَ لِلتَّرْجُمَانِ قُلْ لَهُ سَأَلْتُكَ عَنْ
نَسَبِهِ فَذَكَرْتَ أَنَّهُ فِيكُمْ ذُوْ نَسَبٍ
فَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِيْ نَسَبِ قَوْمِهَا
وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ مِنْكُمْ هٰذَا الْقَوْلَ
فَذَكَرْتَ أَنْ لَّا فَقُلْتُ لَوْكَانَ أَحَدٌ قَالَ
هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ لَقُلْتُ رَجُلٌ يَتَأَسّٰى بِقَوْلٍ
قِيْلَ قَبْلَهُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ اٰبَآئِهِ مِنْ
مَّلِكٍ فَذَكَرْتَ أَنْ لَّا قُلْتُ فَلَوْ كَانَ مِنْ
اٰبَآئِهِ مِنْ مَلِكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ أَبِيْهِ
وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ
أَنْ يَقُوْلَ مَا قَالَ فَذَكَرْتَ أَنْ لَّا فَقَدْ
أَعْرِفُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَذَرَ الْكَذِبَ عَلَى
النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَسَأَلْتُكَ
أَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ أَمْ ضُعَفَآؤُهُمْ
فَذَكَرْتَ أَنَّ ضُعَفَآئَهُمْ اتَّبَعُوْهُ وَهُمْ أَتْبَاعُ
الرُّسُلِ وَسَأَلْتُكَ أَيَزِيْدُوْنَ أَمْ يَنْقُصُوْنَ
فَذَكَرْتَ أَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ أَمْرُ
الْإِيْمَانِ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ أَيَرْتَدُّ أَحَدٌ
سَخْطَةً لِدِيْنِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ فَذَكَرْتَ
أَنْ لَّا وَكَذٰلِكَ الْإِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ
بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ
فَذَكَرْتَ أَنْ لَا وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ
وَسَأَلْتُكَ بِمَا يَأْمُرُكُمْ فَذَكَرْتَ أَنَّهُ
يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ
شَيْئًا وَّيَنْهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ

ٹھہراؤ ساتھ اس کے کسی چیز کو اور چھوڑ دو اس کو جو تمہارے
باپ دادے کہتے تھے اور حکم کرتا ہے ہم کو نماز کا اور سچ بولنے کا
اور حرام چیزوں سے بچنے کا اور برادر پروری کا۔ پھر ہرقل نے
ترجمان سے کہا کہ کہہ دے کہ میں نے تجھ سے اس کا حسب
اور نسب پوچھا تو تو نے کہا کہ شریف اور عالی خاندان ہے سو
پیغمبر لوگ اسی طرح سے اپنی قوم میں شریف اور عمدہ خاندان
ہوتے ہیں اور میں نے تجھ سے پوچھا کہ ایسا دعویٰ اس کی قوم
میں کسی اور شخص نے بھی کیا تھا تو نے کہا کہ نہیں سو اگر ایسا کسی
نے دعویٰ کیا ہوتا تو میں جانتا کہ یہ شخص بھی اپنی قوم کی راہ پر
چلا اگلوں کی طرح اس کو بھی ہوس نے لیا اور میں نے پوچھا
تجھ سے کہ اس کے باپ دادے میں کوئی بادشاہ تھا تو نے کہا
کہ نہیں سو اگر کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص نبوت کے
پردے میں اپنے باپ دادے کی سلطنت چاہتا ہے اور میں نے
پوچھا تجھ سے کہ دعویٰ نبوت کے قبل کبھی اس کو دروغگوئی کی
تہمت بھی لگی تھی تو نے کہا کہ نہیں تو میں نے جانا کہ جو کبھی
آدمیوں پر جھوٹ نہ باندھے گا بھلا وہ اللہ پر کیونکر جھوٹ
باندھے گا اور میں نے تجھ سے پوچھا کہ سردار لوگ اس کے
تابع ہوئے ہیں یا غریب لوگ تو نے کہا کہ غریب لوگ اس
کے تابع ہوئے ہیں سو یہی حال ہے پیغمبروں کا کہ ان کے اول
غریب لوگ اطاعت اختیار کرتے ہیں یعنی بڑے آدمی غرور
سے بے نصیب رہتے ہیں اور میں نے پوچھا تجھ سے کہ اس
کے ساتھی بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں تو نے کہا کہ بڑھتے ہیں سو
یہی حال ایمان کا ہے کہ اس کو ترقی ہوتی ہے یہاں تک کہ
کمال کو پہنچتا ہے اور میں نے پوچھا تجھ سے کہ کوئی ان میں
سے اس کے دین سے پھر بھی جاتا ہے ناخوش ہو کر تو نے کہا کہ

وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ فَإِنْ كَانَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ لَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ فَلَوْ أَنِّيْ أَعْلَمُ أَنِّيْ أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ بَعَثَ بِهِ دِحْيَةُ إِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى فَدَفَعَهُ إِلٰى هِرَقْلَ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّيْ أَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيْسِيِّيْنَ ﴿وَيٰأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ وَفَرَغَ مِنْ قِرَآءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ وَأُخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِأَصْحَابِيْ حِيْنَ أُخْرِجْنَا لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِيْ كَبْشَةَ إِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوْقِنًا أَنَّهُ سَيَظْهَرُ حَتّٰى أَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ وَكَانَ ابْنُ

نہیں سو یہی حال ہے ایمان کے نور کا جب دل میں رچ گیا یعنی ایمان کی بھی یہی خاصیت ہے کہ اس کو تغیر نہیں ہوتا ہے اور میں نے تجھ سے پوچھا کہ کبھی قول کر کے دغا بھی کرتا ہے تو نے کہا کہ نہیں سو یہی عادت ہوتی ہے پیغمبروں کی کہ وہ ہرگز دغا نہیں کرتے اور میں نے تجھ سے پوچھا کہ کس چیز کا تم کو حکم کرتا ہے تو نے کہا کہ ہم کو نماز اور سچ بولنے اور برادر پروری اور پرہیز گاری سکھاتا ہے اور ہم کو حکم کرتا ہے کہ عبادت کریں ہم ایک اللہ کی اور نہ شریک ٹھہرائیں اس کے ساتھ کسی چیز کو اور منع کرتا ہے بت پرستی سے ہرقل نے کہا کہ اگر یہ سب باتیں سچی ہیں تو بے شک وہ شخص پیغمبر ہے اور عنقریب اس کی سلطنت میرے قدم کے نیچے تک پہنچے گی میں آگے سے جانتا تھا کہ اس وقت میں پیغمبر ظاہر ہوا چاہتا ہے لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ تم (غریب لوگوں) میں وہ پیدا ہوگا اور اگر میں یہ جانتا کہ میں اس تک پہنچ سکوں گا تو میں اس کے دیدار کا عاشق ہوتا اور اس کی ملاقات تکلیف سے حاصل کرتا اور اگر میں اُس کے پاس ہوتا تو میں اس کے قدم دھوتا۔ پھر ہرقل نے حضرت ﷺ کا خط طلب کیا جو حضرت ﷺ نے دحیہ کلبی کے ہاتھ روم کے بادشاہ کو بھیجا تھا سو دحیہ کلبی نے وہ خط روم کے سردار کو پہنچایا اس نے رُوم کے بادشاہ کے حوالے کیا پس پڑھا اس کو پس ناگہاں اس میں یہ مضمون لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم (یہ خط ہے) محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول کا ہرقل کی طرف جو روم کا سردار ہے اُس پر سلام ہے جو راہِ راست پر چلا بعد اُس کے میں تجھ کو بلاتا ہوں اسلام کی دعوت۔ سے اسلام قبول کرتا کہ تو (دین، دنیا) میں سلامت رہے اور تو مسلمان ہوجا اللہ تجھ کو دوہرا ثواب دے گا (یعنی ایک ثواب عیسوی

النَّاطُوْرِ صَاحِبُ إِيْلِيَآءَ وَهِرَقْلَ سُقُفًا عَلٰى
نَصَارَى الشَّامِ يُحَدِّثُ أَنَّ هِرَقْلَ حِيْنَ قَدِمَ
إِيْلِيَآءَ أَصْبَحَ يَوْمًا خَبِيْثَ النَّفْسِ فَقَالَ
بَعْضُ بَطَارِقَتِهٖ قَدِ اسْتَنْكَرْنَا هَيْئَتَكَ قَالَ
ابْنُ النَّاطُوْرِ وَكَانَ هِرَقْلُ حَزَّآءً يَنْظُرُ فِي
النُّجُوْمِ فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ سَأَلُوْهُ إِنِّيْ رَأَيْتُ
اللَّيْلَةَ حِيْنَ نَظَرْتُ فِي النُّجُوْمِ مَلِكَ
الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ يَّخْتَتِنُ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ
قَالُوْا لَيْسَ يَخْتَتِنُ إِلَّا الْيَهُوْدُ فَلَا يُهِمَّنَّكَ
شَانُهٗ وَاكْتُبْ إِلٰى مَدَائِنِ مُلْكِكَ فَيَقْتُلُوْا
مَنْ فِيْهِمْ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى
أَمْرِهِمْ أُتِيَ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ أَرْسَلَ بِهٖ مَلِكُ
غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهٗ هِرَقْلُ قَالَ
اذْهَبُوْا فَانْظُرُوْا أَمُخْتَتِنٌ هُوَ أَمْ لَا فَنَظَرُوْا
إِلَيْهِ فَحَدَّثُوْهُ أَنَّهٗ مُخْتَتِنٌ وَسَأَلَهٗ عَنِ الْعَرَبِ
فَقَالَ هُمْ يَخْتَتِنُوْنَ فَقَالَ هِرَقْلُ هٰذَا مَلِكُ
هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ إِلٰى
صَاحِبٍ لَّهٗ بِرُوْمِيَةَ وَكَانَ نَظِيْرَهٗ فِي الْعِلْمِ
وَسَارَ هِرَقْلُ إِلٰى حِمْصَ فَلَمْ يَرِمْ حِمْصَ
حَتّٰى أَتَاهُ مِنْ صَاحِبِهٖ يُوَافِقُ رَأْيَ هِرَقْلَ
عَلٰى خُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَنَّهٗ نَبِيٌّ فَأَذِنَ هِرَقْلُ لِعُظَمَآءِ الرُّوْمِ فِيْ
دَسْكَرَةٍ لَّهٗ بِحِمْصَ ثُمَّ أَمَرَ بِأَبْوَابِهَا
فَغُلِّقَتْ ثُمَّ اطَّلَعَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّوْمِ هَلْ

دین قبول کرنے اور دوسرا ثواب محمدی ہونے کا) اور اگر تو نے
اسلام قبول نہ کیا تو تیرے اوپر رعیت اور سب تابعداروں کا
گناہ پڑے گا اور اے کتاب والو! آجاؤ اس بات پر جو
ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ بات یہ ہے کہ ہم اور
تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت اور پرستش نہ کریں اور کسی چیز کو
اُس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض آدمی
بعض کو اللہ کے سوا اپنا رب اور مالک نہ بنائیں سو اگر اہلِ
کتاب توحید سے منہ موڑیں تو ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہو ہم
تو مسلمان ہیں حکمِ الٰہی کے مطیع ہیں۔ کہا ابوسفیان نے کہ جب
ہرقل نے جو کہنا تھا کہہ چکا اور وہ خط پڑھ چکا تو اہلِ دربار میں
بہت گفتگو اور نہایت غل اور شور ہوا پھر ہم بموجب حکم کے
دربار سے نکالے گئے۔ ابوسفیان نے کہا کہ جب ہمارا اخراج
ہوا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ قسم ہے اللہ کی کہ البتہ
بڑا ہو گیا ہے کام ابی کبشہ کے بیٹے کا یعنی محمد ﷺ کا یہ رتبہ پہنچا
کہ بادشاہ روم اس سے خوف کرتا ہے۔ (ابو کبشہ ایک مرد کا
نام ہے اُس نے قریش سے دین میں مخالف ہو کر بت پرستی
چھوڑ دی تھی اس لیے ابوسفیان نے حضرت ﷺ کو اس کا بیٹا
بنایا کہ حضرت ﷺ بھی قریش سے مخالف ہو کر بت پرستی سے
منع کرتے تھے)۔

(ت) ابوسفیان نے کہا سو جب سے مجھ کو یقین ہو گیا تھا کہ
حضرت ﷺ سب پر غالب ہوں گے یہاں تک کہ اللہ نے
مجھ کو اسلام میں داخل کیا (کہا راوی نے) کہ ابن ناطور امیر
بیت المقدس کا اور مصاحب ہرقل کا پادری تھا۔ اوپر نصاری
شام کے وہ حدیث بیان کرتا تھا کہ جب ہرقل بیت المقدس
میں آیا تو ایک دن صبح کو گھبرایا ہوا اٹھا پس بعض خاص لوگوں

لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَأَنْ يَّثْبُتَ مُلْكُكُمْ فَتُبَايِعُوْا هٰذَا النَّبِيَّ فَحَاصُوْا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوْهَا قَدْ غُلِّقَتْ فَلَمَّا رَاٰى هِرَقْلُ نَفْرَتَهُمْ وَأَيِسَ مِنَ الْإِيْمَانِ قَالَ رُدُّوْهُمْ عَلَيَّ وَقَالَ إِنِّيْ قُلْتُ مَقَالَتِيْ اٰنِفًا أَخْتَبِرُ بِهَا شِدَّتَكُمْ عَلٰى دِيْنِكُمْ فَقَدْ رَاَيْتُ فَسَجَدُوْا لَهٗ وَرَضُوْا عَنْهُ فَكَانَ ذٰلِكَ اٰخِرَ شَأْنِ هِرَقْلَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ رَوَاهُ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ وَيُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

نے اس سے کہا کہ ہم تمہاری صورت کو اتری ہوئی دیکھتے ہیں۔ ابن ناطور نے کہا کہ تھا ہرقل کاہن ستاروں کا حساب جانتا تھا پس کہا اُس نے ان کو جب کہ انہوں نے اس سے پوچھا کہ میں نے آج رات جب ستاروں میں نظر کی تو دیکھا کہ بادشاہ ختنے کا غالب آ گیا یعنی ملک پر ایک ایسا بادشاہ غالب آ گیا ہے جو ختنہ کرتا ہے سو اس امت سے کون ختنہ کیا کرتا ہے لوگوں نے کہا کہ یہودیوں کے سوا کوئی ختنہ نہیں کرتا ہے سو ان کا کچھ غم نہ کر اور اپنے ملک کے تمام شہروں میں لکھ بھیج کہ ان میں جو یہودی ہو اس کو قتل کیا جائے سو جس حالت میں کہ وہ اسی گفتگو میں تھے کہ ہرقل کے پاس ایک آدمی پکڑا آیا جس کو غسان کے بادشاہ نے (گرفتار کر کے) ہرقل کی طرف بھیجا تھا وہ شخص حضرت ﷺ کے حال سے خبر دیتا تھا سو جب کہ ہرقل نے اس کا سب حال پوچھا تو کہا کہ اس کو لیجا کر دیکھو کہ اس کا ختنہ کیا ہوا ہے یا نہیں سو لوگوں نے اس کو دیکھ کر ہرقل کو خبر دی کہ اس کا ختنہ کیا ہوا ہے اور ہرقل نے اس سے عرب کا حال پوچھا یعنی کیا عرب بھی ختنہ کرتے ہیں اس نے کہا کہ ہاں عرب لوگ ختنہ کرتے ہیں پس ہرقل نے کہا کہ بادشاہ اس امت کا غالب ہو گیا ہے پھر لکھا ہرقل نے طرف ایک مصاحب اپنے کی رومیہ میں (جو ایک شہر کا نام ہے) اور تھا علم میں اُس کے برابر اور آپ ہرقل حمص کی طرف چلا گیا پس ابھی تک حمص میں ہی ٹھہرا ہوا تھا کہ اس کے پاس مصاحب کا خط آ پہنچا موافق رائے ہرقل کے اوپر پیدا ہونے نبی کے اور یہ کہ تحقیق وہ نبی ہے پھر ہرقل نے روم کے سب سرداروں کو اپنی ایک حویلی میں جمع کیا اور اس کے دروزوں میں قفل لگا دیے پھر اُن سے کہا کہ اے روم کے لوگو! اگر تم اپنی

ہدایت اور بہتری چاہتے ہو اور اپنے ملک اور سلطنت کا قیام
چاہتے ہو تو اس پیغمبر پر ایمان لاؤ سو روم کے سردار سب
بھڑکے اور جنگلی گدھوں کی طرح بدکے اور دروازوں کی طرف
بھاگے لیکن دروازوں کو بند پایا سو جب ہرقل نے ان کی ایسی
نفرت دیکھی اور ان کے ایمان سے ناامید ہوا تو ان کو بلایا اور
کہا کہ میں نے دین کی مضبوطی آزمائی تھی شاباش جو بات مجھ
کو پسند تھی وہی تم نے کی پھر تو ان لوگوں نے ہرقل کو سجدہ کیا
اور اس سے خوش ہوگئے سو یہی ہوا آخر حال ہرقل کا (یعنی دنیا
کی بادشاہی اور حکومت اختیار کی اور دنیا کے واسطے دین کو نہ
قبول کیا)۔

فائدہ: ہرقل روم کا بادشاہ نصرانی تھا اپنے دین کا بڑا عالم تھا اس پر حضرت ﷺ کی نبوت کی حقیقت ثابت ہوگئی لیکن اپنی قوم کے خوف سے اور دنیا کی سلطنت کے لالچ سے مسلمان نہ ہوسکا اور یہ واقعہ خواب اور حویلی کا ابوسفیان کے قصہ سے بعد کو ہوا ہے اور ہجرت کے چھٹے سال حضرت ﷺ نے بادشاہوں کی طرف خط لکھے اور اسلام کی دعوت دی سب بادشاہوں میں سے تین بادشاہ بدون لڑائی کے مسلمان ہوئے ایک حبش کا بادشاہ نصرانی، دوسرا یمن کا بادشاہ تیسرا عمان کا بادشاہ اور مقوقس اسکندر یہ اور مصر کے بادشاہ نے جس کا دین عیسوی تھا حضرت ﷺ کے خط کا یوں جواب لکھا کہ تمہارا کیا خوب دین ہے تم توحید الٰہی کی دعوت کرتے ہو اور بت پرستی چھوڑتے ہو بلاشک ایک پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہونے والا ہے میرا گمان یہ تھا کہ شاید کہیں اور ہوگا اور اس نے کچھ سونا اور ایک خچر جس کا دُلدل نام تھا اور دو عورتیں یعنی ماریہ قبطیہ اور شیریں حضرت ﷺ کو تحفہ بھیجا دوستی کی لیکن مسلمان نہ ہوا اور ایران کے بادشاہ نے غرور سے حضرت ﷺ کا نامہ پھاڑ ڈالا سو حضرت ﷺ کی بددعا سے اس کے بیٹے نے اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سب ملک فتح ہوئے کسی بادشاہ کا زور نہ رہا سب ملک میں اسلام پھیل گیا ﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ﴾ اور وجہ مطابقت اس حدیث کے ساتھ ترجمہ باب کے اس طور سے ہے کہ اس حدیث میں ان لوگوں کے اوصاف کا بیان ہے جن کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے اور یہ باب بھی کیفیت میں بدء الوحی کے ہے اور نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اول ابتدا وحی کے زمانہ میں غریب لوگ ہی حضرت ﷺ کے تابع ہوئے تھے اور نیز قصہ ہرقل شامل ہے اوپر کیفیت حال حضرت ﷺ کے ابتداء اسلام میں اور وہی وقت تھا ابتداء وحی کا پس باب کے ساتھ اتنی مناسبت ہی کافی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ: اور یہ جو کہا کہ مدت میں تو مدت سے مراد حدیبیہ کی صلح ہے اور اس کی شرح مغازی میں آئے گی اور وہ چھٹے سال میں تھے اور اس کی مدت دس برس مقرر ہوئی تھی کہ دس برس تک ایک دوسرے سے نہ لڑیں گے لیکن کفار قریش نے عہد توڑ ڈالا تو حضرت ﷺ نے اُن سے آٹھویں سال جہاد کیا اور مکہ کو فتح کیا اور یہ جو کہا کہ ہرقل بیت المقدس میں تھا تو ایک روایت میں ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ بادشاہ فارس کے لشکر نے ہرقل کے شہروں پر چڑھائی کی سوا س کے بہت شہروں کو خراب کر ڈالا پھر بادشاہ فارس نے چاہا کہ ہرقل کے امیر کو مار ڈالے اور اس کی جگہ اپنا حاکم بٹھادے تو اس امیر کو یہ خبر ہوئی اس نے ہرقل کو لکھا ہرقل آیا اور اپنے امیر کے ساتھ شریک ہوکر بادشاہ فارس کے لشکر کو بھگایا۔ سو جب اللہ نے فارس کی فوجوں کو اس سے دور کیا تو وہ اللہ کے شکر کے واسطے حمص سے بیت المقدس کی طرف چلا۔ زہری سے روایت ہے کہ جب ہرقل چلتا تھا تو اس کے واسطے راہ میں فرش بچھائے جاتے تھے اور اُس پر پھول رکھے جاتے تھے۔ اور ان پر وہ چلتا تھا اور اصل روم کے لوگ عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں لیکن اب ان کے نسب خلط ملط ہوگئے ہیں اور ترجمان اس کو کہتے ہیں جو ایک زبان کا مطلب دوسری زبان میں بیان کرے اور یہ جو کہا کہ تم لوگوں میں اس پیغمبر کے رشتے میں زیادہ تر قریب کون شخص ہے تو ایک روایت میں ہے کہ ابوسفیان نے کہا کہ میں نے کہا کہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے اور سواروں میں عبد مناف کی اولاد سے میرے سوا کوئی نہ تھا اور عبد مناف حضرت ﷺ کا چوتھا دادا ہے اور اسی طرح وہ ابوسفیان کا بھی چوتھا دادا ہے اس کو چچا کا بیٹا کہا اس واسطے کہ اتارا ہر ایک کو دونوں میں سے بجائے اس کے دادا کے پس عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ابن عم امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف کا ہے تو اس بنا پر اس روایت میں مجاز ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ خاص کیا اس نے قریب تر رشتے دار کو اس واسطے لائق تر ہے ساتھ اطلاع پانے اور واقف ہونے کے اس کے کاموں پر ظاہر میں اور باطن میں زیادہ تر اس کے غیر سے اس واسطے کہ جو رشتے میں بہت بعید ہو اس سے امن نہیں کہ اس کے نسب میں طعن کرے برخلاف اقرب کے اور یہ جو کہا کہ اس کا حسب نسب کیسا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے نسب کا کیا حال ہے کیا تمہارے شریف خاندان سے ہے یا نہیں تو میں نے کہا کہ وہ ہم میں نہایت عمدہ خاندان ہے اور یہ جو کہا کہ اگر مجھ کو اپنے دروغ گوئی مشہور ہونے کا خوف نہ ہوتا الخ تو اس میں دلیل ہے کہ وہ جھوٹ کو برا جانتے تھے یا تو شرع سابق سے اور یا عرف سے اور نیز اس میں دلیل ہے اس پر کہ ابوسفیان کو اپنے ساتھیوں سے یقین تھا کہ اگر میں حضرت ﷺ کے حال میں کچھ جھوٹ بولوں گا تو یہ مجھ کو جھٹلائیں گے نہیں بلکہ میرے ساتھ حضرت ﷺ کی عداوت میں شریک ہوں گے لیکن اس نے شرم کے مارے جھوٹ نہ کہا کہ جب پھر کر مکہ میں جائیں گے تو اس کے ساتھ آپس میں گفتگو کریں گے سو جو اس کو سنے گا وہ اُس کو جھوٹ جانے گا اور یہ جو کہا کہ شریف لوگ اس کے تابع ہوئے ہیں یا غریب لوگ تو مراد شریفوں سے اس جگہ اہلِ نخوت اور اہلِ تکبر ہیں ان میں سے نہ ہر شریف تا کہ نہ وارد ہو اعتراض

ساتھ ابوبکر اور عمر کے اور جو ان کی مانند ہیں جو اس سوال سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے یعنی اس واسطے کہ یہ شریف تھے لیکن اہلِ نخوت اور تکبر نہ تھے اور یہ جو کہا کہ تم اس کو کبھی جھوٹ بولنے کی تہمت بھی لگاتے تھے الخ تو مراد یہ ہے کہ لوگوں پر یعنی کبھی کسی پر جھوٹ بھی بولتا تھا اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہرقل نے اُن سے جھوٹ کی تہمت کا سوال کیا۔ نفس جھوٹ کا سوال نہ کیا واسطے برقرار رکھنے ان کے اوپر صدق حضرت ﷺ کے اس واسطے کہ جب تہمت دور ہوئی تو اس کا سبب بھی دور ہوا اسی واسطے اس کے بعد غدر کا سوال کیا اور یہ جو کہا کہ میں اتنی بات کے سوا اور کوئی بات نہ ملا سکا یعنی جس کے ساتھ حضرت ﷺ کو گھٹاؤں اور آپ کا نقص بیان کروں علاوہ ازیں تنقیص اس جگہ نسبی امر ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ جس کے نہ دغا کرنے کا یقین ہو وہ بلند ہے رتبے میں اس شخص سے کہ اس سے اس کا واقع ہونا فی الجملہ ممکن ہو اور تھا معروف نزدیک اُن کے ساتھ استقراء کے آپ کی عادت سے کہ آپ دغا نہیں کرتے اور جب کہ تھا یہ امر غیبی اس واسطے کہ وہ آئندہ ہونے والا تھا تو بے خوف ہوا ابوسفیان اس سے کہ وہ اس میں جھوٹ کی طرف منسوب ہو اسی واسطے وارد کیا اس کو ساتھ تردد کے اور اسی واسطے ہرقل نے اس کی اس بات کا کچھ خیال نہ کیا اور یہ جو کہا کہ ہمارے اور اس کے درمیان لڑائی ڈول کی طرح ہے تو اس میں تشبیہ دی ہے لڑنے والے کو ساتھ پانی پینے والوں کے کہ ایک ڈول یہ پیتا ہے اور ایک ڈول وہ یعنی اس طرح ہماری اور اس کی لڑائی کا حال ہے کہ ایک بار وہ غالب ہوتا ہے اور ایک بار ہم غالب ہوتے ہیں اور اشارہ کیا ابوسفیان نے ساتھ اس کے طرف جنگِ بدر اور اُحد کے کہ بدر میں مسلمان غالب ہوئے اور اُحد میں کافر اور یہ جو ہرقل نے کہا کہ تم کو کس چیز کا حکم کرتا ہے تو یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ رسول کی شان سے یہ ہے کہ اپنی قوم کو حکم کرے اور یہ جو ہرقل نے کہا کہ یہی حال ہے پیغمبروں کا کہ اول ان کی اطاعت غریب لوگ ہی کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ پیغمبروں کے تابعدار اکثر اوقات مسکین لوگ ہی ہوتے ہیں نہ تکبر والے جو عداوت پر اڑے رہتے ہیں۔ سرکشی اور حسد سے مانند ابوجہل کی اور اُس کے گروہ کی یہاں تک کہ اللہ نے ان کو ہلاک کیا اور جس کے ساتھ ان میں سے نیکی کا ارادہ کیا اس کو ان میں کچھ مدت کے بعد نکال لیا اور یہ جو کہا کہ اسی طرح ہے امر ایمان کا تو یہ اس واسطے کہ ظاہر ہوتا ہے نور پھر ہمیشہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ پورا ہوتا ہے ساتھ امور معتبرہ کے بیچ اُس کے نماز اور زکوٰۃ اور روزے وغیرہ سے اسی واسطے حضرت ﷺ کی اخیر عمر میں یہ آیت اتری ۔ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ﴾ اور فرمایا ﴿وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ﴾ اور اسی طرح حضرت ﷺ کے تابعداروں کا حال ہے کہ ہمیشہ بڑھتے گئے یہاں تک کہ کامل ہوئے ساتھ ان کے وہ چیز کہ چاہی اللہ نے اپنے دین کے ظاہر کرنے سے اور اپنی نعمت کے پورا کرنے سے اور واسطے اللہ کے ہے احسان اور نعمت اور یہ جو ہرقل نے کہا کہ یہی حال ہے پیغمبروں کا کہ وہ دغا نہیں کرتے تو یہ اس واسطے کہ نہیں طلب کرتے وہ دنیا کے مال کو جس کا طالب دغا کی پرواہ نہیں کرتا برخلاف اس شخص کے جو آخرت

چاہتا ہے۔

فائدہ: مازنی نے کہا کہ یہ چیزیں جن کا ہرقل نے سوال کیا یہ پیغمبری پر قاطع دلیلیں نہیں مگر یہ کہ احتمال ہے کہ یہ اس کے نزدیک نشانیاں ہوں خاص اس پیغمبر پر اس واسطے کہ اس نے اس کے بعد کہا کہ مجھ کو معلوم تھا کہ وہ پیدا ہونے والا ہے اور مجھ کو یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم عرب لوگوں میں سے ہوگا اور یہ جو کہا کہ منع کرتا ہے تم کو بت پرستی سے تو یہ مستفاد ہے قول آپ کے سے کہ نہ شریک ٹھہراؤ اللہ کا کسی کو اور چھوڑ دو جو تمہارے باپ دادا کہتے تھے اس واسطے کہ کہنا ان کا تھا امر ساتھ بت پرستی کے اور یہ جو کہا کہ میں تکلف سے اس کے پاس پہنچتا تو یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ اس کو تحقیق ہو چکا تھا کہ اگر وہ حضرت ﷺ کی طرف ہجرت کرے گا تو قتل سے سلامت رہے گا یعنی اس کو خوف تھا کہ اگر میں مسلمان ہو گیا تو میرا ملک میرے ہاتھ سے چلا جائے گا اور روم کے لوگ مجھ کو مار ڈالیں گے اور ابن اسحاق نے بعض اہلِ علم سے نقل کیا ہے کہ ہرقل نے کہا کہ تجھ کو خرابی ہو بے شک میں جانتا ہوں کہ وہ نبی مرسل ہے اور لیکن میں روم والوں سے اپنی جان کا خوف کرتا ہوں اور اگر یہ خوف نہ ہوتا تو البتہ میں اس کے تابع ہوتا لیکن اگر وہ حضرت ﷺ کے قول کو سمجھتا جو اس خط میں تھا جس کو آپ نے اس کی طرف لکھا تھا کہ اسلام قبول کرتا کہ تو سلامت رہے اور محمول کرتا جزا کو اس کے عموم پر دنیا اور آخرت میں تو البتہ سلامت رہتا اگر اسلام لاتا ہر خوف والی چیز سے اور لیکن توفیق اللہ کے ہاتھ میں ہے اور یہ جو کہا کہ میں اس کے قدم دھوتا تو یہ مبالغہ ہے عبودیت میں واسطے اس کے اور خدمت میں اور ایک روایت میں ہے کہ ہرقل نے کہا کہ اگر میں جانتا کہ وہی ہے تو البتہ اس کی طرف پیادہ وہ چلتا یہاں تک کہ اس کا سر چومتا اور اس کے پاؤں دھوتا اور یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ اس کو کچھ شک باقی تھا اور یہ جو کہا کہ اس کی سلطنت میرے قدموں کے نیچے تک پہنچے گی تو مراد اس سے بیت المقدس ہے اور کنایت کی ساتھ اس کے کہ وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ تھی یا مراد تمام ملک شام کا ہے اس واسطے کہ اس کی دار السلطنت حمص میں تھی اور اس قسم سے جو قوی کرتا ہے اس کو کہ ہرقل نے مقدم کیا سلطنت کو ایمان پر اور بدستور رہا گمراہی پر یعنی ایمان نہ لایا یہ ہے کہ اس نے لڑائی کی مسلمانوں سے جنگ موتہ میں بعد اس قصے کے سو ابن اسحاق کے مغازی میں ہے کہ جب مسلمان شام میں اترے تو ہرقل لاکھ آدمی مشرکین سے اپنے ساتھ لے کر نکلا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ﷺ تبوک سے اس کی طرف لکھا اور اس کو اسلام کی دعوت دی لیکن اُس نے آپ کا حکم قبول نہ کیا اور بدستور کفر پر قائم رہا اور مقدم کیا دنیا فانی کو آخرت پر جو باقی ہے اور یہ جو کہا کہ مِنْ مُحَمَّدٍ الخ تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ سنت ہے کہ خط کو پہلے اپنے نام سے شروع کرے اور یہ قول ہے جمہور کا بلکہ نحاس نے حکایت کی ہے کہ اس پر سب اصحاب کا اجماع ہے اور حق یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے اور یہ جو کہا کہ عظیم الروم اور اس کو ملک یا امیر نہ کہا تو یہ اس واسطے کہ وہ معزول ہے ساتھ حکم اسلام کے لیکن نہ خالی چھوڑا اس کو اکرام سے واسطے مصلحت تالیفِ قلوب کے اور ایک

روایت میں ہے کہ ہرقل کے بھتیجے نے اس سے انکار کیا کہ اس نے بادشاہ کیوں نہیں لکھا اور اگر کوئی کہے کہ کس طرح ابتداء کیا کافر کو ساتھ اسلام کے تو جواب ہے کہ مفسرین کہتے ہیں کہ مراد اس سے تحیت نہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ سلامت رہا اللہ کے عذاب سے جو اسلام لایا لیکن وہ مراد نہیں اس واسطے کہ وہ ہدایت کے تابع نہیں ہوا پس اس کو سلام نہ کیا جائے گا اور یہ جو کہا کہ اللہ تجھ کو دوہرا ثواب دے گا تو اس سے استنباط کیا گیا ہے کہ جو لوگ اہل کتاب کا دین قبول کریں وہ ان کے حکم میں داخل ہیں نکاح کرنے میں اور ذبیحہ میں یعنی مسلمانوں کو ان کی عورتوں سے نکاح کرنا اور ان کے لیے حلال کیے جانوروں کا کھانا درست ہے اس واسطے کہ ہرقل اور اس کی قوم بنی اسرائیل کی قوم سے نہیں تھے بلکہ وہ ان لوگوں میں تھے جو دین نصرانی میں داخل ہوئے اور حضرت ﷺ نے اس کو اور اس کی قوم کو اہل کتاب فرمایا تو معلوم ہوا کہ اس کا حکم اہل کتاب کا حکم ہے برخلاف اس شخص کے جو کہتا ہے کہ اہل کتاب خاص بنی اسرائیل ہی ہیں اور یہ جو فرمایا کہ تیرے اوپر سب رعیت کا وبال ہے تو مراد یہ ہے کہ تجھ پر تیرا اپنا گناہ بھی ہے اور تابعداروں کا گناہ بھی اس واسطے کہ جب اس پر تابعداروں کے سبب سے وبال ہوا اس سبب سے کہ وہ کفر پر اس کے تابع تھے تو اس کو اپنے نفس کا وبال بطریق اولیٰ ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے اس پر کہ جس کو نہانے کی حاجت ہو اس کو پڑھنا ایک آیت یا دو آیت کا جائز ہے اور یہ کہ جائز ہے بھیجنا بعض قرآن کا طرف زمین دشمن کی اور اسی طرح سفر کرنا ساتھ اُس کے طرف زمین دشمن کی اور ابن بطال نے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن کے ساتھ دشمن کی زمین کی طرف سفر کرنا منسوخ ہے اور یہ دعویٰ اس کا محتاج ہے طرف ثابت ہونے تاریخ کے ساتھ اس کے اور احتمال ہے کہ مراد ساتھ قرآن کے نہی کی حدیث میں قرآن مجید ہو اور اس کا بیان آئندہ آئے گا اور اوپر جس کو نہانے کی حاجت ہو یعنی جماع یا احتلام وغیرہ کے سبب سے پس احتمال ہے کہ کہا جائے کہ اگر تلاوت کا قصد نہ ہو تو جائز ہے لیکن اس قصے کے ساتھ استدلال کرنے میں نظر ہے اس واسطے کہ وہ ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے اس میں عموم نہیں پس قید کیا جائے گا جواز ساتھ وقت حاجت کے یعنی جب کہ اس کی حاجت ہو مانند ابلاغ اور انذار کے جیسے کہ اس قصے میں ہے اور اوپر مطلق جواز بغیر ضرورت کے پس یہ ٹھیک نہیں اور یہ جو کہا کہ ابوسفیان نے ابو کبشہ کا بیٹا کہا تو اس واسطے کہ ابو کبشہ حضرت ﷺ کے دادوں میں سے ہے اور عرب کی عادت ہے کہ جب کسی کو گھٹاتے ہیں تو اس کو جد غامض (گمنام) کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ جو کہا کہ ہرقل کاہن تھا ستاروں کا حساب جانتا تھا تو یہ کہانت اور ستاروں کا حساب کفر کی حالت میں بہت عام نام تھا یہاں تک کہ اللہ نے اسلام کو ظاہر اور غالب کیا سو ان کی شوکت ٹوٹ گئی اور شرع نے کہا کہ اس پر اعتماد کرنا درست نہیں اور اگر کوئی کہے کہ کس طرح جائز ہے واسطے بخاری کے وارد کرنا اس حدیث کا جو نجومیوں کے امر کو قوی کرتی ہے اور ان کے احکام کے مدلول پر اعتماد کرنے کو درست بتلاتی ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ بخاری کا یہ مقصود نہیں بلکہ اس کا مقصود یہ ہے کہ بیان کرے کہ اشارے ساتھ حضرت ﷺ

کے آئے ہیں ہر طریق سے اوپر زبان ہر فریق کے کاہن سے اور نجومی سے تحقیق سے اور مبطل سے انسان سے اور جن سے اور یہ جو کہا کہ ختنے کا بادشاہ غالب ہوا تو اس کے کہنے کے مطابق ہوا اس واسطے کہ تھا ان دنوں میں ظاہر ہونا حضرت ﷺ کا جب کہ صلح کی کفار مکہ سے اور اللہ نے یہ آیت اتاری ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ اس واسطے کہ مکے کی فتح کا سبب یہ تھا کہ جو حضرت ﷺ اور قریش کے درمیان حدیبیہ میں عہد قرار پایا تھا اس کو قریش نے توڑ ڈالا تھا اور مقدمہ ظہور کا ظہور ہے اور مراد اس امت سے اس زمانے کے لوگ ہیں اور اس کے بعد جو کہا کہ یہ بادشاہ اس امت کا غالب ہوا تو مراد اس سے خاص عرب ہیں اور یہ جو انہوں نے کہا کہ نہیں ختنہ کرتا اس امت سے مگر یہود تو یہ باعتبار ان کے علم کے ہے اس واسطے کہ یہود بیت المقدس میں بہت تھے اور وہ اُس کے حکم کے تلے تھے ساتھ روم کے برخلاف عرب کے کہ وہ سر خود بادشاہ تھے اور یہ جو کہا کہ اس کے ساتھی کا خط اس کے پاس آیا تو ایک روایت میں آیا ہے کہ اس نے پادری کو بلا بھیجا اور وہ ان کے امر کا صاحب تھا تو اس نے کہا کہ یہی ہے وہ پیغمبر جس کا ہم انتظار کرتے تھے اور جس کی ہم کو عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی سو میں تو اس کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کو سچا جانتا ہوں اور اس کے تابع ہوتا ہوں تو ہرقل نے اس کو کہا کہ اگر میں اس کے تابع ہوں تو میرا ملک چلا جائے گا پھر ذکر کیا راوی نے سارا قصہ اور اس کے اخیر میں ہے کہ دحیہ کہتا ہے کہ پھر اس پادری نے مجھ سے کہا کہ یہ خط اپنے ساتھی کے پاس لے جا اور اس کو سلام کر اور اس کو خبر دے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد ﷺ رسول اللہ کے ہیں اور میں اس کے ساتھ ایمان لایا اور اس کو سچا جانا اور لوگوں نے اُس پر اس بات سے انکار کیا سو اس نے لوگون کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اس کو مار ڈالا اور یہ جو کہا کہ وہ نبی ہے تو یہ دلالت کرتا ہے کہ ہرقل اور اس کے ساتھی نے ہمارے نبی کی نبوت کا اقرار کیا لیکن ہرقل تو اپنے کفر پر بدستور قائم رہا برخلاف اس کے ساتھی کے اور یہ جو کہا کہ پھر ہرقل نے روم کے سرداروں کو ایک حویلی میں جمع کیا تو دسکرہ اس محل کو کہتے ہیں جس کے گرد گھر ہوں تو گویا کہ وہ پہلے ایک محل میں داخل ہوا اور اُس کو بند کر دیا کہ اور کوئی آدمی اندر نہ آسکے اور گرد والے گھروں کے دروازے کھلوا دیے اور روم کے سرداروں کو اندر آنے کی اجازت دی پھر ان دروازوں کو بند کروایا پھر ان پر جھانکا اور یہ اس نے اس واسطے کہا تھا کہ اس کو اندر کر کے مار نہ ڈالیں جیسا کہ اس کے ساتھی کو مار ڈالا تھا اور یہ جو کہا کہ سو یہی ہوا آخر حال ہرقل کا تو یہ بہ نسبت اس کے معلوم کے ہی نہیں تو اس کے واسطے اس کے بعد بھی کئی قصے واقع ہوئے ہیں ایک یہ کہ اس نے جنگ موتہ میں مسلمانوں سے لڑنے کے واسطے لشکر تیار کیا اور دوسری بار اُس نے جنگ تبوک میں مسلمانوں کے مقابلے میں پھر لشکر تیار کیا اور حضرت ﷺ نے اس کو دوسری بار پھر خط لکھا تو اس نے حضرت ﷺ کو کچھ سونا بھیجا حضرت ﷺ نے اس کو اصحاب میں بانٹ دیا اور یہ جو کہا کہ ایمان سے ناامید ہوا تو مراد یہ ہے کہ ان کے ایمان سے واسطے اس چیز کے کہ انہوں نے اس کے واسطے ظاہر

کی اور اپنے ایمان سے بھی اس واسطے کہ اس نے اپنے ملک کی حرص کی اور وہ چاہتا تھا کہ وہ سب کے سب اُس کی اطاعت کریں اور مسلمان ہو جائیں اور اس کا ملک بدستور قائم رہے پس ایمان سے نا اُمید نہ ہوا مگر اس شرط سے کہ اُس نے ارادہ کیا یعنی سب روم کے لوگ مسلمان ہو جائیں تو وہ بھی مسلمان ہو نہیں تو قادر تھا اُس پر کہ ان سے بھاگتا اور آخرت کی نعمتوں کی رغبت سے اپنا ملک چھوڑتا اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

تنبیہ : اور جب کہ تھا ایمان ہرقل کا مشتبہ نزدیک اکثر لوگوں کے اس واسطے کہ احتمال ہے کہ ہو عدم تصریح اُس کے ساتھ ایمان کے واسطے خوف قتل کے اپنی جان پر اور احتمال ہے کہ مرتے دم تک اپنے کفر پر بدستور قائم رہا ہو تو ختم کیا بخاری نے ساتھ اس حدیث کے اس باب کو جس کو حدیث الاعمال بالنیات کے ساتھ شروع کیا تھا گویا کہ اُس نے کہا کہ اگر ہرقل کی نیت سچی تھی تو وہ اس سے فائدہ پائے گا نہیں تو محروم رہا اور خسارے میں پڑا پس ظاہر ہوئی مناسبت وارد کرنے قصے ابن ناطور کی بیچ بدء الوحی کے واسطے مناسبت اس کی کے حدیث اعمال کو جس کے ساتھ باب کو شروع کیا پس اگر کوئی کہے کہ کیا مناسبت ہے ابوسفیان کی حدیث کو ہرقل کے قصے میں ساتھ بدء الوحی کے تو جواب یہ ہے کہ وہ شامل ہے لوگوں کے حال کو ساتھ حضرت ﷺ کے بیچ اس ابتدا کے اور اس واسطے کہ جو آیت ہرقل کی طرف لکھی گئی تھی واسطے بلانے کے ہے طرف اسلام کی وہ موافق اور مناسب ہے ساتھ اس آیت کے جو ترجمہ میں ہے یعنی ﴿اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ﴾ الآیۃ اور اللہ نے فرمایا کہ مشروع کیا واسطے تمہارے وہ دین جس کی نوح علیہ السلام کو وصیت کی تو ظاہر ہوا کہ سب کے سب پیغمبروں کی طرف بھی وحی بھیجی گئی کہ دین کو قائم کرو اور یہی معنی ہیں اس آیت کے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

تکمیل: سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ ہرقل نے رکھا حضرت ﷺ کے خط کو سونے کی ایک ڈبیا میں واسطے تعظیم اس کی کے ہمیشہ وہ ایک دوسرے کے بعد اس کے وارث ہوتے رہے یہاں تک کہ تھا نزدیک بادشاہ فرنگ کے جو طلیطلہ پر غالب ہوا پھر اس کے پوتے کے پاس تھا سو کہتے ہیں کہ عبدالملک بن سعد اس بادشاہ کے ساتھ جمع ہوا تو اُس نے وہ خط اس کو نکال کر دکھایا جب اس نے اس کو دیکھا تو کہا کہ مجھ کو قدرت دے کہ میں اُس کو چوم لوں اس نے نہ مانا اور سیف الدین فلیح منصوری سے روایت ہے کہ بھیجا مجھ کو ملک منصور قلاون نے طرف بادشاہ غرب کے ساتھ ہدیہ کے پھر بھیجا مجھ کو غرب کے بادشاہ نے طرف بادشاہ فرنگ کے واسطے ایک سفارش کے تو اس نے اس کو قبول کیا اور اس نے مجھ کو کہا کہ میرے پاس کچھ مدت ٹھہر جا تو میں نے کہا کہ میں نہیں رہتا تو اس نے کہا کہ البتہ میں تجھ کو ایک تحفہ دکھاتا ہوں سو اس نے ایک صندوق نکالا جو سونے سے جڑا ہوا تھا پھر اس میں سے سونے کا ایک ڈبہ نکالا اور اس میں سے ایک خط نکالا جس کے اکثر حرف اڑے ہوئے تھے اس کے ساتھ ریشمی کپڑا جوڑا ہوا تھا تو اس نے کہا یہ خط ہے تمہارے پیغمبر کا جو انہوں نے میرے دادا قیصر کی طرف لکھا تھا ہمیشہ سے ہم اُس کے وارث ہوتے چلے آتے ہیں اب

تک اور وصیت کی ہے ہم کو ہمارے باپوں نے کہ جب تک یہ خط تمہارے پاس رہے گا تب تک تمہارا ملک قائم رہے گا اسی واسطے ہم اس کو نہایت حفاظت سے رکھتے ہیں اور اس کی نہایت تعظیم کرتے ہیں اور اس کو نصاریٰ سے پوشیدہ رکھتے ہیں تاکہ بادشاہی ہمیشہ ہم میں رہے اور تائید کرتی ہے اس کی حدیث سعید بن ابی راشد کی کہ حضرت ﷺ نے تنوخی ہرقل کے ایلچی پر اسلام پیش کیا وہ اسلام سے باز رہا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے تنوخی میں نے تمہارے بادشاہ کی طرف خط لکھا تھا تو اس نے اپنے پاس رہنے دیا سو ہمیشہ اس سے لوگ ڈرتے رہیں گے جب تک کہ وہ خط اس کے پاس رہے گا اور نیز تائید کرتی ہے یہ حدیث جو حضرت ﷺ سے مروی ہے کہ جب فارس کے بادشاہ کا جواب حضرت ﷺ کے پاس آیا کہ اس نے آپ کے خط کو پھاڑ ڈالا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور جب ہرقل کا جواب آپ کے پاس آیا کہ اس نے آپ کے خط کو رکھ لیا ہے تو آپ نے فرمایا اللہ اس کے ملک کو ثابت رکھے، واللہ اعلم ۔ (فتح الباری)
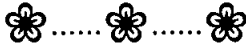
❀ …… ❀ …… ❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتَابُ الْإِيْمَان

یہ کتاب ہے ایمان کے بیان میں

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ وَّهُوَ قَوْلٌ وَّفِعْلٌ وَّيَزِيْدُ وَيَنْقُصُ.

باب ہے بیان میں قول نبی ﷺ کے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اور وہ قول ہے اور فعل ہے اور زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے یعنی بڑھتا بھی ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔

فائدہ: کتاب مصدر ہے کَتَبَ یَکْتُبُ کِتَابَۃً وَکِتَابًا کا اور مادہ کتب کا دلالت کرتا ہے اوپر جمع کرنے اور جوڑنے کے اور استعمال کیا ہے انہوں نے اس کو اُس چیز میں کہ جامع ہوگئی چیزوں کو ابواب اور فصول سے جو جامع ہیں مسائل کو اور باب کے معنی مدخل کے ہیں یعنی جگہ داخل ہونے کی اور استعمال اس کے معانی میں مجازی ہے اور ایمان کے معنی لغت میں تصدیق کے ہیں اور شرع میں ایمان کہتے ہیں رسول کی تصدیق کو اس چیز میں کہ لائے ہیں اس کو اپنے رب کی طرف سے اور اس قدر پر سب کا اتفاق ہے پھر واقع ہوا ہے اختلاف کہ کیا شرط ہے ساتھ اس کے کوئی زیادہ چیز جہت ظاہر کرنے اس تصدیق کے سے ساتھ زبان کے جو بیان کرنے والی ہے دل کی بات کو اس واسطے کہ تصدیق افعالِ قلوب سے ہے یعنی دل کے عملوں سے ہے اور یا عمل کی جہت سے ساتھ اس چیز کے کہ تصدیق کیا جائے ساتھ اُس کے اُس سے .انند فعل مامور چیزوں کی اور ترک منع چیزوں کے اور یہ جو کہا کہ ایمان قول ہے اور فعل ہے اور بڑھتا اور گھٹتا ہے تو کلام اس جگہ دو مقام میں ہے ایک ہونا اس کا قول اور فعل اور دوسرا اس کا بڑھنا اور گھٹنا لیکن قول پس مراد ساتھ اس کے بولنا ہے ساتھ شہادتین کے اور لیکن عمل پس مراد ساتھ اس کے وہ چیز ہے جو عام تر ہے عمل قلب اور اعضا کے سے تاکہ داخل ہو اعتقاد اور عبادات اور مراد اس کی جس نے اس کو ایمان کی تعریف میں داخل کیا ہے اور جس نے نہیں کیا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ فقط باعتبار نظر کے ہے طرف اس چیز کی کہ نزدیک اللہ کے ہے سو سلف نے کہا ہے کہ ایمان اعتقاد ہے ساتھ دل کے اور عمل ہے ساتھ ارکان کے اور مراد ان کی اس کے ساتھ یہ ہے کہ اعمال شرط ہیں اُس کے کمال میں اور اس جگہ سے پیدا ہوا واسطے ان کے قول ساتھ زیادتی اور نقصان کے کما سیاتی۔ اور مرجئہ نے کہا کہ وہ فقط اعتقاد اور زبان سے اقرار کرنا ہے اور کرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط زبان سے اقرار کرنا ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ عمل اور اقرار اور اعتقاد ہے اور فرق درمیان معتزلہ کے اور سلف کے یہ ہے

کہ معتزلہ نے اعمال کو ایمان کی صحت کے واسطے شرط ٹھہرایا ہے اور سلف نے اس کو اس کے کمال کی شرط ٹھہرایا ہے اور یہ کل اعتبار نظر کے ہے طرف اس چیز کی کہ اللہ کے نزدیک ہے اور لیکن باعتبار نظر کرنے کی طرف اس چیز کی کہ بندوں کے نزدیک ہے سو ایمان فقط اقرار ہے سو جو اقرار کرے جاری کیئے جاتے ہیں اس پر احکام دنیا میں اور نہیں حکم لگایا جاتا اس پر ساتھ کفر کے مگر یہ کہ مقترن ہو ساتھ اس فعل کے جو دلالت کرے اس کے کفر پر مانند سجدہ کرنے کی واسطے بت کے پس اگر اس کا فعل کفر پر دلالت نہ کرے مانند فسق کے سو جو اس کو مومن کہتا ہے وہ باعتبار اس کے اقرار زبانی کے کہتا ہے اور جو اس کو مومن نہیں کہتا وہ باعتبار کمال کے نہیں کہتا یعنی وہ مومن کامل نہیں اور جو اس کو کافر کہتا ہے تو اس اعتبار سے کہتا ہے کہ اس نے کفر یہ فعل کیا اور جو اس کو کافر نہیں کہتا تو اس اعتبار سے نہیں کہتا کہ وہ حقیقت میں ایماندار ہے اور ثابت کیا ہے معتزلہ نے واسطہ کو سو کہتے ہیں کہ فاسق یعنی گنہگار نہ مسلمان ہے نہ کافر اور لیکن مقام دوسرا پس مذہب سلف کا یہ ہے کہ ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے اور اکثر متکلمین نے اس سے انکار کیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ جب زیادتی اور کمی کو قبول کرے تو شک ہوگا ایمان نہ ہوگا اور شیخ محی الدین نے کہا کہ ظاہر تر یہ ہے کہ تصدیق دلی بڑھتی ہے اور گھٹتی ہے ساتھ کثرتِ نظر کے اور واضح ہونے دلیلوں کے اسی واسطے ایمان صدیق کا قوی تر ہے اس کے غیر کے ایمان سے اس طور سے کہ نہیں عارض ہوتا اس کو کچھ شبہ اور تائید کرتی ہے اس کی یہ بات کہ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ جو اس کے دل میں ہے بڑھتا گھٹتا ہے یہاں تک کہ بعض اوقات یقین اور اخلاص اور توکل میں اعظم ہوتا ہے بعض اوقات سے اور اسی طرح تصدیق اور معرفت میں باعتبار ظاہر ہونے براہین کے اور کثرت ان کی کے اور تحقیق نقل کیا ہے محمد بن نصر نے ایک جماعت اماموں کی سے مانند اس کی اور جو سلف سے منقول ہے تصریح کی ہے ساتھ اس کے عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں سفیان ثوری اور مالک بن انس اور اوزاعی اور ابن جریج وغیرہم سے اور یہ لوگ فقہاء شہروں کے ہیں اپنے زمانے میں اور اسی طرح نقل کیا ہے اس کو ابوالقاسم نے شافعی اور احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ ابوعبید وغیرہم اماموں سے اور اسی نے روایت کی ہے ساتھ سند صحیح کے بخاری سے کہ کہا کہ میں نے شہروں میں ہزار عالم سے زیادہ کی ملاقات کی سو میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اختلاف کرتا اس میں کہ ایمان قول اور عمل ہے اور بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے اور طول کیا ہے ابن ابی حاتم اور لالکائی نے اس کے نقل کرنے میں ساتھ اسانید کے ایک جماعت کثیر اصحاب اور تابعین کی سے اور ہر اس شخص سے کہ دائر ہے اُس پر اجماع اصحاب اور تابعین سے اور حکایت کیا ہے اس کو فضیل بن عیاض اور وکیع نے اہل سنت اور جماعت سے اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایمان قول اور عمل ہے اور بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے یعنی بندگی سے بڑھتا ہے اور گناہ سے گھٹتا ہے پھر شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وَيَزْدَادَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا﴾ الآیۃ پھر شروع کیا بخاری نے استدلال کرنا قرآن کی آیتوں سے جو تصریح کرتی ہیں ساتھ بڑھنے ایمان کے اور جب بڑھنا ثابت ہوا تو اس کا مقابل یعنی گھٹنا خود ثابت

ہوگیا اس واسطے کہ جو چیز بڑھنے کو قبول کرتی ہے وہ گھٹنے کو بھی قبول کرتی ہے۔ (فتح)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ﴾ ﴿وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾ ﴿وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى﴾ ﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ﴾ ﴿وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا﴾ وَقَوْلُهٗ عَزَّوَجَلَّ ﴿اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ وَقَوْلُهٗ ﴿فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا﴾ وَقَوْلُهٗ ﴿وَمَازَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾.

فرمایا اللہ غالب اور بزرگ نے تا کہ بڑھ جائیں وہ ایمان میں ساتھ ایمان اپنے کے دوسری آیت اور زیادہ کی ہم نے ان کو ہدایت تیسری آیت اور زیادہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو راہ پائی ہے راہ چوتھی آیت اور جن لوگوں نے راہ پائی زیادہ دی ان کو ہدایت اور دی ان کو پرہیز گاری ان کی پانچویں آیت اور زیادہ ہوں وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایمان میں چھٹی آیت اور قول اللہ غالب اور بزرگ کا کس کو تم میں سے زیادہ کیا ہے اس نے ایمان پس جو لوگ کہ ایمان لائے پس زیادہ کیا ان کو اس بات نے ایمان نے ساتویں آیت اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے پس ڈرو تم ان سے کہ پس زیادہ کیا ان کو اس بات نے ایمان آٹھویں آیت اور نہ زیادہ کیا ان کو مگر ایمان اور اطاعت کرنا۔

فائدہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض ان آٹھ آیتوں کے لانے سے یہ ہے کہ ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے اور یہی مذہب ہے سلف وخلف امت اور تمام اہل سنت اور جماعت کا اور یہی بات حق ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ ایمان کم وبیش نہیں ہوتا ہے مگر یہ بات ان کی ٹھیک نہیں ہے بلکہ قرآن کی ان آیات اور احادیث کے مخالف ہے۔

وَالْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ مِنَ الْاِيْمَانِ.

محبت رکھنی اللہ کے واسطے اور دشمنی رکھنی اللہ کے واسطے ایمان سے ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے اس لیے کہ حب اور بغض کم وبیش ہوتے ہیں۔

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِلٰى عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ اِنَّ لِلْاِيْمَانِ فَرَآئِضَ وَشَرَآئِطَ وَحُدُوْدًا وَّسُنَنًا فَمَنِ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْاِيْمَانَ فَاِنْ

اور لکھا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے طرف عدی بن عدی کے کہ تحقیق ایمان کے واسطے کئی فرائض اور عقائد اور حدیں اور سنتیں ہیں پس جس نے ان کو کامل کیا اُس نے ایمان کو کامل کیا۔ اور جس نے نہ کامل کیا ان کو نہ کامل کیا ایمان کو سو اگر میں زندہ رہا تو عنقریب میں اُن کو

اَعِشْ فَسَاُبَيِّنُهَا لَكُمْ حَتّٰى تَعْمَلُوْا بِهَا وَاِنْ اَمُتْ فَمَا اَنَا عَلٰى صُحْبَتِكُمْ بِحَرِيْصٍ. تمہارے واسطے بیان کروں گا تا کہ عمل کرو ساتھ اس کے اور اگر میں مر گیا تو مجھ کو تمہاری صحبت کی کچھ خواہش نہیں۔

فائدہ: مراد فرائض سے اعمال فرض ہیں اور مراد شرائع سے عقائد دینیہ ہیں اور مراد حدود سے منع چیزیں ہیں اور مراد سنتوں سے مستحب عمل ہیں اور غرض اس اثر سے یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز بھی قائل تھے کہ ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے اس واسطے کہ اس نے کہا کہ جس نے اس کو کامل کیا اور جس نے نہ کیا۔

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ. اور کہا ابراہیم علیہ السلام نے اور لیکن تا کہ آرام پکڑے دل میرا۔

فائدہ: یہ اشارہ طرف تفسیر سعید بن جبیر اور مجاہد وغیرہ کے واسطے اس آیت کی کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تا کہ میرا یقین زیادہ ہو اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ثابت ہوا تو گویا کہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا باوجودیکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا ہے حضرت ابرہیم علیہ السلام کی پیروی کرنے کا اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ فرق کیا ہے بخاری نے درمیان اس آیت کے اور پہلی آیتوں کے اس واسطے کہ پہلی آیتوں سے دلیل نص کے ساتھ لی جاتی ہے اور اس آیت سے اشارہ کے ساتھ لی جاتی ہے۔

وَقَالَ مُعَاذٌ اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً. اور کہا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہ بیٹھ تو ساتھ ہمارے ایمان لائیں ہم ایک ساعت یعنی ہمارا ایمان زیادہ ہو جائے اس لیے کہ معاذ رضی اللہ عنہ مومن تو پہلے ہی تھے اور مومن بھی کیسے کہ اعلیٰ درجے کے۔

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلْيَقِيْنُ الْاِيْمَانُ كُلُّهٗ. ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یقین کل ایمان ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کم وبیش ہوتا ہے اس لیے کہ کل اور اجمع کے ساتھ وہی تاکید کیا جاتا ہے جو صاحب اجزا ہو پس جس میں بہت اجزا ہوں گے اس کا ایمان زیادہ ہوگا اور جس میں کم ہوں گے اس کا ایمان ناقص ہوگا پس کمی بیشی ثابت ہے ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ صبر آدھا ایمان ہے اور یہ اُس پر صریح دلالت کرتی ہے اس واسطے کہ نصف صریح ہے متجزی ہونے میں لیکن بخاری نے اپنی عادت کے موافق صریح دلالت کرنے والی چیز کو حذف کر دیا ہے اور اشارہ کرنے والی پر اقتصار کیا ہے اور ایک روایت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ الٰہی! زیادہ کر میرے ایمان اور یقین کو اور یہ صریح تر ہے مقصود میں لیکن بخاری نے اس کو اپنی عادت کے موافق ذکر نہیں کیا۔

تنبیہ: اور استدلال کیا ہے ساتھ اس اثر کے جو کہتا ہے کہ ایمان وہ مجرد تصدیق ہے اور جواب یہ ہے کہ مراد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ ہے کہ یقین وہ اصل ایمان ہے اور جب دل میں یقین ہو تو سب اعضا اٹھتے ہیں واسطے ملاقات اللہ

کے ساتھ نیک عملوں کے۔(فتح)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَايَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيقَةَ التَّقْوٰى حَتّٰى يَدَعَ مَاحَاكَ فِي الصَّدْرِ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آدمی اصل حقیقت تقویٰ کو نہیں پہنچتا ہے جب تک کہ نہ چھوڑے اس چیز کو جو سینے میں تردد کرے۔

فائدہ: مراد تقویٰ سے یہاں ایمان ہے اور یہاں سے معلوم ہوا کہ بعض مومنین اصل کنہ ایمان کو پہنچ گئے ہیں اور بعض نہیں پہنچے پس کم وبیشی ایمان کی خود ثابت ہوگئی اور یا مراد ساتھ تقوے کے نگاہ رکھنا نفس کا ہے شرک سے اور برے عملوں سے اور ہمیشگی کرنی نیک عملوں پر اور ساتھ اس تقریر کے صحیح ہوگا استدلال بخاری کا اور یہ جو کہا کہ جو سینے میں کھٹکے تو اس میں بشارت ہے کہ بعض ایماندار ایمان کی کنہ کو پہنچتے ہیں اور اس کی حقیقت کو اور بعض نہیں پہنچتے اور ایک روایت میں ہے کہ نہیں ہوتا بندہ پرہیز گاروں سے یہاں تک کہ حلال چیز کو حرام کے خوف سے چھوڑے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا﴾ اَوْحَيْنَاكَ يَا مُحَمَّدُ وَاِيَّاهُ دِيْنًا وَّاحِدًا.

کہا مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا اللہ نے واسطے تمہارے دین سے جس کے ساتھ نوح علیہ السلام کو وصیت کی یعنی وصیت کی ہم نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور نوح علیہ السلام کو ایک دین کی۔

فائدہ: اس دین میں ایمان کی زیادتی اور نقصان ثابت ہے اور اس دین میں اور سب نبیوں کے دین کا اصول ایک ہے پس اس سے ثابت ہوگیا کہ پہلے نبیوں کی شرع میں بھی ایمان کی کمی بیشی ثابت ہے اور یہی وجہ مطابقت کی ہے ساتھ باب الایمان کے اور مراد یہ ہے کہ جو شرع قرآن اور حدیث سے ثابت ہوتی ہے یہی شرع ہے سب پیغمبروں کی اور استدلال کیا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس پر کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں ساتھ اس آیت کے ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ الآیۃ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ آیت بڑی حجت ہے اوپر اُن کے۔(فتح)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ سَبِيْلًا وَّسُنَّةً وَّدُعَآءُ كُمْ اِيْمَانُكُمْ.

کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا کی تفسیر میں سبیلًا وسُنۃً یعنی کیا ہم نے واسطے ہر ایک کے ایک راہ اور دستور یعنی فروعات میں اختلاف اور اختلاف واجب کرتا ہے زیادتی اور نقصان ایمان کو پس مطابقت ترجمہ سے ظاہر ہے لیکن اصول میں کچھ اختلاف نہیں پس پہلی آیت سے تعارض نہیں ہوگا اور کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ یہ آیت لَوْلَا دُعَاءُ كُمْ میں دعا سے مراد ایمان ہے اور وجہ دلالت کی واسطے بخاری کے یہ ہے کہ دعا عمل ہے اور

البتہ اطلاق کیا ہے اس کو ایمان پر پس صحیح ہوگا یہ کہنا کہ ایمان عمل ہے یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دعا اس جگہ مصدر مضاف ہے طرف مفعول کی اور مراد بلانا رسولوں کا ہے خلقت کو طرف ایمان کی اور بعض کہتے ہیں کہ معنی دعا کے اس جگہ بندگی کے ہیں۔

۷۔حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِىْ سُفْيَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِىَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَآءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ.

۷۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں اس بات کی گواہی دینی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبودِ برحق نہیں اور تحقیق محمد ﷺ رسول اللہ کا ہے اور نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ کا دینا اور بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان قول وفعل ہے اور اس کا قول وفعل ہونا مستلزم ہے زیادتی اور نقصان کو پس مطابقت اس حدیث کی باب الایمان سے ظاہر ہے اگر کوئی کہے کہ چار چیزیں مذکورہ شہادت پر مبنی ہیں اس واسطے کہ نہیں صحیح ہے ان میں سے کوئی چیز مگر بعد وجود اس کے اور جواب یہ ہے کہ جائز ہے بنا کرنا ایک امر کا دوسرے پر کہ دونوں امروں پر ایک اور امر کی بنا ہو اور اگر کوئی کہے کہ ضرور ہے کہ مبنی اور مبنی علیہ ایک دوسرے کے غیر ہوں تو جواب یہ ہے کہ مجموع بنظر اس کے افراد کے غیر ہے اور باعتبار جمع کے عین ہے۔

تنبیہات: پہلی تنبیہ: جہاد اس حدیث میں اس واسطے مذکور نہیں کہ وہ فرض کفایہ ہے اور نہیں متعین ہوتا مگر بعض احوال میں اور دوسری تنبیہ یہ ہے کہ قول آپ کا شہادت اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اس کا مابعد مجرور ہے بنابر بدل کے خمس سے اور اگر کوئی کہے کہ نہیں ذکر کیا ایمان لانا ساتھ پیغمبروں کے اور فرشتوں کے اور سوائے اُس کے جس کو شامل ہے سوال جبرائیل کا تو جواب یہ ہے کہ مراد شہادت سے رسول کی ہے اس چیز میں کہ اس کو لائے پس مستلزم ہوگا تمام ان چیزوں کو کہ مذکور ہیں اعتقادیات سے اور تیسری تنبیہ یہ ہے کہ مراد ساتھ قائم کرنے نماز کے ہمیشگی کرنی ہے اوپر اُس کے اور مراد ساتھ دینے زکوٰۃ کے نکالنا ایک حصے کا ہے مال سے خاص طور پر اور چوتھی تنبیہ یہ ہے کہ باقلانی نے کہا کہ شرط ہے اسلام کی صحت میں مقدم ہونا اقرار بالتوحید کا اوپر اقرار رسالت کے یعنی اسلام جب صحیح ہوتا ہے جب کہ پہلے توحید کا اقرار کرے اور پھر رسالت کا اقرار کرے اور کسی نے اس کی پیروی نہیں کی باوجودیکہ اگر باریک

نظر سے دیکھا جائے تو اس کی وجہ ظاہر ہوتی ہے اور پانچویں تنبیہ یہ ہے کہ مستفاد ہوتا ہے اس سے خاص کرنا عموم مفہوم سنت کا ساتھ خصوص منطوق قرآن کے اس واسطے کہ عموم حدیث کا تقاضا کرتا ہے اس کو کہ جو ان چیزوں مذکورہ کا مباشر ہو اس کا اسلام صحیح ہے اور مفہوم مخالف اس کا یہ ہے کہ جو اس کا مباشر نہ ہو اسلام اس کا صحیح نہیں اور یہ عموم مخصوص ہے ساتھ اس آیت قرآن کے ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ﴾. (فتح)

بَابُ أُمُوْرِ الْإِيْمَانِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلَآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَاٰتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوْا وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ وَقَوْلِهٖ ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ الْاٰيَةَ.

باب ہے بیان میں امورِ ایمان کے اور قول اللہ غالب اور بزرگ کا نہیں بھلائی یہ کہ منہ پھیر و تم طرف مشرق اور مغرب کی لیکن صاحب بہتری کا وہ شخص ہے جو ایمان لایا ساتھ اللہ کے آخر آیت تک تحقیق مراد کو پہنچے ایمان والے۔

فائدہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان دو آیتوں کو اس واسطے ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں ایمان کے کاموں پر شامل ہیں مراد امورِ ایمان سے بیان کرنا ان کاموں کا ہے جو ایمان ہیں اور وہ امور جو واسطے ایمان کے ہیں اور وجہ استدلال کی ساتھ اس آیت کے اور مناسبت اس کی واسطے حدیث کے ظاہر ہوتی ہے اس حدیث سے جس کو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے مجاہد سے کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کا سوال کیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لیس البر الخ اور بخاری نے اس کو اس واسطے روایت نہیں کیا کہ وہ اُس کی شرط پر نہیں اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ آیت نے بند کیا ہے تقویٰ کو اوپر ان لوگوں کے جن میں یہ صفتیں ہوں اور مراد پرہیز گار شرک سے ہیں اور بدعملوں سے سو جب وہ کریں اور شرک وغیرہ بدعملوں کو چھوڑ دیں تو وہ ایماندار کامل ہیں اور جامع درمیان آیت اور حدیث کے یہ ہے کہ اعمال ساتھ چھوڑنے ان کے ساتھ تصدیق کے داخل ہیں برّ کے مسمّٰی میں جیسے کہ وہ داخل ہیں ایمان کے مسمّٰی میں پس اگر کہا جائے کہ نہیں

متن میں ذکر تصدیق کا تو جواب یہ ہے کہ وہ ثابت ہے اصل حدیث میں جیسے کہ روایت کیا ہے اس کو مسلم وغیرہ نے اور بخاری بہت استدلال کرتا ہے ساتھ اس چیز کے کہ شامل ہے اس پر متن جس کی اصل کو ذکر کرتا ہے اور اس کو پورا بیان نہیں کرتا۔ قد افلح المؤمنون احتمال ہے کہ متقین کی تفسیر ہو یعنی متقین وہی موصوف ہیں ساتھ قد افلح کے اور گویا کہ بخاری نے اشارہ کیا ہے طرف امکان گنے شاخوں کے ان دونوں آیتوں سے اور جوان کی مانند ہیں اور اسی واسطے ذکر کیا ابن حبان نے کہ اس نے کہا ہے ہر بندگی کو کہ اللہ نے اس کو اپنی کتاب میں گنا ہے کہ وہ ایمان سے ہے اور اطاعت کہ اس کو رسول نے گنا ہے کہ ایمان سے ہے اور مکرر کو حذف کیا ہے تو ستتر کو پہنچیں۔ (فتح)

٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً وَالْحَيَآءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ.

٨۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی ساٹھ اور کئی شاخیں ہیں اور حیا ایک شاخ ہے ایمان کی۔

فائدہ: یعنی ایمان بمنزلہ درخت کی ہے اور جتنی نیکیاں اور خوبیاں ہیں جیسے علم اور صبر وقناعت وزہد وغیرہ وہ اس کی شاخیں ہیں اور حیا ان میں بڑی عمدہ شاخ ہے اس واسطے کہ شرع میں حیا اس حالت کو کہتے ہیں جو گناہ سے روکے اور ساٹھ شاخ سے کثرت مراد ہے اس واسطے کہ نیکیوں کی کچھ حد نہیں سوائے اللہ اور رسول کے ان کو کوئی نہیں گھیر سکتا ہے۔ حیا لغت میں تغیر اور انکسار ہے جو عارض ہوتا ہے انسان کو خوف اس چیز سے کہ اُس سے اس کو عیب لگایا جائے اور حیا شرع میں ایک خو ہے جو باعث ہوتی ہے اوپر اجتناب قبیح کے اور منع کرتی ہے قصور کرنے سے حقدار کے حق میں اسی واسطے دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حیا سب خیر ہے اور اگر کوئی کہے کہ بہت حیا منع کرتا ہے حق کہنے سے اور فعل خیر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرعی بات نہیں اور عیاض نے کہا کہ بعض نے اپنے اجتہاد سے ایمان کی شاخوں کو حصر کیا ہے اور نہیں قدح کرتا نہ پہچاننا ان کے حصر کا بطور تفصیل کے ایمان میں اور ابن حبان نے ان شاخوں کو گنا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ شاخیں نکلتی ہیں دل کے عملوں سے اور زبان کے عملوں سے اور بدن کے عملوں سے پس اعمال دل کے اس میں اعتقادیات اور نیتیں ہیں اور شامل ہیں چوبیس خصلتوں پر ایمان لانا ساتھ اللہ کے اور داخل ہے اس میں ایمان ساتھ ذات اس کی کے اور صفات اس کی کے اور توحید اس کی کے بایں طور کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور اعتقاد نو پیدا ہونے اس چیز کا کہ اللہ کے سوا ہے اور ایمان لانا ساتھ اس کے فرشتوں کے اور کتابوں کے اور رسولوں

کے اور نیکی اور بدی کی تقدیر کے اور ایمان لانا ساتھ دن پچھلے کے یعنی قیامت کے اور داخل ہے اس میں سوال قبر کا اور قیامت کو جی اٹھنا اور حساب اور میزان اور صراط اور بہشت اور دوزخ اور محبت اللہ کی اور محبت اور عداوت رکھنی اس کی راہ میں اور محبت حضرت ﷺ کی اور اعتقاد تعظیم اس کی کا اور داخل ہوتا ہے اس میں درود پڑھنا اوپر آپ کے اور پیروی کرنی سنت آپ کی کے اور اخلاص اور داخل ہوتا ہے اس میں ترک کرنا ریا کا اور نفاق کا اور توبہ اور خوف اور امید اور شکر اور وفا اور صبر اور رضا ساتھ قضا کے اور توکل اور رحمت اور تواضع اور داخل ہے اس میں توقیر کبیر کی اور رحمت صغیر کی اور ترک کرنا تکبر اور عجب کا اور ترک کرنا حسد کا اور ترک کرنا غضب کا اور زبان کے عمل اور شامل ہیں وہ سات خصلتوں پر توحید کا اقرار کرنا یعنی اللہ کو ایک کہنا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اور قرآن کا پڑھنا اور علم کا پڑھنا اور پڑھانا اور دعا اور ذکر اور داخل ہے اس میں استغفار اور لغو سے پرہیز کرنا اور عمل بدن کے اور شامل ہیں وہ اٹھتیس خصلتوں پر بعض ان میں وہ ہیں جو ایمان کے ساتھ خاص ہیں اور پندرہ خصلتیں ہیں پاکی اور ستھرائی حاصل کرنی حسی اور حکمی اور داخل ہیں اس میں پرہیز کرنا پلیدیوں سے اور شرم گاہ کا ڈھانکنا اور نماز فرض ہو یا نفل اور زکوۃ بھی اسی طرح اور چھوڑانا گردنوں کا اور بخشش کرنی اور داخل ہے اس میں کھانا کھلانا اور مہمان کا اکرام کرنا اور روزہ رکھنا فرض ہو یا نفل اور حج اور عمرہ اسی طرح اور طواف اور اعتکاف اور تلاش کرنا شب قدر کا اور دین لے کر بھاگنا اور داخل ہے اس میں ہجرت کرنی اور شرک سے بیزار ہونا اور پورا کرنا نذر کا اور تحری ایمان میں یعنی قسموں میں اور ادا کرنا کفاروں کا اور ان میں بعض وہ ہیں جو متعلق ہیں ساتھ اتباع کے اور وہ چھ خصلتیں ہیں تعفف ساتھ نکاح کے اور قائم ہونا ساتھ حقوق عیال کے اور نیکی کرنی ساتھ ماں باپ کے اور اس میں پرہیز کرنا عقوق کا ہے اور پرورش اولاد کی اور سلوک کرنا قرابت والوں کا اور فرمانبرداری حاکموں کی اور رفق ساتھ غلاموں کے اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو متعلق ہیں ساتھ عام لوگوں کے اور وہ سترہ خصلتیں ہیں قائم ہونا سرداری میں ساتھ عدل کے اور متابعت جماعت کی اور اطاعت اولی الامر کی اور لوگوں میں صلح کرانی اور داخل ہے اس میں لڑنا باغیوں سے اور مدد کرنا نیک کام پر اور داخل ہے اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور قائم کرنا حدوں کا اور جہاد اور اس میں داخل ہے اسلام کی سرحد پر چوکیداری کرنی اور ادا کرنا امانت کا اور اس میں سے ادا کرنا خمس کا اور قرض کا ساتھ پورا دینے اس کے اور اکرام جار کا اور حسن معاملہ اور اس میں جمع کرنا مال کا ہے حلال سے اور خرچ کرنا مال کا اپنی جگہ میں اور اس سے ترک کرنا اسراف کا ہے یعنی بیجا خرچ کرنا مال کا اور سلام کا جواب دینا اور چھینکنے والے کا جواب دینا اور دور کرنا تکلیف دینے والی چیز کا لوگوں سے اور پرہیز کرنا کھیل سے اور ہٹانا تکلیف دینے والی چیز کا راہ سے پس یہ نناویں خصلتیں ہیں اور ممکن ہے گننا ان کا اناسی خصلتیں باعتبار افراد اس چیز کے کہ جوڑی گئی ہے بعض اس کے ساتھ بعض کے مذکورات سے۔

فائدہ: مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ سب شاخوں سے اعلیٰ شاخ لا اله الا الله ہے اور سب سے ادنیٰ ہٹانا تکلیف دینے والی چیز کا راہ سے اور اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ ان شاخوں کے مرتبے جدا جدا ہیں کسی کا مرتبہ زیادہ ہے کسی کا کم۔ (فتح)

بَابُ الْمُسْلِمِ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ.

باب ہے اس بیان میں کہ مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچیں۔

٩۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ وَإِسْمَاعِيْلَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ هُوَ ابْنُ أَبِيْ هِنْدٍ عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ عَبْدُالْأَعْلٰى عَنْ دَاوُدَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٩۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان لوگ بچیں اور افضل ہجرت کرنے والا وہ ہے جو اس چیز کو چھوڑ دے جس سے اللہ نے منع کیا ہے۔

فائدہ: یعنی منہ سے نہ کسی کی غیبت کرے نہ گالی دے اور نہ ہاتھ سے کسی کو ناحق ستائے نہ چرائے اور ہجرت اس کو کہتے ہیں کہ مسلمان کفر کا ملک چھوڑ کر اسلام کے ملک میں جا رہے سو فرمایا کہ عمدہ ہجرت وہ ہے جو گناہ سے ہجرت کرے اور مسلمان سے یہاں مومن مراد ہے پس مطابقت اس حدیث کی کتاب الایمان سے ظاہر ہے یہ جو کہا المسلم تو الف لام واسطے کمال کے ہے یعنی مسلمان کامل وہ ہے الخ اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے یہ مستلزم جو خاص اسی کے ساتھ موصوف ہو وہ کامل ہوا اور جواب یہ ہے کہ مراد ساتھ اس کے ہمراہ باقی ارکان کی ہے خطابی نے کہا کہ مراد افضل مسلمین سے وہ ہے جو جمع کرے ساتھ ادا کرنے حقوق اللہ کے اور کرنے حقوق العباد سے اور اثبات اسم شی کا اوپر معنی اثابت کمال کے واسطے اُس کے مشہور ہے ان کی کلام میں اور احتمال ہے کہ ہو مراد ساتھ اس کے یہ کہ بیان کرے نشانی مسلمان کی کہ استدلال کیا جاتا ہے ساتھ اس کے اسلام پر اور وہ سلامت رہنا مسلمانوں کا ہے اس

کے ہاتھ اور زبان سے جیسے کہ مذکور ہے مثل اس کی منافق کی علامت میں اور احتمال ہے کہ ہو مراد ساتھ اس کے اشارہ طرف رغبت دلانے کے اوپر معاملے بندے کے ساتھ رب اپنے کے اس واسطے کہ جب وہ اپنے بھائی مسلمانوں سے اچھا معاملہ کرے گا تو اولیٰ ہے کہ اپنے رب کا معاملہ اچھا کرے یہ تنبیہ ہے ساتھ ادنیٰ کے اعلیٰ پر۔

تنبیہ: ذکر مسلمانوں کا اس جگہ باعتبار غالب عادت کے ہے اس واسطے کہ محافظت مسلمان کی اوپر بار رکھنے ایذا کے اپنے بھائی مسلمان سے اس کی بہت تاکید ہے یا اس واسطے کہ کافر درپے اس کے ہیں کہ ان سے لڑائی کی جائے اگرچہ ان میں وہ شخص ہے جس سے ایذا دینے والی چیز کا ہٹانا واجب ہے اور زبان کو اس واسطے خاص کیا کہ وہ بیان کرنے والی ہے دل کی بات کو اور اسی طرح ہاتھ ہے اس واسطے کہ اکثر فعل ہاتھ سے ہی ہوتے ہیں اور حدیث عام ہے بہ نسبت زبان کے سوائے ہاتھ کے اس واسطے کہ زبان ممکن ہے اس کو قول ماضین میں اور موجودین میں اور حادثین میں بعد اس کے برخلاف ہاتھ کے ہاں ممکن ہے کہ مشارک ہو زبان کو اس میں ساتھ کتابت کے اور یہ کہ البتہ اثر اس کا اس میں بڑا ہے اور مستثنیٰ کیا جاتا ہے اس سے استعمال کرنا ضرب کا ساتھ ہاتھ کے بیچ اقامت حدوں اور تعزیروں کے اوپر مسلمان کے جو اس کا مستحق ہے اور بیچ تعبیر کرنے کے ساتھ زبان کے سوائے قول کے نکتہ ہے پس داخل ہوگا جو نکالے اپنی زبان بطور ٹھٹھا کرنے کے اور بیچ ذکر ہاتھ کے سوائے اور اعضاء کے نکتہ ہے پس داخل ہوگا ہاتھ معنوی مانند غالب ہونے کے اوپر حق غیر کے ناحق اور یہ جو کہا کہ مہاجر وہ ہے جو اس چیز کو چھوڑے جس سے اللہ نے منع کیا ہے تو یہ ہجرت دو قسم ہے ایک ظاہر اور ایک باطن پس باطن ترک کرنا اس چیز کا ہے کہ بلائے طرف اس کی نفس امارہ بالسوء اور شیطان اور ظاہر بھاگنا ہے دین لے کر فتنوں سے اور تھے مہاجرین خطاب کیے گئے ساتھ اس کے تاکہ نہ تکیہ کریں اوپر محض چھوڑنے اپنے وطن کے یہاں تک کہ بجا لائیں اوامر شرع اور اس کے نواہی کو اور احتمال ہے کہ ہو حکم اس امر کا بعد موقوف ہونے ہجرت کے جب کہ مکہ فتح ہوا واسطے خوش کرنے دل ان لوگوں کے جنہوں نے ہجرت کو نہیں پایا بلکہ حقیقت ہجرت کی حاصل ہوتی ہے واسطے اس شخص کے جو چھوڑے اس چیز کو جس سے اللہ نے منع کیا ہے۔ (فتح)

بَابٌ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ.

باب ہے اس بیان میں کہ کون سا اسلام افضل ہے؟

١٠۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقُرَشِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ

١٠۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! کون اسلام افضل ہے؟ فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچیں اور سلامت رہیں۔

قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ.

فائدہ: یہ جو کہا کہ کون اسلام افضل ہے تو مراد یہ ہے کہ کون مسلمان افضل ہے اور جب ثابت ہوا کہ بعض خصلتیں مسلمانوں کے متعلق ہیں ساتھ اسلام کے افضل ہیں بعض خصلتوں سے تو حاصل ہوئی مراد مصنف کی ساتھ قبول کرنے زیادتی اور نقصان کے پس ظاہر ہوگئی مناسبت اس حدیث کی اور پہلی حدیث کے ساتھ ماقبل کے گننے امور ایمان کے سے اس واسطے کے ایمان اور اسلام اُس کے نزدیک ایک ہے۔(فتح)

بَابُ إِطْعَامِ الطَّعَامِ مِنَ الْإِسْلَامِ. باب ہے اس بیان میں کہ کھانا کھلانا اِسلام سے ہے۔

فائدہ: یعنی ایمان کی خصلتوں سے اور جب کہ استدلال کیا بخاری نے اوپر گھٹنے اور بڑھنے ایمان کے ساتھ حدیث شاخوں کے تو تلاش کیا اس نے جو وارد ہوا ہے قرآن میں اور صحیح حدیثوں میں اُن کے بیان میں پس وارد کیا ہے ان کو ان بابوں میں ظاہر اور اشارے سے اور باب باندھا اس نے اس جگہ ساتھ اطعام الطعام کے اور یہ نہ کہا اَیُّ سِلَامٍ خَیْرٌ جیسے پہلے کہا تو واسطے اشعار کے ساتھ اختلاف دونوں مقاموں کے اور متعدد ہونے سوال کے اور اس حدیث میں کہا کہ کون خیر ہے اور پہلی حدیث میں کہا کہ کون سا اسلام افضل ہے اور پہلی حدیث میں مراد اسلام سے مسلمان ہے اور اس حدیث میں اسلام سے اسلام کی خصلتیں مراد ہیں اور میں نے پہلی حدیث میں فضیلتیں مقدر نہیں کیں واسطے بھاگنے کے کثرت حذف سے یعنی اس میں بہت کلام مقدر کرنا پڑتا ہے اور نیز پس جدا جدا مقدر کرنا شامل ہے اس شخص کے جواب کو جو سوال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دونوں سوال کے معنی ایک ہیں اور جواب مختلف ہے سو کہا جاتا ہے یعنی اس کے جواب میں کہ جب تو ان دونوں تقریروں کے درمیان لحاظ کرے تو ظاہر ہوتا ہے فرق اور ممکن ہے توفیق کہ وہ ایک دوسرے کو لازم ہیں اس واسطے کہ کھلانا مستلزم ہے واسطے سلامت رہنے کے ہاتھ سے اور سلام واسطے سلامت رہنے کے زبان سے قالہ الکرمانی اور احتمال ہے کہ مختلف ہوا ہو جواب واسطے مختلف ہونے سوال کے افضلیت سے اگر لحاظ کیا جائے درمیان لفظ افضل اور اخیرؔ کے فرق اور تقدیر ایک ہونے سوال کے پس جواب مشہور ہے اور وہ حمل کرنا ہے اوپر مختلف ہونے سوال کرنے والوں یا سننے والوں کے پس ممکن ہے کہ مراد پہلے جواب میں ڈرانا ہو اس شخص کا جس کے ہاتھ یا زبان سے ایذا کا خوف ہو پس ارشاد کیا طرف روکنے کی اور دوسرے میں ترغیب اس شخص کی کہ اس سے فائدہ عام کی امید ہو فعل سے یا قول سے پس ارشاد کیا طرف اُس کی اور خاص کیا ان دونوں خصلتوں کو ساتھ ذکر کے اس واسطے کہ اس وقت میں ان دونوں کی حاجت تھی واسطے اس چیز کے کہ تھی اس میں مشقت سے اور واسطے تالیف قلوب کے اور دلالت کرنا ہے اس پر کہ جب حضرت ﷺ مدینے میں تشریف لائے تو پہلے پہل آپ نے اس کی ترغیب دی اور ذکر کیا کھلانے کو تا کہ داخل ہو اس میں ضیافت وغیرہ اور یہ جو کہا کہ جس کو نہ پہچانے یعنی نہ خاص کر کسی کو تکبر سے بلکہ واسطے تعظیم نشانی اسلام کے اور واسطے رعایت برادری مسلمان کے پس اگر

کوئی کہے کہ لفظ عام ہے پس داخل ہوگا اس میں کافر اور منافق اور فاسق اور جواب یہ ہے کہ وہ خاص کیا گیا ہے ساتھ اور دلیلوں کے یا نہی متاخر ہے اور تھا یہ پہلے عام واسطے مصلحت تالیف کے اور لیکن جس میں شک ہو پس اصل باقی رہنا ہے عموم پر یہاں تک کہ مخصوص ثابت ہو۔ (فتح)

١١ ۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ.

١١۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تحقیق ایک مرد نے سوال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کی کون خصلت بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو کھانا کھلائے اور سلام کرے اس کو جس کو تو پہچانے اور جس کو نہ پہچانے۔

بَابٌ مِنَ الْإِيْمَانِ أَنْ يُّحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ.

باب ہے اس بیان میں کہ ایمان سے یہ بات ہے کہ اپنے بھائی کے واسطے وہی چیز دوست رکھے جس کو اپنے نفس کے واسطے دوست رکھتا ہے۔

١٢ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ.

١٢۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایک آدمی تم میں سے ایماندار نہیں ہوگا یہاں تک کہ اپنے بھائی مسلمان کے واسطے وہی بات پسند کرے جس کو اپنی جان کے واسطے پسند کرتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں حق اسلام کا بیان ہے یعنی جیسے اپنی جان کو بلا اور مصیبت سے بچاتا ہے ویسے ہی دوسرے بھائی مسلمان کو بھی بچائے اور جو بہتری اپنے واسطے چاہتا ہے ویسے ہی دوسرے کے واسطے بھی چاہے اور مناسبت اس باب کی کتاب الایمان سے ظاہر ہے بوجہ شامل ہونے دونوں کے اوپر ذکر ایمان کے ایک روایت میں ہے کہ یہاں تک کہ اپنے بھائی مسلمان کے واسطے وہی چاہے جس کو اپنی جان کے واسطے چاہتا ہے خیر سے پس بیان کی مراد ساتھ بھائی ہونے کے اور معین کی جہت حب کی اور یہ جو کہا کہ نہیں ایماندار ہوگا یعنی جو ایمان کا دعویٰ کرے اور مراد ساتھ نفی کے کمال ایمان کی نفی ہے اور نفی اسم شی کی اوپر معنی نفی کمال کے اس سے مشہور ہے ان کی کلام میں اور اگر کہا جائے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ جس کے واسطے یہ خصلت حاصل ہو وہ ایماندار کامل ہوا گرچہ باقی ارکان ادا نہ

کرے تو جواب یہ ہے کہ یہ حدیث بطورِ مبالغہ کے وارد ہوئی ہے یا مسلمان بھائی جو کہا تو اس سے مستفاد ہوتا ہے
ملاحظہ باقی صفات مسلمان کی کا اور ابن حبان نے اپنی روایت میں تصریح کی ہے ساتھ مراد کے اور اس کے لفظ یہ ہیں
کہ نہیں پہنچتا بندہ ایمان کی حقیقت کو الخ اور معنی حقیقت کے اس جگہ کمال کے ہیں واسطے ضرور ہونے اس بات کہ کہ
جو اس صفت کے ساتھ متصف نہ ہو وہ کافر نہیں ہوتا اور ساتھ اس کے تمام ہوگا استدلال بخاری کا اس پر کہ ایمان
متفاوت ہے یعنی جدا جدا ہے اور یہ کہ یہ حقیقت ایمان کی شاخوں سے ہے اور وہ داخل ہے تواضع میں جیسا کہ ہم
تقریر کریں گے اور جو کلمہ جامع ہے عام ہے بندگیوں کو اور مباح چیزوں دنیاوی اور اُخروی کو اور خارج ہوں گی منع
چیزیں اس واسطے کہ خیر کا نام ان کو شامل نہیں اور محبت ارادہ اس چیز کا ہے کہ اعتقاد کرے اس کو خیر۔ نووی نے کہا کہ
محبت میل کرتی ہے طرف اس چیز کی کہ موافق ہو محبّ کی اور محبت کبھی حواس سے ہوتی ہے مانند حسن صورت کی اور کبھی
فعل کے ساتھ ہوتی ہے یا تو اس کی ذات کے واسطے مانند فضل اور کمال کے یا اس کے احسان کے واسطے مانند جلب
نفع کی اور دفع ضرر کی اور مراد ساتھ مائل کے اس جگہ اختیاری ہے نہ اضطراری اور نیز مراد یہ ہے کہ چاہے اپنے بھائی
کے واسطے نظیر اس چیز کی کہ حاصل ہوئی ہے واسطے اُس کے ذات اس کی برابر ہے کہ امورِ محسوسہ میں ہو یا معنوی میں
اور نہیں مراد یہ کہ حاصل ہو واسطے اس کے بھائی کے جو اس کے واسطے حاصل ہوا نہ ساتھ مسلوب ہونے کے اس سے
اور نہ ساتھ باقی رہنے اس کے بعینہ واسطے اُس کے اس واسطے کہ قیام ایک جوہر ہو ایک عرض کا دو محل میں محال ہے۔

فائدہ: کرمانی نے کہا اور نیز ایمان سے ہے یہ کہ دشمن رکھے اپنے بھائی کے واسطے جس کو اپنی جان کے واسطے دشمن
رکھتا ہے بدی سے اور نہیں ذکر کیا حضرت ﷺ نے اس کو اس واسطے کہ حب شئے کی مستلزم ہے اس کی نقیض کے بغض کو
پس ترک کیا صریح بیان کرنا واسطے اکتفا کرنے کے۔ (فتح)

بَابٌ حُبُّ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاِيْمَانِ.

باب محبت رسول اللہ ﷺ کی ایمان سے ہے۔

فائدہ: لام اس میں عہد کے واسطے ہے اور مراد اس سے ہمارے حضرت ﷺ ہیں آپ کے اس قول کے قرینے سے
یہاں تک کہ میں محبوب تر ہوں اور اگرچہ محبت تمام رسولوں کی ایمان سے ہے لیکن محبوب تر ہونا خاص ہے ساتھ
ہمارے حضرت ﷺ کے۔

۱۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ

۱۳۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قابو میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی ایماندار نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ سے اور اس کے بیٹے سے زیادہ تر

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ. پیارا نہ ہو جاؤں۔

فائدہ: یعنی جب میری رضامندی کو اپنے باپ اور بیٹے کی رضامندی پر مقدم رکھے تب ایماندار بنے گا اور باپ اور بیٹے کو اس واسطے خاص کیا کہ آدمی کے نزدیک غالبًا یہ دونوں تمام خلقت سے عزیز ہوتے ہیں اور عزیز ہوتے ہیں عاقل پر اہل اور مال سے بلکہ اکثر اوقات اس کی جان سے بھی ہوتے ہیں اور اسی واسطے نفس بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور نہیں ہوا اور کیا والد کے لفظ میں ماں بھی داخل ہے یا نہیں سو اگر والد سے مراد یہ ہو کہ والد اس کو کہتے ہیں جس کے واسطے اولاد ہو تو عام ہے اور ماں بھی اس میں داخل ہے یا کہا جائے گا کہ اکتفا کیا ساتھ اس کے دونوں میں سے اور ہو گا ذکر والد کا بطور تمثیل کے اور مراد عزیز لوگ ہیں گویا کہ فرمایا کہ یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے عزیزوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں اور ذکر ناس کا بعد والد او رولد کے عطف عام کا ہے خاص پر اور یہ بہت ہے اور مقدم کیا والد کو ایک روایت میں واسطے مقدم ہونے اُس کے کی ساتھ زمانے اور اجلال کے اور مقدم کیا ولد کو دوسری روایت میں ہے واسطے زیادہ شفقت کے اور کیا جان بھی عموم الناس میں داخل ہے ظاہر داخل ہونا اس کا ہے اور مراد اس جگہ محبت اختیاری ہے نہ طبعی یہ مراد نہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعظم ہونے کا اعتبار کرے اس واسطے کہ اعظم جاننا محبت کو مستلزم نہیں کہ کبھی آدمی کے دل میں ایک شخص کی عظمت ہوتی ہے اور اس کی محبت نہیں ہوتی اور محبت مذکور کی نشانی یہ ہے کہ پیش کیا جائے مرد پر اگر مختار کیا جائے درمیان گم کرنے غرض کے اس کے اغراض سے یا گم کرنے دیدار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر ممکن ہو پس اگر ہو کم کرنا دیدار کا سخت تر اس کی غرض کے فوت ہونے سے تو تحقیق موصوف ہوا وہ ساتھ احبیت مذکورہ کے اور جو نہ ہو سو نہیں اور نہیں یہ بند موجود ہونے اور نہ ہونے میں بلکہ حاصل ہوتی ہے مثل اس کی آپ کی سنت کی نصرت میں اور دور کرنے عیب کے آپ کی شریعت سے اور اکھاڑنے اس کے مخالف کے اور داخل ہے اس میں نیک بات کا بتلانا اور برے کام سے روکنا اور اس حدیث میں اشارہ ہے طرف فضیلت فکر کرنے کی پس تحقیق احبیت مذکور پہچانی جاتی ہے ساتھ اس کے اور یہ اس واسطے کہ انسان کے نزدیک یا اپنی جان محبوب ہے یا غیر اس کا لیکن جان اُس کی وہ یہ ہے کہ چاہے باقی رہنے اس کے کو سالم آفتوں سے یہ ہے وہ حقیقت مطلوب کی اور لیکن غیر اس کا پس جب تحقیق کیا جائے امر بیچ اس کے تو وہ بسبب حاصل کرنے کسی نفع کے ہے کسی وجہ سے مال میں یا عاقبت میں پھر غور کرے اس نفع میں جو حاصل ہے اس کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جہت سے جس نے نکالا اس کو کفر کے اندھیرے سے ایمان کی روشنی کی طرف یا تو ساتھ مباشرت کے اور یا بسبب معلوم کرنے کے کہ وہ سبب ہے اس کی جان کے باقی رہنے کا جو تھا دائمی ہے ہمیشہ کی نعمتوں میں اور معلوم کرے کہ اس کا نفع سب قسم کے نفعوں سے اعظم ہے تو مستحق ہے کہ واسطے اُس کے یہ کہ اس کی محبت زیادہ ہو اس کے غیر کی محبت سے اس واسطے کہ جو نفع محبت کو اٹھاتا ہے حاصل ہے اس سے اکثر

غیر سے لیکن لوگ اس میں متفاوت ہیں باعتبار یاد داشت اس کی کے اور غافل ہونے کے اس سے اور نہیں شک اس میں کہ اصحاب کا حصہ اس معنی سے پورا ہے اس واسطےکہ یہ ثمرہ ہے معرفت کا اور وہ عالم تر ہیں ساتھ اس کے اور اللہ ہے توفیق دینے والا۔ قرطبی نے کہا کہ جو حضرت ﷺ کے ساتھ صحیح ایمان لایا وہ محبت راجح سے خالی نہیں ہوتا کچھ نہ کچھ اس میں اس محبت کا حصہ ہوتا ہے لیکن ایماندار اس میں متفاوت ہیں سو ان میں سے بعض تو وہ ہیں جنہوں نے اس مرتبے سے پورا حصہ لیا اور بعض وہ ہیں جنہوں نے ادنیٰ حصہ لیا مانند اس شخص کی کہ ہو غرق خواہش میں چھپا ہوا غفلات عقلات میں اکثر اوقات میں لیکن بہت لوگوں کا ان میں سے یہ حال ہے کہ جب اُن کے پاس حضرت ﷺ کا ذکر ہو تو آپ کے دیدار کے مشتاق ہوتے ہیں بایں طور کہ مقدم کرتے ہیں اس محبت کو اپنے اہل پر اور اولاد پر اور مال پر اور خرچ کرتے ہیں اپنی جان کو بڑے امروں میں اور پاتا ہے اپنے نفس سے وجدان نہیں ہے اس میں تردد اور مشاہدہ کیا گیا ہے اس قسم محبت کا اس شخص سے جو مقدم کرتا ہے آپ کی قبر کی زیارت کو اور آپ کی ٹھہرنے کی جگہوں کی زیارت کو اوپر تمام ان چیزوں کی کہ مذکور ہیں واسطے اس چیز کی کہ قرار پکڑا ہے ان کے دلوں میں آپ کی محبت سے لیکن یہ پے در پے غفلتوں کے آنے سے جلدی دور ہو جاتی ہے واللہ المستعان۔ (فتح)

١٤ ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.

۱۴۔ ترجمہ وہی ہے جو اوپر گزرا مگر اس میں اتنا ہے اور تمام آدمیوں سے زیادہ تر پیارا نہ ہو جاؤں۔

بَابُ حَلَاوَةِ الْاِيْمَانِ. باب ہے بیان میں شیرینی اور لذت ایمان کے۔

فائدہ: اور مقصود بخاری کا یہ ہے کہ شیرینی ایمان کے ثمروں سے ہے اور حب مقدم کیا کہ رسول کی محبت ایمان سے ہے تو اس کے پیچھے وہ چیز لایا کہ اس کی شیرینی کو پائے۔

١٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

۱۵۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تین خصلتیں ہیں کہ جس میں وہ ہوں گی وہ ایمان کی شیرینی کا مزہ پائے گا ایک وہ شخص جس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول تمام

عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ أَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ إِلَّا لِلّٰهِ وَأَنْ يَّكْرَهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ.

عالم سے زیادہ تر پیارا ہو دوسرا یہ کہ محبت کرے مرد سے اس طرح کہ نہ چاہتا ہو اُس کو مگر اللہ ہی کے واسطے (یعنی محبت دنیا کی کسی غرض سے نہیں) تیسری یہ کہ برا جانے کفر میں پھر پلٹ جانے کو بعد اس کے کہ اللہ نے اُس کو کفر سے نکالا جیسے اس کو برا لگتا ہے آگ میں ڈالا جانا (یعنی کفر) سے ایسا ڈر ہے جیسا آگ سے ڈرتا ہے۔

فائدہ: تمام عالم میں سے اللہ اور رسول کے ساتھ زیادہ محبت رکھنے کا یہ نشان ہے کہ اللہ اور رسول کی رضامندی کو سب کی رضامندی پر مقدم رکھے خلاف شرع کام میں کسی کی رعایت نہ کرے خواہ پیر ہو یا استاذ یعنی رسول اللہ ﷺ کی حدیث صحیح کے ہوتے ہوئے کسی کی کلام کو نہ مانے خواہ کیسا ہی بڑا عالم یا امام مجتہد ہو اور یہ جو کہا کہ جس میں وہ ہوں گی وہ ایمان کی شیرینی کا مزہ پائے گا تو اس میں اشارہ ہے طرف قصے بیمار اور تندرست کی اس واسطے کہ صفراوی بیمار کو شہد کا مزہ کڑوا معلوم ہوتا ہے اور تندرست اس کی اصلی شیرینی پاتا ہے اور جوں جوں اس کی محبت کم ہوتی ہے توں توں اس کی شیرینی بھی کم ہوتی جاتی ہے پس ہوگا یہ استعارہ واضح تر دلیل جو قوی کرتی ہے بخاری کے استدلال کو اوپر بڑھنے اور گھٹنے ایمان کے اور کہا شیخ ابو محمد ابی جمرہ نے کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تعبیر کیا ساتھ شیرینی کے اس واسطے کہ تشبیہ دی ہے اللہ نے ایمان کو ساتھ درخت کے اس آیت میں ﴿مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ﴾ پس کلمہ وہ کلمہ اخلاص کا ہے اور درخت اصل ایمان کا ہے اور اس کی شاخیں پیروی امر کی اور باز رہنا منع کام سے اور اس کے پتے وہ چیز ہیں کہ قصد کرتا ہے ساتھ اس کے ایماندار خیر سے اور اس کا میوہ عمل کرنا بندگیوں کا ہے اور اس کی شیرینی پختہ ہونا میوے کا ہے اور نہایت کمال اس کے کی منتہی ہونا اس کی پختگی کا ہے اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگی شیرینی اُس کی اور یہ جو کہا کہ میں اس کے نزدیک محبوب تر ہوں تو بیضاوی نے کہا کہ مراد ساتھ حب کے اس جگہ حب عقلی ہے کہ وہ اٹھانا ہے اس چیز کا کہ تقاضا کرے عقل سلیم اس کی راجح ہونے کو اگرچہ خواہش نفس کی مخالف ہو مانند بیمار کی کہ کراہت کرتا ہے دوا سے ساتھ طبع اپنی کے سو اس سے نفرت کرتا ہے اور میل کرتا ہے طرف اس کی ساتھ مقتضی عقل اپنے کے تو خواہش کرتا ہے اس کے کھانے کی پس جب آدمی غور کرے کہ شارع نہیں حکم کرتا اور نہیں منع کرتا مگر ساتھ اس چیز کے کہ اس میں بھلائی ہے دنیاوی اور اُخروی اور عقل حکم کرتی ہے اس جانب کی راجح ہونے کو تو اس کے حکم کو بجالائے اس طور سے کہ اس کی خواہش امر شارع کے تابع ہو اور لذت پائے ساتھ اس کے لذت عقلی اس واسطے کہ لذت عقلی ادارک اس چیز کا ہے کہ وہ کمال اور بہتر ہے من حیث ھو کذالك اور تعبیر کی ہے شارع نے اس حالت سے ساتھ شیرینی کے اس واسطے کہ وہ ظاہر ہے محسوس لذتوں سے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ٹھہرائے گئے تینوں

امر عنوان واسطے کمال ایمان کے اس طور سے کہ آدمی جب غور کرے کہ نعمت دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے درحقیقت اس کے سوا کوئی انعام کرنے والا ہے اور نہ کوئی منع کرنے والا اور یہ کہ جو اس کے سوا ہے سب وسیلے ہیں اور یہ کہ رسول ہی اپنے رب کی مراد کو ظاہر کرتے ہیں تو اس نے چاہا کہ آدمی بالکل اس کی طرف متوجہ ہو پس نہ چاہے مگر اس چیز کو جس کو وہ چاہے اور نہ محبت رکھے کسی آدمی سے مگر اس واسطے اور یقین جانے کہ اس کا وعدہ وعید سب حق ہے اور خیال کرے موعود کو مانند واقع کی پس گمان کرے کہ ذکر کی مجلسیں بہشت کے باغ ہیں اور یہ کہ کفر کی طرف پلٹ جانا دوزخ میں پڑنا ہے اور شاہد اس حدیث کی قرآن سے یہ آیت ہے ﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ﴾ الی ان قال ﴿اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ پھر اس پر جھڑکا اور عذاب کا وعدہ دیا سو فرمایا ﴿فَتَرَبَّصُوْا﴾ ۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے طرف مزین ہونے کے ساتھ فضائل کے اور خالی ہونے کے رذائل سے اور اس میں دلیل ہے کہ نہیں ڈر ہے ساتھ اس تثنیہ کے یعنی اللہ اور رسول کو ایک ضمیر میں جمع کرنا اور لیکن جو حضرت ﷺ نے خطبہ پڑھنے والے کو فرمایا یعنی جس نے کہا تھا **ومن یعصمھا بئس الخطیب انت** یعنی تو برا خطیب ہے تو یہ اس قسم سے نہیں اس واسطے کہ مراد خطبوں میں واضح کرنا ہوتا ہے اور لیکن اس جگہ مراد ایجاز ہے لفظ میں تاکہ یاد رہے اور اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ خطبہ نکاح کی حدیث میں بھی اسی طرح واقع ہوا ہے اور جواب یہ ہے کہ مقصود خطبہ نکاح میں بھی ایجاز اور اقتصار ہے یعنی کلام کو چھوٹا کرنا اور اس کے اور بھی کئی جواب ہیں اور سب جوابوں میں سے عمدہ جواب بیچ تطبیق قصے خطیب کے اور حدیث باب کے یہ ہے کہ تثنیہ لانا ضمیر کا اس جگہ واسطے اشارے کے ہے طرف اس کی کہ معتبر و مجموع مرکب ہے دونوں محبتوں سے نہ ہر ایک دونوں میں سے پس تحقیق ایک تنہا دونوں میں سے بیکار ہے جب کہ نہ پیوند ہو ایک ساتھ دوسرے کے سو جو اللہ کی محبت کا مثلاً دعویٰ کرے اور اس کے رسول سے محبت نہ رکھے تو اس کو یہ فائدہ نہیں دیتی اور اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے قول اللہ تعالیٰ کا ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ پس واقع کی متابعت اس کے درمیان دونوں طرف محبت عباد اور محبت اللہ کے اور لیکن حکم کرنا خطیب کو ساتھ افراد کے پس اس واسطے کہ دونوں گناہوں میں سے ہر ایک مستقل ہے ساتھ لازم پکڑنے غوایت کے اس واسطے کہ عطف بیچ تقدیر تکریر کے ہے اور اصل یہ ہے کہ دونوں معطوفوں سے ہر ایک مستقل ہوتا ہے حکم میں ۔ (فتح)

بَابُ عَلَامَةِ الْإِيْمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ.

باب ہے اس بیان میں کہ انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔

١٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

١٦۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا پتہ ایمان کا انصار کی محبت ہے اور پتہ نفاق کا انصار سے دشمنی رکھنا ہے۔

وَسَلَّمَ قَالَ اٰیَةُ الْاِیْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ
وَاٰیَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ.

فائدہ: جب پہلی حدیث میں ذکر کیا کہ صرف اللہ نبی کے واسطے اس سے محبت رکھے تو اس کے پیچھے وہ چیز لایا جو اشارہ کرے طرف اس کی کہ انصار کی محبت بھی اسی طرح ہے اس واسطے کہ محبت اس کی جو اُن سے محبت رکھے باعتبار اس وصف کے اور وہ نصرت ہے صرف اللہ ہی کے واسطے ہے اور بھی اگر چہ داخل ہے بیچ عموم قول آپ کے کہ نہ محبت رکھے اس سے مگر اللہ ہی کے واسطے لیکن ان کو خاص کر ذکر کرنا دلیل عنایت کی ہے اور اگر کوئی کہے کہ یہ حدیث چاہتی ہے کہ اس کو کہ ایمان انصار کی محبت میں بند ہے یعنی ایمان صرف اسی کا نام ہے کہ انصار سے محبت رکھے اور حالانکہ واقع میں اس طرح نہیں تو جواب یہ ہے کہ علامت مانند خاصہ کی ہے مطرد ہوتی ہے اور منعکس نہیں ہوتی اور بر تقدیر تسلیم حصر کے ہم کہتے ہیں کہ یہ حقیقی حصر نہیں بلکہ ادعائی حصر ہے واسطے مبالغہ کے یا مانا کہ حصر حقیقی ہے لیکن وہ خاص ہے ساتھ اس شخص کے جو دشمنی رکھے اُن سے مدد کرنے کے اعتبار سے یعنی اس اعتبار سے کہ انہوں نے حضرت ﷺ کی مددگیوں کی اور اگر کوئی کہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ **لَا یُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ** یعنی نہیں محبت رکھتا اُن سے مگر ایماندار تو یہ حدیث بھی حصر کو چاہتی ہے تو جواب یہ ہے کہ غایت الامر اس کے معنی یہ ہیں کہ نہیں واقع ہوتی محبت انصار کی مگر واسطے ایماندار کے اور نہیں اس میں نفی ایمان کی اس شخص سے کہ نہ واقع ہو اس سے یہ بلکہ اس میں ہے کہ مومن کا غیر ان سے دوستی نہیں رکھتا پھر اگر کوئی کہے کہ بنا بر شق ثانی کے جو اُن سے دشمنی رکھے کیا وہ منافق ہوگا اگر چہ وہ تصدیق کرے اور اقرار کرے تو جواب یہ ہے کہ ظاہر لفظ سے یہی معلوم ہوتا ہے لیکن یہ مراد نہیں پس محمول کیا جائے گا اوپر قید کرنے دشمنی کے ساتھ جہت کے سو جو ان کے ساتھ دشمنی رکھے اس صفت کی جہت سے اور وہ صفت یہ ہے کہ انہوں نے حضرت ﷺ کی مدد کی تو اثر کرے گا یہ اُس کی تصدیق میں پس صحیح ہوگا یہ کہنا کہ وہ منافق ہے اور احتمال ہے کہ کہا جائے کہ مراد اس سے جھڑک اور ڈرانا ہے پس نہیں مراد ہے ظاہر اُس کا اسی واسطے نہیں مقابلہ کیا گیا ایمان ساتھ کفر کے جو اس کی ضد ہے بلکہ مقابلہ کیا گیا ہے اُس کا ساتھ نفاق کے واسطے اشارت کرنے کے طرف ترغیب اور ترہیب کی اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مخاطب ساتھ اس کے وہ شخص ہے جو ایمان ظاہر کرے اور اوپر جو صریح کافر ہے تو وہ مخاطب نہیں اس واسطے کہ وہ مرتکب ہے اس چیز کا جو اس سے سخت تر ہے یعنی کفر کا اور انصار جمع ہے ناصر کی اور لام اس میں واسطے عہد کے ہے یعنی انصار حضرت ﷺ کے جنہوں نے آپ کو جگہ دی اور آپ کی مدد کی اور مراد ساتھ اُن کے اوس اور خزرج ہیں اور اس سے پہلے انکا نام بنی قیلہ مشہور تھا حضرت ﷺ نے ان کا نام انصار رکھا پھر یہی ان کا نام ہو گیا اور ان کی اولاد اُن کے ہم قسموں اور غلاموں پر بھی یہی نام بولا گیا اور خاص کیے گئے ساتھ اس فضیلت عظیم کے واسطے اس چیز کے کہ ظاہر ہوئے اور بہرہ یاب ہوئے ساتھ اس کے کہ حضرت ﷺ

کواور آپ کے ساتھ والوں کو جگہ دی اور اُن کے امر کے ساتھ قائم ہوئے اور سلوک کیا ساتھ اُن کے اپنی جانوں اور مالوں سے اور مقدم کیا ان کو بہت کاموں میں جانوں پر پس ہوا یہ کام ان کا سبب دشمنی رکھنے کا اُن سے واسطے تمام قوموں عرب اور عجم کے جو اس وقت موجود تھے اور دشمنی کھینچتی ہے بغض کو پھر ہوئی خصوصیت ان کی سبب حسد کا اور حسد کھینچتا ہے بغض کو اس واسطے آئی تحذیر اُن کے بغض سے اور ترغیب ان کی حب میں یہاں تک کہ یہ ٹھہرائی گئی نشانی ایمان اور نفاق کی واسطے خبر دینے کے ساتھ عظیم ہونے بزرگی ان کی کے واسطے تنبیہ کرنے کے اوپر کریم فعل اُن کے کی اگرچہ ہے وہ شخص جو شریک ہے ان کو ان معنی میں شریک واسطے اُن کے فضیلت مذکور میں ہر ایک اپنے حصے سے اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ﷺ نے علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ نہیں محبت رکھتا تجھ سے مگر ایماندار اور نہیں دشمنی رکھتا تجھ سے مگر منافق اور یہ جاری ہے ساتھ اطراد کے معین اصحاب میں واسطے ثابت ہونے مشترک اکرام کے واسطے اُن کے واسطے اس چیز کے کہ اُن کے لیے ہے عمدہ کوشش سے دین میں صاحب مفہم نے کہا کہ اپر جو لڑائی اُن کے درمیان میں واقع ہوئی ہے پس اگر اُن کے بعض سے بعض کے واسطے دشمنی واقع ہوئی ہے تو یہ غیر اس جہت سے ہے بلکہ واسطے ایک امر عارضی کے ہے جس نے چاہا مخالفت کو اسی واسطے ان میں سے بعض نے بعض کو منافق نہیں کہا اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس میں ان کا حال مجتہدین کی طرح تھا۔ احکام میں کہ مصیب کے واسطے دوہرا ثواب ہے اور چوک جانے والے کے واسطے ایک اجر ہے، واللہ اعلم۔

بَابٌ. یہ باب ہے۔

فائدہ: یہ باب ترجمہ سے خالی ہے اور وہ بجائے فصل کے ہے پہلے باب سے باوجود تعلق اس کے کی ساتھ اس کے جیسے کہ فقہاء کا دستور ہے اور اس کے تعلق کی وجہ یہ ہے کہ جب ذکر کیا انصار کو پہلی حدیث میں تو اشارہ کیا اس میں طرف ابتداء سبب کے کہ انصار کیوں لقب ہوا اس واسطے کہ تھا یہ لقب رات عقبہ کی جب کہ موافق ہوئے وہ ساتھ حضرت ﷺ کے نزدیک پہاڑی منٰی کے حج کے دنوں میں اور اس حدیث کو امام بخاری اپنی اس کتاب میں کئی جگہ لایا ہے اور وارد کیا اُس کو اس جگہ واسطے متعلق ہونے اس کے کی ساتھ ماقبل کے جیسا کہ ہم نے بیان کیا پھر اس کے متن میں وہ چیز ہے کہ متعلق ہے ساتھ بحث ایمان کے دو وجہ اور سے ایک یہ کہ منع چیزوں سے باز رہنا ایمان سے ہے مانند بجالانے امروں کے اور دوسرا یہ کہ وہ بغل گیر ہے رڈ کو اس شخص پر جو کہتا ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا کافر ہے ہمیشہ دوزخ میں ہوگا۔ کماسیاتی تقریرہ انشاء اللہ تعالٰی۔ (فتح)

١٧ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ عَائِذُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ

١٧۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور تھا وہ حاضر ہوا بدر میں اور وہ ایک نقیبوں کا ہے گھاٹی کی رات میں کہ تحقیق حضرت ﷺ نے فرمایا اور تھی گرد آپ کے ایک جماعت صحابہ

الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَهُوَ أَحَدُ النُّقَبَآءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ بَايِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِیْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفٰی مِنْكُمْ فَأَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ فِی الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَهُوَ إِلَی اللّٰهِ إِنْ شَآءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَآءَ عَاقَبَهٗ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰی ذٰلِكَ.

کی کہ بیعت کرو مجھ سے تم لوگ اس بات پر کہ نہ شریک ٹھہراؤ تم ساتھ اللہ کے کسی چیز کو اور نہ چوری کرو اور نہ زنا کرو اور نہ قتل کرو اولاد اپنی کو اور نہ اٹھاؤ بہتان کو جو باندھ لیا تم نے اس کو درمیان ہاتھوں اپنے کے اور پاؤں اپنے کے (یعنی اپنے دلوں سے اس واسطے کہ دل دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ہے) اور نافرمانی نہ کرو نیک کام میں سو جس نے پورا کیا تم میں سے پس ثواب اس کا اللہ پر ہے اور جو پہنچا اس سے کسی چیز کو پس سزا دیا گیا اسی دنیا میں پس وہ کفارہ ہے واسطے اُس کے اور جو پہنچا اس سے کسی چیز کو پھر چھپایا اللہ نے اس کے عیب کو (یعنی دنیا میں ظاہر نہ ہوا) اور حد نہ لگی پس وہ اللہ کے اختیار میں ہے خواہ معاف کر دے خواہ سزا دے پس بیعت کی ہم نے حضرت ﷺ کی ان چیزوں پر۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ گھاٹی کی رات میں وہ نقیب تھے اس کا قصہ اس طور پر ہے کہ آنحضرت ﷺ ہجرت سے پہلے حج کے دنوں میں لوگوں کو دعوت اسلام کی دیا کرتے تھے ایک سال مدینے کے بارہ آدمی حج کو آئے یہ عبادہ بھی انہی میں تھے حضرت ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی انہوں نے اسلام قبول کیا اور مسلمان ہو گئے تب حضرت ﷺ نے ہر ایک کو ان میں سے اپنی اپنی قوم پر سردار مقرر کیا تا کہ اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دیں اور اس باب کو سابق باب سے مناسبت ہے واسطے شامل ہونے اس کے کی اوپر ذکر انصار کے اسی وجہ سے یہ باب ترجمہ سے خالی ہے یہ جو فرمایا کہ مجھ سے بیعت کرو تو مراد بیعت سے معاہدہ ہے یعنی عہد و پیمان نام رکھا گیا ساتھ اس کے واسطے نسبت دینے کے ساتھ معاوضہ مال کے اور یہ جو کہا کہ نہ مار ڈالو اپنی اولاد کو تو اولاد کو اس واسطے خاص کیا کہ وہ قتل ہے اور قطع رحمی پس اس کی نہی کا بہت خیال تھا اس واسطے کہ قتل کرنا ان میں عام تھا اور وہ گاڑ نا زندہ بیٹیوں کا تھا اور قتل کرنا بیٹوں کا واسطے خوف تنگی رزق کے اور خاص کیا ہاتھوں اور پاؤں کو اس واسطے کہ بڑے بڑے کام انہیں دونوں سے واقع ہوتے ہیں اس واسطے کہ یہی عوامل اور حوامل ہیں واسطے مباشرت اور سعی کے اور ابو محمد نے کہا کہ مراد بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ سے وہ گناہ ہیں جو حال میں واقع ہوں اور مراد اَرْجُلِكُمْ سے وہ گناہ ہیں جو آئندہ زمانے میں ہوں اس واسطے کہ چلنا پاؤں کے فعل سے ہے اور معروف وہ چیز ہے کہ پہچانا گیا ہے شارع سے حسن اس کا یعنی خوبی اس کی بطور نہی کے یا امر کے اور نووی نے کہا کہ

احتمال ہے کہ معنی یہ ہوں کہ نہ بے حکمی کرو میری اور نہ کسی حاکم کی معروف میں اور اس کے غیر نے کہا کہ تنبیہ کی ہے ساتھ اس کے اس پر کہ فرمانبرداری مخلوق کی سوائے اس کے کچھ نہیں کہ واجب ہوتی ہے اس چیز میں جس میں اللہ کا گناہ نہ ہو پس وہ لائق ہے ساتھ بچنے کے اللہ کے گناہ میں اور یہ جو کہا کہ اللہ پر واجب ہے تو یہ واسطے مبالغہ کے ہے بیچ تحقیق ہونے وقوع اس کے کی مانند واجب چیزوں کے اور متعین ہے حمل کرنا غیر ظاہر پر واسطے دلیلوں کے جو قائم ہیں اس پر کہ اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں اور اگر کوئی کہے کہ صرف منع چیزوں کو ذکر کیا اور مامور چیزوں کو ذکر نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے تو جواب یہ ہے کہ ان کو بالکل نہیں چھوڑا بلکہ ذکر کیا اس کو بطورِ اجمال کے بیچ قول اپنے کے کہ بے حکمی نہ کرو اس واسطے کہ عصیاں امر کی مخالفت ہے۔ اور حکمت بیچ بیان کرنے منع چیزوں کے سوائے مامور چیزوں کے یہ ہے کہ باز رہنا آسان تر ہے پیدا کرنے فعل کے سے اس واسطے کہ پرہیز کرنا مفاسد سے مقدم ہے اوپر کھینچنے بھلائیوں کے اور خالی ہونا رذیل چیزوں سے پہلی ہے آراستہ ہونے سے ساتھ فضائل کے اور یہ جو کہا کہ وہ اس کے واسطے کفارہ ہے تو نووی نے کہا کہ عموم اس حدیث کا مخصوص ہے ساتھ اس آیت کے ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ﴾ پس مرتد جب کہ قتل کیا جائے اپنے مرتد ہونے پر تو اس کے واسطے قتل کفارہ نہیں ہوگا۔ اور قاضی عیاض نے کہا کہ اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ حدیں کفارہ ہیں اور استدلال کیا ہے انہوں نے ساتھ اس حدیث کے اور بعضوں نے ان میں سے توقف کیا ہے واسطے دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ حدیں اپنے اہل کے واسطے کفارہ ہوتی ہیں یا نہیں لیکن عبادہ کی حدیث صحیح تر ہے اسناد کی وجہ سے اور ممکن ہے تطبیق بایں طور کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے وارد ہوئی ہو پہلے اس سے کہ معلوم کروادے اس کو اللہ پھر اس کے بعد آپ کو معلوم کروایا ہو اور یہ تطبیق حسن ہے لیکن جو بیعت کہ واقع ہوئی ہے عبادہ کی حدیث میں اوپر صفت مذکور کے یہ بیعت عقبہ کی رات واقع نہیں ہوئی بلکہ مراد بایعوا سے یہ ہے کہ عقبہ کی رات انہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اس پر کہ آپ کو جگہ دیں اور آپ کی مدد کریں اور جو اس کے متعلق ہے پھر کہا کہ ہم نے آپ سے بیعت کی یعنی دوسرے وقت میں یعنی بعد فتح مکہ کے اور یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام سے بہت مدت پیچھے واقع ہوئی تھی پس دور ہوا یہ اشکال کہ عبادہ کی یہ حدیث عقبہ کی رات کی ہے یعنی ہجرت سے پہلے کی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہجرت سے سات برس پیچھے اسلام لائے ہیں پس دونوں حدیثوں میں کچھ تعارض نہ رہا اور اس کے بعد کوئی وجہ توقف کی نہیں اس میں کہ حدیں کفارہ ہیں اور ایک روایت میں ہے جو کسی گناہ کو پہنچے اور اس کے بدلے دنیا میں اس سے بدلہ لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کریم تر ہے اس سے کہ آخرت میں اس کو دوسری بار سزا دے اور مراد دنیا کے بدلے سے یہ ہے کہ چوری میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور زنا میں اس کو کوڑے مارے جائیں یا سنگسار کیا جائے اور لیکن اولاد کو مارنا پس اس کے واسطے کوئی حد معین نہیں مگر کہ مراد قتل نفس ہو میں کہتا ہوں کہ ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ نہ مارو کسی جان کو ناحق مگر ساتھ حق کے یعنی قصاص میں لیکن باب کی حدیث میں قول آپ

کا فعوقب بہ عام تر ہے اس سے کہ ہو عقوبت بطور حد کے یا تعزیر کے اور قاضی اسماعیل وغیرہ سے محکی ہے کہ قاتل کو مار ڈالنا تو اس کے غیر کو منع کرنے والا ہے یعنی غیر کو اس سے عبرت ہوتی ہے اور اوپر آخرت میں پس مقتول کے واسطے مطالبہ کرنا قاتل سے باقی ہے اس واسطے کہ اس کو اس کا حق نہیں پہنچا میں کہتا ہوں بلکہ اس کو حق پہنچ گیا اور کیسا حق اس واسطے کہ جو ناحق ظلم سے مارا جائے اس کے گناہ قتل سے دور ہو جاتے ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں آچکا ہے کہ تلوار گناہ کو مٹانے والی ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قتل آئے تو سب گناہوں کو دور کر ڈالتی ہے پس اگر وہ نہ مارا جاتا تو اس کے گناہ نہ اتارے جاتے اور اس سے بہت بڑا حق کون ہو گا کہ اس کو پہنچے اور اگر قتل صرف غیر کے روکنے ہی کے واسطے ہوتا تو قاتل کو معاف کرنا درست نہ ہوتا اور کیا داخل ہوتے ہیں عقوبت مذکورہ میں مصیبتیں دنیاوی دکھ اور بیماریوں وغیرہ سے اس میں نظر ہے لیکن بہت حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصیبتیں گناہ کو اتار ڈالتی ہیں پس احتمال ہے کہ وہ گناہ مراد ہوں جن میں حد نہیں اور مستفاد ہوتا ہے حدیث سے کہ قائم کرنا حد کا کفارہ ہے واسطے گناہ کے اگرچہ نہ توبہ کرے حد مارا گیا اور یہ قول جمہور کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ توبہ کرنی ضرور ہے اور ساتھ اسی کے جزم کیا ہے بعض تابعین نے اور یہی قول ہے معتزلہ کا اور یہی قول ہے ابن حزم کا اور مفسرین سے بغوی کا اور ایک جماعت تھوڑی کا اور استدلال کیا ہے انہوں نے ساتھ مستثنیٰ کے اس آیت میں ﴿اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَیۡهِمۡ﴾ اور جواب اس میں یہ ہے کہ وہ دنیا کی عقوبت میں ہے اسی واسطے قید کیے گئے ہیں ساتھ قدرت کے اوپر اس کے اور یہ جو کہا کہ وہ اللہ کے اختیار میں ہے تو اس میں رد ہے خارجیوں پر جو کبیرہ گناہ کرنے والے کو کافر کہتے ہیں اور رد ہے معتزلوں پر جو کہتے ہیں کہ فاسق ہمیشہ دوزخ میں رہے گا جب کہ بغیر توبہ کے مرے اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے خبر دی کہ وہ اللہ کی مشیت میں ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ ضرور ہے اُس کو عذاب کرے اور طیبی نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ نہ کسی کے حق میں بہشت کی گواہی دی جائے کہ یہ بہشتی ہے اور نہ کسی کے حق میں دوزخ کی گواہی دیے جائے کہ یہ دوزخی ہے مگر جس شخص کے حق میں خاص کر نص وارد ہو چکی ہے یعنی مانند عشرہ مبشرہ وغیرہم کی اور یہ جو کہا کہ اگر چاہے تو اس کو عذاب کرے اور اگر چاہے تو معاف کرے تو یہ شامل ہے اس کو جو توبہ کرے اور جو توبہ نہ کرے یہ قول ایک جماعت کا ہے اور جمہور کا یہ مذہب ہے کہ جو توبہ کرے اُس پر کوئی مواخذہ باقی نہیں رہتا اور باوجود اس کے پس اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہ ہو اس واسطے کہ اس کو یہ معلوم نہیں کہ اس کی توبہ قبول ہوئی یا نہ ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ فرق کیا جائے درمیان اس گناہ کے کہ اس میں حد واجب ہے اور اس میں کہ اس میں حد واجب نہیں اور یہ جو ایسا گناہ کرے جو موجب حد ہو تو بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے یہ کہ پوشیدہ توبہ کرے اور یہ اس کو کفایت کرتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ امام کے پاس آکر گناہ کا اقرار کرے اور اس سے درخواست کرے کہ مجھ پر حد قائم کر جیسا کہ ماعز کے واسطے واقع ہوا اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر کھلم کھلا گناہ کرتا ہو تو مستحب ہے کہ توبہ بھی کھلم کھلی کرے نہیں تو نہیں۔ (فتح)

بَابٌ مِنَ الدِّيْنِ الْفِرَارُ مِنَ الْفِتَنِ.

باب فتنے سے بھاگنا دین سے ہے۔

١٨ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ أَنْ يَّكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ.

١٨۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ہے کہ مسلمان کا بہتر مال بکریاں ہوں گی جن کے پیچھے پھرے گا چرانے کو پہاڑوں کی چوٹیوں پرا ور پانی برسنے کے مقاموں پر اپنا دین لے کر بھاگے کا فسادوں کے سبب سے۔

فائدہ: یعنی فساد کے وقت میں گوشہ گیری بہتر ہے کہ لوگوں کی ملاقات سے ایسے وقت ایمان سلامت نہیں رہتا ہے اس وقت بکریاں چرانا بہت بہتر ہے اور یہاں سے معلوم ہوا کہ دین اور ایمان ایک چیز ہے اس لیے کہ یہ باب ایمان کے باب میں ہے۔ کہا شیخ نووی نے کہ یہ حدیث ترجمہ باب کے مطابق نہیں اس واسطے کہ نہیں لازم آتا لفظ حدیث سے گناہ بھاگنے کا دین یعنی بھاگنے کو دین کہا جائے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ تو صرف بچانا ہے واسطے دین کے پس جب اس کو دین کا بچاؤ دیکھا تو اس پر دین کا نام بولا اور اس کے غیر نے کہا کہ اگر من جنس کے یا بعض کے واسطے ہو تو حدیث ترجمہ کے مطابق نہیں اور اگر من ابتدا کے واسطے ہو تو حدیث ترجمہ کے مطابق ہے یعنی بھاگنا فتنے سے اس کا منشاء دین ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ وَأَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾.

باب ہے بیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ میں اللہ کو تم سے زیادہ جاننے والا ہوں اور معرفت دل کا فعل ہے واسطے فرمانے اللہ تعالیٰ کے لیکن اللہ پکڑے کا تم کو ساتھ اس چیز کے جو کمایا دلوں نے تمہارے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ واسطے فرمانے اللہ تعالیٰ کے الخ تو مراد بخاری کی استدلال ہے ساتھ اس آیت کے اس پر کہ ایمان صرف زبانی قول اقرار سے تمام نہیں ہوتا مگر ساتھ جوڑنے اعتقاد کے طرف اس کی اور اعتقاد فعل دل کا ہے اور یہ جو کہا کہ جو تمہارے دلوں نے کسب کیا یعنی ساتھ اس چیز کے کہ تمہارے دلوں میں قرار پکڑا اور یہ آیت اگرچہ قسموں میں وارد ہوئی ہے لیکن استدلال ساتھ اس کے ایمان میں واضح ہے واسطے مشترک ہونے کے معنی میں اس واسطے کہ مدار حقیقت کی دونوں میں دل کے عمل پر ہے اور شاید بخاری نے اشارہ کیا ہے طرف تفسیر زید بن اسلم کی کہ

مقرر اس نے آیت ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ﴾ میں کہا ہے کہ وہ مانند کہنے مرد کی ہے کہ اگر میں ایسا کروں تو کافر ہوں کہا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے ساتھ مؤاخذہ نہیں کرتا یہاں تک کہ یقین کرے ساتھ اس کے دل اس کا پس ظاہر ہوئی مناسبت درمیان آیت اور حدیث کے اور ظاہر ہوئی وجہ داخل ہونے ان دونوں کے ایمان کی مباحث میں پس تحقیق اس میں دلیل ہے اوپر باطل ہونے قول کرامیہ کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط زبانی اقرار کرنے کا نام ہے اور دلیل ہے اوپر بڑھنے گھٹنے ایمان کے اس واسطے کہ یہ جو فرمایا کہ میں اللہ کو تم سے زیادہ تر جاننے والا ہوں ظاہر اس میں کہ اللہ کے جاننے کے کئی درجے ہیں اور یہ کہ اس میں بعض آدمی افضل ہیں بعض سے اور حضرت ﷺ اس سے اعلیٰ درجے میں ہیں اور علم ساتھ اللہ کے شامل ہے صفات اس کی کو اور احکام اس کے کو اور جو متعلق ہے ساتھ اس کے پس یہی ہے ایمان سچا۔

فائدہ: امام الحرمین نے کہا کہ اجماع ہے علماء کا اوپر واجب ہونے معرفت الٰہی کے کہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننا واجب ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ پہلا واجب کون ہے سو بعض کہتے ہیں کہ معرفت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نظر ہے اور اس اجماع کے نقل کرنے میں بڑی نظر ہے بلکہ ایک اجماع نے نقل کیا ہے اجماع کو اس کے نقیض میں اور استدلال کیا ہے انہوں نے ساتھ اتفاق اہل عصر اول کے اوپر قبول کرنے اسلام کے اس شخص سے کہ اس میں داخل ہوا بغیر معلوم کرنے معرفت دلی کے اور آثار اس میں نہایت بہت ہیں اور جواب دیا ہے پہلوں نے یعنی جو معرفت کو واجب کہتے ہیں ساتھ اُس کے کہ کفار تھے دور کرنے ایذا کو اپنے دین سے اور اس پر لڑتے تھے پس رجوع کرنا ان کا اس سے دلیل ہے اوپر ظاہر ہونے حق کے واسطے ان کے اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ کفایت کی جاتی ہے معرفت مذکورہ میں ساتھ ادنیٰ نظر کے برخلاف اس کے جو انہوں نے تقریر کی ہے اور باوجود اس کے پس قول اللہ تعالیٰ کا ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ اور حدیث كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ دونوں ظاہر ہیں بیچ اکھاڑنے اس مسئلے کے اس کی جڑ سے یعنی یہ مسئلہ معرفت کے واجب ہونے کا محض بے اصل ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں اور جعفر سمنانی اشاعرہ کا ایک بڑا عالم ہے اس سے منقول ہے کہ یہ مسئلہ معتزلہ کے مسئلوں سے ہے باقی رہا ہے مذہب میں یعنی غلطی سے اشاعرہ کے مذہب میں رہ گیا ہے اور اللہ سے مدد ہے اور نووی نے کہا کہ اس آیت میں دلیل ہے اوپر مذہب صحیح کے کہ دل کے کاموں پر مؤاخذہ ہوتا ہے جب کہ دل میں قرار پکڑیں یعنی بد خیال اور یہ جو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے معاف کیا ہے میری امت سے جو خطرہ کہ ان کے دلوں میں گزرے جب تک کہ اس کو نہ بولیں یا اس پر عمل نہ کریں تو یہ محمول ہے اس پر جب کہ نہ قرار پکڑے دل میں میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ استدلال کیا جائے واسطے اس کے ساتھ عموم اس قول کے کہ یا اس پر عمل نہ کریں اس واسطے کہ اعتقاد وہ دل کا عمل ہے اور اس مسئلے کا تکملہ رقاق میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

۱۹ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَهُمْ أَمَرَهُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيْقُوْنَ قَالُوْا إِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فَيَغْضَبُ حَتّٰى يُعْرَفَ الْغَضَبُ فِيْ وَجْهِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ إِنَّ أَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ أَنَا.

۱۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو کوئی کام کرنے کو فرماتے تو ایسا کام فرماتے جس کی وہ طاقت رکھیں یعنی جس کو ہمیشہ کرسکیں لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم آپ کے برابر نہیں (یعنی آپ کو تو عمل کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے) اللہ نے آپ کے سب گناہ پہلے اور پچھلے بخش دیے ہیں پس ہم لوگوں کو آپ سے زیادہ عمل کرنے چاہییں پس اس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت ناراض ہوئے یہاں تک کہ آپ کے چہرہ مبارک میں غصہ معلوم ہوتا پھر فرماتے کہ میں تم سب سے اللہ کو زیادہ جاننے والا ہوں اور سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔

فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تنہا اقرار وقول زبانی کے ساتھ ایمان پورا نہیں ہوتا ہے بلکہ عقیدہ کو (جو فعل قلب ہے) بھی اس کے ساتھ جوڑنا ضروری ہے اور اللہ کو جاننا اور پہچاننا بھی ایمان ہے پس مطابقت اس ترجمہ کی باب الایمان سے ظاہر ہے علماء نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حکم کرتے ان کو ساتھ آسان کام کے سوائے مشکل کام کے اس خوف سے کہ مبادا مشکل کام ان سے ہمیشہ نہ ہوسکے اور جیسا کہ ان کو آسان کام فرماتے آپ بھی اسی طرح آسان عمل کرتے تو اصحاب آپ سے مشکل کام چاہتے اس اعتقاد سے کہ ہم کو آپ سے زیادہ عمل کرنے چاہییں تاکہ ہمارے درجے بلند ہوں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی کچھ حاجت نہیں پس کہتے کہ ہم آپ کے برابر نہیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوتے اس جہت سے کہ حصول درجات کا نہیں واجب کرتا قصور کو عمل میں بلکہ واجب کرتا ہے زیادتی کو واسطے شکر نعمت دینے والے وہاب کے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ کیا نہ ہوں میں بندہ بہت شکر گزار اور سوائے اس کے نہیں کہ حکم کرتے ان کو ساتھ آسان کام کے تاکہ اس کو ہمیشہ کرتے رہیں چنانچہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کے نزدیک سب عملوں سے بہت پیارا وہ عمل ہے جو ہمیشہ ہوتا رہے اور اس حدیث میں کئی فائدے ہیں ایک یہ کہ اعمال صالح یعنی نیک عملوں سے درجے بلند ہوتے ہیں اور گناہ دور ہوتے ہیں اس واسطے کہ نہیں انکار کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے استدلال پر اور نہ ان کی تعلیل پر اس جہت سے بلکہ اور جہت سے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جب پہنچے بندہ نہایت کو عبادت میں اور اس کے پھل کو تو ہوتا ہے یہ بہت بلانے والا اس کو طرف ہمیشگی کرنے کی اوپر اس کے واسطے لینا چاہنے نعمت کے اور زیادہ چاہنے اس کے ساتھ شکر کے تیسرا کھڑا ہونا ہے نزدیک اس چیز کے کہ حد مقرر کی ہے شارع نے عزیمت یعنی وجوب اور رخصت سے اور اعتقاد رکھنا اُس کا کہ لینا آسان کام کو جو شرع کے موافق ہو اولیٰ ہے مشکل کام سے جو اس کے مخالف ہو چوتھا یہ کہ اولیٰ عبادت میں میانہ روی

ہے اور ہمیشہ کرتے رہنا نہ زیادتی کرنی جو تھکا دے اور ترک کرنے تک نوبت پہنچادے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ جلد چلنے والا زمین کو کاٹتا ہے اور نہ سواری کو باقی رکھتا ہے پانچواں تنبیہ ہے اوپر نہایت رغبت اصحاب کے عبادت میں اور چاہنے ان کے زیادہ نیکی کو چھٹا جائز ہے غضبناک ہونا وقت مخالفت امر شرعی کے اور انکار حاذق پر جو معنی سمجھنے کے لائق ہو جب کہ سمجھنے میں قاصر ہو واسطے رغبت دلانے کی اوپر بیدار رہنے کے ساتواں جائز ہے آدمی کو بیان کرنا اس چیز کا کہ اس میں ہے فضیلت سے موافق حاجت کے واسطے اس کے جب کہ فخر اور بڑائی سے امن ہو آٹھواں یہ کہ حضرت ﷺ کے واسطے رتبہ کمال انسانی کا حاصل ہے یعنی جہاں تک انسان کا کمال ممکن ہے اس واسطے کہ وہ منحصر ہے دو حکمتوں میں علمی اور عملی اور تحقیق اشارہ کیا طرف پہلے کی ساتھ قول اپنے کے کہ میں تم سے زیادہ تر جاننے والا ہوں اور طرف دوسری کے ساتھ اس قول اپنے کے کہ میں تم سے زیادہ پرہیز گار ہوں۔ (فتح)

بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ مِنَ الْإِيْمَانِ.

باب ہے بیان میں اس شخص کے جو کفر میں پھر پلٹ جانے کو ایسے برا جانتا ہے جیسے کہ اُس کو برا لگتا ہے آگ میں ڈالا جانا ایمان سے ہے یعنی مرتد ہو جانے کو برا جاننا ایمان کی نشانی ہے۔

٢٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَّا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ يَّكْرَهُ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ.

٢٠۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تین خصلتیں ہیں جس میں وہ ہوں گی وہ ایمان کی شیرینی کا مزہ پائے گا ایک وہ شخص جس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول تمام عالم سے زیادہ تر پیارا ہو دوسری یہ کہ محبت کرے کسی شخص سے اس طرح کہ نہ محبت کرتا ہو اس سے مگر محض اللہ ہی واسطے تیسری یہ کہ برا جانے کفر میں پھر کر پلٹ جانے کو بعد اس کے کہ اللہ نے اس کو کفر سے نکالا جیسے اس کو برا لگتا ہے آگ میں ڈالا جانا۔

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی واسطے ترجمہ کے ظاہر ہے اس چیز سے کہ پہلے گزری اس کی شرح میں۔

بَابُ تَفَاضُلِ أَهْلِ الْإِيْمَانِ فِي الْأَعْمَالِ.

باب ہے بیان میں کم وبیش ہونے مراتب اہلِ ایمان کے عملوں میں۔

٢١ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ

٢١۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے

عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ إِيْمَانٍ فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوْا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهَرِ الْحَيَا أَوِ الْحَيَاةِ شَكَّ مَالِكٌ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ جَانِبِ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَ أَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَآءَ مُلْتَوِيَةً قَالَ وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو الْحَيَاةِ وَقَالَ خَرْدَلٍ مِّنْ خَيْرٍ.

فرمایا داخل ہوں گے بہشتی لوگ بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں پھر فرمائے گا اللہ تعالیٰ کہ نکالو دوزخ سے اس کو جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو پس نکالے جائیں گے آگ سے اس حالت میں کہ جل کر سیاہ بدن ہوئے ہوں گے پس ڈالے جائیں گے نہر الحیات میں پس جم اٹھیں گے جیسے پانی کے بہاؤ کے کوڑے میں دانہ جم اٹھتا ہے کیا تو نے نہیں دیکھا کہ زرد رنگ آپس میں لپٹا ہوا نکلتا ہے یعنی تروتازہ ہو جائیں گے اور تندرست ہو جائیں گے اور دوسری روایت میں ایمان کی جگہ خیر کا لفظ آیا ہے۔

فائدہ: امام الحرمین نے کہا کہ اعمالنامے تولے جائیں گے اور واقع ہوگا تول ان کا بقدر ثواب عملوں کے اور اس کے غیر نے کہا کہ جائز ہے کہ مجسم ہوں اعراض پس تولے جائیں گے اور جو ثابت ہوا ہے آخرت کے امروں سے ساتھ شرع کے اس میں عقل کو دخل نہیں اور مراد ساتھ رائی کے دانے کے یہاں وہ چیز ہے جو عملوں سے اصل توحید پر زیادہ ہے اس واسطے کہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ نکالو دوزخ سے جس نے لا الہ الا اللّٰہ کہا اور ذرے کے برابر نیکی کی اور پوری شرح اس کی شفاعت کی حدیث میں آئے گی اور وجہ مطابقت اس حدیث کی واسطے ترجمہ کے ظاہر ہے اور مراد بخاری کی ساتھ وارد کرنے اس کے کی رد ہے مرجیہ پر اس واسطے کہ اس میں ہے کہ باوجود ہونے ایمان کے گناہ ضرر نہیں کرتے اور رد ہے معتزلہ پر اس میں کہ وہ کہتے ہیں کہ گناہ موجب ہے واسطے ہمیشہ رہنے کے دوزخ میں یعنی جو آدمی گناہ کرے گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا کبھی اس سے باہر نہ نکلے گا۔ (فتح)

۲۲ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا

۲۲۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس حالت میں کہ میں سوتا تھا دیکھا میں نے لوگوں کو میرے سامنے پیش کیے گئے اور ان پر کرتے ہیں ان میں سے بعض کرتا تو چھاتی تک پہنچا ہے اور بعض اس کے نیچے تک اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میرے پیش کیا گیا اور اس پر کرتا تھا کہ وہ

أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا دُوْنَ ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهُ قَالُوْا فَمَا أَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الدِّيْنَ.

اس کو زمین پر گھسیٹتا جاتا تھا یعنی بہت لمبا تھا اصحاب نے کہا کہ یارسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی حضرت ﷺ نے فرمایا کہ دین۔

فائدہ: دین اور کرتے میں یہ مناسبت ہے کہ جیسے کُرتا بدن کو چھپاتا ہے سردی گرمی سے بچاتا ہے ویسے دین بھی روح اور دل کو کفر اور گناہ سے بچاتا ہے اور جب کہ قمیص کے پہننے والوں میں تفاضل ثابت کرکے اس کو دین کے ساتھ تعبیر کیا تو اُس سے دین میں بھی کمی بیشی ثابت ہوگئی پس مطابقت حدیث کی ساتھ ترجمہ کے ثابت ہوگئی اور اس حدیث میں ثابت ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دین نہایت کامل تھا اور مطابقت ترجمہ کی باب سے ظاہر ہے جہت تاویل کرنے کُرتے کی سے ساتھ دین کے اور تحقیق ذکر فرمایا کہ وہ لوگ کم وبیش ہیں کرتوں کے پہننے میں پس دلالت کی اس نے کہ وہ کم وبیش ہیں ایمان میں۔ (فتح)

بَابٌ اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيْمَانِ. — باب ہے حیا ایمان سے ہے۔

فائدہ: اور وجہ ہونے حیا کی ایمان سے پہلے گزر چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ حیا باعث ہے اوپر فعل بندگی کے اور روکنے والا ہے فعل گناہ سے اور فائدہ دوہرانے اس کے کا اس جگہ یہ ہے کہ اس جگہ حیا بالتبع مذکور تھا اور اس جگہ بالقصد مذکور ہے اور یہ جو کہا کہ حضرت ﷺ ایک انصاری مرد پر گزرے اور وہ اپنے بھائی کو نصیحت کرتا تھا کہ زیادہ شرم نہ کیا کر تو شاید مرد بہت حیا کرنے والا تھا پس تھا باز رکھتا اس کو یہ اپنے حق کے پورا لینے سے تو اس کے بھائی نے اس کو اُس پر جھڑکا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ چھوڑ اُس کو اس عادت پر پھر زیادہ کیا اس میں واسطے رغبت دلانے کے اُس کے حکم پر کہ وہ ایمان سے ہے اور جب کہ حیا آدمی کو اپنے حق کے پورا لینے سے منع کرتا ہے تو یہ اس کے واسطے اُس حق کے بدلے اجر حاصل کرے گا خاص کر جب کہ متروک مستحق ہو اور ابن تیمیہ نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ حیا منع کرتا ہے آدمی کو گناہ کے اختیار کرنے سے جیسے کہ منع کرتا ہے ایمان پس نام رکھا گیا اس کا ایمان جیسے کہ نام رکھی جاتی ہے چیز ساتھ نام اس چیز کے کہ اس کے قائم مقام ہو اور حاصل اس کا یہ ہے کہ اس کا ایمان سے ہونا مجازی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ منع کرنے والے کو یہ معلوم نہ تھا کہ حیا ایمان کی کامل کرنے والی چیزوں سے ہے پس اسی واسطے واقع ہوئی تاکید اور کبھی تاکید اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اس کام کا بہت اہتمام ہوتا ہے اگرچہ اس جگہ کوئی اس کا منکر نہ ہو اور راغب نے کہا کہ حیا کے معنی ہیں بند رہنا نفس کا قبیح کام سے اور حیا انسان کے خاصوں سے ہے تاکہ باز رہے اختیار کرنے ہر خواہش والی چیز سے پس نہ ہو مانند چوپائے کی اور وہ مرکب ہے بزدلی اور عفت سے پس اسی واسطے شرم

کرنے والا فاسق نہیں ہوتا اور دلا ور میں حیا کم ہوتا ہے اور کبھی ہوتا ہے واسطے مطلق بند ہونے کے جیسا کہ بعض لڑکوں میں ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ منقبض ہونا نفس کا ہے واسطے خوف اختیار کرنے اس چیز کے کہ وہ مکروہ ہو عام ہے اس سے کہ شرعی ہو یا عقلی یا عرفی اور مقابل پہلے کا فاسق ہے اور مقابل دوسرے کا دیوانہ اور تیسرے کا احمق اور حلیمی نے کہا کہ حقیقت حیا کی خوف مذمت کا ہے ساتھ منسوب ہونے بدی کے طرف اس کی اور اس کے غیر نے کہا کہ اگر حرام میں ہو تو وہ واجب ہے اور گر مکروہ میں ہو تو مستحب ہے اور اگر مباح میں ہو تو وہ عرفی ہے اور یہی مراد ہے ساتھ قول حضرت ﷺ کے کہ حیا نہیں لاتا مگر خیر اور جامع ان سب کا یہ ہے کہ مباح سوائے اس کے کچھ نہیں کہ واقع ہوتا ہے اوپر موافق شرع کے بطور اثبات کے ہو یا نفی کے اور کبھی پیدا ہوتا ہے حیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھرنے اسے اس کی نعمتوں میں پس شرم کرتا ہے عقل والا یہ کہ مدد لے ساتھ اُن کے گناہ پر اور بعض سلف نے کہا کہ ڈر اللہ سے بقدر قدرت اس کی کے اوپر تیرے اور حیا کر اس سے بقدر نزدیک ہونے اس کی کے تجھ سے، واللہ اعلم۔ (فتح)

۲۳ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَآءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَآءَ مِنَ الْإِيْمَانِ.

۲۳ـ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری مرد پر گزرے اور وہ اپنے بھائی کو نصیحت کرتا تھا کہ زیادہ شرم نہ کیا کر سو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اس کو چھوڑ دے اس لیے کہ حیا تو ایمان کی ایک شاخ ہے۔

بَابٌ ﴿فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾.

باب پس اگر توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز کو اور دیں زکوٰۃ پس چھوڑ دو راستہ ان کا۔

فائدہ: یعنی یہ باب ہے بیچ تفسیر اس آیت کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ گردانا ہے بخاری نے حدیث کو تفسیر واسطے اس آیت کی اس واسطے کہ مراد ساتھ توبہ کے آیت میں پھرنا ہے کفر سے طرف توحید کی پس تفسیر کیا اُس کو حضرت ﷺ کے قول نے کہ یہاں تک کہ گواہی دیں اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں اور اس کی کہ بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آیت اور حدیث میں اور بھی مناسبت ہے اس واسطے کہ تخلیہ آیت میں اور عصمت حدیث میں ایک معنی کے ساتھ ہے اور مناسبت حدیث کی واسطے بابوں ایمان کے اور جہت سے ہے اور وہ رد کرنا ہے مرجیہ پر اس واسطے کہ ان کا گمان یہ ہے کہ ایمان عملوں کا محتاج نہیں یعنی ایمان لانے کے بعد عملوں کی حاجت باقی نہیں رہتی۔ (فتح)

٢٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُسْنَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ رَوْحٍ الْحَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَآئَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ.

۲۴۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو لوگوں سے لڑنے کا حکم ہوا ہے یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود برحق نہیں اور تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ کا ہے اور قائم رکھیں نماز کو اور دیں زکوۃ کو سو جب کیا انہوں نے اس بات کو تو انہوں نے مجھ سے جان اور مال اپنا بچایا مگر دین کے حق تلفی کا بدلہ ضرور ہے اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ پر ہے یعنی خواہ سزا دے خواہ معاف کرے۔

فائدہ: بعید جانا ہے ایک قوم نے اس حدیث کے صحیح ہونے کو بایں طور کہ اگر یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ہوتی تو اپنے باپ عمر کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جھگڑنے نہ دیتے زکوۃ کے منع کرنے والوں کے لڑنے کے باب میں اور اگر اس کو پہچانتے ہوتے تو البتہ نہ برقرار رکھتے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کو اوپر استدلال کے ساتھ قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مجھ کو حکم ہوا لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ کہیں کلمہ لاالہ الا اللہ اور نہ انتقال کرتے استدلال سے ساتھ نص کے طرف قیاس کی اس واسطے کہ کہا کہ البتہ میں لڑوں گا اس سے جو جدائی کرے درمیان نماز اور زکوۃ کے اور اس کی شرح زکوۃ میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اس قصے میں دلیل ہے اس پر کہ حدیث کبھی پوشیدہ رہتی ہے بعض اکابر اصحاب پر اور مطلع ہوتے ہیں اُس پر آحاد اُن کے یعنی صرف کسی اکیلے دو اکیلے کو اس پر اطلاع ہوتی ہے اور اسی واسطے نہیں التفات کیا جاتا ہے طرف آراء کی اگرچہ قوی ہوں باوجود سنت کے کہ اُن کے مخالف ہو اور یہ کہنا جائز نہیں کہ یہ حدیث کیوں نہ پہنچی اور کیوں نہ معلوم ہوئی یعنی اس واسطے کہ پیغمبر کی حدیثوں کو کسی نے احاطہ نہیں کیا اور نہ کسی کو طاقت ہے اور اللہ ہے توفیق دینے والا اور یہ فرمایا کہ یہاں تک کہ گواہی دیں تو گردانی گئی ہے غائیت مقاتلہ کی وجود چیزوں مذکورہ کا پس مقتضٰی اس کا یہ ہے کہ جو کلمہ پڑھے اور نماز ادا کرے اور زکوۃ دے اس نے اپنا جان مال بچایا اگرچہ باقی احکام کا انکار کرے اور جواب یہ ہے کہ پیغمبری کی گواہی دینی متضمن ہے تصدیق کو ساتھ اس چیز کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لائے باوجود اس کے کہ نص حدیث کی اور وہ قول آپ کا کہ دین کی حق تلفی کا بدلہ ہے داخل ہوتے ہیں اس میں تمام احکام پس اگر کوئی کہے کہ پس کیوں کفایت کی ساتھ اس کے اور نص کی نماز پر اور زکوۃ پر یعنی اندریں صورت نماز اور زکوۃ کے ذکر کرنے کی بھی کچھ حاجت نہ تھی پس جواب یہ ہے کہ بیان کیا ان کو واسطے بڑے

ہونے حکم ان کی کے اور زیادہ اہتمام کے ساتھ امران کی کے واسطے کہ وہ دونوں اصل ہیں عبادتوں بدنی اور مالی کے اور مراد ساتھ نماز کے اس جگہ فرض نماز ہے نہ جنس اس کی پس نہ داخل ہوگا اس میں سجود تلاوت کا مثلاً اگرچہ صادق آتا ہے نام نماز کا اوپر اُس کے اور کہا شیخ محی الدین نووی نے کہ اس حدیث میں ہے کہ جو جان بوجھ کر نماز چھوڑے اس کو قتل کیا جائے پھر ذکر کیا اختلاف مذاہب کا بیچ اس کے اور کسی نے کرمانی سے اس جگہ پوچھا کہ جو زکوٰۃ نہ دے اس کا کیا حکم ہے تو اس نے حکم دیا کہ دونوں کا حکم ایک ہے واسطے مشترک ہونے اُن دونوں کے غایت میں اور شاید کہ اس کی مراد بھی لڑنا ہے نہ قتل کرنا یعنی تارک زکوٰۃ سے لڑنا درست ہے اُس کو قتل کرنا جائز نہیں اور فرق یہ ہے کہ جو زکوٰۃ نہ دے اس سے قہرًا زکوٰۃ لینی ممکن ہے برخلاف نماز کے پس اگر مانع زکوٰۃ لڑائی کے قائم کرنے تک نوبت پہنچادے تاکہ زکوٰۃ کو منع کرے تو اس سے لڑائی کی جائے اور ساتھ اسی صورت کے لڑائی کی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کے منع کرنے والوں سے اور یہ منقول نہیں کہ کسی کو ان میں سے بند کرکے مار ڈالا ہو اور ربنا بر اس کے پس استدلال میں ساتھ اس حدیث کے اوپر قتل کرنے کے نماز چھوڑنے والے کی نظر ہے یعنی اس حدیث سے اس پر استدلال کرنا جو نماز نہ پڑھے اس کو مار ڈالنا جائز ہے ٹھیک نہیں واسطے فرق کے درمیان صیغہ اقاتل اور اقتل کے اور بہت طویل کیا ہے ابن دقیق العید نے عمدہ کی شرح میں بیچ انکار کے اُس شخص پر جس نے استدلال کیا ہے ساتھ اس حدیث کے اوپر اُس کے اور کہا کہ نہیں لازم آتا جائز ہونے لڑنے سے جائز ہونا قتل کا اس واسطے کہ مقاتلہ مفاعلہ کے باب سے لازم پکڑتا ہے واقع ہونے لڑائی کے دونوں طرف سے اور قتل کا یہ حال نہیں اور حکایت کی ہے بیہقی نے شافعی سے کہ کہا قتال قتل سے کسی طرح نہیں کبھی حلال ہوتا ہے لڑنا ایک مرد سے اور نہیں حلال ہوتا مار ڈالنا اس کا اور یہ جو کہا کہ ان کا حساب اللہ پر ہے یعنی اُن کے پوشیدہ کاموں میں اور ظاہر اس کا مشعر ہے کہ یہ اللہ پر واجب ہے اور اس کا ظاہر مراد نہیں پس یا تو علی ساتھ معنی لام کے ہے یعنی واسطے اللہ کے ہے یعنی اس کے اختیار میں ہے اور یا بطورِ تشبیہ کے ہے یعنی مانند واجب کے ہے اوپر اللہ کے بیچ تحقیق ہونے وقوع کے اور اس میں دلیل ہے اوپر قبول ہونے اعمال ظاہرہ کے اور حکم ساتھ اس چیز کے کہ چاہے اس کو ظاہر اور کفایت کرنا بیچ قبول ہونے ایمان کے ساتھ اعتقاد جازم کے برخلاف اس شخص کے جو واجب کرتا ہے دلیلوں کے سیکھنے کو اور تحقیق گزر چکی ہے جو چیز کہ اس میں ہے شبہ سے اور اس سے نکالا جاتا ہے کہ نہ کافر کہا جائے اہلِ بدعت کو جو اقرار کرتے ہیں توحید کا اور لازم جانتے ہیں اوپر اپنے شرع کے احکام کو اور قبول ہونا توبہ کافر کا اپنے کفر سے جو بغیر تفصیل کے درمیان کفر ظاہر اور باطن کے پس اگر کوئی کہے کہ اس حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جو توحید سے باز رہے اس سے لڑائی کی جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ جزیہ ادا کرنے والے کافر اور معاہد سے بھی لڑائی کی جائے پس اُن سے لڑنا کیوں جائز نہیں تو اس کا جواب کئی وجہ سے ہے وجہ اول دعویٰ نسخ کا ہے بایں طور کہ وہ آذن ساتھ لینے جزیہ اور معاہدہ کے پیچھے ان حدیثوں سے ساتھ اس

دلیل کے کہ وہ پیچھے ہے اس آیت کے ﴿اقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ﴾ وجہ دوسری یہ ہے کہ یہ عام مخصوص البعض ہے اس واسطے کہ مقصود امر سے حاصل ہونا مطلوب کا ہے پس جب دلیل کے ساتھ کوئی فرد اس سے نکل جائے تو وہ اس کے عموم میں قادح نہیں وجہ تیسری یہ ہے کہ یہ عام ہے جس سے مراد خاص ہے پس مراد ناس سے آپ کے قول اقاتل الناس میں مشرکین ہیں بغیر اہلِ کتاب کے اور دلالت کرتی ہے اس پر روایت نسائی کی کہ اس میں صریح مشرکین کے لفظ آچکے ہیں پس اگر کہا جائے کہ جب تمام ہوا اہلِ جزیہ کے حق میں تو نہیں تمام ہوتا معاہدین کے حق میں اور نہ اس کے حق میں جو جزیہ نہ دے اور جواب یہ ہے کہ منع ترک مقاتلہ میں رفع کرنا اس کا ہے نہ تاخیر کرنا اس کا ایک مدت تک جیسے کہ صلح میں ہے اور جزیہ نہ ادا کرنے والے سے لڑنا ساتھ دلیل آیت کے ہے چوتھی وجہ یہ ہے کہ احتمال ہے کہ ہو مراد ساتھ اس چیز کے کہ مذکور ہو کلمہ شہادت وغیرہ سے بلند کرنا اللہ کے بول کا اور پست اور ذلیل کرنا مخالفین کا پس حاصل ہوگا بعض میں ساتھ قتل کے اور بعض میں ساتھ جزیہ کے اور بعض میں ساتھ معاہدہ کے پانچویں وجہ یہ ہے کہ نہ ہو مراد ساتھ قتال کے لڑنا یا وہ چیز کہ اس کے قائم مقام ہو جزیہ سے یا غیر اس کے سے وجہ چھٹی یہ ہے کہ غرض جزیہ کے مقرر کرنے سے ناچار کرنا ان کا ہے طرف اسلام کے اور سبب سبب کا سبب ہوتا ہے پس گویا کہ کہا کہ یہاں تک کہ اسلام لائیں یا لازم کریں اپنے اوپر اس چیز کو کہ پہنچائے ان کو طرف اسلام کی اور یہ جواب احسن ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ إِنَّ الْإِيْمَانَ هُوَ الْعَمَلُ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ وَقَالَ عِدَّةٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ عَنْ قَوْلِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَقَالَ ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ﴾.

باب ہے بیان میں اس شخص کے جو کہتا ہے کہ ایمان وہ عمل ہی ہے واسطے فرمانے اللہ تعالیٰ کے کہ یہ بہشت جس کے تم وارث ہوئے بسبب اس کے کہ تم نے نیک عمل کیے اور کہا ایک جماعت نے اہلِ علم سے تفسیر میں اس آیت کے پس قسم ہے تیرے رب کی کہ البتہ پوچھیں گے ہم ان تمام کو اس سے جو تھے عمل کرتے کہ مراد عمل سے کلمہ لا الہ الا اللہ ہے اور کہا اللہ تعالیٰ نے واسطے مثل اس کے یعنی فوز عظیم کی پس چاہیے کہ عمل کریں عمل کرنے والے یعنی دنیا میں۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد اس باب سے رد کرنا ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ ایمان فقط قول ہے بغیر عمل کے (قس) مطابقت آیتوں اور حدیث کے واسطے باب کے ساتھ بالمجموع کے ہے مجموع پر اس واسطے کہ ہر ایک ان میں سے تنہا تنہا دلالت کرتا ہے بعض دعوے پر پس قول اللہ کا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ عام ہے اعمال میں اور تحقیق نقل کیا ہے ایک جماعت نے مفسرین سے کہ تحقیق قول اس کا تعملون معنی اس کے تومنون ہیں پس ہوگا خاص اور قول اللہ کا ﴿عَمَّا

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ خاص ہے ساتھ عمل زبان کے بنا بر اس کے کہ نقل کیا ہے بخاری نے اور قول اس کا ﴿فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ﴾ بھی عام ہے اور قول حضرت ﷺ کا حدیث میں ایمان لانا ساتھ اللہ کے بیچ جواب اس کے کہ کون عمل افضل ہے دلالت کرتا ہے کہ اعتقاد اور زبان سے اقرار کرنا جملہ اعمال سے ہے پس اگر کہا جائے کہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جہاد اور حج نہیں ہیں ایمان سے واسطے اس چیز کے کہ تقاضا کرتا ہے ثم مغائرت اور ترتیب سے پس جواب یہ ہے کہ مراد ساتھ ایمان کے اس جگہ تصدیق ہے یہ اس کی حقیقت ہے اور ایمان بولا جاتا ہے اعمال بدنی پر کما تقدم اس واسطے کہ وہ اس کے کامل کرنے والی چیزوں سے ہے پس اگر کہا جائے کہ کس طرح تطبیق ہے درمیان اس آیت کے اور اس حدیث کے کہ کوئی اپنے عمل کے سبب سے بہشت میں داخل نہ ہوگا تو جواب یہ ہے کہ منفی حدیث میں داخل ہونا بہشت میں ساتھ اس عمل کے ہے کہ خالی ہو قبول سے اور مثبت آیت میں داخل ہونا بہشت میں ہے ساتھ اس عمل کے قبول ہوا اور قبول ہونا تو صرف اللہ ہی کی رحمت سے ہے پس نہ حاصل ہوا بہشت میں داخل ہونا مگر ساتھ رحمت اللہ کے اور اس کا اور بھی جواب ہے۔

تَنْبِيْه: مختلف ہوا ہے جواب اس سوال سے اور جواب یہ دیا گیا کہ لفظ من کی مراد ہے بیچ ہر ایک کے دونوں میں سے اور بعض کہتے ہیں کہ واقع ہوا ہے جواب مختلف ساتھ اختلاف احوال اور اشخاص کے پس جواب دیا گیا ہر مسائل ساتھ اس حال کے کہ لائق تھا اس کے یہی مختار ہے نزدیک حلیمی کے اور یہ جو کہا کہ کہا ایک جماعت نے اہل علم سے تو انہی میں ہیں انس بن مالک اور ابن عمر اور مجاہد اور یہ جو فرمایا کہ البتہ ہم ان سب سے پوچھیں گے تو امام نووی نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان سب کے عمل پوچھیں گے یعنی جن کے ساتھ تکلیف متعلق ہے اور اس کو توحید کے ساتھ تخصیص کرنا دعوی بلا دلیل ہے میں کہتا ہوں کہ ان کی تخصیص کی ایک وجہ ہے عموم کی جہت سے اجمعین میں بعد اس کے کہ پہلے گزرا ذکر کفار کا اس قول تک کہ نہ غم کر اوپر ان کے اور سست کر اپنے بازو واسطے ایمانداروں کے پس داخل ہوں گے اس میں مسلمان اور کافر پس تحقیق کافر خطاب کیا گیا ہے ساتھ توحید کے بغیر خلاف کے برخلاف باقی عملوں کے کہ ان میں اختلاف ہے پس جو کہتا ہے کہ وہ مخاطب ہیں وہ کہتا ہے کہ وہ پوچھے جائیں گے سب عملوں سے اور جو کہتا ہے کہ وہ مخاطب نہیں کہتا ہے کہ اُسے فقط توحید ہی پوچھی جائے گی پس توحید کے سوا میں سب کا اتفاق ہے کہ کافروں سے توحید کا سوال ہوگا پس یہ ہے دلیل خاص کرنے کی ساتھ توحید کے کہ مراد آیت میں فقط توحید ہے پس حمل کرنا آیت کا اس پر اولیٰ ہے برخلاف حمل کرنے کے تمام عملوں پر واسطے اس چیز کے کہ اس میں اختلاف ہے اور یہ جو فرمایا واسطے مثل اس کی پس چاہیے کہ عمل کریں عمل کرنے والے تو ظاہر یہ ہے کہ بخاری نے تاویل کیا ہے اس آیت کو ساتھ اس چیز کے کہ تاویل کیا ہے ساتھ اس کے پہلی دونوں آیتوں کو یعنی پس چاہیے کہ ایمان لائیں ایمان لانے والے یا محمول ہے عمل اپنے عموم پر اس واسطے کہ جو ایمان لائے ضرور ہے کہ قبول کیا جائے اور جو قبول ہو پس

اس کے لائق ہے کہ عمل کرے اور جو عمل کرے ضرور ہے کہ پہنچے پس جب پہنچا تو کہا کہ واسطے مثل اس کی پس چاہی یکہ عمل کریں عمل کرنے والے اور احتمال ہے کہ قائل اس قول کا وہ ایماندار ہو جس نے اپنے قرین کو دیکھا یا اللہ کا قول ہو یا بعض فرشتوں کا۔ (فتح)

۲۵ ۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ وَمُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ فَقَالَ إِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ.

۲۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھے گئے کون عمل زیادہ تر عمدہ اور افضل ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایمان لانا ساتھ اللہ کے اور اس کے رسول کے کہا گیا پھر کون عمل افضل ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا کہا گیا پھر کون عمل افضل ہے آپ نے فرمایا کہ حج مقبول (یعنی جس میں کوئی گناہ نہ ہو)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان بھی عمل میں داخل ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ ایمان فقط قول زبانی کا نام نہیں ہے بلکہ مجموعہ قول وعمل کا نام ہے پس مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے امام نووی نے کہا کہ ذکر کیا گیا ہے اس حدیث میں جہاد بعد ایمان کے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حج مذکور نہیں اور ذکر کیا ہے عتق کو اور ابن مسعود کی حدیث میں پہلی نماز کا ذکر ہے پھر بر کا پھر جہاد کا اور گزری حدیث میں ذکر کیا ہے سلامت رہنے کو ہاتھ اور زبان سے کہا علماء نے کہ اختلاف جوابوں کا اس میں بسبب اختلاف احوال کے ہے اور حاجت مخاطبین کی ہے اور ذکر کیا اس چیز کو کہ سائل کو معلوم نہ تھی اور جو معلوم تھی اس کو چھوڑ دیا اور ممکن ہے کہ کہا جائے کہ لفظ من کی مراد ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ **فلان اعقل الناس** ہے اور مراد یہ ہوتی ہے کہ **من اعقلهم** پس اگر کہا جائے کہ کیوں مقدم کیا جہاد کو حج پر اور حالانکہ وہ رکن نہیں اور حج رکن ہے اور جواب یہ ہے کہ نفع حج کا اکثر اوقات قاصر ہوتا ہے اور نفع جہاد کا اکثر مستعدی ہوتا ہے یا یہ حکم اس وقت تھا جب کہ جہاد فرض عین تھا اور واقع ہونا اس کا فرض عین اس وقت کئی بار ہوا ہے پس ہوگا زیادہ تر مقصود اس سے پس اسی واسطے مقدم کیا گیا۔ (فتح)

بَابُ إِذَا لَمْ يَكُنِ الْإِسْلَامُ عَلَى الْحَقِيْقَةِ وَكَانَ عَلَى الْاِسْتِسْلَامِ أَوِ الْخَوْفِ مِنَ الْقَتْلِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ

باب ہے اس بیان میں کہ جب اسلام حقیقت پر نہ ہو اور ہو اوپر ظاہری تابعداری کے یا واسطے خوف کے قتل سے (یعنی دل سے مسلمان نہیں ہوا فقط زبان سے منافقانہ اسلام کا اقرار کرتا ہے تو ایسا اسلام آخرت میں کچھ نفع

قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا﴾ فَإِذَا كَانَ عَلَى الْحَقِيْقَةِ فَهُوَ عَلٰى قَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ اَلْاٰيَةَ.

نہیں دے گا) واسطے قول اللہ تعالیٰ کے کہا دیہاتی لوگوں نے ایمان لائے ہم تو کہہ دے کہ تم ایمان نہیں لائے ہو اور لیکن تم یہ بات کہو کہ اسلام لائے ہم اور جب کہ اسلام حقیقت پر ہو تو وہ وارد ہے اوپر قول اللہ تعالیٰ کے کہ تحقیق دین نزدیک اللہ تعالیٰ کے اسلام ہے آخر آیت تک۔

فائدہ: اور حاصل اس چیز کا کہ ذکر کیا ہے اس کو بخاری نے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے یہ ہے کہ اسلام بولا جاتا ہے اور مراد اس سے شرعی ایمان ہوتا ہے اور وہ وہی ہے جو ایمان کا ہم معنی ہے اور نفع دیتا ہے نزدیک اللہ کے اور اسی پر ہے قول اللہ تعالیٰ کا ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ اور قول اللہ تعالیٰ کا ﴿فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ اور کبھی اطلاق کیا جاتا ہے اور مراد اس سے ایمان لغوی ہوتا ہے اور وہ محض فرمانبردار اور تابعدار ہونا ہے پس حقیقت بخاری کی کلام میں اس جگہ وہ شرعی ہے اور مناسبت حدیث کی واسطے ترجمہ کے ظاہر ہے اس اعتبار سے کہ مسلم بولا جاتا ہے اس شخص پر جو اسلام ظاہر کرے اگرچہ اس کا باطن معلوم نہ ہو پس نہ ہوگا وہ مومن اس واسطے کہ اس پر ایمان شرعی صادق نہیں آتا اور لیکن لغوی پس حاصل ہے۔ (فتح)

٢٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰى رَهْطًا وَّسَعْدٌ جَالِسٌ فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا هُوَ اَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ إِنِّيْ لَاَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ اَوْ مُسْلِمًا فَسَكَتُّ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا اَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُّ لِمَقَالَتِيْ فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ إِنِّيْ لَاَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ اَوْ مُسْلِمًا ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا اَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُّ لِمَقَالَتِيْ وَعَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ

٢٦۔ سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت کو کچھ مال دیا اور میں بیٹھا ہوا تھا پس حضرت ﷺ نے ایک مرد (جو مجھ کو ان سب سے زیادہ پسند تھا) کو چھوڑ دیا یعنی اس کو کچھ نہ دیا سو میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہے آپ کو فلاں سے (یعنی آپ نے اس کو کیوں نہیں دیا) قسم ہے اللہ کی البتہ میں تو اس کو ایماندار جانتا ہوں حضرت ﷺ نے فرمایا یا مسلمان پس چپ رہا میں تھوڑی دیر مجھ کو غلبہ کیا اس چیز نے جو میں اس سے جانتا تھا پس میں نے اپنی بات کو لوٹایا پس میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہے آپ نے فلاں شخص سے قسم ہے اللہ کی میں تو البتہ اُس کو مومن جانتا ہوں پس حضرت ﷺ نے فرمایا یا مسلمان پس چپ رہا میں تھوڑی دیر سو مجھ کو غلبہ کیا اس چیز نے جو میں اس سے جانتا تھا پس میں نے اپنی بات کو لوٹایا اور حضرت ﷺ نے بھی اسی بات کو لوٹایا

يَا سَعْدُ إِنِّيْ لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يَّكُبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ. وَرَوَاهُ يُوْنُسُ وَصَالِحٌ وَمَعْمَرٌ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

پھر فرمایا آپ نے اے سعد! تحقیق میں البتہ ایک مرد کو دیتا ہوں اور حالانکہ اس کے سوا اور شخص میرے نزدیک بہت پیارا ہوتا ہے اس سے ڈر سے کہ کبھی اللہ اس کو دوزخ میں اوندھا ڈالے (یعنی میں اس کی تالیف قلب کے واسطے اس کو مال دیتا ہوں اگر اس کو مال نہ دوں تو خوف ہے کہ کافر ہو جائے اور جس کا ایمان قوی ہے وہ مجھ کو زیادہ تر محبوب ہے اس سے اگر اس کو کچھ نہ دیا جائے تو اس کے اعتقاد بدلنے کا کچھ خوف نہیں)۔

فائدہ: ان آیتوں اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اسلام حقیقت پر نہ ہو یعنی بظاہر مسلمان ہو اور دل سے ایمان نہ لایا ہو تو وہ قبول نہیں ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے اور حاصل قصے کا یہ ہے کہ جو اسلام ظاہر کرتا تھا حضرت ﷺ اس کو بہت مال دیتے تھے تا کہ اس کو اسلام سے الفت ہو سو جب حضرت ﷺ نے ایک قوم کو دیا اور حالانکہ وہ مولفۃ القلوب میں سے تھے اور اس مرد کو نہ دیا اور حالانکہ وہ مہاجرین میں سے تھا باوجودیکہ سب نے آپ سے سوال کیا تو عرض کیا سعد نے حضرت ﷺ سے اس کے امر میں اس واسطے کہ سعد جانتا تھا کہ وہ مرد اُن سے زیادہ تر حق دار ہے کہ اُس کے اسلام کا وہ امتحان کر چکا تھا اور اُن کے اسلام کا امتحان نہیں کیا تھا اسی واسطے کئی بار کلام کو دہرایا سو حضرت ﷺ نے اس کو دو امروں کی طرف راہ بتلائی ایک تو اس کی حکمت بتلائی جو ان کے دینے اور اُس کے نہ دینے میں تھی باوجودیکہ وہ آپ کو پیارا تھا ان لوگوں سے جن کو دیا اس واسطے کہ اگر مؤلفۃ القلوب کو نہ دیتے تو اُن کے مرتد ہو جانے سے امن نہ تھا پس ہوتے دوزخیوں میں سے دوسری اس کو راہ بتلائی طرف توقف کی تعریف کرنے سے ساتھ امر باطن کے سوائے تعریف کرنے کے ساتھ امر ظاہر کے پس ظاہر ہوا ساتھ اس کے فائدہ حضرت ﷺ کے رد کرنے کا سعد پر اور یہ کہ نہیں مستلزم ہے یہ محض انکار کو اوپر اُس کے بلکہ ایک جواب بطورِ مشورہ کے تھا ساتھ ادنیٰ کے اور دوسرا بطور عذر بیان کرنے کی پس اگر کہا جائے کہ کس طرح نہ قبول کی گئی گواہی سعد کی واسطے اس مرد کے ساتھ ایمان کے اور اگر اس کی عدالت کی گواہی دیتا تو قبول کی جاتی اس سے اور وہ لازم پکڑتی ہے ایمان کو پس جواب یہ ہے کہ نہیں خارج ہوا کلام سعد کا جگہ نکلنے گواہی کی اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خارج ہوا ہے مخروج مدح کے واسطے اُس کے اور توسل کی طلب میں اس کے سبب سے پس اسی واسطے مناقشہ کیا گیا ہے اس کے لفظ میں اور اگر ساتھ شہادت کے ہوتا تو البتہ نہ لازم پکڑتا مشورہ کو اوپر اُس کے ساتھ امر اولیٰ کے اس کی گواہی کے رد کرنے کو بلکہ سیاق راہ بتلاتا ہے کہ حضرت ﷺ نے اُس کے قول کو اُس کے حق میں قبول کیا اس دلیل سے کہ آپ

نے اس کے آگے عذر کیا اور ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جعیل (یہ اس مرد کا نام ہے) کو کیا جانتا ہے میں نے کہا کہ مہاجرین میں سے یعنی مہاجرین میں سے ہے فرمایا پس کس طرح جانتا ہے تو فلانے کو میں نے کہا کہ اشراف لوگوں سے ہے فرمایا پس جعیل بہتر ہے اہل زمین میں سے فلانے سے پس ظاہر ہوئی حکمت بیچ دینے ان کی کے اور نہ دینے اس کے کی اور یہ کہ تحقیق یہ واسطے تالیف قلوب کے تھا جیسے کہ ہم نے تقریر کی اور باب کی حدیث میں کئی فائدے ہیں فرق کرنا درمیان حقیقت ایمان اور اسلام کے اور ترک کرنا یقین کا ساتھ ایمان کامل کے واسطے اس شخص کے کہ نہیں نص کی گئی اوپر اس کے اور اوپر منع کرنا قطع کا ساتھ بہشت کے پس نہیں پکڑا جاتا ہے اس سے ساتھ تصریح کے اگرچہ تعرض کیا ہے اس کے واسطے بعض شارحین نے ہاں وہ اسی طرح ہے اس شخص کے حق میں جس کے حق میں نص ثابت نہیں ہوئی اور اس میں رد ہے غالی مرجیوں پر کہ وہ کہتے ہیں کہ ایمان میں صرف زبان سے اقرار کرنا کافی ہے اور اس میں جواز تصرف امام کا ہے بیچ مال مصالح کے اور مقدم کرنا اہم امر کا پھر جو اہم ہوا اگرچہ پوشیدہ رہے اس کی وجہ بعض رعیت پر اور اس میں جواز سفارش کا ہے پاس امام کے اس چیز میں کہ اعتقاد رکھے شافع اس کے جواز کو اور تنبیہ چھوٹے کے واسطے بڑے کے اس پر جو گمان کرے کہ وہ اس سے غافل ہوا اور مراجعت سفارش کیے گئے کی امر میں جب کہ نہ پہنچائے طرف کسی مفسدی کی اور یہ کہ پوشیدہ نصیحت کرنی بہتر ہے ظاہر نصیحت کرنے سے جیسے کہ کتاب الزکوۃ میں اس کی طرف اشارہ آئے گا کہ میں کھڑا ہوا اور آپ سے کان میں بات کی اور کبھی متعین ہوتی ہے چھپی نصیحت کرنی جب کہ کھینچے اعلان طرف فساد کی اور اس میں ہے کہ مشیر علیہ ساتھ اس چیز کے کہ اعتقاد کرتا ہے اس کو مشیر مصلحت نہ انکار کرے اوپر اس کے بلکہ بیان کرے واسطے اس کے وجہ واسطے صواب کے اور اس میں عذر بیان کرنا ہے واسطے سفارش کرنے والے کے جب کہ ہو مصلحت بیچ ترک اجابت اس کی کے اور یہ کہ نہیں عیب ہے سفارش کرنے والے پر جب کہ رد کی جائے سفارش اس کی واسطے اس کے اور اس میں مستحب ہونا ترک پیچھا کرنے کا ہے سوال میں جیسا کہ استنباط کیا اس کو بخاری نے آئندہ اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ زہری نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کلمہ ہے اور ایمان عمل ہے اور یہ مشکل ہے ساتھ نظر کرنے کے طرف حدیث جبرئیل کی کہ تحقیق ظاہر اس کا اس کے مخالف ہے اور ممکن ہے کہ ہو مراد زہری کی یہ کہ تحقیق مرد حکم کیا جاتا ہے ساتھ اسلام اس کے کی اور نام رکھا جاتا ہے مسلم جب کہ زبان سے کلمہ پڑھے یعنی کلمہ شہادت کا اور یہ کہ وہ نہیں نام رکھا جاتا مومن مگر ساتھ عمل کے اور عمل شامل ہے دل اور جوارح کے عمل کو اور عمل جوارح کا دلالت کرتا ہے اوپر سچا ہونے اس کی کے اور لیکن اسلام جو حدیث جبرائیل میں مذکور ہے پس وہ ایمان شرعی کامل ہے جو مراد ہے اس آیت میں ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾۔ (فتح)

بَابُ إِفْشَآءِ السَّلَامِ مِنَ الْإِسْلَامِ وَقَالَ باب پھیلانا اسلام کا اسلام سے ہے (یعنی ایمان کی

عَمَّارٌ ثَلٰثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْاِيْمَانَ الْاِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْاِنْفَاقُ مِنَ الْاِقْتَارِ.

شاخ ہے) اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تین خصلتیں ہیں جس نے ان کو جمع کیا پس اس نے ایمان کو جمع کیا اول اپنی جان سے انصاف کرنا دوسرے سب لوگوں کو سلام کرنا تیسری تنگی کے وقت اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

فائدہ: ابوالزناد وغیرہ نے کہا کہ سوائے اس کے نہیں کہ ہوتا ہے جو جمع کرے ان خصلتوں کو کامل کرنے والا واسطے ایمان کے اس واسطے کہ مدار ایمان کی اوپر ان کے ہے اس واسطے کہ جب بندہ موصوف ہو ساتھ انصاف کے تو نہیں چھوڑتا واسطے مولیٰ اپنے کے حق واجب اوپر اپنے مگر کہ اس کو ادا کرتا ہے اور نہیں چھوڑتا کسی چیز کو جس سے اللہ نے منع کیا ہے مگر کہ اس سے پرہیز کرتا ہے اور یہ جامع ہے ارکان ایمان کو اور سلام کرنا شامل ہے اچھی عادتوں اور عمدہ خوؤں کو اور تواضع کو اور نہ حقیر جاننے کو اور حاصل ہوتی ہے ساتھ اس کے الفت اور محبت اور تنگی کے وقت اللہ کی راہ میں خرچ کرنا مستلزم ہے غایت بخشش کو اس واسطے کہ جب محتاجی کے وقت میں خرچ کرے تو فراخی کے وقت میں زیادہ خرچ کرے گا اور نفقہ عام ہے اس سے کہ ہو عیال پر واجب اور مندوب یا مہمان پر اور ہونا اس کا تنگی کے وقت میں مستلزم ہے اعتماد کو اللہ پر اور زہد کو دنیا میں اور کم ہونے امید کے کو اور سوائے اس کے قیامت کی مہول سے اور یہ تقریر قوی کرتی ہے اس کو کہ حدیث مرفوع ہو اس واسطے کہ مشابہ ہے کہ ہو یہ کلام اس شخص کی جس کو جامع کلمے ملے۔ (فتح)

۲۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ.

۲۷۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کی کون خصلت زیادہ تر عمدہ ہے فرمایا کہ تو کھانا کھلائے اور سلام کہے اس کو جس کو تو پہچانے اور جس کو نہ پہچانے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام کہنا بھی اسلام کی ایک عمدہ خصلت ہے پس موافقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ كُفْرَانِ الْعَشِيْرِ وَكُفْرٍ دُوْنَ كُفْرٍ فِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

باب ہے بیان میں نافرمانی کرنے خاوندوں کے اور بعض کفر بعض کفر سے کم ہے اس باب میں ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث آئی ہے۔

فائدہ: کہا قاضی ابوبکر بن عربی نے اپنی شرح میں کہ مراد بخاری کی یہ ہے کہ بیان کرے کہ جیسے بندگیوں کا نام

ایمان رکھا جاتا ہے ویسے ہی گناہوں کا نام کفر رکھا جاتا ہے لیکن جس جگہ ان پر کفر بولا جاتا ہے وہاں مراد کفر نہیں ہوتا جو اسلام سے نکال دے اور خاص کی گئی نافرمانی خاوندوں کی گناہوں کی سب قسموں میں سے واسطے ایک دقیقہ عجیب کے اور وہ قول حضرت ﷺ کا ہے کہ اگر میں کسی کو کسی کے سجدہ کرنے کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے پس جوڑا خاوند کے حق کو بیوی پر ساتھ حق اللہ کے سو جب ناشکری کرے عورت اپنے خاوند کے حق سے اور حالانکہ اس کا حق عورت پر اس نہایت کو پہنچا ہے تو ہوگی یہ دلیل اوپر سستی اس کی کے ساتھ حق اللہ کے پس اسی واسطے بولا جاتا ہے اس پر کفر لیکن وہ ایسا کفر ہے جو اسلام سے خارج نہیں کرتا اور پکڑی جاتی ہے اس کی کلام سے مناسبت اس ترجمہ کے واسطے امروں ایمان کے اور یہ اس وجہ سے کہ کفر ایمان کی ضد ہے اور اوپر قول بخاری کا و کفر دون کفر پس یہ اشارہ ہے طرف اثر کی کہ روایت کیا ہے اس کو احمد نے کتاب الایمان میں عطا کے طریق سے اور یہ جو کہا کہ فیه عن ابی سعید تو مراد یہ ہے کہ داخل ہوتی ہے باب میں حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ کی اور فائدہ اس کا اشارہ ہے طرف اس کی کہ واسطے اس حدیث کے طریق ہے سوائے اس طریق کے جو روایت کیا گیا ہے اور حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کیا ہے اس کو بخاری نے حیض وغیرہ میں اور اس میں ہے کہ حضرت ﷺ نے عورتوں سے فرمایا کہ اے عورتوں کے گروہ! خیرات کرو اس واسطے کہ میں نے دوزخیوں میں تمہی کو زیادہ دیکھا یعنی میں نے دوزخ میں عورتیں مردوں سے زیادہ دیکھیں عورتوں نے پوچھا کہ یا حضرت اس کا کیا سبب ہے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بہت کوسا کرتی ہیں اور اپنے خاوندوں کے حق نہیں مانتیں یعنی ناشکری کرتی ہیں۔ (فتح)

٢٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيْتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَآءُ يَكْفُرْنَ قِيْلَ أَيَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلٰى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ.

٢٨۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو دوزخ دکھلائی گئی پس ناگہاں اس کے اکثر لوگ عورتیں تھیں جو کفر کرتی ہیں کہا گیا کیا اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ خاوندوں کی نافرمانی کرتی ہیں اور احسان کا کفر کرتی ہیں اگر تمام عمر تو ان کے ساتھ احسان کرے پھر تجھ سے کوئی چیز دیکھ لے تو کہتی ہے کہ میں نے تجھ سے کبھی بہتری نہیں دیکھی یعنی ایک بات میں تمام عمر کا احسان برباد کر دیتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفر کا اطلاق کبھی کفر باللہ کے سوا اور گناہوں پر آتا ہے چنانچہ یہاں عورت کی نافرمانی پر کفر بولا گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعض کفر بعض سے کم ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے اور مطابقت اس ترجمہ کی کتاب الایمان سے ضد کی جہت سے ہے اس لیے کہ ایمان اور کفر آپس میں ایک دوسرے کی

ضد ہیں یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک ٹکڑا ہے حدیث دراز کا کہ روایت کیا ہے اس کو بخاری نے باب صلوۃ کسوف میں ساتھ اس اسناد کے پوری اور اس کی شرح بھی اسی جگہ آئے گی۔

تنبیہ: اس جگہ دو فائدوں پر ایک یہ کہ بخاری کا مذہب یہ ہے کہ جائز ہے قطع کرنا حدیث کا جب کہ ہو وہ چیز جو توڑے اس کو اس سے کہ نہ متعلق ہو ساتھ ماقبل اپنے کے ایسا تعلق جو پہنچا دے طرف فساد معنی کے پاس یہ فعل اس کا وہم دلاتا ہے اس شخص کو جو حدیث کو یاد نہیں رکھتا کہ مختصر پوری حدیث کے سوا اور حدیث ہے خاص کر جب کہ مختصر کا ابتدا پوری حدیث کے درمیان سے ہو جیسا کہ اس حدیث میں واقع ہوا ہے اس واسطے کہ اول اس کا اریت النار الخ ہے اول پوری حدیث کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ہے **خسفت الشمس علی عهد رسول الله** پس ذکر کیا نماز کسوف کا پھر خطبہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور جس قدر یہاں مذکور ہے یہ بھی اس میں ہے پس جو چاہے کہ اس کتاب کی حدیثوں کو شمار کرے تو وہ گمان کرتا ہے کہ یہ دو حدیثیں ہیں یا زیادہ واسطے مختلف ہونے ابتدا کے اور تحقیق واقع ہوا ہے اس گمان میں جس نے حکایت کی کہ گنتی ان کی بغیر تکرار کے چار ہزار ہے یا مانند اس کی مانند ابن صالح اور نووی کی اور جو ان کے پیچھے ہیں اور حالانکہ امر اس طرح نہیں بلکہ گنتی اُن کی موافق تحریر کے اڑھائی ہزار حدیث اور تیرہ حدیثیں ہیں جیسے کہ میں نے مقدمہ میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ قرار پا چکی ہے یہ بات کہ بخاری نہیں دوہراتا کسی حدیث کو مگر واسطے کسی فائدے کے لیکن وہ فائدہ کبھی تو متن میں ہوتا ہے اور کبھی اسناد میں ہوتا ہے اور کبھی دونوں میں ہوتا ہے اور جس جگہ خاص متن میں ہوتا ہے نہیں دوہراتا اس کو اس کی صورت بعینہ سے بلکہ اس میں تصرف کرتا ہے پس اگر اس کے طریق بہت ہوں تو وارد کرتا ہے واسطے ہر باب کے ایک طریق اور اگر کم ہوں تو مختصر کرتا ہے متن کو یا اسناد کو اور اس نے اس حدیث میں یہی حال اختیار کیا ہے کہ وارد کیا ہے اس کو اس جگہ عبداللہ بن مسلمہ سے مختصر اوپر مقصود ترجمہ کے جیسے کہ پہلے اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے کہ بعض گناہوں پر کفر بولا جاتا ہے پھر وارد کیا ہے اس کو نماز کے بیان میں بیچ باب **من صلی وقدامه نار بعینه** اسی اسناد سے جب کہ دونوں ایک دوسرے کے غیر نہ تھے تو اختیار کیا اوپر مقصود ترجمہ کے فقط پھر وارد کیا اس کو کسوف کی نماز میں اسی اسناد سے پس بیان اس کو پورے طور سے پھر وارد کیا اُس کو بدء الخلق میں سوائے عبداللہ بن مسلمہ کے اور اسناد سے مختصر اوپر جگہ حاجت کے پھر وارد کیا اس کو **عشرة النساء** میں اُن کے سوا اور اسناد سے وہ بھی مالک سے روایت کرتا ہے اور اسی طریق پر حمل کیا جاتا ہے سارا تصرف اُس کا پس نہیں پائی جاتی اس کی کتاب میں کوئی حدیث ایک صورت پر دو جگہوں میں یا زیادہ میں اور اللہ توفیق دینے والا اور حدیث کے فائدے آئندہ آئیں گے اگر چاہا اللہ نے۔ (فتح)

بَابُ الْمَعَاصِيْ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَلَا — باب ہے اس بیان میں کہ گناہ جہالت کے کاموں میں

يُكَفَّرُ صَاحِبُهَا بِارْتِكَابِهَا إِلَّا بِالشِّرْكِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ﴿وَإِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾.

سے ہیں اور گناہ کرنے والے کی تکفیر نہ کی جائے مگر ساتھ شرک کے واسطے فرمانے نبی ﷺ کے کہ تو ایسا آدمی ہے کہ تجھ میں جاہلیت کی خو ہے اور واسطے فرمانے اللہ تعالیٰ کے کہ تحقیق اللہ نہیں بخشتا ہے شرک اور بخشتا ہے سوا اس کے جس کے واسطے چاہے اور اگر دو جماعتیں مسلمانوں کی آپس میں لڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کراؤ پس نام رکھا اللہ نے ان کا مومن۔

فائدہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل قتال کا نام مومن رکھا ہے حالانکہ قتل کرنا بڑا سخت گناہ ہے پس معلوم ہوا کہ آدمی کبیرہ گناہ کرنے کے ساتھ ایمان سے خارج نہیں ہوتا ہے جاہلیت اس زمانے کو کہتے ہیں جو اسلام سے پہلے تھا اور کبھی بولا جاتا ہے شخص معین میں یعنی بیچ حالت جاہلیت اس کی کے اور یہ جو کہا کہ مگر ساتھ شرک کے تو مراد یہ ہے کہ جو گناہ کہ پکڑا جائے ترک واجب سے یا فعل حرام سے پس وہ جاہلیت کی عادتوں سے ہے اور شرک سب گناہوں سے بڑا ہے اس واسطے مستثنیٰ کیا ہے اس کو اور حاصل ترجمہ کا یہ ہے کہ جب اس نے پہلے بیان کیا کہ گناہوں کو بطور مجاز کے کفر کہا جاتا ہے اوپر ارادے کفر نعمت کے نہ کفر انکار کا تو ارادہ کیا اس نے یہ کہ بیان کرے کہ وہ کفر ہے کہ اسلام سے نہیں نکالتا برخلاف خارجیوں کے جو تکفیر کرتے ہیں ساتھ گناہوں کے یعنی کہتے ہیں کہ گناہ کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور نص قرآن کی اس پر رد کرتی ہے اور وہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے ﴿وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ پس ہو گیا وہ گناہ جو سوائے شرک کے ہے تحت امکان مغفرت کے یعنی شرک کے سوا ہر گناہ کا بخشا جانا ممکن ہے اور مراد ساتھ شرک کے اس آیت سے کفر ہے اس واسطے کہ جو حضرت محمد ﷺ کی نبوت سے مثلاً انکار کرے وہ کافر ہوتا ہے اگرچہ اللہ کے ساتھ اور رب نہ ٹھہرا دے اور اس کی مغفرت بالاتفاق نہیں ہوگی اور کبھی وارد ہوتا ہے شرک اور مراد اس سے وہ چیز ہوتی ہے جو کفر سے خاص تر ہو جیسے کہ اس آیت میں ہے ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ﴾ ابن بطال نے کہا غرض بخاری کی رد کرنا ہے اس شخص پر جو گناہوں کے ساتھ تکفیر کرتا ہے مانند خارجیوں کی اور کہتا ہے کہ جو اس حالت پر مرے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور آیت ان پر رد کرتی ہے اس واسطے کہ مراد ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے ﴿وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ وہ شخص ہے جو مر جائے ہر گناہ پر سوائے شرک کے اور لیکن قصہ ابوذر رضی اللہ عنہ کا پس سوائے اس کے نہیں کہ ذکر کیا گیا ہے تاکہ استدلال کیا جائے ساتھ اس کے اس پر کہ جس میں باقی رہے ایک خصلت جاہلیت کی خصلتوں سے سوائے شرک کے کہ وہ اس کے ساتھ ایمان سے خارج نہیں ہوتا برابر ہے کہ وہ خصلت کبیرے گناہوں سے ہو یا صغیروں سے اور وہ ظاہر ہے اور نیز استدلال کیا ہے بخاری

نے اُس پر کہ ایماندار جب گناہ کا مرتکب ہوتو اس کو کافر نہ کہا جائے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے باقی رکھا ہے اس پر نام مؤمن کا یعنی اس کو مومن کہا ہے سو فرمایا ﴿وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا﴾ پھر فرمایا ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ اور نیز استدلال کیا ہے اس نے ساتھ قول حضرت ﷺ کے اذا التقی المسلمان بسیفهما پس نام رکھا حضرت ﷺ نے ان کا مسلمان باوجود وعدہ دینے کے ساتھ آگ کے اور مراد اس جگہ لڑنا ہے جب کہ ہو بغیر تاویل جائز کے اور نیز استدلال کیا ہے اس نے ساتھ قول حضرت ﷺ کے واسطے ابوذر رضی اللہ عنہ کے اور جاہلیت کی تجھ میں خو بو ہے یعنی جاہلیت کی خصلت ہے باوجودیکہ مرتبہ ابوذر رضی اللہ عنہ کا ایمان سے اعلیٰ درجہ میں ہے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ توبیخ کی اس کو ساتھ اس کے اوپر بڑے ہونے درجے اس کے نزدیک آپ کے واسطے ڈرانے کے کہ پھر ایسا کام نہ کرے اس واسطے کہ اگرچہ وہ معذور ہے کسی وجہ سے لیکن واقع ہونا ایسے امر کا ایسے آدمی سے بڑا سمجھا جاتا ہے زیادہ تر اس سے جو اس سے کم تر ہے اور تحقیق ظاہر ہوئی ساتھ اس کے وجہ داخل ہونے دونوں حدیثوں کی نیچے ترجمہ کے اور طائفہ ٹکڑا ہے ایک چیز کا اور بولا جاتا ہے واحد پر اور زیادہ پر نزدیک جمہور کے اور لیکن شرط ہونا حضور چار کا زانی کے رجم میں باوجود اس آیت کے ﴿وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ پس آیت وارد ہے کوڑوں کے مارنے میں اور نہیں ہے اشتراط بیچ اس کے اور اشتراط رجم میں ثابت ہے اور دلیل ہے اور لیکن شرط ہونا تین کا خوف کی نماز میں باوجود قول اللہ تعالیٰ کے ﴿فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ﴾ پس یہ واسطے اس آیت کے ہے ﴿وَلْيَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ﴾ پس ذکر کیا اس کو ساتھ لفظ جمع کے اور ادنیٰ درجہ جمع کا تین ہے صحیح قول پر۔ (فتح)

٢٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ وَيُوْنُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هٰذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِيْ أَبُوْ بَكْرَةَ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيْدُ قُلْتُ أَنْصُرُ هٰذَا الرَّجُلَ قَالَ ارْجِعْ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ قَالَ إِنَّهٗ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ.

۲۹۔ احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اس مرد کی مدد کرنے کو چلا (یعنی علی رضی اللہ عنہ کی) پس مجھ کو ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ ملا سو کہا اس نے کہ تو کہاں کا ارادہ رکھتا ہے میں نے کہا مدد کرنے کا اس مرد کی اس نے کہا کہ پھر جا پس تحقیق میں نے حضرت ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جب دو مسلمان ایک دوسرے کا سامنا کریں تلواریں لے کر تو قتل کرنے والا اور جو قتل ہوا دونوں دوزخ میں ہی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! قتل کرنے والا تو اس واسطے دوزخی ہوا کہ اس نے ظلم کیا تھا مگر جو قتل ہوا تھا اس کا کیا قصور تھا حضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ بھی اپنے حریف کے مارنے پر حریص اور مستعد تھا یعنی اس کا قابو نہ ہوا ورنہ اس کو ضرور مارتا۔

فائدہ: اس حدیث میں بھی قاتل اور مقتول کو مسلمان فرمایا ہے پس معلوم ہوا کہ قتل وغیرہ گناہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا ہے پس مطابقت ترجمہ سے ظاہر ہے اور اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قاتل اور مقتول مسلمان دوزخی اسی صورت میں ہیں جب عداوت سے ایک دوسرے کے مارنے کا قصد رکھیں اور اگر ایک مسلمان کو دوسرا ناحق قتل کرنے کا ارادہ کرے تو اس صورت میں مقتول پر مطلق کچھ گناہ نہیں ہے بلکہ وہ شہید ہوتا ہے اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہ صحابی ہے مشہور اور ارادہ کیا تھا احنف نے کہ نکلے ساتھ قوم اپنی کے طرف علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تاکہ لڑے ہمراہ اس کے دن جنگ جمل کی پس منع کیا اس کو ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے تو وہ پھر آیا اور حمل کیا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کو اپنے عموم پر ہر دو مسلمانوں میں کہ آپس میں لڑیں اپنی تلواروں سے واسطے اکھاڑنے مارنے کے نہیں تو حق یہ ہے کہ وہ محمول ہے اس پر جب کہ ہو قتال ان دونوں سے بغیر تاویل سائغ کے کما قدمنا اور خاص کیا جائے گا یہ پہلے حدیث کے عموم سے ساتھ دلیل اس کی کے کہ خاص ہے بیچ قتال اہل بغی کے اور تحقیق رجوع کیا احنفؒ نے ابوبکرہ کی رائے سے اس معاملے میں اور حاضر ہوا ساتھ علی رضی اللہ عنہ کے باقی لڑائیوں میں۔ (فتح)

٣٠ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلٍ الْاَحْدَبِ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ لَقِيْتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلٰى غُلَامِهٖ حُلَّةٌ فَسَأَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ إِنِّيْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهٗ بِأُمِّهٖ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَعَيَّرْتَهٗ بِأُمِّهٖ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَأَعِيْنُوْهُمْ.

٣٠۔ معرور سے روایت ہے کہ میں ربذہ (ایک جگہ کا نام ہے مدینہ سے تین منزل پر) میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملا تو وہ حلہ یعنی دو کپڑے چادر اور تہ بند پہنے ہوئے تھے اور اس کا غلام بھی حلہ پہنے ہوئے تھا یعنی دونوں مالک اور غلام کا لباس برابر تھا پس میں نے اس سے برابری کا سبب پوچھا سو ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ایک مرد کو ماں کی گالی دی تھی (یعنی یہ کہا تھا کہ تو حبشن کا جنا ہے) سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا اے ابوذر رضی اللہ عنہ کیا تو نے اس کو ماں کی گالی دی ہے بے شک تو ایسا مرد ہے کہ تجھ میں جہالت کی خو بو ہے تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں یعنی وہ بھی آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور تمہارے خدمتگار ہیں اللہ نے ان کو تمہارے ہاتھ کے نیچے کر دیا ہے یعنی تم کو ان کا مالک کیا ہے سو جس کا بھائی جس کے ملک میں ہو تو اس کو کھلائے جو آپ کھاتا ہو اور اس کو پہنائے جو آپ پہنتا ہو اور اس پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جو ان کو دبا ڈالے پس اگر ان پر کسی سخت کام کا بوجھ ڈالو تو خود بھی ان کی مدد کرو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گالی دینا گناہ ہے اور جہالت کی خو ہے مگر اس سے آدمی کافر نہیں ہو جاتا پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے غلام یا نوکر کو کوئی بھاری کام نہ بتلائے اگر بتلائے تو خود بھی اس کی مدد کرے یہ جو کہا کہ بے شک تو ایسا مرد ہے کہ تجھ میں جہالت کی خو ہے یعنی خصلت ہے جاہلیت کی خصلتوں میں سے اور ظاہر ہوتا ہے کہ تھا یہ گالی دینا ابوذر رضی اللہ عنہ سے پہلے اس سے کہ اس کے حرام ہونے کو پہچانے پس یہ خصلت جاہلیت کی خصلتوں سے اس میں باقی تھی پس اسی واسطے کہا جیسا کہ روایت کیا ہے اس کو بخاری نے ادب میں کہ میں نے کہ اس وقت میرے بڑھاپے میں فرمایا ہاں گویا کہ تعجب کیا اس نے پوشیدہ رہنے اس کے سے اوپر اپنے باوجود بڑی ہونے عمر اپنی کے پس بیان کیا اس کے واسطے ہونا اس خصلت کا مذموم شرعًا اور تھے ابوذر رضی اللہ عنہ بعد اس کے برابری کرتے اپنے غلام سے پوشاک وغیرہ میں واسطے احتیاط کے اگرچہ حدیث کے لفظ تقاضا کرتے ہیں سلوک کے شرط ہونے کو نہ برابری کرنے کو اور باقی بحث اس کی عتق میں آئے گی اور تحقیق آیا ہے بیچ سبب پہنانے ابوذر رضی اللہ عنہ کے اپنے غلام کو مثل لباس اپنے کی اثر مرفوع جو صریح تر ہے اس سے اور خاص تر ہے روایت کیا ہے اس کو طبرانی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو ایک غلام دیا سو فرمایا کہ کھلاؤ اس کو جو آپ کھاتا ہے اور پہناؤ اس کو جو آپ پہنتا ہے او رتھا واسطے ابوذر رضی اللہ عنہ کے ایک کپڑا تو اس نے اس کو چیر کر دو ٹکڑے کیا اور آدھا غلام کو دیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا اور پوچھا تو عرض کیا کہ یا حضرت! آپ نے فرمایا کہ کھلاؤ ان کو جو آپ کھاتے ہو اور پہناؤ ان کو جو آپ پہنتے ہو فرمایا ہاں۔

بَابُ ظُلْمٍ دُوْنَ ظُلْمٍ. باب ہے اس بیان میں کہ بعض قسم ظلم کی اشد ہے بعض سے یعنی ظلم کی کئی قسمیں ہیں بعض بڑی ہیں اور بعض چھوٹی ہیں۔

فائدہ: غرض امام بخاری کی اس باب سے یہ ہے کہ ایمان سوائے عمل کے پورا نہیں ہوتا ہے اور گناہ سے (یعنی سوائے شرک کے) آدمی کافر نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا ایمان ناقص ہو جاتا ہے اور یہ جملہ یعنی ترجمہ حدیث کے لفظ ہے کہ روایت کیا ہے اس کو احمد نے کتاب الایمان میں اور استدلال کیا ہے واسطے اس کے بخاری نے ساتھ حدیث مرفوع کے اور وجہ دلالت کی یہ ہے کہ اصحاب نے سمجھا اللہ کے قول بظلم سے عام ہونا انواع گناہوں کا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر انکار نہ کیا اور سوائے اس کے نہیں کہ بیان کیا کہ مراد ظلم کی سب قسموں سے بڑی قسم ہے اور وہ شرک ہے جیسے کہ ہم اس کو عنقریب واضح کریں گے پس دلالت کی اس نے اس پر کہ واسطے ظلم کے مرتبے ہیں کم وبیش اور مناسبت وارد کرنے اس کے پیچھے اس چیز کے کہ پہلے گزری کہ گناہ سوائے شرک کے نہیں منسوب کیا جاتا صاحب ان کا طرف کفر کی جو خارج کرنے والا ہو اسلام سے اس تقریر پر ظاہر ہے اور خطابی نے کہا تھا شرک نزدیک

اصحاب کے اکبر اس سے کہ نام رکھا جائے ساتھ ظلم کے پس حمل کیا انہوں نے ظلم کو آیت میں اس کے سوا اور ظلم یعنی گناہوں سے سو پوچھا انہوں نے اس سے تو یہ آیت اتری اور خطابی کی اس کلام میں نظر ہے اور جو میرے واسطے ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ انہوں نے ظلم کو اپنے عموم پر حمل کیا جو شامل ہے شرک کو اور جو اس سے کم ہے اور یہی ہے جس کا تقاضا کرتی ہے کاری گری بخاری کی اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ حمل کیا انہوں نے اس کو اپنے عموم پر اس واسطے کہ قول اس کا بظلم نکرہ ہے نفی کے سیاق میں لیکن عموم اس کا اس جگہ باعتبار ظاہر کے ہے جیسے کہ سمجھا اس کو اصحاب نے اس آیت سے اور تحقیق والے لوگ کہتے ہیں کہ اگر داخل ہو نکرے پر نفی کے سیاق میں وہ چیز کہ تاکید کرتی ہے عموم کو اور قوی کرتی ہے اس کو مانند من کی بیچ قول اس کے کہ ماجاء نی من رجل تو فائدہ دیتی ہے تنصیص عموم کا نہیں تو عموم مستفاد ہے باعتبار ظاہر کے جیسے کہ سمجھا اس کو اصحاب نے اس آیت سے اور بیان کیا واسطے ان کے حضرت ﷺ نے کہ اس کا ظاہر مراد نہیں بلکہ وہ عام اس قسم سے ہے کہ مراد اس کے ساتھ خاص ہے پس مراد ساتھ ظلم کے اعلیٰ ہے سب قسموں اس کی سے اور وہ شرک ہے پس اگر کوئی کہے کہ کہاں سے لازم آتا ہے کہ جو ایمان کو ظلم کے ساتھ ملا دے وہ نہ امن والا ہوتا ہے اور نہ ہدایت یافتہ تاکہ دشوار ہوا اوپر ان کے اور سیاق سوائے اس کے نہیں کہ تقاضا کرتا ہے کہ جس سے ظلم نہ پایا جائے پس وہ امن میں ہے اور راہ یافتہ ہے پس کیا چیز ہے جو دلالت کرتی ہے اس کی نفی پر اس شخص سے کہ اس سے ظلم پایا جائے پس جواب یہ ہے کہ مستفاد ہے مفہوم سے اور وہ مفہوم صفت کا ہے یا مستفاد ہے اختصاص سے مقدم کرنے سے واسطے ان کے امن پر یعنی واسطے ان کے امن ہے نہ واسطے غیر ان کے کہ اسی طرح کہا ہے زمخشری نے پس اگر کوئی کہے کہ نہیں لازم آتا قول اس کے سے ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ کہ شرک کے سوا ظلم نہیں ہوتا تو جواب یہ ہے کہ تنوین ظلم میں واسطے تعظیم کے ہے اور تحقیق بیان کیا ہے شارع نے اس استدلال کو ساتھ آیت دوسری کے پس تقدیر یہ ہے ﴿لَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ یعنی ساتھ شرک کے اس واسطے کہ کوئی ظلم اس سے زیادہ نہیں اور ایک روایت میں یہ صریح آچکا ہے اور محمد بن اسمٰعیل تیمی نے کہا کہ ملنا ایمان کا ساتھ شرک کے متصور نہیں پس مراد یہ ہے کہ نہیں حاصل ہوئیں اس واسطے ان کے دونوں صفتیں کفر کہ متاخر ہو ایمان متقدم سے یعنی مرتد نہیں ہوئے اور احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ نہیں جمع کیا انہوں نے درمیان ان کے ظاہر اور باطن میں یعنی منافق نہیں ہوئے اور یہ وجہ بہت ٹھیک ہے اسی واسطے بخاری نے اس کے پیچھے منافق کی علامتوں کا باب باندھا اور یہ اس کی عجیب ترتیب سے ہے اور حدیث کے متن میں کئی فائدے ہیں حمل کرنا عموم پر یہاں تک کہ وارد ہو دلیل خصوص کی اور یہ کہ نکرہ نفی کے سیاق میں عام ہوتا ہے اور یہ کہ خاص قاضی ہے عام پر اور مبین مجمل پر اور یہ کہ لفظ حمل کیا جاتا ہے خلاف ظاہر پر واسطے مصلحت دفع تعارض کے اور یہ کہ ظلم کے درجے کم وبیش ہیں جیسے کہ ترجمہ باندھا ہے ساتھ اس کے اور یہ کہ جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے پس واسطے اس کے امن ہے اور وہ ہدایت پا گیا ہے پس

اگر کوئی کہے کہ گنہگار کبھی عذاب کیا جاتا ہے پس نہیں وہ امن اور ہدایت پانا جو حاصل ہوا ہے واسطے اس کے تو جواب یہ ہے کہ وہ امن میں ہے ہمیشہ دوزخ میں رہنے سے راہ پا گیا ہے طرف بہشت کی، واللہ اعلم ۔ (فتح)

٣١ ـ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح قَالَ حَدَّثَنِي بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ قَالَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾.

٣١۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ ایمان لائے اور نہ ملایا اپنے ایمان کو ساتھ ظلم کے تو ان کو قیامت میں امن ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا کہ ہم میں کون ایسا ہے جو ظلم نہیں کرتا تو اللہ نے یہ آیت اتاری کہ تحقیق شرک البتہ بڑا ظلم ہے۔

فائدہ: یعنی اس آیت میں ظلم سے مطلق ہر قسم کا ظلم مراد نہیں بلکہ اس سے مراد شرک ہے جو اعلیٰ قسم کا ظلم ہے پس اقسام ظلم کا کم وبیش ہونا اس سے ثابت ہو گیا جس کی وجہ سے مطابقت حدیث کی ترجمہ کے ساتھ ظاہر ہو گئی۔

بَابُ عَلَامَةِ الْمُنَافِقِ.

باب ہے بیان میں نشانی منافق کے۔

فائدہ: مراد اس باب سے یہ ہے کہ ایمان گناہ سے ناقص ہو جاتا ہے جیسے کہ نیکیوں سے بڑھ جاتا ہے اور نفاق کہتے ہیں اس کو ظاہر باطن کے مخالف ہو پس اگر نفاق اعتقاد میں ہو تو اس کو نفاق کفر کا کہتے ہیں اور عمل میں ہو تو اس کو نفاق عمل کا کہتے ہیں جب پہلے بیان کیا کہ کفر کے مراتب کم وبیش ہیں اور اسی طرح ظلم بھی تو اس کے پیچھے یہ بیان کیا کہ نفاق بھی اسی طرح ہے شیخ محی الدین نے کہا کہ مراد بخاری کی ساتھ اس ترجمہ کے یہ ہے کہ گناہ ایمان کو کم کرتے ہیں جیسے کہ بندگی اس کو زیادہ کرتی ہے اور کرمانی نے کہا کہ مناسبت اس باب کے واسطے کتاب ایمان کے یہ ہے کہ نفاق نشانی ہے نہ ہونے ایمان کی یا اس واسطے کہ تا کہ معلوم ہو اس سے کہ بعض نفاق کفر ہے سوائے بعض کے اور نفاق لغت میں مخالف ہونا باطن کا ہے واسطے ظاہر کے پس اگر ہو بیچ اعتقاد ایمان کے تو وہ نفاق کفر ہے نہیں تو نفاق عمل کا ہے اور داخل ہوتا ہے اس میں فعل اور ترک اور کم وبیش ہوتے ہیں درجے اس کے۔ (فتح)

٣٢ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ اَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ مَالِكِ ابْنِ اَبِيْ عَامِرٍ اَبُوْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٣٢۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پتہ منافق کا تین چیزیں ہیں ایک تو یہ جب بات کہے تو جھوٹ بولے دوسری یہ کہ جب قول اور اقرار کرے تو اس کے خلاف کرے تیسری یہ کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے

قَالَ اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ. جائے تو اس میں خیانت کرے۔

فائدہ: پس اگر کہا جائے کہ ظاہر حدیث کا حصر ہے تین میں پس کس طرح آیا ہے دوسری حدیث میں ذکر چار خصلتوں کا تو جواب یہ ہے کہ دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں اس واسطے کہ نہیں لازم آتا شمار کرنے خصلت مذمومہ کے سے جو دلالت کرنے والی ہے اوپر کمال نفاق کے ہونا اس کا علامت اوپر نفاق کے واسطے اس احتمال کے کہ ہوں علامتیں دلالت کرنے والیں اوپر اصل نفاق کے اور خصلت زیادہ جب نسبت کی جائے طرف اس کی تو کمال ہوتا ہے ساتھ اس کے خلوص نفاق کا علاوہ ازیں مسلم کی روایت میں وہ چیز ہے جو دلالت کرتی ہے اوپر ارادہ عدم حصر کے کہ اس کے لفظ یہ ہیں **من علامة المنافق ثلث** اور جب حمل کیا جائے لفظ پہلے اوپر اس کے تو نہیں وارد ہوتا سوال پس ہوگی یہ بات کہ بعض علامتوں کی بعض وقت میں خبر دی اور دوسرے وقت میں دوسری علامتوں کی خبر دی اور وجہ اختصار کی ان تین علامتوں پر یہ ہے کہ وہ خبر دینے والی ہیں اس چیز کی کہ ان کے سوا ہیں اس واسطے کہ اصل دیانت کی تین چیزوں میں بند ہے قول اور فعل اور نیت میں پس تنبیہ کی اوپر فاسد ہونے قول کے ساتھ جھوٹ کے اور اوپر فاسد ہونے فعل کے ساتھ خیانت کے اور اوپر فاسد ہونے نیت کے ساتھ خلاف کرنے وعدے کے اس واسطے کہ خلاف کرنا وعدے کا نہیں قدح کرتا مگر جب کہ ہو نیت اوپر خلاف وعدے کے جوڑی گئی ساتھ وعدے کے لیکن جب کہ ہو نیت وعدے کے وفا کرنے کی پھر اس کو کوئی مانع پیش آئے یا اس کے واسطے کوئی رائے ظاہر ہو تو اس سے نفاق کی صورت نہیں پائی گئی کہا ہے اس کو غزالی نے احیاء میں اور شہادت دیتی ہے واسطے اس کے وہ چیز جو طبرانی نے سلمان سے روایت کی ہے کہ جب وعدے کرے اور حالانکہ وہ اس کے دل میں نیت ہو کہ وہ وعدہ خلاف کرے گا اور اسی طرح باقی خصلتوں میں کہا اور ایک روایت میں ہے کہ جب وعدہ کرے مرد اپنے بھائی سے اور اس کی نیت یہ ہو کہ اس کے واسطے وعدہ پورا کرے گا پھر نہ پورا کیا تو نہیں اس پر گناہ اور مراد ساتھ وعدے کے حدیث میں وعدہ کرنا ساتھ خیر کے ہے اور اوپر بدی پس مستحب ہے خلاف کرنا اس کا اور کبھی واجب ہوتا ہے جب تک کہ نہ مترتب ہو اوپر ترک جاری کرنے اس کے کہ کوئی فساد اور اوپر جھوٹ حدیث میں پس مالک سے حکایت ہے کہ وہ پوچھے گئے اس شخص سے کہ تجربہ کیا گیا ہے اس پر جھوٹ کا پس کہا کہ شاید اس نے خبر دی ہو اپنی خوشی سے جو اس کے واسطے پہلے گزری پس مبالغہ کیا اس کے بیان میں پس یہ ضرر نہیں کرتا اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ضرر تو وہ کرتا ہے جو بیان کرے چیزوں کو خلاف واقعہ کے جھوٹ کی نیت سے نووی نے کہا کہ ایک جماعت علماء نے اس حدیث کو مشکل گنا ہے اس اعتبار سے کہ یہ خصلتیں کبھی پائی جاتی ہیں مسلمان میں کہ اجماع ہیں اوپر عدم حکم کے ساتھ کفر اس کے کی اور نہیں ہے اس میں کچھ اشکال بلکہ اس کے معنی صحیح ہیں اور جو چیز کہ تحقیق والوں نے کہی ہے یہ ہے کہ معنی اس کے یہ

ہیں کہ یہ خصلتیں نفاق کی ہیں اور جس میں یہ خصلتیں پائی جائیں وہ منافقوں کے مشابہ اور مانند ہے ان خصلتوں میں اور عادت کرنے والا ہے ساتھ خو ان کی کے میں کہتا ہوں کہ محصل اس جواب کا حمل کرنا تسمیہ میں ہے اوپر مجاز کے یعنی جس میں یہ خصلتیں پائی جائیں وہ منافقوں کی مانند ہیں اور یہ بنا براس کے ہے کہ نفاق سے مراد نفاق کفر ہے اور تحقیق کہا گیا ہے جواب میں کہ مراد ساتھ نفاق کے نفاق عمل ہے کما قدمنا اور ساتھ اسی کے راضی ہوا ہے قرطبی اور استدلال کیا گیا ہے واسطے اس کے ساتھ قول عمر رضی اللہ عنہ کے واسطے حذیفہ رضی اللہ عنہ کے کہ کیا تو جانتا ہے مجھ میں کوئی چیز نفاق سے پس نہیں ارادہ کیا اس نے ساتھ اس کے نفاق کفر کا اور سوائے اس کے نہیں کہ مراد اس کی نفاق عمل کا ہے اور تائید کرتا ہے اس کی وصف کرنا اس کا ساتھ خالص کے دوسری حدیث میں ساتھ قول اپنے کے **کان منافقا خالصا** اور بعض کہتے ہیں کہ مراد ساتھ بولنے نفاق کے ڈرانا ہے ان خصلتوں کے اختیار کرنے سے اور یہ کہ اس کا ظاہر مراد نہیں اور ساتھ اس کے راضی ہوا ہے خطابی اور کہا کہ احتمال ہے کہ مراد وہ ہو جس کی یہ عادت ہوگئی ہو اور بعض کہتے ہیں کہ یہ محمول ہے اس کے حق میں جس پر یہ خصلتیں غالب ہوگئی ہوں اور اس کو آسان جانے اور ان کے عمل کو ہلکا سمجھے پس تحقیق جو ایسا ہو وہ اکثر اوقات فاسد اعتقاد ہوتا ہے اور یہ سب جواب اس پر مبنی ہیں کہ لام المنافق میں واسطے جنس کے ہے اور بعض دعوے کرتے ہیں کہ وہ واسطے عہد کے ہے پس کہا کہ حدیث وارد ہوئی ہے بیچ حق شخص معین کے یا بیچ منافقوں کے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے اور تمسک کیا ہے ان بعض نے ساتھ حدیثوں ضعیف کے کہ اس باب میں آئی ہیں اگر ثابت ہو اس سے کوئی چیز تو البتہ متعین ہوگا پھرنا طرف اس کی اور سب جوابوں سے عمدہ تر جواب وہ ہے جس سے راضی ہوا ہے قرطبی۔ (فتح)

۳۳ ـ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ.

۳۳۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں ہیں جس میں وہ چار ہوں گی وہ نرا منافق ہے اور جس میں ان چاروں سے ایک خصلت ہوگی تو اس میں ایک ہی نفاق کی خصلت ہے یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے ایک یہ کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے دوسری یہ کہ جب بات کہے تو جھوٹ بولے تیسری یہ کہ جب قول اقرار کرے تو اس کے خلاف کرے چوتھی یہ کہ جب جھگڑا اور گفتگو کرے تو گالی دے اور ناحق پر چلے۔

بَابُ قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنَ الْإِيْمَانِ.

باب شب قدر کی رات میں کھڑا ہونا یعنی جاگنا ایمان

سے ہے یعنی ایمان کی علامتوں سے ہے۔

فائدہ: جب بیان کیں علامتیں نفاق کی اور قباحت ان کی تو رجوع کیا طرف نشانیوں ایمان کے اور خوبی ان کی کے اس واسطے کہ کلام اوپر متعلقات ایمان کے مقصود بالا صالت یہی ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ ذکر کرتا ہے اس کے غیر کے متعلقات کو واسطے موافقت کے پھر رجوع کیا پس ذکر کیا کہ قیام شب قدر کا اور قیام رمضان کا اور روزہ رمضان کا ایمان سے ہے۔(فتح)

٣٤ ـ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

۳۴۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایمان سے اور ثواب کے واسطے شب قدر میں جاگے گا اور نماز پڑھے گا تو اس کے پہلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

بَابُ الْجِهَادِ مِنَ الْاِيْمَانِ. باب یعنی جہاد کرنا ایمان کی علامتوں میں سے ہے۔

فائدہ: وارد کیا ہے اس باب کو درمیان قیام شب قدر کے اور درمیان قیام رمضان کے اور اس کے روزے کے پس لیکن مناسبت وارد کرنے اس کے کہ فی الجملہ پس واضح ہے واسطے مشترک ہونے اس کے کی بیچ ہونے اس کے ایمان کی خصلتوں سے اور اوپر وارد کرنا اس کا درمیان ان دونوں بابوں کے باوجود یہ کہ تعلق ایک کا دوسرے سے ظاہر ہے پس واسطے نکتہ کے نہیں دیکھتا میں کہ کسی نے اس کے واسطے تعرض کیا ہو بلکہ کرمانی نے کہا کہ اس کی یہ کاریگری دلالت کرتی ہے کہ نظر مقطوع ہے غیر اس مناسبت سے یعنی مشترک ہونا اس کا بیچ ہونے اس کے کی ایمان کی خصلتوں سے اور میں کہتا ہوں کہ بلکہ قیام شب قدر کا اگرچہ مناسبت اس کی ساتھ قیام رمضان کے ظاہر ہے لیکن واسطے حدیث کے جس کو باب الجہاد میں وارد کیا ہے مناسبت ہے ساتھ تلاش کرنے شب قدر کے نہایت عمدہ اس واسطے کہ تلاش شب قدر کی چاہتی ہے محافظت زائدہ کو اور مجاہدے تام کو اور باوجود اس کے کبھی موافق پڑتا ہے اس کو اول اور اسی طرح مجاہد تلاش کرتا ہے شہادت کو اور قصد کرتا ہے کہ اللہ کا بول بالا ہو اور کبھی حاصل ہوتا ہے اس کے واسطے یہ اول تو دونوں مناسب ہیں اس میں کہ دونوں سے ہر ایک میں مجاہدہ ہے اور اس میں کہ ہر ایک دونوں میں سے کبھی حاصل ہوتا ہے مقصود اصلی واسطے صاحب اس کے کی اول پس کھڑا ہونے والا واسطے تلاش شب قدر کے ثواب دیا گیا ہے پس اگر شب قدر کے موافق پڑ جائے تو اس کو بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے اور مجاہد واسطے تلاش کرنے شہادت کے ثواب دیا گیا ہے پس اگر اس کے موافق پڑ جائے تو اس کو بہت ثواب حاصل ہوتا ہے اور اشارہ کرتا ہے طرف اس کی آرزو کرنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شہادت کو ساتھ قول اپنے کی کہ البتہ میں دوست رکھتا ہوں اس کو کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں

پس ذکر کی بخاری نے فضیلت جہاد کی واسطے اس کی موافقت کے پھر پھرا طرف قیام رمضان کی اور وہ بہ نسبت قیام شب قدر کی عام ہے بعد خاص کے پھر ذکر کیا بعد اس کے باب روزے کا اس واسطے کہ روزہ ترکوں سے ہے پس مؤخر کیا اس کو قیام سے اس واسطے کہ وہ افعال سے ہے اور اس واسطے کہ رات دن سے پہلے ہے اور شاید اس نے اشارہ کیا ہے کہ قیام مشروع ہے پہلی رات میں مہینے سے برخلاف بعض کے۔ (فتح)

۳۵ ۔ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ انْتَدَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهٖ لَا يُخْرِجُهٗ إِلَّا إِيْمَانٌ بِيْ وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ أَنْ أُرْجِعَهٗ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ وَلَوَدِدْتُ أَنِّيْ أُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ.

۳۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ضامن ہوگیا ہے اللہ غالب اور بزرگ اُس شخص کا جو اس کے راہ میں جہاد کو نکلا نہ نکالا ہو اس کو مگر ایمان لانے ساتھ اللہ کے اور اس کے رسولوں کی تصدیق نے یعنی محض اللہ کی رضا مندی چاہنے کے واسطے نکلا دنیا کے واسطے یا دکھلانے کے واسطے نہیں نکلا اللہ ضامن ہوا اس بات کا کہ پھر لاؤں گا میں اس کو ساتھ اس کے جو پایا ہے ثواب سے یا غنیمت سے یا کہ اس کو بہشت میں داخل کروں گا اور اگر اپنی امت پر مشکل نہ جانتا تو میں کسی لشکر سے پیچھے نہ رہتا اور البتہ میں دوست رکھتا ہوں اس بات کو کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔

بَابُ تَطَوُّعِ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنَ الْإِيْمَانِ.

باب رمضان کی راتوں میں ثواب کے واسطے جاگنا اور نفل پڑھنا ایمان سے ہے یعنی ایمان کی ایک شاخ ہے

۳۶ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

۳۶۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایمان اور ثواب کے واسطے رمضان میں جاگے گا اور نفل پڑھے گا تو اس کے پہلے گناہ سب معاف ہو جائیں گے۔

بَابُ صَوْمِ رَمَضَانَ إِحْتِسَابًا مِّنَ الْإِيْمَانِ.

باب رمضان کا روزہ رکھنا ثواب کے واسطے ایمان سے ہے یعنی ایمان کی ایک بڑی شاخ ہے۔

۳۷ ـ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

۳۷۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایمان سے اور ثواب کے واسطے رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے اگلے گناہ سب معاف ہو جائیں گے۔

بَابٌ اَلدِّيْنُ يُسْرٌ.

باب اس بیان میں کہ دین آسان ہے (یعنی اس میں سختی نہیں ہے)۔

فائدہ: یعنی دین اسلام آسانی والا ہے نام رکھا گیا دین کا یسر یعنی آسان واسطے مبالغہ کے بہ نسبت پہلے دینوں کی اس واسطے کہ اللہ نے دور کیا ہے بوجھ کو جو پہلی امتوں پر تھا اور اس کی مثالوں سے زیادہ تر واضح مثال یہ ہے کہ تحقیق توبہ ان کی تھی ساتھ قتل کرنے اپنی جانوں کے یعنی ان کی توبہ یہی تھی کہ اپنے تئیں مار ڈالیں اور توبہ اس امت کی ساتھ چھوڑ دینے گناہ کے ہے اور قصد کے کہ آئندہ نہ کروں گا اور نادم ہونے کی اور یہ جو کہا کہ بہت پیارا دین تو مراد خصلتیں دین کی ہیں اس واسطے کہ دین کی خصلتیں سب محبوب ہیں لیکن جو ان سے آسان ہو پس وہ اللہ کے نزدیک بہت پیاری ہے اور دلالت کرتی ہے اس پر جو احمد نے روایت کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر تمہارے دین میں سے چیز ہے جو آسان ہے یا دین جنس ہے یعنی اللہ کے نزدیک سب دینوں سے بہت پیارا دین ابراہیمی ہے اور مراد ساتھ دینوں کے پہلی امتوں کی شریعتیں ہیں اور حنیف سنت میں وہ شخص ہے جو ابراہیم کے دین پر ہو اور نام رکھا گیا ابراہیم علیہ السلام کا حنیف واسطے پھرنے اس کی کے باطل سے طرف حق کے اس واسطے کہ اصل حنیف کے معنی میل کے ہیں اور سمجھ کے معنی ہیں آسان یعنی وہ مبنی ہے سہولت پر قول اللہ تعالیٰ کے ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ﴾ یعنی نہیں گردانا گیا تم پر دین میں کوئی حرج یہ دین تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا ہے اور اس حدیث کو امام بخاری نے اس کتاب میں مسند نہیں کیا اس واسطے کہ وہ اس کی شرط پر نہیں اور یہ جو فرمایا کہ جو دین کو سخت پکڑے گا وہ مغلوب ہو جائے گا تو ابن منیر نے کہا کہ اس میں نشانی ہے نبوت کی نشانیوں سے پس تحقیق ہم نے دیکھا اور ہم سے پہلے اور لوگوں نے بھی دیکھا کہ جو دین کے کام میں زیادتی کرتا ہے اور مشکل عبادت کو اختیار کرتا ہے تو وہ دین کے کام سے بالکل عاجز ہو جاتا ہے اور نہیں مراد ہے منع طلب اکمل کی عبادت میں اس واسطے کہ یہ عمدہ کاموں سے ہے بلکہ مراد منع کرنا افراط اور زیادتی سے ہے جو پہنچانے والی ہے طرف ملال اور تھک جانے کی یا مبالغہ کرنا ہے نفل نماز میں جو پہنچائے طرف ترک افضل کی یا مراد نکال دینا فرض کا اپنے وقت سے مانند اس شخص کی

جو تمام رات نماز پڑھتا رہے یہاں تک کہ اس پر نیند غالب ہو جائے پچھلی رات میں پس سو جائے فجر کی نماز سے جماعت میں یا یہاں تک کہ وقت مختار نکل جائے یا سورج نکل آئے پس نماز کا وقت فوت ہو جائے اور ایک روایت میں ہے کہ ہرگز نہیں پہنچو گے تم اس امر کو یعنی دین کو ساتھ غالب ہونے کے اور بہتر دین تمہارا آسان ہے اور کبھی اس سے مستفاد ہوتا ہے اشارہ طرف پکڑنے کی ساتھ رخصت شرعیہ کے پس تحقیق لینا عزیمت یعنی اولویت کو رخصت کی جگہ میں افراط ہے مانند اس شخص کی جو ترک کرے تیمم کو وقت عاجز ہونے کے پانی کے استعمال کرنے سے پس پہنچا دے استعمال کرنا اس کا طرف ضرر کی اور مدد چاہو ساتھ سیر فجر کے یعنی مدد چاہو او پر ہمیشگی عبادت کے ساتھ واقع کرنے اس کی کہ نشاط اور خوش دلی کے وقتوں میں اور غدوہ اول دن کی سیر کو کہتے ہیں اور روحہ اُس سیر کو کہتے ہیں جو زوال کے بعد ہو اور دلجہ پچھلے دن کی سیر کو کہتے ہیں اس واسطے کہ رات کا عمل دن کے عمل سے دشوار ہے اور یہ وقت مسافر کے وقتوں سے نہایت اطیب ہوتے ہیں یعنی مسافر ان میں بہت خوش دل ہوتا ہے اور شاید حضرت ﷺ نے خطاب کیا ہے مسافر کو پس تنبیہ کی اس کو اس کی خوش دلی کے وقتوں پر اس واسطے کہ مسافر جب تمام رات دن چلے تو عاجز ہو جاتا ہے اور منقطع ہو جاتا ہے اور جب قصد کرے چلنے کا ان نشاط کے وقتوں میں تو ممکن ہوتی ہے اس کو ہمیشگی بغیر مشقت کے اور خوبی اس استعارے کی یہ ہے کہ دنیا حقیقت میں گھر نقل کرنے کا ہے طرف آخرت کی اور یہ کہ خاص کر ان وقتوں میں بدن بہت راحت والا ہے واسطے عبادت کے اور قصد کے معنی ہیں میانہ امر کو اختیار کرنا اور مناسبت وارد کرنے بخاری کی اس حدیث کو پیچھے ان حدیثوں سے کہ اس سے پہلے ہیں ظاہر اس اعتبار سے کہ وہ بغل گیر ہے ترغیب کو قیام اور روزے اور جہاد میں پس ارادہ کیا بخاری نے یہ کہ بیان کرے کہ جو اس کے ساتھ عمل کرے اس کے واسطے یہ ہے کہ نہ مشقت میں ڈالے اپنی جان کو اس طور سے کہ عاجز ہو جائے اور عمل سے بالکل رہ جائے بلکہ عمل کرے نرمی اور آہستگی سے تاکہ ہمیشہ رہے عمل اس کا اور بند نہ ہو پھر پھرا طرف بیان کرنے ان حدیثوں کے جو دلالت کرتی ہیں کہ اعمال صالح ایمان سے معدود ہیں پس کہا کہ نماز ایمان ہے۔ (فتح)

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَى اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ.

حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بہت پیارا دین ابراہیمی ہے جو سچا اور سہل اور آسان ہے

٣٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مَعَنِ ابْنِ مُحَمَّدٍ الْغِفَارِيِّ عَنْ سَعِيْدِبْنِ اَبِيْ سَعِيْدِ الْمَقْبَرِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَلَنْ يُشَادَّ

٣٨۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ دین سہل اور آسان ہے اور جو دین کو سخت پکڑے گا اور بھاری عادتوں کو اختیار کرے گا تو وہ مغلوب ہو جائے گا (یعنی دین کے کاموں سے عاجز ہو جائے گا اور بالکل رہ جائے گا) پس میانہ روی اختیار کرو اور قربت چاہو اور خوشخبری لو ثواب کی

الدِّيْنَ اَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ.

اور مدد چاہو ساتھ سیر کرنے کے فجر کو اور شام کو اور آخر رات میں۔

فائدہ: یعنی ان اوقات میں اپنی جانوں کو آرام دیا کرو اور راحت پہنچایا کرو۔

بَابٌ اَلصَّلَاةُ مِنَ الْإِيْمَانِ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ﴾ يَعْنِيْ صَلَاتَكُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ.

باب نماز ایمان سے ہے یعنی ایمان کی ایک بڑی شاخ ہے اور قول اللہ تعالیٰ کا نہیں ہے اللہ کہ ضائع کرے تمہارے ایمانوں کو یعنی نماز کو تمہاری جو تم نے بیت المقدس کی طرف پڑھی ہے۔

فائدہ: غرض اس سے یہ ہے کہ اس آیت میں ایمان سے مراد نماز ہے واسطے اطلاق کرنے اسم کل کے اوپر جز کے اور یہ جو کہا کہ اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا یعنی تمہاری نماز کو جو بیت المقدس کی طرف پڑھی ہے بنا بر اس کے پس قول بخاری کا عند البیت مشکل ہے اور نہیں ہے خاص ہونا واسطے اس کے ساتھ ہونے اس کے کہ نزدیک خانے کعبے کے اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں تصحیف ہے اور صواب یہ ہے کہ نماز تمہاری واسطے غیر خانے کعبے کے اور میرے نزدیک اس میں تصحیف نہیں بلکہ وہ صواب ہے اور مقاصد بخاری کے ان امروں میں دقیق ہیں اور اس کا بیان یہ ہے کہ اختلاف کیا ہے علماء نے اس جہت میں کہ تھے حضرت ﷺ متوجہ ہوتے طرف اس کی واسطے نماز کے جس حالت میں کہ آپ مکہ میں تھے سو ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے کہا کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے لیکن خانہ کعبہ کی طرف پیٹھ نہ کرتے تھے بلکہ کرتے تھے اس کو درمیان اپنے اور درمیان بیت المقدس کے اور مطلق کہا ہے اور لوگوں نے کہ تھے نماز پڑھتے طرف بیت المقدس کی اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ تھے نماز پڑھتے طرف خانہ کعبہ کی پھر جب ہجرت کر کے مدینے میں تشریف لائے تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے لگے اور یہ ضعیف ہے اور لازم آتا ہے اس سے دعویٰ نسخ کا دوبار اور پہلا قول زیادہ ترجیح ہے اس واسطے کہ وہ جامع ہے دونوں قولوں کو اور تحقیق صحیح کہا ہے اس کو حاکم وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے اور شاید بخاری نے اشارہ کیا ہے طرف یقین کرنے کی ساتھ اصح قول کے یعنی نماز جب کہ تھے نزدیک خانے کعبے کے تو تھی طرف بیت المقدس کی اور اقتصار کیا اس پر واسطے کفایت کرنے کے ساتھ اولویت کے اس واسطے کہ نماز ان کی طرف غیر جہت خانہ کعبے کی اور حالانکہ وہ خانے کعبے کے پاس تھی جبکہ نہ ضائع ہوئی تو لائق تر ہے یہ کہ نہ ضائع ہو جب کہ اس سے دور ہوں پس تقدیر کلام کی یہ ہے کہ نماز تمہاری جو تم نے خانے کعبے کے نزدیک بیت المقدس کی طرف پڑھی ہے۔ (فتح)

٣٩ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا زُهَيْرٌ

٣٩۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ جب

قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ نَزَلَ عَلٰى اَجْدَادِهٖ اَوْ قَالَ اَخْوَالِهٖ مِنَ الْاَنْصَارِ وَاَنَّهٗ صَلّٰى قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا اَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَكَانَ يُعْجِبُهٗ اَنْ تَكُوْنَ قِبْلَتُهٗ قِبَلَ الْبَيْتِ وَاَنَّهٗ صَلّٰى اَوَّلَ صَلَاةٍ صَلَّاهَا صَلَاةَ الْعَصْرِ وَصَلّٰى مَعَهٗ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِّمَّنْ صَلّٰى مَعَهٗ فَمَرَّ عَلٰى اَهْلِ مَسْجِدٍ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ فَقَالَ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ وَكَانَتِ الْيَهُوْدُ قَدْ اَعْجَبَهُمْ اِذْكَانَ يُصَلِّيْ قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَاَهْلُ الْكِتَابِ فَلَمَّا وَلّٰى وَجْهَهٗ قِبَلَ الْبَيْتِ اَنْكَرُوْا ذٰلِكَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ فِيْ حَدِيْثِهٖ هٰذَا اَنَّهٗ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ اَنْ تُحَوَّلَ رِجَالٌ وَقُتِلُوْا فَلَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾.

اول مدینے میں تشریف لائے تو اپنے ننہال میں یا کہا اپنے ماموں کے پاس اترے اور تحقیق حضرت ﷺ نے نماز پڑھی بیت المقدس کی طرف سولہ یا سترہ مہینے تک اور حضرت ﷺ کو پسند آتا تھا کہ آپ کا قبلہ کعبہ کی طرف ہو اور تحقیق آپ نے سب سے پہلے نماز جو مکہ کی طرف پڑھی وہ عصر کی نماز تھی اور نماز پڑھی ساتھ آپ کے ایک قوم نے سو نکلا ایک مرد اُن لوگوں سے جنہوں نے حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تھی اور ایک مسجد والوں پر گزرا اور حالانکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے پس کہا اس شخص نے کہ میں اللہ کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کعبے کی طرف نماز پڑھی ہے سو بدستور وہ لوگ کعبے کی طرف گھوم گئے اور حضرت ﷺ کا بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا یہود اور اہل کتاب کو اچھا معلوم ہوتا تھا سو جب حضرت ﷺ نے اپنا منہ کعبے کی طرف پھیرا یعنی مکہ کی طرف نماز پڑھنی شروع کی تو یہود کو بہت برا معلوم ہوا کہا زہیر نے کہ حدیث بیان کی ہم سے ابواسحاق نے وہ روایت کرتے ہیں براء رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث میں کہ قبلہ بیت المقدس پر اس کے بدلنے سے پہلے کئی آدمی مر گئے اور مقتول ہوئے تھے سو ہم نہیں جانتے تھے کہ ان کے حق میں کیا کہیں (یعنی ان کی نمازیں صحیح ہوئیں یا نہیں) پس اتارا اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری نمازوں کو ضائع نہیں کرے گا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ سولہ یا سترہ مہینے تو ایک روایت میں سولہ مہینے کا ذکر ہے بغیر شک کے اور ایک روایت میں سترہ ماہ کا ذکر ہے سو تطبیق دونوں روایتوں میں آسان ہے بایں طور کہ جس نے سولہ مہینے کا ذکر کیا ہے اس نے قدوم اور تحویل کے دونوں مہینوں سے ایک مہینہ پورا کر کے زائد کو لغو کر دیا ہے اور جس نے سترہ مہینے کا ذکر کیا ہے اس نے دونوں کو گن لیا ہے اور جس نے شک کیا ہے اس نے اس میں تردد کیا ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ مدینہ میں آنا ربیع الاول کے مہینے

میں تھا بغیر خلاف کے اور تھی تحویل طرف کعبے کی بیچ آدھے مہینے رجب کے دوسرے سال میں صحیح قول پر اور ساتھ اسی کے جزم کیا ہے جمہور نے اور روایت کیا ہے اس کو حاکم نے ساتھ سند صحیح کے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن حبان نے کہا کہ سترہ مہینے اور تین دن اور یہ مبنی ہے اس پر کہ مدینے میں آنا رجب کی بارہویں کو تھا اور اس میں نو قول ہیں لیکن اعتماد پہلے قول پر ہے اور یہ جو کہا کہ سب سے پہلے نماز جو کعبے کی طرف پڑھی عصر کی نماز تھی تو ایک روایت میں ظہر یا عصر شک کے ساتھ آیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ مقرر پہلی نماز جو آپ نے قبیلے بنی سلمہ میں کعبے کی طرف پڑھی جب کہ بشر بن براء رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا ظہر کی نماز تھی اور پہلی نماز جو مسجد نبوی میں پڑھی عصر کی نماز تھی اور اوپر فجر کی نماز پس اہل قبا میں اور جس مسجد پر وہ گزرا تھا بعض کہتے ہیں کہ وہ بنی سلمہ کی مسجد تھی اور بعض کہتے ہیں کہ وہ عباد بن بشر تھا جس نے صبح کی نماز میں اہل قبا کو خبر دی تھی اور احتمال ہے کہ وارد اہل الکتاب میں ساتھ معنی مع کے ہو یعنی نماز پڑھتے تھے ساتھ اہل کتاب کے طرف بیت المقدس کی اور اختلاف کیا گیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں طرف بیت المقدس کی جس حالت میں کہ آپ مکہ میں تھے پس ابن ماجہ میں ابوبکر بن عیاش سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت المقدس کی طرف اٹھارہ مہینے نماز پڑھی اور پھیرا گیا قبلہ طرف کعبے کی بعد داخل ہونے کے مدینے میں دو مہینے اور اس کا بیان یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں محض بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور گمان کیا ہے بعض لوگوں نے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ہمیشہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے رہے پھر جب مدینے میں تشریف لائے تو بیت المقدس کی طرف منہ کیا پھر منسوخ ہوا نماز پڑھنا طرف بیت المقدس کی اور یہ جو کہا کہ مقتول ہوئے سو میں نے کسی چیز میں نہیں پایا کہ کوئی مسلمانوں میں سے مقتول ہوا ہو پہلے تحویل کی طرف خانے کعبے کی لیکن نہیں لازم آتا عدم ذکر سے عدم وقوع پس اگر یہ لفظ محفوظ ہو تو محمول ہوگا اس پر کہ بعض مسلمان جو غیر مشہور تھے مقتول ہوئے اس مدت میں بیچ غیر جہاد کے اور نہیں یاد رکھا گیا نام اس کا واسطے کم ہونے کوشش کے ساتھ تاریخ کے اس وقت میں۔

تنبیہ: اس حدیث میں کئی فائدے ہیں رد ہے مرجیہ پر بیچ انکار کرنے ان کے کی نام رکھنے اعمال دین کو ایمان اور یہ کہ تمنا بدل ڈالنے بعض احکام کی جائز ہے جب کہ اس میں مصلحت ظاہر ہو اور اس میں بیان ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کا اور کرامت آپ کی کا نزدیک رب آپ کے کی واسطے دینے اللہ کے آپ کو وہ چیز جو آپ نے چاہی بغیر تصریح کے ساتھ سوال کے اور اس میں بیان ہے اس چیز کا کہ تھے اصحاب میں حرص سے اپنے دین پر اور شفقت سے اپنے بھائیوں پر اور تحقیق واقع ہوئے واسطے ان کے نظیر اس مسئلے کی جب کہ شراب کی حرمت اتری جیسے کہ براء رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے نیز ثابت ہو چکا ہے، پس اتری یہ آیت کہ نہیں ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور عمل کیے نیک کوئی گناہ اس چیز میں کہ انہوں نے کہا اس قول تک کہ اللہ دوست رکھتا ہے نیکو کاروں کو اور واسطے لحاظ اس معنی کے پیچھے لایا ہے بخاری اس باب کے باب حسن اسلام المرء، پس ذکر کیا دلیل کو اس پر کہ مسلمان جب نیکی کرے تو اس پر ثواب دیا جاتا ہے۔ (فتح)

بَابُ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ قَالَ مَالِكٌ أَخْبَرَنِيْ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ أَنَّ عَطَآءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ إِسْلَامُهُ يُكَفِّرُ اللّٰهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَّتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهَا.

باب ہے آدمی کا اسلام کو سنوارنا، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب کوئی شخص اسلام لایا اور اپنے اسلام کو سنوارا تو اللہ اس کے پہلے گناہ سب معاف کر دے گا اور رہوگا بعد اس کے بدلہ ہر نیکی کا دس گنا ثواب سات سو کے برابر تک اور بدی اتنی ہی لکھی جائے گی جتنی کی ہے (یعنی ایک بدی کے بدلے ایک ہی بدی لکھی جائے گی دوگنی نہ لکھی جائے گی) مگر یہ کہ اللہ معاف کر دے (یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا تو پھر وہ ایک بھی نہ لکھی جائے گی۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ اپنے اسلام کو سنوارا یعنی اپنے اعتقاد سے اور اخلاص سے اور داخل ہونا اس کا اس میں باطن میں اور ظاہر میں اور یہ کہ یاد رکھے نزدیک عمل اپنے کے قریب ہونا اپنے رب کا اپنے سے اور جانے کہ اللہ کو اس کے کام پر خبر ہے جیسے کہ دلالت کرتی ہے اس پر تفسیر احسان کی جبرئیل علیہ السلام کی حدیث میں اور ایک روایت میں کہ جو نیکی اسلام سے پہلے کی ہو اس کو اللہ لکھ لیتا ہے اور عبد میں مرد اور عورت داخل ہے اور کہا مازری نے کہ کافر سے تقرب صحیح نہیں پس اس کو نیک عمل کا ثواب نہیں ملتا جو اس سے شرک کی حالت میں صادر ہوا ہو اس واسطے کہ شرط متقرب سے یہ ہے کہ ہو پہچاننے والا واسطے اس شخص کے جس کی طرف قربت چاہتا ہے اور کافر اس طرح نہیں اور تابع ہوا ہے اس کا قاضی عیاض اس اشکال کی تقریر پر اور نووی نے اس کو ضعیف کہا ہے پس کہا کہ صواب جس پر تحقیق والے ہیں بلکہ نقل کیا ہے بعضوں نے اس میں اجماع کہ کافر جب کوئی نیک کام کرے مانند صدقہ اور صلہ رحم کی پھر مسلمان ہو جائے اور اسلام پر مرے تو اس کا ثواب اس کے واسطے لکھا جاتا ہے اور لیکن یہ دعویٰ کرنا کہ وہ قواعد کے مخالف ہے پس یہ مسلم نہیں اس واسطے کہ کبھی اعتبار کیا جاتا ہے ساتھ بعض اعمال کافر کے دنیا میں مانند کفارے ظہار کے اس واسطے کہ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو اس پر اس کا دوہرانا لازم نہیں بلکہ وہی اس کو کافی ہے اور حق یہ ہے کہ نہیں لازم آتا لکھنے ثواب کے سے واسطے مسلمان کے اس کو مسلمان ہونے کی حالت میں بطور فضل کے اللہ کے طرف سے اور احسان کے کہ ہو یہ واسطے ہونے عمل اس کے کہ صادر اس سے کفر میں مقبول اور حدیث سوائے اس کے نہیں کہ بغل گیر ہے ثواب کے لکھنے کو اور نہیں تعرض کیا واسطے قبول کے اور احتمال ہے کہ ہو قبول معلق اس کے اسلام پر پس قبول کیا جائے اور ثواب دیا جائے اگر اسلام لائے نہیں تو نہیں اور یہ قوی ہے اور تحقیق جزم کیا ہے ساتھ اس چیز کے کہ

جزم کیا ہے ساتھ اس کے نووی نے ابراہیم حربی اور ابن بطال وغیرہ نے ابن منیر نے کہا کہ مخالف واسطے قواعد کے دعویٰ یہ ہے کہ لکھا جائے واسطے اس کے یہ بیچ حالت کفر اس کے کی اور لیکن یہ کہ جوڑے اللہ اس کی نیکیوں کے ساتھ اسلام میں ثواب اس چیز کا کہ تھا صادر ہوا اس سے اس قسم سے کہ اس کو نیکی گمان کرتا تھا پس نہیں ہے کوئی مانع اس سے جیسے کہ اگر فضل کرے اس پر ابتداءً بغیر عمل کے اور جیسے کہ فضل کرتا ہے عاجز پر ساتھ ثواب اس چیز کے کہ تھا عمل کرتا حالت قدرت میں پس جب جائز ہے کہ لکھے واسطے اس کے ثواب اس چیز کا کہ نہیں عمل کیا البتہ تو جائز ہے یہ کہ لکھے واسطے اس کے ثواب اس چیز کا کہ عمل کیا ہے اس کو حالت کفر میں ابن بطال نے کہا کہ جائز ہے واسطے اللہ کے یہ کہ فضل کرے اپنے بندوں پر ساتھ اس چیز کے کہ چاہے اور نہیں ہے جائز واسطے کسی کے اعتراض اوپر اس کے اور استدلال کیا ہے اس کے غیر نے ساتھ اس کے کہ جو اہلِ کتاب سے ایمان لائے اس کو دوہرا ثواب ملتا ہے جیسا کہ دلالت کرتا ہے اُس پر قرآن وحدیث اور وہ اگر اپنے پہلے ایمان پر مرجائے تو نہیں نفع دیتی اس کو کوئی خیر نیک عمل سے بلکہ ہوگا اڑتے ہوا پس دلالت کی اس نے کہ اس کے پہلے عمل کا ثواب لکھا جاتا ہے اس حال میں کہ ملایا گیا ہے ساتھ دوسرے عمل اُس کے کی اور ساتھ قول حضرت ﷺ کے کہ جب کہ پوچھا آپ سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے حال ابن جدعان کا اور اس چیز کا کہ تھا کرتا اس کو نیکی سے کہ کیا اس کو نفع دیتی ہے تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس نے کسی دن نہیں کہا کہ الٰہی میری خطا بخش دے پس دلالت کی اس نے کہ اگر اس کو کہتا بعد مسلمان ہونے کے تو نفع دیتی اس کو وہ چیز کہ کہتا تھا اس کو حالتِ کفر میں اور یہ جو کہا کہ ساتھ سو کے برابر تک تو بعض علماء نے اس کے ظاہر کو لیا ہے پس گمان کیا کہ یہ زیادتی سات سو سے آگے نہیں بڑھتی اور رد کیا ہے ساتھ اس آیت کے ﴿وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾ اور آیت دونوں امروں کا احتمال رکھتی ہے پس احتمال ہے کہ ہو مراد کہ وہ زیادہ ہوتا ہے اتنی زیادتی ساتھ اس طور کے کہ اس کو ساتھ سو کے برابر کرتا ہے اور احتمال ہے کہ وہ سات سو کو بڑھاتا ہے بایں طور کہ اس پر زیادہ کرتا ہے اور صریح اس کے رد میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے جو رقاق میں ہے کہ لکھتا ہے اللہ واسطے اس کے دس نیکیاں سات سو تک بہت گنا تک اور یہ جو کہا کہ مگر یہ کہ اللہ معاف کردے تو اس میں دلیل ہے اوپر خوارج وغیرہ کے جو گناہوں کے ساتھ بندے کو کافر ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گنہگار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے پس اول حدیث کا رد کرتا ہے اس شخص پر جو ایمان کے کم وبیش ہونے سے انکار کرتا ہے اس واسطے کہ حسن کے درجے کم وبیش ہیں اور اس کا آخر رد کرتا ہے خوارج اور معتزلہ پر۔ (فتح)

٤٠ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

۴۰۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی نے اپنا اسلام سنوارا اور اپنا دین ستھرا بنایا پھر جو نیک بات کرے گا تو اس کی نیکی دس گنا لکھی جائے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِمِثْلِهَا.

گی سات سو کے برابر تک اور جو بدی کرے گا وہ اتنی ہی لکھی جائے گی جتنی کی ہے۔

فائدہ: جب کسی نے اپنا اسلام سنوارا تو اللہ ہر نیکی کو دس سے سات سو تک بڑھاتا ہے دس سے تو کوئی بھی کم نہیں ہے آگے نیت پر موقوف ہے جیسے نیت خالص ہوگی ویسے ہی زیادتی بھی ہوگی اور اگر بدی کرے گا تو اتنی ہی رہے گی اس میں ترقی نہ ہوگی اس حدیث سے اللہ کی رحمت کو خیال کیا جائے کہ اپنے بندوں کی بدی اتنی ہی رکھی اور نیکی کو سات سو تک بڑھا دیا اور اسلام کا سنوارنا یہ ہے کہ قرآن اور حدیث کے موافق اعتقاد درست کرے شرک اور بدعت کو چھوڑے خصوصا تقلید شخصی کو جس میں ایک خلقت مبتلا ہو رہی ہے چھوڑنا بہت ہی ضروری ہے۔

بَابٌ أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَدْوَمُهُ.

باب اللہ کے نزدیک بہت پیارا دین وہ ہے جو ہمیشہ ہوتا رہے۔

فائدہ: مراد بخاری کی یہ ہے کہ استدلال کرے اس پر کہ ایمان بولا جاتا ہے اوپر اعمال کے اس واسطے کہ مراد ساتھ دین کے اس جگہ عمل ہے اور دین حقیقی وہ اسلام ہے اور اسلام حقیقی وہ مرادف ہے یعنی ہم معنی ہے ایمان کا پس صحیح ہوگا ساتھ اس کے مقصود اس کا اور مناسبت اس کی واسطے ماقبل اپنے کی قول آپ کے سے ہے کہ لازم پکڑو اپنے اوپر وہ عمل جس کی تم طاقت رکھتے ہو اس واسطے کہ جب اس نے پہلے بیان کیا کہ اسلام خوب ہوتا ہے نیک عملوں سے تو ارادہ کیا اس نے یہ کہ تنبیہ کرے اس پر کہ جہاد نفس کا اس میں مبالغہ کی حد تک مطلوب نہیں اور تحقیق پہلے گزر چکے ہیں بعض یہ معنی بیچ باب الدین یسر کی اور یہ جو کہا کہ اس کی نماز لوگوں میں مشہور رہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ لوگ ذکر کرتے ہیں کہ یہ بہت نماز پڑھتا ہے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ وہ رات کو نہیں سوتے اور یہ جو کہا کہ باز رہ تو یہ کلمہ جھڑک کا ہے اور احتمال ہے کہ ہو واسطے عائشہ رضی اللہ عنہا کے اور مراد منع کرنا اس کا ہے عورت کی مدح سے ساتھ اس چیز کے کہ اس نے ذکر کی اور احتمال ہے کہ ہو مراد منع کرنا اس فعل سے اور تحقیق لیا ہے اس کو اماموں کی ایک جماعت نے پس کہا ہے انہوں نے کہ ساری رات نماز پڑھنی مکروہ ہے جیسا کہ اپنی جگہ میں آئے گا اور یہ جو کہا عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ مشغول ہوں عملوں سے ساتھ اس چیز کے جس کو تم ہمیشہ کر سکو پس منطوق اس کا تقاضا کرتا ہے امر کو ساتھ اقتصار کے اس چیز پر کہ اس کی طاقت ہو عبادت سے اور اس کا مفہوم چاہتا ہے نہی کو تکلیف مالا یطاق سے یعنی جو کام نہ ہو سکے اس کو اختیار کرنا منع ہے اور قاضی عیاض نے کہا کہ احتمال ہے کہ ہو یہ خاص ساتھ نماز رات کے اور احتمال ہے کہ ہو عام شرعیہ عملوں میں میں کہتا ہوں کہ اس کے وارد ہونے کا سبب خاص ہے لیکن لفظ

عام ہے اور یہی معتبر ہے اور تحقیق تعبیر کیا اس سے ساتھ قول اپنے علیکم کے باوجود یکہ مخاطب عورتیں ہیں واسطے طلب عام کرنے حکم کے پس غالب ہوئے ذکور عورتوں پر اور یہ کہا پس قسم ہے اللہ کی تو اس میں جواز قسم کھانے کا ہے بغیر چاہنے قسم کے اور کبھی مستحب ہوتی ہے جب کہ ہو بیچ بڑائی بیان کرنے کسی امر کے دین کے امروں سے یا رغبت دلانا ہو اوپر اس کے یا نفرت دلانا ہو کسی گناہ سے اور ملال کے معنی ہیں بھاری جاننا کسی چیز کو اور نفرت کرنا نفس کا اس سے بعد محبت اس کی کے اور یہ محال ہے اللہ تعالیٰ پر ساتھ اتفاق کے کہا اسماعیلی اور ایک جماعت نے اہل تحقیق سے کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ بولا گیا ہے یہ واسطے مقابلہ لفظی کے مجازًا جیسے کہ اللہ نے کہا ﴿وَجَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ اور قرطبی نے کہا کہ وجہ اس کے مجاز ہونے کی یہ ہے کہ جب کہ تھا اللہ تعالیٰ قطع کرتا ثواب کو اس شخص سے کہ قطع کرے عمل کو ساتھ ملال کے باب نام رکھنے چیز کے سے ساتھ نام سبب اس کی کے اور ہروی نے کہا کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ نہیں موقوف کرتا تم سے فضل اپنا یہاں تک کہ تھک جاؤ تم اس کے سوال سے پس زہد کرو بیچ رغبت کے طرف اُس کی اور بعضوں نے کہا کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ نہیں متناہی ہوتا حق اس کا جو تم پر ہے بندگی میں یہاں تک کہ ختم ہو کوشش تمہاری اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ نہیں تھکتا اللہ جب کہ تم تھک جاؤ اور بعض کہتے ہیں کہ حتی اس جگہ ساتھ معنی واو کے ہے یعنی اللہ نہیں تھکتا اور تم تھک جاتے ہو اور پہلے معنی لائق تر ہیں بنا بر قواعد کے اور یہ کہ وہ مقابلہ لفظی کے قبیل سے ہے اور تائید کرتا ہے اس کی جو اس حدیث کے بعض طریقوں میں واقع ہوا ہے کہ اختیار کرو عملوں سے جو تم سے ہو سکے پس تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں تھکتا ثواب سے یہاں تک کہ تھک جاؤ تم عمل سے لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور یہ کہا کہ بہت محبوب تو معنی محبت کے اللہ سے تعلق ارادے کا ہے ساتھ ثواب کے یعنی سب عملوں سے اکثر ثواب اس کا ہوتا ہے جو ہمیشہ ہوتا رہے اور ایک روایت میں اِلَيْهِ کے بدلے الی اللہ واقع ہوا ہے اور یہ موافق ہے واسطے ترجمہ باب کے اور باقی روایتوں میں ہشام سے اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ واقع ہوا ہے یعنی حضرت ﷺ کے نزدیک اور تصریح کی ہے ساتھ اس کے بخاری نے رقاق میں اور ان دونوں روایتوں میں مخالفت نہیں اس واسطے کہ جو اللہ کے نزدیک پیارا ہو وہ اس کے رسول کے نزدیک بھی پیارا ہوتا ہے کہا نووی نے کہ ساتھ دائمی ہونے قلیل عمل کے ہمیشہ جاری رہتی ہے بندگی ساتھ ذکر کے اور مراقبہ کے اور اخلاص کے اور متوجہ ہونے کے طرف اللہ کی برخلاف بہت عمل کے جو دشوار ہو یہاں تک کہ بڑھتا ہے قلیل دائم ساتھ اس طور کے کہ زیادہ ہوتا ہے اوپر کثیر منقطع کے کئی گنا۔ ابن جوزی نے کہا کہ مدامی عمل کے محبوب ہونے کے دو سبب میں ایک یہ کہ عمل کو چھوڑنے والا بعد داخل ہونے کے بیچ اس کے مانند معرض کی ہے بعد وصل کے پس وہ معترض ہے واسطے ذم کے اسی واسطے وارد ہوا ہے وعدہ عذاب کا اس شخص کے حق میں جو قرآن کی آیت کو یاد کر کے بھول جائے اگرچہ پہلے یاد کرنے سے اس پر متعین نہ تھا دوسرا سبب یہ ہے کہ ہمیشہ نیکی کرنے والا ملازم ہے واسطے خدمت کے اور نہیں جو لازم پکڑے دروازے کو ہر دن کسی

وقت میں مانند اس شخص کی جو لازم پکڑے ایک دن کامل پھر منقطع ہو اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ اللہ کے نزدیک بہت پیارا عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہوتا رہے اگرچہ کم ہو۔ (فتح)

٤١ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ قَالَ مَنْ هٰذِهٖ قَالَتْ فُلَانَةُ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَ مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ أَحَبَّ الدِّيْنِ إِلَيْهِ مَادَامَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ.

۴۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کون عورت ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ فلاں عورت ہے جس کی نماز لوگوں میں مشہور ہے یعنی یہ عورت بہت عبادت کرتی ہے آپ نے فرمایا کہ باز رہ وہ عمل اختیار کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو سوقسم ہے اللہ کی کہ نہیں تھکتا ہے اللہ یہاں تک کہ تم تھک جاؤ اور زیادہ تر پیارا دین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ تھا جس پر ہمیشگی کرے کرنے والا اس کا۔

فائدہ: مدامی عمل اللہ تعالیٰ کو اس واسطے پسند ہے کہ کرنے والا اس کا بیدار ہے غافل نہیں ہے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ ہمیشہ کرنے سے اس عمل کی برکت سے دل آدمی کا رنگین ہو جاتا ہے اور روز بروز اس کو قرب اور صفائی حاصل ہوتی جاتی ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب ہوتا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے تھک جانے کا یہ مطلب ہے کہ جب تم مشکل عملوں کو اختیار کرو گے تو آخر کو تھک جاؤ گے اور تھوڑے عملوں سے بھی رہ جاؤ گے پس اللہ تعالیٰ تم کو ثواب نہیں دے گا۔

بَابُ زِيَادَةِ الْإِيْمَانِ وَنُقْصَانِهٖ. باب ایمان کی کمی وبیشی کا بیان۔

فائدہ: پہلے یہ باب ان لفظوں سے گزر چکا ہے: **باب تفاضل اهل الایمان فی الاعمال** اور وارد کی اس میں حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ساتھ معنی حدیث انس رضی اللہ عنہ کے جس کو یہاں وارد کیا پس تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس کے کہ یہ باب دوبارہ واقع ہوا ہے اور جواب دیا گیا ہے بایں طور کہ جب کہ تھا زیادہ ہونا اور ناقص ہونا اس میں باعتبار عملوں کے یا باعتبار تصدیق کے تو باب باندھا واسطے ہر ایک کے دونوں احتمالوں سے اور خاص کی گئی حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ کی ساتھ عملوں کے اس واسطے کہ نہیں ہے اس کے سیاق میں فرق درمیان موزوں چیزوں کے برخلاف حدیث انس رضی اللہ عنہ کے کہ اس میں فرق ہے ایمان میں جو قائم ہے ساتھ دل کے جو کے وزن سے اور گیہوں کے وزن سے اور ذرّے کے وزن سے۔ ابن بطال نے کہا کہ فرق تصدیق میں بقدر علم اور جہل کے ہے سو جس کا علم کم ہو ہوگی تصدیق اس کی مثلاً بقدر ذرّے کے اور جو اس سے علم میں زیادہ ہے اس کی تصدیق بقدر جو یا گیہوں کے ہوگی مگر یہ کہ تصدیق اصل تصدیق جو حاصل ہے ہر ایک کے دل میں ان میں سے نہیں جائز ہے اس پر نقصان اور جائز ہے اس پر

زیادہ ہونا ساتھ زیادہ ہونے علم اور معائنہ کے انتہی ۔

اور پہلے گزر چکا ہے کلام نووی کا اول کتاب میں جو اشارہ کرتا ہے طرف اس معنی کے اور واقع ہوا ہے استدلال اس آیت میں ساتھ نظیر اس چیز کے کہ اشارہ کیا ہے طرف اس کی بخاری نے واسطے سفیان بن عیینہ کے روایت کیا ہے اس کو ابونعیم نے حلیہ میں کہ کسی نے ابن عیینہ سے کہا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایمان زبان سے اقرار کرنا ہے تو ابن عیینہ نے کہا کہ یہ حکم احکام کے اترنے سے پہلے تھا پس حکم ہوا لوگوں کو یہ کہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سو جب انہوں نے اس کو کہا تو انہوں نے اپنا جان مال بچایا پھر جب اللہ نے ان کا صدق معلوم کیا تو ان کو نماز کا حکم کیا تو انہوں نے نماز پڑھی اور اگر وہ نماز نہ پڑھتے تو ان کو زبان سے اقرار کرنا نفع نہ دیتا پس ذکر کیا اس نے ارکان کو یہاں تک کہ کہا پھر جب اللہ نے معلوم کیا جو پے درپے اترا ان پر فرضوں سے اور اُن کے قبول کرنے کو تو فرمایا آج ہم نے تمہارا دین کامل کر دیا جو چھوڑے اس سے کوئی چیز ساتھ سستی کے تو اس کو ہم اس پر ادب کریں گے اور اس کا ایمان ناقص ہوگا اور جو چھوڑے ان کو انکار کر کے وہ کافر ہوگا اور تابع ہوا ہے اس کا ابوعبید اپنی کتاب الایمان میں پس ذکر کیا مانند اس کی اور زیادہ کیا کہ بعض مخالف لوگوں کو جب اس کے ساتھ الزام دیا گیا تو اس نے جواب دیا کہ ایمان نہیں مجموع دین کا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ایمان کی تین جزئیں ہیں ایمان ایک جز ہے اور اعمال دو جز ہیں اس واسطے کہ وہ فرض اور نفل ہیں اور تعاقب کیا ہے اس کا ابوعبید نے بایں طور کہ یہ ظاہر قرآن کے مخالف ہے اور اللہ نے فرمایا کہ بے شک دینَ اللہ کے نزدیک اسلام ہے اور جس جگہ اسلام مفرد بولا جائے اس میں ایمان داخل ہوتا ہے جیسے کہ اس کی تقریر پہلے گزر چکی ہے پس اگر کہا جائے کہ کس واسطے دوہرایا آیتوں کو جو مذکور ہیں اس میں اور حالانکہ دونوں کتاب الایمان میں پہلے گزر چکی ہیں تو جواب یہ ہے کہ تحقیق بخاری نے دوہرایا ہے ان کو تاکہ تمہید کرے ساتھ اس کے کمال کے معنی کو جو مذکور ہیں تیسری آیت میں اس واسطے کہ استدلال ساتھ ان دونوں کے نہیں ہے زیادہ ہونے میں اور لازم پکڑتا ہے ناقص ہونے کو اور لیکن کمال پس نہیں ہے نص زیادتی میں بلکہ وہ مستلزم ہے واسطے ناقص ہونے کے فقط اور لازم پکڑنا اس کا نقص کو استدعا کرتا ہے قبول کرنے اس کے کی زیادتی کو اور اسی واسطے کہا ہے بخاری نے پس جب کوئی چیز کمال سے چھوڑے تو وہ ناقص ہے اور واسطے اسی نکتے کے عدول کیا ہے اس نے تیسری آیت کی تعبیر میں دونوں آیتوں کے اسلوب سے جس جگہ کہ کہا اول وقول اللہ اور پھر کہا وقال اور ساتھ اس تقریر کے دفع ہوگا اعتراض اس شخص کا جس نے اعتراض کیا ہے اس پر بایں طور کہ آیت اکملت لکم میں اس کی مراد پر کوئی دلیل نہیں اس واسطے کہ اکمال اگر ہو ساتھ معنی اظہار حجت کے مخالفوں پر یا ساتھ معنی اظہار اہلِ دین کے مشرکوں پر تو نہیں حجت ہے واسطے بخاری کے بیچ اس کے اور اگر ہو ساتھ معنی اکمال فرائض کے تو لازم آتا ہے کہ دین اس سے پہلے ناقص تھا اور یہ کہ جو اصحاب میں سے اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مرا اس کا ایمان ناقص تھا اور حالانکہ امر اس طرح

نہیں اس واسطے کہ ایمان ہمیشہ پورا تھا اور واضح کرتا ہے اس اعتراض کے دفع کو جواب قاضی ابو بکر بن عربی کا بایں طور کہ ناقص ہونا امر نسبتی ہے لیکن بعض نقص پر ذم مترتب ہوتی ہے اور بعض پر مترتب نہیں ہوتی پس اول وہ ہے جس کو اختیار کے ساتھ ناقص کرے مانند اس شخص کی کہ جانے دین کے احکام کو پھر ان کو جان بوجھ کر چھوڑ دے اور دوسرا وہ ہے جس کو بے اختیار چھوڑ دے مانند اس شخص کی جو نہ جانے یا نہ مکلّف ہو پس اس کی مذمت نہیں کی جاتی بلکہ تعریف کی جاتی ہے اس جہت سے کہ اس کا دل باطمینان تھا ساتھ اس کے کہ اگر زیادہ کیا جاتا تو البتہ قبول کرتا اور اگر مکلف ہوتا تو البتہ عمل کرتا اور یہ یہی حال ہے اصحاب کا جو فرضوں کے اترنے سے پہلے مر گئے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ نقص بنسبت ان کے ظاہری اور نسبتی ہے اور واسطے اُن کے اس میں رتبہ کمال کا ہے باعتبار معنی کے اور یہ نظیر ہے اس شخص کے قول کی جو کہتا ہے کہ محمد ﷺ کی شرع موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی شرع سے کامل تر ہے واسطے شامل ہونے اس کے احکام پر جو پہلی کتابوں میں واقع نہیں ہوئے اور باوجود اس کے پس موسیٰ علیہ السلام کی شرع اپنے زمانے میں کامل اور پوری تھے اور ان کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی شرع میں کچھ نئے احکام نازل ہوئے پس اکمال ہونا نسبتی امر ہے کما تقرر اور یہ جو کہا کہ لا الہ الا اللہ کہے اور اس کے دل میں گیہوں کے برابر خیر ہو تو اس میں دلیل ہے اوپر اشتراط نطق کے ساتھ توحید کے یعنی زبان سے توحید کا اقرار کرنا شرط ہے یا مراد ساتھ قول کے اس جگہ قول نفسی ہے یعنی دل میں اقرار کرنا پس معنی یہ ہیں کہ جو اقرار کرے ساتھ توحید کے اور تصدیق کرے پس اقرار کرنے سے کوئی چارہ نہیں پس اسی واسطے دوہرایا ہے اس کو ہر بار میں اور فرق حاصل ہوتا ہے تصدیق میں اوپر اس وجہ کے کہ پہلے گزری پس اگر کوئی کہے کہ پس کیوں نہیں ذکر کیا رسالت کو ساتھ لا الہ الا اللہ کے یعنی اس کے ساتھ محمد رسول اللہ کیوں نہیں ذکر کیا؟ تو جواب یہ ہے کہ مراد سارا کلمہ ہے اور پہلی جز علم ہے اوپر اس کے جیسا کہ تو کہتا ہے کہ میں نے قل ہو اللہ احد پڑھا اور مراد ساری سورت ہوتی ہے اور معنی ذرے کے بعض کہتے ہیں کہ وہ کمتر چیز ہے تولی گئی چیزوں سے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ گرد ہے جو ظاہر ہوتی ہے آفتاب کی روشنی میں مانند سویوں کے سروں کی اور بعض کہتے ہیں کہ وہ چھوٹی چیونٹی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب تو اپنی ہتھیلی کو مٹی میں رکھے پھر اس کو جھاڑے تو جو چیز ہاتھ سے گرے وہ ذرہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ چار ذرے رائی کے وزن کے برابر ہوتے ہیں اور آخر توحید میں بخاری نے روایت کی ہے کہ داخل ہوگا بہشت میں جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہو پھر وہ شخص جس کے دل میں کمتر چیز ہو اور یہ ہیں معنی ذرے کے اور مراد خیر سے حدیث میں ایمان ہے جیسا کہ متن میں خیر کے بدلے ایمان آچکا ہے۔ (فتح)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾ ﴿وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا إِيْمَانًا﴾ وَقَالَ ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ فَإِذَا

اور قول اللہ تعالیٰ کا اور زیادہ کی ہم نے اُن کو ہدایت اور زیادہ ہوں وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایمان میں اور فرمایا آج کے دن کامل کیا ہم نے واسطے تمہارے

تَرَكَ شَيْئًا مِّنَ الْكَمَالِ فَهُوَ نَاقِصٌ.

دین تمہارا پس جب ترک کرے کمال سے کوئی چیز پس وہ ناقص ہے۔

فائدہ: زیادتی ہدایت کی اور کمال دین کا مستلزم ہے زیادتی ایمان کو اس لیے کہ ہدایت اور دین اور ایمان ایک ہی چیز ہے اور جب زیادتی اور کمال سے کسی چیز کو چھوڑ دے گا تو ایمان ناقص رہ جائے گا پس مناسبت ان آیات کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

٤٢ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ قَلْبِهِ وَزْنُ شَعِيْرَةٍ مِّنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ قَلْبِهِ وَزْنُ بُرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ قَلْبِهِ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِيْمَانٍ مَّكَانَ مِنْ خَيْرٍ.

۴۲۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکلے گا دوزخ سے وہ شخص جس نے لاالہ الا اللہ کہا (یعنی نہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے) اور ہو اس کے دل میں ایک جو کے برابر نیکی اور نکلے گا دوزخ سے جس نے لاالہ الا اللہ کہا اور ہو اس کے دل میں ایک گیہوں کے برابر نیکی۔ پھر نکلے گا دوزخ سے وہ جس نے لاالہ الا اللہ کہا اور ہو اس کے دل میں نیکی ایک ذرہ کے برابر اور ایک روایت میں بجائے نیکی کے ایمان کا لفظ آیا ہے۔

٤٣ ـ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ سَمِعَ جَعْفَرَ بْنَ عَوْنٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ أَخْبَرَنَا قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْيَهُوْدِ قَالَ لَهٗ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اٰيَةٌ فِيْ كِتَابِكُمْ تَقْرَءُوْنَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ نَزَلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا قَالَ أَيُّ اٰيَةٍ قَالَ ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ

۴۳۔ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد یہودی نے کہا کہ اے امیر المومنین! تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے کہ اس کو تم پڑھتے ہو اگر ہم لوگوں یہود پر اترتی تو اس دن ہم عید ٹھہرا لیتے کہا عمر رضی اللہ عنہ نے وہ کون آیت ہے؟ کہا یہودی مرد نے وہ آیت یہ ہے ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾ یعنی (آج کے دن کامل کر دیا میں نے واسطے تمہارے دین تمہارا اور تمام کر دیں میں نے اوپر تمہارے نعمتیں اپنی اور پسند کیا میں نے واسطے اسلام کو دین) کہا عمر رضی اللہ عنہ نے کہ تحقیق ہم

دِيْنًا﴾ قَالَ عُمَرُ قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِىْ نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَآئِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ.

پہچانتے ہیں اس دن اور اس مکان کو جس میں یہ آیت نبی ﷺ پر اتری جمعہ کے دن عرفات میں کھڑے ہوئے تھے۔

فائدہ: یعنی اس آیت کے اترنے کا دن اور مکان وغیرہ سب ہم کو معلوم ہے جس حالت میں یہ آیت اتری وہ حالت بھی ہم کو معلوم ہے کہ حضرت ﷺ اس وقت کھڑے ہوئے تھے اور اس وقت کے سب حالات ہم کو خوب ضبط اور یاد ہیں یعنی ہم نے بھی اس کو عید ٹھہرایا ہوا ہے جو اس وقت کے سب صفات اور حالات کو ضبط رکھا ہے اور اس کے مکان کی بھی تعظیم کرتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا عید ہو گی اور یہ جو کہا کہ ہم اس کو عید ٹھہرا لیتے یعنی اس کی تعظیم کرتے اور اس کو ہر سال میں اپنی عید ٹھہراتے واسطے عظیم ہونے اس چیز کے کہ حاصل ہوئی اس میں کامل کرنے دین کے سے اور عید فعل ہے عود سے اور سوائے اس کے نہیں کہ نام رکھا گیا ہے عید کا عید اس واسطے کہ وہ ہر سال میں پھر آتی ہے اور اگر کوئی کہے کہ کس طرح مطابق ہوا جواب ساتھ سوال کے اس واسطے کہ اس نے کہا کہ البتہ ہم اس کو عید ٹھہرا لیتے اور جواب دیا عمر رضی اللہ عنہ نے ساتھ پہچاننے وقوت کے اور مکان کے اور یہ نہ کہا کہ ہم نے اس کو عید ٹھہرایا ہے اور جواب یہ ہے کہ یہ آیت عرفہ کے دن پچھلے پہر اتری تھی اور عید کا دن سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ثابت ہوتا ہے ساتھ اول اپنے کے اور فقہاء نے کہا کہ دیکھنا چاند کا پیچھے زوال کے واسطے آئندہ رات کے ہے اور میرے نزدیک یہ ہے کہ کفایت کی ہے اس نے اس روایت میں ساتھ اشارہ کے نہیں تو اسحاق کی روایت میں جو ہم نے پہلے بیان کی نص ہے مراد پر اس کے لفظ یہ ہیں کہ جمعہ کے دن اتری عرفہ کے دن اور دونوں ہمارے واسطے عید ہیں پس معلوم ہوا کہ جواب بغل گیر ہے اس کو کہ انہوں نے اسی دن کو عید ٹھہرایا اور وہ جمعہ کا دن ہے اور ٹھہرایا انہوں نے عرفہ کے دن کو عید اس واسطے کہ وہ رات عید کی ہے پس اگر کہا جائے کہ کس طرح دلالت کرتا ہے یہ قصہ اوپر ترجمہ باب کے تو جواب دیا گیا ہے کہ وہ اس جہت سے ہے کہ اس نے بیان کیا ہے کہ اس کا نازل ہونا عرفہ کے دن تھا اور تھا یہ حجۃ الوداع میں جو اخیر زمانہ پیغمبری کا تھا جب کہ تمام ہوئی شریعت اور ارکان اس کے اور تحقیق جزم کیا ہے سدی نے کہ نہیں نازل ہوئی بعد اس آیت کے کوئی چیز حلال اور حرام سے۔ (فتح)

بَابُ الزَّكَاةِ مِنَ الْإِسْلَامِ وَقَوْلُهُ ﴿وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾.

باب زکوۃ کا دینا اسلام سے ہے یعنی اسلام کی ایک عمدہ شاخ ہے اور قول اللہ تعالیٰ کا اور نہیں حکم کیے گئے مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ کی خالص ہو کر اور چاہیے کہ مائل کرنے والے ہوں دین باطل سے طرف سچے دین کی اور قائم کریں نماز کو اور دیں زکوۃ کو اور یہ دین ہے مضبوط۔

فائدہ: اس آیت میں زکوٰۃ کو دین میں داخل کیا ہے اور دین اور اسلام ایک چیز ہے پس معلوم ہوا کہ زکوٰۃ دینا بھی اسلام سے ہے پس مناسبت آیت کی ترجمہ سے ظاہر ہے اور آیت دلالت کرتی ہے اوپر اس چیز کے کہ باب باندھا واسطے اس کے اس واسطے کہ مراد ساتھ دین قیمہ کے دین اسلام ہے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خاص کی گئی زکوٰۃ ساتھ ترجمہ کے اس واسطے کہ باقی جو چیز آیت اور حدیث میں مذکور ہے اس کا جدا جدا باب باندھا ہے۔

٤٤ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمِّهٖ أَبِيْ سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهٗ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ جَآءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرَ الرَّأْسِ يُسْمَعُ دَوِيُّ صَوْتِهٖ وَلَا يُفْقَهُ مَا يَقُوْلُ حَتّٰى دَنَا فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهٗ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا أَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ.

۴۴۔ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نجد کا رہنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس حال میں کہ اس کے بال پریشان تھے اس کی آواز ہم سنتے تھے لیکن اس کی بات نہ سمجھتے تھے یہاں تک کہ وہ نزدیک آیا پس ناگہاں وہ اسلام کے معنی پوچھتا تھا سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ نمازیں ہیں ایک رات اور دن میں پھر اس مرد نے کہا کیا میرے اوپر ان پانچ کے سوا اور بھی نماز ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں مگر نفل چاہے تو پڑھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور رمضان کے مہینے کے روزے پھر اس نے کہا کیا میرے اوپر اس کے سوا اور روزہ بھی ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں مگر نفل روزہ چاہے تو رکھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زکوٰۃ کا ذکر کیا سو اس نے کہا کیا میرے اوپر زکوٰۃ کے سوا اور دینا بھی فرض ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں مگر یوں کہ تو بطور نفل کے کچھ دے دے پھر پلٹ چلا وہ مرد اور وہ کہتا جاتا تھا کہ قسم اللہ کی کہ میں اس پر نہ بڑھاؤں گا اور نہ اس میں سے گھٹاؤں گا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مراد کو پہنچا اگر یہ شخص سچا ہے۔

فائدہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ذکر نہیں کیا اس واسطے کہ اس کا سوال اسلام کے سب ارکان سے نہ تھا اور جو اس نے کہا کہ اس میں کمی زیادتی نہیں کروں گا یعنی ان فرض چیزوں میں اپنی طرف سے زیادتی کمی نہ کروں گا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے سوا سنت و نفل ادا نہ کروں گا اور یہ جو کہا کہ ناگہاں وہ اسلام کے معنی پوچھتا تھا تو مراد اس سے اسلام کے احکام ہیں اور احتمال ہے کہ اس نے حقیقت اسلام کی پوچھی ہو اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کے

واسطے کلمہ شہادت کا ذکر نہ کیا تو یہ اس واسطے کہ وہ اس کو جانتا تھا یا حضرت ﷺ نے معلوم کیا کہ وہ اسلام کے احکام فعلی پوچھتا ہے یا ذکر کیا اس کو اور راوی نے اس کو نقل نہیں کیا واسطے مشہور ہونے اس کے کی اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ نہ ذکر کیا حج کو یا تو اس واسطے کہ اس وقت حج فرض نہ تھا یا راوی نے اس کو نقل نہیں کیا اور تائید کرتا ہے اس کی جو دوسری روایت میں آ چکا ہے کہ حضرت ﷺ نے اس کو احکام اسلام کی خبر دی پس داخل ہوئے اس میں باقی فرائض اور نوافل اور یہ جو کہا کہ پانچ نمازیں پس ظاہر ہوئے ساتھ اس کے مطابقت جواب کی واسطے سوال کے اور مستفاد ہوتا ہے مالک کے سیاق سے کہ نہیں واجب ہے کوئی چیز نمازوں سے ہر رات اور دن میں سوائے پانچ نمازوں کے برخلاف اس شخص کے جو واجب کہتا ہے وتر کو اور فجر کی دوسنتوں کو اور چاشت کی نماز کو اور عید کی نماز کو اور دو رکعتوں کو بعد نماز شام کے اور یہ کہا کہ کیا مجھ پر پانچ نمازوں کے سوا اور نماز بھی فرض ہے تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں مگر یہ کہ نفل چاہے تو پڑھ تو استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اس پر کہ اگر کوئی نفل کو شروع کرے تو اس کا تمام کرنا واجب ہو جاتا ہے واسطے استدلال کرنے کے ساتھ اس کے کہ استثناء اس میں متصل ہے قرطبی نے کہا اس واسطے کہ نفل کے سوا اور چیز کے وجوب کی نفی کردے اور استثناء نفی سے اثبات ہوتا ہے اور نہیں ہے کوئی قائل ساتھ واجب ہونے نفلوں کے پس متعین ہوئی یہ بات کہ ہو مراد مگر یہ کہ تو نفلوں میں شروع کرے پس لازم ہوگا تجھ کو تمام کرنا انکا اور تعاقب کیا ہے اس کا طیبی نے کہ یہ استدلال اس کا مغالطہ ہے اس واسطے کہ استثناء اس جگہ غیر جنس سے ہے اس واسطے نفلوں میں یہ نہیں کہا جاتا کہ تجھ پر واجب ہے پس گویا کہ آپ نے فرمایا کہ نہیں واجب ہے تجھ پر کوئی چیز مگر یہ کہ تو نفل پڑھنے چاہے تو یہ تجھ کو درست ہیں اور تحقیق معلوم ہے کہ نفل واجب نہیں تو اور کوئی چیز بھی ہرگز واجب نہ ہوگی اسی طرح کہا ہے اس نے اور حرف مسئلہ کا دائر ہے استثناء پر سو جو کہتا ہے کہ وہ متصل ہے اس نے اصل کے ساتھ تمسک کیا ہے اور جو کہتا ہے کہ وہ منقطع ہے وہ دلیل کی طرف محتاج ہے اور اس پر دلیل وہ ہے جو نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ﷺ کبھی نفل روزے کی نیت کرتے تھے پھر روزے کو کھول دیتے تھے اور بخاری میں ہے کہ حضرت ﷺ نے جویریہ حارث کی بیٹی کو حکم دیا کہ روزہ کھول ڈالے بعد اس کے کہ اس نے اس کو شروع کر لیا تھا پس دلالت کی اس نے کہ شروع عبادت میں نہیں لازم پکڑتا پورا کرنے کو جب کہ ہو عبادت نفل ساتھ اس نص کے روزے میں اور ساتھ قیاس کے باقی میں پس اگر کہا جائے کہ وارد ہوتا ہے حج تو ہم کہتے ہیں کہ نہیں اس واسطے کہ وہ جدا ہے اپنے غیر سے ساتھ لازم ہونے اتمام کے اس کے فاسد میں اگر کسی چیز سے حج فاسد ہو جائے تو بدستور اس کو پورا کرے درمیان سے نہ چھوڑ دے پس کس طرح ہے جب کہ حج صحیح ہو اور اسی طرح جدا ہوا حج ساتھ لازم ہونے کفارے کے نفل حج میں مانند فرض حج کی، واللہ اعلم۔ اور حنفیوں کے اس استدلال میں نظر ہے اس واسطے کہ وہ نہیں قائل ہیں ساتھ فرض ہونے اتمام کے بلکہ ساتھ وجوب اس کے اور استثناء واجب کا فرض سے منقطع ہے واسطے مباین

ہونے دونوں کے اور نیز پس تحقیق استثناء نفی سے نزدیک ان کے نہیں واسطے اثبات کے بلکہ اس سے سکوت کیا گیا ہے
اور اس قصے میں کئی چیزیں ہیں جو مجمل چھوڑی گئی ہیں ان کی تفسیر نہیں فرمائی منجملہ ان کے بیان نصاب زکوٰۃ کا ہے کہ
اس کے نصاب کو بیان نہیں فرمایا اور اسی طرح نمازوں کے نام کو بھی بیان نہیں فرمایا اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ امر ان
کے نزدیک مشہور تھے یا مقصود قصے سے بیان کرنا اس کا ہے کہ جو فرائض کے ساتھ تمسک کرے وہ نجات پانے والا
ہے اگرچہ نفل نہ پڑھے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ مراد کو پہنچا قسم ہے اس کے باپ کی اگر یہ سچا ہے پس اگر
کوئی کہے کہ کس طرح تطبیق ہے درمیان اس کے اور درمیان نہی کے باپوں کے ساتھ قسم کھانے سے تو جواب یہ ہے
کہ یہ واقعہ نہی سے پہلے تھا یا یہ کلمہ جاری ہوتا ہے زبان پر نہیں مقصود ہوتی ساتھ اس کے قسم یا اس میں اضمار ہے یعنی
اس کے باپ کے رب کی قسم اور ابن بطال نے کہا کہ دلالت کرتا ہے قول اس کا اَفلَح اِنْ صَدَقَ اس پر کہ اگر وہ نہ سچا
ہوا اس چیز پر کہ التزام کیا اس کو تو مراد کو نہیں پہنچتا پس اگر کہا جائے کہ کس طرح ثابت کیا واسطے اس کے فلاح کو
ساتھ مجرد اُسی چیز پر کہ مذکور ہوئی باوجودیکہ منع چیزوں کو ذکر نہیں کیا تو جواب دیا ہے ابن بطال نے کہ یہ نہی کے وارد
ہونے سے پہلے واقع ہوا ہو اور یہ جواب عجیب ہے یعنی ٹھیک نہیں اور صواب یہ ہے کہ یہ داخل ہے عموم قول راوی کے
کہ حضرت ﷺ نے اس کو احکام اسلام کی خبر دی پس اگر کہا جائے کہ لیکن فلاح اس کی ساتھ اس کے کہ نہ گھٹائے
پس ظاہر ہے اور لیکن یہ کہ نہ بڑھائے پس کس طرح صحیح ہے تو جواب دیا ہے نووی نے بایں طور کہ ثابت کیا واسطے
اس کے فلاح اس واسطے کہ اس نے ادا کیا جو اس پر فرض تھا اور نہیں اس میں یہ کہ جب وہ اس سے زیادہ عمل کرے گا
تو مراد کو نہیں پہنچے گا اس واسطے جب وہ واجب کے ساتھ فلاح کو پہنچا تو فلاح اس کی ساتھ مستحب کے سمیت واجب
کے بطریق اولیٰ ہے پس اگر کہا جائے کہ کس طرح برقرار رکھا اس کو اس کے قسم پر اور حالانکہ واقعہ ہوا ہے انکار اس
شخص پر جو قسم کھائے کہ نیک کام نہیں کرے گا تو جواب یہ ہے کہ یہ مختلف ہے ساتھ اختلاف احوال اور اشخاص کے
اور یہ جاری ہے اصل پر بایں طور کہ نہیں گناہ ہے اوپر غیر تارک فرضوں کے پس وہ فلاح پانے والا ہے اگرچہ اُس کا
غیر اس سے فلاح میں زیادہ ہو۔ (فتح)

بَابُ اتِّبَاعِ الْجَنَآئِزِ مِنَ الْاِیْمَانِ. باب جنازے کے ساتھ جانا ایمان سے ہے یعنی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

فائدہ: ختم کیا بخاری نے معظم تراجم کو جو واقعہ ہوئے ہیں واسطے اس کے ایمان کی شاخوں سے ساتھ اس ترجمہ کے
اس واسطے کہ یہ آخر احوال دنیا کا ہے اور سوا اس کے نہیں کہ مؤخر کیا ترجمہ اداء الخمس من الایمان کو واسطے ایک
معنی کے جس کو ہم عنقریب ذکر کریں گے اور وجہ دلالت کی حدیث سے ترجمہ پر تحقیق تنبیہ کی ہے ہم نے اس پر اس
کی نظروں میں پہلے اور یہ جو کہا کہ جو جنازے کے تابع ہو تو تحقیق تمسک کیا ہے ساتھ اُس کے اس شخص نے جو گمان

کرتا ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے اور اس میں حجت نہیں اس واسطے کہ کہا جاتا ہے تَبِعَهٗ جبکہ اس کے پیچھے چلے یا جب گزرے ساتھ اس کے پس اس کے ساتھ چلے اور اسی طرح اتبعہ ہے اور تحقیق بیان کیا ہے دوسری حدیث نے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ساتھ چلنے کے آگے اس کے اور یہ جو کہا کہ یہاں تک اس پر نماز پڑھی جائے تو یصلی ساتھ زیر لام کے ہے اور اس کی زبر بھی مروی ہے پس بنا بر زیر کے نہیں حاصل ہوتا موعود بہ مگر واسطے اس شخص کے کہ اس سے نماز پائی جائے اور بنا بر زبر کے بھی کہا جاتا ہے کہ حاصل ہوتا ہے اس کے واسطے یہ اگرچہ نماز پڑھے اور جب کہ نماز کا قصد کرے اور اس کو کوئی مانع ہو تو ظاہر حاصل ہونا ثواب کا ہے واسطے اس کے مطلق اور اللہ خوب جانتا ہے اور یہ جو کہا وہ دو قیراط کے برابر ثواب لے کر پھرتا ہے تو تحقیق ثابت کیا ہے اس روایت نے کہ دو قیراطیں سوائے اس کے نہیں کہ حاصل ہوتی ہیں ساتھ مجموع نماز اور دفن کرنے کے اور یہ کہ نماز جنازے کی ساتھ سوائے دفن کے صرف ایک ہی قیراط حاصل ہوتی ہے اور یہی قول معتمد ہے برخلاف اس شخص کے جو تمسک کرتا ہے ساتھ ظاہر بعض روایتوں کے پس گمان کرتا ہے کہ حاصل ہوتی ہیں ساتھ مجموع کے تین قیراطیں اور اس کی باقی بحث کتاب الجنائز میں آئے گی۔ (فتح)

٤٥ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَلِيٍّ الْمَنْجُوفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهٗ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا وَيَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا فَإِنَّهٗ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ فَإِنَّهٗ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ.

۴۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایمان سے اور ثواب کے واسطے مسلمان کے جنازے کے پیچھے جائے یعنی اس کے ساتھ جائے اور اس پر نماز پڑھے اور دفن سے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہے پس وہ پھرتا ہے دو قیراط کے برابر ثواب لے کر ہر قیراط مثل اُحد پہاڑ کی ہے اور جو شخص نماز پڑھے جنازے پر پھر چلا جائے پس دفن سے تو وہ پھرتا ہے ثواب لے کر برابر ایک قیراط کے۔

فائدہ: قیراط کہتے ہیں دینار کے بارہویں حصہ کو اور یہاں قیراط سے مراد حصہ عظیم ہے اور یہ جو کہا کہ ایمان سے ساتھ جائے یعنی یہ نہ جانے کہ یہ بھی ایک ایمان کی شاخ ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ خَوْفِ الْمُؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَّحْبَطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ.

باب مومن کا خوف کرنا اس سے کہ اس کا عمل برباد ہو جائے اور اس کو خبر نہ ہو۔

فائدہ: یہ باب عقد کیا گیا ہے واسطے رد کے خاص مرجیہ پر اگرچہ اکثر باب جو پہلے گزر چکے ہیں بغل گیر ہیں رد کو

اوپر اس کے لیکن کبھی شریک ہوتے ہیں اُن کو غیر ان کے اہل بدعت سے بیچ کسی چیز کے ان میں سے برخلاف اس باب کے اور مرجیہ منسوب ہیں طرف ارجا کی اور وہ تاخیر ہے اس واسطے کہ انہوں نے مؤخر کیا عملوں کو ایمان سے پس کہا انہوں نے کہ ایمان فقط دل کے ساتھ تصدیق کرنا ہے اور نہیں شرط کیا اُن کے جمہور نے زبان کے ساتھ اقرار کرنے کو اور کہتے ہیں کہ گنہگاروں کا ایمان کامل ہے اور کہتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ گناہ بالکل ضرر نہیں کرتا اور اُن کے اقوال اصول کی کتابوں میں مشہور ہیں اور مناسبت وارد کرنے اس ترجمہ کی پیچھے اس باب کے جو پہلے ہے اس جہت سے ہے کہ جنازے کے ساتھ جانا جگہ ظن کی ہے کہ نہیں قصد کی جاتی ساتھ اس کے رعایت اس کے اہل کی یا مجموع دونوں امروں کا مقصود ہوتا ہے اور سیاق حدیث کا چاہتا ہے کہ تحقیق ثواب موعود بہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ حاصل ہوتا ہے واسطے اس کے جو اس کو ثواب کے واسطے کرے یعنی خالص پس پیچھے لایا اس کے وہ چیز جو اشارہ کرتی ہے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ کبھی عارض ہوتی ہے واسطے مرد کے وہ چیز جو خلل ڈالتی ہے اس کے قصد خالص پر پس محروم ہوتا ہے ساتھ اس کے موعود سے اور اس کو خبر نہیں ہوتی پس قول اس کا اَنْ یُّحْبِطَ عَمَلُهٗ یعنی محروم ہوتا ہے اپنے عمل کے ثواب سے اس واسطے کہ وہ نہیں ثواب دیا جاتا مگر اس چیز میں کہ اس کو خالص اللہ کے واسطے کیا اور ساتھ اس تقریر کے دفع ہوگا اعتراض اس شخص کا جو اعتراض کرتا ہے اس پر ساتھ اس کے کہ وہ قوی کرتا ہے مذہب احباطیہ کو جو کہتے ہیں کہ گناہ نیکیوں کو باطل کر دیتے ہیں اور کہا ابوبکر بن عربی نے بیچ رد کے اوپر ان کے کہ قول فیصلہ کرنے والا اس میں یہ ہے کہ عمل کا حبط کرنا دو قسم ہے ایک باطل کرنا ایک چیز کا ہے دوسری چیز کو اور لے جانا اُس کا تمام مانند باطل کرنے ایمان کی کفر کو اور کفر کی ایمان کو اور یہ دونوں جہتوں میں لے جانا حقیقی ہے دوسرا حبط کرنا باہم وزن کرنے کا ہے جب کہ بدیوں کو ایک پلے میں ڈالا جائے اور نیکیوں کو ایک پلے میں ڈالا جائے سو جس کی نیکیاں بھاری ہوئیں اس نے نجات پائی اور جس کی بدیاں بھاری ہوئیں وہ اللہ کی مشیت میں کھڑا ہوا پس یا تو اللہ اس کو بخش دے گا اور یا عذاب کرے گا پس کھڑا کرنا ایک طرح کا ابطال ہے اس واسطے کہ روکنا منفعت کا وقت حاجت کے طرف اس کے باطل کرنا ہے واسطے اس کے اور عذاب کرنا ابطال ہے جو اس سے سخت تر ہے آگ سے نکلنے کے وقت تک پس بیچ ہر ایک کے ابطال نسبتی ہے بولا گیا اس پر اسم حبط کرنے کا بطور مجاز کے اور یہ ابطال حقیقی نہیں اس واسطے کہ جب وہ آگ سے نکالا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا تو پھر آیا طرف اس کی ثواب اس کے عمل کا اور یہ برخلاف قول فرقہ احباطیہ کے ہے جو دونوں احباط کو برابر کہتے ہیں اور گنہگار کو کافر کہتے ہیں اور یہ اکثر قدریہ ہیں اور یہ جو ابراہیم تیمی نے کہا کہ نہیں پیش کیا میں نے اپنے قول کو اپنے عمل پر الخ تو یہ اس نے اس واسطے کہا کہ وہ لوگوں کو وعظ کیا کرتا تھا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ باوجود وعظ کرنے اس کی کے لوگوں کو نہ پہنچا نہایت عمل کو اور تحقیق مذمت کی ہے اللہ نے اس شخص کی جو نیک کام بتلادے اور بُرے کام سے روکے اور آپ عمل میں قصور کرے سو فرمایا کہ بڑی بیزاری ہے اللہ کے

نزدیک یہ کہ تم کہو جو نہیں کرتے ہو سو اس نے خوف کیا یہ کہ ہو جھٹلانے والا یعنی مانند جھٹلانے والے کی اور یہ جو ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ میں نے تیس اصحاب کو پایا الخ تو ان میں سے عائشہ اور اُن کی بہن اسماء رضی اللہ عنہما اور عبادلہ اربعہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ پس یہ لوگ ہیں جن سے اس نے سنا اور تحقیق پایا ہے اُس نے ایک جماعت کو جو ان لوگوں سے بزرگ تر ہیں مانند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اور تحقیق جزم کیا ہے اُس نے بایں طور کہ تھے وہ خوف کرتے نفاق سے عملوں میں اور نہیں منقول ہے اُن کے غیر سے خلاف بیچ اُس کے پس گویا کہ یہ اجماع ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ کبھی عارض ہوتی ہے ایماندار پر اس کے عمل میں وہ چیز کہ اخلاص کے مخالف ہوتی ہے اور یہ جو کہا کہ وہ نفاق سے خوف کرتے تھے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نفاق اُن سے واقعہ ہو بلکہ یہ بطور مبالغہ کے ہے ان سے ورع اور تقویٰ میں راضی ہوا اللہ ان سے۔ ابن بطال نے کہا کہ سوائے اس کے نہیں کہ خوف کیا انہوں نے اس واسطے کہ ان کی عمریں دراز ہوئیں یہاں تک کہ انہوں نے تغیر اور تبدل دیکھا جو انہوں نے پہلے نہ دیکھا تھا اور نہ قادر ہوئے اس کے انکار پر پس خوف کیا انہوں نے یہ کہ قصور کیا ہو ساتھ سکوت کے اور یہ جو کہا کہ کوئی اُن میں سے نہ کہتا تھا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام وغیرہ کے ایمان پر ہے یعنی نہ جزم کرتا تھا کوئی ان میں سے ساتھ نہ عارض ہونے نفاق کے جیسا کہ جزم کیا جاتا ہے ساتھ اس کے جبرائیل علیہ السلام کے ایمان میں اور اس میں اشارہ ہے کہ یہ لوگ مذکور قائل تھے ساتھ کم و بیش ہونے درجوں ایمان داروں کے برخلاف مرجیہ کے جو قائل ہیں کہ ایمان صدیقوں کا اور ان کے سوا اور لوگوں کا ایک برابر ہے اس میں کچھ فرق نہیں۔ (فتح)

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ مَا عَرَضْتُ قَوْلِي عَلَى عَمَلِي إِلَّا خَشِيتُ أَنْ أَكُونَ مُكَذِّبًا.

اور ابراہیم تیمی نے کہا کہ نہیں سامنے کیا میں نے اپنے قول کو اپنے عمل پر مگر خوف کیا میں نے اس بات کا کہ ہوں میں دین کو جھٹلانے والا یعنی جب زبان سے دعویٰ دین کا کروں اور اس کے موافق عمل نہ کروں تو میں دین کو جھٹلاتا ہوں۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَدْرَكْتُ ثَلَاثِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلَى نَفْسِهِ مَا مِنْهُمْ أَحَدٌ يَقُولُ إِنَّهُ عَلَى إِيمَانِ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ.

اور ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ میں نے تیس صحابہ کو پایا ہر ایک اپنے نفس پر نفاق سے خوف کرتا تھا اور ان میں سے کوئی نہیں کہتا تھا کہ میرا ایمان جبرئیل اور میکائیل کے برابر ہے (یعنی ہر ایک ان میں سے خوف کرتا تھا اور کسی کو ان میں سے نفاق سے بچنے کا یقین نہ تھا جیسے کہ جبرئیل اور میکائیل کے ایمان میں عدم نفاق کا یقین ہے) پس

اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایمان کی زیادتی اور نقصان کے قائل تھے پس مرجیہ کا قول باطل ہو گیا جو کہتے ہیں کہ ایمان صدیقوں وغیرہ سب کا ایک برابر ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ الْحَسَنِ مَا خَافَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا أَمِنَهُ إِلَّا مُنَافِقٌ.

یعنی حسن بصری سے روایت ہے کہ نہیں خوف کرے گا اس سے مگر مومن اور نہیں بے خوف ہوگا اس سے مگر منافق۔

فائدہ: نووی نے کہا کہ نہیں ڈرتا اس سے کوئی مگر ایماندار اور نہیں بے خوف ہوتا اُس سے کوئی مگر منافق یعنی اللہ تعالیٰ سے میں کہتا ہوں کہ یہ کلام اگرچہ صحیح ہے لیکن بخاری کی مراد کے برخلاف ہے اس واسطے کہ حسن بصری کی کلام کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس کے نفاق کا بیان کرنا ہے جیسے معلّی بن زیادہ سے روایت ہے کہ میں حسن بصری سے سنا کہ اس مسجد میں قسم کھاتا تھا اُس اللہ کی جس کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں کہ نہیں گزرا کوئی ایماندار کبھی اور نہ باقی رہا مگر کہ وہ نفاق سے ڈرنے والا ہے اور نہیں گزرا کوئی منافق اور نہ باقی رہا مگر کہ وہ نفاق سے بے خوف ہے اور حسن بصری کہتے ہیں کہ جو نفاق سے نہ ڈرے وہ منافق ہے اور یہ موافق ہے واسطے اثر ابن ابی ملیکہ کے جو اس سے پہلے ہے اور وہ قول اس کا ہے کہ سب نفاق سے دڑتے تھے اور اللہ سے ڈرنا اگرچہ مطلوب ہے لیکن باب کا سیاق دوسرے امر میں ہے اور یہ جو کہا کہ وَمَا يَحْذَرُ تو یہ معطوف ہے خوف پر یعنی باب مَا يَحْذَرُ اور فصل کیا درمیان ترجموں کے ساتھ آثار کے جن کو ذکر کیا واسطے متعلق ہے ساتھ پہلی کے جیسا کہ ہم اس کو واضح کریں گے پس اس میں لف ونشر غیر مرتب ہے اور مراد اس کی نیز رد ہے مرجیہ پر اس واسطے کہ وہ کہتے ہیں کہ نہیں ڈر گناہ سے ساتھ حاصل ہونے ایمان کے اور مفہوم آیت کا جس کو ذکر کیا ہے اُن پر رد کرتا ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے مدح کی ہے اس شخص کی جو اپنے گناہ کے واسطے بخشش مانگے اور نہ اڑا رہے اوپر اُس کے پس مفہوم اُس کا مذمت اس شخص کی ہے جو یہ نہ کرے اور داخل ہوتا ہے ترجمہ کے معنی میں قول اللہ تعالیٰ کا ﴿لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ﴾ یعنی نہ بلند کرو اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز پر اور نہ پکارو اُس کو ساتھ بات کے مانند پکارنے بعض تمہارے کے بعض کو یہ کہ حبط ہوں عمل تمہارے اور یہ آیت زیادہ تر دلالت کرتی ہے مراد پر اور اس کے سوا اور بھی کئی آیتیں ہیں پس جو اڑا رہے گناہوں کے نفاق پر تو اُس پر خوف ہے کہ پہنچا دے اس کو طرف نفاق کفر کی اور شاید بخاری نے اشارہ کیا ہے طرف حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ خرابی ہے اڑنے والوں کو جو اڑے رہے اس چیز پر کہ انہوں نے کی اور حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ جو توبہ کرے اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے پھر بخشش نہیں مانگتے یہ قول مجاہد وغیرہ کا ہے اور

ترمذی میں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو توبہ کرے وہ گناہ پر اڑنے والا نہیں اگرچہ ایک دن میں ستر بار پھر وہی گناہ کرے اور دونوں کی سند حسن ہے۔ (فتح)

وَمَا يُحْذَرُ مِنَ الْإِصْرَارِ عَلَى النِّفَاقِ وَالْعِصْيَانِ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾.

یعنی قتل اور گناہ پر بغیر توبہ کے اصرار کرنے سے ڈرنے کا بیان فرمانے اللہ تعالیٰ کے کہ نہ اصرار کیا انہوں نے اُس پر جو کیا انہوں نے اور حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

فائدہ: مرجیہ ایک فرقہ ہے وہ کہتے ہیں کہ آدمی جب ایمان لے آئے تو پھر گناہ کا کچھ ڈر نہیں ہے اگر گناہ کر لیا تو ایمان کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا ہے سو اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر گناہ پر اڑ جائے گا اور اس سے توبہ نہیں کرے گا تو اس کے واسطے نہایت ہی خوف ہے گو وہ ایمان رکھتا ہو پس یہ قول ان کا مردود ہے اور مرجیہ ان کو اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ لوگ رجا میں یعنی امید میں بہت زیادتی کرتے ہیں یہاں تک کہتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ گناہ کرنے سے کچھ نقصان نہیں۔

٤٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُرْجِئَةِ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ.

۴۶۔ زبید سے روایت ہے اُس نے کہا کہ میں نے ابو وائل سے مرجیہ کا قول پوچھا (یعنی وہ کہتے ہیں کہ عمل ایمان میں داخل نہیں اور گناہ سے ایمان کو کچھ نقصان نہیں ہے) سو کہا اس نے کہ حدیث بیان کی مجھ سے عبداللہ نے کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا سخت گناہ ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے (یعنی ناشکری ہے)

فائدہ: مرجیہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کرنے والا فاسق نہیں سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرتکب کبیرہ کا فاسق ہے اور گناہ کفر کا سبب ہے اگر مسلمان کو حلال جان کر قتل کرے تو صریح کفر ہے اور نہیں تو گناہ کبیرہ ہے پس لامحالہ ایماندار کو اپنے عمل کے برباد جانے کا خوف کرنا ضروری ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے ایک روایت میں ہے کہ جب مرجیہ ظاہر ہوئے تو میں ابووائل کے پاس آیا تو میں نے اس کے واسطے یہ ذکر کیا تو ظاہر ہوا اس سے کہ اس کا سوال اُن کے اعتقاد سے تھا اور تحقیق تھا یہ وقت ظاہر ہونے اُن کی کے اور ابووائل کی وفات ۹۹ھ ہجری میں تھی پس اس میں دلیل ہے اس پر کہ بدعت ارجاء کی پرانی ہے اور ابراہیم حربی نے کہا کہ سباب اشد ہے سب سے اور وہ یہ ہے کہ کہے مرد میں جو اس میں ہو اور جو اس میں نہ ہو مراد ساتھ اس کے اس کا عیب ہو اور فسق کے معنی ہیں لغت میں نکلنا اور شرع میں نکلنا ہے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے اور وہ شرع کی عرف میں سخت تر ہے

عصیاں سے اللہ نے فرمایا: ﴿وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ﴾ پس حدیث میں تعظیم ہے مسلمان کے حق کی اور یہ جو اس کو ناحق برا کہے وہ فاسق ہے اور اس کا مقتضاء رد ہے اوپر مرجیہ کے اور معلوم ہوئی اس سے مطابقت جواب ابووائل کی واسطے سوال کے اُن کے قول سے گویا کہ اس نے کہا کہ اُن کا قول کس طرح حق ہوتا اور حالانکہ حضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے اور یہ جو کہا کہ اُس کا لڑنا کفر ہے تو اگر کہا جائے کہ یہ اگرچہ بغل گیر ہے رد کو مرجیہ پر لیکن ظاہر اس کا قوی کرتا ہے خارجیوں کے مذہب کو جو کہتے ہیں کہ مسلمان گناہوں سے کافر ہو جاتا ہے تو جواب یہ ہے کہ مبالغہ بیچ رد کے بدعتیوں پر اس کو چاہا ہے اور نہیں ہے دلیل واسطے خارجیوں کے بیچ اس کے اس واسطے کہ اس کا ظاہر مراد نہیں ہے لیکن جب کہ تھا لڑنا سخت تر سباب سے اس واسطے کہ وہ پہنچاتا ہے طرف قبض کرنے روح کے تو تعبیر کیا اس سے ساتھ لفظ اَشَدُّ کے لفظ فسق سے اور وہ کفر ہے اور نہیں مراد ہے حقیقت کفر کی جو نکلنا ہے اسلام سے بلکہ بولا اس پر کفر کو واسطے مبالغہ کے ڈرانے میں واسطے اعتماد کرنے کی اس چیز پر کہ مقرر ہوئی قواعد سے کہ ایسا کام اسلام سے خارج نہیں کرتا مانند حدیث شفاعت کی اور مانند قول اللہ تعالیٰ کی کہ ﴿إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾ یعنی اللہ شرک کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور تحقیق اشارہ کیا ہے ہم نے طرف اس کی بَابُ الْمَعَاصِيْ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ میں یا بولا اُس پر کفر کو واسطے مشابہ ہونے اس کے ساتھ اس کے اس واسطے کہ ایماندار سے لڑنا کافر کی شان سے ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس جگہ کفر لغوی ہے اور وہ ڈھانکنا ہے اس واسطے کہ حق مسلمان کا مسلمان پر یہ ہے کہ اس کی اعانت کرے اور مدد کرے اور اس سے تکلیف دینے والی چیز کو دور کرے سو جب وہ اس سے لڑا تو گویا کہ ڈھانکا اس نے اُس پر حق کو اور پہلے دونوں معنی لائق تر ہیں ساتھ مراد بخاری کے اور اولیٰ ہیں ساتھ مقصود کے ڈرانے سے جو اس کو کرنے اور جھڑکنے کے اُس سے برخلاف تیسرے معنی کے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد ساتھ قول اس کے کی کفر یہ ہے کہ کبھی پھرتا ہے یہ فعل ساتھ نحوست اپنی کے طرف کفر کی اور یہ احتمال بعید ہے اور بعید تر اُس سے حمل کرنا ہے اس کا اس شخص پر جو اس کو حلال جانے اس واسطے کہ وہ ترجمہ کے مطابق نہیں اور یہ مراد ہوتی تو نہ حاصل ہوتی تفریق درمیان سباب اور قتال کے اس واسطے کہ مسلمان کی لعنت کو حلال جاننے والا بغیر تاویل کے نیز کافر ہوتا ہے اور تحقیق باب باندھا ہے اس کا بخاری نے محاربین میں کما سیاتی اور مانند اس حدیث کی قول حضرت ﷺ کا ہے لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ یعنی نہ پھر جانا بعد میرے کافر ہو کر ایک دوسرے کی گردن مارے پس بیچ اس کے یہ جواب ہیں اور اس کی نظیر یہ آیت ہے ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ بعد قول اللہ تعالیٰ کی ﴿ثُمَّ اَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ﴾ دلالت کی اس نے کہ بعض عملوں پر کفر بولا جاتا ہے بطور ڈرانے کے اور ایک روایت میں ہے کہ مسلمان کو لعنت کرنا مانند قتل اس کے کی ہے تو یہ حدیث اس

کے مخالف نہیں اس واسطے کہ مشبہ بہ مشبہ سے اوپر ہے اور جس قدر میں دونوں شریک ہیں وہ پہنچنا نہایت کو تاثیر میں یہ آبرو میں اور یہ جان میں، واللہ اعلم۔

٤٧ ـ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يُخْبِرُ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ إِنِّيْ خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ وَإِنَّهُ تَلَاحٰى فُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰى أَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِي السَّبْعِ وَالتِّسْعِ وَالْخَمْسِ.

۴۷۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبر دینے کو شب قدر کی پس جھگڑے دو مرد مسلمان سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم کو شب قدر کی خبر دینے کے واسطے نکلا تھا پس جھگڑا فلانا فلانا پس اٹھائی گئی پہچان شب قدر کی یعنی نامعلوم ہوگئی اور شاید کہ ہو یہ بہتر واسطے تمہارے پس تلاش کرو اس کو ستائیسویں رات میں اور انتیسویں رات میں اور پچیسویں رات میں۔

فائدہ: اٹھائی گئی یعنی تعیین اس کی میرے دل سے اٹھ گئی اور مجھ کو معلوم نہیں رہی میں اس وقت کو بھول گیا ہوں بسبب جھگڑنے ان کے کی اس سے معلوم ہوا کہ جھگڑنا اور آپس میں دشمنی کرنا بہت بری بات ہے اور اس کے سبب سے آدمی برکات اور بھلائیوں سے محروم ہو جاتا ہے پس مومن کو حبط عمل سے خوف کرنا بہت ضرور ہے پس مناسبت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے اٹھائی گئی تعیین اس کی یعنی میری یاد سے یہی ہے معتمد اس جگہ اور اس کا سبب وہ ہے جو مسلم نے واضح کیا ہے بیچ اس قصے کے کہا پس آئے دو مرد جھگڑتے یعنی ہر ایک دعویٰ کرتا تھا کہ وہ حق پر ہے ان کے ساتھ شیطان تھا سو میں اس کو بھول گیا قاضی عیاض نے کہا کہ اس میں دلیل ہے اس پر کہ جھگڑنا برا ہے اور یہ کہ وہ سبب ہے عقوبت معنوی میں یعنی محروم ہونے میں اور اس سے معلوم ہوا کہ جس جگہ میں شیطان حاضر ہو وہاں سے برکت اور خیر اٹھائی جاتی ہے پس اگر کہا جائے کہ کس طرح ہوگا جھگڑا حق کی طلب میں برا میں کہتا ہوں کہ سوائے اس کے نہیں کہ یہ بڑا ہوا واسطے واقع ہونے اس کے کی مسجد میں اور وہ جگہ ذکر کی ہے نہ لغو کی پھر نیز وقت مخصوص میں ساتھ ذکر کے نہ لغو کے اور وہ رمضان کا مہینہ ہے پس مذمت واسطے اس چیز کے ہے کہ عارض ہوئی نہ واسطے ذات اس کی کے پھر وہ مستلزم آواز کے بلند ہونے کو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آواز کا بلند کرنا منع ہے واسطے دلیل اس آیت کے ﴿لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ الی قولہ ﴿اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ اور اس جگہ سے ظاہر ہوتی ہے مناسبت اس حدیث کی واسطے ترجمہ کے اور مطابقت اس کی واسطے اس کے اور بہت شارحین پر پوشیدہ رہی ہے پس اگر کہا جائے کہ قول اللہ کا ﴿وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ تقاضا کرتا ہے مواخذے کو ساتھ

اس عمل کے جس میں قصد نہ ہو تو جواب یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ تم بے خبر ہو ساتھ احباط کے واسطے اعتقاد رکھنے تمہارے کے ساتھ چھوٹے ہونے گناہ کے پس کبھی مرد گناہ کو جانتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا وہ کبیرہ ہے جیسے کہ کہا گیا ہے بیچ قول حضرت ﷺ کے ((اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ)) یعنی ان کے نزدیک کبیرہ نہ تھا اور بے شک وہ کبیرہ تھا یعنی نفس الامر میں اور یہ جو کہا کہ عنقریب ہے کہ یہ ہو بہتر یعنی نہ اٹھایا جانا اگرچہ خیر میں زیادہ ہے اور اس سے اولیٰ ہے اس واسطے کہ وہ متحقق فیہ ہے لیکن اس کے اٹھائے جانے میں خیر کی امید ہے واسطے لازم پکڑنے اس کے کی زیادہ ثواب کو واسطے ہونے اُس کے سبب واسطے زیادتی کوشش کے اس کی تلاش میں اور سوائے اُس کے نہیں کہ حاصل ہوا یہ ساتھ برکت حضرت ﷺ کے اور یہ جو کہا کہ ستائیسویں میں تو اس میں اشارہ ہے طرف اس کی کہ امید اُس کی ستائیسویں میں قوی تر ہے واسطے اہتمام کے ساتھ مقدم کرنے اُس کے کی اور اختلاف کیا گیا بیچ مراد کے ساتھ تسع وغیرہ کے پس بعض کہتے ہیں کہ انتیسویں رات مراد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اکیسویں رات مراد ہے اور اُس کی تفصیل اعتکاف میں آئے گی۔ (فتح)

بَابُ سُؤَالِ جِبْرِيْلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِيْمَانِ وَالْاِسْلَامِ وَالْاِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ وَبَيَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ ثُمَّ قَالَ جَآءَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ فَجَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ دِيْنًا وَمَا بَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ مِنَ الْاِيْمَانِ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾.

باب پوچھنا جبرائیل علیہ السلام کا نبی ﷺ کو ایمان سے اور اسلام سے اور احسان سے اور قیامت کے علم سے اور بیان کرنا نبی ﷺ کا واسطے اس کے پھر آپ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل علیہ السلام تھا تمہارے پاس آیا تھا تم کو دین سکھلانے کو پس گردانا نبی ﷺ نے ان سب کو دین اور جو بیان کیا نبی ﷺ نے واسطے ایلچیوں عبدالقیس کے ایمان سے اور قول اللہ تعالیٰ کا اور جو شخص چاہے سوائے اسلام کے دین کو پس ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا اس سے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دین اور ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہے اور یہی مراد ہے امام بخاری کی اس باب سے اور یہ جو کہا کہ پوچھنا جبرائیل علیہ السلام کا حضرت ﷺ کو ایمان الخ تو پہلے گزر چکا ہے کہ بخاری کی رائے یہ ہے کہ ایمان اور اسلام فقط ایک ہی چیز سے مراد ہے پس جب کہ تھا سوال جبرائیل علیہ السلام کا ایمان اور اسلام سے اور جواب اُس کا تقاضا کرتا دونوں کے غیر ہونے کو اور یہ کہ ایمان تصدیق ہے ساتھ امور مخصوصہ کے اور اسلام ظاہر کرنا اعمال مخصوصہ کا ہے تو ارادہ کیا اس نے یہ کہ رد کرے اس کو ساتھ تاویل کے طرف طریق اپنے کی اور یہ جو کہا کہ بیان یعنی ساتھ بیان اس بات کے کہ اعتقاد اور عمل دین ہے اور قول اس کا مابین یعنی ساتھ اس چیز کے کہ بیان کیا واسطے ایلچیوں کے

کہ ایمان وہی اسلام ہے اس واسطے کہ تفسیر کیا اس کو اُن کے قصے میں ساتھ اس چیز کے کہ تفسیر کیا ساتھ اس کے اسلام کو اس جگہ اور یہ جو کہا کہ قول اللہ تعالیٰ کا یعنی ساتھ اس چیز کے کہ دلالت کرتی ہے اس پر آیت کہ اسلام وہ دین ہے اور دلالت کرتی ہے اس پر حدیث ابوسفیان کی کہ ایمان وہ دین ہے پس یہ تقاضا کرتا ہے کہ اسلام اور ایمان ایک چیز ہے یہ حاصل ہے اس کی کلام کا اور تحقیق نقل کیا ہے ابوعوانہ اسفرائنی نے مزنی شافعی کے صاحب سے کہ وہ دونوں ایک چیز ہیں اور امام احمد سے روایت ہے کہ وہ دونوں غیر ہیں اور واسطے ہر ایک کے دونوں قولوں سے دلیلیں ہیں متعارضہ اور خطابی نے کہا کہ تصنیف کی ہے اس مسئلے میں دو بڑے اماموں نے اور واسطے دونوں قولوں کے بہت دلائل ہیں اور مختلف ہوئے ہیں دونوں بیچ اس کے اور حق یہ ہے کہ دونوں کے درمیان عموم اور خصوص ہے پس ہر مومن مسلمان ہے اور نہیں ہر مسلمان مومن انتہی۔ اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ اسلام نہیں بولا جاتا اعتقاد اور عمل دونوں پر برخلاف ایمان کے کہ وہ دونوں پر بولا جاتا ہے اور رد کرتا ہے اس پر قول اللہ تعالیٰ کا ﴿وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ پس تحقیق اسلام اس جگہ شامل ہے اعتقاد اور عمل دونوں کو اس واسطے کہ عامل غیر معتقد صاحب دین مرضی کا نہیں اور ساتھ اس کے استدلال کیا ہے مزنی اور ابومحمد بغوی نے پس کہا اس نے حدیث جبرائیل علیہ السلام کی شرح میں کہ ٹھہرایا ہے حضرت ﷺ نے اسلام کو اس جگہ اسم واسطے اس چیز کے کہ ظاہر ہو اعمال سے اور ایمان کو نام واسطے اس چیز کے کہ دل میں ہو اعتقاد سے اور یہ نہیں اس واسطے کہ تصدیق نہیں اسلام سے بلکہ یہ تفصیل ہے واسطے ایک جملے کے کہ وہ سب ایک چیز ہے اور مجموع ان کا دین ہے اسی واسطے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام تمہارے پاس آیا تھا تاکہ تم کو تمہارا دین سکھائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ اور فرمایا ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ اور نہیں ہوتا دین بیچ جگہ رضا اور قبول کے مگر ساتھ جوڑنے تصدیق کے انتہی۔ اور جو چیز کہ ظاہر ہوتی ہے مجموع دلیلوں سے یہ ہے کہ واسطے ہر ایک کے دونوں سے حقیقت شرعیہ ہے جیسے کہ واسطے ہر ایک کے دونوں میں سے حقیقت لغوی ہے لیکن ہر ایک دونوں میں سے مستلزم ہے دوسرے کو ساتھ معنی کامل کرنے کے واسطے اس کے پس جیسے کہ عاقل نہیں ہوتا مسلمان کامل مگر جب کہ اعتقاد کرے پس اسی طرح اعتقاد کرنے والا بھی نہیں ہوتا مومن کامل مگر جب کہ عمل کرے اور جس جگہ کہ بولا جاتا ہے ایمان اسلام کی جگہ میں بالعکس یا بولا جاتا ہے ایک دونوں کا دونوں کے ارادہ پر معا تو وہ بطورِ مجاز پر باعتبار اُس چیز کے کہ ظاہر ہوتی ہے مراد ساتھ بیان کے پس اگر وارد ہوں دونوں سوال کے مقام میں تو محمول ہوں گے حقیقت پر اور اگر دونوں اکٹھے وارد نہ ہوں یا سوال کی جگہ میں نہ ہوں تو ممکن ہے حمل کرنا حقیقت پر یا مجاز پر باعتبار اس چیز کے کہ ظاہر ہو قرینوں سے اور تحقیق حکایت کیا ہے اس کو اسماعیلی نے اہل سنت اور جماعت سے کہا انہوں نے کہ تحقیق مختلف ہوتی ہے دلالت ان دونوں کے ساتھ اقتران کے پس اگر اکیلا کیا جائے ایک دونوں میں سے تو داخل ہوتا ہے دوسرا بیچ اس کے اور اسی پر محمول ہوگا جو

حکایت کی ہے محمد بن نصر نے اکثر سے کہ انہوں نے دونوں کو ایک چیز کہا اور جو حکایت کی ہے لالکائی نے اہل سنت سے کہ انہوں نے دونوں کے درمیان فرق کیا بنا بر اُس کے کہ جبرائیل علیہ السلام کی حدیث میں ہے اور اللہ ہے توفیق دینے والا اور یہ جو کہا کہ علم الساعة تو یہ تفسیر ہے اس واسطے کہ مراد کے ساتھ قول جبرائیل علیہ السلام کے بیچ سوال کے کہ کب ہے قیامت یعنی کب ہے علم قیامت کا نہیں کوئی چارہ تقدیر کرنے اور محذوف کے سے یعنی کب ہے علم قیامت کے وقت کا اور یہ جو کہا کہ بیان کرنا حضرت ﷺ کا واسطے اس کے تو یہ معطوف ہے علم پر جو معطوف ہے سوال مجرور پر پس اگر کوئی کہے کہ حضرت ﷺ نے قیامت کے وقت کو بیان نہیں کیا پس کس طرح کہا بخاری نے اور بیان کرنا حضرت ﷺ کا واسطے اس کے تو جواب اس کا یہ ہے کہ مراد ساتھ بیان کے بیان کرنا اکثر اس چیز کا ہے جس سے سوال کیا گیا پس مطلق چھوڑا اس کو اس واسطے کہ حکم اکثر خیر کا حکم اس کے کل کا ہے یا گردانا گیا حکم بیچ علم قیامت کے بایں طور کہ نہیں جانتا اس کو مگر اللہ۔

٤٨ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ مَا الْإِيْمَانُ قَالَ الْإِيْمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَبِلِقَآئِهٖ وَرُسُلِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ قَالَ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ قَالَ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّآئِلِ وَسَأُخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ رَبَّهَا وَإِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الْإِبِلِ الْبُهْمُ فِي الْبُنْيَانِ فِيْ خَمْسٍ لَا

۴۸۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک دن لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے سو آپ کے پاس ایک مرد آیا اور اس نے کہا کہ ایمان کیا ہے یعنی اس کی حقیقت کیا ہے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو دل سے مانے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کے ملنے کو اور اُس کے پیغمبروں کو اور دل سے مانے تو قیامت کو پس مرد نے کہا کہ اسلام کیا ہے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے اور یہ کہ تو نماز کو ٹھیک پڑھے اور زکوٰۃ کو دے اور رمضان کا روزہ رکھے اس مرد نے کہا کہ احسان کیا ہے یعنی احسان کی حقیقت کیا ہے حضرت ﷺ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی ایسی طرح عبادت کرے جیسے کہ اس کو دیکھ رہا ہے سو اگر اس طرح کا دیکھنا تجھ سے نہ ہو سکے تو یوں جان کہ وہی تجھ کو دیکھتا ہے اس مرد نے کہا کہ قیامت کب ہے اور کب ہوگی حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جواب دینے والا پوچھنے والے سے اس کو زیادہ نہیں جانتا یعنی قیامت کے نہ جاننے میں ہم دونوں برابر ہیں جیسے

يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ الْآيَةَ ثُمَّ أَدْبَرَ فَقَالَ رُدُّوهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ هٰذَا جِبْرِيْلُ جَآءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِيْنَهُمْ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ جَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهُ مِنَ الْإِيْمَانِ.

کہ تجھ کو اس کی خبر نہیں ہے ایسے ہی مجھ کو بھی اس کی خبر نہیں اور عنقریب ہے کہ خبر دوں گا میں تجھ کو نشانیوں سے اُس کے جب کہ لونڈی اپنے مالک اور مربی کو جنے یعنی مالکوں کے نطفے سے لونڈیاں جنیں گی تو ان کی اولاد بھی باپ کی طرح لونڈیوں کے مربی ٹھہرے (خلاصہ مطلب یہ کہ قرب قیامت کے کنیز زادوں کی کثرت ہوگی) اور جب کہ سیاہ اونٹوں کے چرانے والے فخر کریں گے عمارت میں (یعنی کمینے اور خسیس لوگ دولت مند ہو کر بڑی بڑی عمارتیں بنا کر فخر کریں گے) اور قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر پڑھی نبی ﷺ نے یہ آیت ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ الْآيَةَ یعنی تحقیق اللہ اس کے نزدیک ہے علم قیامت کا آخر آیت تک پھر پلٹ چلا وہ مرد سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو پھیر لاؤ پس نہ دیکھا لوگوں نے کسی چیز کو پس حضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل علیہ السلام تھا آیا تھا لوگوں کو دین سکھلانے کو۔ ابو عبداللہ (یعنی امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ گردانا حضرت ﷺ نے اس سب کو ایمان سے۔

فائدہ: اس حدیث کو حدیث جبرئیل کہتے ہیں اس واسطے کہ سائل خود جبرائیل علیہ السلام تھے اور امام الاحادیث اور امام الجوامع بھی اس کا نام ہے یعنی سب حدیثوں کے یہ حدیث جڑھ ہے اس واسطے کہ جو مطالب اور حدیثوں میں ہیں سب اس حدیث میں جمع ہیں اس حدیث میں بھی دین سے مراد اسلام ہے اور اسلام اور ایمان ایک چیز ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے یہ جو کہا کہ بارزًا تو اس کے معنی ہیں کہ تھے ظاہر واسطے ان کے ان سے پردے میں نہ تھے اور نہ غیر کے ساتھ ملنے والے تھے اور راس کا بیان ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے تھے پس کوئی مسافر آتا پس نہ پہچانتا کہ حضرت ﷺ پیغمبران میں کون سے ہیں سو طلب کیا ہم نے طرف آپ کی یہ کہ بنا دیں ہم واسطے آپ کے جگہ بیٹھنے کی کہ پہچانے آپ کو مسافر جبکہ آپ کے پاس آئے سو ہم نے آپ کے واسطے مٹی کا دکان بنایا اس پر بیٹھتے تھے انتہی۔ اور استنباط کیا ہے اُس سے قرطبی نے مستحب ہونا بیٹھنے عالم کا ایسے مکان میں کہ اُس کے ساتھ خاص ہو اور بلند ہو جب کہ اُس کی طرف محتاج ہو واسطے ضرورت تعلیم کے اور

مانند اس کی کے اور یہ جو کہا کہ آپ کے پاس مرد آیا یعنی فرشتہ مرد کی صورت میں اور ایک روایت میں ہے کہ ناگہاں ایک مرد پیادہ چلتا آیا اور ایک روایت میں ہے کہ ہم البتہ حضرت ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ناگہاں سامنے سے ایک مرد آیا نہایت خوبصورت اور نہایت پاکیزہ خوشبو میں گویا کہ اس کے کپڑوں کو میل نہ پہنچا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ جس حالت میں کہ ہم ایک دن حضرت ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ناگہاں ظاہر ہوا ہم پر ایک مرد نہایت سفید کپڑوں والا نہایت سیاہ بالوں والا اور ایک روایت میں ہے کہ کالی داڑھی والا نہ دیکھے جاتے تھے اُس پر نشان سفر کے اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا یہاں تک کہ حضرت ﷺ کے پاس آ بیٹھا سو اپنے گھٹنوں کو حضرت ﷺ کے گھٹنوں کی طرف ٹکایا اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو آپ کے رانوں پر رکھا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ شہر سے نہ تھا پس لوگوں کی گردنوں پر قدم رکھتا ہوا آیا یہاں تک کہ حضرت ﷺ کے آگے بیٹھا جیسا کہ کوئی ہم میں سے نماز میں بیٹھتا ہے پھر اپنے دونوں ہاتھ حضرت ﷺ کے دونوں گھٹنوں پر رکھے اس سے معلوم ہوا کہ اُس نے اپنے دونوں ہاتھ حضرت ﷺ کے گھٹنوں پر رکھے تھے اور ساتھ اسی کے جزم کیا ہے بغوی وغیرہ نے اور نووی وغیرہ نے کہا کہ وہ حضرت ﷺ کے سامنے اس طرح بیٹھا تھا جیسے شاگرد استاد سکھلانے والے کے آگے بیٹھتا ہے اور یہ اگرچہ ظاہر سیاق ہے لیکن اُس کا اپنے ہاتھوں کو حضرت ﷺ کے گھٹنوں پر رکھنا ایک فعل ہے جو خبر دینے والا ہے واسطے سننے کی طرف اس کی کان لگا کر اور اس میں اشارہ ہے واسطے اس چیز کے جو لائق ہے واسطے سوال کئے گئے کے تواضع سے اور درگزر کرنے سے اس چیز سے جو ظاہر ہو ظلم سائل کے سے اور ظاہر یہ ہے کہ اس نے ارادہ کیا تھا ساتھ اُس کے چھپانا امر اپنے کا تاکہ قوی ہو گمان کہ وہ ظالم گنواروں سے ہے اسی واسطے لوگوں کی گردنوں پر قدم رکھتا ہوا آیا یہاں تک کہ حضرت ﷺ کے پاس پہنچا کما تقدم۔ اسی واسطے عجب جانا اصحاب نے اس کے فعل کو اور اسی واسطے کہ وہ شہر والوں سے نہ تھا اور پیادہ آیا تھا اس پر سفر کا نشان نہ تھا پس اگر کہا جائے کہ کس طرح پہچانا عمر نے کہ ان میں سے کوئی اُن کو نہ پہچانتا تھا تو جواب یہ ہے کہ سند لی اس نے ساتھ صریح قول حاضرین کے جیسا کہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ بعض نے بعض کی طرف دیکھا تو سب نے کہا کہ ہم اس کو نہیں پہچانتے اور ایک روایت میں اس حدیث کے وارد ہونے کا سبب واقع ہوا ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے پوچھو تو اصحاب ہیبت کے مارے آپ سے نہ پوچھ سکے پس ایک مرد آیا اور جو کہا کہ پس کہا اس نے تو ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ایمان کیا ہے پس اگر کہا جائے کہ کس طرح شروع کیا اس نے ساتھ سوال کے پہلے سلام کے تو جواب یہ ہے کہ احتمال ہے کہ ہو یہ واسطے مبالغہ کے بیچ چھپانے امر اپنے کے یا تاکہ بیان کرے کہ یہ واجب نہیں یا اس نے سلام کیا لیکن راوی نے اس کو نقل نہیں کیا میں کہتا ہوں کہ یہ تیسرا احتمال معتمد ہے پس تحقیق ثابت ہو چکا ہے ایک روایت میں کہ اس نے کہا کہ **السلام علیك یا محمد** تو حضرت ﷺ نے اس کو سلام کا جواب دیا کہا کیا میں قریب ہو جاؤں

فرمایا قریب ہو پس ہمیشہ رہا یہ کہتا کئی بار یہاں تک کہ بیٹھا اور یہ جو کہا کہ ایمان کیا ہے تو بعض کہتے ہیں کہ پہلے پہل کا سوال اس واسطے کیا کہ وہ اصل ہے پھر اسلام کا سوال کیا اس واسطے کہ وہ ظاہر کرتا ہے دعویٰ کے مصداق کو پھر تیسری بار احسان کا سوال کیا اس واسطے کہ وہ متعلق ہے ساتھ دونوں کے اور یہ جو کہا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ کے ساتھ ایمان لائے تو دلالت کی جواب نے اس پر کہ حضرت ﷺ نے معلوم کیا کہ اس نے اس کے متعلق چیزوں سے سوال کیا ہے نہ اس کے لفظ کے معنی سے نہیں تو یہ جواب کہ ایمان تصدیق ہے اور کرمانی نے کہا کہ نہیں وہ تعریف چیز کی ساتھ نفس اس کے بلکہ مراد حدود سے ایمان شرعی ہے اور حد سے ایمان لغوی میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ دہرایا ایمان کے لفظ کو واسطے کوشش کے ساتھ شان اس کی کے واسطے بڑا جاننے امر اس کے کو پس گویا کہ اس نے کہا کہ ایمان شرعی تو تصدیق مخصوص ہے نہیں تو ہوتا جواب ایمان تصدیق ہے اور ایمان ساتھ اللہ کے وہ تصدیق ہے ساتھ وجود اس کے کی اور یہ کہ وہ موصوف ہے ساتھ صفتوں کمال کے پاک ہے صفات نقص سے اور یہ جو کہا کہ ساتھ فرشتوں اس کے کی تو ایمان ساتھ فرشتوں سے وہ تصدیق ہے ساتھ وجود ان کے کے اور یہ کہ وہ جیسے کہ بیان کیا ہے ان کو اللہ نے بندے ہیں اکرام کیے گئے اور مقدم کیا فرشتوں کو کتابوں پر واسطے نظر کرنے کی طرف ترتیب کی جو واقعہ ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا فرشتے کو ساتھ کتاب کے طرف رسول کی اور نہیں اس میں دلیل واسطے اس شخص کے جو فضیلت دیتا ہے فرشتے کو رسول پر اور ایمان ساتھ کتابوں اللہ کے تصدیق ہے ساتھ اس طور کے کہ وہ اللہ کی کلام ہے اور جو اس میں ہے سو حق ہے اور مراد ساتھ بعث کے قیام ہے قبروں سے اور مراد ساتھ ملنے رب کے مابعد اس کے ہے اور بعض کہتے ہیں کہ لقا حاصل ہوتا ہے ساتھ انتقال کے دنیا سے اور بعث اُس کے بعد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد لقا سے اللہ کا دیکھنا ہے ذکر کیا ہے اُس کو خطابی نے اور تعاقب کیا ہے اس کا نووی نے بایں طور کے کوئی نہیں یقین کرتا واسطے نفس اپنے کے ساتھ دیکھنے اللہ کے واسطے نفس اپنے کے اس واسطے کہ وہ خاص ہے ساتھ اس شخص کے جو ایمان کے ساتھ مرے اور کوئی آدمی نہیں جانتا کہ اس کا خاتمہ کس چیز کے ساتھ ہوگا پس کس طرح ہوگا یہ ایمان کی شرطوں سے اور جواب اس کا یہ ہے کہ مراد ایمان ساتھ اس کے ہے کہ یہ حق ہے نفس الامر میں اور یہ قوی دلیلوں سے ہے واسطے اہل سنت کے بیچ بہت کرنے دیدار اللہ کے آخرت میں اس واسطے کہ وہ ٹھہرائی گئی ہے ایمان کے قواعد سے اور یہ جو کہا کہ ساتھ رسولوں اس کے کے تو ایک روایت میں نبیوں کا ذکر آیا ہے اور یہ شامل ہے رسولوں کو بغیر عکس کے یعنی رسول ان کو شامل نہیں اور ایمان ساتھ رسولوں کے تصدیق ہے ساتھ اس کے کہ وہ سچے ہیں اس چیز میں جو خبر دی انہوں نے ساتھ اس کے اپنے رب کی طرف سے اور دلالت کرتا ہے اجمال فرشتوں میں اور کتابوں میں اور رسولوں میں اوپر کافی ہونے کے ساتھ اس کے ایمان میں ساتھ اُن کے بغیر تفصیل کے مگر جس کا نام ثابت ہوا پس واجب ہے ایمان لانا ساتھ اس کے ساتھ تعیین کے اور یہ ترتیب مطابق ہے واسطے

آیت ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ﴾ کے اور یہ جو کہا کہ تو ایمان لائے ساتھ دن بعث کے تو ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی دن پچھلے کے سو بعض کہتے ہیں کہ یہ تاکید ہے واسطے بعث کے اور بعض کہتے ہیں کہ بعث دوبار واقعہ ہوا ہے پہلا نکلنا عدم سے وجود کی ماؤں کے شکموں سے بعد نطفے یا علقے کی طرف زندگی دنیا کی اور دوسرا بعث ہے قبروں کی پیٹوں سے طرف جگہ قرار پکڑنے کی اور لیکن دن پچھلا پس کہا گیا واسطے اُس کے یہ اس واسطے کہ دنیا کے دنوں کا پچھلا دن ہے یا پچھلا ہے دنوں محدودہ کا اور اس کے ساتھ ایمان لانے سے مراد تصدیق ہے ساتھ اس چیز کے کہ واقع ہو اس میں حساب اور عملوں کے وزن ہونے اور بہشت اور دوزخ سے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے وَتومن بالقدر یعنی ایمان لائے تو ساتھ قدر کے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے وَحَلْوَهٗ وَمُرَّهٗ مِنَ اللّٰهِ یعنی خوشی اور ناخوشی اللہ کی طرف سے ہے اور شاید حکمت بیچ دوہرانے لفظ تومن کی نزدیک ذکر بعث کے اشارہ ہے طرف اُس کی وہ قسم دوسری ہے ساتھ اس چیز کے کہ ایمان لایا جائے ساتھ اس کے اس واسطے کہ بعث بعد کو پائی جائے گی اور جو پہلے مذکور ہوا وہ اب موجود ہے اور واسطے تعظیم کے ساتھ ذکر اس کی کے واسطے کثرت اس شخص کے جو اس کا منکر تھا کافروں سے اور اسی واسطے بہت بار آیا ہے ذکر اس کا قرآن میں اور اسی طرح حکمت ہے بیچ دوہرانے لفظ تومن کی نزدیک ذکر قدر کے گویا کہ وہ اشارہ ہے طرف اس چیز کی کہ واقع ہوتا ہے اس میں اختلاف سے پس حاصل ہوا اہتمام ساتھ شان اس کے کے ساتھ دوہرانے تومن کے پھر مقرر کیا اس کو ساتھ بدل لانے کے ساتھ قول اپنے کی خَیْرِهٖ وَشَرِّهٖ وَحَلوہ ومرہ پھر زیادہ کیا اس کو تاکید سے ساتھ قول اپنے کے دوسری روایت میں مِنَ اللّٰهِ اور مراد قدر کے ساتھ ایمان لانے سے یہ ہے کہ بے شک اللہ کو معلوم ہے اندازہ سب چیزوں کا اور زمانہ ان کا پہلے پیدا کرنے ان کے کے پھر پیدا کیا اس چیز کو کہ پہلے گزر چکا تھا اس کے علم میں کہ وہ پیدا کیا جائے گی پس ہر نئی پیدا ہوئی چیز صادر ہے اس کے علم اور قدرت اور ارادے سے یہ ہے وہ معلوم دین سے ساتھ براہین قطعیہ کے اور اسی پر تھے سلف علماء اصحاب اور برگزیدہ تابعین سے یہاں تک کہ پیدا ہوئی بدعت قدر کی بیچ اخیر زمانے اصحاب کے اور سب سے پہلے پہل معبد جہنی نے قدر میں کلام کیا بصری میں یحییٰ ابن یعمر سے روایت ہے کہ میں چلا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مل کر یہ مسئلہ پوچھا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بیزار ہوں اس شخص سے جو یہ بات کہتا ہے اور بے شک اللہ نہیں قبول کرتا اس شخص سے کوئی عمل جو نہ ایمان لائے ساتھ تقدیر کے اور حکایت کی ہے ان لوگوں نے جنہوں نے کتابیں بنائیں ہیں قدریہ کہ گروہوں سے کہ نہیں جانتا اللہ کسی چیز کو بندوں کے عملوں سے پہلے واقع ہونے اُن کے کے بندوں سے اور سوائے اس کے نہیں کہ جانتا ہے اُن کو بعد واقع ہونے اُن کے کی، قرطبی نے کہا کہ تحقیق گزر چکا ہے یہ مذہب اور ہم متاخرین میں سے کسی کو نہیں پہچانتے کہ اس کی طرف منسوب ہو کہا اور آج کے دن سب قدریہ اتفاق کرنے والے ہیں اس پر کہ اللہ تعالیٰ عالم ہے ساتھ عملوں بندوں کے

پہلے واقع ہونے ان کی کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مخالف ہوئے ہیں سلف کے بیچ گمان اپنے کے ساتھ اُس کے
کہ افعال بندوں کے مقدور ہیں واسطے ان کے اور واقع ہیں اُن سے بطور استقلال کے یعنی اللہ ان پر قادر نہیں اور
باوجود ہونے اس کے مذہب باطل زیادہ تر ہلکا ہے پہلے مذہب سے اور لیکن ان کے پچھلے پس انکار کیا ہے انہوں نے
متعلق ہونے ارادے کے ساتھ افعال بندوں کے واسطے بھاگنے کے تعلق قدیم سے ساتھ محدث کے اور وہ جھگڑا کیے
گئے ہیں ساتھ اس چیز کے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر مانے قدری علم کو تو جھگڑا کیا جائے واسطے اس کے کہ کیا جائز
ہے یہ کہ واقع ہو وجود میں خلاف اس چیز کا کہ بغل گیر ہے اُس کو علم اللہ کا پس اگر جائز نہ کہے تو اہل سنت کے قول کو
موافق ہوگا اور اگر جائز رکھے تو لازم آئے گی اس کو نسبت کرنی جہل کی طرف اللہ تعالیٰ کی بلند ہے اللہ تعالیٰ اس سے۔

تنبیہ: ظاہر سیاق تقاضا کرتا ہے کہ ایمان نہیں بولا جاتا مگر اس شخص پر تصدیق کرے ساتھ اس چیز کے جو مذکور ہوئی
اور تحقیق کفایت کی ہے فقہاء نے ساتھ اطلاق ایمان کے اس شخص پر جو ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور اس کے رسول
کے اور نہیں ہے کچھ اختلاف اس واسطے کہ ایمان ساتھ رسول اللہ کے مراد ساتھ اُس کے ایمان ہے ساتھ وجود اس کی
کے اور ساتھ اُس چیز کے کہ لائے وہ اپنے رب سے پس سب مذکور چیزیں اس میں داخل ہوں گی اور یہ جو کہا کہ تو
اللہ کی عبادت کرے تو مراد ساتھ عبادت کے باب کی حدیث میں اقرار کرنا ہے ساتھ دونوں شہادتوں کے یعنی زبان
سے کہنا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ جیسے کہ تعبیر کیا ہے ساتھ اس کے عمر کی حدیث
میں اس جگہ اور ساتھ اس کے ظاہر ہوا دفع ہونا احتمال ثانی کا جس کو نووی نے ذکر کیا ہے یعنی مراد عبادت سے مطلق
بندگی ہے اور جب کہ تعبیر کیا راوی نے ساتھ عبادت کے تو محتاج ہوا یہ کہ واضح کرے اس کو ساتھ قول اپنے کے یہ کہ
نہ شریک ٹھہرائے تو ساتھ اس چیز کے کسی چیز کو اور محتاج ہوا طرف اس کی عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں واسطے لازم پکڑنے
اس کی کے اس کو پس اگر کہا جائے کہ سوال عام ہے اس واسطے کہ اس نے سوال کیا تھا اسلام کی ماہیت سے اور
جواب خاص ہے واسطے قول آپ کے کہ اَنْ تَعْبُدَ اور تَشْهَدَ اور اسی طرح کہا ایمان میں اَنْ تُؤْمِنَ اور احسان میں
اَنْ تَعْبُدَ یعنی اس واسطے کہ خطاب واحد کے ساتھ ہے اور جواب یہ ہے کہ یہ واسطے فرق کے ہے درمیان مصدر کے
اور درمیان اَنْ اور فعل کے اس واسطے کہ اَنْ تفعل دلالت کرتا ہے استقبال پر اور مصدر کسی زمانہ پر دلالت نہیں کرتے
علاوہ ازیں بعض روایتوں میں اس جگہ مصدر کا صیغہ واقع ہوا ہے یعنی شہادت اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور نہیں مراد خطاب
کرنے اس کے سے ساتھ واحد کے خاص ہونا اس کا ساتھ اس کے بلکہ مراد تعلیم سامعین کی ہے جو اس وقت پاس
بیٹھے سنتے تھے حکم کو بیچ حق اُن کے کی اور حق اس شخص کے جو مشابہ ہو ان کو مکلفوں سے اور تحقیق بیان کیا ہے اس کو
ساتھ قول اپنے کے اس کے اخیر میں کہ تا کہ سکھلائے لوگوں کو دین ان کا پس اگر کہا جائے کہ کس واسطے نہیں ذکر
کیا حج کو اور بعضوں نے جواب دیا ہے کہ احتمال ہے کہ حج اس وقت فرض نہ ہوا ہو اور یہ احتمال مردود ہے ساتھ اُس

کے جو ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ حضرت ﷺ کا اخیر عمر کا واقعہ ہے اور احتمال ہے کہ حجۃ الوداع کے بعد ہو اس واسطے کہ وہ اخیر سفر آپ کا ہے پھر آنے کے بعد تین مہینے سے کم میں آپ کا انتقال ہوا اور شاید وہ آیا تھا بعد اتارنے تمام احکام کے واسطے پکا کرنے امور دین کے جن کو متفرق پہنچایا تھا ایک مجلس میں تا کہ ضبط ہو اور خوب یاد ہو جائے استنباط کیا جاتا ہے اس سے جواز سوال کا اس چیز سے کہ نہیں جاہل ہے اس سے سائل تا کہ معلوم کرے اس کو سامع اور لیکن حج پس تحقیق ذکر کیا لیکن بعض راویوں نے یا اس سے غفلت کی یا اس سے بھول گئے اور دلیل اس پر مختلف ہونا راویوں کا ہے بیچ ذکر بعض عملوں کے سوائے بعض کے پس کہمس کی روایت میں ہے اور یہ کہ حج کرے خانے کعبے کا اگر تجھ کو اس کی طرف راہ کی طاقت ہو اور اسی طرح انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اور عطا خراسانی کی روایت میں روزے کا ذکر نہیں اور ابو عامر کی حدیث میں فقط نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ہے اور نہیں مذکور ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر زیادہ ذکر دونوں شہادتوں سے اور ذکر کیا ہے سلیمان تیمی نے اپنی روایت میں سب کو اور زیادہ کیا بعد قول اس کے کے اور تو حج کرے اور بجالائے اور جنابت کے سبب سے غسل کرے اور وضو پورا کرے اور کہا مطروق نے اپنی روایت میں اور نماز کو قائم کرے اور زکوٰۃ دے پس ظاہر ہوا کہ بعض راویوں نے بعض حکموں کو یاد رکھا ہے اور بعض نے یاد نہیں رکھا اور نماز سے مراد نماز فرض ہے جیسا کہ دوسری روایت میں مکتوب کا ذکر آ چکا ہے اور احسان کے معنی ہیں اتقان اور دوسرے کو نفع پہنچانا اور مراد پہلے معنی ہیں اس واسطے کہ مقصود مضبوط کرنا عبادت کا ہے اور کبھی دوسرے کا بھی لحاظ ہوتا ہے بایں طور کہ اخلاص والا مثلاً احسان کرنے والا ہے ساتھ اخلاص اپنے کے طرف نفس اپنے کی اور احسان عبادت کا اخلاص ہے بیچ اس کے اور خشوع اور فارغ ہونا دل کا وقت ادا کرنے اس کے کے اور مراقبہ محمود کا اور اشارہ کیا جواب میں طرف دو حالتوں کی بلند تر ان میں یہ ہے کہ غالب ہو اس پر مشاہدہ حق کا یہاں تک کہ جیسے اس کو اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہے اور یہی مراد ہے اس کے قول سے كَاَنَّكَ تَرَاهُ یعنی اور تو اس کو دیکھتا ہے اور دوسری حالت یہ ہے کہ حاضر رکھے دل میں یہ بات کہ اللہ اس پر خبردار ہے اس کے ہر کام کو دیکھتا ہے اور وہ قول اس کا ہے فَاِنَّهٗ يَرَاكَ اور یہ دونوں حالتیں ثمرہ ہیں اللہ کی معرفت اور خشیت کا یعنی اُس کے پہچاننے کا اور اس سے ڈرنے کا اور نووی نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ رعایت کرے تو آداب مذکورہ کی جب کہ تو اس کو دیکھتا ہو اور وہ تجھ کو دیکھے اس واسطے کہ وہ تجھ کو دیکھتا ہے نہ اس واسطے کہ تو اس کو دیکھتا ہے پس وہ ہمیشہ تجھ کو دیکھتا ہے پس خوب کر اس کی عبادت کو اگرچہ تو اس کو نہ دیکھے پس معنی حدیث کے یہ ہیں کہ اگر تجھ سے اس کا دیکھنا نہ ہو سکے تو بدستور ہو اوپر احسان عبادت کے اس واسطے کہ وہ تجھ کو دیکھتا ہے۔ کہا اُس نے اور یہ قدر حدیث سے اصل عظیم ہے اصول دین سے اور قاعدہ مہمہ ہے قواعد مسلمین سے اور وہ عمدہ صدیقوں کا ہے اور خواہش سالکوں کی اور خزانہ عارفوں کا اور طریق صالحوں کا اور یہ حدیث جوامع کلم سے ہے جو حضرت ﷺ کو ملے اور مقرر بلایا ہے اہل تحقیق سے طرف ہم نشینی نیکو کاروں کی تا کہ ہو

یہ مانع مخلوط ہونے سے ساتھ کسی چیز کے نقائص سے واسطے تعظیم ان کی کے اور شرمانے کے اُن سے پس کیا حال ہے اس شخص کا جس پر ہمیشہ اللہ خبردار ہو اُس کے ظاہر اور باطن میں۔

تنبیہ: سیاق حدیث کا دلالت کرتا ہے کہ دنیا میں آنکھوں سے اللہ کا دیکھنا واقع نہیں ہوا اور لیکن دیکھنا حضرت ﷺ کا پس واسطے دوسری دلیل کے ہے اور تحقیق تصریح کی ہے مسلم نے اپنی روایت میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جان رکھو کہ بے شک تم اللہ کو کبھی نہ دیکھو گے یہاں تک کہ مرجاؤ اور تاویل کی ہے اس حدیث کی بعض غالی صوفیوں نے بغیر علم کے پس کہا انہوں نے کہ اس میں اشارہ ہے طرف مقام محو اور فنا ہونے کی اور اس کے معنی یہ ہیں فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ یعنی پس اگر نہ ہو تو کچھ چیز اور فنا ہو اپنی جان سے یہاں تک کہ جیسے تو موجود نہیں تو اس وقت تو اس کو دیکھے گا اور غافل ہوا ہے قائل اس کا واسطے جاہل ہونے کے عربی علم سے اس سے کہ اگر یہی مراد ہوتی جو اُس نے گمان کیا ہے تو البتہ ہوتا قول اُس کا تَرَاهُ محذوف الالف یعنی اس کا الف محذوف ہوتا اس واسطے کہ ہوتا وہ مجزوم واسطے ہونے اُس کی کے بنا بر گمان اس کی کے جواب شرط کا اور نہیں وارد ہوا کسی چیز میں اس حدیث کے طریقوں سے حذف ہونا الف کا اور جو دعویٰ کرے کہ ثابت رکھنا اس کا فعل مجزوم میں برخلاف قیاس کے ہے تو نہیں رجوع کیا جاتا طرف اس کی اس واسطے کہ اس جگہ کوئی ضرورت نہیں اور نیز اگر اُس کا دعویٰ صحیح ہوتا تو البتہ قول اُس کا فَإِنَّهُ يَرَاكَ ضائع ہو جاتا اس واسطے کہ نہیں ربط ہے واسطے اُس کے ساتھ ماقبل کے اور فاسد کرتی ہے اس تاویل کو روایت کہمس کی اس واسطے کہ اس کے لفظ یہ ہے کہ فَإِنَّكَ إِنْ لَّا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ اور اسی طرح ہے بیچ روایت سلمان کی پس مسلط کیا نفی کو دیکھنے پر نہ کون پر جو باعث ہے اوپر تاویل مذکور کے اور ابو فروہ کی روایت میں ہے فَإِنْ لَّمْ تَرَهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ اور اسی طرح ہے انس رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اور سب یہ باطل کرتا ہے اس تاویل کو۔

فائدہ: ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ اس نے ہر جواب کے بعد کہا کہ آپ نے سچ کہا تو ہم نے اس سے تعجب کیا کہ خود ہی پوچھتا ہے اور خود ہی اس کی تصدیق کرتا ہے تو قرطبی نے کہا کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اصحاب نے اس سے تعجب کیا اس واسطے کہ جو چیز حضرت ﷺ لائے ہیں نہیں پہچانی جاتی وہ مگر آپ کی جہت سے اور نہیں یہ سائل ان لوگوں سے جن کا ملنا حضرت ﷺ سے معروف ہے اور نہ اس نے حضرت ﷺ سے کچھ سنا ہے پھر وہ پوچھتا ہے پوچھنا عارف کا ساتھ چیز مسئول کے اس واسطے کہ وہ خبر دیتا ہے آپ کو آپ اس میں سچے ہیں پس تعجب کیا انہوں نے اس سے تعجب بعید جانے والے کا اور یہ جو کہا کہ کب ہے قیامت یعنی کب قائم ہوگی قیامت اور مراد دن قیامت کا ہے اور یہ جو کہا کہ مسئول عنہا سائل سے زیادہ عالم نہیں تو یہ اگرچہ مشعر ہے ساتھ برابر ہونے کے علم میں لیکن مراد برابر ہونا علم میں ساتھ اس کے ہے کہ قیامت کا علم اللہ ہی کو ہے واسطے قول اس کی کے بعد خمس کے لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ

یعنی نہیں جانتا اس کو مگر اللہ اور نووی نے کہا کہ استنباط کیا جاتا ہے کہ عالم اگر سوال کیا جائے اس چیز سے جو اُس کو معلوم نہ ہو تو کھلم کھلا کہہ دے کہ میں اس کو نہیں جانتا اور نہیں ہوتا اس میں نقصان اُس کے مرتبے میں بلکہ ہوتی ہے یہ دلیل اوپر زیادہ ورع اس کی کے اور کہا قرطبی نے کہا کہ مقصود اس سوال کا روکنا سامعین کا ہے سوال سے قیامت کے وقت سے اس واسطے کہ وہ اس سے بہت سوال کیا کرتے تھے جیسا کہ وارد ہوا ہے بہت آیتوں اور حدیثوں میں پس جب حاصل ہوا جواب ساتھ اس چیز کے کہ جو مذکور ہوئی تو حاصل ہوئی ان کو ناامیدی پہچان اس کی سے برخلاف پہلے سوالوں کے پس تحقیق مراد ساتھ اس کے چاہنا جوابوں کا ہے تا کہ سیکھیں ان کو سننے والے اور عمل کریں ساتھ اس کے اور تنبیہ کی ساتھ ان سوالوں کے اوپر تفصیل اس چیز کے کہ ممکن ہے معرفت اس کی اس سے کہ نہیں ممکن ہے اور یہ جو کہا کہ سائل سے اور یہ نہ کہا کہ میں تجھ سے اس کا زیادہ عالم نہیں تو یہ مشعر ہے ساتھ تعمیم کے واسطے تعریض سامعین کے کہ ہر سائل اور مسئول عنہ کا حال یہی ہے اور یہ جو کہا کہ عنقریب میں تجھ کو اس کی نشانیوں سے خبر دوں گا تو قرطبی نے کہا کہ قیامت کی نشانیاں دو قسم ہیں ایک قسم معتاد ہے اور ایک اس کا غیر ہے اور مذکور اس جگہ پہلی قسم ہے اور لیکن غیر اس کا مانند چڑھنے آفتاب کی مغرب کی طرف سے پس یہ قیامت کے قریب ہوں گی اور مراد اس جگہ وہ نشانیاں ہیں جو اس سے پہلے ہونے والی ہیں اور یہ جو کہا کہ جب کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے تو مراد رب سے یہاں مالک یا سردار ہے اور تحقیق اختلاف کیا ہے علماء نے اگلے زمانے میں اور پچھلے زمانے میں اس حدیث کے معنی میں اور تحقیق خلاصہ کیا ہے میں نے اُن کو چار قولوں پر خطابی نے کہا کہ اُس کے معنی فراخ ہونا اسلام کا اور غالب ہونا مسلمانوں کے ہے شرک کے شہروں پر اور قید کرنا اُن کی اولاد کا پس جب مالک ہوا مرد لونڈی کا اور اس کے نطفے سے لونڈی نے اولاد جنی تو اس کا بچہ بجائے اُس کے مالک کے ہوگا اس واسطے کہ وہ اس کے مالک کا بیٹا ہے تو وہ بھی اس لونڈی یعنی اپنی ماں کا مالک ٹھہرا۔ نووی وغیرہ نے کہا کہ یہ اکثر کا قول ہے میں کہتا ہوں کہ اس کی مراد ہونے میں نظر ہے اس واسطے کہ لونڈیوں کا مالکوں کے نطفوں سے اولاد جننا موجود تھا وقت اس کلام کے اور غالب ہونا کافروں کے شہروں پر اور اُن کی اولاد کو قید کرنا اور ان کو لونڈیاں بنانا واقع ہوا ہے اکثر اس کلام کا اسلام کے ابتدا میں اور سیاق کلام کا تقاضا کرتا ہے اشارت کو طرف واقع ہونے اس چیز کی کے کہ نہیں واقع ہوئی اس قسم سے کہ قیامت کے قریب واقع ہوگا اور بعضوں نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اطلاق مالک کا اس کی اولاد پر مجازی ہے اس واسطے کہ جب کہ تھا وہ سبب بیچ آزاد ہونے اس کی کے ساتھ مرنے اپنے باپ کے تو اس پر یہ نام بولا گیا اور خاص کیا ہے اس کو بعضوں نے ساتھ اس کے کہ قیدی جب بہت ہوں تو کبھی بچہ پہلے قید ہو جاتا ہے اور حالانکہ وہ چھوٹا ہوتا ہے پھر آزاد ہوتا ہے اور بڑا ہو کر رئیس بلکہ بادشاہ ہو جاتا ہے پھر اس کی ماں قید ہوتی ہے پس اس کو خریدتا ہے اس کو پہچانتا ہے یا نہیں پہچانتا کہ وہ اس کی ماں ہے تو اس سے خدمت لیتا ہے اور اس سے صحبت کرتا ہے یا اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح

کرتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سردار لوگ اپنی اولاد کی ماؤں کو بیچ ڈالیں گے تو اس کو مالک ایک دوسرے کے ہاتھ میں بیچیں گے یہاں تک کہ اُس کا لڑکا اُس کو خریدے گا اور حالانکہ وہ اس سے بے خبر ہوگا بنابراس کے پس جو چیز کہ قیامت کی نشانیوں سے ہوگی وہ غلبہ جہل کا ہے ساتھ تحریم مع امہات اولاد کے یا واسطے اہانت کے ساتھ احکام شرع کی پس اگر کہا جائے کہ اس مسئلے میں اختلاف ہے پس نہیں صحیح ہے حمل کرنا اوپر اُس کے اس واسطے کہ نہیں جہل اور نہ اہانت نزدیک قائل جواز کے ہم کہتے ہیں کہ درست ہے کہ حمل کیا جائے اوپر صورت اتفاقیہ کے مانند بیچنے اُس کے کے حمل کی حالت میں اس واسطے کہ وہ بالاجماع حرام ہے اور تیسرا قول یہ ہے جو نووی نے کہا کہ نہیں خاص ہے خریدنا اولاد کا اپنی ماں کو ساتھ امہات اولاد کے بلکہ وہ اُن کے غیر میں بھی ہوسکتا ہے بایں طور کے جنے لونڈی آزاد مرد کو اپنے مالک کے سوا کسی اور سے ساتھ صحبت شبہ کے یا غلام کو ساتھ نکاح کے یا زنا کے پھر بیچی جائے لونڈی دونوں صورتوں میں ساتھ بیع صحیح کے اور گھومے ہاتھوں میں یہاں تک کہ خریدے اس کو اس کا بیٹا یا بیٹی چوتھا قول یہ ہے کہ اکثر ہوگا عقوق اولاد میں یعنی اولاد ماں باپ کی نافرمانی کرے گی پس معاملہ کرے گا بیٹا اپنی ماں سے جیسے سردار اپنی لونڈی کے ساتھ معاملہ کرتا ہے اہانت سے ساتھ گالی دینے کے اور مارنے کے اور خدمت لینے کے پس اس کو رب بطورِ مجاز سے کہا واسطے سبب کے یا مراد ساتھ رب کے مربی ہے پس ہوگا بطورِ حقیقت کے اور یہ وجہ سب وجھوں سے زیادہ تر مدلل ہے نزدیک میرے واسطے عام ہونے اس کے کے اور اس واسطے کہ مقام دلالت کرتا ہے اس پر کہ مراد ایک حالت ہے کہ ہوتی ہے باوجود ہونے اس کے کے کہ دلالت کرتی ہے اوپر فاسد ہونے احوال کے غریب اور محصل اس کا اشارہ ہے طرف اس کی کہ قائم ہونا قیامت کا وقت الٹے ہونے امروں کے بایں طور کہ جو مربی ہوگا وہ پرورش پایا گیا ہوگا اور نیچا اونچا ہوجائے گا اور یہ مناسب ہے واسطے اس کے دوسری نشانی میں کہ بکریاں چرانے والے ننگے پاؤں والے زمین کے بادشاہ ہوں گے۔

تنبیہات: ایک یہ ہے کہ نووی نے کہا کہ نہیں اس میں دلیل اوپر حرام ہونے بیع امہات اولاد کے اور نہ اس کے جواز پر اور تحقیق غلطی کی ہے جس نے استدلال کیا ہے ساتھ اس کے واسطے ہر ایک کے دونوں امروں سے اس واسطے کہ جب کوئی چیز ٹھہرائی جائے نشانی دوسری چیز پر تو نہیں دلالت کرتی اوپر حرمت کے اور نہ اوپر اباحت کے دوسری تطبیق دی جاتی ہے درمیان اس چیز کے کہ اس حدیث میں ہے بولنے رب کے سے سردار مالک پر بیچ قول اس کی کے ربھا اور درمیان اس چیز کے جو دوسری حدیث میں ہے اور وہ صحیح میں ہے کہ نہ کہے کوئی ربك یعنی رب تیرا اور نہ کہے رب میرا لیکن چاہیے کہ کہے سردار میرا اور مولا میرا ساتھ اس طور کے کہ یہ حدیث اس جگہ بطورِ مبالغہ کے واقع ہوئی ہے یا مراد ساتھ رب کے اس جگہ مربی ہے اور منہی عنہ میں سردار ہے یا یہ منع اس سے متاخر ہے یا خاص ہے ساتھ غیر رسول ﷺ کے اور سیاہ اونٹ اس واسطے کہا کہ وہ سب رنگوں سے بدتر ہے نزدیک ان کے اور سب رنگوں

سے بہتر سرخ رنگ ہے جس کے ساتھ مثال بیان کی جاتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ نہیں کوئی واسطے ان کے اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ اونٹ اُن کی طرف منسوب ہیں پس کس طرح کہا جائے گا کہ ان کے واسطے کوئی چیز نہیں میں کہتا ہوں کہ وہ محمول ہے اس پر کہ وہ اضافت اختصاص کی ہے نہ ملک کی اور یہی ہے وہ غالب کہ چرانے والا غیر کی بکریاں چراتا ہے ساتھ اجرت کے اور لیکن مالک پس ایسا کم ہے کہ خود بکریاں چرائے اور ایک روایت میں ہے کہ گونگے بہرے اور ان کو گونگے بہرے کہا گیا واسطے مبالغہ کے بیچ وصف کرنے اُن کے کے ساتھ جہل کے یعنی نہ برتیں گے اپنی کانوں کو اور نہ اپنی آنکھوں کو بیچ کسی چیز کے اپنے دین کے امر سے اگرچہ ان کے حواس درست ہوں گے قرطبی نے کہا کہ مقصود خبر دینا ہے احوال کے بدل ہو جانے سے بایں طور کہ غالب ہوں گے جنگلی لوگ حکومت پر اور مالک ہوں گے شہروں پر ساتھ قہر کے پس بہت ہوں گے مال اُن کے اور پھریں گی ہمتیں اُن کی طرف مضبوط کرنے عمارتوں کے اور فخر کے ساتھ اس کے اور تحقیق مشاہدہ کیا ہے ہم نے اس کو اس زمانے میں اور اسی قسم سے ہے حدیث دوسری کہ نہ قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ ہوگا زیادہ تر سعید لوگوں میں ساتھ دنیا کے لکع بن لکع یعنی بیوقوف اور یہ جو کہا کہ فی خمس تو اس کے معنی یہ ہیں کہ قیامت کے وقت کا علم داخل ہے پانچ چیزوں کے جملے میں قرطبی نے کہا کہ نہیں امید واسطے کسی کے بیچ علم کسی چیز کے ان پانچ امروں سے واسطے اس حدیث کے اور تحقیق تفسیر کیا ہے حضرت ﷺ نے اس آیت کو ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ﴾ ساتھ ان پانچ چیزوں کے اور وہ صحیح میں ہے پس جو دعویٰ کرے کہ اس نے معلوم کیا ہے کسی چیز کو ان میں سے سوائے سند اپنی کے طرف حضرت ﷺ کی تو ہوگا کاذب اور جھوٹا اپنے دعوے میں اور لیکن فن غیب کا پس کبھی جائز ہے نجومی وغیرہ سے جب کہ ہو امر عادی سے اور یہ علم نہیں اور تحقیق نقل کیا ہے ابن عبدالبر نے اجماع کو اوپر حرام ہونے لینے اجرت کے اور اس کے دینے کے اور کوئی چیز مقرر کرنے کے بیچ اس کے اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ تمہارے پیغمبر کو ہر چیز کا علم ملا ہے سوائے ان پانچ کے اور ابن عمر سے بھی مانند اس کی روایت آئی ہے اور حمید بن زنجویہ نے اصحاب سے روایت کی ہے کہ تحقیق ذکر کیا گیا علم سورج گہن کا پہلے ظاہر ہونے اس کے کے سو انکار کیا گیا اوپر اس کے پس کہا کہ غیب تو فقط پانچ چیز ہی ہیں اور اس آیت کو پڑھا اور جو اس کے سوا ہے وہ غیب ہے کہ بعض اس کو جانتے ہیں اور بعض اس کو نہیں جانتے۔

تنبیہ: بغل گیر ہے جواب زیادتی کو سوال پر واسطے اہتمام کے ساتھ اس کے واسطے راہ دکھانے امت کے طرف اس چیز کی کہ مرتب ہے اس کی معرفت پر مصلحت سے پس اگر کہا جائے کہ نہیں آیت حرف حصر کا جیسا کہ حدیث میں ہے تو جواب دیا ہے طیبی نے بایں طور کہ فعل جب عظیم الخطر ہو اور وہ چیز کہ بنا کیا جاتا ہے اس پر فعل رفیع الشان ہو تو سمجھا جاتا ہے اس سے حصر بطور کفایہ کے اور خاص کر جب کہ لحاظ کیا جائے اس چیز کو کہ مذکور ہے شان نزول کے اسباب میں کہ عرب تھے دعویٰ کرتے علم مہینہ کے اترنے کا پس یہ مشعر ہے ساتھ اس کے کہ مراد ساتھ آیت کے نفی علم

اُن کی کے ہے ساتھ اس کے یعنی اُن کو بالکل اس کا علم نہیں بلکہ وہ خاص ہے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے۔

فائدہ: اور نکتہ بیچ عدول کے اثبات سے طرف نفی کے بیچ قول اللہ تعالیٰ کے ﴿وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ اور اسی طرح تعبیر ساتھ درایت کے سوائے علم کے واسطے مبالغہ اور تعمیر کے ہے اس واسطے کہ درایت حاصل کرنا علم خبر کا ہے ساتھ حیلے کے پس نفی ہوئی اس کی ہر نفس سے باوجود ہونے اس کی کے اس کی خاص چیزوں سے اور نہ واقع ہوا اُس سے اوپر علم کے تو ہوگی عدم اطلاع اوپر علم غیر اس کے کے بطریق اولیٰ کی انتہی کلام الطیبی۔

اور یہ جو کہا کہ پھرا پیٹھ دے کر سو فرمایا کہ اس کو پھیر لاؤ تو ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ اس کو پھیر لانے لگے تو انہوں نے کچھ چیز نہ دیکھی اس میں ہے کہ فرشتہ جائز ہے کہ صورت پکڑے واسطے غیر نبی کے پس دیکھے اس کو اور اس کے روبرو کلام کرے اور وہ سنتا ہو اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے کہ وہ فرشتوں کا کلام سنتا تھا اور سب روایتوں کا اتفاق ہے اس پر کہ خبر دی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو ساتھ حال اس کی کے بعد اس کے کہ انہوں نے اس کو تلاش کیا اور اس کو نہ پایا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ پھر وہ چلا گیا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا سو میں بہت دیر ٹھہرا پھر فرمایا کہ اے عمر! کیا تو جانتا ہے کہ یہ سائل کون تھا میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے پس فرمایا کہ وہ جبرئیل تھا تو تطبیق دی ہے نووی نے درمیان ان دونوں روایتوں کے بایں طور کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو اس کی خبر دی تو اُس وقت مجلس میں حاضر نہ تھے بلکہ تھے ان لوگوں میں سے جو کھڑے ہوئے یا تو ساتھ ان لوگوں کے جو اس مرد کی تلاش میں نکلے اور یا واسطے کسی اور شغل کے اور نہ پھرے ساتھ اس کے جو پھرا واسطے کسی عارض کے جو اُن کو عارض ہوا پس خبر دی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کو اُسی وقت اور نہ اتفاق پڑا خبر دینے کا عمر کو مگر بعد تین دن کے اور دلالت کرتا ہے اس پر قول اس کا کہ پس ملے مجھ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ پس اس کو خطاب کیا تنہا برخلاف پہلے اخبار کے اور یہ تطبیق خوب ہے۔

تنبیہات: اول دلالت کرتی ہیں یہ روایتیں جن کو ہم نے ذکر کیا اس پر کہ نہ پہچانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو مگر اخیر حال میں اور یہ کہ آئے جبرئیل آپ کے پاس بیچ صورت مرد خوبصورت کے لیکن وہ نہیں معروف ہے نزدیک ان کے اور بعض کہتے ہیں کہ دحیہ کلبی صحابی کی صورت میں آئے تھے لیکن یہ وہم ہے اور کہا عمر رضی اللہ عنہ نے کہ ہم میں سے کوئی اس کو نہ پہچانتا تھا اور دحیہ کلبی تو ان کے نزدیک مشہور تھے دوسری یہ ہے کہ ابن منیر نے کہا بیچ قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وہ آیا تھا کہ تم کو تمہارا دین سکھلائے کہ اس میں دلالت ہے اس پر کہ سوال حسن کا نام رکھا جاتا ہے علم اور تعلیم اس واسطے کہ جبرئیل سے سوائے سوال کے کچھ صادر نہیں ہوا اور باوجود اس کے پس نام رکھا ہے اس کا معلم اور تحقیق مشہور ہو چکا ہے قول ان کا کہ نیک سوال آدھا علم ہے اور ممکن ہے کہ لیا جائے اس حدیث سے اس واسطے کہ فائدہ اُس میں پیدا ہوا ہے سوال اور جواب دونوں پر تیسری یہ ہے کہ قرطبی نے کہا کہ اس حدیث کو سنت کی ماں کہا جائے

واسطے اس چیز کے کہ بغل گیر ہے اس کو جمل علم سنت سے طیبی نے کہا واسطے اس نکتہ کے شروع کیا ہے ساتھ اس کے بغوی نے اپنی کتاب مصابیح کو اور شرح السنۃ کو واسطے پیروی قرآن کے بیچ شروع کرنے اس کی کے ساتھ فاتحہ کے اس واسطے کہ وہ بغل گیر ہے علوم قرآن کو بطورِ اجمال کے اور کہا قاضی عیاض نے کہ شامل ہے یہ حدیث اوپر تمام وظیفوں عبادات ظاہرہ اور باطنہ کے عقود ایمان سے ابتدا میں اور حال میں اور مآل میں اور اعمال جوارح کے سے اور اخلاص چھپے بھیدوں کے سے اور محفوظ رہنے کے اعمال کی آفتوں سے یہاں تک کہ علوم شریعت کے سب راجع ہیں طرف اس کی اور نکلنے والے ہیں اس سے میں کہتا ہوں اور واسطے اسی کے سپرد کیا ہے میں نے کلام کو اوپر اس کے باوجودیکہ جو میں نے ذکر کیا ہے اگرچہ بہت ہے لیکن بہ نسبت اس چیز کی کہ بغل گیر ہے اس کو قلیل ہے سو نہیں مخالفت کی میں نے اختصار کے طریق کی اور اللہ ہے توفیق دینے والا امام بخاری نے کہا کہ گردانا ان سب کو ایمان سے یعنی اس ایمان سے جو کامل اور شامل ہے ان سب امروں پر۔ (فتح)

بَابٌ. یہ باب ہے۔

فائدہ: یہ باب بغیر ترجمہ کے ہے نووی نے کہا اس واسطے کہ ترجمہ یعنی سوال جبرائیل کا ایمان سے نہیں متعلق ہے ساتھ اس کے یہ حدیث پس نہیں صحیح ہے داخل کرنا اس کا بیچ اس کے میں کہتا ہوں کہ تعلق کی نفی کرنی نہیں تمام ہے اس جگہ دونوں حالتوں پر اس واسطے کہ اگر ثابت ہو باب بغیر ترجمہ کے تو وہ بجائے فصل کے ہے پہلے باب سے پس ضرور ہے کہ اس کو اُس کے ساتھ کوئی تعلق ہو اور اگر نہ ثابت ہو اس جگہ باب تو اس کا تعلق اس کے ساتھ متعین ہے لیکن وہ متعلق ہے ساتھ قول اس کے کے ترجمہ میں کہ ان سب کو دین ٹھہرایا اور وجہ تعلق کی یہ ہے کہ نام رکھا ہے اُس نے دین کا ایمان بیچ حدیث ہرقل کے پس تمام ہوگی مراد بخاری کی ساتھ ہونے دین کے وہ ایمان پس اگر کہا جائے کہ نہیں حجت واسطے اس کے بیچ اس کے اس واسطے کہ وہ منقول ہے ہرقل سے تو جواب یہ ہے کہ ہرقل نے اس کو اپنے اجتہاد سے نہیں کہا اور سوائے اس کے نہیں کہ خبر دی ہے اس نے ساتھ اُس کے اپنی استقرا سے جو پہلے نبیوں کی کتابوں سے کیا تھا جیسے کہ اس کی تقریر پہلے گزر چکی ہے اور نیز ہرقل نے اس کو رومی زبانوں میں بیان کیا تھا اور ابوسفیان نے اس کو عربی زبان میں تعبیر کیا اور اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف ڈالا اور وہ علماء زبان عربی سے ہیں پس روایت کی اُس نے اس سے اور نہ انکار کیا اوپر اس کے پس دلالت کی اُس نے کہ وہ صحیح ہے لفظ میں اور معنی میں۔ (فتح)

۴۹ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو

۴۹ - ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہرقل نے اس کو کہا کہ میں نے پوچھا تجھ سے کہ اُس کے تابعدار بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں سو تو نے کہا کہ بڑھتے ہیں سو یہی حال ہے ایمان کا کہ اُس کو ترقی ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ کمال کو پہنچتا ہے اور میں

سُفْیَانَ بْنُ حَرْبٍ أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهٗ سَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيْدُوْنَ أَمْ يَنْقُصُوْنَ فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ الْإِيْمَانُ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِيْنِهٖ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ فَزَعَمْتَ أَنْ لَّا وَكَذٰلِكَ الْإِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ لَا يَسْخَطُهٗ أَحَدٌ.

نے پوچھا تجھ سے کہ کوئی اُن میں سے پھر بھی جاتا ہے اس کے دین سے ناخوش ہو کر بعد داخل ہونے کے اُس میں تو نے کہا کہ نہیں سو یہی حال ایمان کا ہے جب کہ اس کی روشنی دل میں رچ جائے اس سے کوئی ناخوش نہیں ہوتا۔

فائدہ: ہرقل نے اس حدیث میں ایمان اور دین میں کچھ فرق نہیں کیا ہے بلکہ دونوں کو ایک ہی ٹھہرایا ہے پس مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ. دین کو ستھرا رکھنے والے کی فضیلت کا بیان۔

فائدہ: شاید اس نے ارادہ کیا ہے کہ بیان کرے کہ پرہیزگاری ایمان کی کامل کرنے والی چیزوں سے ہے پس اسی واسطے وارد کیا باب حدیث کو ایمان کے بابوں میں اور اس اسناد میں دلیل ہے اوپر صحیح ہونے تحمل لڑکے تمیز کرنے والے کے اس واسطے کہ جب حضرت ﷺ نے انتقال فرمایا اس وقت نعمان کی عمر آٹھ برس کی تھی اور یہ جو کہا کہ حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے یعنی اپنی ذات میں اور وصف میں ساتھ دلیلوں اپنی کے جو ظاہر ہیں اور یہ جو کہا کہ بہت لوگ ان کو نہیں جانتے کہ کیا یہ حلال سے ہے یا حرام سے اور مفہوم قول اس کے کثیر کا یہ ہے کہ ان کے حکم کی معرفت ممکن ہے لیکن واسطے کم لوگوں کے اور وہ امام مجتہدین ہیں پس شبہات بنا بر اس کے اُن کے غیر کے حق میں ہیں اور کبھی واقع ہوتا ہے شبہ واسطے اُن کے جس جگہ کہ نہ ظاہر ہو واسطے ترجیح ایک دونوں دلیلوں کے اور یہ جو کہا کہ جو شبہے کی چیزوں سے بچا وہ اپنے دین اور آبرو کو سلامت لے گیا یعنی پاک کیا اُس نے اپنے دین کو نقصان سے اور اپنی آبرو کو طعن سے بیچ اس کے اس واسطے کہ جو نہ پہچانا جائے ساتھ پرہیز کرنے کے شبہے والی چیزوں سے نہیں سلامت رہتا طعن کرنے والے کے قول سے اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ جو شبہے والی چیز سے نہ بچا اپنے کسب اور معاش میں اس نے تعریض کی اپنے نفس کو واسطے طعن کے اور اس میں اشارہ ہے طرف محافظت کی دین کے امروں پر اور رعایت مروت کی اور اختلاف ہے بیچ حکم شبہے والی چیزوں کے پس بعض کہتے ہیں کہ حرمت ہے اور یہ مردود ہے اور بعض کہتے ہیں کہ کراہت ہے بعض کہتے ہیں کہ وقف ہے اور وہ مانند خلاف کی ہے اس چیز میں جو شرع سے پہلے ہے اور حاصل اس چیز کا کہ تفسیر کیا ہے ساتھ اس کے علماء نے شبہے والی چیزوں کو چار چیزیں ہیں ایک تعارض دلیلوں کا ہے یعنی شبہے والی وہ چیز ہے جس میں دلیلیں متعارض وارد ہوں ایک سے حرمت معلوم ہو اور ایک سے حلت دوسری

مختلف ہونا علماء کا ہے یعنی شبہے والی اُس چیز کو کہتے ہیں جس میں علماء کا اختلاف ہو اور یہ پہلی وجہ سے نکالی گئی ہے تیسر ی یہ کہ مراد ساتھ اس کے مسمی مکروہ کا ہے یعنی جس چیز کو مکروہ کہتے ہیں اسی کو شبہے والی چیز کہا جاتا ہے چوتھی یہ کے کہ مراد ساتھ اس کے مباح ہے اور نہیں ممکن ہے اُس کے قائل کو کہ حمل کرے اس کو اوپر متساوی طرفین کے ہر وجہ سے بلکہ ممکن ہے حمل کرنا اس کا اُس چیز پر جو ہو قسم خلاف اولیٰ سے بایں طور کہ ہو متساوی طرفین باعتبار اپنی ذات کے راجح ہو فعل اُس کا یا ترک کرنا اس کا باعتبار امر خارجی کے اور جو ظاہر ہوتا ہے واسطے میرے راجح ہونا پہلی وجہ کا ہے جیسا کہ میں اس کو عنقریب ذکر کروں گا اور نہیں بعید ہے کہ ہو ہر وجہ مراد یا مختلف ہے یہ ساتھ مختلف ہونے لوگوں کے پس عالم دانا پوشیدہ نہیں رہتی اس پر تمیز حکم کی پس نہیں واقع ہوتا واسطے اس کے یہ مگر بیچ بہت طلب کرنے کے مباح یا مکروہ سے جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے اور جو عالم سے کم ہے واقع ہوتا ہے واسطے اس کے شبہ بیچ تمام چیزوں مذکورہ کے باعتبار اختلاف احوال کے اور نہیں پوشیدہ ہے کہ جو مکروہ میں بہت پڑتا ہے ہوتی ہے اس میں جرأت اوپر اختیار کرنے اس چیز کے کہ منع کیا گیا ہے اس سے فی الجملہ یا باعث ہوتی ہے اس کو عادت اس کی اختیار کرنے منع چیز کے جو حرام نہیں اوپر اختیار کرنے منع چیز کے جو حرام ہے جب کہ ہو اس کی جنس سے یا ہو واسطے شبہ کے بیچ اس کے اور وہ یہ ہے کہ جو منع چیز کو اختیار کرتا ہے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے واسطے گم ہونے نور ورع کے پس واقع ہونا حرام میں اگرچہ نہ اختیار کرے وقوع کو اور یہ جو کہا کہ ہر بادشاہ کے واسطے رمنہ ہوتا ہے یعنی رکھ جو جانوروں کے گھاس چرنے کے واسطے گھیری جاتی ہے اور بیچ خاص کرنے تمثیل کے ساتھ اس کے ایک نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عرب کے بادشاہ تھے گھیرتے واسطے چرانے اپنے مویشی کے خاص مکانوں کو وعدہ مار کا دیتے تھے اس شخص کو جو اس میں چرائے بغیر اذن ان کی کے ساتھ مار سخت کے پس مثال بیان فرمائی حضرت ﷺ نے واسطے ان کے ساتھ اس چیز کے کہ مشہور تھی نزدیک ان کے پس ڈرنے والا مار سے انتظار کرنے والا واسطے رضامندی بادشاہ کے دور ہوتا ہے اس رکھ سے اس خوف سے کہ اس کے مویشی اس میں پڑیں پس دور ہونا اس سے سلامت تر ہے واسطے اس کے اگرچہ اس کا سخت ڈر ہو اور جو خوف نہیں کرتا وہ اس سے قریب ہوتا ہے اور اس کے گرد چراتا ہے پس نہیں امن میں ہوتا اس سے کہ کوئی بکری بھٹک کر اس میں واقع ہو بغیر اس کے اختیار کے یا جس مکان میں وہ ہے اس میں گھاس نہ ہو اور رکھ میں گھاس ہو پس نہ روک سکے اپنی جان کو اس میں پڑنے سے پس اللہ تعالیٰ سبحانہ وہ بادشاہ ہے اور اس کا رمنہ اس کے محارم ہیں اور مراد ساتھ محارم کے کرنا ممنوع حرام چیز کا ہے یا ترک کرنا مامور واجب کا اور یہ جو کہا کہ وہ قلب ہے یعنی دل تو نام رکھا گیا قلب کا قلب واسطے پھرنے اس کی کے امور میں یا اس واسطے کہ وہ خالص ہے اس چیز کا کہ بدن میں ہے اور خالص ہر چیز کا قلب اس کا ہے یا اس واسطے کہ بدن میں الٹا رکھا گیا ہے اور خاص کیا گیا دل ساتھ اس کے اس واسطے کہ وہ سردار ہے بدن کا اور ساتھ درست ہونے سردار کے درست ہوتی ہے رعیت اور ساتھ فاسد ہونے اس کے

فاسد ہوتی ہے اور اس میں تنبیہ ہے اوپر تعظیم قدر دل کے اور ترغیب ہے اوپر درست کرنے اس کے اور اشارہ ہے طرف اس کی کہ واسطے پاک کمائی کے اس میں اثر ہے اور مراد وہ چیز ہے جو اس کے ساتھ متعلق ہے فہم سے جو مرکب کیا ہے اس کو اللہ نے بیچ اس کے اور استدلال کیا جاتا ہے ساتھ اس کے اس پر کہ عقل دل میں ہے اور مناسبت اس کی واسطے ماقبل اپنے کے ساتھ نظر کرنے کے ہے طرف اس کی کہ اصل بچنے اور واقع ہونے میں وہ چیز ہے جو دل کے ساتھ ہو اس واسطے کہ وہ ستون ہے بدن کا اور کہا علماء نے کہ یہ حدیث چوتھائی احکام کی ہے اور اشارہ کیا ہے ابن عربی نے کہ ممکن ہے نکالنا تمام احکام کا فقط تھا اسی حدیث سے قرطبی نے کہا کہ اس واسطے کہ وہ شامل ہے اوپر تفصیل کے درمیان حلال وغیرہ کے اوپر متفق ہونے تمام احکام کے ساتھ دل کے پس اس جگہ سے ممکن ہے رد کرنا تمام احکام کا طرف اس کی۔ (فتح)

۵۰ ۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَاَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يُّوَاقِعَهٗ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا اِنَّ حِمَى اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.

۵۰۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ بے شک حلال کھلا ہے اور حرام بھی کھلا ہے لیکن ان دونوں کے درمیان دو طرفا ملتی ہوئے شبہے کی بہت چیزیں ہیں ان کو بہت لوگ نہیں جانتے سو جو شبہوں سے بچا وہ اپنے دین اور آبرو کو سلامت لے گیا اور جو شبہوں میں پڑا وہ آخر حرام میں بھی پڑا جیسے وہ چرانے والا رکھ (یعنی روکی ہوئی زمین کے) آس پاس چراتا ہے قریب ہے کہ کبھی رمنی کو بھی چریں گے جانو کہ ہر بادشاہ کا ایک رمنہ ہوتا ہے جان لو کہ اللہ کا رمنہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں جان رکھو کہ بے شک بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ سنورا تو سب بدن سنورا اور جب وہ بگڑا تو سب بدن بگڑا یاد رکھو کہ وہ ٹکڑا دل ہے۔

فائدہ: دنیا کی سب چیزیں تین طرح پر ہیں حلال اور حرام اور شبہ دار سو جو چیزیں حلال ہیں وہ قرآن اور حدیث میں صاف کھلی ہیں اور جو حرام ہیں وہ بھی کھلی ہیں اور شبہ دار یعنی کچھ حلال سے میل رکھتی ہے اور حرام سے بھی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا قاعدہ فرمایا کہ جس چیز میں شبہ پڑے کہ حلال ہے یا حرام تو اس کو چھوڑ دے ہرگز نہ کرے اُس میں دین کا بچاؤ ہے اس واسطے کہ جب شبہ والی چیزوں میں آدمی پڑا تو ہوتے ہوتے حرام چیزوں میں ہی گرفتار ہوگا اور دل بگڑا یعنی جب دل فسق اور فجور میں جم گیا تو تمام بدن بگڑ جائے گا۔

بَابُ أَدَآءِ الْخُمُسِ مِنَ الْإِيْمَانِ. لوٹ کے مال سے پانچواں حصہ اللہ کے راہ میں دینا ایمان سے ہے یعنی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

فائدہ: یہی مراد ہے ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے ﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ﴾ الآیۃ۔

٥١ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ أَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ يُجْلِسُنِيْ عَلٰى سَرِيْرِهٖ فَقَالَ أَقِمْ عِنْدِيْ حَتّٰى أَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِّنْ مَّالِيْ فَأَقَمْتُ مَعَهٗ شَهْرَيْنِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ الْقَوْمُ أَوْ مَنِ الْوَفْدُ قَالُوْا رَبِيْعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرْ بِهٖ مَنْ وَّرَآئَنَا وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَأَلُوْهُ عَنِ الْأَشْرِبَةِ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالَ أَتَدْرُوْنَ مَا الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيْتَآءُ الزَّكَاةِ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ عَنِ الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّآءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ وَقَالَ احْفَظُوْهُنَّ وَأَخْبِرُوْا بِهِنَّ

٥١۔ ابو جمرہ سے روایت ہے اُس نے کہا کہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا کرتا تھا پس ابن عباس رضی اللہ عنہما مجھ کو اپنے تخت پر بیٹھا لیتے تھے سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تو میرے پاس ٹھہر تا کہ میں اپنے مال سے ایک حصہ تجھ کو دے دوں ابو جمرہ نے کہا سو میں اُن کے پاس دو مہینے تک ٹھہرا پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عبدالقیس کے ایلچی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون قوم ہو یا کون ایلچی ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم ربیعہ کی قوم سے ہیں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوش آمدید قوم کو یا فرمایا خوش آمدید ایلچیوں کو کہ نہ ذلیل ہوں نہ شرمندہ (یعنی تمہارے واسطے بشارت ہے) انہوں نے عرض کی اے رسول اللہ کے ہم آپ کے پاس آنے کی طاقت نہیں پاتے مگر مہینے حرام میں (اس واسطے) کہ ہمارے اور آپ کے درمیان یہ قوم ہے کفار سے مضر کے (جو ہم کو آنے سے روکتے ہیں) سو آپ ہم کو کوئی امر فیصلہ کرنے والا دیجیے (یعنی فرق کرنے والا درمیان حق اور باطل کے) جو خبر دیں ہم ساتھ اس کے اپنے پیچھے والے لوگوں کو یعنی اپنی قوم کو جو وطن میں چھوڑ آئے ہیں اور داخل ہوں ہم اس کے سبب بہشت میں اور پوچھا انہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرابوں کے برتنوں کا حال (یعنی اُن کو استعمال میں لائیں یا نہ لائیں) پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو چار چیزوں کا حکم فرمایا اور چار چیزوں سے منع فرمایا ان کو ایمان لانے کا اللہ کے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کیا ہے ایمان

مَنْ وَّرَآئَکُمْ.

ساتھ اللہ کے انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ تر جاننے والا ہے حضرت ﷺ نے فرمایا اللہ ایک کے ساتھ ایمان لانا یہ ہے کہ گواہی دینی اس بات کی کہ سوائے اللہ کے کوئی بندگی کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کا رسول ہے اور قائم کرنا نماز کا اور دینا زکوٰۃ کا اور روزے رکھنے رمضان کے اور لوٹ کے مال سے پانچواں حصہ دینا اور حضرت ﷺ نے منع فرمایا ان کو چار قسم کے باسنوں کے استعمال کرنے سے لاکھے برتن سے اور تونبے کے کدو سے اور چوبی برتن سے جو درخت کی جڑ سے کھود کر بناتے ہیں اور روغنی رال والے برتن سے اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ یاد رکھو ان کو اور خبر دو ان کی اپنے پیچھے والے لوگوں کو۔

فائدہ: مہینے حرام کے چار ہیں ذیقعد اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب ان چار مہینوں میں لڑائی وغیرہ لوٹ مار سب بند ہو جاتے ہیں راہ چلتے کوئی کسی سے شوخی نہیں کرتا تھا یہ جو کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھا تھا تو اس کا سبب یہ ہے کہ وہ مترجم تھا درمیان ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اور درمیان لوگوں کے ابن صلاح نے کہا کہ اصل ترجمہ کے معنی ہیں تعبیر کرنا ایک زبان کو دوسری زبان میں اور وہ میرے نزدیک اس جگہ عام تر ہے اس سے اور یہ کہ وہ پہنچاتا تھا کلام ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ان لوگوں کو جو ان پر پوشیدہ تھے اور پہنچاتا تھا اس کو کلام اُن کا یا تو واسطے ہجوم لوگوں کے یا واسطے قصور فہم کے میں کہتا ہوں کہ دوسرے معنی ظاہر تر ہیں اس واسطے کہ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ چوپائے پر بیٹھا تھا پس نہیں فرق ہے بیچ ہجوم کے درمیان ان کے مگر یہ کہ حمل کیا جائے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما چوپائے کے درمیان میں بیٹھے تھے اور ابو جمرہ اس کے اس کنارے پر تھا جو متصل تھا ساتھ اُن کے جن کی طرف سے ترجمہ کرتا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ابو جمرہ کو فارسی زبان آتی تھی پس تھا ترجمہ کرتا واسطے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے یعنی جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے ان کی کلام کا مطلب فارسیوں کو فارسی زبان میں ترجمہ کر کے سمجھاتا تھا۔ قرطبی نے کہا کہ اس میں دلیل ہے اُس پر کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے کفایت کرتے ترجمہ میں ساتھ ایک مرد کے اور تحقیق باب باندھا ہے بخاری نے ساتھ اس کے کتاب احکام کے اخیر میں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث اصل ہے بیچ پکڑنے محدث کے لکھنے والے کو اور یہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابو جمرہ کو حدیث بیان کی کہ عبدالقیس کے ایلچی آئے تو اس کا سبب یہ ہے کہ ایک عورت اس کے پاس آئی پوچھتی تھی کہ ٹھلیا میں کھجور بھگو کر اُس کے نچوڑ پینے کا کیا حکم ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو اس سے منع کیا میں تو

میں نے کہا کہ اے ابن عباس! کہ میں سبز گھڑے میں کھجور بھگوتا ہوں اس کا نچوڑ میٹھا ہوتا ہے تو میں پیتا ہوں تو میرے پیٹ میں قرقر ہوتی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نہ پی اس سے اگرچہ شہد سے زیادہ تر میٹھا ہو اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو گھڑوں میں کھجور بھگونے کی حرمت کا منسوخ ہونا نہیں پہنچا اور وہ ثابت ہے مسلم کی حدیث میں اور کہا قرطبی نے کہ اس میں دلیل ہے اس پر کہ جائز ہے واسطے مفتی کے یہ کہ ذکر کرے دلیل کو اس حال میں کہ بے پرواہ ہو ساتھ اس کے نص کرنے سے اوپر جواب فتویٰ کے جب کہ وہ سائل بنتا ساتھ موضع حجت کے یعنی اس واسطے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابو جمرہ کے جواب میں یہ حدیث بیان کی اور عبدالقیس کے ایلچی چالیس مرد تھے تیرہ ان میں سردار تھے وہ سوار تھے اور باقی اُن کے تابع تھے وہ پیادہ تھے اور یہ جو کہا کہ کون قوم ہو تو اس میں دلیل ہے اوپر مستحب ہونے سوال قاصد کے اس کے نفس سے تاکہ پہچانا جائے اور اپنے لائق جگہ میں اتارا جائے اور یہ جو انہوں نے کہا کہ ہم ربیعہ ہیں تو اس میں تعبیر ہے بعض سے ساتھ کل کے اس واسطے کے وہ بعض ربیعہ تھے اور یہ جو کہا کہ مرحبا تو اس میں دلیل ہے اوپر مستحب ہونے تانیس قادم کے یعنی اس کے واسطے لگاؤ پیدا کرنا اور یہ مرحبا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی بار واقع ہوا ہے چنانچہ فرمایا مرحبا بام ھانی ، مرحبا بنتی اور سوائے اس کے اور یہ جو کہا کہ نہ ذلیل ہوں نہ شرمندے تو ابن ابی جمرہ نے کہا کہ خوشخبری دی ان کو ساتھ خیر کے دنیا اور آخرت میں اس واسطے کہ نادم ہونا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہوتا ہے عاقبت میں پس جب اس کی نفی ہوئی تو اس کی ضد ثابت ہوئی اور اس میں دلیل ہے اوپر جائز ہونے ثنا کے آدمی پر اس کے روبرو جب کہ اُس پر فتنے سے امن ہو اور یہ جو انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ تو اس میں دلیل ہے اس پر کہ وہ مقابلے کے وقت مسلمان تھے اور یہ جو کہا کہ مگر حرام کے مہینے میں تو مراد اس سے جنس ہے پس شامل ہوگا حرام چاروں مہینوں کو اور بعض کہتے ہیں کہ مراد رجب کا مہینہ ہے اور مضر کی قوم اس کی تعظیم میں بہت مبالغہ کرتی تھی پس اسی واسطے منسوب ہوا طرف ان کی اور ظاہر یہ ہے کہ تھے وہ خاص کرتے اس کو ساتھ زیادہ تعظیم کے باوجود حرام جاننے اُن کے لڑنے کو دوسرے تین مہینوں میں مگر یہ کہ اکثر اوقات اُن کو بھول جاتے تھے برخلاف اس کے اور اس میں دلیل ہے اوپر مقدم ہونے اسلام عبدالقیس کے اوپر قبائل مضر کے جو اُن کے اور مدینے کے درمیان بستے تھے اور عبدالقیس کے گھر بحرین میں تھے اور یہ جو کہا کہ خبر دیں ہم ساتھ اُس کے اپنی پچھلوں کو الخ تو اس میں دلیل ہے اوپر ظاہر کرنے عذر کے وقت عاجز ہونے کے پورا دینے حق کے سے واجب ہو یا مستحب اور اس پر کہ جو چیز زیادہ تر مقصود ہو پہلے اس کا سوال کیا جائے اور اس پر کہ نیک عمل بہشت میں داخل کرتے ہیں جب کہ قبول ہوں اور ان کا قبول ہونا واقع ہوتا ہے ساتھ رحمت اللہ کے اور کہا قاضی ابو بکر بن عربی نے کہ اگر حرف عطف کا نہ ہوتا تو ہم کہتے کہ ذکر شہادتوں کا وارد ہوا ہے بطور تقدیر کے لیکن ممکن ہے کہ پڑھا جائے قول اُس کا وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ ساتھ زبر کے پس ہوگا عطف اوپر قول اس کے اَمَرَھُمْ بِالْاِیْمَانِ اور تقدیر یہ کہ اَمَرَھُمْ بِالْاِیْمَانِ مَصْدَرًا بِهٖ

وَبِشَرْطِهٖ مِنَ الشَّهَادَتَيْنِ وَاَمَرَهُمْ بِاِقَامِ الصَّلٰوةِ الخ پس اگر کہا جائے کہ ظاہر اس چیز کا کہ ترجمہ باندھا ہے ساتھ اس کے بخاری نے کہ خمس کا ادا کرنا ایمان سے ہے تقاضا کرتا ہے داخل کرنے اس کے کو ساتھ باقی خصلتوں کے ایمان کی تفسیر میں اور تقدیر مذکور اس کے مخالف ہے اور جواب دیا ہے ابن رشید نے ساتھ اس کے کہ حاصل ہوتی ہے مطابقت اور جہت سے اور وہ یہ ہے کہ سوال کیا انہوں نے ان عملوں سے جن کے ساتھ بہشت میں داخل ہوں اور جواب دیا ان کو حضرت ﷺ ان عملوں سے جن کے ساتھ بہشت میں داخل ہوں اور جواب دیا ان کو حضرت ﷺ نے ساتھ کئی چیزوں کے ایک ان میں سے ادا کرنا خمس کا ہے اور جو اعمال کہ بہشت میں داخل کرتے ہیں وہ ایمان کے اعمال ہیں تو ہوگا ادا کرنا خمس کا ایمان سے ساتھ اس تقریر کے پس اگر کہا جائے کہ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا کہ میں تم کو چار چیزوں کا حکم کرتا ہوں ایمان لانا ساتھ اللہ کے اور گواہی دینا اس کی کہ نہیں کوئی لائق بندگی کے سوائے اللہ کے اور گرہ دی ہاتھ سے ایک پس دلالت کی اس نے کہ گواہی ایک ہے چار میں سے پس کہا جاتا ہے کہ کس طرح فرمایا چار اور حالانکہ مذکور پانچ ہیں اور تحقیق جواب دیا ہے اس سے قاضی عیاض نے واسطے پیروی ابن بطال کے بایں طور کہ مراد چار ماسوا ادا خمس کے ہیں گویا کہ آپ نے ارادہ کیا اُن کے معلوم کروانے کا ساتھ قواعد ایمان کے اور فرض عین کے پھر معلوم کرادی ان کو وہ چیز جو لازم ہے ان کو نکالنا اس کا جب کہ واقع ہو واسطے اُن کے جہاد اس واسطے کہ تھے وہ درپے لڑائی کافروں مضر کے اور بعینہ اس کو ذکر نہ کیا اس واسطے کہ وہ سبب ہے جہاد سے یعنی اس کا سبب جہاد ہے اور جہاد اس وقت فرض عین نہ تھا اور تحقیق جواب دیا گیا ہے اس سے بایں طور کہ وہ اعتبار اجزاء مفصلہ کے چار ہے اور اپنی حد ذات میں ایک ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ اسم جامع ہیں واسطے چاروں خصلتوں کے ذکر کیا کہ آپ ان کو ان کے ساتھ حکم کرتے ہیں پھر تفسیر کیا اس کو پس وہ واحد ہے باعتبار نو کے متعدد ہے باعتبار وظائف کے جیسا کہ ممنوع عنہ اور وہ کھجور کا بھگونا ہے باعتبار نوع کے واحد ہے اور باعتبار باسنوں کے متعدد ہے اور حکمت بیچ اجمال کے ساتھ پہلی تفسیر کے یہ ہے کہ خواہش ہو نفس کی طرف تفصیل کی پھر آرام پکڑے طرف اس کی اگرچہ حاصل ہو حفظ اس کا واسطے سامع کے پس جب بھول جائے کوئی چیز اس کی تفصیل طلب کرے نفس اپنے کو ساتھ عدد کے پس نہ پورا لے عدد کو کہ اُس کے حفظ میں ہے تو معلوم کرے کہ تحقیق فوت ہوئی ہے اس سے بعض وہ چیز جو سنی تھی اور قاضی عیاض نے کہا کہ حج فی الفور فرض ہے اور تحقیق حجت پکڑی ہے شافعی رحمہ اللہ نے واسطے اس کی کے تراخی پر یعنی ساتھ دیر اور مہلت کے بایں طور کے فرض ہونا حج کا تھا ہجرت کے بعد اور یہ کہ حضرت ﷺ تھے قادر اوپر حج کے سنہ آٹھ اور نو میں اور حالانکہ نہ حج کیا آپ نے مگر دسویں سال میں اور لیکن قول اس شخص کا جو کہتا ہے کہ سوائے اس کے نہیں کہ ترک کیا ذکر حج کا اس واسطے کہ وہ فرض ہے تراخی پر تو یہ قول اس کا ٹھیک نہیں اس واسطے کہ ہونا اس کا تراخی پر نہیں منع کرتا حکم کرنے کو بیچ اس کے اور اسی طرح قول اس شخص کا جو کہتا ہے کہ سوائے اس کے

نہیں کہ ترک کیا اس کو کہ وہ ان کے نزدیک مشہور تھا قوی نہیں اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے اس کو اُن کے غیر کے واسطے ذکر کیا ان لوگوں کے واسطے جن کے نزدیک مشہور تر تھا اور اسی طرح قول اس شخص کا جو کہتا ہے کہ اس واسطے اس کے ذکر کو ترک کیا کہ اُن کے واسطے اس کی طرف راہ نہ تھی واسطے سبب کفار مضر کے ٹھیک نہیں اس واسطے کہ نہیں لازم آتا ناطاقت ہونے سے حال میں نہ خبر دینا ساتھ اُس کے تاکہ عمل کیا جائے ساتھ اس کے وقت طاقت اور قدرت کے بلکہ یہ دعویٰ کہ ان کو حج کی طرف راہ نہ تھی ممنوع ہے اس واسطے کہ حج واقع ہوتا ہے حرام کے مہینوں میں اور تحقیق ذکر کیا ہے علماء نے کہ کافر ان میں باامن ہوتے تھے لیکن ممکن ہے کہ کہا جائے کہ سوائے اس کے نہیں کہ خبر دی ان کو ساتھ بعض امروں کے واسطے ہونے ان کی کے کہ سوال کیا تھا انہوں نے آپ سے یہ کہ خبر دیں ان کو ساتھ اس چیز کے کہ اس کے کرنے سے بہشت میں داخل ہوں پس اقتصار کیا واسطے ان کے اس چیز پر کہ ممکن ہے اُن کو فعل ان کا فی الحال اور قصد کیا خبر دینا ان کا ساتھ تمام احکام کے جو واجب ہیں اوپر ان کے کرنے میں اور نہ کرنے میں اور دلالت کرتا ہے اس پر اقتصار آپ کا مناہی میں اوپر بھگونے کے باسنوں میں باوجودیکہ مناہی مین وہ چیز ہے جو اشد ہے تحریم میں بھگونے سے لیکن اقتصار کیا اس پر اس واسطے کہ کثرت ان کی کے ساتھ اس کے اور یہ جو کہا کہ منع کیا ان کو چار چیز سے سبز باسن سے اور کدو کے تونبے سے اور چوبی باسن سے اور روغنی رال والے برتن سے تو بھگونے کھجور کے سے خاص ان برتنوں میں اس واسطے ہے کہ ان میں نشہ جلدی پیدا ہوتا ہے پس بہت وقت پیتا ہے اس سے جو اس سے بے خبر ہوتا ہے پھر ثابت ہوئی رخصت بیچ بھگونے کھجور کے ہر برتن میں باوجود منع کرنے کے پینے ہر نشہ والی چیز کے سے کماسیاتی فی کتاب الاشربہ۔ اور یہ جو فرمایا کہ اپنے پچھلوں کو ان کے ساتھ خبر دو تو یہ شامل ہے اس شخص کو جن کے پاس وہ آئے تھے اور یہ باعتبار مکان کے ہے اور شامل ہے اس شخص کو جو پیدا ہوگا واسطے اُن کے اولاد وغیرہم سے اور یہ باعتبار زمانے کے ہے پس احتمال ہے اعمال اس کا دونوں معنوں میں اکٹھے حقیقت میں اور مجاز میں اور نکالا ہے اُس سے بخاری نے اعتماد اوپر خبر احاد کے یعنی ایک کی خبر مقبول ہے کماسیاتی بابہ۔ (فتح)

بَابُ مَا جَآءَ إِنَّ الْاَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَالْحِسْبَةِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى فَدَخَلَ فِيهِ الْإِيْمَانُ وَالْوُضُوْءُ وَالصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ وَالْحَجُّ وَالصَّوْمُ وَالْاَحْكَامُ.

یعنی ہر ایک شخص کے واسطے وہی چیز ہے جو اس نے نیت کی پس داخل ہو گیا اُس کے عموم میں ایمان اور وضو اور نماز اور زکوۃ اور حج اور روزہ اور سب احکام یعنی اس حدیث کے عموم میں سب عمل داخل ہیں پس سوائے نیت کے کسی عمل کا اعتبار نہیں۔

فائدہ: یعنی باب ہے بیان میں اس چیز کے کہ وارد ہوئی ہے دلالت کرنے والی اس پر کہ اعمال شرعیہ معتبر ہیں ساتھ نیت کے اور حسبت کے اور مراد ساتھ حسبت کے طلب کرنا ثواب کا ہے اور کوئی حدیث نہیں آئی جس کے یہ لفظ ہوں

اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ استدلال کیا ہے اس نے ساتھ حدیث عمر رضی اللہ عنہ کے اس پر کہ عمل ساتھ نیت کے ہیں اور ساتھ حدیث ابو مسعود رضی اللہ عنہ کے کہ عمل ساتھ حسبت کے ہیں اور یہ جو کہا کہ پس داخل ہوا بیچ اس کے تو یہ بخاری کا قول ہے اور وجہ داخل ہونے نیت کے ایمان میں اوپر طریق بخاری کے یہ ہے کہ ایمان عمل ہے کما تقدم شرحہ اور لیکن ایمان ساتھ معنی تصدیق کے پس نہیں محتاج ہے طرف نیت کی مانند تمام عملوں دل کے اللہ کے خوف اور اس کی عظمت اور محبت اور قربت چاہنے سے طرف اس کی اس واسطے کہ وہ جدا کی گئی ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے پس نہیں محتاج ہے واسطے نیت کے جو جدا کرے اس کو اس واسطے کہ نیت جدا کرتی ہے عمل کو جو واسطے اللہ کے ہو اس عمل سے جو اس کے غیر کے واسطے ہو واسطے ریا کے اور جدا کرتی ہے اعمال کے مراتب کو مانند فرض کی مستحب سے اور جدا کرتی ہے عبادت کو عادت سے مانند روزے کی حمیت سے اور یہ جو کہا کہ وضو تو یہ اشارہ ہے طرف خلاف اس شخص کی جو اس میں نیت کو شرط نہیں ٹھہراتا جیسے کہ منقول ہے اوزاعی اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما سے اور ان کی حجت یہ ہے کہ وہ عبادت مستقل نہیں ہے بلکہ وسیلہ ہے طرف عبادت کی مانند نماز کی اور مناقضہ کیے گئے ہیں ساتھ تیمم کے اس واسطے کہ وہ بھی وسیلہ ہے اور تحقیق شرط کی ہے اس میں حنفیہ نے نیت اور استدلال کیا ہے جمہور نے اوپر شرط ہونے نیت کے وضو میں ساتھ دلیلوں صحیحہ کے جو تصریح کرتی ہیں ساتھ وعدے ثواب کے اوپر اس کے پس نہیں کوئی چارہ قصد سے یعنی نیت سے جو جدا کرے اس کو اس کے غیر سے تاکہ حاصل ہو ثواب موعود اور لیکن نماز پس نہیں اختلاف ہے بیچ شرط ہونے نیت کے اس میں اور لیکن زکوٰۃ پس سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ساقط ہوتی ہے ساتھ لینے بادشاہ کے اگرچہ نہ نیت کرے مال والا اس واسطے کہ بادشاہ اس کے قائم مقام ہے اور لیکن حج پس سوائے اس کے کچھ نہیں کہ پھرتا ہے طرف فرض اس شخص کی جو اپنے غیر کی طرف سے حج کرے واسطے دلیل خاص کے اور وہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے شبرمہ کے قصے میں یعنی اندریں صورت زکوٰۃ اور حج میں جو نیت شرط نہیں تو یہ واسطے دلیل خاص کے ہے اور لیکن روزہ پس اشارہ کیا ہے ساتھ اس کے طرف خلاف اس شخص کی جو گمان کرتا ہے کہ رمضان کے روزے کے واسطے نیت کی حاجت نہیں اس واسطے کہ وہ جدا ہے ساتھ نفس اپنے کے جیسا کہ منقول ہے زفر سے اور یہ جو کہا کہ احکام تو مراد اس سے معاملات ہیں کہ داخل ہوتی ہے اس میں حاجت طرف محاکمہ کی پس شامل ہوگا بیعوں کو اور نکاحوں کو اور اقرار وغیرہ کو اور جس صورت میں نیت شرط نہیں تو یہ واسطے دلیل خاص کے ہے اور تحقیق ذکر کیا ہے ابن منیر نے ایک ضابطہ واسطے اس چیز کے کہ اس میں نیت شرط ہے اس چیز سے کہ اس میں شرط نہیں پس کہا اس نے کہ ہر عمل کہ نہ ظاہر ہو اس کے واسطے فائدہ دنیا میں بلکہ مقصود ساتھ اس کے طلب ثواب ہو تو اس میں نیت شرط ہے اور جس عمل کا فائدہ بالفعل ظاہر ہو اور لائے اس کو طبیعت پہلی شرط کے واسطے مناسبت کے درمیان ان دونوں کے تو اس میں نیت شرط نہیں مگر واسطے اس شخص کے کہ قصد کرے ساتھ اس کے اور معنی کو کہ مترتب ہو اس پر ثواب اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ

اختلاف کیا ہے علماء نے بیچ بعض صورتوں کے جہت تحقیق مناط تفرقہ کے سے اور لیکن وہ چیز کہ ہو معانی محض سے مانند خوف اور امید کی تو نہیں کہا جاتا ساتھ شرط ہونے نیت کے بیچ اس کے اس واسطے کہ نہیں ممکن ہے یہ کہ واقع ہو مگر نیت میں اور جب فرض کیا جائے اس میں نیت مقصود تو محال ہو جائے گی حقیقت اس کی پس نیت اس میں شرط عقلی ہے اس واسطے کہ نہیں شرط ہے نیت واسطے بھاگنے کی تسلسل سے اور لیکن اقوال پس محتاج ہے طرف نیت کی تین جگہوں میں ایک تقرب چاہنا ہے طرف اللہ کی واسطے بھاگنے کے ریا سے دوسری جدائی کرنی ہے درمیان الفاظ کے جو احتمال رکھتے ہیں واسطے غیر مقصود کے اور تیسری قصد انشا کا ہے تا کہ نکل جائے سبقت زبان کی۔ (فتح)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰی شَاكِلَتِهٖ﴾ عَلٰی نِيَّتِهٖ.

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ کہہ دے کہ ہر شخص عمل کرتا ہے اوپر نیت اپنی کے۔

فائدہ: اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عملوں کا اعتبار نیت کے ساتھ ہے۔

نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰی اَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا صَدَقَةٌ.

یعنی مرد کا اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا ثواب کی نیت سے صدقہ ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ.

یعنی نبی ﷺ نے فرمایا لیکن جہاد ہے اور نیت ہے۔

فائدہ: غرض اس آیت اور حدیثوں سے یہ ہے کہ ہر کام میں نیت نیک کرے فقط نیت کرنے پر بھی ثواب ملتا ہے خواہ اس کام کو نہ کیا ہو۔

٥٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَی بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ عَنْ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ إِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ إِلٰی مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

٥٢۔ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب کاموں کا اعتبار ساتھ نیت کے ہے یعنی کوئی عمل بدوں نیت کے لائق ثواب کے نہیں سو جس کی ہجرت اللہ اور رسول کے واسطے ہوئی تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کے واسطے ہو چکی یعنی اس کا ثواب ضرور پائے گا اور جس کی ہجرت دنیا کے واسطے ہوئی کہ اس کو پائے یا کسی عورت کے واسطے کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اس کی طرف ہوئی جس کے واسطے اس نے ہجرت کی۔

٥٣ ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا

٥٣۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ

شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى أَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ.

جب کوئی مرد اپنے اہل پر کھانے پینے کا کچھ مال خرچ کرے ثواب کی نیت سے تو وہ اس کے واسطے صدقہ ہے یعنی اس کو اس میں صدقے کا ثواب ملتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح آئندہ آئے گی اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے اور مقصود اس سے اس باب میں یہ قول اس کا ہے یَحْتَسِبُهَا یعنی ثواب کی نیت سے قرطبی نے کہا کہ فائدہ دیا ہے اس کی منطوق نے کہ ثواب خرچ کرنے کا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ حاصل ہوتا ہے ساتھ قصد قربت کے برابر ہے کہ واجب ہو یا مستحب اور اس کے مفہوم نے فائدہ دیا کہ جو قربت کی نیت سے نہ کرے اس کو ثواب نہیں ملتا لیکن جو پاک ہوا ذمہ اس کا نفقے واجب سے اس واسطے کہ اس کے معنی معقول ہیں اور نفقے کو صدقہ جو کہا تو یہ بطور مجاز کے ہے اور مراد ساتھ اس کے اجر ہے اور قرینہ پھیرنے والا حقیقت سے اجماع ہے اوپر جائز ہونے نفقے کے ہاشمی بیوی پر جس پر صدقہ حرام ہے۔ (فتح)

٥٤ ـ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ أَنَّهٗ أَخْبَرَهٗ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فَمِ امْرَأَتِكَ.

۵۴۔ سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی رضامندی چاہنے کے واسطے جو چیز تو خرچ کرے گا تجھ کو اس کا ثواب ملے گا یہاں تک کہ جو تو اپنی عورت کے منہ میں ڈالے اس میں بھی تجھ کو اجر ہوگا۔

فائدہ: یہ جو فرمایا إِنَّكَ تو مراد اس سے وہ ہے اور جس سے اتفاق صحیح ہو اور یہ ٹکڑا ہے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بیچ بیمار ہونے اس کے کے مکہ میں اور بیمار پرسی کرنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اس کے اور اسکی شرح کتاب الوصایا میں آئے گی اور مراد اس سے اس جگہ یہ قول اس کا ہے تبتغی یعنی طلب کرے تو ساتھ اس کے رضامندی اللہ کی اور نکالا ہے اس سے نووی نے کہ نفس کی لذت جب حق کے موافق ہو تو نہیں نقصان کرتی اُس کے ثواب میں اس واسطے کہ رکھنا لقمے کا بی بی کے منہ میں واقع ہوتا ہے اکثر اوقات بیچ حال کھیلنے کے آپس میں اور واسطے شہوت نفس کے اس میں دخل ظاہر ہے اور باوجود اس کے جب متوجہ کرے قصد کو اس حال میں طرف چاہنے ثواب کی تو حاصل ہوتا ہے واسطے اس کے ثواب ساتھ فضل اللہ کے میں کہتا ہوں اور آئی ہے وہ چیز جو صریحتہ ہے مراد میں لقمے کے رکھنے سے اور وہ چیز ہے جو روایت کی ہے مسلم نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے پس ذکر کیا حدیث کو بیچ اس کے ہے کہ تمہاری صحبت کرنے میں بھی صدقہ ہے اصحاب نے عرض کیا کہ یا حضرت کیا ایک ہم میں سے اپنی شہوت ادا کرتا ہے اور اس پر

ثواب دیا جاتا ہے فرمایا ہاں بتلاؤ تو کہ اگر اس کو حرام میں رکھے تو اس کو گناہ ہے اور جب ہوا یہ اس محل میں باوجود اس چیز کے کہ اس میں نفس کی حظ ہے تو پس کیا گمان ہے ساتھ غیر اس کے کے اس چیز سے کہ نہیں واسطے نفس کے حظ بیچ اس کے اور مثال دینا ساتھ لقمے کے مبالغہ ہے بیچ تحقیق اس قاعدہ کے اس واسطے کہ جب ثابت ہوا ثواب ایک لقمے میں واسطے بی بی کے جو بے قرار نہیں تو پس کیا گمان ہے ساتھ اس شخص کے جو کھلائے کئی لقمے کسی محتاج کو یا عمل کرے بندگیوں سے وہ چیز جو مشقت اس کی زیادہ ہے مشقت مول لقمے کے سے کہ وہ حقارت سے ادنیٰ محل میں ہے اور تمام اس کا یہ حال یہ ہے کہ کہا جائے کہ جب ہوا یہ حال بی بی کے حق میں باوجود شریک ہونے خاوند کے ساتھ اس کے نفع میں ساتھ اس چیز کے کہ اس کو کھلاتا ہے اس واسطے کہ یہ اثر کرتا ہے اس کے بدن کے خوب ہونے میں اور خاوند اس کے بدن سے نفع اٹھاتا ہے اور نیز پس اکثر اوقات یہ ہے کہ خرچ کرنا بی بی پر واقع ہوتا ہے ساتھ خواہش نفس کے برخلاف غیر ان دونوں کے پس تحقیق وہ محتاج ہوتا ہے طرف مجاہدے نفس کی یعنی پس تو کیا گمان کرتا ہے ساتھ اس شخص کے جو محتاج کو کئی لقمے کھلائے۔ (فتح)

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿إِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾.

باب ہے اس بیان میں کہ قول نبی ﷺ کا کہ دین خیر خواہی کرنا ہے واسطے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے اور مسلمانوں کے حاکموں کے اور تمام مسلمانوں کے اور قول اللہ تعالیٰ کا کہ جب خیر خواہی کی انہوں نے واسطے اللہ کے اور اس کے رسول کے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ دین خیر خواہی کرنا ہے تو احتمال ہے کہ حمل کیا جائے مبالغے پر یعنی اکثر دین نصیحت ہے اور احتمال ہے کہ حمل کیا جائے اپنے ظاہر پر اس واسطے کہ ہر عمل کے نہ ارادہ کرے ساتھ اس کے عامل اس کا اخلاص کا تو وہ دین سے نہیں اور خطابی نے کہا کہ نصیحت کلمہ جامعہ ہے اس کے معنی ہیں گھیرنا حظ کا واسطے اس شخص کے جو اس کی خیر خواہی کی گئی ہے اور یہ مختصر کلام ہے بلکہ نہیں کلام میں کوئی کلمہ مفرد کہ پوری کی جائے ساتھ اس کے مراد معنی اس کلمہ کے سے اور یہ حدیث ان حدیثوں سے ہے جن کے حق میں کہا گیا ہے کہ یہ چوتھائی دین کی ہے امام نووی نے کہا کہ بلکہ وہ تنہا حاصل کرنے والی ہے واسطے غرض کل دین کے اس واسطے کہ دین بند ہے ان امروں میں جن کو اس حدیث میں ذکر کیا پس اللہ کی خیر خواہی وصف کرنا اس کا ہے ساتھ اس چیز کے کہ وہ اس کے لائق ہے اور فروتنی کرنی واسطے اُس کے ظاہر میں اور باطن میں اور رغبت کرنی اُس کی رضامندی میں ساتھ بندگی اس کی کے اور ڈرنا اُس کے غصے سے ساتھ ترک کرنے گناہ اس کے کے اور جہاد کرنا بیچ رد کرنے گناہ گاروں کے طرف اس کی اور عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے کہا کہ ناصح وہ ہے جو اللہ کے حق کو لوگوں پر مقدم کرے اور کتاب اللہ کی خیر خواہی اُس کا سیکھنا ہے اور

سکھانا اور قائم رکھنا اس کے حرفوں کا تلاوت میں اور لکھنا اس کا کتابت میں اور سمجھنا اُس کے معنوں کا اور نگاہ رکھنا اس کے حدوں کا اور عمل کرنا ساتھ اس چیز کے کہ اس میں ہے اور ہٹانا باطل والوں کی تحریف کا اس سے اور رسول کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کی تعظیم کرے اور اس کی مدد کرے زندگی میں اور بعد فوت ہونے کے اور اس کی سنت کو زندہ کرے ساتھ سیکھنے اس کے کے اور سکھلانے اس کے کے اور حضرت ﷺ کی پیروی کرے آپ کے اقوال میں اور افعال میں اور محبت رکھے ساتھ آپ کے اور آپ کے اصحاب کے اور حاکموں مسلمانوں کے خیر خواہی یہ ہے کہ مدد کرنے اُن کی اس چیز پر جس کے ساتھ قائم ہونے کی ان کو تکلیف دی گئی یعنی سرداری اور ان کو غفلت کے وقت تنبیہ کرے اور کلمے کو ان پر جمع کرے اور نفرت کرنے والے لوگوں کو ان کی طرف پھیرے اور بہت بڑی خیر خواہی ان کی یہ ہے کہ روکے اُن کو ظلم سے ساتھ اچھی بات کے اور امام مجتہدین بھی مسلمانوں کے حاکموں میں داخل ہیں۔ اور ان کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے علموں کو پھیلائے اور ان کے مناقب کو بکھیرے اور ان کے حق میں گمان نیک رکھے اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی شفقت ہے اوپر ان کے اور کوشش کرنی اُس چیز میں کہ اس کا نفع ان کی طرف پھیرے اور ان کو وہ چیز سکھلائے جو ان کو فائدہ دے اور ہٹانا تکلیف دینے والی چیز کا اُن سے اور یہ کہ چاہے واسطے ان کے جو اپنی جان کے واسطے چاہے اور برا جانے واسطے اُن کے وہ چیز جس کو اپنی جان کے واسطے برا جانے اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں ایک یہ ہے کہ ایمان بولا جاتا ہے عمل پر اس واسطے کہ آپ نے نصیحت کا نام دین رکھا اور ایک جواز تاخیر بیان کی ہے وقت خطاب سے قول اس کے سے کہ ہم نے کہا کس کے واسطے اور ایک رغبت سلف کی ہے بیچ طلب کرنے علو اسناد کے اور وہ مستفاد ہے قصے ابوسفیان کے سے ساتھ سہیل کے۔ (فتح)

٥٥ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

۵۵۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی نماز کے قائم کرنے پر اور زکوٰۃ کے دینے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ میں نے حضرت ﷺ سے بیعت کی تو قاضی عیاض نے کہا کہ صرف نماز اور زکوٰۃ کو ذکر کیا واسطے مشہور ہونے اُن کے اور روزے وغیرہ کو ذکر نہیں کیا اس واسطے کہ وہ داخل ہے سمع اور اطاعت میں میں کہتا ہوں کہ زیادتی سمع اور اطاعت کی دوسری روایت میں آچکی ہے کہ بیعت کی میں نے حضرت ﷺ سے سمع اور اطاعت پر تو حضرت ﷺ نے مجھ کو سکھلایا کہ اس چیز میں کہ تجھ سے ہو سکے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جریر کا دستور تھا کہ جب کوئی چیز خریدتے یا بیچتے تھے تو اپنے ساتھی سے کہتے تھے کہ جان لے کہ جو

چیز ہم نے تجھ سے لی وہ ہم کو بہت پیاری ہے اس چیز سے جو ہم نے تجھ کو دی پس اختیار کر یا چھوڑ دے اور طبرانی نے روایت کی ہے کہ جریر رضی اللہ عنہ کے غلام نے ایک گھوڑا تین سو سے خریدا سو جب جریر نے اس کو دیکھا تو اس کے مالک کے پاس گیا پس کہا کہ تیرا گھوڑا تین سو سے بہتر ہے پس ہمیشہ رہا اس کو زیادہ کرتا یہاں تک کہ اس کو آٹھ سو درہم دیا ۔قرطبی نے کہا کہ تھی بیعت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واسطے اصحاب اپنے کے موافق اس چیز کے کہ اُس کی طرف حاجت ہوتی تجدید عہد سے یا تاکید امر سے پس اس واسطے مختلف ہیں الفاظ ان کے اور یہ جو فرمایا کہ اس چیز میں کہ تجھ سے ہو سکے تو مقصود ساتھ اس کے تنبیہ ہے اس پر کہ لازم ان امروں سے جن پر بیعت کی گئی وہ چیز ہے جس کی طاقت ہو جیسے کہ وہ شرط کی گئی ہے اصل تکلیف میں اور مشعر ہے امر ساتھ قول اس لفظ کے وقت بیعت کے ساتھ معاف ہونے ہفوہ کے اور وہ چیز کہ واقع ہو بھول چوک سے ۔(فتح)

٥٦ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ يَوْمَ مَاتَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِاتِّقَآءِ اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَالْوَقَارِ وَالسَّكِيْنَةِ حَتّٰى يَأْتِيَكُمْ أَمِيْرٌ فَإِنَّمَا يَأْتِيْكُمُ الْاٰنَ ثُمَّ قَالَ اسْتَعْفُوْا لِأَمِيْرِكُمْ فَإِنَّهٗ كَانَ يُحِبُّ الْعَفْوَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّيْ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ أُبَايِعُكَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَشَرَطَ عَلَيَّ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فَبَايَعْتُهٗ عَلٰى هٰذَا وَرَبِّ هٰذَا الْمَسْجِدِ إِنِّيْ لَنَاصِحٌ لَكُمْ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ.

٥٦۔ زیاد بن علاقہ سے روایت ہے کہ میں نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا جس دن کہ انتقال کیا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کھڑا ہوا جریر منبر پر سو اس نے اللہ کا حمد بیان کیا اور اس کی تعریف کہی اور کہا کہ ڈرتے رہو ایک اللہ سے جس کا کوئی شریک نہیں اور لازم پکڑو اوپر اپنے آہستگی اور آرام کو یہاں تک کہ آجائے تمہارے پاس امیر پس وہ تمہارے پاس ابھی آتا ہے پھر جریر نے کہا کہ معافی مانگو تم واسطے امیر اپنے کے (یعنی مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے جو تمہارا امیر تھا مر گیا ہے) اس لیے کہ وہ معافی کو دوست رکھتا تھا پھر جریر نے کہا لیکن پیچھے حمد اور صلوٰۃ کے پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ شرط کی کہ ہر مسلم کی خیر خواہی کرنا سو بیعت کی میں نے آپ سے اس بات پر اور اس مسجد کے رب کی قسم ہے کہ تحقیق میں البتہ تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں پھر جریر نے استغفار کیا اور منبر سے اترا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ جس دن مغیرہ بن شعبہ مر گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفے کا حاکم تھا معاویہ کی حکومت میں اور اس کی وفات سنہ ۵۰ ہجری میں ہوئی اور اُس نے اپنے بیٹے عروہ کو اپنا نائب بنایا تھا اور بعض

کہتے ہیں کہ جریر کو اور یہ جو جریر نے اُن کو آرام اور اطمینان کا حکم کیا پیچھے بیان کرنے تقوی اللہ کے تو یہ اس واسطے کہ غالب یہ ہے کہ امیروں کا مرنا پہنچا تا ہے طرف فتنے فساد کی خاص کر اہل کوفہ کہ وہ اس وقت امیروں کے مخالف تھے اور یہ جو کہا کہ یہاں تک کہ تمہارے پاس سردار آئے یعنی بدلے اس سردار کے جو مر گیا اور یہ جو کہا کہ ابھی تو ارادہ کیا ساتھ اس کے قریب کرنے مدت کا واسطے سہولت کرنے کے اوپر اس کے اور اسی طرح ہوا کہ جب معاویہ کو مغیرہ کے مرنے کی خبر پہنچی تو اپنے نائب کو جو بصرے پر حاکم تھا لکھا کہ سردار ہو کے کوفے میں چلا جائے اور یہ جو کہا کہ قسم ہے اس مسجد کے رب کی تو جائز ہے کہ ہو یہ اشارہ طرف کعبے کی۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرے تو یہ قید تخصیص مسلمان کی واسطے اغلب کے ہے نہیں تو کافر کے واسطے خیر خواہی کرنی بھی معتبر ہے بایں طور کہ اس کو اسلام کی دعوت دی جائے اور اشارہ کیا جائے طرف اس کی ساتھ صواب کے جب کہ مشورہ چاہے اور اختلاف کیا ہے علماء نے بیچ بیع کے اس کے بیع پر مانند اُس کے پس جزم کیا ہے احمد نے کہ یہ خاص ہے ساتھ مسلمانوں کے اور حجت پکڑی اس نے ساتھ اس حدیث کے۔

فائدہ ثانیہ: ختم کیا ہے بخاری نے کتاب الایمان کو ساتھ باب خیر خواہی کرنے کے اس حال میں کہ اشارہ کرنے والا ہے طرف اُس کی کہ عمل کیا اُس نے ساتھ مقتضی اس کے کے ارشاد میں طرف عمل کی ساتھ حدیث صحیح کے سوائے سقیم اور ضعیف کے پھر ختم کیا اس کو ساتھ خطبے جریر کے جو بغل گیر ہے اس کی شرح حال کو اس کی تصنیف میں پس اشارہ کیا ساتھ قول اپنے کے پس سوائے اس کے نہیں کہ آتا ہے تمہارے پاس ابھی طرف وجوب تمسک کی ساتھ احکام شرع کے یہاں تک کہ آئے جو اس کو قائم کرے اس واسطے کہ ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا اور وہ فقہاء اصحاب حدیث ہیں۔ (فتح)

❀......❀......❀
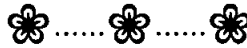
بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْعِلْمِ — کتاب ہے علم کے بیان میں

فائدہ: کتاب العلم کو سب کتابوں پر اس واسطے مقدم کیا کہ مدار کل کتابوں کا علم پر ہے اور ایمان کو علم پر اس واسطے مقدم کیا کہ وہ مبدء ہے ہر نیکی کا علم میں بھی اور عمل میں بھی اور وحی کو ایمان پر اس واسطے مقدم کیا کہ ایمان کی معرفت وحی پر موقوف ہے کہا قاضی ابو بکر بن عربی نے کہ شروع کیا ہے بخاری نے کتاب العلم کو ساتھ باب فضل علم کے پہلے نظر کرنے کے اس کی حقیقت میں اور یہ واسطے اعتقاد اُس کے ہے کہ علم نہایت واضح ہے پس اس کی تعریف کی حاجت نہیں یا اس واسطے کہ نظر بیچ حقائق چیزوں کے نہیں فن کتاب سے اور یہ دو وجہیں ظاہر ہیں اس واسطے کہ بخاری نے اپنی کتاب کو حقائق اشیاء کے واسطے نہیں بنایا بلکہ وہ جاری ہے اوپر طریق پہلے عربوں کے اس واسطے کہ وہ شروع کرتے ہیں ساتھ فضیلت مطلب کے واسطے شوق دلانے کے طرف اُس کی جب کہ حقیقت مکشوف اور معلوم۔ (فتح)

بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ. — علم کی فضیلت اور بزرگی کا بیان۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾.

یعنی فرمانا اللہ غالب اور بزرگ کا کہ بلند کرتا ہے اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جو دیے گئے علم درجے اور اللہ ساتھ اُس کے جو عمل کرتے ہو تم خبر رکھنے والا ہے۔

فائدہ: اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ بلند کرتا ہے اللہ مومن عالم کو اوپر مومن غیر عالم کے اور درجوں کا بلند ہونا دلالت کرتا ہے اوپر فضیلت کے اس واسطے کہ مراد ساتھ اس کے کثرت ثواب کی ہے اور ساتھ اس کے بلند ہوتے ہیں درجے اور ان کا بلند ہونا شامل ہے معنویت کو دنیا میں ساتھ بلند ہونے مرتبے کے اور نیک آواز کے اور ثواب کے آخرت میں ساتھ بلند ہونے مرتبے کے بہشت میں اور زید بن اسلم سے روایت ہے بیچ تفسیر اس آیت کے ﴿نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَّشَآءُ﴾ کہا ساتھ علم کے اور یہ جو کہا کہ ﴿رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ تو یہ ظاہر دلالت ہے بیچ فضیلت علم کے اس واسطے کہ نہیں حکم کیا اللہ نے اپنے پیغمبر کو ساتھ زیادہ مانگنے کے کسی چیز سے مگر علم سے اور مراد ساتھ علم کے علم شرعی ہے جو فائدہ دیتا ہے معرفت اس چیز کی کا جو واجب ہے اوپر مکلف کے اس کے دین کے کام سے اس کی عبادت میں اور معاملات میں اور جاننے اللہ کے اس کی صفتوں کے سے اور وہ چیز کہ واجب ہے واسطے اس کے قیام سے ساتھ امر اس کی کے نقص والی چیزوں سے اور مدار اس کی حدیث اور تفسیر اور فقہ پر ہے اور تحقیق تصنیف کی

گئی ہے یہ جامع صحیح بخاری ہر چیز میں تین قسموں سے پس راضی ہو اللہ اس کے مؤلف سے اور مدد دے ہم کو اس چیز پر کہ در پے ہوئے ہیں ہم اس کی توضیح سے ساتھ اکرام اور احسان اپنے کے پس اگر کہا جائے کہ کس واسطے نہیں وارد کی بخاری نے اس باب میں کوئی حدیث تو جواب یہ ہے کہ یا تو اس نے کفایت کی ہے ساتھ دونوں آیتوں کے اور یا اس واسطے کہ بیاض چھوڑا تا کہ ملائے اس میں وہ چیز کہ اس کے مناسب ہو پس نہ میسر ہوا واسطے اس کے یہ اور علم کی فضیلت میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان میں سے ہے یہ حدیث کہ جو راہ چلے کہ اس میں علم کو تلاش کرے تو آسان کرتا ہے اللہ واسطے اس کے راہ طرف بہشت کی۔ (فتح)

وَقَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴾.

اور قول اللہ تعالیٰ کا اے رب میرے زیادہ کر مجھ کو علم۔

فائدہ: امام بخاری نے فضل علم کے باب میں فقط دو آیتوں پر اس واسطے اکتفا کیا ہے کہ قرآن سب سے اقوی حجت اور دلیل ہے۔

بَابُ مَنْ سُئِلَ عِلْمًا وَّهُوَ مُشْتَغِلٌ فِیْ حَدِیْثِهٖ فَأَتَمَّ الْحَدِیْثَ ثُمَّ أَجَابَ السَّآئِلَ.

جب کسی شخص سے ایسی حالت میں مسئلہ پوچھا جائے کہ وہ اپنی بات میں مشغول ہو تو وہ اپنی بات کو تمام کر کے سائل کو جواب دے۔

فائدہ: محصل اس کا تنبیہ ہے اوپر ادب عالم اور متعلم کے اوپر عالم پس واسطے اس چیز کے کہ بغل گیر ہے اس کو ترک کرنے زجر سائل کے سے بلکہ ادب دیا اس کو ساتھ اعراض کے اس سے اول یہاں تک کہ پوری کی وہ چیز کہ اس میں مشغول تھے پھر رجوع کیا طرف جواب اس کی کے پس نرمی کے ساتھ اس کے اس واسطے کہ وہ گنواروں سے تھا اور وہ سخت مزاج ہوتے ہیں اور اس میں متوجہ ہونا ہوتا ہے ساتھ جواب سوال سائل کے اگرچہ نہ ہو سوال متعین اور نہ جواب اور اوپر متعلم یعنی سیکھنے والا واسطے اس چیز کے کہ بغل گیر ہے اس کو ادب سائل کے سے یہ کہ نہ سوال کرے عالم کو اس حال میں کہ وہ اس کے غیر کے ساتھ مشغول ہو اس واسطے کہ پہلے کا حق مقدم ہے اور لیا جاتا ہے اس سے پکڑنا درسوں کا سبق پر اور اسی طرح فتویٰ اور مقدمے اور مانند ان کی اور اس میں مراجعت عالم کی ہے جب کہ سائل اس کے جواب کو نہ سمجھے یہاں تک کہ ظاہر ہو واسطے قول اس کے کی کہ کس طرح ہے ضائع کرنا اس کا اور اس میں اشارہ ہے طرف اس کی کہ علم سوال اور جواب ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ خوب سوال آدھا علم ہے اور تحقیق لیا ہے اس کے ظاہر کو مالک اور احمد وغیرہ نے بیچ خطبے کے پس کہا انہوں نے کہ نہ قطع کرے خطبے کو واسطے سوال سائل کے بلکہ جب فارغ ہو تو اس کو جواب دے اور فرق کیا ہے جمہور نے درمیان اس کے کہ واقع ہو یہ بیچ واجبوں اس کی کے پس مؤخر کرے جواب کو یا بیچ غیر واجبوں اس کی کے پس اس وقت جواب دے اور اولیٰ اس وقت تفصیل ہے پس اگر ہو اُس

قسم سے کہ اہتمام کیا جاتا ہے ساتھ اس کے دین کے امر میں اور خاص کر اگر سائل اس کے ساتھ خاص ہو تو مستحب ہے اس کو جواب دینا پھر خطبے کو تمام کرے اور اسی طرح درمیان نماز اور خطبے کے اور اگر اس کے برخلاف ہو تو جواب کو مؤخر کرے اور اسی طرح کبھی واقع ہوئی ہے بیچ درمیان واجب کے وہ چیز کے تقاضا کرتی ہے پہلے جواب دینے کو لیکن اگر جواب دے تو از سرنو شروع کرے اصح قول پر اور پکڑا جاتا ہے یہ اختلاف حدیثوں کے سے جو وارد ہیں اس باب میں پس اگر ہو سوائے امروں سے کہ ان کا پہچاننا فی الفور ضرور نہیں تو مؤخر کیا جائے جیسے کہ اس حدیث میں خاص کر جب کہ ہو ترک کرنا سوال کا اس سے اولیٰ واقع ہوئی ہے نظیر اس شخص کے حق میں جس نے قیامت سے سوال کیا تھا اور نماز کی تکبیر ہوئی پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہاں ہے سوال کرنے والا پس اس کو جواب دیا اور اگر سائل کو بالفعل ضرورت ہو تو اس کو پہلے جواب دیا جائے جیسے کہ مسلم میں ابو رفاعہ کی حدیث میں ہے کہ اس نے حضرت ﷺ سے کہا اور حالانکہ حضرت ﷺ خطبہ پڑھتے تھے کہ مرد مسافر ہے اپنے دین کو نہیں جانتا اپنا دین پوچھنے کے واسطے آیا ہے تو حضرت ﷺ نے خطبہ چھوڑ دیا اور آپ کے پاس کرسی لائی گئی آپ اس پر بیٹھے اور اس کو کھلانے لگے پھر اپنے خطبے پر آئے اور اس کو پورا کیا اور اسی قسم کی اور بھی کئی حدیثیں ہیں اور مناسبت اس متن کی واسطے کتاب علم کے یہ ہے کہ سپرد ہونا حکومت کا طرف نالائقوں کے سوائے اس کے نہیں کہ ہوتا ہے نزدیک غلبے جہل کے اور اٹھ جانے علم کے اور یہ قیامت کی نشانیوں سے ہے اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ علم جب تک قائم رہے گا تو امر میں کشائش رہے گی اور شاید بخاری نے اشارہ کیا ہے طرف اس کی کہ علم سوائے اس کے کچھ نہیں کہ لیا جاتا ہے بڑوں سے واسطے اشارے کے ساتھ اس چیز کے کہ جو مروی ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں سے ہے کہ تلاش کیا جائے گا علم نزدیک چھوٹوں کے اور باقی شرح اس حدیث کی رقاق میں آئے گی۔ (فتح)

۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ ح وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَآءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ فَمَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا

۵۷۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں حدیث بیان فرماتے تھے کہ آپ کے پاس ایک دیہاتی آیا پس اس نے کہا کہ قیامت کب ہے پس رسول اللہ ﷺ بدستور حدیث میں مشغول رہے اور اس کے سوال کا کچھ جواب نہ دیا سو بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت ﷺ نے اس کی بات کو سنا لیکن اس کو برا جانا اور بعض لوگوں نے کہا بلکہ آپ نے اس کی بات کو سنا ہی نہیں یہاں تک کہ حضرت ﷺ اپنی بات کو تمام کر چکے تو فرمایا کہاں ہے قیامت سے پوچھنے والا اس دیہاتی نے کہا کہ میں یہ حاضر

قَالَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ لَمْ يَسْمَعْ حَتّٰى إِذَا قَضٰى حَدِيْثَهٗ قَالَ أَيْنَ أُرَاهُ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ هَا أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ قَالَ كَيْفَ إِضَاعَتُهَا قَالَ إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلٰى غَيْرِ أَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ.

ہوں یارسول اللہ ۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کر اعرابی نے کہا کہ امانت کا ضائع کرنا کیسے ہوتا ہے آپ نے فرمایا جب نالائقوں کو حاکم بنادیا جائے تو انتظار کر قیامت کا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب اپنی بات سے فارغ ہوجائے تو اس وقت اس کا جواب دے درمیان سے اپنی کلام کو قطع کر کے جواب دینا کچھ ضرور نہیں اس لیے کہ حضرت ﷺ نے اپنی کلام سے فارغ ہو کر سائل کو جواب دیا تھا پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَنْ رَفَعَ صَوْتَهٗ بِالْعِلْمِ.

بلند آواز سے مسئلہ بتلانا جائز ہے۔

۵۸ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ عَارِمُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقَتْنَا الصَّلَاةُ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلٰى أَرْجُلِنَا فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا.

۵۸۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے پس حضرت ﷺ نے پایا ہم کو اور ہم نے تاخیر کیا تھا نماز کو (یعنی حضرت ﷺ کی انتظاری کرتے کرتے نماز کا وقت تنگ ہوگیا تھا) اور ہم وضو کر رہے تھے پس شروع کیا ہم نے اپنے پاؤں پر مسح کرنا (یعنی پاؤں کو بہت خفیف سا دھویا جلدی کے واسطے) پس حضرت ﷺ نے بہت بلند آواز سے پکار کر کہا کہ خرابی ہے ایڑیوں کو آگ سے دو دفعہ کہا یا تین دفعہ۔

فائدہ: استدلال کیا ہے بخاری نے اوپر جواب بلند کرنے آواز کے ساتھ علم کے ساتھ قول ان کے کہ بلند آواز سے پکارا اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تمام ہوتا ہے استدلال ساتھ اس کے جس جگہ بلائے حاجت طرف اس کی واسطے دور ہونے کے یا بہت جمع ہونے مخلوق کے یا سوائے اس کے اور لاحق ہوتا ہے ساتھ اس کے جب کہ وہ وعظ میں جیسے کہ یہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت ﷺ کا دستور تھا کہ جب خطبہ پڑھتے تھے اور قیامت کا ذکر کرتے تھے تو آپ سخت غضبناک ہوتے اور آپ کی آواز بلند ہوتی اور ایک روایت میں ہے کہ اگر کوئی آدمی بازار میں ہوتا تو اس کو سن لیتا اور نیز استدلال کیا گیا ہے ساتھ حدیث کے اوپر شروع ہونے دوہرانے حدیث کے تاکہ سمجھی جائے۔ (فتح)

بَابُ قَوْلِ الْمُحَدِّثِ حَدَّثَنَا وَأَخْبَرَنَا وَأَنْبَأَنَا.

باب ہے محدث کے قول حَدَّثَنَا واخبرنا وانبانا کے بیان میں یعنی ان میں کچھ فرق نہیں سب کا اعتبار برابر ہے۔

فائدہ: ابن رشید نے کہا کہ اشارہ کیا ہے بخاری نے ساتھ اس ترجمہ کے طرف اس کی کہ بنا کیا ہے اُس نے اپنی کتاب کو اوپر سند حدیثوں کے جو مروی ہے حضرت ﷺ سے میں کہتا ہوں اور مراد اس کی یہ ہے کہ کیا یہ الفاظ ساتھ ایک معنی کے ہیں یا نہیں اور قول ابن عیینہ کا سوائے غیر اس کے دلالت کرتا ہے اس پر کہ وہ اس کے نزدیک مختار ہے۔(فتح)

وَقَالَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ كَانَ عِنْدَ ابْنِ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا وَأَخْبَرَنَا وَأَنْبَأَنَا وَسَمِعْتُ وَاحِدًا.

یعنی حمیدی نے ہم سے کہا کہ ابن عیینہ کے نزدیک حدثنا اور اخبرنا اور انبانا اور سمعت ایک تھا۔

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ وَقَالَ شَقِيقٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَةً وَقَالَ حُذَيْفَةُ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَيْنِ وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ وَقَالَ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ.

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے رسول اللہ ﷺ نے اور وہ سچے ہیں اور سچے کیے گئے ہیں اور شقیق عبداللہ سے روایت کرتے ہیں اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایسا کلمہ سنا اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ اپنے رب سے روایت کرتے ہیں اور حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دو حدیثیں سنائیں اور کہا ابو العالیہ نے نقل کرکے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی ﷺ سے ان حدیثوں میں جن میں حضرت ﷺ روایت کرتے ہیں اپنے رب سے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ تمہارے رب سے روایت کرتے ہیں جو بابرکت اور بلند ہے۔

فائدہ: غرض امام بخاری کی اس باب سے یہ ہے کہ حدثنا اور اخبرنا اور انبانا اور سمعت اور یروی وغیرہ الفاظ جو محدثین کی اصطلاح میں مستعمل ہوتے ہیں ان میں کچھ فرق نہیں ہے سب کا اعتبار برابر ہے جیسے کہ صحابہ کے ان اقوال سے ثابت ہوتا ہے اور معنی حدثنا کے یہ ہیں کہ حدیث بیان کی ہم کو اور اخبرنا کا خبر دی ہم کو اور انبانا کا بتلایا ہم کو اور سمعت کا یہ کہ میں نے سنا اور یروی کا یہ کہ روایت کرتے ہیں پس یہ الفاظ سب صحیح ہیں اور ثبوت سماع میں نص ہیں یہ نہیں کہ ایک کا اعتبار زیادہ ہے اور دوسرے کا کم ہے اور مراد اس کی ان تعلیقوں سے یعنی معلق حدیثوں سے یہ ہے کہ صحابی نے ایک بار حدثنا کہا اور ایک بار سمعت کہا پس دلالت کی اس نے کہ نہیں فرق کیا انہوں نے ان صیغوں میں

اور اوپر حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما اور انس رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیچ روایت کرنے حضرت ﷺ کے اپنے رب سے پس تحقیق موصول کیا ہے ان کو کتاب التوحید میں اور مراد اس کی ساتھ ذکر اس کے کی اس جگہ تنبیہ ہے اوپر عنعنہ کے یعنی جو عن عن کے ساتھ روایت ہو اور یہ کہ اس کا حکم وصل ہے وقت ثبوت ملاقات کے اور اشارہ کیا بنا بر اس کے کہ ذکر کیا ہے اس کو ابن رشید نے طرف اس کی کہ روایت حضرت ﷺ کی سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اپنے رب سے ہے برابر ہے کہ صریح کرے ساتھ اس کے صحابی یا نہ کرے اور دلالت کرتی ہے واسطے اس کے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو مذکور ہے پس تحقیق نہیں کہا اس میں بعض جگہوں میں عن ربہ لیکن وہ اختصار ہے پس محتاج ہے طرف تقدیر کی میں کہتا ہوں اور سمجھا جاتا ہے حکم سے ساتھ صحت اس چیز کے کہ ہو یہ راہ اس کی صحیح ہونا حجت پکڑنے کا ساتھ مراسیل اصحاب کے اس واسطے کہ واسطہ درمیان حضرت ﷺ کے اور درمیان رب آپ کی کے اس چیز میں کہ نہیں نام کیا آپ سے رب نے بیچ رات معراج کے مثلاً جبرئیل ہیں اور وہ مقبول ہے قطعًا اور واسطہ درمیان صحابی اور درمیان حضرت ﷺ کے مقبول ہے اتفاقًا اور وہ صحابی دوسرا ہے اور یہ احکام کی حدیثوں میں ہے سوائے اُن کے غیر کے پس تحقیق اصحاب نے اکثر اوقات اٹھایا ہے اس کو بعض تابعین سے مثل کعب احبار کی پس اگر کہا جائے کہ کس جگہ سے ظاہر ہوتی ہے مناسبت حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی واسطے ترجمہ کے اور محصل ترجمہ کا برابری کرنا ہے درمیان صیغوں ادا کے جو صریح ہیں اور نہیں ہے یہ ظاہر حدیث مذکور میں اور جواب یہ ہے کہ یہ مستفاد ہوتا ہے حدیث مذکور کے الفاظ کے اختلاف سے اور ظاہر ہوتا ہے یہ جب کہ جمع ہوں طریق اس کے اس واسطے کہ ایک روایت میں فحدثونی اور ایک روایت میں ہے فاخبرونی اور ایک روایت میں فانبؤنی پس دلالت کی اس نے کہ تحدیث اور اخبار اور انبا برابر ہیں نزدیک ان کے اور نہیں اختلاف ہے اس میں نزدیک اہل علم کے بہ نسبت لغت کے اور اس میں صریح دلیلوں سے قول اللہ تعالیٰ کا ہے ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا﴾ اور قول اللہ تعالیٰ کا ﴿وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾ اور لیکن نسبت اصطلاح کی پس اس میں اختلاف ہے پس بعض تو ان میں سے بدستور اصل لغت پر قائم ہیں اور یہ رائے زہری اور مالک اور ابن عیینہ اور یحییٰ بن قطان اور اکثر اہل حجاز اور اہل کوفہ کی ہے اور اسی پر بدستور جاری ہے عمل مغرب کا اور ترجیح دی ہے اس کو ابن حاجب نے اپنی مختصر میں اور حاکم سے منقول ہے کہ وہ مذہب چاروں اماموں کا ہے اور ان میں سے بعض اس کو مطلق دیکھتے ہیں جب کہ پڑھے استاد اپنے لفظ سے اور تقیید اس کی جب کہ پڑھا جائے اوپر اس کے اور یہ مذہب اسحاق بن راہویہ اور نسائی اور ابن حبان وغیرہ کا ہے اور بعض کی رائے ہے کہ ان صیغوں میں فرق ہے باعتبار جدا ہونے تحمل کے پس خاص کرتے ہیں تحدیث کو ساتھ اس چیز کے کہ بولے ساتھ اس کے شیخ استاد اور اخبار کو ساتھ اس چیز کے کہ پڑھا جائے اوپر اس کے اور یہ مذہب ابن جریج اور اوزاعی اور شافعی اور ابن وہب اور جمہور اہل مشرق کا ہے پھر ان کے تابعداروں نے اور تفصیل پیدا کی سو جس نے تنہا شیخ کا لفظ سنا اس

نے مفرد کیا پس کہا حدثنی یعنی حدیث بیان کی مجھ سے اور جس نے اپنے غیر کے ساتھ استاد سے سنا اس نے جمع کے لفظ بولے یعنی پس کہا حدثنا یعنی حدیث بیان کی ہم سے اور جس نے خود استاد پر پڑھا اس نے مفرد کہا پس کہا اخبرنی یعنی خبر دی مجھ کو اور جس غیر کی قرأت کے ساتھ سنا اس نے جمع کا صیغہ بولا اور اسی طرح خاص کیا ہے انہوں نے انبا کو ساتھ اجازت کے کہ مشافہ کرے ساتھ اُس کے شیخ اس شخص کو جس اجازت دی اور سب یہ تفصیل خوب ہے اور واجب نہیں نزدیک ان کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مراد ان کی جدائی کرنی ہے درمیان صیغوں تحمل کے اور بعض نے گمان کیا ہے کہ یہ واجب ہے پس تکلف کیا ہے انھوں نے بیچ حجت پکڑنے کے واسطے اس کے ساتھ اس چیز کے کہ نہیں ہے فائدہ تلے اُس کے۔ (فتح)

۵۹ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوْا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ.

۵۹۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے کہ اُس کے پتے نہیں گرتے وہ مسلمان کی مثال ہے سو بتلاؤ مجھ کو وہ کون درخت ہے؟ پس سب لوگ جنگل کے درختوں میں سوچ کرنے لگے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن مجھ کو حیا آ گیا (یعنی شرم سے میں کہہ نہیں سکا) پھر لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہم سے بیان فرمائیں وہ کیا درخت ہے آپ نے فرمایا وہ کھجور ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدثونی فرمایا اور صحابہ نے بھی حدثنا فرمایا پس معلوم ہوا کہ لفظ بھی صحیح اور معتبر ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت کی ساتھ ترجمہ کے اور یہ جو فرمایا کہ اس کی مثال مسلمان کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے کھجور میں ہر حال میں برکت ہے کہ اس کے تمام اجزا کے ساتھ نفع اٹھایا جاتا ہے ایسے ہی مسلمان کے ہر کام میں برکت ہے اور ہر کام میں اس کو ثواب ملتا ہے کسی حالت میں اس کا نقصان نہیں راحت میں شکر کرتا ہے اور رنج میں صبر کرتا ہے تو اس کو دونوں طرح ثواب ملتا ہے ایک روایت میں ہے کہ بے شک درختوں میں ایک درخت ہے کہ اس کی برکت مانند برکت مسلمان کی ہے اور اس کی برکت موجود ہے اور اس کے ہر اجزاء میں ہمیشہ ہر احوال میں پس نکلنے کے وقت سے خشک ہونے تک کھایا جاتا ہے کئی طرح سے پھر اس کے بعد فائدہ اٹھایا جاتا ہے اس کے تمام اجزاء سے یہاں تک کہ گٹھلیاں چارپایوں کی گھاس میں اور اس کی چھال رسیوں میں اور سوائے اس کے جو پوشیدہ نہیں اور اسی طرح برکت مسلمان کی عام ہے سب احوال میں اور اس کا نفع ہمیشہ جاری ہے واسطے اس کے او

رواسطے غیر اس کے یہاں تک کہ بعد مرنے اس کے کی یہی اور ایک روایت میں ہے کہ میں حضرت ﷺ کے پاس تھا اور آپ جمار کھاتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ وہ کھجور کا درخت ہے تو میں نے اپنے باپ سے کہا جو میرے دل میں واقع ہوا تو اس نے کہا کہ البتہ کہنا تیرا اس کو محبوب تر تھا نزدیک میرے اس سے کہ ہو واسطے میرے ایسا ایسا یعنی اتنا اتنا مال اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں سوائے اس چیز کے کہ پہلے گزرے امتحان کرنا عالم کا ہے طالب علموں کے ذہنوں کو ساتھ اس چیز کے کہ پوشیدہ ہو باوجود بیان کرنے اس کے کی واسطے ان کے اگر نہ سمجھیں اس کو اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ﷺ نے اغلوطات سے منع فرمایا تو یہ روایت محمول ہے اس پر جس میں کوئی نفع نہ ہو اور اس میں رغبت دلانا ہے اوپر سمجھنے کے علم میں اور بخاری نے اس کا باب باندھا ہے اور اس میں مستحب ہونا حیا کا ہے جب کہ نہ پہنچائے طرف فوت کرنے مصلحت کے اسی واسطے تمنا کی عمر رضی اللہ عنہ نے کہ اس کے بیٹے نے چپ نہ کی ہوتی اور اس میں دلیل ہے اوپر برکت کھجور کے اور اس کے میوے کے اور اس کا بھی بخاری نے باب باندھا ہے اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ جمار کا بیچنا جائز ہے اس واسطے کہ جس چیز کا کھانا جائز ہے اس کا بیچنا بھی جائز ہے اسی واسطے باب باندھا ہے اس کا بخاری نے بیعوں میں اور تعاقب کیا ہے اس کا ابن بطال نے اس واسطے کہ وہ ان چیزوں میں ہے جن پر اجماع ہے اور جواب دیا گیا ہے بایں طور کہ یہ نہیں منع کرتا تنبیہ کو اوپر اس کے اسی واسطے وارد کیا ہے اس کو بعد حدیث نہی کے بیع میوے کی سے یہاں تک کہ اس کی پختگی ظاہر ہو پس گویا کہ وہ کہتا ہے کہ شاید کوئی خیال کرنے والا خیال نہ کرے یہ اسی قسم سے ہے اور حالانکہ اس طرح نہیں اور اس میں دلیل ہے اوپر جواز تجمیر کھجور کے اور تحقیق باب باندھا ہے اس کا بخاری نے اطعمہ میں تا کہ نہ گمان کیا جائے کہ یہ مال کے ضائع کرنے کی قسم سے ہے اور وارد کیا ہے اس کو بیچ تفسیر قول اللہ تعالیٰ کے کہ بیان کی اللہ نے مثال کلمہ طیبہ کی واسطے بشارت کرنے کے اس سے کہ مراد ساتھ درخت کے آیت میں کھجور کا درخت ہے اور ایک روایت میں صریح آ چکا ہے کہ حضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ وہ کیا درخت ہے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھ کو معلوم ہو گیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے تو میں کم عمر ہونے کے سبب سے کلام نہ کر سکا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے اور تطبیق درمیان اس کے اور درمیان اس چیز کے کہ پہلے گزری بایں طور ہے کہ حضرت ﷺ کے پاس جمار لایا گیا پس شروع کیا اس کے کھانے میں آیت کو پڑھتے ہوئے یہ کہتے ہوئے کہ درختوں میں ایک درخت ہے الخ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے جو مجھ کو خبر دے ایک درخت کی کہ اس کی مثال مومن کی مثال ہے اس کی جڑ ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان میں ہے اور مراد ساتھ ہونے فرع مومن کے آسمان میں بلند ہونا اس کے عمل کا ہے اور قبول ہونا اس کا اور اس میں بیان ہونا مثالوں اور اشباہ کا ہے واسطے زیادہ سمجھانے کے اور صورت بنانے معنوں کے تا کہ ذہنوں میں گڑ جائیں اور واسطے تیز

کرنے فکر کے بیچ نظر کے حادثہ کے حکم میں اور اس میں اشارہ ہے طرف اس کی کہ تشبیہ ایک چیز کی ساتھ دوسری چیز کے نہیں لازم ہے یہ کہ ہو نظیر اس کی تمام وجھوں سے اس واسطے کہ مومن کی مثل جمادات یعنی بے جان چیزوں سے کوئی چیز نہیں اور نہ کوئی چیز اس کے برابر ہے اور اس میں تعظیم کرنی بڑے کی ہے اور مقدم کرنا چھوٹے کا اپنے باپ کو قول میں اور یہ کہ نہ جلدی کرے اس سے ساتھ اس چیز کے کہ اس کو سمجھے اگرچہ گمان کرے کہ وہ صواب ہے اور اس میں ہے کہ کبھی پوشیدہ رہتی ہے بڑے عالم پر بعض وہ چیز کہ پاتا ہے اس کو جو اس سے کم ہوتا ہے اس واسطے کہ علم اللہ کی عنایت ہے اور اللہ دیتا ہے اپنا فضل جس کو چاہتا ہے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے مالک نے اس پر کہ جو خطرے کہ دل میں گزرتے ہیں محبت ثنا سے اوپر اعمال خیر کے نہیں نقصان ہے اس میں جب کہ ہو اصل ان کا واسطے اللہ کے اور یہ مستفاد ہے عمر رضی اللہ عنہ کی تمنا سے جو مذکور ہوئی اور وجہ تمنا عمر رضی اللہ عنہ کی وہ چیز ہے کہ پیدا ہوا ہے اس پر آدمی محبت خیر کی سے واسطے نفس اپنے کے اور واسطے اولاد اپنی کے اور تا کہ ظاہر ہو فضیلت اولاد کی فہم میں لڑکپن سے اور تا کہ زیادہ ہو نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قربت میں اور شاید کہ اس کو امید تھی کہ دعا کریں واسطے اس کے اس وقت ساتھ زیادتی کے فہم میں اور اس میں اشارہ ہے طرف اس کی کہ دنیا ناچیز ہے عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں اس واسطے کہ اس نے مقابلہ کیا ہے اپنے بیٹے کے مسئلہ سمجھنے کو ساتھ سرخ اونٹوں کے باوجود بڑے ہونے قدر ان کی کے اور مہنگے ہونے قیمت اس کی کے۔ (فتح)

بَابُ طَرْحِ الْاِمَامِ الْمَسْئَلَةَ عَلٰى أَصْحَابِهٖ لِيَخْتَبِرَ مَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ.

امام کا اپنے ساتھیوں سے مسئلہ پوچھنا ان کے علم کو جانچنے کو۔

فائدہ: امام بخاری نے اس باب میں بھی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بیان کی ہے ہی جو ابھی مذکور ہوئی ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ وارد کیا ہے اس کو ساتھ بند دوسرے کے واسطے ظاہر کرنے فائدے کے جو دفع کرے اس شخص کے اعتراض کو جو دعویٰ کرتا ہے بخاری پر تکرار بلا فائدہ کا اور کرمانی نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ باب باندھنا بخاری کا واسطے پیروی کرنے اپنے استادوں کی ہے اُن کی تصنیفوں میں یعنی انہوں نے جو اپنی کتابوں میں یہ باب باندھا ہے تو ان کو دیکھ کر بخاری نے بھی باب باندھا ہے سو یہ دعویٰ کرمانی کا مقبول نہیں اور نہیں پایا ہم نے کسی سے ان لوگوں میں سے جو پہچانتے ہیں بخاری کے حال کو اور اس کے علم کی فراخی کو اور اس کے تصرف کی جودت کو کہ اس نے حکایت کی ہو کہ بخاری تراجم میں کسی کی تقلید کرتا ہے اور اگر اس طرح ہوتا تو نہ ہوتی واسطے اس کے زیادتی غیر پر اور تحقیق پے درپے وارد ہو چکی ہے نقل بہت اماموں سے کہ جملہ اس چیز کے سے کہ برگزیدہ ہوئی ہے ساتھ اس کے کتاب بخاری کی باریک ہونا اس کی نظر کا ہے بیچ تصرف اس کی کے اس کے بابوں کے ترجموں میں اور جو کرمانی نے دعویٰ کیا ہے اس سے پہلے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا اور اللہ ہی مدد دینے والا ہے۔ (فتح)

٦٠ ـ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ حَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ قَالَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ. ثُمَّ قَالُوْا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ.

٦٠۔ترجمہ اس کا ابھی گزر چکا ہے۔

فائدہ: اس میں حضرت ﷺ نے صحابہ کا علم جانچنے کو ان سے وہ درخت پوچھا جو مسلمان کی مثل ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعِلْمِ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾.

باب ہے جو علم کے بیان میں آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں کہ اور تو کہہ کہ اے میرے رب! مجھے زیادہ علم عطا فرما۔

اَلْقِرَآءَةُ وَالْعَرْضُ عَلَى الْمُحَدِّثِ وَرَاٰى الْحَسَنُ وَالثَّوْرِيُّ وَمَالِكٌ الْقِرَآءَةَ جَائِزَةً.

محدث پر پڑھنے اور اس کو سنانے کا بیان اور حسن اور ثوری اور مالک قرأۃ کو جائز رکھتے ہیں۔

فائدہ: سوائے اس کے نہیں کہ مغائرت کی ہے درمیان دونوں لفظوں کے بخاری نے ساتھ عطف کے واسطے اس چیز کے کہ درمیان اُن کے ہے عموم اور خصوص سے اس واسطے کہ جب طالب پڑھے تو ہوگا عام تر عرض وغیرہ سے اور نہیں واقع ہوتا ہے عرض مگر ساتھ قرأت کے اس واسطے کہ عرض عبارت ہے اس چیز سے جو مقابلہ کرے ساتھ اس کے طالب اپنے استاد کے اصل کو ساتھ استاد کے یا ساتھ غیر اس کے کی روبرو اس کے پس وہ خاص تر ہے قرأت سے اور فراخی کی ہے اس میں بعض نے پس مطلق چھوڑا اس کو اس چیز پر جب کہ حاضر کرے طالب اصل کو پاس استاد اپنے کی تو وہ اس میں نظر کرے اور اس کی صحت کو پہچانے اور اسکو اپنی طرف سے روایت کرنے کی اجازت دے بغیر اس کے کہ حدیث بیان کرے اس کو ساتھ اس کے یا پڑھے اس کو طالب اوپر اس کے اور حق یہ ہے کہ نام رکھا جاتا ہے اُس کا عرض المناول ساتھ قید کے نہ اطلاق کے اور بعض سلف نہ اعتبار کرتے تھے مگر وہ چیز کہ سنے اُس کو استاد کے لفظ

سے اور بولنے سے سوائے اس چیز کے کہ پڑھی جائے اوپر اس کے اور اسی واسطے باب باندھا ہے بخاری نے اس کے جواز پر یعنی واسطے رد کرنے قول بعض سلف کے جو مذکور ہوا اور وارد کیا ہے اس میں قول حسن بصری کا کہ نہیں ڈر ہے ساتھ پڑھنے کے عالم پر یعنی عالم پر پڑھنا معتبر ہے اور اسی طرح ذکر کیا سفیان ثوری اور مالک سے موصول کہ برابری کی ہے دونوں نے درمیان سننے کے عالم سے اور قرأت کے اوپر اس کے اور یہ جو کہا کہ جائز ہے یعنی پڑھنا اوپر عالم کے اس واسطے کہ سماع میں تو کچھ اختلاف نہیں اور یہ جو کہا کہ حجت پکڑی ہے بعض نے تو مراد ساتھ اس کے حمیدی ہے استاد بخاری کا پھر ظاہر ہوا واسطے میرے کہ اس کا قائل ابوسعید حداد ہے جیسے کہ بخاری سے روایت ہے کہ ابوسعید حداد نے کہا کہ میرے پاس حضرت ﷺ کی ایک حدیث ہے بیچ پڑھنے کے عالم پر تو اس کو کہا گیا کہ وہ کیا ہے تو اس نے کہا کہ ضمام بن ثعلب کا قصہ یعنی جیسے کہ متن میں ہے اور یہ جو کہا کہ فَاَجَازُوْہُ یعنی قبول کیا انہوں نے اس کو اس سے اور نہیں قصد کیا اس نے اجازت کا جو اہل حدیث کی اصطلاح میں مستعمل ہے اور یہ جو کہا کہ حجت پکڑی ہے مالک نے ساتھ خط کے تو مراد اس جگہ وہ خط ہے جس میں اقرار کرنے والے کا اقرار لکھا جائے اس واسطے کہ جب اس پر پڑھا جائے اور وہ کہے ہاں تو جائز ہوتی ہے گواہی دینی اوپر اس کے اگرچہ نہ بولے وہ ساتھ اس چیز کے کہ اس میں ہے پس اسی طرح جب عالم پر پڑھا جائے اور وہ اس کے ساتھ اقرار کرے تو صحیح ہے یہ کہ روایت کی جائے اس سے اور ایپر قیاس کرنا مالک کا قرأت حدیث کو اوپر قرأت قرآن کے تو روایت کیا ہے اس کو خطیب نے کفایہ میں ابن وہب کے طریق سے کہا کہ میں نے مالک سے سنا اور حالانکہ کسی نے اس خطوں کا حال پوچھا جو اس پر عرض کی جاتی ہے کیا کہے مرد حدثنی ۔ مالک نے کہا ہاں اسی طرح قرآن کیا نہیں پڑھتا ایک مرد دوسرے مرد پر پس کہتا ہے پڑھنے والا لہ پڑھایا مجھ کو فلاں نے اور روایت کی ہے حاکم نے بیچ علوم حدیث کے مطرف کے طریق سے کہ میں سترہ برس مالک کے ساتھ رہا پس نہیں دیکھا میں نے اس کو کہ کسی پر موطا پڑھی ہو بلکہ لوگ ہی اس پر پڑھتے تھے اور میں نے اس سے سنا کہ انکار کرتا تھا اس شخص پر جو نہیں جائز رکھتا اس کو مگر ساتھ سماع کے استاد کے لفظ سے پس کہتا تھا کہ یہ کیوں نہیں جائز ہے واسطے تیرے حدیث میں اور جائز ہے تجھ کو قرآن میں اور قرآن بڑھ کر ہے حدیث سے اور تحقیق گزر چکا ہے خلاف بیچ ہونے قرأت کے استاد پر کہ کافی نہیں اور سوائے اس کے نہیں کہ کہتے تھے اس کو بعض متشددین اہل عراق سے اور مبالغہ کیا ہے بعض مدنیوں وغیرہم نے بیچ مخالفت ان کی کے پس کہا انہوں نے کہ استاد پر پڑھنا بلند تر ہے سماع سے یعنی استاد کے لفظ کی سستی سے اور ان کی حجت یہ ہے کہ استاد اگر چوک جائے تو نہیں میسر ہوتا واسطے طالب کے رد کرنا اوپر اس کے اور ابوعبید سے روایت ہے کہ قرأت مجھ پر ثابت تر اور مفہوم تر ہے واسطے میرے اس سے کہ میں خود طالب پر پڑھوں اور مشہور مالک اور سفیان ثوری سے یہ ہے کہ وہ دونوں برابر ہیں اور مشہور قول جس پر جمہور ہیں یہ ہے کہ استاد کی زبان سے سننا بلند ہے مرتبے میں پڑھنے سے اوپر اس کے جب

تک کہ کوئی چیز عارض نہ ہو جو گردانے قرأت کو اوپر اس کے اولیٰ اور اسی واسطے ہوا سماع لفظ اس کے سے لکھنے میں بلند تر سب درجوں سے واسطے اس چیز کے کہ لازم آتا ہے اس سے تحرز شیخ اور طالب کے سے۔ (فتح)

وَاحْتَجَّ بَعْضُهُمْ فِي الْقِرَآءَةِ عَلَى الْعَالِمِ بِحَدِيْثِ ضِمَامِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آٰللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ نُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهٰذِهٖ قِرَآءَةٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَ ضِمَامٌ قَوْمَهٗ بِذٰلِكَ فَأَجَازُوْهُ.

یعنی عالم پر قرأت کرنے کے جواز میں بعض نے ضمام کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ اس نے نبی ﷺ سے کہا کہ آپ کو اللہ نے حکم کیا ہے کہ ہم نمازیں پڑھیں حضرت ﷺ نے فرمایا ہاں سو یہ قرأۃ ہے حضرت ﷺ پر ضمام نے اپنی قوم کو جا کر اس کی خبر دی سو انہوں نے اس کو جائز رکھا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عالم کو حدیث سنا کر اس سے روایت کرے تو جائز ہے۔

وَاحْتَجَّ مَالِكٌ بِالصَّكِّ يُقْرَأُ عَلَى الْقَوْمِ فَيَقُوْلُوْنَ أَشْهَدَنَا فُلَانٌ وَيُقْرَأُ ذٰلِكَ قِرَآءَةً عَلَيْهِمْ وَيُقْرَأُ عَلَى الْمُقْرِئِ فَيَقُوْلُ الْقَارِئُ أَقْرَأَنِيْ فُلَانٌ.

یعنی امام مالک نے دلیل پکڑی ہے (قرأت کے جائز ہونے پر) ساتھ خط کے جو کسی قوم پر پڑھا جائے پس جائز ہے کہ وہ لوگ کہیں کہ گواہ کیا ہم کو فلاں نے اور استاد پر پڑھا جائے پس پڑھنے والے کو جائز ہے یہ کہنا کہ مجھ کو فلاں شخص نے پڑھایا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَوْفٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ لَا بَأْسَ بِالْقِرَآئَةِ عَلَى الْعَالِمِ.

یعنی حسن نے کہا کہ عالم پر پڑھنے میں کوئی ڈر نہیں یعنی عالم کو پڑھ پڑھ کر سناتے جانے میں کوئی خوف نہیں۔

وَأَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الْفَرَبْرِيُّ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ إِذَا قُرِئَ عَلَى الْمُحَدِّثِ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَقُوْلَ حَدَّثَنِيْ.

یعنی سفیان ثوری نے کہا کہ جب محدث کو پڑھ پڑھ کر سناتا جائے تو اس میں کچھ ڈر نہیں کہ کہے اُس نے مجھ سے حدیث بیان کی۔

قَالَ وَسَمِعْتُ أَبَا عَاصِمٍ يَقُوْلُ عَنْ مَالِكٍ وَسُفْيَانَ الْقِرَآءَةُ عَلَى الْعَالِمِ

یعنی عالم کو پڑھ کر سنانا اور اس کی قرأت کو سننا برابر ہے۔

وَقِرَآءَتُهٗ سَوَآءٌ.

٦١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدٍ هُوَ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ نَمِرٍ أَنَّهٗ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ دَخَلَ رَجُلٌ عَلٰى جَمَلٍ فَأَنَاخَهٗ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهٗ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَقُلْنَا هٰذَا الرَّجُلُ الْأَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَبْتُكَ فَقَالَ الرَّجُلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ سَآئِلُكَ فَمُشَدِّدٌ عَلَيْكَ فِي الْمَسْأَلَةِ فَلَا تَجِدْ عَلَيَّ فِيْ نَفْسِكَ فَقَالَ سَلْ عَمَّا بَدَا لَكَ فَقَالَ أَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ آللّٰهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ فَقَالَ اللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ آللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ نُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ اللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ آللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ نَصُوْمَ هٰذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ قَالَ اللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ آللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تَأْخُذَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْنِيَآئِنَا فَتَقْسِمَهَا عَلٰى فُقَرَآئِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

٦١۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک مرد اونٹ کا سوار آیا سو اُس نے اونٹ کو مسجد میں بٹھایا پھر اس کو رسی سے جکڑا پھر اس نے کہا کہ تم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون سے ہیں؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے درمیان تکیہ لگائے بیٹھے تھے پس ہم نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ سفید مرد تکیہ لگانے والا ہے پس اس شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے عبدالمطلب کے بیٹے سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کہا کہ میں نے تیری بات کو سن لیا ہے سو اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں آپ سے کچھ پوچھتا ہوں پس سختی کے ساتھ پوچھوں گا پس آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پوچھ جو چاہتا ہے سو اس نے کہا کہ میں اب پوچھتا ہوں قسم دے کر آپ کے رب اور پہلوں کے رب کی کہ کیا اللہ نے آپ کو تمام آدمیوں کی طرف رسول کر کے بھیجا ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اللہ کی پس کہا اس نے کہ آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ کو اللہ نے حکم کیا ہے پانچ نمازیں پڑھنے کا ایک دن اور رات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اللہ کی پس اس نے کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم کیا ہے مہینے رمضان کے روزے رکھنے کا ہر سال میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اللہ کی پس اس نے کہا کہ میں قسم دیتا ہوں میں آپ کو ساتھ اللہ کے کہ کیا اللہ نے حکم کیا ہے آپ کو صدقہ لینے کا ہمارے دولت مندوں سے اور تقسیم کرنا ہمارے فقیروں پر پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اللہ کی پس کہا اس مرد نے کہ میں ایمان لایا ساتھ اس چیز کے جس کو آپ لائے ہیں اور میں اپنی قوم کی طرف

وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ اٰمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ وَاَنَا رَسُوْلُ مَنْ وَّرَآئِیْ مِنْ قَوْمِیْ وَاَنَا ضِمَامُ بْنُ ثَعْلَبَةَ اَخُوْ بَنِیْ سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ. وَرَوَاهُ مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ وَعَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

رسول ہوں (یعنی آپ کا یہ حکم میں ان کو پہنچاؤں گا اور اُن کو اسلام کی طرف دعوت دوں گا) اور میں ضمام بن ثعلبہ کا ہوں بھائی سعد بن بکر کا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ حضرت ﷺ تکیہ دیے بیٹھے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ جائز ہے تکیہ کرنا امام کو درمیان اپنے تابعداروں کے اور اس میں بیان ہے اس چیز کا کہ تھے اس پر حضرت ﷺ ترک تکبر سے واسطے قول اس کے کہ درمیان اُن کے تھا اور یہ جو کہا کہ مسجد میں تو استنباط کیا ہے اس سے ابن بطال وغیرہ نے پاک ہونا اونٹوں کے پیشاب اور لید کا اس واسطے کہ نہیں امن ہے اس سے جتنی دیر کہ وہ مسجد میں رہا اور حضرت ﷺ نے اس پر انکار نہ کیا اور اس کی دلالت ظاہر نہیں اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس میں محض احتمال ہے اور دفع کرتی ہے اس کو روایت ابو نعیم کی کہ سامنے آیا ایک مرد اپنے اونٹ پر یہاں تک کہ مسجد کے پاس آیا سو اس کو بیٹھایا پھر اس کو باندھا پھر مسجد میں داخل ہوا پس یہ سیاق حدیث کا دلالت کرتا ہے کہ وہ مسجد میں داخل نہیں ہوا اور احمد وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اس نے اونٹ کو مسجد کے دروازہ پر بیٹھایا اور اس کو باندھا پھر مسجد میں داخل ہوا اور یہ جو کہا کہ اَجَبْتُكَ تو مراد یہ ہے کہ میں نے تیری بات سنی یا مراد انشا اجابت کا ہے یا اترا بر قرار رکھنا آپ کا واسطے اصحاب کے اعلام میں اس سے بجائے بولنے کے اور یہی لائق ہے ساتھ مراد بخاری کے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے اس کے واسطے نعم نہ کہا اس واسطے کہ نہ خطاب کیا اس کو ساتھ اس چیز کے کہ لائق تھی واسطے مرتبے اس کی تعظیم سے خاص کر ساتھ اس آیت کے ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ اور عذر اس کی طرف سے اگر ہم کہیں کہ وہ مسلمان ہو کر آیا تھا یہ ہے کہ اس کو نہی نہیں پہنچی اور تھی اس میں باقی سختی گنواروں جیسی اور تحقیق ظاہر ہوئی اس کی سختی بیچ قول اس کے کہ میں سختی کرنے والا ہوں آپ پر سوال میں اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ ہم کو قرآن میں منع ہوا کہ ہم حضرت ﷺ سے کچھ چیز پوچھیں تو ہم کو خوش لگتا تھا کہ کوئی گنوار آئے جو عاقل ہو تو وہ حضرت ﷺ سے پوچھے اور ہم سنیں کہ گنواروں کو ہم سے زیادہ جرأت تھی یعنی اصحاب کھڑنے ہونے والے ہیں نزدیک نہی کے اور گنوار معذور رکھے جاتے ہیں ساتھ جہل کے اور انہوں نے انہوں کے عاقل کی تمنا کی تا کہ ہو پہچاننے والا اُس چیز کو کہ آپ سے پوچھے اور ظاہر ہوئی عقل ضمام کی بیچ مقدم کرنے اس کے کی عذر کو آگے

سوال اپنے کے واسطے گمان اس کے کی کہ وہ مقصود کو نہیں پہنچے گا مگر ساتھ اس خطاب کے اور یہ جو اُس نے کہا کہ میں ایمان لایا ساتھ اس چیز کے کہ آپ لائے تو احتمال ہے کہ ہو یہ اخبار پہلے حال سے اور یہی مختار ہے نزدیک بخاری کے اور ترجیح دی ہے اس کو قاضی عیاض نے اور یہ کہ وہ حاضر ہوا بعد مسلمان ہونے اپنے کے اس حال میں کہ ثبوت چاہتا تھا رسول سے ساتھ اس چیز کے کہ خبر دی اُن کو حضرت ﷺ کے ایلچی نے اور احتمال ہے کہ ہو قول اس کا کہ ایمان لایا میں انشا یعنی میں اب ایمان لایا اور ترجیح دی ہے اس کو قرطبی نے واسطے قول اس کے کی زَعَمَ اس واسطے کہ زعم وہ قول ہے جس پر اعتماد نہ ہو اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ زعم قول محقق پر بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ نقل کیا ہے اس کو ابو عمرو اور زاہدی نے شرح فصیح میں اور اوپر ابوداؤد نے جو باب باندھا ہے بَابُ الْمُشْرِكِ يُدْخِلُ الْمَسْجِدَ تو اس سے اس کی یہ مراد نہیں کہ ضمام مشرک آیا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے چھوڑا ایک شخص آنے والے کو مسجد میں داخل ہو بغیر استفصال کے اور تائید کرتی ہے اس کی کہ اس قول کہ میں ایمان لایا اخبار ہے یہ بات کہ اس نے توحید کی دلیل نہیں پوچھی بلکہ سوال عموم رسالت سے اور شرع کے احکام سے اور اگر انشا ہوتا تو البتہ ہوتی طلب معجزے کی واجب کرتی واسطے اس کے تصدیق کو یہ قول کرمانی کا ہے اور الٹ کیا ہے اس کو قرطبی نے پس استدلال کیا ہے اس نے ساتھ اس کے اوپر صحیح ہونے ایمان مقلد رسول کے اگرچہ نہ ظاہر ہو واسطے اس کے معجزہ واللہ اعلم۔ اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں سوائے اس چیز کے کہ پہلے گزری عمل کرنا ہے ساتھ خبر واحد کے اور نہیں قدح کرتا اس میں آنا ضمام کا واسطے ثبوت چاہنے کے اس واسطے کہ مقصود اس کا ملاقات کرنا اور روبرو ہونا تھا اور تحقیق رجوع کیا ضمام نے طرف قوم اپنی کی تنہا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور ایمان لائے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے اس میں منسوب ہونا شخص کا ہے طرف دادے اپنے کی جب کہ ہو مشہور اس کے باپ سے اور اسی قسم سے ہے قول حضرت ﷺ کا کہ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اور اس میں قسم چاہنا ہے محقق پر واسطے زیادہ تاکید کے اور اس میں روایت اقران کی ہے اقران سے اس واسطے کہ سعید اور شریک دونوں تابعی ہیں ایک درجے میں۔ (فتح)

فائدہ: غرض امام بخاری کی اس باب کے باندھنے سے یہ ہے کہ اگر شاگرد استاد پر قرأت کرے یعنی استاد کو پڑھ کر سناتا جائے جیسے کہ ہند میں اب اس زمانے میں بھی یہی دستور ہے کہ شاگرد پڑھتا جاتا ہے اور استاد سنتا جاتا ہے تو یہ جائز اور معتبر ہے جیسے کہ انس رضی اللہ عنہ کی دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں شخص حضرت ﷺ کو حدیث سناتے گئے اور حضرت ﷺ سنتے گئے ایسے ہی اگر خود استاد اپنی مرویات اور حدیثوں کو پڑھ کر اپنے شاگردوں کو سناتا جائے اور شاگرد چپ کر کے سنتا جائے جیسے کہ عرب کا دستور ہے تو ان دونوں صورتوں میں شاگرد کو اختیار ہے کہ جب اپنے استاد سے کسی کے آگے حدیث نقل کرنے لگے تو خواہ حدثنی فلاں کہے یا اخبرنی فلاں یعنی مجھ سے حدیث بیان کی فلاں نے یا مجھے خبر دی فلاں نے ہر طور سے جائز ہے اور مراد بخاری کی اس سے رد کرنا قول اس کا جو کہتا ہے

کہ استاد پر قرأت کرنا اور سنانا معتبر نہیں وہی معتبر ہے جو استاد خود پڑھ کر سناتا جائے اور شاگرد سنتا جائے۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْمُنَاوَلَةِ وَكِتَابِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْعِلْمِ إِلَى الْبُلْدَانِ. باب ہے بیان میں مناولت کے اور اہل علم کے علم کو شہروں کی طرف لکھنا۔

فائدہ: مناولہ کہتے ہیں اس کو کہ اپنی اصل مرویات اور مسموعات کی کتاب (جس میں اپنی استادوں سے حدیثیں سن کر لکھ رکھی ہوں) اپنے شاگردوں کو دینا اور وہ دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو یہ کہ اپنے شاگرد کو کتاب اصل دے دے اور اس کے ساتھ اس کو روایت کی اجازت بھی دے دے یعنی کہے کہ یہ میرا سماع ہے فلانے سے یا یہ میری تصنیف ہے سو تو مجھ سے اس کتاب کی روایت کر کہ حدیث بیان کی مجھ سے فلانے نے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ فقط اپنی کتاب مرویات کی شاگرد کے حوالے کر دے اور اس کو آپ سے روایت کرنے کی اجازت نہ دے سو اس دوسری قسم میں تو حدثنی یا اخبرنی فلاں کہنا جائز نہیں ہے اور پہلی قسم میں یہ امر جائز ہے اور مراد امام بخاری کی بھی یہی پہلی قسم ہے اور مکاتبت اس کو کہتے ہیں کہ اپنی حدیثوں اور مرویات کو شاگرد کی طرف لکھ بھیجے اور وہ بھی دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو یہ کہ اس کے ساتھ استاد سے روایت کرنے کی اجازت بھی ہو اور دوسری وہ کہ اس کے ساتھ یہ اجازت نہ ہو سو ان دونوں قسموں میں استاد سے روایت کرنا جائز ہے بایں طور کہ مجھ سے فلاں نے حدیث بیان کی ہے یا فلاں شخص نے میری طرف لکھا ہے اور امام بخاری کے نزدیک مناولت اور مکاتبت برابر ہے اور بعض کے نزدیک مناولت بالا جازت کو مکاتبت پر ترجیح ہے اور تحقیق پہلے بیان کی ہم نے صورت عرض مناولت کی اور وہ حاضر کرنا طالب کا ہے کتاب کو تحقیق جائز رکھی ہے جمہور نے روایت کرنی ساتھ اس کے اور رد کیا ہے اس کو جس نے عرض قرأت کو رد کیا ہے بطریق اولی اور یہ جو کہا کہ طرف شہروں کی تو مراد اہل شہروں کے ہیں اور ذکر شہروں کا بطور مثال کے ہے نہیں تو حکم عام ہے گاؤں وغیرہ میں اور مکاتبت روایت اٹھانے کی قسموں سے ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ لکھے استاد اپنی حدیث کو اپنے خط سے یا اجازت دے واسطے اس کے کہ اعتماد ہو ساتھ اس کے ساتھ لکھنے اس کی کے اور بھیجے اس کو بعد لکھنے اس کی کے طرف طالب کی اور اجازت دے اس کو ساتھ روایت کرنے کے استاد کی طرف سے اور تحقیق برابری کی ہے بخاری نے درمیان اس کے اور درمیان مناولت کے اور ترجیح دی ہے ایک قوم نے مناولت کو اوپر مکاتبت کے واسطے حاصل ہونے شافہ کے اس میں سوائے مکاتبت کے اور تحقیق جائز ہے ایک جماعت نے قدما سے بولنے اخبار کے بیچ بولنے ان دونوں کے اور اولی وہ چیز ہے جس پر اہل تحقیق ہیں شرط ہونے بیان اس کے سے اور یہ جو کہا کہ نقل کروایا عثمان نے قرآنوں کو تو یہ ایک ٹکڑا حدیث دراز کا ہے جو فضائل قرآن میں آئے گی اور دلالت اس کی اوپر جائز ہونے روایت کے ساتھ مکاتبت کے واضح ہے اس واسطے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم کیا اُن کو ساتھ اعتماد کے اوپر اس چیز کے کہ اُن قرآنوں میں ہے اور مخالفت اس چیز کی کہ اس کے سوائے ہے اور مستفاد بھیجنے عثمان رضی اللہ عنہ کے

سے مصاحف کو سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ اسناد صورت اس چیز کا ہے کہ لکھی گئی ہے بیچ اس کے طرف عثمان کی نہ اصل ثبوت قرآن کا کہ وہ متواتر ہے نزدیک اُن کے اور ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ کے پاس ایک خط آیا تو اس نے کہا کہ نظر کر اس خط میں سو جو چیز کہ پہچانے تو اس سے اس کو رہنے دے اور جس کو تو نہ پہچانے اس کو مٹا دے اور یہ اصل ہے عرض مناولت کی۔ (فتح)

وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَسَخَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ الْمَصَاحِفَ فَبَعَثَ بِهَا إِلَى الْاٰفَاقِ.

یعنی انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کو نقل کروایا اور شہروں کی طرف بھیج دیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ شہروں کی طرف لکھ کر بھیجنا جائز ہے اور کاتب سے روایت کرنا بھی جائز ہے ورنہ ان کی طرف قرآن بھیجنے کے کوئی معنی نہ ہوں گے۔

وَرَأَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ذٰلِكَ جَائِزًا وَاحْتَجَّ بَعْضُ أَهْلِ الْحِجَازِ فِي الْمُنَاوَلَةِ بِحَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ كَتَبَ لِأَمِيْرِ السَّرِيَّةِ كِتَابًا وَقَالَ لَا تَقْرَأْهُ حَتَّى تَبْلُغَ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ قَرَأَهُ عَلَى النَّاسِ وَأَخْبَرَهُمْ بِأَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور یحییٰ بن سعید اور مالک نے مکاتبت کو جائز رکھا ہے اور بعض اہل حجاز نے مناولت کی اجازت ہونے میں اس حدیث کی دلیل پکڑی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کے سردار کے واسطے خط لکھا اور اس کو فرمایا کہ اس کو نہ پڑھو جب تک کہ فلاں فلاں مکان میں نہ پہنچ جاؤ سو جب وہ امیر اس مکان میں پہنچا تو اس خط کو لوگوں میں پڑھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ان کو سنا دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مناولت جائز ہے اور وجہ دلالت کی اس حدیث سے ظاہر ہے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خط دیا اور اس کو حکم کیا کہ پڑھے اس کو اپنے اصحاب پر تا کہ عمل کریں ساتھ اس چیز کے کہ اس میں ہے پس اس میں مناولت ہے اور معنی مکاتبت کے اور تعاقب کیا ہے اس کا بعض نے بایں طور کے حجت سوائے اس کے نہیں کہ واجب ہوئی ہے ساتھ اس کے واسطے عدم توہم تبدیل اور تغییر کے بیچ اس کے واسطے عدالت اصحاب کے برخلاف ان لوگوں کے کہ ان کے بعد ہیں اور میں کہتا ہوں کہ شرط قیام حجت کی ساتھ مکاتبت کے یہ ہے کہ ہو خط مہر لگایا گیا اور اس کا حامل امانت دار ہو اور جس کی طرف خط لکھا گیا ہے وہ خط استاد کا پہچانتا ہو سوائے اس کی شروط سے جو دفع کرنے والی ہیں واسطے توہم تغییر کے۔ (فتح)

٦٢ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ

۶۲۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو اپنا خط دے کر بھیجا اور اس کو فرمایا کہ اس خط کو

ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهٗ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهٖ رَجُلًا وَأَمَرَهٗ أَنْ يَّدْفَعَهٗ إِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ إِلٰى كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَأَهٗ مَزَّقَهٗ فَحَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ.

بحرین کے بادشاہ کے پاس پہنچادے پس بحرین کے بادشاہ نے اس خط کو کسریٰ (پرویز بادشاہ ایران) کے پاس پہنچایا سو جب کسریٰ نے اس خط کو پڑھا تو اُسے پھاڑ ڈالا اور ٹکڑے ٹکڑے کردیا (راوی کہتا ہے کہ میں خیال کرتا ہوں کہ ابن مسیب نے یہ بات کہی) پس حضرت ﷺ نے ان پر بددعا کی یہ کہ ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں ہر قسم ریزہ ریزہ کیے جانے کا۔

فائدہ: حضرت ﷺ کی بددعاء کی یہ تاثیر ہوئی کہ اس کے بیٹے نے اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا سو جب وہ مرنے لگا تو دواؤں کا خزانہ کھولا اور زہر کے ڈبے پر لکھ دیا کہ یہ دوا جماع کے واسطے اکسیر ہے اور اس کا بیٹا جماع کا بہت شوق رکھتا تھا جب وہ مرگیا تو اس کے بیٹے نے دوائی خانہ کھولا اور اس ڈبے پر لکھا ہوا دیکھا تو اس کو کھا گیا اور کھاتے ہی ملک عدم کی طرف روانہ ہوا۔ پس اسی دن اُن کی سلطنت میں تنزل شروع ہوگیا یہاں تک کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد سعادت میں ان کا نام ونشان بھی کہیں باقی نہ رہا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہروں کی طرف لکھنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت کی ترجمہ سے اور وجہ دلالت اس کی اوپر مکاتبت کے ظاہر ہے اور ممکن ہے کہ استدلال کیا جائے ساتھ اس کے اوپر مناولت کے اس اعتبار سے کہ حضرت ﷺ نے اپنے ایلچی کو خط دیا اور حکم دیا کہ اس کو یہ کہ خبر دے بحرین کے حاکم کو ساتھ اس کے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا خط ہے اگرچہ نہ سنی اس نے وہ چیز کہ اس میں تھی اور نہ اس کو پڑھا۔ (فتح)

٦٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا أَوْ أَرَادَ أَنْ يَّكْتُبَ فَقِيْلَ لَهٗ إِنَّهُمْ لَا يَقْرَءُوْنَ كِتَابًا إِلَّا مَخْتُوْمًا فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِّنْ فِضَّةٍ نَقْشُهٗ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى بَيَاضِهٖ فِيْ يَدِهٖ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ مَنْ قَالَ نَقْشُهٗ

٦٣۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے خط کو لکھا یا لکھنے کا ارادہ کیا سو کسی نے آپ سے عرض کی کہ وہ لوگ بغیر مہر کسی خط کو نہیں پڑھتے ہیں یعنی جس خط پر مہر لگی ہو اس کو پڑھتے ہیں پس حضرت ﷺ نے چاندی کی انگشتری بنوائی جس میں محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا گویا کہ میں آپ کے ہاتھ میں اس کی سفیدی کی طرف ابھی دیکھ رہا ہوں پس کہا میں نے قتادہ سے یہ کس نے کہا کہ اس کا نقش محمد رسول اللہ تھا انہوں نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ نے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ أَنَسٌ.

فائدہ: اس حدیث سے بھی مکاتبت کا جائز ہونا معلوم ہوا پس اس کی ترجمہ سے موافقت ہوگئی۔ اور یہ جو کہا کہ نہیں پڑھتے خط مگر مہر کیا ہوا تو پہچانا جاتا ہے اس سے فائدہ اس حدیث کے وارد کرنے کا اس باب میں تا کہ تنبیہ کرے اس پر کہ شرط عمل کے ساتھ مکاتبت کے یہ ہے کہ ہو خط مہر کیا ہوا تا کہ حاصل ہو امن تو ہم تغیر اس کے سے لیکن بے پرواہی کی جاتی ہے اس کے مہر لگانے سے جب کہ ہو حامل عدل امانت دار۔

فائدہ: نہیں ذکر کیا بخاری نے قسموں تحمل کی سے اجازت کو جو خالی ہو مناولت سے یا مکاتبت سے اور نہ وجادت کو اور نہ وصیت کو اور نہ اعلام مجردہ کو اجازت سے اور شاید وہ ان میں سے کسی چیز کو نہیں دیکھتا اور بخاری نہیں جائز رکھتا اجازت میں اطلاق تحدیث کا پس دلالت کی اس نے کہ وہ مسموع ہے نزدیک اس کے لیکن سب استعمال اس کے کا واسطے اس صیغے کے تا کہ فرق کرے درمیان اس چیز کے کہ اس کی شرط پر ہے اور اس کے جو اس کی شرط پر نہیں۔ (فتح)

بَابُ مَنْ قَعَدَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ وَمَنْ رَاٰى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيْهَا.

جہاں پر مجلس تمام ہو یعنی سب لوگوں کے پیچھے بیٹھنے کا بیان اور مجلس کے اندر جگہ ملے وہاں بیٹھنے کا بیان۔

فائدہ: مناسبت اس باب کی واسطے کتاب علم کے اس جہت سے ہے کہ مراد ساتھ مجلس اور حلقے کی حلقہ علم کا ہے اور مجلس علم کی پس داخل ہوگا طالب کے ادب میں کئی وجہ سے جیسے کہ ہم عنقریب اس کو بیان کریں گے اور جو ترجمے پہلے گزرے ہیں وہ سب متعلق ہیں ساتھ صفات عالم کے۔ (فتح)

٦٤ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى عَقِيْلِ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيْ وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ قَالَ فَوَقَفَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَاٰى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيْهَا وَأَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَأَمَّا

۶۴۔ ابوواقد لیثی سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک تین مرد سامنے سے آئے پس دونوں رسول اللہ ﷺ کی طرف آگے آئے اور ایک چلا گیا سو وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے ہوئے پس ان دونوں میں سے ایک نے تو مجلس میں خالی جگہ دیکھی پس وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا ان سب کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پلٹ کر چلا گیا پس جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ہاں میں خبر دیتا ہوں تم کو تینوں شخص کے حال کی پس ان میں سے ایک نے تو اللہ کی طرف ٹھکانہ پکڑا سو اللہ نے اس کو جگہ دی اور دوسرا تو شرمایا پس اللہ بھی اس سے شرمایا یعنی اللہ نے اس کو اپنے غضب سے بچایا اور

الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوٰى إِلَى اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ وَأَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ وَأَمَّا الْاٰخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ.

تیسرے نے منہ پھیرا سو اللہ نے اس سے منہ پھیرا یعنی جب اس نے اپنے لائق جگہ نہ دیکھی تو غرور سے چلا گیا اس واسطے غضب الٰہی میں گرفتار ہوا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ علم اور وعظ کی مجلس میں قریب ہونا نہایت افضل ہے اور دور بیٹھنا جائز ہے لیکن ثواب ملتا ہے اور مناسبت اس باب کی کتاب العلم کے ساتھ اس طور سے ہے کہ مجلس سے مراد یہاں علم کی مجلس ہے چنانچہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ علم بیان فرما رہے تھے یہ جو کہا کہ پس وہ دونوں حضرت ﷺ پر کھڑے ہوئے تو ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جب وہ حضرت ﷺ پر کھڑے ہوئے تو سلام کیا اور مستفاد ہوتا ہے اس سے جو باہر سے آئے پہلے وہ سلام کرے اور یہ کہ جو کھڑا ہو وہ بیٹھے کو سلام کرے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ سلام کا جواب ذکر نہیں کیا واسطے کفایت کرنے کے ساتھ مشہور ہونے اس کی کے اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جو عبادت میں غرق ہو اس سے سلام کا جواب دینا ساقط ہو جاتا ہے اور نہیں ذکر کیا کہ انہوں نے تحیۃ المسجد پڑھا تو واسطے ہونے اس قصے کے کہ تھا پہلے مشروع ہونے اس کے کی یا وہ دونوں بے وضو تھے یا واقع ہوا پس منقول نہیں ہوا واسطے اہتمام کے ساتھ غیر اس قصے کے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب ہے حلقہ باندھنا بیچ مجلسوں ذکر اور علم کے اور یہ کہ جو کسی جگہ میں پہلے پہنچے ہوتا ہے وہ زیادہ ترحق دار ساتھ اس کے اور یہ جو کہا کہ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ بدلا دیا اس کو اللہ نے ساتھ نظیر فعل اس کے کی بایں طور کے جوڑا اس کو طرف رحمت اپنی کی اور رضامندی اپنی کی اور اس میں مستحب ہونا ہے ادب کا ہے بیچ مجلسوں علم کے اور فضیلت خالی جگہ کی بند کرنے کی حلقے میں جیسے وارد ہوئی ہے ترغیب بیچ بند کرنے خالی جگہوں کے جماعت کی صفوں میں اور جائز ہونا تخطی کا واسطے بند کرنے خالی جگہوں کے جب کہ کسی کو ایذا نہ دے پس اگر ایذا کا خوف ہو تو مستحب ہے بیٹھنا جس جگہ کہ اخیر پہنچے جیسا کہ دوسرے نے کیا اور اس میں ثنا ہے اس شخص پر جو ہجوم کرے خیر کی طلب میں اور یہ جو کہا کہ شرمایا تو معنی یہ ہیں کہ ترک کیا مزاحمت کو جیسا کہ اس کے ساتھی نے کیا واسطے شرمانے کے حضرت ﷺ سے اور حاضرین سے اور یا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مجلس سے چلا جانے سے شرمایا جیسا کہ اس کے تیسرے ساتھی نے کیا تھا اور یہ جو کہا کہ اللہ اس سے شرمایا یعنی اس پر رحم کیا اور اس کو عقاب نہ کیا اور یہ جو کہا کہ اللہ نے بھی اس سے منہ پھیرا یعنی غضبناک ہوا اوپر اس کے اور وہ محمول ہے اس پر جو منہ پھیر کے گیا نہ کسی عذر سے اور یہ اس وقت ہے جب کہ ہو مسلمان اور احتمال ہے کہ ہو منافق اور حضرت ﷺ کو

اس کے امر پر اطلاع ہوگئی ہو جیسے کہ احتمال ہے کہ ہو قول حضرت ﷺ فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ اخبار یا دعا اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خبر ہے اور یہ کہ جائز ہے خبر دینا گنہگاروں سے اور ان کے احوال سے واسطے جھڑک کے اس سے اور یہ غیبت نہیں گنی جاتی اور اس حدیث میں فضیلت ہے ملازمت حلقوں علم اور ذکر کے اور بیٹھنا عالم اور مذکر کا مسجد میں اور اس میں تعریف ہے شرمانے والے پر اور بیٹھنا جس جگہ کو ختم ہو ساتھ اس کے مجلس۔ (فتح)

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ.

بہت آدمی علم پہنچایا گیا زیادہ تر یاد رکھنے والا ہے سننے والے سے۔

٦٥۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرَةَ عَنْ أَبِيْهِ ذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَعَدَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَأَمْسَكَ إِنْسَانٌ بِخِطَامِهٖ أَوْ بِزِمَامِهٖ قَالَ أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا فَسَكَتْنَا حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ سِوَى اسْمِهٖ قَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَأَيُّ شَهْرٍ هٰذَا فَسَكَتْنَا حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ فَقَالَ أَلَيْسَ بِذِي الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَإِنَّ دِمَآئَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَآئِبَ فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَسٰى أَنْ يُّبَلِّغَ مَنْ هُوَ أَوْعٰى لَهٗ مِنْهُ.

٦٥۔ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور ایک شخص نے اُس کی لگام کو پکڑا آپ نے فرمایا یہ کون دن ہے؟ پس چپ رہے ہم یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا اس کے نام کے سوا آپ اُس کا کچھ اور نام رکھیں گے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کیا یہ قربانی کا دن نہیں؟ ہم نے عرض کی کہ ہاں۔ (پھر) فرمایا کہ یہ کون مہینہ ہے پس چپ رہے ہم یہاں تک کہ ہم کو گمان ہوا کہ آپ اس کے پہلے نام کے سوا اس کا کچھ اور نام رکھیں گے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کیا یہ ذی الحج نہیں؟ ہم نے عرض کی ہاں ذی الحج ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تحقیق خون تمہارے اور مال تمہارے اور آبروئیں تمہاری درمیان میں تمہارے حرام ہیں مثل حرام ہونے اس دن کی اس مہینے میں اس شہر میں اور چاہیے کہ پہنچا دے حاضر غائب کو پس قریب ہے کہ حاضر ایسے شخص کو پہنچائے جو اس سے زیادہ تر یاد رکھنے والا ہو۔

فائدہ: یعنی جیسے مکے میں اور ذی الحج کے مہینے میں عرفے کا دن حرام ہے اس میں کسی طرح زیادتی درست نہیں اسی طرح اپنی جانوں اور مالوں اور آبروؤں کو حرام جانو کسی کو دوسرے مسلمان کا ناحق جان مارنا اور مال چھیننا درست نہیں اور اس دن اور مہینے اور شہر کی حرمت اُن کے نفسوں میں خوب جمی ہوئی تھی اور اُن کی حرمت کو توڑ دینا اُن کے نزدیک کسی حال اور کسی ضرورت میں جائز نہ تھا اور مناسبت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے قرطبی نے کہا کہ سوال کرنا حضرت ﷺ کا تین چیزوں سے اور چپ رہنا آپ کا بعد ہر سوال کے ان میں ہی تھا واسطے حاضر کرنے اُن کے

فہموں کو اور تا کہ متوجہ ہوں طرف اس کی بالکل اور تا کہ معلوم کریں عظمت اُس چیز کی جس کی حضرت ﷺ ان کو خبر دیتے ہیں پس اسی واسطے اس کے بعد کہا کہ بے شک خون تمہارے الخ واسطے مبالغے کے بیچ حرام ہونے ان چیزوں کے اور مناط تشبیہ کی بیچ قول اس کے کی فَاِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ بعد ہے ظاہر ہونا اس کا ہے نزدیک سامعین کے اس واسطے کہ حرمت شہر اور مہینے اور دن کی تھی ثابت ان کے نفسوں میں مقرر نزدیک اُن کے برخلاف جانوں اور مالوں اور آبروؤں کے اس واسطے کہ تھے جاہلیت والے مباح جانتے ان کو نو وارد ہوئی شرع اوپر ان کے ساتھ اُس کے کہ مسلمان کی جان و مال اور آبرو کا حرام ہونا بہت بڑا ہے حرمت شہر اور مہینے اور دن کی سے پس نہ وارد ہوگا۔ مشبہ بہ کا پس ہونا رتبے میں مشبہ سے اس واسطے کہ خطاب سوائے اس کے نہیں کہ واقع ہوا ہے بہ نسبت اس چیز کے کہ عادی تھے ساتھ اس کے مخاطب پہلے اقرار پانے شرع کے اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ہر سوال کا جواب دیا اور کہا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے اور یہ حسن ادب ان کے سے ہے اس واسطے کہ انھوں نے معلوم کیا کہ نہیں پوشیدہ ہے آپ پر وہ چیز کہ پہچانتے ہیں اس کو جواب سے اور یہ کہ نہیں ہے مراد آپ کی مطلق اخبار ساتھ اس چیز کے کہ پہچانتے ہیں اس کو اسی واسطے باب کی روایت میں کہا کہ یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے پس اس میں اشارہ ہے طرف سپرد کرنے کل امروں کی طرف شارع کی اور مستفاد ہوتی ہے اس سے حجت واسطے ان لوگوں کے جو شرع کے حقائق کو ثابت کرتے ہیں اور مراد حاضر سے وہ ہے جو مجلس میں حاضر ہے اور مراد غائب سے جو اس مجلس سے غائب ہے اور مراد پہنچانا قول مذکور کا ہے یا تمام احکام کا اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں سوائے اس کے جو پہلے گزرے رغبت دلاتا ہے اوپر پہنچانے علم کے اور جائز ہونا تحمل کا پہلے کامل ہونے اہلیت کے اور یہ کہ ادا میں سمجھنا شرط نہیں اور کبھی آتا ہے پچھلوں میں وہ شخص جو زیادہ تر سمجھنے والا ہوتا ہے پہلوں سے لیکن ایسے لوگ کم ہیں اور استنباط کیا ہے ابن منیر نے اس سے کہ راوی کی تفسیر زیادہ تر راجح ہے اس کے غیر کی تفسیر سے اور اس میں جواز قعود کا ہے اوپر پیٹھ چوپایوں کے اس حال میں کہ چوپایا کھڑا ہو جب کہ اس کی حاجت ہو اور جو نہی اس میں وارد وہ محمول ہے اُس پر جو بغیر ضرورت کے ہو اور یہ کہ جائز ہے خطبہ پڑھنا بلند جگہ پر تا کہ ہو ابلغ بیچ سنانے اس کے لوگوں کو اور دیکھنے ان کے کی اس کو۔ (فتح)

بَابُ الْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ.

علم کا قول اور عمل پر مقدم ہونے کا بیان واسطے قول اللہ غالب اور بزرگ کے پس جان تو کہ تحقیق اللہ کے سوا کوئی لائق بندگی کے نہیں پس شروع کیا ساتھ علم کے۔

فائدہ: ابن منیر نے کہا کہ مراد ساتھ اس کے یہ ہے کہ علم شرط ہے بیچ صحیح ہونے قول اور فعل کے پس نہیں اعتبار ہے ان کا مگر ساتھ اس کے پس وہ متقدم ہے اوپر ان دونوں کے اس واسطے کہ وہ صحیح کرنے والا ہے واسطے نیت کے جو صحیح

کرنے والی ہے واسطے عمل کے پس تنبیہ کی بخاری نے اس پر تا کہ سبقت کی جائے طرف ذہن کی قول ان کے سے کہ نہیں نفع دیتا علم مگر ساتھ عمل کے اہانت ہے واسطے امر علم کے اور تساہل ہے اس کے طلب میں اور یہ جو کہا کہ پس شروع کیا ساتھ علم کے جس جگہ کہ کہا ﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ پھر کہا اور مغفرت مانگ واسطے اپنے گناہ کے اور خطاب اگر چہ واسطے حضرت ﷺ کے ہے پس وہ شامل ہے واسطے امت کے اور استدلال کیا ہے سفیان بن عیینہ نے ساتھ اس آیت کے اوپر فضیلت علم کے کہ پہلے اللہ نے اِعْلَمْ کہا پھر اس کو عمل کا حکم دیا اور کھینچی جاتی ہے اس سے دلیل اس چیز کی جو اہل کلام کہتے ہیں معرفت کی واجب ہونے سے لیکن نزاع جیسے کہ ہم نے پہلے بیان کیا سوائے اس کے نہیں کہ وہ بیچ واجب ہونے سیکھنے دلیلوں کے ہے بنا بر ان قواعد کے جو کلام کی کتابوں میں مذکور ہے اور یہ جو کہا کہ علماء وارث ہیں پیغمبروں کے تو اس کو بخاری نے حدیث نہیں کہا پس اسی واسطے نہیں گنی جاتی اس کی معلق حدیثوں میں لیکن وارد کرنا اس کا ترجمہ میں مشعر ہے ساتھ اس کے کہ اس کی کوئی اصل ہے اور اس کا شاہد قرآن میں یہ قول اللہ کا ہے ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾ اور مناسبت اس کی واسطے ترجمہ کے اس جہت سے ہے کہ تحقیق وارث قائم ہے مقام مورث کی اس واسطے اس کے حکم اس کا ہے اور یہ جو کہا کہ طریقا یعنی راہ تو نکرہ بیان کیا اس کو اور علم کو تا کہ شامل ہو اقسام طرق کو جو پہنچانے والے ہیں طرف حاصل کرنے علوم دینی کی اور تا کہ درج ہو اس میں علم تھوڑا اور بہت اور یہ جو کہا کہ آسان کرتا ہے اللہ واسطے اس کے راہ یعنی آخرت میں یا دنیا میں بایں طور کہ توفیق دیتا ہے اس کو واسطے نیک عملوں کے جو پہنچانے والے ہیں طرف بہشت کی اور اس میں بشارت ہے ساتھ آسان کرنے علم کے اوپر طالب کے اس واسطے کہ اس کا طلب کرنا ان راہوں سے ہے جو پہنچانے والے ہیں طرف بہشت کی اور یہ جو کہا کہ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ڈرتا ہے اللہ سے جو جانتا ہے اس کی قدرت کو اور غلبے کو اور وہ عالم لوگ ہیں اور یہ جو کہا کہ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ الخ یعنی سننا مانند اس چیز کے کہ یاد رکھے اور سمجھے اور نعقل میں سمجھنا مانند اس شخص کی جو تمیز کرے اور یہ سب صفتیں اہل علم کی ہیں پس معنی یہ ہیں کہ اگر اہل علم سے ہوتے تو البتہ ہم جانتے وہ چیز کہ ہم پر واجب ہے پس عمل کرتے ہم ساتھ اس کے پس نجات پاتے ہم اور یہ جو کہا مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ تو مراد ساتھ فقہ کے سمجھ ہے احکام شرعیہ میں اور یہ جو کہا کہ سوائے اس کے نہیں کہ علم ساتھ سیکھنے کے ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ نہیں علم معتبر مگر جو ماخوذ ہو پیغمبروں سے اور اُن کے وارثوں سے بطور سیکھنے کے۔ (فتح)

وَاَنَّ الْعُلَمَآءَ هُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ وَرَّثُوا الْعِلْمَ مَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ بِهٖ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ.

یعنی تحقیق علماء یہی ہیں وارث پیغمبروں کے جو علم کے وارث ہوئے ہیں جس نے علم حاصل کیا اس نے بڑا کامل حصہ لیا اور جو شخص دینی علم کی طلب کے واسطے راہ میں چلا اللہ اس کی برکت سے اس پر بہشت کی راہ

آسان کردے گا۔

فائدہ: یہ بشارت ہے بہشت کی طالب علم اور دیندار عالم کے حق میں اور علم دین قرآن وحدیث ہے اور بس۔

وَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ﴾ وَقَالَ ﴿وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُوْنَ﴾ ﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ أَصْحَابِ السَّعِيْرِ﴾ وَقَالَ ﴿هَلْ يَسْتَوِی الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَإِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ وَقَالَ أَبُوْ ذَرٍّ لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَةَ عَلٰى هٰذِهٖ وَأَشَارَ إِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ ظَنَنْتُ أَنِّيْ أُنْفِذُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ تُجِيْزُوْا عَلَيَّ لَأَنْفَذْتُهَا.

یعنی سوائے اس کے نہیں کہ ڈرتے ہیں اللہ سے اس کے بندے جو عالم ہیں اور فرمایا اور نہیں سمجھتے امثال مضروبہ کو مگر علم والے اور فرمایا کہ کہیں گے وہ کافر لوگ کہ اگر ہم ہوتے سنتے یا سمجھتے تو نہ ہوتے ہم رہنے والوں میں دوزخ کے اور کہا کیا برابر ہیں جو لوگ کہ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ کہ علم نہیں رکھتے اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جس کے ساتھ بہتری کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کے باب میں سمجھ دیتا ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ علم پڑھنے اور سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے اور ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم تلوار کو میری گردن پر رکھو اور مجھ کو گمان ہو کہ میں ایک کلام کو (جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے) تمہاری مجھ پر تلوار چلانے سے پہلے پہنچا سکوں گا تو البتہ پہنچا دوں اس کو۔

فائدہ: یعنی اگر ایسی حالت میں بھی میرا قابو لگے تو میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو پہنچادوں اور چھپا نہ رکھوں پس معلوم ہوا کہ علم دین کو چھپانا بہت برا ہے مرثد سے روایت ہے کہ میں ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہ جمرہ وسطیٰ کے پاس بیٹھا تھا اور تحقیق جمع ہوئے تھے اس پر لوگ سو ایک مرد اس کے پاس آیا اور اس پر کھڑا ہوا پس کہا اس نے کہ کیا فتویٰ دینے سے باز نہیں رہتا تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اٹھایا سو کہا کہ کیا تو میرا محافظ ہے الخ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے اس کو فتویٰ دینے سے منع کیا تھا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے جو اس وقت خلیفہ تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ ابوذر شام میں تھے سو جھگڑے ساتھ معاویہ کے بیچ تاویل اس آیت کے ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ سو معاویہ نے کہا کہ یہ خاص اہل کتاب کے حق میں اتری ہے تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اُن کے حق میں بھی اور ہمارے حق میں بھی تو معاویہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کو بلالیں تو عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا پس حاصل ہوا جھگڑا کہ پہنچایا اس نے طرف منتقل ہونے ابوذر رضی اللہ عنہ کی مدینے سے تو ابوذر رضی اللہ عنہ ربذہ میں آبسے یہاں تک کہ فوت ہوئے اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے تھی کہ اگر امام فتوے دینے سے منع کرے تو اس میں اس

کی فرمانبرداری واجب نہیں اس واسطے کہ ان کی رائے یہ تھی کہ فتوے دینا اس پر واجب ہے واسطے حکم کرنے حضرت ﷺ کے ساتھ حکم پہنچانے کے اس سے کما تقدم۔
اور شاید اس نے یہ وعید سنی ہوگی کہ جو علم کو چھپا دے اس کو آگ کی لگام دی جائے گی اور معنی تجیزوا کے یہ ہیں کہ پہلے اس سے کہ تم میرے قتل کو پورا کرو اور اس میں رغبت دلانا ہے اوپر سکھلانے علم کے اور اٹھانا مشقت کا بیچ اس کے اور صبر کرنا تکلیف پر واسطے چاہنے ثواب کے اور یہ جو کہا کہ ربانی تو یہ نسبت ہے طرف رب کی یعنی جو قصد کرے اس چیز کا کہ حکم کیا ہے اس کو اس کے رب نے ساتھ قصد اس کے کی علم اور عمل سے اور بعض نے کہا کہ عالموں کو ربانی اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ علم کو پاتے ہیں یعنی اس کے ساتھ قائم ہوتے ہیں اور حاصل یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ نسبت رب کی طرف ہے یا تربیت کی اور تربیت بنا بر اس کے واسطے علم کے ہے اور بنا بر اس کے کہ حکایت کی ہے واسطے سیکھنے اس کے اور مراد ساتھ چھوٹے علم کے وہ چھوٹے نہیں کہ ظاہر اس کو مسئلوں سے اور ساتھ بڑے علم کے وہ چیز ہے جو باریک ہو اس سے اور بعض کہتے ہیں کہ سکھلا دے ان کو جزئیات اس کی پہلی کلیات اس کے کی یا فروع اس کے پہلے اصول اس کے کی یا مقدمات اس کے پہلے مقاصد اس کے اور ابن اعرابی نے کہا کہ نہیں کہا جاتا واسطے عالم کے ربانی یہاں تک کہ ہو عالم معلم عامل۔ (فتح)

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَآئِبَ.

یعنی قول نبی ﷺ کا چاہیے کہ پہنچا دے حاضر غائب کو۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ﴾ حُلَمَآءَ فُقَهَآءَ وَيُقَالُ الرَّبَّانِيُّ الَّذِىْ يُرَبِّى النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ قَبْلَ كِبَارِهٖ.

یعنی کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت ﴿كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ﴾ کی تفسیر میں کہ تم ربانی ہو جاؤ یعنی حکماء اور علماء اور فقہاء ہو جاؤ بعض نے کہا کہ ربانی اس کو کہتے ہیں جو مشکل مسئلوں سے پہلے علم کی آسان باتوں سے لوگوں کی تربیت کرے اور بتدریج ان کو مشکل مسائل کی تعلیم کرے۔

فائدہ: غرض امام بخاری کی ان آیات اور آثار سے یہ ہے کہ علم حاصل کرنا قول و عمل وغیرہ سب پر مقدم ہے اس لیے کہ جب ایک چیز کا کسی کو علم نہیں ہوگا اس کو زبان سے کہنا یا اس پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے اور اس سے یہ بات بھی سمجھی جاتی ہے کہ علم وہی معتبر ہے جو پیغمبروں سے بطریق تعلیم و تعلم کے ماخوذ ہے اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ مطلق علم جہاں پر بولا جاتا ہے وہاں مراد اس سے علم شریعت کا ہے اسی وجہ سے اگر کوئی شخص علماء کے واسطے وصیت کرے تو نہیں خرچ کیا جائے گا مگر اصحاب حدیث پر اور تفسیر و فقہ پر کرمانی۔

بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَيْ لَا يَنْفِرُوْا.

باب ہے بیان میں اس کے جو نبی ﷺ خبر گیری کرتے تھے صحابہ کے ساتھ وعظ اور علم کی تا کہ اُن کو نفرت نہ ہو۔

فائدہ: یعنی آنحضرت ﷺ لوگوں کو ہر روز وعظ نہیں سناتے تھے بلکہ کبھی کبھی نصیحت فرماتے جب کہ لوگوں کی کمال رغبت دیکھتے اور زیادہ شوق معلوم کرتے تا کہ لوگ تھک نہ جائیں اور تنگ نہ ہو جائیں اور موعظت کے معنی ہیں نصیحت اور وعظ کرنا اور عطف علم کا اوپر اس کے عطف عام کا ہے خاص پر اس واسطے کہ علم شامل ہے موعظت وغیرہ کو اور سوائے اس کے نہیں کہ عطف کیا اس کو اوپر اس کے اس واسطے کہ وہ منصوص ہے حدیث میں اور ذکر کیا علم کو بطورِ استنباط کے اور یہ جو کہا تا کہ نفرت کریں تو استعمال کیا ہے بخاری نے ترجمہ میں دونوں حدیثوں کے معنی کو جن کو بیان کیا اور متضمن ہے یہ تفسیر سامہ کو ساتھ نفور کے اور وہ دونوں متقارب ہیں اور مناسبت اس کی واسطے ماقبل کے ظاہر ہے اس چیز کی جہت سے کہ حکایت کیا ہے اس کو اخیر تفسیر زبانی کی سے مانند مناسبت اس چیز کے کہ اس کے پہلے ہے سختی کرنے ابوذر رضی اللہ عنہ کی سے بیچ حکم پہنچانے کے واسطے اس چیز کے اس سے پہلے گزری حکم پہنچانے سے اور اکثر ابواب اس کتاب کے واسطے اس شخص کے کہ نظر کرے بیچ اس کے نہیں خالی ہوتی اس سے۔ (فتح)

٦٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ كَرَاهَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا.

۶۶۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری خبر گیری کرتے تھے ساتھ وعظ کے کئی دنوں میں واسطے مکروہ جاننے اکتانے ہمارے کے۔

فائدہ: اور مستفاد ہوتا ہے اس حدیث سے استحباب ترک مداومت کا بیچ کوشش کے نیک عمل میں واسطے خوف ملال کے اگرچہ ہمیشگی مطلوب لیکن وہ دو قسم پر ہے یا تو ہر دن ساتھ نہ ہونے تکلف کے اور یا دوسرے دن پس ہوگا دن ترک کا واسطے راحت کے تا کہ متوجہ ہو دوسرے پر ساتھ نشاط کے اور یا ایک دن جمعہ میں اور مختلف ہے ساتھ احوال اور اشخاص کے اور ضابط حاجت ہے ساتھ رعایت وجود نشاط کے اور احتمال ہے عمل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا باوجود استدلال اس کے کی یہ کہ پیروی کی ہو اس نے ساتھ فعل حضرت ﷺ کے یہاں تک کہ اس دن میں جس کو معین کیا اور احتمال ہے کہ پیروی کی ہو اس نے ساتھ مجرد فاصلہ کرنے کی درمیان عمل اور ترک کے کہ تعبیر کیا اس سے ساتھ تخول کے اور دوسری بات ظاہر تر ہے اور تحقیق لی ہے بعض علماء نے حدیث باب سے کراہت تشبیہ غیر روایت کے ساتھ روایت کی یعنی غیر مؤکد نفلوں کو مؤکدہ سنتوں کے ساتھ مانند کرے ساتھ ہمیشگی کرنے کے اوپر اُن کے بیچ وقت معین کے اور

مالک سے بھی اسی طرح آیا ہے اور یہ جو کہا کہ بشارت دو اور نفرت نہ دلاؤ تو مراد تالیف اس شخص کی ہے جو تازہ اسلام لایا اور ترک کرنا تشدید کا اس پر ابتداء میں اور اسی طرح جھڑکنا گناہ سے لائق ہے یہ کہ ہو ساتھ نرمی کے تاکہ قبول کرے اور اسی طرح تعلیم علم کی لائق ہے کہ ہو ساتھ آہستگی کے اس واسطے کہ جب ابتداء میں چیز آسان ہو تو محبوب ہوتی ہے طرف اس شخص کی جو اس میں داخل ہوتا ہے اور قبول کرتا ہے اس کو ساتھ خوشدلی کے اور ہوتی عاقبت اس کی اکثر اوقات زیادتی برخلاف اس کی ضد کے۔ (فتح)

٦٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا.

٦٧۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ آسانی او رنرمی کرو اور نہ سخت پکڑو اور خوشخبری دو اور نہ نفرت دلاؤ اور نہ بھڑکاؤ۔

فائدہ: نرمی چاہیے تاکہ لوگ دین سیکھیں اور بدخلقی اور سختی نہیں چاہیے کہ وحشت نہ کریں۔

بَابُ مَنْ جَعَلَ لِأَهْلِ الْعِلْمِ أَيَّامًا مَّعْلُوْمَةً.

بیان میں اس کے جو اہل علم کے واسطے دن مقرر کردے۔

فائدہ: یہ جو فرمایا کہ ایام معلومہ تو شاید لیا ہے اس کو بخاری نے فعل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سے بیچ وعظ کرنے اس کے کی ہر جمعرات کے دن یا استنباط عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سے اس کو اس حدیث سے جس کو وارد کیا ہے۔ (فتح)

٦٨ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ قَالَ أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِيْ مِنْ ذٰلِكَ أَنِّيْ أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ وَإِنِّيْ أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا.

٦٨۔ ابووائل سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کے روز لوگوں کو وعظ سنایا کرتے تھے پس ایک مرد نے اُن سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن (ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) البتہ میں دوست رکھتا ہوں کہ تم ہر روز ہم کو وعظ سنایا کرو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا خبردار ہو تحقیق شان یہ ہے کہ منع کرتا ہے مجھ کو اس سے یہ کہ میں برا جانتا ہوں تمہارے تھکانے کو اور تحقیق میں خبر گیری کرتا ہوں تمہارے ساتھ وعظ کی جیسے کہ خبر گیری کرتے تھے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ اس کے واسطے خوف دلگیری ہماری کے۔

فائدہ: یہ حدیث شامل ہے تین حکموں پر ایک فضیلت دین میں سمجھ حاصل کرنے کی ہے دوسرا یہ کہ دینے والا فی

الحقیقت وہ اللہ ہی ہے تیسرا یہ کہ بعض اس امت سے ہمیشہ حق پر ہی رہیں گے پس پہلا مسئلہ لائق ہے ساتھ بابوں علم کے اور دوسرا لائق ہے ساتھ قسمت صدقوں کے اور تیسرا لائق ہے ساتھ ذکر نشانیوں قیامت کے اور تحقیق وارد کیا ہے اس کو بخاری نے اعتصام میں واسطے التفات اس کی کے کہ کوئی زمانہ مجتہد سے خالی نہیں ہے اور اس کا مفصل بیان آئندہ آئے گا اور یہ کہ مراد ساتھ امر اللہ کے اس جگہ ہوا ہے جو ہر ایماندار کی روح کو قبض کرے گی جس کے دل میں کچھ ایمان ہوگا اور بدترین لوگ باقی رہیں گے پس قائم ہوگی اوپر ان کے قیامت اور تحقیق متعلق ہیں تینوں حدیثیں ساتھ بابوں علم کے بلکہ ساتھ ترجمہ اس باب کے خاصہ جہت اثبات خیر کی سے واسطے اس شخص کے کہ اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرے اور یہ کہ تحقیق یہ نہیں ہوتا ساتھ کمانے کے فقط بلکہ واسطے اس شخص کے کہ کھولے اللہ ساتھ اس کے اوپر اس کے اور یہ کہ اللہ جس پر یہ کھولتا ہے ہمیشہ رہتی جنس اس کی موجود یہاں تک کہ اللہ کا حکم آئے اور تحقیق جزم کیا ہے بخاری نے ساتھ اس کے کہ مراد ساتھ اس کے اہل حدیث ہیں جو حدیثوں کا علم رکھتے ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر اہل حدیث نہیں تو میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں اور قاضی عیاض نے کہا کہ مراد احمد رحمۃ اللہ علیہ کی اہل سنت ہیں اور جو اہل حدیث کے مذہب کے ساتھ اعتقاد کرتا ہے اور نووی نے کہا کہ احتمال ہے کہ ہو یہ گروہ ایمانداروں کی قسموں سے ان لوگوں سے اللہ کے امر کو قائم رکھتے ہیں۔ مجاہد اور فقیہ اور محدث اور زاہد امر بالمعروف سے اور سوائے اس کے خیر کی اقسام سے اور نہیں لازم ہے جمع ہونا ان کا ایک مکان میں بلکہ جائز ہے کہ متفرق اور جدا جدا ہوں اور اس کی مفصل شرح کتاب الاعتصام میں آئے گی اور خیر کے لفظ کو نکرہ بیان کیا تا کہ شامل ہو خیر اور بہت کو اور مفہوم حدیث کا یہ ہے کہ جو دین میں بوجھ پیدا نہ کرے یعنی نہ سیکھے قواعد اسلام کے اور جو متصل ہے ساتھ اس کے فروع سے تو بے شک وہ محروم ہوا خیر سے اور ایک روایت میں ہے اتنا زیادہ ہے کہ جو دین میں بوجھ پیدا نہ کرے اللہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کے معنی صحیح ہیں اس واسطے کہ جو اپنے ذیل کا کام نہ پہچانے وہ نہ فقیہ ہوتا ہے اور نہ طالب فقہ کا پس صحیح ہے کہ وصف کیا جائے کہ نہیں ارادہ کیا گیا ساتھ اس کے خیر کا اور اس میں بیان ظاہر ہے واسطے فضیلت عالموں کے تمام لوگوں پر اور واسطے فضل تفقہ فی الدین کے تمام علموں پر اور مراد ہذہ الامۃ سے بعض امت ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا۔ (فتح)

بَابُ مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ.

باب ہے اس بیان میں کہ جس کے ساتھ اللہ بہتری کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں سمجھ دیتا ہے۔

٦٩ ـ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ حُمَیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ مُعَاوِیَةَ

٦٩ ـ معاویہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جس کے ساتھ بہتری چاہتا ہے اس کو دین میں سمجھ دیتا ہے اور میں تو بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے اور یہ امت اللہ کے

خَطِيبًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلٰى أَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ.

دین پر ہمیشہ قائم رہے گی ان کا مخالف ان کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ قیامت آئے۔

بَابُ الْفَهْمِ فِي الْعِلْمِ. معلومات میں غور کرنا اور فکر کرنا۔

فائدہ: یعنی فضیلت سمجھنے کی علم میں یعنی معلوم میں اور یہ جو کہا کہ میں مدینے تک ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہا تو اس میں وہ چیز ہے کہ تھے اس پر بعض اصحاب بچتے حدیث کے سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مگر وقت حاجت کے واسطے خوف زیادتی اور نقصان سے اور تھا یہ طریقہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اور اس کے والد عمر رضی اللہ عنہ کا اور ایک جماعت کا اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ بہت آئی ہے روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے باوجود اس کے اس واسطے کہ بہت لوگ اس سے پوچھتے تھے اور بہت لوگ اس سے فتویٰ چاہتے تھے اور اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی ہے اور مناسبت اس کی واسطے ترجمہ کے یہ ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمار کے حاضر ہونے کے وقت مسئلہ ذکر فرمایا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سمجھ لیا کہ مسئول عنہ کھجور ہے۔ (فتح)

٧٠ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَمْ أَسْمَعْهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا حَدِيْثًا وَاحِدًا قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُتِيَ بِجُمَّارٍ فَقَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً مَثَلُهَا كَمَثَلِ الْمُسْلِمِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُوْلَ هِيَ النَّخْلَةُ فَإِذَا أَنَا أَصْغَرُ الْقَوْمِ فَسَكَتُّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ.

٧٠۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے اُس نے کہا کہ ساتھ رہا میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مدینے تک پس میں نے ان کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا مگر ایک حدیث عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے پس آپ کے پاس کھجور کا گودا لایا گیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ درختوں میں سے ایک درخت ہے کہ اس کے پتے نہیں جھڑتے مثال اس کی مثال مسلمان کی ہے پس میں نے چاہا کہ کہوں میں کہ وہ کھجور کا درخت ہے پس ناگہاں میں سب لوگوں سے چھوٹا تھا پس چپ رہا میں (اور شرم سے کچھ نہ کہہ سکا) پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کھجور ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اُس چیز کو سمجھ لیا لیکن شرم کے مارے کہہ نہ سکا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

بَابُ الْاِغْتِبَاطِ فِي الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ باب ہے علم اور حکمت کے رشک کرنے کے بیان میں

وَقَالَ عُمَرُ تَفَقَّهُوْا قَبْلَ أَنْ تُسَوَّدُوْا قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَبَعْدَ أَنْ تُسَوَّدُوْا وَقَدْ تَعَلَّمَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ كِبَرِ سِنِّهِمْ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دین میں سمجھ حاصل کرو پہلے اس سے کہ سردار بنائے جاؤ تم بخاری نے کہا اور سردار بنائے جانے کے بعد بھی اور علم سیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بڑی عمروں میں۔

فائدہ: اغتباط اور حسد میں یہ فرق ہے کہ غبطہ میں دوسرے کی نعمت کا زوال مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس میں مقصود اتنا ہی ہوتا ہے کہ ایسی نعمت اللہ مجھ کو بھی دے جیسے کہ اس شخص کو دی ہے بخلاف حسد کے کہ اس میں دوسرے کی نعمت کا زوال مقصود ہوتا ہے اور یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ کسی طرح یہ نعمت اس کے پاس نہ رہے۔

فائدہ: یہ جو امام بخاری نے کہا اور سردار بنائے جانے کے بعد بھی تو مراد اس کی یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا کوئی مفہوم نہیں واسطے اس خوف کے کہ کوئی اس سے یہ نہ سمجھ لے کہ سرداری مانع ہے سمجھ حاصل کرنے سے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مراد عمر رضی اللہ عنہ کی یہ ہے کہ سرداری کبھی ہوتی ہے سبب واسطے منع کے اس واسطے کہ جو رئیس ہوتا ہے کبھی مانع ہوتا ہے اس کو تکبر اور مرتبہ یہ کہ سیکھنے والوں کی جگہ بیٹھے اور اسی واسطے کہا مالک نے کہ قضا کے عیب سے یہ ہے کہ قاضی جب موقوف کیا جائے تو نہ پھرے طرف اس مجلس کی کہ تھا تعلیم پاتا بیچ اس کے اور تحقیق تفسیر کیا ہے اس کو ابو عبید اللہ نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں پس کہا معنی اس کے یہ ہیں کہ سمجھ پیدا کرو جب کہ ہو تم چھوٹے پہلے اس سے کہ تم سردار بنائے جاؤ پس مانع ہو تم کو عار سیکھنے میں اس شخص سے کہ تم سے کم ہو سو تم جاہل باقی رہو اور شمر لغوی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ تم نکاح کرو اس واسطے کہ جب نکاح کرے تو ہو جاتا ہے سردار اپنے گھر والوں کا خاص کر جب کہ اس کے واسطے اولاد پیدا ہو اور بعض کہتے ہیں کہ مراد عمر رضی اللہ عنہ کی ہٹانا ہے ریاست کی طلب کرنے سے اس واسطے کہ جو بوجھ حاصل کرتا ہے پہچانتا ہے اُس چیز کو کہ اس میں ہے ہلاکتوں سے تو پرہیز کرتا ہے اس سے اور یہ حمل بعید ہے اس واسطے کہ مراد سرداری ہے اور وہ عام تر ہے نکاح کرنے سے اور نہیں وجہ واسطے اس شخص کے کہ تخصیص کرتا ہے اس کو ساتھ اُس کے اس واسطے کہ کبھی ہوتی ہے ساتھ اس کے اور ساتھ غیر اس کے کی چیزوں سے جو مشغول کرنے والی ہیں واسطے اصحاب اپنے کے مشغول ہونے سے ساتھ علم کے اور ابن المنیر نے کہا کہ مطابقت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی واسطے ترجمہ کے یہ ہے کہ اس نے گردانا ہے سرداری کو علم کے ثمروں سے اور وصیت کی طالب کو ساتھ لوٹنے زیادتی کے پہلے پہنچنے کے سرداری کے درجے کو اور یہ تحقیق کرتا ہے علم کے استحقاق کو ساتھ اس کے کہ رشک کیا جائے صاحب اس کا اس واسطے کہ وہ سبب ہے واسطے سیادت اس کی کے اسی طرح کہا ہے اُس نے اور جو ظاہر ہوتا ہے واسطے میرے یہ ہے کہ مراد بخاری کی یہ ہے کہ اگرچہ رشک کیا جاتا ہے صاحب اس کا عادت میں لیکن حدیث دلالت کرتی ہے اس پر کہ رشک نہیں ہوتا مگر ساتھ ایک دو امروں کے علم کی یا بخشش کی اور نہیں ہوتی بخشش خوب مگر ساتھ علم کے پس گویا کہ وہ کہتا ہے کہ سیکھو علم کو پہلے

حاصل ہونے ریاست کے تا کہ تم رشک کیے جاؤ جب کہ رشک کیے جاؤ تم ساتھ حق کے اور نیز کہتا ہے کہ اگر جلدی کرو
تم طرف ریاست کے جس کی عادت سے ہے کہ مانع ہوتی ہے اپنے صاحب کو طلب علم سے تو چھوڑ دو اس عادت کو اور
سیکھو علم کو تا کہ حاصل ہو واسطے تمہارے رشک حقیقی اور یہ جو کہا کہ نہیں ہے حسد تو حسد تمنا کرنا زوال نعمت کا ہے دوسرے
سے اور اس کا سبب یہ ہے کہ طبائع پیدا کی گئی ہیں اوپر حُبّ ترفع کے یعنی بلند ہونے کے اپنی جنس پر پس جب دیکھتا ہے
واسطے غیر اپنے کے جو اس کے پاس نہیں تو چاہتا ہے کہ اُس سے دور ہو جائے تا کہ اس پر بلند ہو یا مطلق تا کہ اس کے
مساوی ہو اور اس کا صاحب مذموم ہے جب کہ عمل کرے ساتھ مقتضیٰ اس کے کی عزم پختہ سے یا قول سے یا فعل سے
اور لائق ہے اس کے واسطے جس کو یہ خطرہ گزرے یہ کہ بُرا جانے اس کو جیسے کہ بُرا جانتا ہے اُس چیز کو کہ رکھی گئی ہے اس
کی طبع میں جب منع چیزوں کی سے اور مستثنیٰ کیا ہے انہوں نے اس سے جب کہ ہو نعمت واسطے کافر یا فاسق کے کہ مدد
لے ساتھ اس کے اوپر گناہ اللہ کے پس یہ ہے حکم حسد کا باعتبار حقیقت اس کی کے اور اوپر حسد جو حدیث میں مذکور ہے
پس وہ غبط ہے یعنی رشک ہے اور بولا گیا ہے اوپر اس کے حسد بطور مجاز کے اور وہ یہ ہے کہ تمنا کرے یہ کہ ہو واسطے
اس کے مثل اس چیز کی کہ واسطے غیر اس کے کی ہے بغیر اس کے کہ اس سے وہ چیز دور ہو اور حرص اس پر نام رکھا جاتا
ہے اس کا متنافسہ پس اگر بندگی میں ہو تو محمود ہے اور اسی قسم سے ہے قول اللہ تعالیٰ کا ﴿فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ او
راگر ہو گناہ میں تو وہ مذموم ہے اور اگر ہو جائز چیزوں میں تو وہ مباح ہے پس گویا کہ حدیث میں کہا کہ نہیں کوئی رشک
اعظم اور افضل غبط سے ان دونوں امروں میں اور وجہ حصر کی یہ ہے کہ عبادتیں یا بدنی ہیں یا مالی یا کائن ہیں دونوں سے
اور تحقیق اشارہ کیا ہے طرف بدنی کی ساتھ حکمت کے اور قضا کرنے کی ساتھ اس کے اور تعلیم کرنے اس کے کی اور ابن
عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے لفظ یہ ہے کہ ایک مرد ہے کہ اللہ نے اس کو قرآن سکھایا پس وہ قائم ہوتا ہے ساتھ اس کے دن کو
اور رات کو اور مراد ساتھ قیام کے ساتھ اس کے عمل ہے مطلق عام تر ہے تلاوت اس کی سے نماز کے اندر اور اس کے
باہر تعلیم کرنے اس کے سے اور حکم اور فتویٰ سے ساتھ مقتضی اس کے کی پس نہیں ہے دونوں حدیثوں میں تعارض اور
جائز ہے حمل کرنا حسد کا حدیث میں اپنی حقیقت پر بنا بر اس کے کی کہ استثناء منقطع ہے اور تقدیر نفی حسد کی ہے مطلق لیکن
یہ دونوں خصلتیں محمود ہیں اور نہیں ہے حسد بیچ ان دونوں کے پس نہیں حسد ہرگز اور یہ جو کہا کہ مگر دو چیزوں میں تو مراد
یہ ہے کہ نہیں حسد محمود مگر دو خصلتوں میں اور مال کو نکرہ اس واسطے بیان کیا تا کہ شامل ہو تھوڑے اور بہت کو اور تعبیر کیا
ساتھ تسلیط کے واسطے دلالت اس کی کے اوپر مقہور کرنے نفس کے جو پیدا ہوا ہے حرص پر اور تعبیر کیا ساتھ ہلاک کرنے
کے تا کہ دلالت کرے کہ وہ کوئی چیز باقی نہیں رکھتا اور کامل کیا اس کو ساتھ قول اپنے کے کہ حق میں یعنی بندگیوں میں
تا کہ دور ہو اس سے وہم اسراف کا جو مذموم ہے اور مراد ساتھ حکمت کے قرآن ہے بنا بر اس چیز کے کہ ہم نے اس کی
طرف پہلے اشارہ کیا اور بعض کہتے ہیں کہ مراد ساتھ حکمت کے ہر وہ چیز ہے جو جہل سے منع کرے اور قبیح امر سے

جھڑکے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے اسکو علم دیا اور اس کو مال نہ دیا پس اس کی نیت صادق ہے کہتا ہے کہ اگر میرے واسطے مال ہوتا تو البتہ میں عمل کرتا فلانا پس ثواب دونوں کا برابر ہے اور اطلاق ہونے ان کے کا برابر رد کرتا ہے خطابی پر اس واسطے کہ اس نے جزم کیا ہے کہ حدیث دلالت کرتی ہے اس پر کہ مالدار جب کہ قائم ہو ساتھ شرطوں مال کے تو فقیر سے افضل ہوتا ہے ہاں افضل ہوتا ہے بہ نسبت اس شخص کے کہ اعراض کرے اور تمنا نہ کرے لیکن یہ افضلیت جو اس سے مستفاد ہے وہ فقط بہ نسبت اسی خصلت کے ہے مطلق نہیں اور اس کی بحث آئندہ آئے گی۔ (فتح)

٧١ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ خَالِدٍ عَلٰى غَيْرِ مَا حَدَّثَنَاهُ الزُّهْرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ أَبِيْ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا.

٧١۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے رشک کرنا مگر دو چیزوں میں پہلی یہ کہ اللہ نے ایک مرد کو مال دیا ہے سو غالب کر دیا اور توفیق دی اس کو حق کے راہ میں خرچ کرنے کی دوسری یہ کہ اللہ نے ایک مرد کو علم دیا اور حکمت دی سو وہ اس کے ساتھ حکم کرتا ہے اور اس کو سکھاتا ہے۔

فائدہ: یعنی دو چیزیں رشک کرنے کی لائق ہیں اگر رشک کرے تو ان پر کرے یعنی اس طرح کہے کہ اگر مجھ کو بھی قرآن آتا یا توفیق ہوتی جیسے کہ اس کو ہے تو میں بھی لوگوں کو سکھاتا جیسا کہ یہ سکھلاتا ہے اور اگر میرے پاس بھی مال ہوتا جیسا اس کے پاس ہے تو میں بھی اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا جیسا کہ یہ کرتا ہے اور مناسبت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَا ذُكِرَ فِيْ ذَهَابِ مُوْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَحْرِ إِلَى الْخَضِرِ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلٰى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾.

باب ہے بیان میں جانے موسیٰ علیہ السلام کے طرف خضر علیہ السلام کی دریا میں اور تفسیر قول اللہ تبارک وتعالیٰ کی ﴿هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلٰى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾.

فائدہ: یہ باب باندھا گیا ہے واسطے ترغیب کے بیچ اٹھانے مشقت کے بیچ طلب کرنے علم کے اس واسطے کہ جس چیز کے ساتھ رشک کی جاتی ہے اس میں مشقت اٹھائی جاتی ہے اور اس واسطے کہ نہ منع کیا موسیٰ علیہ السلام کو پہنچنے ان کے نے سرداری سے اعلیٰ محل میں طلب علم سے اور سوار ہونے جنگل اور دریا کے سے واسطے اس کے پس ظاہر ہوئی ساتھ اس کے مناسبت اس باب کی واسطے اس چیز کے کہ اس سے پہلے ہے اور ظاہر باب سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دریا میں

سوار ہوئے جب کہ خضر علیہ السلام کی طلب میں متوجہ ہوئے اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ جو بخاری وغیرہ کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے یہ ہے کہ وہ میدان میں نکلے جیسا کہ آئندہ آئے گا۔ فَخَرَجَا یَمْشِیَانِ یعنی پیادہ چلے یہاں تک کہ پتھر کے پاس آئے اور سوائے اس کے نہیں کہ سوار ہوئے دریا میں کشتی پر وہ اور خضر علیہ السلام بعد اس کے کہ باہم ملے پس محمول ہوگا قول اس کا اِلَی الْبَحْرِ اس پر کہ اس میں حذف ہے یعنی طرف مقصد خضر علیہ السلام کی اس واسطے کہ نہیں سوار ہوئے موسیٰ علیہ السلام دریا میں واسطے اپنی ذاتی حاجت کے اور سوائے اس کے نہیں کہ سوار ہوئے تھے واسطے تابعداری خضر علیہ السلام کے اور احتمال ہے کہ تقدیر یہ ہو کہ ذَهَابُ مُوْسٰی فِیْ سَاحِلِ الْبَحْرِ یعنی جانا موسیٰ علیہ السلام کا دریا کے کنارے میں۔ (فتح)

۷۲ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ غُرَیْرٍ الزُّهْرِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنِیْ أَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَهٗ أَنَّ عُبَیْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهٗ تَمَارٰی هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَیْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِیُّ فِیْ صَاحِبِ مُوْسٰی قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ خَضِرٌ فَمَرَّ بِهِمَا أُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ إِنِّیْ تَمَارَیْتُ أَنَا وَصَاحِبِیْ هٰذَا فِیْ صَاحِبِ مُوْسَی الَّذِیْ سَأَلَ مُوْسَی السَّبِیْلَ إِلٰی لُقِیِّهٖ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ شَأْنَهٗ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بَیْنَمَا مُوْسٰی فِیْ مَلَإٍ مِّنْ بَنِیْ إِسْرَآئِیْلَ جَآءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ مُوْسٰی لَا فَأَوْحَی اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلٰی مُوْسٰی بَلٰی عَبْدُنَا خَضِرٌ فَسَأَلَ مُوْسَی السَّبِیْلَ إِلَیْهِ فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الْحُوْتَ اٰیَةً وَّقِیْلَ لَهٗ إِذَا فَقَدْتَّ الْحُوْتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ

۷۲۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ اور حر بن قیس دونوں آپس میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ میں جھگڑے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ وہ خضر علیہ السلام ہے پس گزرا ان کے پاس سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو بلایا اور کہا کہ میں نے اور میرے اس ساتھی نے آپس میں جھگڑا کیا ہے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کے باب میں جس کی ملاقات کے واسطے موسیٰ علیہ السلام نے راستہ پوچھا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نے اس کا ذکر کرتے سنا ہے ابی بن کعب نے کہا ہاں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں جس حالت میں کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے ناگہاں اس کے پاس ایک مرد آیا سو اس نے آ کر کہا کیا آپ کو کوئی ایسا شخص معلوم ہے جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہو یعنی موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں یعنی مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں سو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم بھیجا کہ ہاں ہمارا ایک بندہ خضر علیہ السلام ہے پس موسیٰ علیہ السلام نے اس کی طرف جانے کا راستہ پوچھا پس گردانا اللہ نے اس کے واسطے مچھلی کو نشانی یعنی ایک مچھلی کو بھون کر اپنے ساتھ لے اور کہا گیا اُس کو کہ جب تو مچھلی کو گم کرے اور تجھ سے چھوٹ جائے تو پلٹ آ و پس بے شک تو اس کو ملے گا (پس روانہ ہوئے اور مچھلی کو بھون کر زنبیل میں رکھ لیا اور ساتھ اپنے خادم یوشع کو بھی لے چلے) پس تھے

وَكَانَ يَتَّبِعُ أَثَرَ الْحُوْتِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ لِمُوْسٰى فَتَاهُ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا أَنْسَانِيْهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا الَّذِيْ قَصَّ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ كِتَابِهٖ.

پیروی کرتے مچھلی کی نشانی کی دریا میں یعنی موافق وعدہ اللہ کے اس کے گم ہونے کی انتظاری کرتے تھے کہ کب گم ہوتی ہے (سو چلے گئے یہاں تک کہ جب سنگم پتھر کے پاس آئے تو دونوں سر ٹیک کر سو گئے اور وہ مچھلی آب حیات کی تاثیر سے زندہ ہو کر دریا میں کود پڑی اس وقت یوشع جاگتے تھے جب موسیٰ علیہ السلام جاگے تو وہ مچھلی کا قصہ ان سے کہنا بھول گئے اور وہاں سے جب ایک رات اور دن چلے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا ہم کو کھانا دو ہم نے اس سفر میں بہت تکلیف پائی ہے) سو موسیٰ علیہ السلام سے ان کے خادم نے کہا یہ تو بتلایئے کہ جب ہم آئے تھے پتھر کے پاس سو میں بھول گیا مچھلی کا قصہ کہنا اور نہیں بھولایا مجھ کو مچھلی کی یاد سے مگر شیطان نے سو موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے پھر الٹے قدموں پر پلٹے قدم پر قدم ڈالتے سو پایا انہوں نے خضر علیہ السلام کو پس ان کا قصہ وہی ہوا جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا۔

فائدہ: پورا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام کا قرآن و حدیث میں یوں آیا ہے کہ وہ دونوں قدم پر قدم ڈالتے الٹے پھرے یہاں تک کہ پتھر کے پاس پہنچے تو اچانک وہاں دیکھا کہ ایک مرد ہے کپڑے سے لپٹے ہوئے پھر سلام کیا اس کو موسیٰ علیہ السلام نے سو خضر علیہ السلام نے کہا کہ تیرے ملک میں سلام کہاں یعنی اس ملک میں سلام کی رسم نہیں تو نے سلام کیونکر کیا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہاں میں تیرے پاس آیا ہوں کہ مجھ کو تو سکھلائے جو اللہ نے تجھ کو علم سکھایا ہے خضر علیہ السلام نے کہا کہ بے شک تو میرے ساتھ نہ ٹھہر سکے گا اے موسیٰ اللہ کے بے شمار علم سے مجھ کو ایک علم سے اللہ نے سکھایا ہے کہ تو اس علم کو نہیں جانتا ہے اور تجھ کو اللہ کے علم سے ایک علم ہے تجھ کو اللہ نے سکھایا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر اللہ نے چاہا تو مجھ کو تو ثابت قدم پائے گا۔ میں تیرے حکم کے برخلاف نہ کروں گا پھر خضر علیہ السلام نے اسے کہا کہ اگر میری پیروی کرتا ہے تو مجھ کو کوئی بات نہ پوچھو جب تک کہ میں خود اس کا ذکر نہ کروں پھر دونوں روانہ ہوئے کنارے کنارے دریا کے چلے جاتے تھے سو ادھر سے ایک ناؤ گزری تو ناؤ والوں سے تینوں آدمی کے چڑھانے کی بات چیت کی سو وہ پہچان گئے کہ خضر علیہ السلام کو وہ بدون کرایہ لیے چڑھا لے گئے پھر جب دونوں ناؤ پر سوار ہوئے تو کچھ دیر نہ لگی تھی کہ خضر علیہ السلام نے بسولے سے ناؤ کا ایک تختہ نکال دیا موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ ان لوگوں

نے ہم کو بے کرایہ چڑھالیا تو نے ان کی ناؤ کو قصد کر کے پھاڑ ڈالا تا کہ لوگوں کو ڈبو دے البتہ عجیب بات تجھ سے ہوئی خضر علیہ السلام نے کہا میں نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ بے شک تو میرے ساتھ نہ رہ سکے گا موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھ کو میری بھول چوک پر نہ پکڑ اور مجھ پر مشکل نہ ڈال یعنی میں نے بھول سے کیا ہے مجھ کو معاف کیجئے تنگ نہ پکڑیئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی بار کا پوچھنا موسیٰ علیہ السلام کا بھولے سے ہوا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک چڑا آیا سو ناؤ کے کنارے پر بیٹھا پھر اس نے چونچ ڈبوئی دریا میں ایک بار سو خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا نہیں میرا علم اور تیرا علم اللہ کے علم کے آگے مگر اس کے برابر جتنا اس چڑے نے دریا سے پانی گھٹایا یعنی اللہ کا علم مثل سمندر کی ہے اور ہمارا تمہارا علم قطرے کے برابر جتنا چڑیا نے اپنی چونچ میں اٹھایا پھر دونوں ناؤ سے نکلے سو جس حال میں کہ وہ دریا کے کنارے پر چلے جاتے تھے کہ یکا یک خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے سو خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا پھر اس کا سر اپنے ہاتھ سے اکھاڑ ڈالا اور اس کو مار ڈالا سو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تو نے مار ڈالا معصوم جان کو بدون بدلے جان کے یعنی اس نے کسی کا خون نہیں کیا جس کے بدلے میں تو اس کو مارتا البتہ تجھ سے یہ بہت برا کام ہوا خضر علیہ السلام نے کہا بھلا تجھ سے میں نے نہ کہا تھا کہ تو میرے ساتھ نہ ٹھہر سکے گا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوسرا سوال پہلے سے بہت کڑا ہے موسیٰ نے کہا کہ اگر اب میں تجھ سے کوئی بات پوچھوں اس کے بعد تو مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھو تو میرا عذر بہت مانا ہے پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے ان لوگوں سے کھانا مانگا انہوں نے کھانا نہ دیا سو دونوں نے ایک دیوار کو پایا کہ گرنا چاہتی تھی سو خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کیا سو اس کو سیدھا کھڑا کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ قوم ہیں کہ ہم ان کے پاس آئے سو انہوں نے ہم کو کھانا نہ کھلایا اگر تو دیوار سدھار کرنے کی مزدوری لیتا خضر علیہ السلام نے کہا اسی وقت میرے اور تیرے درمیان جدائی ہے سو اب میں بتلاؤں گا بھید ان تینوں باتوں کا جن پر تو صبر نہ کر سکا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے جی نے چاہا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے تو بہت قصہ ان کا ہم کو معلوم ہوتا اور اللہ کے کاموں کی حکمتیں بہت لوگوں کو معلوم ہوتیں پھر حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ناؤ کا حال تو یہ ہے کہ وہ ناؤ محتاج لوگوں کی تھی کہ دریا میں محنت کر کے اس کے کرایہ سے اپنی اوقات بسر کرتے تھے سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب لگا دوں اس واسطے کہ وہاں ایک ظالم بادشاہ تھا کہ درست ناؤ کو زبردستی سے چھین لیتا تھا تو اب اس کو ناقص جان کر نہ لے گا اور لڑکا مارنے کا سبب یہ ہے کہ وہ لڑکا پیدائشی کافر تھا اور اس کے ماں باپ ایماندار تھے سو ہم ڈرے کہ کہیں ان بیچاروں کو اپنے کفر سے بلا میں نہ ڈالے سو ہم نے چاہا کہ اللہ اس کے بدلے اُس سے اچھا نیک بیٹا ان کو دے گا اور دیوار کا قصہ یہ ہے کہ وہ دیوار دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے بہت سامان تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا سو اللہ نے چاہا کہ وہ جب اپنی جوانی کو پہنچیں تو اس مال کو نکال کر اپنے خرچ میں لائیں اگر ابھی دیوار گر پڑتی تو اور لوگ اس مال کو لے جاتے اور یہ کام

میں نے اپنی طرف سے نہیں کیا یعنی اللہ کے حکم سے کیا ہے مجھ کو اس میں کچھ دخل نہیں اور آئندہ بھی یہ قصہ بخاری میں کئی جگہ آئے گا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حر بن قیس موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی میں جھگڑے تو یہ جھگڑا سوائے اس جھگڑے کے ہے جو واقع ہوا درمیان سعید بن جبیر اور نوف بکالی کے اس واسطے کہ یہ جھگڑا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کے حق میں ہے کہ کیا وہ خضر ہے یا کوئی اور وہ موسیٰ کے حق میں ہے کہ کیا وہ موسیٰ بن عمران ہے جس پر تورات اتری یا موسیٰ بن میشا ہے اور کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کا نام بلیا ہے اور احادیث الانبیاء میں آئندہ آئے گا کہ اُس کا لقب خضر کس واسطے پڑا اور نقل خلاف کی اس کی نسبت میں اور کیا وہ رسول ہے یا نبی فقط یا فرشتہ ہے یا ولی ہے فقط اور کیا وہ باقی ہے یا مرگیا ہے اور اللہ نے اس کی طرف وحی کی کہ مطلق نفی نہ کر بلکہ کہہ خضر ہے اور یہ جو کہا کہ یہ تو ہم چاہتے تھے یعنی اس واسطے کہ مچھلی کا گم ہونا نشانی ٹھہرایا گیا تھا اوپر اس جگہ کے کہ اس میں خضر ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے جھگڑا علم میں جب کہ ہو بغیر طعنے کے اور رجوع کرنا طرف اہل علم کے وقت تنازع کے اور عمل ساتھ خبر واحد صدوق کے اور سوار ہونا دریا میں واسطے طلب علم کے بلکہ بیچ طلب کرنے کثرت کے اس سے اور جواز اٹھانے خرچ کا سفر میں اور لازم پکڑنا تواضع کا ہر حال میں اور اسی واسطے حرص کی موسیٰ علیہ السلام نے اوپر ملاقات خضر علیہ السلام کے اور واسطے سیکھنے علم کے اس سے واسطے تعلیم کرنے اپنی قوم کے یہ کہ ادب سیکھیں ساتھ اس کے اور واسطے تنبیہ کرنے اس شخص کے جو اپنے تئیں پاک جانے یہ کہ چلے راہ تواضع کے۔ (فتح)

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ.

باب ہے بیان میں قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اے اللہ سکھا دے تو اس کو کتاب یعنی قرآن۔

فائدہ: مقصود اس باب سے یہ ہے کہ یہ دعا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ خاص نہیں۔

۷۳ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ.

۷۳۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا کہ اے اللہ اس کو قرآن کا علم دے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنے سینے سے لگایا تو مستفاد ہوتا ہے اس سے جواز لگانے لڑکے قریب کا سینے سے بطور شفقت کے اور یہ جو کہا کہ الٰہی اس کو کتاب سکھا تو مراد ساتھ اس کے قرآن ہے اس واسطے کہ عرف شرعی اسی پر ہے اور مراد ساتھ تعلیم کے وہ چیز ہے کہ عام تر ہے اس یاد کرنے سے اور غور کرنے سے بیچ اس کے اور ایک روایت میں کتاب کے بدلے لفظ حکمت کی واقع ہوئی ہے اور حکمت کے ساتھ بھی قرآن مراد ہے اور ایک روایت

میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے واسطے دعا کی اور میرے ماتھے پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ الٰہی اس کو حکمت اور تاویل کتاب کی اور یہ دعا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں اس قبیل سے ہے کہ تحقیق ہوا قبول ہونا اس کا واسطے اس چیز کے کہ معلوم ہوئی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حال سے بیچ معرفت تفسیر اور فقہ فی الدین کے اور اختلاف کیا ہے شارحین نے کہ حکمت سے اس جگہ کیا مراد ہے سو بعض کہتے ہیں کہ قرآن ہے کما تقدم اور بعض کہتے ہیں کہ عمل کرنا ساتھ اس کے اور بعض کہتے ہیں کہ سنت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اصابت ہے قول میں اور بعض کہتے ہیں کہ خوف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فہم ہے اللہ کی طرف سے اور بعض کہتے ہیں کہ ایک نور ہے کہ فرق کیا جاتا ہے ساتھ اس کے درمیان الہام اور سوا اس کے اور قریب تر ہے کہ مراد ساتھ اس کے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں فہم ہے قرآن میں اور اس کا زیادہ بیان مناقب میں آئے گا۔ (فتح)

بَابُ مَتٰی يَصِحُّ سَمَاعُ الصَّغِيْرِ. چھوٹے بچے کی روایت کب معتبر ہوتی ہے اور اس کا سماع کس وقت صحیح ہوتا ہے؟۔

فائدہ: مقصود ساتھ اس باب کے استدلال کرنا ہے اس پر کہ بالغ ہونا نہیں ہے شرط روایت کے اٹھانے میں اور کرمانی نے کہا کہ معنی صحت کے اس جگہ جواز قبول روایت اس کی کا ہے جو سنے حالت عدم بلوغ میں میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر واسطے ثمرے صحت کے ہے نہ واسطے نفس صحت کے اور اشارہ کیا ہے بخاری نے طرف اختلاف کی کہ واقع ہوا ہے درمیان احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کے یحییٰ نے کہا کہ کم تر عمر روایت اٹھانے کی پندرہ برس ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اُحد کے دن پھیرے گئے اس واسطے کہ بالغ نہیں ہوئے تھے تو یہ بات احمد کو پہنچی پس کہا بلکہ جب سمجھے اس چیز کو کہ سنے اور سوائے اس کے نہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قصہ قتال کے باب میں پھر وارد کیں خطیب نے کئی چیزیں اس قسم سے کہ یاد رکھا ہے اس کو ایک جماعت نے اصحاب سے اور جو ان کے بعد ہیں بالغ ہونے سے پہلے اور حدیث بیان ساتھ اُس کے بعد اس کے اور وہ روایت اُن سے قبول ہوئی اور یہی ہے معتمد اور جو ابن معین نے کہا ہے اگر مراد ساتھ اس کے تحدید ابتدا طلب کی ہے بنفسہ تو اس کی وجہ ہوسکتی ہے اور اگر مراد رد کرنا اس شخص کی حدیث کا ہے جو اتفاقاً سنے یا قصد کے ساتھ سنے اور حالانکہ وہ نابالغ ہو تو نہیں اور ابن عبدالبر نے کہا کہ اس کے قبول ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ مراد ابن معین کی پہلے معنی ہیں اور حجت پکڑی ہے اوزعی نے واسطے اس کے ساتھ اس حدیث کے مروھم بالصلوٰۃ لسبع یعنی حکم کرو ان کو نماز کا سات برس کی عمر میں۔ (فتح)

۷۴ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

۷۴۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں گدھی پر سوار ہو کر آیا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور حالانکہ میں بلوغت کے قریب پہنچا ہوا تھا یعنی میں ابھی تک بالغ نہیں ہوا تھا اور رسول

عَبَّاسٍ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ اَتَانٍ وَّاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ فَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ.

اللہ ﷺ منی میں بے سترہ کے نماز پڑھ رہے تھے پس گزرا میں بعض صف کے آگے سے اور گدہی کو میں نے چھوڑ دیا اور وہ چرنے لگی اور میں صف میں داخل ہوگیا سو حضرت ﷺ نے مجھ پر انکار نہیں کیا یعنی میں بھی بعض صفوں کے آگے سے گزر گیا اور گدھی بھی گزری سو حضرت ﷺ نے مجھ کو اس سے منع نہیں فرمایا (پس معلوم ہوا کہ لڑکے اور گدھے کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے کی روایت مقبول ہے اس لیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس معاملے کو بلوغ سے پہلے دیکھ کر روایت کی ہے اس وقت وہ بالغ نہیں تھے حالانکہ سب لوگوں نے ان کی اس روایت کو قبول کر لیا ہے پس معلوم ہوا کہ چھوٹے لڑکے کا سماع معتبر ہے جب کہ بعد بلوغ کے اس کو روایت کرے پس مطابقت ترجمہ سے ظاہر ہے یہ جو کہا کہ اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ تو مراد ہے کہ آپ کے آگے سترہ کوئی نہ تھا کہا ہے اس کو شافعی نے اور سیاق کلام کا بھی اس پر دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وارد کیا ہے اس کو استدلال کی جگہ میں اس پر کہ نمازی کے آگے سے گزرنا نماز کو قطع نہیں کرتا اور تائید کرتی ہے اس کی روایت بزار کی کہ حضرت ﷺ فرض نماز پڑھتے تھے نہ طرف کسی چیز کی کہ آپ کو پردہ کرے اور یہ جو کہا کہ بعض الصف تو احتمال ہے کہ مراد ایک صف ہو صفوں سے اور احتمال ہے کہ مراد بعض ہو ایک صف سے اور یہ جو کہا کہ کسی نے مجھ پر انکار نہیں کیا تو اس میں جواز تقدیم مصلحت راجحہ کا ہے اوپر مفسدی ہلکے کی اس واسطے کہ گزرنا مفسدہ خفیف ہے اور نماز میں داخل ہونا مصلحت راجح ہے اور استدلال کیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اوپر جواز کے ساتھ نہ انکار کرنے کے واسطے نہ ہونے موانع کے اس وقت اور یہ نہیں کہا جاتا کہ منع کیا ان کو انکار سے مشغول ہونے ان کے نے ساتھ نماز کے اس واسطے کہ اس نے مطلق انکار کی نفی کی ہے پس شامل ہوگی اس چیز کو کہ نماز کے بعد ہے اور نیز انکار تو اشارے سے بھی ممکن ہے اور اس میں بیان اُس چیز کا ہے کہ باب باندھا ہے بخاری نے واسطے اس کے کہ روایت کے اٹھانے میں نہیں شرط ہے کمال ہونا اہلیت کا اور سوائے اس کے نہیں کہ شرط ہے اس میں کمال ہونا اہلیت کا وقت ادا کے اور لاحق ہوتا ہے ساتھ لڑکے کے اس میں غلام اور فاسق اور کافر اور قائم ہوئی حکایت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حضرت ﷺ کے فعل اور تقریر کو مقام حکایت قول آپ کے کی اس واسطے کہ نہیں فرق ہے درمیان تینوں امروں کے بیچ شرطوں ادا کے پس اگر کہا جائے کہ قید کرنا ساتھ صبی اور صغیر کے ترجمہ میں نہیں مطابق ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو کرمانی نے جواب دیا ہے کہ مراد ساتھ صغیر کے غیر بالغ ہے اور ذکر صبی کا ساتھ اس کے واسطے توضیح کے ہے اور احتمال ہے کہ لفظ صغیر کی محمود کے قصے کے ساتھ متعلق

ہو اور لفظ صبی کی دونوں کے ساتھ متعلق ہو۔ (فتح)

۷۵ ۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُسْهِرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِی الزُّبَیْدِیُّ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِیْعِ قَالَ عَقَلْتُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَجَّةً مَجَّهَا فِیْ وَجْهِیْ وَأَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِیْنَ مِنْ دَلْوٍ.

۷۵۔ محمود بن الربیع سے روایت ہے کہ میں یاد رکھتا ہوں نبی ﷺ کی اُس کلی کو جس کو آپ نے ڈول سے میرے منہ میں مارا تھا اور میں اس وقت پانچ برس کا تھا۔

فائدہ: علماء نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے منہ پر تھوک ڈالنے کے جائز ہونے میں اور اوپر پاک ہونے تھوک کے پس معلوم ہوا کہ پانچ برس کے لڑکے کی روایت کو انہوں نے قبول کرلیا ہے پس ثابت ہوگیا کہ پانچ برس کے لڑکے کی روایت اور سماعت صحیح ہے اور یہی وجہ مطابقت کی ترجمہ سے ہے اور یہ جو کہا کہ حضرت ﷺ نے میرے منہ میں کلی ماری تو یہ یا تو خوش طبعی ہے ساتھ اس کے اور یا اس واسطے کہ برکت ہو اوپر اس کے جیسا کہ تھا آپ کی شان سے ساتھ اولاد اصحاب رضی اللہ عنہم کے اور ایک روایت میں ہے کہ محمود نے کہا کہ انتقال ہوا حضرت ﷺ کا اور حالانکہ میں پانچ برس کا تھا تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ جس کو محمود نے یاد رکھا ہے حضرت ﷺ کی زندگی سے اخیر سال میں تھا اور مہلب نے بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ اُس نے ابن زبیر کے قصے کو کیوں نہیں نقل کیا اس میں ہے کہ اس نے تین برس کی عمر میں اپنے والد کو دیکھا اور اس کے ساتھ گفتگو کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ مراد بخاری کی نقل کرنا پیغمبر ﷺ کی سنتون کا ہے اور محمود نے نقل کیا سنت مقصورہ کو کہ حضرت ﷺ نے اُس کے منہ میں کلی ماری بلکہ اس کی روایت میں فائدہ شرعیہ ہے جو ثابت کرتا ہے ہونے اس کے کو صحابی اور اوپر قصہ ابن زبیر کا پس نہیں اس میں نقل کرنا کسی سنت کا پیغمبر ﷺ کی سنتوں سے تاکہ اس باب میں داخل ہو اور بعض کہتے ہیں کہ لفظ سماع کی جو ترجمہ میں مذکور ہے تو مراد ساتھ اُس کے سماع ہے یا جو اس کے قائم مقام ہوتا ہے نقل فعل سے یا تقریر سے اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں سوائے اس کے جو پہلے گزرا جواز حاضر کرنا لڑکوں کا حدیث کی مجلس میں اور ملاقات کرنے امام کے اپنے ساتھیوں سے اُن کے گھروں میں اور اُن کے لڑکوں سے خوش طبعی کرنی اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بعض نے اوپر سنانے اس شخص کے جو وہ پانچ برس کا اور جو اس سے کم ہو اور اس کے واسطے حضور لکھا جائے اور نہیں حدیث میں اور نہ بخاری کے باب باندھنے میں وہ چیز جو اس پر دلالت کرے بلکہ وہ چیز کہ لائق ہے اس میں اعتبار فہم کا ہے سو جس نے خطاب کو سمجھا اس نے سنا اگرچہ پانچ برس سے کم ہو اور نہیں تو نہیں اور ابن رشید نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ مراد اُن کی ساتھ معین کرنے پانچ برس کے یہ ہے کہ وہ جگہ گمان کی ہے واسطے اس

کے نہ یہ کہ پہنچنا اس کا شرط ہے کہ لابد ہے تحقیق ہونا اس کا اور قریب ہے اس سے ضبط کرنا فقہاء کا تمیز کی عمر کو ساتھ چھ یا سات برس کے اور ترجیح اُس کو ہے کہ وہ جگہ گمان کی ہے نہ تحدید اور خطیب نے ابو عاصم سے روایت کی ہے کہ میں اپنے بیٹے کو ابن جریج کے پاس لے گیا اس حال میں کہ میرا بیٹا تین برس کا تھا تو ابن جریج نے اس سے حدیث بیان کی ابو عاصم نے کہا کہ نہیں ڈر ہے ساتھ سکھانے قرآن او رحدیث کے لڑکے کو اور وہ اس عمر میں ہو یعنی جبکہ سمجھتا ہو اور یہ قوی دلیل ہے اس پر کہ مرجع اس میں طرف فہم کی ہے پس مختلف ہو گا ساتھ اختلاف اشخاص کے اور قصہ ابو بکر مقری حافظ کا بیچ سنانے اس کے کی واسطے چار برس کے لڑکے کی بعد اس کے کہ امتحان کیا اُس کو ساتھ حفظ ہونے ایک سورت کے قرآن سے مشہور ہے۔ (فتح)

بَابُ الْخُرُوْجِ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ وَرَحَلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ إِلٰى عَبْدِ اللهِ بْنِ أُنَيْسٍ فِيْ حَدِيْثٍ وَاحِدٍ.

علم سیکھنے کے واسطے باہر نکلنا یعنی سفر کرنا اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فقط ایک حدیث کے سیکھنے کے واسطے ایک مہینے کے راہ کا سفر کر کے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے

فائدہ: یہ حدیث ہے کہ روایت کیا ہے اس کو بخاری نے ادب مفرد میں عبداللہ بن محمد سے کہ اُس نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہتا تھا کہ پہنچی مجھ کو ایک مرد سے حدیث جو اس نے اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا سو میں نے اونٹ خریدا پھر میں نے اس پر پالان ڈالا تو میں ایک مہینہ اس کی طرف چلا یہاں تک کہ میں شام میں آیا تو ناگہاں وہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ تھے تو میں نے دربان سے کہا کہ اس کو کہو کہ جابر رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑا ہے تو اس نے کہا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا میں نے کہا ہاں تو وہ باہر نکلے اور مجھ کو گلے لگایا تو میں نے کہا کہ ایک حدیث ہے جو مجھ کو تجھ سے پہنچی ہے کہ تو نے اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں ڈرا کہ اس کے سننے سے پہلے مر جاؤں تو عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جمع کیے جائیں گے لوگ قیامت کے دن ننگے بدن اور ایک روایت میں ہے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک حدیث کے واسطے مصر میں گئے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی نے کوچ کیا طرف فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی اور وہ مصر میں تھا ایک حدیث میں اور عبید بن علی سے روایت ہے کہ پہنچی مجھ کو ایک حدیث نزدیک علی کے تو میں ڈرا کہ اگر وہ مر گیا تو میں اس کو کسی کے پاس نہ جاؤں گا سو میں نے کوچ کیا یہاں تک کہ میں اس کے پاس عراق میں گیا اور شعبی نے کہا ایک مسئلے میں کہ بے شک مرد البتہ تھا کوچ کرتا اس چیز میں کہ اُس سے کم ہے طرف مدینے کی اور سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ میں کئی دن رات ایک حدیث کی طلب میں کوچ کرتا تھا اور تلاش سے اس قسم کے بہت اقوال معلوم ہوتے ہیں اور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دلیل ہے اوپر طلب علو اسناد کے اس واسطے کہ پہنچی اس کو حدیث عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے سو نہ قناعت کی اس نے ساتھ اس کے یہاں تک کہ کوچ کیا اور اُس سے بلا واسطہ حدیث لی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آئندہ آئے گا کہ اگر میں کسی کو جانتا کہ

مجھ سے قرآن کوخوب جانتا ہے تو البتہ میں اس کی طرف کوچ کرتا اور ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ﷺ کے اصحاب سے سنتے تھے پس نہیں راضی ہوتے تھے ہم یہاں تک کہ اصحاب کی طرف کوچ کرتے اور بغیر واسطہ کے اُن سے سنتے اور کسی نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ایک مرد علم کو طلب کرتا ہے لازم پکڑے ایک مرد کو کہ اس کے پاس بہت علم ہے یا کوچ کرے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کوچ کرے شہروں کے عالموں سے حدیثیں لکھے اور ان سے سیکھے اور اس میں بیان ہے اس چیز کا کہ تھے اُس پر اصحاب حرص سے اوپر حاصل کرنے حدیثوں کے اور اس میں جواز گلے لگانے والے کا ہے جس جگہ کہ نہ حاصل ہو شک اور یہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں اور میرے اس ساتھی نے جھگڑا کیا۔ الخ۔ تو اس حدیث میں فضیلت ہے زیادہ سیکھنے علم کے اگر چہ حاصل ہو ساتھ مشقت سفر کے اور فروتنی کرنے بڑے کے واسطے اس شخص کے اس سے سیکھتا ہے اور وجہ دلالت کی اس سے قول اللہ تعالیٰ سے ہے واسطے نبی ﷺ اپنے کے ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ اور موسیٰ علیہ السلام بھی ان میں سے ہے پس داخل ہوگی امت پیغمبر ﷺ کی تلے اس امر کے مگر اس چیز میں کہ ثابت ہو چکا ہے منسوخ ہونا اس کا۔ (فتح)

٧٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ خَالِدُ بْنُ خَلِيٍّ قَاضِيْ حِمْصَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَارٰى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِيْ صَاحِبِ مُوْسٰى فَمَرَّ بِهِمَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ إِنِّيْ تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِيْ هٰذَا فِيْ صَاحِبِ مُوْسَى الَّذِيْ سَأَلَ السَّبِيْلَ إِلٰى لُقِيِّهٖ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهُ فَقَالَ أُبَيٌّ نَعَمْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهُ يَقُوْلُ بَيْنَمَا مُوْسٰى فِيْ مَلَإٍ مِّنْ بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ إِذْ جَآءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَتَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ مُوْسٰى لَا

٧٦۔ ترجمہ اس کا خضر علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ابھی گزر چکا ہے۔

فَأَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلٰى مُوْسٰى بَلٰى عَبْدُنَا خَضِرٌ فَسَأَلَ السَّبِيْلَ إِلٰى لُقِيِّهٖ فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الْحُوْتَ اٰيَةً وَقِيْلَ لَهٗ إِذَا فَقَدْتَّ الْحُوْتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ فَكَانَ مُوْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَّبِعُ أَثَرَ الْحُوْتِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ فَتٰى مُوْسٰى لِمُوْسٰى أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا أَنْسَانِيْهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهٗ قَالَ مُوْسٰى ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا مَا قَصَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ.

فائدہ: علم کے واسطے سفر کرنے کی اس حدیث سے فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے باوجود پیغمبر ہونے کے علم سیکھنے کے واسطے سفر اختیار کیا، پس مطابقت حدیث کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ عَلِمَ وَعَلَّمَ.

علم پڑھنے والے اور پڑھانے والے کی فضیلت کا بیان

٧٧ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرٰى إِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَآءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ

۷۷۔ ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مثال اور کہاوت اُس کی جس کے واسطے اللہ نے مجھ کو اٹھایا ہے رہنمائی اور علم سکھانے کو جیسے کہاوت مینہ پڑنے کی ہے جو پہنچا زمین پر سو اس میں سے جو بہتر قطعہ زمین تھی وہ پانی کو سوک گئی یعنی پی گئی اور گھاس اور بہت سا سبزہ اگایا اور اس زمین سے جو قطعہ کڑی سخت زمین تھی اس نے پانی کو سمیٹ اور جمع کر رکھا (جیسے تالاب اور جھیل) سو اللہ نے اس سے آدمیوں کو نفع پہنچایا پھر آدمیوں نے اس سے پانی پیا اور جانوروں کو پلایا اور کھیتوں کو سینچا اور اس میں سے ایک ٹکڑے زمین کو پانی پہنچا سو وہ چٹیل میدان ہے کہ پانی کو روکے اور نہ گھاس کو اگائے سو یہ مثال ہے اس کو جو اللہ کے دین کو سمجھا اور اللہ نے اس کو

فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِسْحَاقُ وَكَانَ مِنْهَا طَآئِفَةٌ قَيَّلَتِ الْمَآءَ قَاعٌ يَعْلُوْهُ الْمَآءُ وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِيْ مِنَ الْاَرْضِ.

میری پیغمبری سے نفع دیا سو اُس نے علم سیکھا اور غیروں کو سکھایا اور مثال ہے اس کی جس نے ادھر کو سر نہ اٹھایا یعنی علم دین کی طرف کچھ دھیان نہ کیا اور اللہ کی ہدایت کو قبول نہ کیا۔

فائدہ: یعنی پیغمبر ﷺ کے دین اور مینہ کا ایک حال ہے یعنی مانند مینہ کے کہ عام ہوتا ہے اور لوگ اس کی طرف حاجت کے وقت آتے ہیں اور اسی طرح حال ہے لوگوں کا پہلے پیغمبر ہونے آپ کے سے پس جس طرح مینہ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے پس اسی طرح علوم زندہ کرتے ہیں دل مردہ کو پھر تشبیہ دی سامعین کو ساتھ زمین کے پس کہا زمین تین قسم کی ہوتی ہے اور آدمی بھی تین قسم کے ہوتے ہیں ایک قسم زمین کی جو عمدہ ہے اس میں مینہ برسنے سے چارہ سبزہ جمتا ہے اسی طرح جو دانا لوگ ہیں وہ قرآن وحدیث کو خوب سمجھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں دوسری قسم زمین کی وہ ہے جس میں سبزہ نہیں جمتا لیکن پانی اسمیں جمع رہتا ہے تو ہر چند اس کو خود نفع نہیں لیکن اوروں کو فائدہ ہے اسی طرح بعض آدمی وہ ہیں کہ علم دین ان کو یاد ہے اور غیروں کو اس سے نفع ہوتا ہے اور بہت لوگ اُن کے علم سے ہدایت پاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں لیکن وہ عمل نہیں کرتے اور ان کے علم سے ان کی ذات کو فائدہ نہیں ہوتا ہے یعنی نہیں عمل کیا اُس نے ساتھ نوافل اس کے کی یا نہیں سمجھ پیدا کی اس چیز میں کہ اس کو جمع کیا لیکن اس کو غیر کی طرف ادا کر دیا تیسری قسم چٹیل میدان ہے کہ اس میں نہ پانی ٹھہرے نہ سبزہ جمے اسی طرح وہ لوگ ہیں جو علم کو سنتے ہیں سو نہ تو اس کو یاد رکھتے ہیں اور نہ اس کے ساتھ عمل کرتے ہیں اور نہ اس کو غیر کے واسطے نقل کرتے ہیں اور سوائے اس کے نہیں کہ جمع کیا مثال میں درمیان پہلے دونوں گروہوں کے جو محمود ہیں واسطے مشترک ہونے ان کے کی بیچ نفع اٹھانے کے ساتھ اُن کے اور جدا کیا تیسرے گروہ کو جو مذموم ہے واسطے نہ فائدہ پانے کے ساتھ اس کے نہ خود کو نفع ہے نہ غیر کو۔ (فتح)

ت: کہا امام بخاری نے تفسیر میں قَاعًا صَفْصَفًا کے کہا کہ قاع اس زمین کو کہتے ہیں کہ جس پر پانی نہ ٹھہرے اور صَفْصَفًا کہتے ہیں برابر ہموار زمین کو۔

بَابُ رَفْعِ الْعِلْمِ وَظُهُوْرِ الْجَهْلِ.

باب ہے بیان میں اٹھ جانے علم کے اور ظاہر ہونے جہل کے۔

فائدہ: مقصود باب کا رغبت دلانا ہے اوپر تعلم علم کے اس واسطے کہ نہیں اٹھایا جائے گا علم مگر ساتھ قبض کرنے عالموں کے کما سیاتی صریحا اور جب تک کہ کوئی علم سیکھنے والا موجود رہے گا تب تک نہ حاصل ہوگا رفع اور تحقیق باب

کی حدیث میں ظاہر ہو چکا ہے کہ علم کا اٹھ جانا قیامت کی نشانیوں سے ہے اور یہ جو ربیعہ نے کہا کہ نہیں لائق ہے واسطے کسی کے الخ۔ تو مراد ربیعہ کی یہ ہے کہ جس میں سمجھ اور قابلیت علم کی ہو نہیں لائق ہے اس کو کہ اپنے نفس کو بے کار چھوڑے اور مشغول ہونے کو چھوڑ دے تا کہ نہ پہنچائے یہ طرف اٹھ جانے علم کی یا مراد اس کی ترغیب ہے علم کے پھیلانے پر اس کے اہل میں تا کہ نہ مرجائے عالم پہلے اس کے پس پہنچائے طرف اٹھ جانے علم کی اور مراد یہ ہے کہ مشہور کرے عالم اپنے تئیں اور درپے ہو واسطے سیکھنے کے اس سے یعنی لوگوں کو رغبت دلائے کہ اس سے علم کو سیکھیں تا کہ نہ ضائع ہو علم اس کا اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس کی تعظیم علم کی ہے اور عزت اس کی پس نہ اہانت کرے اپنے نفس کی بایں طور کے گردانے اس کو سبب واسطے دنیا کے اور یہ معنی خوب ہیں لیکن مناسب ساتھ باب کے وہ چیز ہے جو پہلے گزری۔ (فتح)

وَقَالَ رَبِيْعَةُ لَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ عِنْدَهٗ شَيْءٌ مِّنَ الْعِلْمِ أَنْ يُّضَيِّعَ نَفْسَهٗ.

یعنی نہیں لائق ہے کسی ایک کو جس کے پاس کچھ علم ہو یہ کہ ضائع کرے جان اپنی کو۔

فائدہ: اپنی جان کا ضائع کرنا یہ ہے کہ لوگوں کو اس کے علم سے نفع نہ پہنچے۔

٧٨ ۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا.

٧٨۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا یعنی علماء مرجائیں گے اور جہالت ظاہر ہو جائے گی اور حرام کاری پھیل جائے گی اور شراب پی جائے گی۔

٧٩ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ أَحَدٌ بَعْدِيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَّقِلَّ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا وَتَكْثُرَ النِّسَآءُ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ.

٧٩۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ قیامت کی نشانیوں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا اور جہالت ظاہر ہو جائے گی اور حرام کاری پھیل جائے گی اور عورتیں بہت ہو جائیں گی اور مرد کم ہو جائیں گے یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ایک خبر لینے والا رہ جائے گا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ علم کم ہو جائے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا تو احتمال ہے کہ مراد ساتھ قلت کے اول علامت کا ہو اور ساتھ اٹھ جانے اس کے کی اخیر اس کا یا بولی گئی ہے قلت اور مراد ساتھ اس کے عدم ہے جیسے کہ بولا جاتا ہے عدم اور مراد ساتھ اس کے قلت ہوتی ہے اور یہی لائق تر ہے ساتھ ایک ہونے مخرج کے اور یہ جو کہا کہ عورتیں بہت ہو جائیں گی تو بعض کہتے ہیں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ فتنے فساد بہت ہوں گے پس بہت ہوگی قتل مردوں میں اس واسطے کہ وہ اہل لڑائی کے ہیں سوائے عورتوں کے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے طرف بہت ہونے فتوح کے پس لونڈیاں بہت ہوں گی تو ایک مرد کئی عورتوں کو صحبت کے واسطے رکھے گا اور اس میں نظر ہے اور ظاہر یہ ہے وہ علامت محض ہے واسطے کسی سبب کے بلکہ مقدر کرے گا اللہ تعالیٰ اخیر زمانے میں یہ کہ مرد کم پیدا ہوں گے اور عورتیں بہت پیدا ہوں گی اور عورتوں کا بہت ہونا نشانیوں سے مناسب ہے واسطے ظاہر ہونے جہل اور اٹھ جانے علم کے اور یہ جو کہا کہ پچاس عورتیں تو احتمال ہے کہ مراد حقیقت اس عدد کی ہو یا ہو مجاز کثرت سے اور تائید کرتی ہے اس کی یہ بات کہ ایک روایت میں چالیس کا ذکر ہے اور خاص کیے گئے ہیں یہ پانچ امر ساتھ ذکر کے واسطے ہونے اُن کے کی مشعر ساتھ اختلال امور کے کہ حاصل ہوتی ہے ساتھ حفاظت ان کی کے درستی معاش اور معاد کی اور وہ دین ہے اس واسطے کہ علم کا اٹھ جانا مخل ہے ساتھ اس کے اور عقل ہے اس واسطے کہ شراب کا پینا خلل انداز ہے واسطے اس کے اور نسب ہے اس واسطے ہے کہ حرام کاری خلل انداز ہے واسطے اُس کے اور نفس اور مال ہے اس واسطے کہ بہت ہونا فتنوں کا مخل ہے واسطے اس کے ان دونوں کے اور رسوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہوا مخل ہونا ان امروں کا خبر دینے والا ساتھ خراب ہونے عالم کے اس واسطے کہ مخلوق نہ چھوڑی جائے گی بیکار اور نہیں کوئی پیغمبر بعد پیغمبر ہمارے کے درود اللہ کا اور سلام تمام پس متعین ہوا گا یہ قرطبی نے کہا کہ اس حدیث میں نشانی ہے نبوت کی نشانیوں سے اس واسطے کہ خبر دی حضرت ﷺ نے ان امروں سے کہ آئندہ واقع ہوں گے پس واقع ہوئی مطابقت پیشین گوئی کی خاص کر اس زمانے میں قرطبی نے کہا کہ احتمال ہے کہ مراد ساتھ قیم کے وہ شخص ہو جو ان پر قائم ہو برابر ہے کہ ان کے ساتھ صحبت کرتا ہو یا نہ اور احتمال ہے کہ یہ واقع ہو اس زمانے میں کہ نہ باقی رہے گا اس میں کوئی جو اللہ اللہ کہے پس نکاح کرے گا ایک مرد بے حساب عورتوں کو واسطے جہالت کے ساتھ حکم شرعی کے میں کہتا ہوں کہ تحقیق پایا گیا ہے یہ اس زمانے میں ترکمان وغیرہ کے بعض بادشاہوں سے باوجود دعوے کرنے اُن کے کی اسلام کا اور اللہ ہے مدد دینے والا مترجم کہتا ہے کہ اس زمانے میں بھی بعض نواب ایسے ہیں کہ ان کے نکاح میں پچاس پچاس عورتوں سے زیادہ ہیں باوجودیکہ وہ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور اللہ سے ہی مدد مانگی گئی۔

بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ. باب ہے علم کی فضیلت کے بیان میں۔

فائدہ: فضل اس جگہ ساتھ معنی زیادہ ہونے کے ہے یعنی جو اس سے زیادہ ہو اور جو فضل کہ کتاب العلم کے پہلے

باب میں گزر چکا ہے اس کے معنی فضیلت کے ہیں پس نہ گمان کیا جائے کہ اُس نے اس کو مکرر کیا۔

٨٠ ۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتّٰى إِنِّيْ لَأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ فِيْ أَظْفَارِيْ ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالُوْا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْعِلْمَ.

٨٠۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس حالت میں کہ میں سونے والا تھا میرے آگے دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا سو میں نے اس میں سے پیا یہاں تک کہ میں دیکھتا ہوں کہ تازگی اور سیرابی میرے ناخنوں سے نکلنے لگی یعنی میں نہایت آسودہ ہوگیا پھر میں نے اپنا جوٹھا باقی دودھ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیا لوگوں نے کہا کہ اس خواب کی آپ نے کیا تعبیر کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی تعبیر علم ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے اہل تعبیر نے کہا ہے کہ جو کوئی دودھ کھاتے پیتے خواب میں دیکھے اس کو علم نصیب ہوگا اس لیے کہ علم سبب ہے روح کی زندگانی کا جیسے کہ دودھ سبب ہے بدن کی زندگانی کا اور یہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی تعبیر علم ہے تو تعبیر دودھ کی ساتھ علم کے واسطے مشترک ہونے دونوں کے ہے بیچ بہت نفع ہونے کے اور اُس کی شرح تعبیر میں آئے گی ابن منیر نے کہا کہ وجہ فضیلت کی واسطے علم کے حدیث میں اس جہت سے ہے کہ تعبیر کیا علم سے بایں طور کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فضلہ ہے اور حصہ ہے اس چیز سے کہ دیا آپ کو اللہ نے اور کافی ہے تجھ کو یہ اور یہ قول اس کا بنا بر اس کے ہے کہ مراد ساتھ فضل کے فضیلت ہے اور غافل ہوا اس نکتے سے جو پہلے گزرا۔(فتح)

بَابُ الْفُتْيَا وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى الدَّآبَّةِ وَغَيْرِهَا.

باب ہے چارپائے وغیرہ کی پیٹھ پر کھڑا ہو کر فتویٰ دینے کے بیان میں۔

فائدہ: یہ جو کہا وَهُوَ وَاقِفٌ تو مراد اس سے مفتی ہے فتویٰ دینے والا اور مراد بخاری کی یہ ہے کہ مقرر عالم جواب دے سائل کے سوال کا اگرچہ سوار ہو اور مراد اس سے لغت میں ہر وہ چیز ہے جو چلے زمین پر اور عرف میں وہ چیز ہے جس پر سواری کی جائے اور وہی مراد ہے ساتھ ترجمہ کے اور خاص کیا ہے اس کو بعض اہل عرف نے ساتھ گدھے کے پس اگر کہا جائے کہ حدیث کے سیاق میں سوار ہونے کا ذکر نہیں تو جواب یہ ہے کہ بخاری نے اس کو حوالہ کیا ہے طریق دیگر پر جس کو حج میں وارد کیا پس کہا کہ تھے اپنی اونٹنی پر۔(فتح)

٨١ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ

٨١۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے دن منی میں ٹھہرے واسطے لوگوں کے جو ایسے

عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْأَلُوْنَهُ فَجَآئَهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ فَقَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ فَجَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

مسائل پوچھتے تھے سو آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا اس نے کہ میں نہ جانتا تھا پس منڈایا میں نے سر اپنا پہلے ذبح کرنے سے پس فرمایا کہ ذبح کر لے اب اور نہیں ہے کچھ گناہ پھر ایک اور شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ نہیں جانتا تھا میں پس قربانی کی میں نے پہلے کنکریوں مارنے کی پس فرمایا کہ اب کنکریاں پھینک لے اور نہیں ہے کچھ گناہ پس رسول اللہ ﷺ نہیں پوچھے گئے کسی چیز سے کہ مقدم ہوئی یا مؤخر مگر یہی فرمایا کہ کر لے اور کچھ گناہ نہیں۔

فائدہ: حضرت ﷺ حجۃ الوداع کے دن اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر کھڑے ہوئے تھے چنانچہ حجۃ الوداع کی پوری حدیث میں اس کا ذکر ہے اسی وجہ سے ہے مطابقت اس کی ساتھ ترجمہ کے اور یہ جو کہا کہ نہیں حرج یعنی نہیں کچھ چیز تجھ پر گناہ سے مطلق نہ ترتیب میں اور نہ ترکِ فدیہ میں یہ ہے ظاہر اس کا اور بعض فقہاء نے کہا کہ مراد نفی گناہ کی ہے فقط اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ بعض روایتوں صحیحہ میں ہے وَلَمْ يَأْمُرْ بِكَفَّارَةٍ یعنی نہ حکم دیا ساتھ کفارے کے۔ (فتح)

بَابُ مَنْ أَجَابَ الْفُتْيَا بِإِشَارَةِ الْيَدِ وَالرَّأْسِ.

ہاتھ اور سر کے اشارے سے مسئلہ بتلانے کے بیان میں۔

فائدہ: ہاتھ سے اشارہ کرنا مستفاد ہے دونوں حدیثوں سے جو مذکور ہیں باب میں پہلے اور اشارہ کرنا ساتھ سر کے مستفاد ہے اسماء کی حدیث سے فقط اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فعل سے ہے پس ہوگا موقوف لیکن اس کے واسطے حکم مرفوع حدیث کا ہے اس واسطے کہ تھے وہ نماز پڑھتے پیچھے حضرت ﷺ کے اور تھے حضرت ﷺ دیکھتے نماز میں اپنے پیچھے والوں کو پس داخل ہوگا تقدیر میں اور یہ جو باب کی حدیث میں کہا فَقَالَ لَا حَرَجَ تو احتمال ہے کہ ہو قال بیان واسطے قول اس کے کی کہ اشارہ کیا اور ہوگا اطلاق قول سے اوپر فعل کے جیسا کہ پچھلی حدیث میں ہے فَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهٖ اور یہی ہے لائق تر ساتھ مراد بخاری کے اور احتمال ہے کہ یہ وہی پہلا سائل ہو اور احتمال ہے کہ اس کے سوا کوئی اور ہو اور یہی ظاہر تر ہے تا کہ موافق ہو پہلی روایت کو کہ اس میں کہ پھر اور شخص آیا اور یہ جو کہا کہ علم قبض کیا جائے گا تو یہ تفسیر ہے واسطے قول اس کے کی يُرْفَعُ الْعِلْمُ اور قبض سوائے اس کے نہیں کہ واقع ہوگا ساتھ مرنے عالموں کے اور یہ جو اسماء نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے حدیث میں کہا کہ کیا حال ہے لوگوں کا یعنی واسطے اُس چیز کے کہ میں دیکھتی ہوں ان کی بے قراری سے پس اشارہ کیا یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا نے طرف آسمان کی یعنی سورج گہن پڑا ہے اور یہ جو اس نے کہا کہ ناگہاں لوگ کھڑے

تھے تو شاید اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے مڑ کر دیکھا تو ان کو گہن کی نماز میں کھڑے پایا۔ (فتح)

٨٢ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ فِيْ حَجَّتِهٖ فَقَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ فَأَوْمَأَ بِيَدِهٖ قَالَ وَلَا حَرَجَ قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ فَأَوْمَأَ بِيَدِهٖ وَلَا حَرَجَ.

۸۲۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا پس اُس نے کہا کہ قربانی کی میں نے پہلے کنکریوں مارنے کے یعنی کیا مجھ پر کچھ گناہ ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کچھ گناہ نہیں یعنی تجھ پر اور کہا اس شخص نے کہ سر منڈایا میں نے پہلے ذبح کرنے سے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کچھ گناہ نہیں۔

٨٣ ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ سَالِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ وَالْفِتَنُ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْهَرْجُ فَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهٖ فَحَرَّفَهَا كَأَنَّهٗ يُرِيْدُ الْقَتْلَ.

۸۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم قبض کیا جائے گا اور جہالت اور فتنے ظاہر ہو جائیں گے اور ہرج بہت ہو جائے گی کسی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہرج کس کو کہتے ہیں پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پس اس کو پھیرا گویا کہ آپ اس سے قتل مراد رکھتے تھے یعنی ہرج قتل کو کہتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشارہ سے مسئلہ بتلانا جائز ہے جب کہ سائل سمجھ لے۔

٨٤ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَآءَ قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّيْ فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَآءِ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ قُلْتُ اٰيَةٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ فَقُمْتُ حَتّٰى تَجَلَّانِيَ الْغَشْيُ فَجَعَلْتُ أَصُبُّ عَلٰى رَأْسِي الْمَآءَ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَثْنٰى

۸۴۔ اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور وہ نماز پڑھ رہی تھی اچانک اور لوگ کھڑے تھے یعنی نماز پڑھ رہے تھے سورج کی پس میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہے یعنی نماز کیوں پڑھ رہے ہیں پس اشارہ کیا عائشہ رضی اللہ عنہا نے طرف آسمان کی یعنی آسمان کی طرف نہیں دیکھتی کہ سورج کو گہن لگا ہوا ہے پس عائشہ رضی اللہ عنہا نے سبحان اللہ کہا میں نے کہا کوئی نشانی ہے پس عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر کے ساتھ اشارہ کیا کہ ہاں (اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) پس کھڑی ہوئی میں یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئی (یعنی گرمی کی وجہ سے) پس میں نے

عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيْتُهُ إِلَّا رَأَيْتُهُ فِيْ مَقَامِيْ حَتَّى الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَأُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِيْ قُبُوْرِكُمْ مِثْلَ أَوْ قَرِيْبَ لَا أَدْرِيْ أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَآءُ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ يُقَالُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُوْقِنُ لَا أَدْرِيْ بِأَيِّهِمَا قَالَتْ أَسْمَآءُ فَيَقُوْلُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ جَآءَ نَا بِالْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى فَأَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا هُوَ مُحَمَّدٌ ثَلَاثًا فَيُقَالُ نَمْ صَالِحًا قَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوْقِنًا بِهٖ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِيْ أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَآءُ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِيْ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهٗ.

اپنے سر پر پانی ڈالنا شروع کیا پس نبی ﷺ نے اللہ کی تعریف بیان کی اور اس پر ثناء کہی پھر حضرت ﷺ نے فرمایا کوئی چیز نہیں جس کو میں نے دیکھا ہوا نہیں تھا مگر دیکھا میں نے اس کو اس جگہ میں یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی پس مجھ کو وحی ہوئی کہ فتنے میں ڈالے جاؤ گے تم اپنی قبروں میں مثل یا قریب (راوی کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کون سا لفظ بولا ہے) فتنہ سے مسیح دجال کے پوچھا جائے گا تو اس مرد کو (یعنی محمد ﷺ کو) کیسے جانتا ہے؟ پس جو مومن ہوگا یا موقن (راوی کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اسماء رضی اللہ عنہا نے ان دونوں لفظوں سے کون لفظ بولا ہے) وہ کہے گا وہ محمد ﷺ ہیں وہ رسول اللہ کے ہیں لائے ہمارے پاس دلیلیں روشن اور ہدایت پس ہم نے مان لیا ان کی پیغمبری کو اور تابع ہوئے اس کے وہ محمد ﷺ ہیں تین دفعہ کہے گا پس اس کو کہا جائے گا تو سو جا نیکوکار ہو کر ہم جانتے تھے کہ تو اس کے ساتھ یقین رکھتا ہے اور جو منافق ہوگا یا شک والا ہوگا وہ کہے گا میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو ایک چیز کہتے ہوئے سنا تھا پس ویسے ہی میں نے بھی اس کو کہہ دیا (یعنی دین کی تحقیق نہ کی سنی سنائی بات کا یقین کر لیا اور باپ دادوں کے رواج پر اڑ رہا)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشارہ سے بتلانا جائز ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دو دفعہ اسماء کو اشارہ سے جواب دیا۔

بَابُ تَحْرِيْضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى أَنْ يَّحْفَظُوا الْإِيْمَانَ وَالْعِلْمَ وَيُخْبِرُوْا مَنْ وَّرَآئَهُمْ وَقَالَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعُوْا إِلٰى أَهْلِيْكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ.

ترغیب دینی نبی ﷺ کی عبدالقیس کے ایلچیوں کو کہ ایمان اور علم کو یاد رکھیں اور اپنے پیچھے والے لوگوں کو خبر دیں اور کہا مالک بن حویرث نے کہ ہم کو نبی ﷺ نے فرمایا پلٹ جاؤ اپنے گھر والوں کی طرف پس ان کو علم سکھلاؤ۔

۸۵ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ أُتَرْجِمُ بَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ الْوَفْدُ أَوْ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوْا رَبِيْعَةُ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى قَالُوْا إِنَّا نَأْتِيْكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيْدَةٍ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ وَلَا نَسْتَطِيْعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِيْ شَهْرٍ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نُخْبِرُ بِهِ مَنْ وَّرَآءَ نَا نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَهُ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيْتَآءُ الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَتُعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّآءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ قَالَ شُعْبَةُ رُبَّمَا قَالَ النَّقِيْرِ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ قَالَ احْفَظُوْهُ وَأَخْبِرُوْهُ مَنْ وَّرَآءَ كُمْ.

۸۵۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک عبدالقیس کے ایلچی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون قوم ہو یا کون ایلچی ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ربیعہ کی قوم سے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوشا بحال قوم یا یوں فرمایا کہ خوشا بحال ایلچیاں کو نہ ذلیل ہوں نہ شرمسار (یعنی تمہارے واسطے بشارت ہو) انہوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ہم آپ کے پاس آنے کی طاقت نہیں پاتے مگر مہینے حرام میں (یعنی ذی القعدہ اور ذی الحج اور محرم اور رجب میں) اس واسطے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان یہ قوم ہے کفار سے مضر کی (جو ہم کو آپ کے پاس آنے سے روکتے ہیں) سو آپ ہم کو کوئی امر فیصل کرنے والا فرما دیجئے یعنی فرق کرنے والا درمیان حق اور باطل کے جو خبر دیں ہم ساتھ اس کے اپنے پیچھے والوں کو یعنی اپنی قوم کو جو وطن میں چھوڑ آئے ہیں اور داخل ہوں ہم اس کے سبب بہشت میں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چار چیزوں کے کرنے کا حکم فرمایا اور چار چیزوں سے منع فرمایا حکم فرمایا ان کو ایمان لانے کا ساتھ اللہ کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو کہ کیا ہے ایمان لانا ساتھ اللہ ایک کے انہوں نے عرض کی کہ اللہ اور رسول اس کا سب سے زیادہ تر جاننے والا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ایک کے ساتھ ایمان لانا یہ کہ گواہی دینی اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا رسول ہے اور قائم کرنا نماز کا اور دینا زکوۃ کا اور روزے رکھنے رمضان کے اور لوٹ کے مال سے پانچواں حصہ ادا کرنا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ان کو چار قسم کا باسنوں کے استعمال کرنے سے کدو کے تونبے سے اور لاکھے برتن سے اور روغنی

رال والے برتن سے اور چوبی برتن سے اور حضرت ﷺ نے
فرمایا کہ یاد رکھو ان کو اور خبر دو ساتھ ان کے اپنے پیچھے والوں کو۔

فائدہ: یہ جو شعبہ نے کہا کہ اکثر اوقات اس نے نقیر کہا اور اکثر اوقات مقیر تو یہ مراد نہیں کہ وہ ان دونوں لفظوں میں تردد کرتا تھا تاکہ ثابت ہو ایک سوائے دوسرے کے اس واسطے کہ لازم آتا ہے ذکر مقیر سے تکرار واسطے پہلے مذکور ہونے مزفت کے اس واسطے کہ وہ اس کے معنی میں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جازم تھا وہ ساتھ ذکر پہلی تین چیزوں کے شک کرنے والا تھا چوتھے میں اور وہ نقیر ہے پس کبھی اس کو ذکر کرتا تھا اور کبھی نہ کرتا تھا اور اس کو تیسرے میں بھی شک تھا کبھی مزفت کہتا ہے اور کبھی مقیر کہتا تھا یہ ہے توجیہ اس کی پس نہیں ہے التفاف طرف اس چیز کے کہ اس کے سوائے ہے۔ (فتح)

بَابُ الرِّحْلَةِ فِي الْمَسْئَلَةِ النَّازِلَةِ وَتَعْلِيمِ أَهْلِهِ.

جو نیا مسئلہ درپیش ہو اس کے پوچھنے کے واسطے سفر کرنا۔

٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ حُسَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِأَبِيْ إِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنِّيْ قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِيْ تَزَوَّجَ فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا أَعْلَمُ أَنَّكِ أَرْضَعْتِنِيْ وَلَا أَخْبَرْتِنِيْ فَرَكِبَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ.

٨٦۔ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے ابی اہاب کی بیٹی سے نکاح کیا سو اس کے پاس ایک عورت آئی پس اس نے کہا کہ میں نے عقبہ اور اس کی بیوی دونوں کو دودھ پلایا ہوا ہے یعنی پس وہ عورت اس کی دودھ شریک بہن ہوئی اور اس کا نکاح باطل ہوا پس عقبہ نے اس عورت کو کہا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ تو نے مجھے دودھ پلایا تھا اور تو نے مجھ کو خبر بھی نہیں کی یعنی پہلے نکاح سے پس سوار ہو کر چلے عقبہ رسول اللہ ﷺ کی طرف مدینہ میں (یعنی مکے سے مدینے کو چلا) سو مسئلہ پوچھا عقبہ نے حضرت ﷺ سے سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کس طرح نکاح میں رکھے گا تو اس کو اس حال میں کہ کہا گیا ہے کہ تو اس کا دودھ شریک بھائی ہے سو جدا کر دیا عقبہ نے اس عورت کو اور نکاح کیا اس عورت نے دوسرے خاوند سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی خاص حادثہ اور نئے مسئلہ کے واسطے سفر کرنا جائز ہے کہ عقبہ ایک مسئلہ کے واسطے مکہ سے مدینہ میں سفر کر کے گیا پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے اور یہ جو کہا کہ پس سوار ہوا یعنی مکہ سے اس واسطے کہ وہ اس کے رہنے کی جگہ تھی اور فرق درمیان اس ترجمہ کے اور ترجمہ بَابُ الْخُرُوْجِ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ کے یہ ہے کہ یہ خاص تر ہے اور وہ عام تر ہے اور حدیث کی باقی شرح آئندہ آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

بَابُ التَّنَاوُبِ فِي الْعِلْمِ.

علم سیکھنے کے واسطے باری باری سے جانا۔

۸۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ أَنَا وَجَارٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلَى رَسُوْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِخَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ فَنَزَلَ صَاحِبِي الْأَنْصَارِيُّ يَوْمَ نَوْبَتِهِ فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيْدًا فَقَالَ أَثَمَّ هُوَ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ عَظِيْمٌ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِيْ فَقُلْتُ طَلَّقَكُنَّ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَا أَدْرِيْ ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ أَطَلَّقْتَ نِسَآءَكَ قَالَ لَا فَقُلْتُ اللَّهُ أَكْبَرُ.

۸۷۔ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرا ایک پڑوسی انصاری امیہ کے قبیلہ میں رہتے تھے اور وہ قبیلہ ان دیہات سے ہے جو مدینے کے قریب پورب کی طرف واقع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہم باری سے آیا کرتے تھے ایک دن وہ آتا تھا اور ایک دن میں آتا تھا پس جب کہ میں آتا تھا تو اس دن کی خبر (یعنی جو وحی وغیرہ سے کوئی نیا معاملہ واقع ہوتا تھا) اس کے پاس لے جاتا تھا اور جبکہ وہ آتا تھا تو بھی ویسے ہی کرتا تھا یعنی جو دیکھ سُن جاتا وہ مجھ کو بتلا دیتا سو اپنی باری کے دن میرا ساتھی انصاری آیا اور میرے دروازے پر سخت چوٹ ماری اور کہا کہ کیا عمر یہاں ہے پس میں گھبرا گیا اور نکلا میں طرف اس کی سو اُس نے کہا کہ ایک بڑا حادثہ پیدا ہوا ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا (حفصہ رضی اللہ عنہا عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھی) اور وہ رو رہی تھی پس میں نے کہا کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی ہے حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نہیں جانتی ہوں پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو کہا میں نے اور حالانکہ میں کھڑا ہوا تھا کہ کیا آپ نے اپنی عورتوں کو طلاق دے دی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں پس میں نے کہا اللہ اکبر یعنی اللہ بڑا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کلمہ تعجب سے کہا کہ ایسے معاملے عظیم کو اس نے بلا تحقیق مجھ سے جا کر کیوں بیان کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باری سے اور نوبت نوبت سے آ کر علم سیکھنا جائز ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے اور یہ جو کہا کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا پر داخل ہوا تو یہ قول عمر رضی اللہ عنہ کا ہے اور حدیث میں اختصار ہے نہیں تو بعد قول اس کے امر عظیم یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دی میں نے کہا تحقیق مجھ کو گمان تھا کہ یہ

بات ہونے والی ہے یہاں تک کہ جب میں نے صبح کی نماز پڑھی تو اپنے کپڑے پہنے میں پھر اترا اور حفصہ رضی اللہ عنہا پر داخل ہوا یعنی اپنی بیٹی پر جو ام المومنین ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے اعتماد کرنا اوپر خبر واحد کے اور عمل ساتھ مراسیل اصحاب کے اور یہ کہ طالب نہ غافل ہو نظر کرنے سے اپنی معاش کے امر میں تا کہ مدد لے ساتھ اس کے اوپر طلب علم وغیرہ کے باوجود اخذ اس کے کی ساتھ حزم کے سوال میں اس چیز سے کہ فوت ہو اس سے دن غائب ہونے اس کے کی واسطے اس چیز کے کہ معلوم ہوا عمر رضی اللہ عنہ کے حال سے کہ وہ اس وقت تجارت کرتے تھے کما سیاتی فی البیوع اور اس میں نظر ہے کہ شرط تواتر کی یہ ہے کہ ہو سند اس کے نقل کرنے والوں کی امر محسود نہ وہ اشاعت کہ نہ معلوم ہو کہ کس نے اس کو شروع کیا اور باقی شرح اس کی نکاح میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

بَابُ الْغَضَبِ فِي الْمَوْعِظَةِ وَالتَّعْلِيْمِ إِذَا رَأٰى مَا يَكْرَهُ.

وعظ اور تعلیم میں جب واعظ کوئی چیز بری دیکھے تو غصہ ہونا جائز ہے۔

٨٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا أَكَادُ أُدْرِكُ الصَّلَاةَ مِمَّا يُطَوِّلُ بِنَا فُلَانٌ فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْ يَوْمِئِذٍ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ مُنَفِّرُوْنَ فَمَنْ صَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيْهِمُ الْمَرِيْضَ وَالضَّعِيْفَ وَذَا الْحَاجَةِ.

٨٨۔ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ نہیں قریب ہے کہ میں جماعت کو پاسکوں اس سبب سے کہ فلاں شخص (یعنی امام ہمارا) ہماری نماز کو بہت لمبا کرتا ہے اور بڑی طویل قرأت پڑھتا ہے جس سے ہم لوگ تھک جاتے ہیں پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو وعظ میں اس دن سے زیادہ تر غضبناک کبھی نہیں دیکھا پس حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو نفرت دلاتے ہو جماعت سے پس جو شخص لوگوں کا امام ہو اس کو لازم ہے کہ نماز کو ہلکا کرے اس واسطے کہ ان میں سے بعض مریض ہوتے ہیں اور بعض ضعیف اور بعض حاجت مند ہوتے ہیں یعنی ان کو دنیا کا کوئی کام کرنا ہوتا ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ میں جماعت کی نماز نہیں پاسکتا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں جماعت کی نماز سے قریب نہیں ہوتا بلکہ کبھی اس سے دیر کرتا ہوں واسطے دراز ہونے قرأت کے اور سخت غضبناک اس لیے ہوئے کہ پہلے اس سے منع کر چکے تھے۔ (فتح)

٨٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو الْعَقَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا

٨٩۔ زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے ایک شخص نے گری ہوئی چیز کا سوال پوچھا یعنی اس کو کیا کرنا

سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ الْمَدِيْنِيُّ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ اعْرِفْ وِكَائَهَا أَوْ قَالَ وِعَائَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اسْتَمْتِعْ بِهَا فَإِنْ جَآءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ قَالَ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ فَغَضِبَ حَتّٰى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ أَوْ قَالَ احْمَرَّ وَجْهُهُ فَقَالَ وَمَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَآءَ وَتَرْعَى الشَّجَرَ فَذَرْهَا حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ قَالَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ.

چاہیے حضرت ﷺ فرمایا پہچان رکھ سر بند اس کا یا فرمایا برتن اس کا یعنی جس میں وہ چیز پڑی ہوئی ہے اور تھیلا اس کا پھر مشہور کر اس کو لوگوں میں ایک برس تک پھر فائدہ اٹھا ساتھ اس کے یعنی اپنے کام میں لا پس اگر اس کا مالک آ جائے تو اس چیز کو اس کے حوالے کر دے فضالہ نے پوچھا کہ اونٹ گم ہوئے کا کیا حال ہے پس حضرت ﷺ بہت غصے میں آئے یہاں تک کہ آپ کے رخسار سرخ ہو گئے یا کہا کہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا سو فرمایا تجھے کیا کام ہے اس سے یعنی چھوڑ دے اس کو کہ اس کے لینے کی کچھ حاجت نہیں اس کے ساتھ مشک اس کی ہے اور موزے اس کے ہیں پانی پر آتا ہے اور درختوں کو کھاتا ہے پس چھوڑ دے اس کو یہاں تک کہ ملے اس کو مالک اس کا (یعنی اس کے ضائع ہونے کا کچھ خوف نہیں)۔

فائدہ: کہتے ہیں کہ اونٹ کو پیاسا مارنے کی بہت عادت ہے دس دس بیس بیس دن تک بغیر پانی کے رہ سکتا ہے اور اس کے پاس اس کا جوتا ہے یعنی پاؤں اس کے چلنے پھرنے کو بہت مضبوط ہیں۔

ت: فضالہ نے پوچھا کہ گم ہوئی بکری کا کیا حال ہے حضرت ﷺ نے فرمایا وہ واسطے تیرے ہے یا واسطے بھائی تیرے کے یا بھیڑیے کے (یعنی اس کو تو لے لے اس کے ضائع ہونے کا خوف ہے ایسا نہ ہو کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے اور حرام چلی جائے۔

٩٠ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَشْيَآءَ كَرِهَهَا فَلَمَّا أُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ سَلُوْنِيْ عَمَّا شِئْتُمْ قَالَ رَجُلٌ مَنْ أَبِيْ قَالَ أَبُوْكَ حُذَافَةُ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ مَنْ أَبِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ أَبُوْكَ سَالِمٌ مَوْلٰى شَيْبَةَ فَلَمَّا رَاٰى عُمَرُ مَا

٩٠۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے لوگوں نے کئی مکروہ اور فضول چیزوں کا سوال کیا سو جب لوگوں نے ایسی بہت باتیں پوچھیں تو حضرت ﷺ سخت ناراض ہو گئے پھر آپ نے لوگوں کو فرمایا پوچھو مجھ سے جو چاہتے ہو تم پس ایک مرد نے کہا کہ میرا باپ کون ہے؟ حضرت ﷺ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پس دوسرا شخص کھڑا ہو گیا سو اس نے کہا یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ حضرت ﷺ نے فرمایا سالم مولیٰ شیبہ کا سو جب عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرہ

فِيْ وَجْهِهٖ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا نَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

مبارک میں غصہ دیکھا تو عرض کی کہ یارسول اللہ ہم توبہ کرتے ہیں طرف اللہ غالب اور بزرگ کی (یعنی آپ ہمارے قصور کو معاف فرمایئے کہ ہم نے ایسی بیجا باتیں پوچھیں ہیں جن سے آپ نارض ہوئے) ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز بری دیکھ کر وعظ میں غصہ کرنا جائز ہے۔

فائدہ: اس روایت میں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اللہ کی طرف توبہ کرتے ہیں اور اگلی روایت میں ہے کہ ہم اللہ کی مالکی سے راضی ہوئے الخ تو تطبیق ان دونوں کے درمیان ظاہر ہے بایں طور کہ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سب کہا تھا سو جس راوی کو جو یاد رہا اس کو نقل کیا۔

تنبیہ: امام بخاری نے فقط یہ کہا کہ وعظ اور تعلیم میں غضبناک ہونا درست ہے تو یہ اس واسطے کہ حاکم کو حکم ہے کہ غصے کی حالت میں حکم نہ کرے اور فرق یہ ہے کہ وعظ کرنے والے کی شان سے ہے یہ کہ ہو غضبناک کی صورت میں اس واسطے کہ مقام اس کا چاہتا ہے کہ تکلف کرے غصے میں اس واسطے کہ وہ ڈرانے والے کی صورت میں ہے اور اسی طرح معلم جب کہ انکار کرے اس شخص پر جو سیکھتا ہے اس سے بدفہمی کو اور مانند اس کی اس واسطے کہ کبھی ہوتا ہے وہ بہت بلانے والا واسطے قبول کے اس سے اور نہیں ہے یہ لازم ہر شخص کے حق میں بلکہ مختلف ہے ساتھ اختلاف احوال سیکھنے والوں کے اور رہا پیر حاکم پس وہ برخلاف اس کے ہے کما یاتی فی بابه پس اگر کہا جائے کہ حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے کی حالت میں جس جگہ کہ کہا تیرا باپ فلانا ہے تو جواب یہ ہے کہ کہا جائے اول تو یہ حکم کے باب سے نہیں اور بر تقدیر اس کے پس یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاصہ سے ہے واسطے معصوم ہونے محل کے پس برابر ہے غضب آپ کا اور راضی ہونا آپ کا اور مجرد غضب آپ کا ایک چیز پر دلالت کرتا ہے اس کے حرام ہونے پر برخلاف غیر آپ کے کی اور یہ جو اگلی حدیث میں عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم راضی ہوئے تو ابن بطال نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے سمجھا کہ یہ سوالات کبھی بطور تعنت یا شک کے ہوتے ہیں تو اس نے خوف کیا کہ اترے عذاب اس سبب سے پس کہا راضی ہوئے ہم الخ تو راضی ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ اس کے سو چپ ہوئے۔ (فتح)

بَابُ مَنْ بَرَكَ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ عِنْدَ الْإِمَامِ أَوِ الْمُحَدِّثِ.

امام یا محدث کے نزدیک دونوں زانو ہو کر بیٹھنے کا بیان۔

٩١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٩١۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے سو عبداللہ بیٹا حذافہ کا کھڑا ہوا سو اس نے کہا کہ میرا باپ کون ہے؟ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا باپ حذافہ

خَرَجَ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ أَبِي فَقَالَ أَبُوكَ حُذَافَةُ ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي فَبَرَكَ عُمَرُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا فَسَكَتَ.

ہے پھر حضرت ﷺ نے بہت دفعہ فرمایا کہ پوچھو مجھ سے پوچھو مجھ سے سو بیٹھ گئے عمر دونوزانو ہو کر اور کہا کہ راضی ہوئے ہم اللہ کی مالکی اور مسلمانی کے دین سے اور محمد ﷺ کی پیغمبری سے تین دفعہ کہا سو حضرت ﷺ چپ ہوئے۔

بَابُ مَنْ أَعَادَ الْحَدِيثَ ثَلَاثًا لِيُفْهَمَ عَنْهُ فَقَالَ أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا.

ایک بات کو تین دفعہ لوٹانا تا کہ سننے والا سمجھ لے یعنی پس کہا نبی ﷺ نے کہ جھوٹی بات کبیرہ گناہ ہے پس حضرت ﷺ ہمیشہ اس کو لوٹاتے رہے یعنی بہت دفعہ اسی ایک کلمہ کو پھر پھر کے کہا۔

فائدہ: یہ ایک ٹکڑا ہے معلق ابوبکرہ کی حدیث سے جو شہادت میں مذکور ہے اور دیات میں کہ اس کا اول یہ ہے کہ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلٰثًا یعنی کیا نہ بتلاؤں میں تم کو کبیرہ گناہوں میں جو بہت بڑے ہیں یہ کلمہ آپ نے تین بار فرمایا پس ذکر کی ساری حدیث پس اس میں ہے معنی ترجمہ کے اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے ان کو یہ تین بار فرمایا اور یہ جو کہا کہ ہمیشہ اس کو دوہراتے رہے یعنی اسی مجلس میں اور یہ جو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا هَلْ بَلَّغْتُ ثَلٰثًا تو یہ بھی ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جو کتاب الحدود میں آئے گی اس کا اول یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا اور ذکر کی حدیث اور اس میں یہ بھی ہے جس کو یہاں معلق کیا اور یہ جو انس رضی اللہ عنہ نے اگلی حدیث میں کہا کہ حضرت ﷺ جب کوئی بات فرماتے تھے تو اس کو تین بار دہراتے تھے تو مراد یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ خبر دینے والا ہے اس چیز سے کہ پہچانا تھا اس کو حضرت ﷺ کے حال سے اور دیکھا تھا اس کو نہ یہ کہ حضرت ﷺ نے اس کو اس کی خبر دی تھی اور مراد تین بار دوہرانے سے سمجھانا ہے اس بات کا اور ابن منیر نے کہا کہ تنبیہ کی ہے بخاری نے ساتھ اس ترجمہ کے اوپر رد کرنے اس شخص کے جو برا جانتا ہے حدیث کے دوہرانے کو اور انکار کرتا ہے طالب پر دوہرانے کی طلب کو اور گنتا ہے اس کو بلادت سے یعنی جہالت سے اور لاحق یہ ہے کہ یہ مختلف ہوتا ہے ساتھ مختلف ہونے طبیعتوں کے پس نہیں عیب ہے طالب پر جس کو ایک بار سکھلانے سے یاد نہ ہو سکے جبکہ دوہرانا چاہے اور نہیں عذر ہے واسطے استاد کے جبکہ نہ دوہرائے بلکہ اس کو دوہرانا بہت موکد ہے ابتدا سے اس واسطے کہ شروع لازم کرنے والا ہے ابن تین نے کہا کہ تین بار دوہرانا غایت اس چیز کا ہے جو واقع ہو ساتھ اس کے عذر اور بیان اور یہ جو کہا کہ جب کسی قوم پر آتے تھے تو تین بار سلام کرتے تھے تو شاید یہ اس وقت ہوتا تھا جب کہ اجازت مانگنے کے واسطے سلام کرتے تھے بنا بر اس چیز کے کہ روایت کی ہے ابوموسیٰ وغیرہ نے اور اپر یہ کہ گزرے کوئی راہ چلنے والا سلام کرتا تو مشہور عدم تکرار ہے

میں کہتا ہوں کہ بخاری نے بھی بعینہ یہی بات سمجھی ہے پس وارد کیا ہے حدیث کو مقرون ساتھ حدیث ابوموسیٰ کے کما سیاتی فی الاستیذان لیکن احتمال ہے کہ نیز یہ واقع ہوتا ہو آپ سے جب کہ خوف کرتے کہ آپ نے سلام کو نہیں سنایا اور یہ جو کہا کہ دو بار یا تین بار تو اس نے دلالت کی کہ تین بار دوہرانا شرط نہیں بلکہ مراد سمجھانا ہے پس جب حاصل ہو بغیر اس کے تو کفایت کرتا ہے اور اس کی باقی شرح آئندہ آئے گی۔ (فتح)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثًا.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میں نے پہنچا دیا ہے حکم اللہ کا تین دفعہ آپ نے یہ کلمہ کہا۔

٩٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا سَلَّمَ سَلَّمَ ثَلَاثًا وَإِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا.

٩٢۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات فرماتے تھے تو اس کو تین بار لوٹاتے تھے تاکہ اس کو سننے والا سمجھ لے اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم پر تشریف لاتے تو ان پر تین بار سلام کرتے تھے۔

٩٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّفَّارُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ وَإِذَا أَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا.

٩٣۔ ترجمہ اس کا اوپر گزر گیا ہے۔

٩٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ سَافَرْنَاهُ فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقَتْنَا الصَّلَاةُ صَلَاةُ الْعَصْرِ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلٰى أَرْجُلِنَا

٩٤۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں جس میں ہم نے مسافری کی تھی ہم سے پیچھے رہ گئے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پایا ہم کو اور حالانکہ ہم نے تاخیر کیا تھا نماز کو (یعنی نماز کا وقت بہت تنگ ہو گیا تھا) اور ہم وضو کر رہے تھے پس ہم لوگوں نے اپنی ایڑیوں پر مسح کرنا شروع کیا یعنی جلدی کے واسطے ہلکا سا دھویا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. نے بلند آواز سے پکارا کہ خرابی ہے ایڑیوں کو دوزخ سے تین دفعہ فرمایا۔

بَابُ تَعْلِيْمِ الرَّجُلِ أَمَتَهٗ وَأَهْلَهٗ. اپنی لونڈی اور اپنی بیوی بال بچوں کو علم سکھانے کا ثواب

فائدہ: مطابقت حدیث کی واسطے ترجمہ کے لونڈی میں نص کے ساتھ ہے اور اہل میں قیاس کے ساتھ ہے اس واسطے کہ کوشش ساتھ گھر والوں آزاد کے بیچ تعلیم فرائض اللہ کے اور سنتوں اس کے رسول کے بہت مؤکد ہے کوشش سے لونڈیوں کے حق میں اور یہ جو کہا من اهل الكتاب یعنی ایک مرد اہل کتاب تو فقط کتاب کی عام ہے اور اس کے معنی خاص ہیں یعنی جو اللہ کی طرف سے اتاری گئی ہے اور مراد ساتھ اس کے تورات اور انجیل ہے جیسے کہ متفق ہوئے ہیں ساتھ اس کے نصوص کتاب اور سنت کے جس جگہ کہ مطلق اہل کتاب بولا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس جگہ خاص انجیل ہے اگر ہم کہیں کہ نصرانیت کا دین ناسخ ہے واسطے دین یہودیت کے جیسے کہ تقریر کی ہے اس کی ایک جماعت نے اور نہیں حاجت ہے طرف شرط ہونے ناسخ کی اس واسطے کہ عیسیٰ علیہ السلام تھے رسول کر کے بھیجے گئے طرف بنی اسرائیل کی بغیر خلاف کے سو جس نے ان میں سے ان کے دین کو قبول کیا وہ ان کی طرف منسوب ہوا اور جس نے ان میں سے ان کو جھٹلایا اور بدستور یہودیت پر رہا وہ ایماندار نہ ہوگا پس نہ شامل ہوگی اس کو حدیث اس واسطے کہ اس کی شرط یہ ہے کہ ہو ایماندار ساتھ پیغمبر اپنے کے ہاں جو یہودیت میں داخل ہوا بنی اسرائیل کے غیروں سے یا عیسیٰ علیہ السلام کے روبرو نہ تھا پس نہ پہنچی اس کو دعوت اس کی تو صادق آتا ہے اس پر کہ بے شک وہ یہودی ہے ایماندار اس واسطے کہ وہ ایمان لایا ہے ساتھ اپنے موسیٰ علیہ السلام کے اور نہیں جھٹلایا اس نے کسی پیغمبر کو بعد اُن کے سو جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری کو پایا ان لوگوں میں سے جو اس درجہ میں تھے اور ان کے ساتھ ایمان لایا تو نہیں مشکل ہے یہ کہ داخل ہو تلے خبر مذکور کے اور اسی قسم سے ہیں وہ عرب جو یمن وغیرہ میں تھے۔ ان لوگوں میں سے جو یہودیت میں داخل ہوئے اور نہ پہنچی ان کو دعوت عیسیٰ علیہ السلام کی اس واسطے کہ وہ خاص بنی اسرائیل کی طرف رسول کر کے بھیجے گئے تھے۔ ہاں اشکال ان یہودیوں میں ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو تھے اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے کہ جو آیت کہ موافق ہے واسطے اس حدیث کے اور وہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے ﴿اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ﴾ یعنی ان لوگوں کو دوہرا ثواب ہے اتری بیچ حق ایک گروہ کے جو ایمان لائے تھے ان میں سے مانند عبداللہ بن سلام وغیرہ کی چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ اہل کتاب میں سے دس آدمی مسلمان ہوئے اُن میں سے ابو رفاعہ ہے پس اتری یہ آیت ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾ پس یہ لوگ بنی اسرائیل میں سے ہیں اور نہیں ایمان لائے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے بلکہ بدستور رہے یہودیت پر یہاں تک کہ ایمان لائے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے کہ ان کو دوہرا ثواب ہے۔ طیبی نے کہا پس احتمال ہے جاری کرنا حدیث کا اپنے عموم پر اس واسطے کہ نہیں بعید ہے یہ کہ ہو ایمان لانا ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب واسطے قبول

ہونے ان دینوں کے اگرچہ منسوخ ہیں اور جس چیز کو میں پیچھے ذکر کروں گا وہ اس کی مؤید ہے اور ممکن ہے کہ کہا جائے بیچ حق ان لوگوں کے جو مدینے میں تھے یہ کہ ان کو عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت نہیں پہنچی اس واسطے کہ وہ نہیں پھیلی اکثر شہروں میں پس بدستور رہے اپنی یہودیت پر ایمان لانے والے ساتھ پیغمبر اپنے موسیٰ علیہ السلام کے یہاں تک کہ اسلام آیا پس ایمان لائے وہ ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پس ساتھ اس کے دور ہو گا اشکال۔

فوائد: پہلا فائدہ: یہ ہے کہ ابن متین وغیرہ کی شرح میں ہے کہ آیت مذکورہ کعب احبار اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما کے حق میں اتری اور یہ مستقیم ہے عبداللہ کے حق میں خطا ہے کعب کے حق میں اس واسطے کہ کعب کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحبت نہیں اور نہیں مسلمان ہوا مگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں۔

فائدہ دوسرا: یہ ہے کہ قرطبی نے کہا کہ جس کتابی کو دوہرا اجر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ تھا حق پر اپنی شرع میں از روئے عقیدہ کے اور فعل کے یہاں تک کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لایا پس اس کو ثواب ملتا ہے اوپر پیروی حق اول اور ثانی کے اور مشکل ہے اس پر کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کی طرف لکھا کہ مسلمان ہو جا کہ اللہ تجھ کو دوہرا ثواب دے گا اور داخل ہوا تھا وہ نصرانیت کے دین میں بعد تبدیل کے اور کہا داؤ دی نے کہ احتمال ہے کہ سب امتوں کو شامل ہو اس چیز میں کہ کیا انہوں نے اس کو خیر سے جیسے کہ حکیم بن حزام کی حدیث میں ہے کہ مسلمان ہوا تو اس چیز پر کہ پہلے کی خیر سے اور وہ تعاقب کیا گیا ہے اس واسطے کہ حدیث مقید ہے کہ ساتھ اہل کتاب کے پس نہ شامل ہو گی اس کے غیر کو مگر ساتھ قیاس خیر کے ایمان پر اور نیز پس نکتہ بیچ قول اس کے کی کہ اپنے پیغمبر کے ساتھ ایمان لایا اشعار ہے ساتھ علت ثواب کے یعنی مقرر سبب دو اجروں کا ایمان لانا ہے ساتھ دو پیغمبروں کے اور کافر لوگ اس طرح نہیں اور ممکن ہے کہ کہا جائے کہ فرق درمیان اہل کتاب کے اور غیر ان کے کی کافروں سے یہ ہے کہ اہل کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہیں اللہ نے فرمایا ﴿يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ﴾ یعنی پاتے ہیں اس کو لکھا ہوا نزدیک اپنے تورات اور انجیل میں سو جو اس کے ساتھ ایمان لایا اور اس کے تابع ہوا ان میں سے تو ہو گی واسطے اس کے فضیلت اپنے غیر پر اور اسی طرح جو ان میں سے اس کو جھٹلا دے اس کا گناہ سخت تر ہو گا اس کے غیر کے گناہ سے۔

تیسرا فائدہ: یہ ہے کہ حکم عورت کتابی کا مانند حکم مرد کی ہے اور وہ جاری ہے سب احکام میں جس جگہ کہ داخل ہوتے ہیں ساتھ مردوں کے بالتبع مگر وہ چیز کہ خاص کرے اس کو دلیل اور اور یہ جو راوی نے کہا کہ میں نے تجھ کو یہ حدیث دی بغیر کسی چیز کے یعنی دنیا کے امروں سے نہیں تو آخرت کا ثواب حاصل ہے واسطے اس کے اور یہ جو کہا کہ طرف مدینے کی یعنی مدینے نبویہ کے اور تھا یہ معاملہ بیچ زمانے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور خلفاء راشدین کے پھر بہ اجدا ہوئے اصحاب شہروں میں بعد فتح ہونے شہروں کے اور ان میں بسے پس کفایت کی ہر شہر والوں نے ساتھ عالموں اپنے کے مگر جس نے علم میں فراخی چاہی یعنی چاہا کہ بہت علم سیکھے تو اس نے سفر کیا اور استدلال کیا ہے ابن بطال وغیرہ مالکیہ

نے اوپر خاص کرنے مدینے منورہ کے ساتھ علم کے اور اس میں نظر ہے واسطے اس چیز کے کہ ہم نے تقریر کی اور سوائے اس کے نہیں کہ کہا شعبی نے یہ واسطے رغبت دلانے سامع کے ہے تا کہ ہو یہ بہت بلانے والا واسطے یاد کرنے اس کے کی اور بہت کھینچنے والا واسطے حرص اس کی کے اور اللہ سے ہے مدد مانگی گئی اور تحقیق روایت کی ہے دارمی نے ساتھ سند صحیح کے بسر بن عبداللہ سے کہا کہ بے شک میں البتہ سوار ہوتا طرف کسی شہر کی شہروں سے واسطے ایک حدیث کی اور ابو عالیہ سے روایت ہے کہ ہم اصحاب سے حدیث سنتے تھے پس ہم راضی نہ ہوتے یہاں تک کہ سوار ہوتے طرف ان کی پس اُن سے سنتے۔ (فتح)

٩٥ ـ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ قَالَ عَامِرٌ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ إِذَا أَدّٰى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهٗ أَمَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهٗ أَجْرَانِ ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ أَعْطَيْنَاكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ قَدْ كَانَ يُرْكَبُ فِيْمَا دُوْنَهَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ.

٩٥۔ بردہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن کو دوہرا ثواب ملتا ہے ایک مرد تو اہل کتاب سے یہودی اور نصرانی جو ایمان لایا ساتھ نبی اپنے کے اور ایمان لایا ساتھ محمد ﷺ کے دوسرا وہ غلام جس نے اللہ کا حق اور اپنے مالکوں کا حق ادا کیا تیسرا وہ مرد جس کے پاس ایک لونڈی تھی جس سے صحبت کیا کرتا تھا پھر اُس نے اس کو ادب سکھلایا سو بہت اچھی طرح اس کو ادب سکھلایا اور اس کو شرع کے حکم بتلائے سو اس کی اچھی طرح تعلیم کی پھر اس کو آزاد کیا بعد اس کے اس سے نکاح کر لیا تو اس کے واسطے دو ثواب ہیں یعنی ایک ثواب تعلیم اور آزادی کا دوسرا ثواب نکاح کر لینے کا پھر کہا عامر نے (جو راوی اس حدیث کا ہے) اپنے شاگرد کو کہ یہ حدیث میں نے تجھ کو مفت دے دی ہے پس تحقیق لوگ اس سے ادنیٰ بات کے واسطے مدینے کی طرف سفر کرتے تھے یعنی لوگ تو ادنیٰ ادنیٰ باتوں کی تحصیل کے واسطے مدینہ جایا کرتے تھے اور سفر کی تکلیفیں اٹھا کر علم حاصل کرتے تھے میں نے تو تجھ کو مفت یہ حدیث سکھلا دی ہے کسی طرح کی تکلیف تجھ کو نہیں ہوئی ہے گھر میں بیٹھے بیٹھے ایسی عمدہ چیز ہاتھ آ گئی۔

بَابُ عِظَةِ الْإِمَامِ النِّسَآءَ وَتَعْلِيْمِهِنَّ.

باب ہے بیان میں وعظ کرنے اور تعلیم کرنے امام کے

عورتوں کو۔

فائدہ: تنبیہ کی ہے بخاری نے ساتھ اس ترجمہ کے اس پر کہ جو پہلے گزرا ہے بلانے سے طرف تعلیم اہل کی نہیں ہے خاص ساتھ اہل ان کے کی بلکہ یہ مندوب ہے واسطے امام اعظم کے یعنی بادشاہ کے اور جو اس کی طرف سے نائب ہو اور سمجھا گیا ہے وعظ ساتھ تصریح کی اس کے قول سے جو حدیث میں ہے فَوَعَظَهُنَّ یعنی پس وعظ کیا ان کو اور رہی موعظت ساتھ قول حضرت ﷺ کے کہ میں نے دوزخیوں میں اکثر تم ہی کو دیکھا اس واسطے کہ تم بہت لعنت کیا کرتی ہو اور خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو اور حاصل ہوتی ہے تعلیم قول اس کے سے کہ حکم کیا ان کو صدقہ کرنے کا گویا کہ ان کو معلوم کروایا کہ خیرات سے ان کے گناہ اترتے ہیں۔(فتح)

٩٦ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ عَطَآءً قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ عَطَآءٌ أَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعْ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ وَبِلَالٌ يَأْخُذُ فِيْ طَرَفِ ثَوْبِهٖ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عَطَآءٍ وَقَالَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٩٦۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تحقیق نبی ﷺ نکلے اور آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے پس حضرت ﷺ نے گمان کیا کہ عورتوں نے وعظ نہیں سنا (یعنی بہ سبب دور ہونے عورتوں کے) سو حضرت ﷺ نے ان کو وعظ سنایا اور صدقہ دینے کا حکم فرمایا پس ہر عورت بالی اور انگوٹھی ڈالتی تھی اور بلال رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے کے کنارے میں لیتے جاتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے معاطاۃ خیرات میں اور جائز ہے صدقہ عورت کا اپنے مال سے بغیر اذن اپنے خاوند کے اور یہ کہ صدقہ بہت گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو دوزخ میں داخل کرتے ہیں۔(فتح)

بَابُ الْحِرْصِ عَلَى الْحَدِيْثِ.

حدیث پر حرص اور خواہش کرنے کا بیان۔

فائدہ: مراد ساتھ حدیث کے شرع کی عرف میں وہ چیز ہے جو حضرت ﷺ کی طرف منسوب کی جائے گویا کہ مراد ساتھ اس کے مقابلہ قرآن کا ہے اس واسطے کہ وہ قدیم ہے۔(فتح)

٩٧ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

٩٧۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُس نے کہا

حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِیْ عَمْرٍو عَنْ سَعِیْدِ بْنِ أَبِیْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ أَنَّهٗ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ یَا أَبَا هُرَیْرَةَ أَنْ لَا یَسْأَلُنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَیْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَی الْحَدِیْثِ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنْ قَالَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ أَوْ نَفْسِهٖ.

یارسول اللہ سب لوگوں سے کون شخص زیادہ بہرہ مند ہے ساتھ شفاعت آپ کے قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اباہریرہ! مجھ کو یقین تھا کہ تجھ سے پہلے اس حدیث کو مجھ سے کوئی نہ پوچھے گا اس واسطے کہ میں تیری حرص حدیث پرزیادہ دیکھتاہوں سب لوگوں سے زیادہ تر بہرہ مند اور ظفر یاب ساتھ شفاعت میری کے وہ شخص ہے جس نے اپنے خالص دل سے کہا کوئی لائق بندگی کے نہیں سوائے اللہ کے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ البتہ مجھ کو یقین تھا کہ تجھ سے پہلے اس حدیث کو مجھ سے کوئی نہ پوچھے گا تو اس میں فضیلت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے اور فضیلت حرص کی اوپر طلب علم کے اور یہ جو کہا مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو یہ احتراز ہے شرک سے اور مراد سمیت قول اس کے کی ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لیکن کبھی کفایت کی جاتی ہے ساتھ جزو پہلے کے شہادت کے دونوں کلموں سے اس واسطے کہ ہوگئی ہے وہ نشانی اوپر مجموع اس کے کی کما تقدم فی الایمان اور یہ جو کہا خالصًا تو یہ احتراز ہے منافق سے اور معنی اسعد کے فعل ہیں یہ اسم تفصیل نہیں یعنی سعید لوگوں میں اور احتمال ہے کہ ہوافعل التفضیل اپنے باب پر اور یہ کہ حاصل ہوگی واسطے ہر ایک کے سعادت ساتھ شفاعت حضرت ﷺ کے لیکن خالص ایماندار کو اکثر سعادت حاصل ہوگی اس واسطے کہ حضرت ﷺ شفاعت کریں گے مخلوق میں واسطے آرام دینے اُن کے کی خوف موقف سے اور شفاعت کریں گے بعض کافروں کے حق میں ساتھ تخفیف عذاب کی جیسا کہ صحیح ہو چکا ہے ابوطالب کے حق میں اور شفاعت کریں گے بعض ایمانداروں کے حق میں ساتھ نکلنے کی آگ سے بعد اس کے کہ اس میں داخل ہوئے اور بیچ حق بعض کے ساتھ نہ داخل ہونے ان کے کی آگ میں بعد اس کے کہ واجب کیا انہوں نے اپنے حق میں داخل ہونا بیچ اس کے اور بیچ حق بعض کے ساتھ داخل ہونے بہشت کے بغیر حساب کے اور بیچ حق بعض کے ساتھ بلند ہونے درجوں کے بیچ اس کے پس ظاہر ہوا مشترک ہونا سعادت میں ساتھ شفاعت کے اور یہ کہ سعید تر ساتھ اس کے ان میں ایماندار خالص ہے اور اس حدیث میں دلیل ہے اوپر شرط ہونے اقرار زبانی کے ساتھ دونوں کلموں شہادت کے واسطے تعبیر کرنے اس کے کی ساتھ قول کے اپنے قول میں من قال الخ۔ (فتح)

بَابٌ كَیْفَ یُقْبَضُ الْعِلْمُ وَكَتَبَ عُمَرُ — علم کس طرح اٹھایا جائے گا اور عمر بن عبدالعزیز نے

بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ إِلٰى أَبِيْ بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ انْظُرْ مَاكَانَ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاكْتُبْهُ فَإِنِّيْ خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَآءِ وَلَا تَقْبَلْ إِلَّا حَدِيْثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلْتُفْشُوا الْعِلْمَ وَلْتَجْلِسُوْا حَتّٰى يُعَلَّمَ مَنْ لَا يَعْلَمُ فَإِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ حَتّٰى يَكُوْنَ سِرًّا حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ بِذٰلِكَ يَعْنِيْ حَدِيْثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ إِلٰى قَوْلِهٖ ذَهَابَ الْعُلَمَآءِ.

ابوبکر بیٹے حزم کی طرف لکھا جمع کر جو پائے تو حضرت ﷺ کی حدیث سے سو اس کو لکھ لے اس واسطے کہ میں خوف کرتا ہوں علم کے پرانے ہوجانے کا اور علماء کے مرجانے کا اور نہیں قبول کی جاتی مگر حدیث نبی ﷺ کی اور چاہیے کہ پھیلائیں علم کو اور چاہیے کہ علم کی تعلیم کے واسطے بیٹھیں تا کہ جان لے جو نہیں جانتا اس واسطے کہ علم نہیں گم ہوتا ہے یہاں تک کہ ہوجائے پوشیدہ۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ اس کو لکھ لے تو مستفاد ہوتا ہے اس سے مشروع ہونا تصنیف حدیث نبوی کا اور اس سے پہلے اپنی یاد داشت پر اعتماد کیا کرتے تھے جو جب خوف کیا عمر بن عبدالعزیز نے اور وہ پہلی صدی کے سر پر تھا دور ہونے علم کے سے ساتھ مرجانے عالموں کے تو اس نے مناسب جانا کہ اس کی تدوین میں ضبط ہے واسطے اس کے باقی رکھنا ہے اس کا اور ایک روایت میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے شہروں کی طرف لکھا کہ حضرت ﷺ کی حدیث میں نظر کرو سو اس کو جمع کرو۔ (فتح)

۹۸ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَآءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا

۹۸۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ علم کو اسطرح نہ اٹھائے گا کہ لوگوں سے علم نکال کر کھینچ کر لیکن علم کو اٹھائے گا عالموں کو اٹھا کر یہاں تک کہ جب کسی عالم کو نہ چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو عالم اور پیر مرشد ٹھہرائیں گے پھر وہ پوچھے جائیں گے اور مفتی کہلائیں گے یعنی انہیں جاہلوں سے لوگ مسئلہ پوچھیں گے سو وہی فتوے دیں گے اور مسئلہ بتائیں گے بے علمی اور نادانی سے سو آپ بھی وہ گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔

بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا قَالَ الْفِرَبْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ قَالَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ هِشَامٍ نَحْوَهُ.

فائدہ: یہ جو فرمایا کہ اللہ علم اس طرح نہ اٹھائے گا الخ یعنی سینوں سے مٹا دینا اور تھا حدیث بیان کرنا حضرت ﷺ کا ساتھ اس کے حجۃ الوداع میں جیسا کہ احمد اور طبرانی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حجۃ الوداع کا دن ہوا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ سیکھو علم کو پہلے اس سے کہ قبض کیا جائے یا اٹھایا جائے تو ایک دیہاتی نے کہا کہ کس طرح اٹھایا جائے گا؟ تو فرمایا کہ خبردار ہو کہ دور ہونا علم کا ساتھ دور ہونے اٹھانے والوں اس کے کی ہے یعنی ساتھ مرجانے عالموں کے تین بار فرمایا ابن منیر نے کہا کہ علم کا سینے سے مٹ جانا جائز ہے قدرت میں مگر تحقیق یہ حدیث دلالت کرتی ہے اوپر نہ واقع ہونے اس کے اور اس حدیث میں ترغیب دلانا ہے اوپر یاد کرنے علم کے او رڈرانا ہے جاہلوں کے رئیس بنانے سے اور یہ کہ فتوے دینا یہی ہے ریاست حقیقی اور مذمت ہے اس شخص کی جو آئے طرف اس کی بغیر علم کے او راستدلال کیا ہے ساتھ اس کے جمہور نے ساتھ خالی ہونے زمانے کے مجتہد سے اور واسطے اللہ کے ہے امر کرتا ہے جو چاہتا ہے اور اس مسئلے کی بحث کتاب الاعتصام میں ہم پھر کریں گے۔ (فتح)

بَابٌ هَلْ يُجْعَلُ لِلنِّسَآءِ يَوْمٌ عَلٰى حِدَةٍ فِي الْعِلْمِ.

عورتوں کو علم سکھانے کے واسطے ایک دن علیحدہ مقرر کرنا کیسا ہے؟۔

٩٩ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَتِ النِّسَآءُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيْهِ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ فَكَانَ فِيْمَا قَالَ لَهُنَّ مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تُقَدِّمُ ثَلَاثَةً مِنْ وَلَدِهَا إِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَاثْنَتَيْنِ فَقَالَ وَاثْنَتَيْنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ

٩٩۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے نبی ﷺ سے کہا کہ آپ کے پاس مرد ہم پر غالب آ گئے ہیں یعنی مردوں کا آپ کے پاس بہت ہجوم رہتا ہے ہم کو آپ کے پاس بیٹھنے کی جگہ نہیں ملتی جو ہم آپ کا وعظ سنیں پس آپ اپنے پاس سے ایک دن خاص ہمارے واسطے مقرر فرمایئے سو حضرت ﷺ نے عورتوں کو ایک دن کا وعدہ کیا جس میں آپ نے اُن سے ملاقات کی پس وعظ سنایا ان کو اور حکم فرمایا ان کو پس جو آپ نے ان عورتوں سے فرمایا اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ تم سے کوئی ایسی عورت نہیں جو آگے بھیج چکی ہو تین لڑکے یعنی جس کے تین لڑکے مر گئے ہوں مگر ہو جائیں گے وہ واسطے اس کے پردہ دوزخ سے یعنی اس کو دوزخ سے بچائیں

الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ.

گے پس ایک عورت نے عرض کی کہ اگر دو ہوں تو حضرت ﷺ نے فرمایا دو ہی سہی۔
دوسری روایت میں اتنا لفظ زیادہ آیا ہے لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ یعنی جو جوانی اور بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔

فائدہ: یعنی جو بالغ ہونے سے پہلے مر گئے اس واسطے کہ سوائے اس کے نہیں کہ گناہ تو صرف بالغ ہونے کے بعد لکھا جاتا ہے اور بھید اس میں یہ ہے کہ نہیں منسوب کیا جاتا ہے طرف ان کی اس وقت عقوق یعنی ماں باپ کی نافرمانی پس ہو گا غم اوپر ان کے اس وقت سخت تر اور اس حدیث میں بیان ہے اس چیز کا کہ اس پر اصحاب کی عورتیں تھیں حرص سے اوپر تعلیم امورِ دین کے اور اس میں جواز وعدے کا ہے اور یہ کہ مسلمانوں کی اولاد بہشت میں جائے گی اور یہ کہ جس کے دو لڑکے مر جائیں وہ اس کے واسطے آگ سے حجاب ہوتے ہیں اور نہیں ہے یہ حکم خاص ساتھ عورتوں کے۔ (فتح)

بَابُ مَنْ سَمِعَ شَيْئًا فَلَمْ يَفْهَمْهُ فَرَاجَعَ فِيْهِ حَتّٰى يَعْرِفَهٗ.

جو شخص کسی چیز کو سنے اور نہ سمجھے پس اس کو پھر کر پوچھے تاکہ اس کو سمجھ آ جائے۔

١٠٠ ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِيْ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهٗ إِلَّا رَاجَعَتْ فِيْهِ حَتّٰى تَعْرِفَهٗ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حُوْسِبَ عُذِّبَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ أَوَلَيْسَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا قَالَتْ فَقَالَ إِنَّمَا ذٰلِكِ الْعَرْضُ وَلٰكِنْ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكْ.

١٠٠۔ ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیوی نبی ﷺ کی جس چیز کو سن کر نہیں سمجھتی تھیں اس کو پھر کر دوبارہ پوچھتی تھیں تاکہ سمجھ لیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جو فرمایا جو شخص کہ حساب کیا گیا یعنی قیامت کو جس کا حساب لیا گیا وہ بے شک عذاب میں گرفتار ہو گیا عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سو میں نے کہا کہ کیا اللہ غالب اور بزرگ نے نہیں فرمایا ہے پس قریب ہے کہ حساب کیا جائے گا حساب کرنا آسان، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ پیش کرنا ہے یعنی اس آیت سے حساب سے مراد عملوں کا سامنا کر دینا ہے کہ فقط اس کے عمل اس کو سامنے کر کے دکھا دیے جائیں گے اور کچھ پوچھا نہیں جائے گا کہ یہ کام تو نے کس واسطے کیا اور لیکن جو حساب میں نہایت کیا گیا اور ذرہ ذرہ سے پوچھا گیا وہ ہلاک ہو گا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ یہ عرض ہے تو مراد یہ ہے کہ لوگ میزان پر پیش کیے جائیں گے اور مراد مناقشہ سے اس جگہ مبالغہ ہے پورا لینے میں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ لکھنا حساب کا پہنچانا ہے طرف مستحق ہونے عذاب کے اس واسطے کہ بندے کی نیکیاں موقوف ہیں قبول ہونے پر اور اگر نہ واقع ہو رحمت جو چاہنے والی ہے واسطے قبول کے تو نہیں حاصل ہوتی نجات اور اس حدیث میں بیان ہے اس چیز کا کہ تھی نزدیک عائشہ رضی اللہ عنہا کے حرص سے اوپر سمجھنے معنوں حدیث کے اور یہ کہ حضرت ﷺ نہ تھکتے تھے دوہرانے سے علم میں اور اس میں جائز ہونا مناظرے کا ہے اور مقابلہ کرنا حدیث کا ساتھ قرآن کے اور جدا جدا ہونا لوگوں کا حساب میں اور یہ کہ ایسا مسئلہ پوچھنا نہیں داخل ہے اس چیز میں کہ اصحاب کو اس سے منع ہوا تھا اس آیت میں ﴿لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ﴾ اور تحقیق واقع ہوا ہے مانند اُس کی واسطے غیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے پس حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ جب اس نے سنا کہ جو لوگ جنگ بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے ان میں سے کوئی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا اللہ نے نہیں کہا ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ تو جواب ملا اس کو ساتھ قول اللہ کے ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾ اور جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہ ملایا تو اصحاب نے کہا کہ ہم میں سے کون ایسا ہے جو ظلم نہیں کرتا تو ان کو جواب ملا کہ مراد ظلم سے شرک ہے اور جامع در بیان ان تینوں مسئلوں کے ظاہر ہونا عموم کا حساب میں اور وارد ہونے میں اور ظلم میں پس ظاہر کیا واسطے ان کے کہ مراد بیچ ہر ایک کے ان میں سے ایک خاص امر ہے اور نہیں واقع ہوا اصحاب سے مگر کم باوجود توجیہہ سوال کے اور ظاہر ہونے اس کے کی اور یہ واسطے کمال فہم ان کے کی اور معرفت ان کے ہے ساتھ زبان عربی کے پس جو وارد ہوا ہے بیچ مذمت اس شخص کے جو مشکل مسئلے پوچھے تو یہ محمول ہے اس کے حق میں جو بطور عیب جوئی کے پوچھے جیسے کہ اللہ نے فرمایا کہ جن کے دلوں میں زیغ ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں واسطے ڈھونڈنے فتنے کے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو اس سے پوچھتے ہیں تو وہ وہی ہیں جن کا اللہ نے نام رکھا ہے پس بچو ان سے۔ (فتح)

بَابٌ لِيُبَلِّغِ الْعِلْمَ الشَّاهِدُ الْغَآئِبَ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

باب ہے اس بیان میں کہ چاہیے کہ پہنچا دے علم حاضر غائب کو یعنی جب کوئی دین کا مسئلہ کسی عالم سے پوچھے یا سُنے تو اس کو لازم ہے کہ وہ مسئلہ اور لوگوں کو پہنچا دے جو وہاں حاضر نہیں تھے روایت کیا ہے اس بات کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ﷺ سے

۱۰۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدٌ هُوَ ابْنُ

۱۰۱۔ابو شریح سے روایت ہے کہ اس نے عمرو بن سعید کو کہا کہ جس حالت میں کہ عمرو لشکر کو مکے کی طرف بھیج رہا تھا اے امیر

أَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ أَبِیْ شُرَیْحٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِیْدٍ وَهُوَ یَبْعَثُ الْبُعُوْثَ إِلٰی مَكَّةَ إِئْذَنْ لِیْ أَیُّهَا الْأَمِیْرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ یَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ أُذُنَایَ وَوَعَاهُ قَلْبِیْ وَأَبْصَرَتْهُ عَیْنَایَ حِیْنَ تَكَلَّمَ بِهٖ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ یُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا یَحِلُّ لِامْرِئٍ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ أَنْ یَّسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا یَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْهَا فَقُوْلُوْا إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذِنَ لِرَسُوْلِهٖ وَلَمْ یَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِیْ فِیْهَا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْیَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِیْلَ لِأَبِیْ شُرَیْحٍ مَا قَالَ عَمْرٌو قَالَ أَنَا أَعْلَمُ مِنْكَ یَا أَبَا شُرَیْحٍ لَا یُعِیْذُ عَاصِیًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ.

(عمرو کو کہا) مجھ کو اذن دے کہ میں تجھ کو رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بتلاؤں جس کو آپ نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا میرے دونوں کانوں نے اس کو سنا اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا اور میری آنکھوں نے حضرت ﷺ کو دیکھا جبکہ آپ نے اس کو فرمایا تھا وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف کی اور اس پر صفت کہی پھر فرمایا کہ بے شک مکہ کو اللہ نے حرام کیا ہے آدمیوں نے اس کو نہیں حرام کیا یعنی یہ حرمت اس کی جو تمام خلقت کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے تو یہ عزت اور حرمت اس کی آدمیوں نے اپنی طرف سے نہیں بنائی بلکہ یہ حرمت اس کی اللہ کی طرف سے مقرر ہو چکی ہے سو جو مرد کہ اللہ اور قیامت کے ساتھ ایمان رکھتا ہو وہ اس میں خون نہ بہائے یعنی کسی کو نہ مارے نہ قتل کرے اور مکہ کے درخت نہ کاٹے اور اگر کوئی مکہ میں خون کرنا درست جانے پیغمبر اللہ کے قتل کرنے کی دلیل سے تو اس سے کہہ دو کہ البتہ اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا اور تم کو حکم نہیں دیا تھا اور مجھ کو بھی ایک دن کی ایک ہی ساعت میں اجازت ہوئی پھر اس کی حرمت پلٹ آئی جیسے کل تھی اور چاہیے کہ جو لوگ اس وقت حاضر ہیں وہ غائب لوگوں کو (جو حاضر نہیں ہیں) یہ حکم پہنچا دیں پس ابو شریح سے پوچھا گیا کہ عمرو بن سعید نے کیا جواب دیا کہ اے ابو شریح میں تجھ سے زیادہ تر جاننے والا ہوں مکہ نہ گنہگار کو پناہ دے سکتا ہے اور نہ اس کو پناہ دے سکتا ہے جو خون کر کے یا چوری کر کے مکہ میں بھاگ آیا ہو یعنی مکہ قصاص اور حد قائم کرنے کو منع نہیں کر سکتا ہے۔

فائدہ: اصل یہ قصہ اس طور سے ہے کہ یہ جو کہا کہ وہ لشکروں کو بھیجتا تھا تو مراد یہ ہے کہ مکے کی طرف بھیجتا تھا واسطے لڑائی عبداللہ بن زبیر کے اس واسطے کہ اس نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کیا تھا اور خانے کعبے کے حرم کے

ساتھ پناہ پکڑی تھی اور عمرو مدینے کا حاکم تھا یزید کی طرف سے اور قصہ مشہور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وصیت کی معاویہ نے ساتھ خلافت کے بعد اپنے واسطے اپنے بیٹے یزید کے سو بیعت کی اس سے لوگوں نے مگر حسین بن علی اور ابن زبیر نے اور اوپر ابوبکر کا بیٹا سو معاویہ کے مرنے سے پہلے مر گیا اور اوپر ابن عمر سو اس نے معاویہ کے مرنے کے بعد یزید سے بیعت کی اور اوپر حسین بن علی سو وہ کوفے کی طرف چلے گئے واسطے بلانے ان کے کی ان کو تاکہ اس سے بیعت کریں تو یہ اُن کے قتل کا سبب ہوا اور لیکن ابن زبیر سو اس نے خانے کعبے کے حرم میں پناہ پکڑی اور مکہ کا حاکم ہو گیا تو یزید نے عمرو بن سعید کو جو مدینے کا حاکم تھا لکھا کہ مکہ کی طرف لشکر بھیجے تو اس کا انجام کار یہ ہوا کہ اہل مدینہ نے اجماع کیا اوپر توڑنے بیعت یزید کے اور جب عمرو نے لشکر کو عبداللہ بن زبیر کی لڑائی کے واسطے مکہ کی طرف روانہ کیا تو اس وقت ابوشریح نے (جو صحابی تھے) عمرو کو مکے کی طرف لشکر بھیجنے سے منع کیا اور یہ حدیث اس کو سنائی کہ اللہ نے مکہ کو حرام کیا ہے اس میں لڑائی کرنا حرام ہے اور یہ جو عمرو نے کہا کہ مکہ خونی کو پناہ نہیں دے سکتا ہے تو اس کی یہ کلام ظاہر میں تو حق تھی لیکن اس نے اس سے ارادہ باطل کیا تھا اس لیے کہ عبداللہ بن زبیر نے ایسا کوئی جرم نہیں کیا تھا جس کی وجہ سے اس پر کوئی سزا واجب ہو بلکہ یزید سے وہ خلافت کا زیادہ حق دار تھا ایک اس وجہ سے کہ لوگ اس کی بیعت یزید سے پہلے کر چکے تھے دوسری اس وجہ سے کہ وہ صحابی تھے اور یہ جو کہا کہ میرے دونوں کانوں نے سنا تو مراد اس کی یہ ہے کہ اس نے مبالغہ کیا اس کے یاد رکھنے میں اور ثابت رہنے کے بیچ اس کے اور یہ کہ نہیں لیا اس نے اس کو ساتھ واسطہ کی اور یہ جو کہا کہ نہیں حرام کیا اس کو لوگوں نے تو مراد یہ ہے کہ واقع ہوا ہے حرام ہونا اس کا ساتھ وحی کے اللہ سے نہ لوگوں کی اصطلاح سے اور مراد گھڑی سے اس حدیث میں زمانے کی ایک مقدار ہے اور مراد ساتھ اس کے دن فتح مکہ کا ہے اور وہ سورج کے نکلنے سے عصر تک تھا اس میں لڑنے کی اجازت تھی نہ درختوں کے کاٹنے کی اور یہ جو کہا کہ نہیں پناہ دیتا تو مراد یہ ہے کہ نہیں بچاتا گنہگار کو قائم کرنے حد کے سے اوپر اس کے اور نہ بھاگنے والے کو ساتھ خون کے یعنی بھاگنے والے کو جس پر خون ہو کہ پناہ پکڑے ساتھ مکے کی تاکہ نہ بدلا لیا جائے اُس سے۔ (فتح)

١٠٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ أَبِيْ بَكْرَةَ عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ ذُكِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِنَّ دِمَآءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا أَلَا لِيُبَلِّغِ

۱۰۲۔ ابوبکرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تم پر حرام ہیں جیسے اس تمہارے دن کو حرمت ہے اس تمہارے مہینے میں خبردار ہو چاہیے کہ تم میں سے جو شخص اس وقت حاضر ہے وہ غائب کو یہ حکم پہنچا دے اور محمد (راوی اس حدیث کا) کہتا تھا کہ سچ فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے کہ یہ تبلیغ آپ کی امت میں واقع ہوگئی اور حاضر نے غائب کو آپ کا حکم پہنچا دیا حضرت ﷺ

الشَّاهِدُ مِنكُمُ الْغَائِبَ وَكَانَ مُحَمَّدٌ يَقُوْلُ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ ذٰلِكَ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ مَرَّتَيْنِ.

نے فرمایا خبردار ہو بے شک میں نے پہنچا دیا ہے حکم اللہ دو بار آپ نے یہ کلمہ فرمایا۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

جو شخص حضرت ﷺ پر جھوٹ باندھے اس کے گناہ کا بیان۔

فائدہ: نہیں باب کی حدیثوں میں تصریح ساتھ گناہ کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ مستفاد ہے وعدہ دینے سے ساتھ آگ کے اوپر اس کے واسطے کہ وہ لازم ہے اُس کا۔ (فتح)

۱۰۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْصُوْرٌ قَالَ سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ.

۱۰۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر جھوٹ نہ باندھو سو بے شک یہ بات ہے کہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔

فائدہ: یہ جو فرمایا کہ مجھ پر جھوٹ نہ باندھو تو یہ عام ہے ہر جھوٹ میں مطلق ہے ہر قسم کے جھوٹ میں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ میری طرف جھوٹ کو منسوب نہ کرو اور نہیں ہے کوئی مفہوم واسطے قول اسکے کے عَلَیَّ یعنی مجھ پر اس واسطے کہ نہیں متصور ہے یہ کہ جھوٹ بولا جائے واسطے حضرت ﷺ کے واسطے منع کرنے آپ کے مطلق جھوٹ سے اور تحقیق مغرور ہوئی ایک جماعت جاہلوں سے سو انہوں نے جھوٹی حدیثیں بنائی ہیں ترغیب اور ترہیب میں اور کہا انہوں نے کہ ہم حضرت ﷺ پر جھوٹ نہیں باندھتے بلکہ ہم نے یہ آپ کی شریعت کی تائید کے واسطے کیا ہے اور ان کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ قائل ٹھہرانا حضرت ﷺ کا واسطے اس چیز کے کہ نہیں کہی آپ نے چاہتا ہے جھوٹ باندھنے کو اللہ پر اس واسطے کہ وہ ثابت کرنا ایک حکم کا احکام شرعیہ سے برابر ہے کہ ایجاب میں ہو یا مستحب میں اور اسی طرح مقابل اس کا اور وہ حرام اور مکروہ ہے اور نہیں اعتبار ہے اس شخص کا جو اس کے مخالف ہے فرقہ کرامیہ سے جس جگہ کہ جائز کہا ہے انہوں نے وضع حدیثوں کا ترغیب اور ترہیب میں یعنی واسطے رغبت دلانے کے کسی امر میں یا ڈرانے کی کسی کام سے بیچ ثابت کرنے اُس چیز کے کہ وارد ہوئی ہے قرآن اور حدیث میں اور حجت پکڑی ہے انہوں نے ساتھ اس کے کہ وہ جھوٹ ہے واسطے آپ کے نہ اوپر آپ کے اور یہ جہالت ہے ساتھ زبان عربی کے اور تمسک کیا ہے بعض نے ساتھ اس زیادتی کے جو حدیث کی بعض طریقوں میں وارد ہوئی ہے مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ لِيُضِلَّ النَّاسَ یعنی جو جھوٹ باندھے مجھ پر تاکہ گمراہ کرے ساتھ اس کے لوگوں کو یعنی مراد ان بعض کی یہ ہے کہ حضرت ﷺ پر جھوٹ باندھنا وہ

برا ہے جس کے ساتھ لوگوں کو گمراہ کرے اور جو لوگوں کی ہدایت کے واسطے ہو تو یہ درست ہے اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہ زیادتی ثابت نہیں ہوئی اور بر تقدیر ثابت ہونے اس کے کی پس نہیں ہے لام اس میں واسطے علت کی بلکہ واسطے ضرورت کے ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ﴾ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا انجام کار گمراہ کرنے کی طرف ہے یا وہ تخصیص بعض افراد عموم کے سے ہے پس نہیں ہے مفہوم واسطے اس کے مانند اس آیت کی ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ﴾ پس تحقیق قتل کرنا اولاد کا اور اضلال ان آیتوں میں واسطے تاکید امر کے ہے بیچ اس کے نہ خاص ہونا حکم کا اور یہ جو کہا کہ فَلیلج النار تو ٹھہرایا آگ میں داخل ہونے کے امروں کو سبب کذب سے اس واسطے کہ لازم امر کا الزام ہے یعنی لازم کرنا اور لازم کرنا ساتھ داخل ہونے کے آگ میں سبب اس کا جھوٹ باندھنا ہے اوپر آپ کے۔ (فتح)

١٠٤ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ إِنِّيْ لَا أَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُحَدِّثُ فُلَانٌ وَّفُلَانٌ قَالَ أَمَا إِنِّيْ لَمْ أُفَارِقْهُ وَلٰكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

۱۰۴۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ زبیر سے کہا کہ بے شک میں نے تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا جیسے کہ فلاں فلاں شخص حدیث بیان کرتے ہیں (یعنی اور لوگ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بہت بیان کرتے ہیں تم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کوئی حدیث بھی بیان نہیں کرتے ہو) زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا خبردار ہو کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوا ہوں (نہ سفر میں نہ حضرت میں) لیکن میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے گا پس چاہیے کہ ٹھکانہ بنالے اپنا دوزخ میں یعنی میرے حدیث ترک کردینے کا یہ سبب نہیں کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں رہا ہوں یا مجھ کو حدیث کی پہچان نہیں ہے بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ جو حدیث میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہو اس کو سنی ہوئی گمان کر کے کہہ دوں تو اس حدیث مَنْ كَذَبَ کے وعید میں داخل ہو جاؤں۔

فائدہ: نعوذ باللہ اس حدیث میں سے معلوم ہوا کہ جو شخص موضوع حدیث بنائے گا وہ دوزخ میں جائے گا ایک کرامیہ فرقہ ہے وہ کہتے ہیں کہ ترغیب اور ترہیب کے واسطے جھوٹی حدیثیں بنانی جائز ہیں مگر یہ مذہب ان کا باطل ہے اس حدیث سے اور یہ جو کہا کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوا تو یہ باعتبار اکثر اوقات کے ہے نہیں تو ہجرت

کی تھی زبیر رضی اللہ عنہ نے طرف حبشے کی اور اسی طرح جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی طرف ہجرت کی تو اس وقت بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ تھے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وارد کیا اس کلام کو بطور توجیہ کے واسطے سوال کے اس واسطے کہ لازم ملازمت کا سماع ہے اور لازم ہے اس کو دوہرانا حدیث کا لیکن منع کیا اس کو اس سے اس چیز نے کہ ڈرا اس سے حدیث کے معنی سے جس کو ذکر کیا یعنی مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ الخ اور بیچ تمسک کرنے زبیر کے ساتھ اس حدیث کے اوپر اس چیز کے کہ گیا ہے طرف اس کی کم حدیث بیان کرنے سے دلیل ہے واسطے اصح قول کے اس میں کہ کذب وہ خبر دینا ہے ساتھ چیز کے برخلاف اس چیز کے کہ وہ اس پر ہے برابر ہے کہ جان بوجھ کر ہو یا چوک کر اور چوکنے والا اگرچہ گنہگار نہیں ساتھ اجماع کے لیکن زبیر نے خوف کیا بہت حدیث بیان کرنے سے یہ کہ واقع ہو خطا میں بے خبر اس واسطے کہ وہ چوک سے اگرچہ گنہگار نہیں ہوتا ہے لیکن کبھی گنہگار ہوتا ہے ساتھ بہت حدیث بیان کرنے کے اس واسطے کہ بہت بیان کرنا حدیث کا جگہ ظن خطا کی ہے اور ثقہ جب حدیث بیان کرے اور اس میں چوک جائے اور وہ روایت اس سے اٹھائی جائے اور اس کو خبر نہ ہو کہ یہ خطا ہے تو عمل کیا جاتا ہے ساتھ اس کے ہمیشہ واسطے اعتماد کے ساتھ نقل اس کی کے پس ہوگا سبب واسطے عمل کے ساتھ اس چیز کے کہ نہیں کہی شارع نے سو جو ڈرے اکثار سے خطا میں واقع ہونے سے تو نہیں امن ہے اس پر گناہ سے جب کہ جان بوجھ کر بہت حدیث بیان کرے پس اسی واسطے توقف کیا زبیر وغیرہ اصحاب نے بہت حدیث بیان کرنے سے اور اپر جس نے ان میں سے بہت حدیث بیان کی تو یہ محمول ہے اس پر کہ تھے وہ اعتماد کرنے والے اپنے نفسوں سے ساتھ ثابت رہنے کے یا دراز ہوئیں ان کی عمریں پس پڑی حاجت طرف اس چیز کے کہ تھی نزدیک ان کے پس پوچھے گئے پس نہ ممکن ہوا ان کو چھپانا راضی ہو اللہ اُن سے اور یہ جو کہا کہ فَلیتبوأ تو اس کے معنی ہیں کہ پس چاہیے کہ پکڑے واسطے نفس اپنے کے جگہ اور یہ امر ہے ساتھ معنی خبر کے یا ساتھ معنی تہدید کے ہے یا بددعا ہے اس کے فاعل پر یعنی اللہ اس کا ٹھکانا دوزخ میں کرے۔ (فتح)

١٠٥ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ أَنَسٌ إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِيْ أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدِيْثًا كَثِيْرًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

۱۰۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ البتہ تمہارے آگے بہت حدیثیں بیان کرنے سے مجھ کو یہ منع کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے جان بوجھ کر پس چاہیے کہ ٹھکانا بنالے اپنا دوزخ میں۔

فائدہ: سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خوف کیا انس رضی اللہ عنہ نے اس چیز سے کہ خوف کیا انس نے سے زبیر رضی اللہ عنہ نے اسی واسطے کہ تصریح کی ساتھ لفظ اکثار کے اس واسطے کہ وہ اس کا گمان کرتے تھے اور جو رکھ کے گرد پھرے تو اس میں پڑنے سے بے خوف نہیں ہوتا پس تھا کم حدیث بیان کرنا واسطے پرہیز کرنے کے اور باوجود اس کے پس انس رضی اللہ عنہ بہت

حدیث بیان کرنے والوں سے ہیں اس واسطے کہ ان کی وفات بہت دیر سے ہوئی تو لوگوں کو ان کی طرف حاجت پڑی کما قدمناہ اور نہ ممکن ہوا ان کو چھپانا اور تطبیق یوں ہے کہ ان کو جس قدر حدیثیں یاد تھیں اگر سب کو بیان کرتے تو کئی گنا ہوتے بہ نسبت ان حدیثوں کے کہ ان کو بیان کیا اور ایک روایت میں ہے کہ اگر مجھ کو بھول چوک کا خوف نہ ہوتا تو میں تم کو کئی چیزیں بیان کرتا پس اشارہ کیا ساتھ اس کے کہ جس حدیث میں ان کو تحقیق ہوتی تھی اس کو بیان کرتے تھے اور جس میں ان کو شک ہوتا اس کو بیان نہیں کرتے تھے۔ (فتح)

١٠٦ - حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَّقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

١٠٦۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جو شخص مجھ پر کوئی جھوٹ باندھے جس کو میں نے نہیں کہا پس چاہیے کہ وہ ٹھکانا بنالے اپنا دوزخ میں۔

فائدہ: یہ جو فرمایا کہ جس کو میں نے نہیں کہا تو قول کو اس واسطے ذکر کیا کہ وہ اکثر ہے اور فعل کا حکم بھی اسی طرح ہے واسطے مشترک ہونے ان دونوں کے بیچ علت منع ہونے کے اور تحقیق داخل ہے فعل بیچ عموم حدیث زبیر اور انس کے جو پہلے گزر چکی ہیں واسطے تفسیر ان کی کے ساتھ لفظ کذب کے اوپر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مثل اس کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو اس کے بعد ہے پس نہیں فرق ہے درمیان اس کے کہ کہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے یا یوں کہا ہے جب کہ اس کو نہ کہا ہو یا نہ کیا ہو اور تحقیق تمسک کیا ہے ساتھ ظاہر اس لفظ کے اس شخص نے جو کہتا ہے کہ روایت بالمعنی درست نہیں اور جو اس کو جائز رکھتے ہیں وہ جواب دیتے ہیں کہ مراد منع اس لفظ کے ساتھ لاتا ہے جو واجب کرے حکم کے بدل دینے کو باوجودیکہ نہیں شک ہے ہمیں کہ لفظ کے ساتھ لانا اولیٰ ہے۔ (فتح)

١٠٧ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ أَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسَمَّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ وَمَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِيْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِيْ صُوْرَتِيْ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

١٠٧۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے نام کے ساتھ تم نام رکھو اور میری کنیت سے کنیت نہ رکھو اور جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا سو اس نے مجھ کو بے شک دیکھا اس واسطے کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا ہے اور جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا جان کر پس چاہیے کہ ٹھکانا بنا لے اپنا دوزخ میں۔

فائدہ: مقصود اس حدیث سے یہاں اخیر جملہ اس کا ہے یعنی وَمَنْ كَذَبَ الخ اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ بیان کیا ہے اس کو بخاری نے تمام اور نہیں مختصر کیا مانند عادت اپنی کی تاکہ تنبیہ کرے اس پر کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ

باندھنا برابر ہے اس میں جاگنا اور خواب یعنی حضرت ﷺ پر جھوٹ باندھنا ہر حالت میں حرام ہے برابر ہے کہ ہو دعویٰ سماع کا آپ سے جاگنے کی حالت یا خواب کی حالت میں پس اگر کہا جائے کہ جھوٹ گناہ ہے مگر جو مستثنیٰ کیا گیا ہے اصلاح وغیرہ میں اور گناہ پر آگ کے عذاب کا وعدہ ہے پس کیا چیز ہے کہ جدا ہوا ہے ساتھ اس کے حضرت ﷺ پر جھوٹ باندھنے والا وعید سے اس شخص پر سے جو حضرت ﷺ کے غیر پر جھوٹ باندھے تو اس کا جواب دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ حضرت ﷺ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھنے والا کافر ہو جاتا ہے نزدیک بعض اہل علم کے اور وہ شیخ ابو محمد جوینی ہے اور ابن منیر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جھوٹ باندھنے والا اوپر آپ کے بیچ حلال کرنے حرام کے مثلاً نہیں جدا ہوتا حلال جاننے اس حرام کے سے یا حمل کرنے سے اوپر حلال جاننے اس کے او رحرام کو حلال جاننا کفر ہے اور اس میں نظر ہے اور جمہور اس پر ہیں کہ کافر نہیں ہوتا مگر جب کہ اس کے حلال جاننے کا اعتقاد رکھتا ہو اور جواب دوسرا یہ ہے کہ حضرت ﷺ پر جھوٹ باندھنا کبیرہ گناہ ہے اور آپ کے غیر پر جھوٹ باندھنا صغیرہ ہے پس دونوں جدا ہو گئے اور نہیں لازم آتا برابر ہونے وعید کے سے اس شخص کے حق میں جو حضرت ﷺ پر جھوٹ باندھے یا آپ کے غیر پر جھوٹ باندھے یہ کہ ہو ٹھکانا اُن کا ایک یا ان کے ٹھہرنے کی درازی برابر پس تحقیق دلالت کی قول آپ کے نے فلیتبوأ اوپر طول اقامت کے بیچ اس کے بلکہ ظاہر اس کا یہ ہے کہ وہ اس سے نہیں نکلتا اس واسطے کہ نہیں ٹھہرائی گئی واسطے اس کے کوئی جگہ سوائے اس کے مگر ادلہ قطعیہ قائم ہیں اس پر کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنا خاص ہے ساتھ کافروں کے اور تحقیق فرق کیا ہے حضرت ﷺ نے درمیان جھوٹ باندھنے کے اوپر آپ کے اور درمیان جھوٹ باندھنے کے اوپر غیر آپ کے **کما سیاتی فی الجنائز ان کذبا علی لیس ککذب علی احد** یعنی مجھ پر جھوٹ باندھنا اور لوگوں پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں اور اس کی بحث آئندہ آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ اور ذکر کریں گے ہم اختلاف کو بیچ توبہ اس شخص کے جو جان بوجھ کر حضرت ﷺ پر جھوٹ باندھے کہ کیا قتل کیا جائے یا نہیں اور بہت علماء نے اس حدیث کے طریقوں کے جمع کرنے کے ساتھ اہتمام کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ ساٹھ طریق سے مروی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اسی طریقوں سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ سو طریق سے مروی ہے صحیح اور حسن اور ضعیف اور ساقط سے باوجودیکہ ان میں بعض ایسی حدیثیں ہیں جو مطلق ہیں جھوٹ کی مذمت میں اوپر حضرت ﷺ کے بغیر قید کرنے کے ساتھ اس وعید خاص کے اور امام نووی نے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث دو سو صحابی سے مروی ہے اور واسطے بہت ہونے اس کے طریقوں کے ایک جماعت علماء نے کہا ہے کہ وہ متواتر ہے اور ہمارے بعض مشائخوں نے اس میں تنازع کیا ہے کہ اس واسطے کہ شرط متواتر کی یہ ہے کہ برابر ہوں دونوں طرفیں اس کی اور جو اس کے درمیان ہے بہت ہونے میں اور نہیں پائی جاتی ہے یہ شرط اس کے ہر طریق میں تنہا اور جواب یہ ہے کہ مراد ساتھ اطلاق ہونے اس کے کی روایت مجموع کی ہے مجموع سے اپنی ابتدا سے انتہا تک ہر زمانے میں اور یہ کافی ہے

بیچ فائدہ دینے علم کے اوپر نیز پس طریق انس رضی اللہ عنہ کا تحقیق روایت کیا ہے اس کو عدد کثیر نے اور متواتر ہے اُن سے اور حدیث علی رضی اللہ عنہ کی روایت کیا اس کو اُس سے چھ مشہور تابعین نے اور اسکے ثقات نے اور اسی طرح حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی پس اگر کہا جائے کہ ہر طریق اس کا متواتر ہے تو البتہ ہو گا صحیح اس واسطے کہ نہیں شرط ہے متواتر میں کوئی عدد معین بلکہ جو علم یقینی کا فائدہ دے یعنی اس سے یقیناً معلوم ہو جائے کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے تو کافی ہے اور صفات عالیہ راویوں میں عدد کے قائم مقام ہوتے ہیں یا اس پر زیادہ ہوتے ہیں جیسا کہ میں نے شرح نخبہ وغیرہ میں تقریر کی ہے اور میں نے بیان کیا ہے اس جگہ رد اس شخص پر جو دعوے کرتے ہے کہ متواتر کی مثال نہیں پائی جاتی مگر اس حدیث میں اور میں نے بیان کر دیا ہے کہ اس کی مثالیں بہت ہیں ایک ان میں سے یہ حدیث ہے مَنْ بَنیٰ لِلّٰہِ مَسْجِدًا اور حدیث المسح علی الخفین اور حدیث رفع یدین اور حدیث شفاعت اور حوض اور حدیث دیدار الٰہی کی آخرت میں اور حدیث الائمۃ من القریش اور سوائے اس کے اور اللہ سے ہے مدد مانگی گئی۔ (فتح)

بَابُ كِتَابَةِ الْعِلْمِ.

باب ہے علم کے لکھنے کے بیان میں یعنی حدیثوں وغیرہ کے لکھ کر اپنے پاس رکھنا جائز ہے بدعت نہیں۔

فائدہ: طریقہ بخاری کا احکام میں جن میں اختلاف واقع ہوتا ہے یہ ہے کہ نہیں یقین کرتا ان میں ساتھ کسی چیز کے بلکہ وارد کرتا ہے اس کو اوپر احتمال کے اور یہ ترجمہ بھی اسی قسم سے ہے اس واسطے کہ سلف نے اختلاف کیا ہے بیچ اس کے عمل میں اور ترک میں اگرچہ امر قرار پاچکا ہے اور اجماع منعقد ہو چکا ہے اوپر جائز ہونے کتابت علم کے بلکہ اوپر مستحب ہونے اس کے کی بلکہ نہیں بعید ہے واجب ہونا اس کا اس شخص پر جس کو بھول جانے کا خوف ہو ان لوگوں میں سے جن پر علم کا پہنچانا واجب ہے۔ (فتح)

١٠٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ قَالَ لَا إِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ أَوْ مَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ قُلْتُ فَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.

١٠٨۔ ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے کہ جس کو تم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہو جو آپ کو وحی ہوئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں مگر قرآن مجید یا سمجھ ہے جو کسی مسلمان کو دی گئی یا جو کچھ کہ اس خط میں ہے میں نے کہا اس صحیفہ میں کیا لکھا ہے علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس میں دیت یعنی خون بہا کے احکام ہیں اور قیدیوں کا چھوڑانا اور یہ کہ کافر حربی کے بدلے مسلمان کو نہ قتل کیا جائے۔

فائدہ: ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس واسطے پوچھا کہ شیعہ یہ گمان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ عنہ کو سب لوگوں سے علیحدہ کوئی علم سکھا گئے ہیں وحی سے خاص کیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ساتھ اُس کے اُن کے سوا اور کسی کو اس پر اطلاع نہیں ہوئی سو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صاف کہہ دیا کہ ہمارے پاس اس صحیفہ کے سوا اور کچھ پوشیدہ علم نہیں ہے اور وہ صحیفہ ایک خط تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں دیت وغیرہ کے چند احکام لکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا تھا سو اس صحیفہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے پس یہاں سے معلوم ہوا کہ حدیثوں کو لکھ کر رکھنا جائز ہے اور یہ جو کہا و فهم اعطیه تو اس کے معنی یہ ہیں کہ لیکن اللہ نے ایک مرد کو سمجھ دی اپنی کتاب میں پس وہ قادر ہے مسائل نکالنے پر قرآن سے پس حاصل ہوگی نزدیک اس کے زیادتی ساتھ اس اعتبار کے اور حرام ہے مارنا مسلمان کا بدلے کافر کے۔ (فتح)

١٠٩ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوْا رَجُلًا مِنْ بَنِيْ لَيْثٍ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ بِقَتِيْلٍ مِنْهُمْ قَتَلُوْهُ فَأُخْبِرَ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكِبَ رَاحِلَتَهٗ فَخَطَبَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ أَوِ الْفِيْلَ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَذَا قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ وَاجْعَلُوْهُ عَلَى الشَّكِّ الْفِيْلَ أَوِ الْقَتْلَ وَغَيْرُهٗ يَقُوْلُ الْفِيْلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ أَلَا وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ بَعْدِيْ أَلَا وَإِنَّهَا حَلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ أَلَا وَإِنَّهَا سَاعَتِيْ هٰذِهٖ حَرَامٌ لَا يُخْتَلٰى شَوْكُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ فَمَنْ قُتِلَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يُّعْقَلَ وَإِمَّا أَنْ يُّقَادَ أَهْلُ الْقَتِيْلِ فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ

١٠٩۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خزاعہ (عرب کے ایک قبیلہ کا نام ہے) فتح مکہ کے سال میں بنی لیث (یہ بھی عرب کے ایک قبیلہ کا نام ہے) کے ایک مرد کو مار ڈالا بدلے ایک مرد اپنے کے جس کو بنی لیث نے قتل کیا تھا پس لوگوں نے اس معاملہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہوئے اور آپ نے خطبہ پڑھا سو فرمایا کہ بے شک اللہ نے مکہ سے قتل کو یا ہاتھی والوں کو روکا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ان پر غالب کیا یعنی مکہ والوں پر خبر دار ہوا اور بے شک مجھ سے پہلے کسی کو مکہ میں لڑنا حلال نہیں ہوا اور نہ مجھ سے پیچھے قیامت تک کسی کو حلال ہے خبر دار ہو کہ وہ صرف میرے واسطے ایک ساعت بھر حلال ہوا خبر دار ہو اور بے شک وہ میری اس ساعت میں حرام ہے سو اس کا درخت نہ کاٹا جائے اور اس کا شکار کا جانور نہ ہانکا جائے اور اس کی گری پڑی چیز کسی کو اٹھانی درست نہیں مگر اس کو جو ڈھونڈھ کے مالک کو پہنچا دے اور جس کا کوئی آدمی مارا جائے وہ دو باتوں میں سے ایک بات جو بہتر جانے اس کو اختیار کر لے یا خون بہا قاتل سے لے یا خون کے بدلے خون لے پس ایک

أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اكْتُبْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اكْتُبُوْا لِأَبِيْ فُلَانٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ إِلَّا الْإِذْخِرَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِيْ بُيُوْتِنَا وَقُبُوْرِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْإِذْخِرَ إِلَّا الْإِذْخِرَ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يُقَالُ يُقَادُ بِالْقَافِ فَقِيْلَ لِأَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ أَيُّ شَيْءٍ كَتَبَ لَهُ قَالَ كَتَبَ لَهُ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ.

مرد یمن کا رہنے والا آیا (اُس کا نام ابوشاہ تھا) سو اس نے کہا یا رسول اللہ یہ سب حکم آپ مجھ کو لکھ دیجئے پس حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابی فلاں یعنی اس مرد کو لکھ دو پھر حضرت ﷺ سے قریش کے ایک مرد (عباس حضرت ﷺ کے چچا تھے) نے کہا کہ یارسول اللہ مگر اذخر کی گھاس کاٹنے کی اجازت دیجئے اس لیے کہ ہم مکہ والے اس کو اپنے گھروں کی چھتوں پر اور قبروں میں ڈالتے ہیں سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مگر اذخر گھاس کا کاٹنا درست ہے دوبار فرمایا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ مکہ سے ہاتھی کو روکا تو مراد ساتھ ہاتھی کے ہاتھی والے ہیں اور اشارہ کیا ساتھ اس کے طرف قصے کی کہ مشہور ہے واسطے حبشیوں کے بیچ جہاد کرنے ان کے کی مکے سے اور ان کے ساتھ ہاتھی تھے پس روکا ان کو اللہ نے اُن سے اور غالب کیا ان پر جانوروں کو جو ابابیل ہیں باوجویکہ مکہ والے اس وقت کافر تھے پس مکے والوں کی عزت بعد اسلام کے زیادہ تر تاکید کی گئی ہے لیکن حضرت ﷺ کا اہل مکہ سے جہاد کرنا خاص ہے ساتھ آپ کے بنابر ظاہر حدیث کے یعنی آپ کے بعد قیامت تک کسی کو مکہ میں لڑنا حلال نہیں اور یہ جو ابوشاہ نے کہا کہ یاحضرت مجھ کو لکھ دیجئے تو مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے ولید بن مسلم سے کہ اوزاعی نے کہا کہ مراد اس سے وہ خطبہ ہے جس کو حضرت ﷺ سے سنا تھا میں کہتا ہوں اور ساتھ اس کے ظاہر ہوتی ہے مطابقت اس حدیث کی ساتھ ترجمہ کے۔ (فتح)

١١٠ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ أَخْبَرَنِيْ وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ عَنْ أَخِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيْثًا عَنْهُ مِنِّيْ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ.

۱۱۰۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ایسا کوئی شخص نہیں کہ حضرت ﷺ کی حدیثیں مجھ سے زیادہ یاد رکھتا ہو مگر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیثیں مجھ سے زیادہ ہیں اس لیے کہ وہ لکھتے جاتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ حدیثوں کا کتابوں میں لکھنا جائز ہے اور یہ جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ لکھتا تھا اور میں نہ لکھتا تھا تو یہ استدلال ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اُس چیز پر کہ ذکر کی اکثر ہونے حدیثوں کے سے نزدیک عبداللہ بن

عمرو رضی اللہ عنہما کے ان حدیثوں سے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھیں اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ جس قدر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو حدیثیں یاد ہیں اس قدر کسی صحابی کو یاد نہیں باوجودیکہ جو حدیثیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں وہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی مرویات سے کئی گنا زیادہ ہیں سو اگر ہم کہیں کہ یہ استثنا منقطع ہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں اس واسطے کہ تقدیر یہ ہے کہ لیکن جو عبداللہ سے تھا اور وہ لکھتا تھا اور وہ مجھ سے نہ تھا برابر ہے کہ لازم آئے اس سے کہ وہ حدیث میں اکثر ہے واسطے اس چیز کے کہ چاہتی ہے اس کو عادت یا نہ اور اگر ہم کہیں کہ یہ استثنا متصل ہے تو اس کا سبب کئی وجہ سے ہے ایک یہ کہ تھے عبداللہ مشغول ساتھ عبادت کے اکثر مشغول ہونے ان کے سے ساتھ تعلیم کے پس کم ہوئی روایت ان سے اور ایک یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کی تھی پس وہ کسی حدیث کو نہیں بھولتے تھے اور اس کے اور بھی کئی جواب ہیں اور یہ جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نہیں لکھتا تھا تو اس کے معارض ہے وہ چیز جو ابن وہب نے روایت کی ہے حسن بن عمرو کے طریق سے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک حدیث بیان ہوئی تو اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو اپنے گھر میں لے گیا سو مجھ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی کئی کتابیں دکھائیں اور کہا کہ یہ لکھا ہوا ہے نزدیک میرے اور ممکن ہے تطبیق بایں طور کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حدیثوں کو نہ لکھا تھا پھر آپ کے بعد لکھا میں کہتا ہوں اور اس سے قوی تر یہ ہے کہ جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس حدیثیں لکھی ہوئی موجود تھیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے کہ وہ لکھتے نہ تھے پس متعین ہوئی یہ بات کہ وہ حدیث کی کتابیں جو ان کے پاس تھیں کسی اور کے خط سے تھیں اور مستفاد ہوتا ہے اس سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو پہلے گزری اور ابو شاہ کے قصے سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث لکھنے کی اجازت دی اور معارض ہے اس کی یہ حدیث جو مسلم میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ لکھو مجھ سے سوائے قرآن کے کچھ اور تطبیق یہ ہے کہ منع خاص ہے ساتھ وقت نزول قرآن کے واسطے خوف مل جانے اس کے ساتھ غیر اپنے کے اور اجازت بیچ غیر اس وقت کے ہے یا منع خاص لکھنے غیر قرآن کے ساتھ قرآن کے ایک چیز میں اور اجازت اس کی جدا جدا لکھنے میں ہے یا منع پہلے ہے اور اجازت ناسخ ہے واسطے اس کے وقت امن کے مل جانے سے اور یہ وجہ قریب تر ہے سب وجہوں سے باوجودیکہ وہ ان کے منافی نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ منع خاص ہے ساتھ اس شخص کے کہ خوف ہو اس سے تکیہ کرنے کا لکھنے پر سوائے یاد رکھنے کے اور اجازت واسطے اس شخص کے جو اس سے امن میں ہو اور بعض کہتے ہیں کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث معلول ہے اور کہا کہ صواب اس کا موقوف ہونا ہے یہ قول بخاری وغیرہ کا ہے علماء نے کہا کہ مکروہ جانا ہے ایک جماعت نے اصحاب اور تابعین سے حدیث کے لکھنے کو اور مستحب جانا ہے انہوں نے یہ کہ سیکھا جائے ان سے یاد جیسے کہ انہوں نے یاد سیکھا لیکن جب ہمتیں کم ہو گئیں اور خوف کیا اماموں نے علم کے ضائع ہونے کا تو اس کو جمع کیا اور پہلے پہل جس نے حدیث کو جمع کیا

ابن شہاب زہری ہے صدی کے سر پر ساتھ حکم عمر بن عبدالعزیز کے پھر زیادہ ہوئے تدوین پھر تصنیف اور حاصل ہوئی ساتھ اس کے خیر کثیر پس واسطے اللہ کے ہے سب تعریف۔ (فتح)

١١١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قَالَ ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللّٰهِ حَسْبُنَا فَاخْتَلَفُوا وَكَثُرَ اللَّغَطُ قَالَ قُومُوا عَنِّي وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كِتَابِهِ.

١١١۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سخت ہوگئی اور درد غالب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کاغذ لاؤ کہ میں تم کو نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی نہ بھکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درد غالب ہے یعنی آپ بیہوش ہوئے ہیں اب یہ موقوف رکھا جائے اور ہمارے پاس قرآن موجود ہے وہ ہم کو کافی ہے پس اختلاف کیا صحابہ نے آپس میں اور بہت شور وشغب پڑ گیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں سے اٹھ جاؤ اور میرے پاس جھگڑنا لائق نہیں پس ابن عباس رضی اللہ عنہما نکلے کہتے ہوئے مصیبت کل مصیبت وہ حال ہے کہ مانع ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاغذ لکھنے سے۔

فائدہ: مراد کتاب سے دوات اور مونڈھے کی ہڈی ہے اس واسطے کہ وہ اس میں لکھا کرتے تھے اور یہ جو کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درد غالب ہے یعنی دشوار ہوگا لکھنا نوشتہ کا مباشرت نوشتہ کی اور گویا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے سمجھا کہ وہ تقاضا کرتی ہے درازی کو قرطبی وغیرہ نے کہا ہے اِئْتُوْنِیْ امر ہے اور تھا حق مامور کا یہ کہ جلدی کرے ساتھ بجا لانے کے لیکن ظاہر ہوا واسطے عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک گروہ کے کہ امر وجوب کے واسطے نہیں بلکہ وہ باب ارشاد سے ہے طرف اصلح کی تو انہوں نے مکروہ جانا یہ کہ تکلیف دیں آپ کو اس سے وہ چیز کہ دشوار ہو او پر آپ کے اس حالت میں باوجود ظاہر جاننے اس کے کی اس آیت کو ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ اور اس آیت کو ﴿تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ﴾ یعنی نہیں قصور کیا ہم نے قرآن میں کسی چیز سے اور وہ بیان ہے واسطے ہر چیز کے اور اسی واسطے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم کو اللہ کی کتاب یعنی قرآن کافی ہے اور ظاہر ہوا واسطے دوسرے گروہ کے کہ اولیٰ یہ ہے کہ لکھا جائے واسطے اس چیز کے کہ اس میں ہے حکم کے بجالانے سے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ یہاں سے اٹھ جاؤ تو اس نے دلالت کی اس پر کہ پہلا امر آپ کا اختیار پر تھا اسی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد کئی دن زندہ رہے اور پھر ان کو اس کا حکم نہ کیا اور اگر واجب ہوتا تو نہ چھوڑتے اس کو واسطے اختلاف ان کے اس واسطے کہ نہیں چھوڑی آپ نے تبلیغ واسطے مخالفت اس

شخص کے جو مخالف ہوا اور تحقیق تھے اصحاب مراجعت کرتے آپ سے بعض امروں سے جب تک کہ نہ جزم کرتے ساتھ امر کے پھر جب جزم کرتے تو اصحاب اس کو بجالاتے اور اس کی بحث آئندہ آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ لکھنے سے کیا مراد ہے سو بعض کہتے ہیں کہ مراد آپ کی یہ تھی کہ جو جو لوگ آپ کے بعد خلیفہ ہوں گے اُن کے نام صاف صاف لکھ دیں تا کہ ان کے درمیان خلاف واقع نہ ہو یہ قول سفیان بن عیینہ کا ہے اور اس کی تائید کرتا ہے یہ کہ حضرت ﷺ نے اپنی مرض الموت کی ابتدا میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنے باپ اور بھائی کو بلاتا کہ میں نوشتہ لکھ دوں اس واسطے کہ میں ڈرتا ہوں کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کہنے والا کہے اور انکار کرتا ہے اللہ اور ایماندار مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اور واسطے بخاری کے اس کے معنی ہیں اور باوجود اس کے پس نہ لکھا اور پہلا قول ظاہر تر ہے واسطے قول عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کہ ہم کو اللہ کی کتاب کافی ہے باوجود یکہ وہ دوسری وجہ کو بھی شامل ہے اس واسطے کہ وہ اس کے بعض افراد ہیں۔

فائدہ: خطابی نے کہا کہ سوائے اس کے نہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ اس طرف گئے کہ اگر صاف بیان کرتے وہ چیز کہ دور کرے خلاف کو تو البتہ باطل ہو جاتی فضیلت علماء کی اور گم ہو جاتا اجتہاد اور تعاقب کیا ہے اس کا ابن جوزی نے بایں طور کے اگر نص کرتے کسی چیز پر یا کئی چیزوں پر تو نہ باطل ہوتا اجتہاد اس واسطے کہ حادثوں کا حصر کرنا ممکن نہیں اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خوف کیا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہ لکھیں اس کو بیچ حالت غلبے بیماری کے تا کہ پائیں اس کے ساتھ منافق لوگ راہ طرف طعن کی اس نوشتہ میں اور یہ جو فرمایا کہ میرے پاس جھگڑنا لائق نہیں تو اس میں اشعار ہے کہ اولیٰ یہ تھا کہ حکم بجالانے کی طرف جلدی کرتے اگرچہ وہ چیز کہ اختیار کیا اس کو عمر رضی اللہ عنہ نے صواب ہے اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے اس کے بعد اس کا تدارک نہ کیا **کما قدمناہ** اور قرطبی نے کہا کہ اختلاف ان کا بیچ اسکے مانند اختلاف ان کے ہے بیچ فرمانے حضرت ﷺ کے واسطے ان کے کہ کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں سو بعض نے نماز کے فوت ہونے کا خوف کیا تو انہوں نے عصر کی نماز راہ میں پڑھ لی اور تمسک کیا دوسروں نے ساتھ ظاہر امر کے تو انہوں نے نماز نہ پڑھی تو حضرت ﷺ نے کسی پر سختی نہ کی بہ سبب اجتہاد جائز کے اور مقصد صالح کے اور یہ جو کہا کہ نکلے ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہوئے تو اس کا ظاہر یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کے ساتھ تھے اور یہ کہ وہ نکلے اس حالت میں کہتے ہوئے یہ کلام اور یہ واقع کے برخلاف ہے سوائے اس کے نہیں کہ کہتے تھے اس کو اس وقت جب کہ اس حدیث کو بیان کرتے تھے اور اس حدیث میں دلیل ہے اوپر جواز لکھنے علم کے اور اس پر کہ اختلاف کبھی ہوتا ہے سبب بیچ محروم ہونے کے خیر سے جیسا کہ واقع ہوا ہے بیچ قصے دو مردوں کے جو آپس میں جھگڑے تھے پس اٹھائی گئی تعیین شب قدر کی اس سبب سے اور اس میں واقع ہونا اجتہاد کا ہے روبرو حضرت ﷺ کے اس چیز میں کہ اس میں حضرت ﷺ پر وحی نہ اتری ہو اور باقی بحث اس کی مغازی میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس افسوس کرنے سے یہ غرض تھی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص شخص کا نام لکھ جاتے کہ میرے بعد فلاں شخص خلیفہ ہے تو یہ اختلاف اور جھگڑا سب مٹ جاتا اور بعض کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی غرض یہ تھی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے تو شاید میرا ہی نام لکھ جاتے اور مجھ کو اپنے بعد خلیفہ بنا جاتے۔

بَابُ الْعِلْمِ وَالْعِظَةِ بِاللَّيْلِ. رات میں علم سکھانے اور وعظ سنانے کا بیان۔

فائدہ: یعنی تعلیم کرنا علم کا رات میں اور مراد عظہ سے وعظ ہے اور مراد بخاری کی تنبیہ ہے اس پر کہ نہی بات کرنے کی بعد عشاء کے مخصوص ہے ساتھ اس چیز کے کہ نہ ہو خیر میں۔ (فتح)

۱۱۲ ۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَعَمْرٍو وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتِ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ وَمَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَآئِنِ أَيْقِظُوْا صَوَاحِبَاتِ الْحُجَرِ فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْأٰخِرَةِ.

۱۱۲۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات کو جاگے پس آپ نے سبحان اللہ کہا یعنی اللہ پاک ہے آج کی رات کیا ہے فتنے نازل ہوئے ہیں اور آج کی رات کیا ہے کیا اور رحمت کے گنج کے گنج اترے ہیں کوٹھریوں والی عورتوں کو جگا دو یعنی تا کہ تہجد پڑھیں بہت عورتیں دنیا میں پوشاکدار ہیں اور آخرت میں برہنہ اور ننگی ہیں یعنی دنیا میں باعزت ہیں اور آخرت میں گناہ سے فضیحت۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ سبحان اللہ تو یہ واسطے تعجب کے ہے اور تعبیر کی رحمت سے ساتھ خزانوں کے اور عذاب سے ساتھ فتنوں کے اس واسطے کہ وہ اس کے سبب ہیں اور یہ جو کہا کہ اتاری ہیں تو مراد ساتھ اتارنے کے معلوم کروانا فرشتوں کا ہے ساتھ امر مقدور کے یا وحی ہوئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ اس کے خواب میں یہ ساتھ اس چیز کے کہ واقع ہوں گے بعد آپ کے فتنے اور فسادوں سے پس تعبیر کیا اس سے ساتھ اتارنے کے اپنی بی بیوں کو اس واسطے جگانے کے ساتھ خاص کیا کہ اس وقت وہی حاضر تھیں اور اشارہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ اس کے طرف موجب جگانے اپنے بی بیوں کے یعنی لائق ہے واسطے ان کے نہ غافل ہوں عبادت سے اور نہ اعتماد کریں اس پر کہ وہ پیغمبر کی بی بیاں ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے کہنا سبحان اللہ کا وقت تعجب کے اور مستحب ہے ذکر کرنا اللہ کا بعد جاگنے کے اور جگانا مرد کا اپنے گھر والوں کو رات میں واسطے عبادت کے خاص کر وقت پیدا ہونے کسی نشانی کے اور اس حدیث میں استحباب جلدی کرنے کا ہے طرف نماز کے وقت خوف بدی کے جیسا کہ اللہ نے فرمایا کہ مدد چاہو ساتھ صبر اور نماز کے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی امر سے غمناک ہوتے تھے تو جلدی کرتے تھے طرف نماز کی اور حکم کیا

کہ جو اپنی خواب میں کوئی بری چیز دیکھے تو اٹھ کر نماز پڑھے اور اس میں سبحان اللہ کہنا ہے وقت دیکھنے خوفناک چیز کے اور اس حدیث سے شب میں وعظ ونصیحت کرنا ثابت ہوتا ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔ (فتح)

بَابُ السَّمَرِ فِي الْعِلْمِ. نماز عشاء کے بعد علم کے ساتھ باتیں کرنا۔

فائدہ: سمر کے معنی ہیں رات کو بات چیت کرنا سونے سے پہلے اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگا فرق درمیان اس ترجمہ کے اور جو اس سے پہلے گزرا۔ (فتح)

١١٣ ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ مُسَافِرٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ وَأَبِيْ بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِيْ حَثْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ فِيْ اٰخِرِ حَيَاتِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ.

۱۱۳۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اخیر عمر میں ہم کو عشاء کی نماز پڑھائی سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو کھڑے ہوئے سو فرمایا کہ بھلا تم بتلاؤ تو سہی اپنی اس رات کے حال کو سو البتہ حال تو یوں ہے کہ اس رات سے سو برس کے سرے تک جو آدمی زمین پر ہے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

فائدہ: سو برس سے زیادہ اس وقت میں کسی کی عمر نہ ہوگی مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ میرے بعد بعض جھوٹے لوگ میری صحبت کا دعویٰ کریں گے جیسے کہ ہندوستان میں کئی سو برس کے بعد بابا رتن ہندی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا دعویٰ کیا تھا یعنی کہتا تھا کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں سو اس حدیث سے اس کا دعویٰ باطل ہو گیا اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرن کے لوگ سو برس کے اندر ہو چکے یہ جو کہا کہ سو برس کے سرے تک تو اس کے معنی ہیں وقت ختم ہونے سو برس کے اور یہ جو کہا کہ جو آدمی زمین پر ہے کوئی باقی نہ رہے گا یعنی جواب موجود ہے ابن بطال نے کہا کہ مراد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ جو لوگ اب موجود ہیں وہ اس مدت میں مر جائیں گے کوئی باقی نہ رہے گا پس نصیحت کی ان کو ساتھ جھوٹے ہونے ان کی عمروں کے اور ان کو معلوم کروایا کہ ان کی عمریں اگلی امتوں کی عمروں کی طرح نہیں تاکہ کوشش کریں عبادت میں اور نووی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ جو آدمی کہ اس رات میں زمین پر ہے وہ اس رات کے بعد سو برس سے زیادہ زندہ نہیں رہے گا برابر ہے کہ اس سے پہلے اس کی عمر کم ہو یا نہ اور نہیں اس میں نفی زندگی اس کسی کی جو اس رات کے بعد پیدا ہوگا سو برس۔ (فتح)

١١٤ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ

۱۱۴۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک رات گزاری میں

حَدَّثَنَا الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فِيْ لَيْلَتِهَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ ثُمَّ جَآءَ إِلٰى مَنْزِلِهٖ فَصَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ ثُمَّ قَالَ نَامَ الْغُلَيِّمُ أَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا ثُمَّ قَامَ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلّٰى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ أَوْ خَطِيْطَهٗ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

نے گھر میں اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے جو بی بی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تھے ان کی باری کی رات میں یعنی اس دن ان کے پاس رہنے کی باری تھی سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی پھر اپنے گھر میں تشریف لائے پس پڑھیں آپ نے چار رکعتیں پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے پھر جاگے پھر فرمایا کیا لڑکا سو گیا یا کوئی اور ایسا ہی کلمہ فرمایا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے سو آپ کی بائیں طرف میں کھڑا ہوگیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنی بائیں طرف سے پھیر کر داہنی طرف کیا اور پس آپ نے پانچ رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے خراٹے سنے پھر نماز کی طرف باہر نکلے۔

فائدہ: پہلی حدیث کی مناسبت ترجمہ سے یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نماز عشاء کے ان کو وعظ کیا کہ تمہاری عمریں بہت کم ہوں گی بہ نسبت پہلی امتوں کے کہ ان کی عمریں تین تین چار چار سو برس سے بھی زیادہ ہوتی تھیں پس نیک کام کرو اور دوسری حدیث کی مطابقت اس طور سے ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بائیں طرف سے داہنی طرف پھیر کر کرنا یہ بھی گویا کہ اس کے ساتھ بات کرنا ہے ساتھ علم کی تعلیم بالقول و تعلیم بالفعل میں کچھ فرق نہیں ہے اور یہ جو کہا کہ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت پڑھی تو مراد اس سے دو رکعت سنت فجر کی ہے اور کرمانی نے گمان کیا کہ وہ رات کی نماز میں داخل ہیں اور حدیث اگرچہ اس کا احتمال رکھتی ہے لیکن حمل کرنا اس کا فجر کی سنتوں پر اولیٰ ہے تا کہ حاصل ہو ختم ساتھ وتر کے اور مناسبت حدیث کی ساتھ ترجمہ کے پہلے گزر چکی ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اولیٰ ان سب سے یہ ہے کہ مناسبت ترجمہ کی مستفاد ہے اور لفظ سے جو بعینہٖ اس حدیث میں ہے دوسرے طریق سے اور امام بخاری اکثر ایسا کرتا ہے مراد اس کی تنبیہ ہے اس شخص کو جو اس کی کتاب دیکھے اوپر کوشش کرنے کے ساتھ تلاش طریقوں حدیث کے اور غور کرنے کے بیچ موقع الفاظ راویوں کے اس واسطے کہ تفسیر حدیث کی ساتھ حدیث کے اولیٰ ہے غور کرنے سے بیچ اس کے ساتھ گمان کے اور سوائے اس کے نہیں کہ مراد بخاری کی اس جگہ وہ چیز ہے جو اس حدیث کے بعض طریقوں میں واقع ہوئی ہے جو صریح دلالت کرتی ہے اوپر حقیقت بات کرنے کے بعد عشاء کے اور وہ چیز وہ ہے کہ روایت کیا ہے اس کو بخاری نے تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ میں نے میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ایک رات کاٹی تو

حضرت ﷺ نے اپنے اہل کے ساتھ ایک گھڑی بات چیت کی پھر سوئے پس صحیح ہوا ترجمہ ساتھ حمد اللہ کے بغیر حاجت کی طرف تعسف کے اور رجم بالظن کے پس اگر کہا جائے کہ یہ تو صرف دلالت کرتا ہے اوپر بات چیت کرنے کے ساتھ اہل کے یعنی گھر والوں کے نہ علم میں اور جواب یہ ہے کہ علم بھی اس کے ساتھ لاحق ہے اور جامع تحصیل فائدے کی ہے یا وہ ساتھ دلیل فحوی کے ہے اس واسطے کہ جب مباح امر میں جائز ہے تو مستحب میں بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور داخل ہے اس بات میں حدیث انس رضی اللہ عنہ کی کہ حضرت ﷺ نے ان کو عشاء کے بعد خطبہ سنایا اور نیز داخل ہوتی ہے اس میں حدیث عمر رضی اللہ عنہ کی کہ وہ بات کرتے تھے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد عشاء کے بیچ امر کے مسلمانوں کے امر سے اور حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کہ حضرت ﷺ ہم سے بنی اسرائیل کا حال بیان کرتے تھے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی نہ کھڑے ہوتے مگر طرف نماز کی اور اوپر یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ نہیں بات کرنا بعد نماز عشاء کے مگر واسطے نمازی یا مسافر کے تو اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے اور بر تقدیر ثبوت کے پس سمر علم میں ملحق ہے ساتھ سمر کے نفل نماز میں اور تحقیق بات کی عمر رضی اللہ عنہ نے ساتھ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے بیچ فقہ کے تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آؤ نماز پڑھیں تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نماز میں ہوں۔ (فتح)

بَابُ حِفْظِ الْعِلْمِ. علم کا یاد کرنا۔

فائدہ: نہیں ذکر کی بخاری نے اس باب میں کوئی چیز سوائے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اور یہ اس واسطے ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سب اصحاب سے زیادہ تر حدیث کو یاد رکھنے والے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کے جنازے میں ان پر رحم کیا اور کہا کہ تھا یاد رکھتا واسطے مسلمانوں کے حضرت ﷺ کی حدیث کو اور تحقیق دلالت کی ہے باب کی تیسری حدیث نے اس پر کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو حدیثیں یاد تھیں وہ اس نے سب بیان نہیں کیں بلکہ کچھ بیان کیں اور کچھ اپنے دل میں رکھیں اور باوجود اس کے جو حدیثیں ان کی مروی اور موجود ہیں وہ اکثر ہیں اور سب اصحاب کی حدیثوں سے جنہوں نے بہت حدیثیں بیان کیں اور یہ جو اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے اوپر مقدم کیا تو اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے اور اس واسطے کہ باب کی دوسری حدیث دلالت کرتی ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں بھولا جس کو حضرت ﷺ سے سنا اور ایسا اس کے غیر کے واسطے ثابت نہیں ہوا۔

١١٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ أَكْثَرَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ وَلَوْلَا آيَتَانِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا حَدَّثْتُ حَدِيْثًا ثُمَّ يَتْلُوْ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ

۱۱۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت حدیثیں بیان کیا کرتا ہے یعنی بطور طعن کے مجھ کو کہتے ہیں کہ شاید اپنے پاس سے بنا بنا کر حدیثیں بیان کر دیتا ہوگا اور اگر دو آیتیں قرآن میں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی ﴿إِنَّ

يَكْتُمُوْنَ مَآ أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿الرَّحِيْمُ﴾ إِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَإِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِيْ أَمْوَالِهِمْ وَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِبَعِ بَطْنِهٖ وَيَحْضُرُ مَا لَا يَحْضُرُوْنَ وَيَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُوْنَ.

الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿الرَّحِيْمُ﴾ یعنی جو لوگ کہ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اتارا ہم نے دلیلوں روشن سے اور ہدایت سے تا آخر آیت تک جس کا مطلب یہ ہے کہ جو ایسے لوگ ہیں ان کو اللہ لعنت کرتا ہے اور بے شک ہمارے بھائی مہاجرین تو بازاروں میں سوداگری میں مشغول رہتے ہیں اور بے شک ہمارے بھائی انصار اپنے مالوں کے کاموں میں مشغول رہتے تھے اور بے شک ابو ہریرہ اپنے پیٹ کی خاطر ہر وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لگا رہتا تھا احوال سے جہاں وہ حاضر نہیں ہوتے تھے اور یاد رکھتا تھا اقوال سے جس کو وہ یاد نہیں رکھتے تھے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ اگر اللہ کی کتاب میں نہ ہوتیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نے علم کے چھپانے والوں کی مذمت کی تو میں کسی سے حدیث بیان نہ کرتا لیکن چونکہ چھپانا حرام تھا تو واجب ہوا ظاہر کرنا پس اسی واسطے حاصل ہوئی کثرت واسطے کثرت ان حدیثوں کے کہ ان کے پاس تھیں پھر ذکر کیا اس نے سبب کثرت کا ساتھ قول اپنے کے کہ بے شک ہمارے بھائی الخ اور مراد بھائی ہونے سے اسلامی اخوت ہے اور یہ جو کہا کہ میں اپنے پیٹ کی خاطر حضرت ﷺ کے ساتھ لگا رہتا تھا تو ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے اور تھا میں محتاج آدمی صفہ کے محتاجوں میں سے اور ایک روایت میں ہے اور وہ مسکین تھا اس کے کچھ پاس نہ تھا حضرت ﷺ کا مہمان تھا اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہے واسطے مہاجرین اور انصار کے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کی طرح حدیث بیان نہیں کرتے اور یہ جو کہا کہ اپنے مالوں میں مشغول رہتے تھے یعنی اپنی زمین اور کھیتی کے کام میں مشغول رہتے تھے۔ (فتح)

١١٦ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ أَبُوْ مُصْعَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا أَنْسَاهُ قَالَ ابْسُطْ رِدَآءَ كَ فَبَسَطْتُهٗ قَالَ

۱۱۶۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ میں آپ سے بہت سن کر بھول جاتا ہوں حضرت ﷺ نے فرمایا فراخ کرو اور پھیلاؤ چادر اپنی کو پس میں نے چادر کو پھیلایا پھر حضرت ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا پھر حضرت ﷺ نے فرمایا اس کو اپنے سینے سے لگا لے پس میں نے اس کو اپنے سینے سے لگایا پس بعد اس کے

فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهُ فَضَمَمْتُهُ فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا بَعْدَهُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ بِهٰذَا أَوْ قَالَ غَرَفَ بِيَدِهِ فِيْهِ.

میں اس روز سے کبھی کوئی چیز نہیں بھولا ہوں۔

فائدہ: نکرہ لانا چیز کو بعد نفی کے ظاہر ہے عموم میں بیچ نہ بھولنے کے اس سے واسطے کسی چیز کے حدیث وغیرہ سے اور ایک روایت میں ہے کہ قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ میں کوئی نہیں بھولا جس کو میں نے آپ سے سنا اور یہ تقاضا کرتا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کسی حدیث کو نہیں بھولے یعنی پس یہ سب حدیثوں کو شامل ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کی اس کلام سے کوئی چیز نہیں بھولا اور یہ تقاضا کرتی ہے نہ بھولنے کو ساتھ اسی کلام کے فقط لیکن پہلی روایت کو ترجیح ہے یعنی مراد کل حدیثیں ہیں اور احتمال ہے کہ واقع دو ہوں ایک خاص ہو اور ایک عام اور یہ جو اس روایت میں کہا کہ میں اس کلام سے کچھ نہیں بھولا تو مراد اس سے یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا مرد نہیں کہ ایک یا دو یا تین یا چار یا پانچ کلمے سنے اس چیز سے کہ فرض کیا ہے اس پر اللہ نے پس ان کو سیکھے اور سکھا دے مگر بہشت میں داخل ہوتا ہے پھر ذکر کی ساری حدیث اور ان دونوں حدیثوں میں فضیلت ظاہر ہے واسطے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اور معجزہ واضح ہے پیغمبری کے نشانیوں سے اس واسطے کہ بھولنا انسان کو لازم ہے اور تحقیق اقرار کیا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ساتھ اس کے کہ ان کو بھول بہت ہوتی تھی پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان کی یاد داشت ایسی قوی ہوگئی کہ جس حدیث کو سنتے تھے اس کو کبھی نہیں بھولتے تھے اور حاکم نے مستدرک میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایک اور مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا کرو سو میں اور میرے ساتھی نے دعا کی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی پس کہا کہ الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مانند اس چیز کی کہ میرے ساتھیوں نے سوال کیا اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں علم کہ نہ بھولے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر آمین کہی تو ہم نے کہا یا حضرت ہم بھی اسی طرح ہیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوسے لڑکا تم سے پہلے ہوگیا اور اس میں رغبت دلانا ہے اوپر یاد رکھنے علم کے اور یہ کہ دنیا کا کم ہونا زیادہ تر قدرت دینے والا واسطے یاد رکھنے اس کے کی اور اس میں فضیلت کسب کرنے کی ہے واسطے اس شخص کے جو عیالدار ہو اور یہ کہ جائز ہے خبر دینا آدمی کا ساتھ اس چیز کے کہ اس میں ہے فضیلت جب کہ اس کی طرف بے بس ہو اور خود پسندی سے امن ہو۔ (فتح)

۱۱۷ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ

۱۱۷۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو قسم کے علم یاد ہیں پس اُن دونوں میں سے ایک کو تو میں

أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَآئَيْنِ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ وَأَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْبُلْعُوْمُ مَجْرَى الطَّعَامِ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ.

نے پھیلا دیا ہے یعنی لوگوں کو بتلا دیا ہے اور دوسرے کو اگر پھیلاؤں تو کٹ جائے رگ زندگی کی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بلعوم وہ رگ ہے کہ جس کے راہ پیٹ میں طعام جاتا ہے۔

فائدہ: علماء کہتے ہیں جس علم کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نہیں پھیلایا اس سے وہ حدیثیں مراد ہیں جن میں ظالم حاکموں کے نام کی تعیین اور ان کے حالات کی مذمت تھی جیسے یزید بن معاویہ وغیرہ حاکم پس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خوف کے مارے کسی سے ان کا نام نہیں بتلاتے تھے کہ مبادا وہ دشمن ہو کر مجھ کو نہ مار ڈالیں یعنی جب سنیں گے کہ وہ ان کے فعل کو عیب کرتا ہے اور ان کی کوشش کی تضلیل کرتا ہے تو اس کا سر کاٹ ڈالیں گے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بعضوں کا نام کنایۃً لیتے تھے لیکن کھلم کھلا ان کا نام نہ لیتے تھے واسطے خوف اپنی جان کے چنانچہ کہتے تھے کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ساٹھ برس کے سرے سے اور لڑکوں کی حکومت سے اشارہ کرتے تھے طرف حکومت یزید بن معاویہ کی اس واسطے کہ ۶۰ ہجری میں وہ حاکم ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول کی سو اس سے ایک سال پہلے انتقال کیا ابن منیر نے کہا کہ فرقہ باطنیہ نے ٹھہرایا ہے اس حدیث کو ذریعہ واسطے صحیح کرنے اپنے باطل کے اس واسطے کہ ان کا اعتقاد ہے کہ شریعت کے واسطے ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور ان کے اس باطل اعتقاد کا حاصل خلاص ہوتا ہے دین سے اور تائید کرتی ہے اس کی یہ بات کہ جو حدیثیں ان کے پاس لکھی تھیں اگر وہ احکام شرعیہ سے ہوتیں تو نہ گنجائش ہوتی ان کو ان کے چھپانے کی واسطے اس چیز کے کہ ذکر کیا ہے پہلی حدیث میں آیت سے جو دلالت کرتی ہے اوپر مذمت اس شخص کے جو علم کو چھپادے اور احتمال ہے کہ ہو مراد ساتھ قسم مذکور کے وہ چیز جو متعلق ہے ساتھ نشانیوں قیامت کے اور بدلنے احوال اور لڑائیوں سے اخیر زمانے میں پس انکار کرے اس سے جس نے ان کو نہیں دیکھا اور اعتراض کرے اس پر جس کو شعور نہیں۔ (فتح)

بَابُ الْاِنْصَاتِ لِلْعُلَمَآءِ.

علماء کے واسطے چپ ہونا اور سننا جو کہتے ہیں۔

۱۱۸ ۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ مُدْرِكٍ عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ جَرِيْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا

۱۱۸۔ جریر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حجۃ الوداع میں فرمایا کہ چپ کرا لوگوں کو سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد پلٹ کر کافر نہ ہو جانا کہ تم لوگوں سے بعض بعض کی گردن ماریں یعنی ایک دوسرے کو قتل کرنا کفر کی عادت ہے تم ایسا نہ کرنا۔

يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

فائدہ: یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عالم وعظ کرنے لگے یا علم کا کوئی مسئلہ بتلانے لگے تو لوگوں کو چاہیے کہ چپ ہو کر سنیں شور وغل نہ مچا دیں۔ ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چپ رہنا واسطے علماء کے لازم ہے سیکھنے والوں کو اس واسطے کہ علماء وارث ہیں پیغمبروں کے شاید مراد اس کی ساتھ اس کے مناسبت ترجمہ کے ہے واسطے حدیث کے اس واسطے کہ عقبہ مذکور حجۃ الوداع میں تھا اور جماعت نہایت بہت تھی اور تھا جمع ہونا ان کا واسطے کنکریوں مارنے کے اور سوائے اس کے حج کے کاموں سے اور حضرت ﷺ نے ان کو فرمایا کہ مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھو جیسا کہ صحیح مسلم میں ثابت ہو چکا ہے سو جب ان کو خطبہ سنایا تو مناسب ہوا کہ حکم کریں ان کو ساتھ چپ رہنے کے اور تحقیق واقع ہوئی ہے تفریق درمیان انصات اور استماع کے جیسے کہ قرآن میں ہے اور دونوں کے معنی مختلف ہیں پس انصات کے معنی ہیں چپ رہنا اور وہ حاصل ہے اس شخص سے جو کان لگا کر سنتا ہے اس سے جو نہیں سنتا جیسا کہ کسی اور کام میں فکر مند ہو اور اسی طرح استماع بھی ہوتا ہے ساتھ چپ رہنے کے اور کبھی ہوتا ہے بولنا ساتھ اور کلام کے کہ نہیں مشغول ہوتا بولنے والا ساتھ اس کے سمجھنے اس چیز کے سے جو کہتا ہے وہ شخص جس سے سنا جاتا ہے اور سفیان ثوری وغیرہ نے کہا کہ اول علم کا کان لگا کر سننا ہے پھر چپ رہنا پھر یاد کرنا پھر عمل کرنا پھر پھیلانا۔ (فتح)

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِلْعَالِمِ إِذَا سُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَيَكِلُ الْعِلْمَ إِلَى اللهِ.

یعنی جب کسی عالم سے پوچھا جائے کہ سب لوگوں میں زیادہ عالم کون ہے تو اس کے واسطے بہتر ہے کہ علم کو اللہ کی طرف سپرد کرے یعنی یہ کہے کہ **اَللّٰهُ اَعْلَمُ** اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

١١٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ نَوْفًا الْبَكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوْسٰى لَيْسَ بِمُوْسٰى بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ إِنَّمَا هُوَ مُوْسٰى اٰخَرُ فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللهِ حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مُوْسَى النَّبِيُّ خَطِيْبًا فِيْ بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ فَسُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَقَالَ أَنَا

١١٩۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف بکالی گمان کرتا ہے کہ موسیٰ بنی اسرائیل کا موسیٰ نہیں بلکہ وہ اور موسیٰ ہے یعنی جو موسیٰ خضر کے ساتھ رہا ہے وہ یہ موسیٰ نہیں جو بنی اسرائیل کا پیغمبر تھا اور جس کا فرعون سے مقابلہ ہوا تھا بلکہ وہ کوئی اور موسیٰ تھا جس کا حال کچھ معلوم نہیں سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ کا دشمن یعنی نوفل جھوٹا ہے اس لیے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ہم سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ البتہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی قوم میں کھڑے خطبہ پڑھتے تھے سو کسی نے پوچھا کہ سب

أَعْلَمُ فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنَّ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِيْ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ بِهِ فَقِيْلَ لَهُ احْمِلْ حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ فَإِذَا فَقَدْتَّهُ فَهُوَ ثَمَّ فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ بِفَتَاهُ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ وَحَمَلَا حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ حَتّٰى كَانَا عِنْدَ الصَّخْرَةِ وَضَعَ رُؤُوْسَهُمَا وَنَامَا فَانْسَلَّ الْحُوْتُ مِنَ الْمِكْتَلِ فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا وَكَانَ لِمُوْسٰى وَفَتَاهُ عَجَبًا فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمَهُمَا فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مُوْسٰى لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا وَلَمْ يَجِدْ مُوْسٰى مَسًّا مِّنَ النَّصَبِ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِيْ أُمِرَ بِهِ فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا أَنْسَانِيْهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ قَالَ مُوْسٰى ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ إِذَا رَجُلٌ مُّسَجًّى بِثَوْبٍ أَوْ قَالَ تَسَجّٰى بِثَوْبِهِ فَسَلَّمَ مُوْسٰى فَقَالَ الْخَضِرُ وَأَنّٰى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ فَقَالَ أَنَا مُوْسٰى فَقَالَ مُوْسٰى بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلٰى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا يَا مُوْسٰى إِنِّيْ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ لَا

آدمیوں میں کون بڑا عالم ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں سو اللہ نے ان پر غصہ کیا اس واسطے کہ اللہ کی طرف علم کو نہ پھیرا یعنی یوں نہ کہا کہ واللہ اعلم پھر اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم بھیجا کہ بے شک میرے بندوں میں سے ایک بندہ ہے دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ میں (یعنی سنگم پاس کہتے ہیں وہ جگہ وہاں ہے جہاں روم اور فارس کا دریا ملتا ہے) وہ تجھ سے زیادہ عالم ہے سو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے رب میرا اور اس کا کیونکر ملاپ ہو اللہ نے فرمایا کہ تو اپنے ساتھ ایک بھنی ہوئی مچھلی کو لے پھر اس کو زنبیل میں رکھ یعنی ٹوکری میں رکھ سو جہاں وہ مچھلی تجھ سے چھوٹ رہے تو وہ اس مکان میں ہوگا سو موسیٰ علیہ السلام نے ایک مچھلی لی اور اس کو زنبیل میں رکھا پھر روانہ ہوئے اور ساتھ اپنے خادم یعنی یوشع بن نون کو بھی لے چلے یہاں تک کہ سنگم کے پاس پہنچے اور دونوں صاحب وہاں سر ٹیک کر سو گئے اور مچھلی آبِ حیات کی تاثیر سے زندہ ہو کر زنبیل میں پھڑکی اور اس سے نکل آئی پھر گر پڑی دریا میں اور اس نے دریا میں اپنی راہ لی سرنگ بنا کر اور جہاں سے مچھلی گئی تھی اللہ نے وہاں پانی کا بہاؤ بند کر رکھا۔ سو وہ طاق سا ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے خادم کو تعجب ہوا یعنی بھنی ہوئی مچھلی کا زندہ ہونا اور اس کے جانے کی راہ سے بہاؤ پانی کا بند ہونا ان کے واسطے موجب تعجب کا ہوا پھر دونوں چلے جتنا کہ رات اور دن باقی رہا تھا سو جب دوسرا دن ہوا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا دن چڑھے کا ہم کو کھانا دو یعنی کچھ ناشتہ کرلیں البتہ ہم نے اس سفر میں تکلیف پائی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک اس مکان سے جس کو اللہ نے فرمایا تھا نہ بڑھے نہ تھکے تھے جب اس سے آگے بڑھے تو تھک گئے سو اُن سے اُن کے خادم نے کہا کہ یہ

تَعْلَمُهُ أَنْتَ وَأَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ عَلَّمَكَهُ لَا أَعْلَمُهُ قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَا أَعْصِيْ لَكَ أَمْرًا فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لَهُمَا سَفِيْنَةٌ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِيْنَةٌ فَكَلَّمُوْهُمْ أَنْ يَّحْمِلُوْهُمَا فَعُرِفَ الْخَضِرُ فَحَمَلُوْهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ فَجَآءَ عُصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ فَنَقَرَ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَضِرُ يَا مُوْسٰى مَا نَقَصَ عِلْمِيْ وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ إِلَّا كَنَقْرَةِ هٰذَا الْعُصْفُوْرِ فِي الْبَحْرِ فَعَمَدَ الْخَضِرُ إِلٰى لَوْحٍ مِّنْ أَلْوَاحِ السَّفِيْنَةِ فَنَزَعَهُ فَقَالَ مُوْسٰى قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَّ إِلٰى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ أَمْرِيْ عُسْرًا فَكَانَتِ الْأُوْلٰى مِنْ مُّوْسٰى نِسْيَانًا فَانْطَلَقَا فَإِذَا غُلَامٌ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ مِنْ أَعْلَاهُ فَاقْتَلَعَ رَأْسَهُ بِيَدِهِ فَقَالَ مُوْسٰى أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَهٰذَا أَوْكَدُ فَانْطَلَقَا حَتّٰى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ أَنْ يَّنْقَضَّ فَأَقَامَهُ قَالَ الْخَضِرُ بِيَدِهِ فَأَقَامَهُ فَقَالَ لَهُ مُوْسٰى لَوْ

تو بتلایئے کہ جب ہم آئے تھے پتھر کے پاس سو میں بھول گیا آپ سے مچھلی کا قصہ کہنا اور نہیں بھولایا مجھ کو مچھلی کی یاد سے مگر شیطان نے سو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہی تو ہم چاہتے تھے پھر الٹے قدموں پلٹے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سو دونوں پھرے قدم پر قدم ڈالتے یہاں تک کہ جب پتھر کے پاس پہنچے تو اچانک وہاں دیکھا کہ ایک مرد ہے کپڑے سے سر لپیٹے ہوئے۔ پھر سلام کیا اس کو موسیٰ علیہ السلام نے سو خضر علیہ السلام نے کہا کہ تیرے ملک میں سلام کہاں یعنی اس ملک میں سلام کی رسم نہیں تو نے سلام کیونکر کیا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں موسیٰ ہوں یعنی اس ملک سے نہیں ہوں خضر علیہ السلام نے کہا کیا تو قوم بنی اسرائیل کا موسیٰ ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہاں میں تیرے پاس آیا ہوں تاکہ تو مجھ کو سکھلا دے جو اللہ نے تجھ کو علم سکھایا ہے۔ خضر علیہ السلام نے کہا کہ میرے ساتھ بے شک تو نہ ٹھہر سکے گا اے موسیٰ اللہ کے بے شمار علم سے مجھ کو ایک علم ہے اللہ نے سکھایا ہے کہ تو اس علم کو نہیں جانتا اور تجھ کو اللہ کے علم سے ایک علم ہے اللہ نے تجھ کو سکھایا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر اللہ نے چاہا تو تو مجھ کو ثابت قدم پائے گا میں تیرے حکم کے برخلاف نہ کروں گا۔ پھر دونوں روانہ ہوئے کنارے کنارے دریا کے چلے جاتے تھے ان کے پاس کوئی ناؤ نہ تھی سو ادھر سے ایک ناؤ ان کے پاس گزری سو ناؤ والوں سے تینوں آدمی کے جانے کی بات چیت کی سو وہ پہچان گئے خضر علیہ السلام کو تو وہ بدون کرایہ لیے چڑھا لے گئے سو جب وہ ناؤ پر سوار ہو گئے تو ایک چڑا آیا اور ناؤ کے کنارے پر بیٹھا پھر اس نے چونچ ڈبوئی ایک بار یا دو بار سو خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ نہیں ہے میرا علم اور تیرا علم اللہ کے علم سے مگر اس کے برابر جتنا اس چڑے

شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى لَوَدِدْنَا لَوْ صَبَرَ حَتّٰى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا.

نے دریا سے پانی گھٹایا اللہ کا علم مثل سمندر کی ہے اور ہمارا تمہارا علم قطرے کے برابر جتنا چڑے نے اپنی چونچ میں اٹھایا سو خضر علیہ السلام نے بسولے سے ناؤ کا ایک تختہ نکال ڈالا سو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ ان لوگوں نے ہم کو بے کرایہ چڑھا لیا تو نے ان کی ناؤ کو قصد کر کے پھاڑ ڈالا تاکہ لوگوں کو تو ڈبو دے خضر علیہ السلام نے کہا میں نے تجھ سے کہا تھا کہ بے شک تجھ کو میرے ساتھ رہا نہ جائے گا موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھ کو میری چوک پر نہ پکڑ اور میرے کام سے مجھ پر مشکل نہ ڈال یعنی میں نے بھول سے کیا ہے کہ معاف کیجئے تنگ نہ پکڑیے راوی نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی بار کا پوچھنا موسیٰ علیہ السلام سے بھولے سے ہوا پھر دونوں ناؤ سے نکل کر دریا کے کنارے کنارے چلے جاتے تھے کہ یکایک خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ کھیل رہا ہے لڑکوں کے ساتھ سو خضر علیہ السلام نے اس کے سر کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا اوپر کی طرف سے پھر اس کا سر اپنے ہاتھ سے اکھاڑ ڈالا اور اس کو مار ڈالا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا تو نے مار ڈالا ہے معصوم جان کو بدون بدلے جان کے یعنی اس نے کسی کا خون نہ کیا تھا جس کے بدلے تو اس کو مارتا البتہ تجھ سے برا کام ہوا۔ خضر علیہ السلام نے کہا بھلا میں نے تجھ سے نہ کہہ دیا تھا کہ تو میرے ساتھ ٹھہر نہ سکے گا۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ دوسرا جواب پہلے سے بہت کڑا ہے پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے ان لوگوں سے کھانا مانگا ان لوگوں نے ان کو کھانا نہ دیا سو دونوں نے ایک دیوار کو پایا کہ گرنا چاہتی تھی یعنی جھک رہی تھی سو خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کیا سو اس کو سیدھا کھڑا کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ قوم ہے ہم ان کے پاس آئے سو انہوں نے نہ ہم

کو کھانا کھلایا نہ ہماری ضیافت کی اگر تو چاہتا تو دیوار سیدھا
کھڑا کرنے کی مزدوری لیتا۔ خضر علیہ السلام نے کہا اسی وقت میرے
اور تیرے درمیان جدائی ہے پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ
موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے ہمارے جی نے چاہا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام صبر
کرتے اور ہر بات کی وجہ نہ پوچھتے تو بہت قصہ ان کا ہم کو
معلوم ہوتا اور اللہ کے کاموں کی حکمتیں بہت لوگوں کو معلوم
ہوتیں اور مفصل قصہ ان کا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ وہ اور موسیٰ ہے تو وہ علم ہے اوپر شخص معین کے کہتے ہیں کہ وہ موسیٰ بن میشا ہے اور یہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ کا دشمن جھوٹا ہے تو ابن متین نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس کہنے سے یہ مراد نہیں کہ نوف اللہ کی ولایت سے خارج ہے لیکن علماء جب کوئی جھوٹی بات سنتے ہیں تو ان کے دل نفرت کرتے ہیں تو ایسی کلام بولتے ہیں واسطے قصد زجر اور ڈرانے کی اس سے اور اس کی حقیقت مراد نہیں ہوتی میں کہتا ہوں کہ جائز ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسلام کے صحیح ہونے میں تہمت لگائی ہو پس اسی واسطے حر بن قیس کے حق میں ایسا کلام نہیں کہا باوجودیکہ دونوں نے یہ بات کہی تھی اور اپر یہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو جھٹلایا تو اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ تحقیق جائز ہے واسطے عالم کے جب کہ ہو اس کے پاس کئی چیز علم سے پس سنے اپنے غیر کو کہ ذکر کرتا ہے اس میں کچھ بغیر علم کے یہ کہ اس کو جھٹلا دے اور یہ جو اس نے کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے تو بیچ استدلال اس کے کی ساتھ اس کے دلیل ہے اوپر قوت خبر واحد مستیقن کے نزدیک اس کے اور یہ جو کہا کہ میں زیادہ تر عالم ہوں اس قول کے جواب میں کہ لوگوں میں زیادہ تر عالم کون ہے تو بعض کہتے ہیں کہ یہ مخالف ہے واسطے قول اس کے کی بیچ **باب الخروج فی طلب العلم** کے کہا کیا تو کسی کو اپنے سے زیادہ تر عالم جانتا ہے کہا نہیں اور میرے نزدیک ان کے درمیان کچھ مخالفت نہیں کہ اس واسطے کہ قول اس کا اس جگہ کہ میں زیادہ تر عالم ہوں یعنی اس چیز میں کہ میں جانتا ہوں پس مطابق ہوگا اس کے قول کے بیچ جواب اس شخص کے جس نے اس کو کہا تھا کہ کیا تو کسی کو اپنے سے زیادہ تر عالم جانتا ہے بیچ منسوب کرنے اس کے طرف علم اس کے کی نہ طرف اس چیز کی کہ واقع میں ہے اور عتاب اللہ تعالیٰ سے محمول ہے اس چیز پر کہ اس کے لائق ہے نہ اوپر معنی عرفی کے آدمیوں میں اور یہ جو فرمایا کہ وہ تجھ سے زیادہ تر عالم ہے تو یہ ظاہر ہے اس میں کہ خضر علیہ السلام نبی ہے بلکہ نبی مرسل ہے اس واسطے کہ اگر اس طرح نہ ہوتا تو لازم آتی تفضیل عالی کی اعلیٰ پر اور یہ باطل ہے قول سے اسی واسطے وارد کیا ہے زمخشری نے سوال اور وہ یہ ہے کہ دلالت کی موسیٰ علیہ السلام کی حاجت نے طرف تعلیم کی غیر سے کہ وہ موسیٰ بن میشا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے اس واسطے کہ واجب ہے کہ

پیغمبرا پنے زمانے والوں سے اعلم ہو اور جواب دیا اس سے کہ نہیں نقص ہے ساتھ پیغمبر کے بیچ سیکھنے اس کے کی علم پیغمبر سے جو اس کی مثل ہو میں کہتا ہوں اور جواب میں نظر ہے اس واسطے کہ وہ مستلزم ہے نفی اس چیز کی کہ واجب کی اور حق یہ ہے کہ مراد ساتھ اس اطلاق کے قید کرنا اغنمیت کا ہے ساتھ امر مخصوص کے واسطے قول اس کے کی بعد اس کے کہ اللہ نے مجھ کو اپنے علم سے ایک ایسا علم سکھایا ہے کہ تو اس علم کو نہیں جانتا اور اللہ نے تجھ کو اپنے علم سے ایک ایسا علم سکھایا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا اور مراد ساتھ ہونے پیغمبر کے عالم تر اپنے زمانے والوں یعنی ان لوگوں سے کہ ان کی طرف رسول کر کے بھیجا گیا اور نہ تھے موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے طرف خضر علیہ السلام کی اور اس وقت پس نہیں نقص ہے ساتھ اس کے جب کہ ہوں خضر علیہ السلام عالم تر اس سے اگر ہم کہیں کہ وہ پیغمبر مرسل ہیں یا عالم تر ہیں اس سے کسی خاص امر میں جب کہ ہم کہیں کہ خضر علیہ السلام پیغمبر ہیں یا ولی ہیں اور حل ہوں گے ساتھ اس تقریر کے بہت اشکال اور بہت واضح تر چیز جس سے خضر علیہ السلام کے پیغمبر ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے قول اس کا ہے ﴿وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ﴾ یعنی یہ کام میں نے اپنی طرف سے نہیں کیا اور لائق ہے اعتقاد کرنا ساتھ ہونے اس کے کی پیغمبر تا کہ نہ ذریعہ ٹھہرائیں اس کو باطل والے اپنے دعوے میں کہ ولی افضل ہے نبی سے پناہ اللہ کی ہرگز نہیں۔ ابن منیر نے کہا کہ قول موسیٰ علیہ السلام کا اَنَا اَعْلَمُ نہیں مانند قول عام لوگوں کی مثل اس کی اور نہیں نتیجہ دیتا قول ان کا مانند نتیجہ قول اُن کے کی اس واسطے کہ نتیجہ اُن کے قول کا خود پسندی اور تکبری ہے اور نتیجہ قول اس کے کا زیادتی ہے علم سے اور حث ہے اوپر تواضع کے اور حرص ہے اوپر طلب علم کے اور ابن بطال نے کہا کہ نہیں جائز ہے اعتراض ساتھ عقل کے شرع پر اور استدلال کیا ہے اس نے ساتھ اس حدیث کے اور یہ استدلال اُس کا خطا ہے اس واسطے کہ موسیٰ علیہ السلام نے سوائے اس کے نہیں کہ اعتراض کیا تھا ساتھ ظاہر شرع کے نہ ساتھ عقل کے محض۔ پس اس میں حجت ہے اوپر صحیح ہونے اعتراض کے ساتھ شرع کے اُس چیز پر کہ نہیں جائز ہے بیچ اُس کے اگرچہ مستقیم باطن امر میں ہے اور یہ جو کہا کہ تیری اس زمین میں سلام کیسا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ کہاں ہے اسلام اس زمین میں کہ اس میں معروف نہیں اور شاید وہ کفر کے شہر تھے یا تھا تحفہ ان کا بغیر سلام کے اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ پیغمبر لوگ اور جو اُن سے کم ہیں غیب کو نہیں جانتے مگر جو اللہ ان کو معلوم کروا دے اس واسطے کہ اگر خضر علیہ السلام ہر غیب کو جانتے ہوتے تو البتہ پہچانتے موسیٰ علیہ السلام کو پہلے اس سے کہ اُس سے حال پوچھیں اور یہ جو کہا کہ میرے علم اور تیرے علم نے اللہ کے علم سے کچھ کم نہیں کیا مگر مانند اٹھانے اس چڑے کی تو یہاں لفظ نقص اپنے ظاہر پر نہیں اس واسطے کہ اللہ کے علم میں کمی داخل نہیں ہوتی پس بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ نہیں لیا اُس نے اور یہ توجیہ خوب ہے اور ہوگی واقع اوپر لینے والے کے نہ اُس چیز پر جس سے لیا گیا اور خوب تر اس سے یہ ہے کہ مراد علم سے معلوم ہے ساتھ دلیل داخل ہونے حرف تبعیض کے اس واسطے کہ جو علم کہ اللہ کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے وہ صفت قدیمی ہے بعض بعض نہیں ہوئی اور معلوم وہی ہے جو بعض بعض ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں

کہ نفی نقص کی بولی گئی ہے واسطے مبالغہ کے اور بعض کہتے ہیں کہ اِلَّا اس جگہ ساتھ معنی ولا کے ہے یعنی اور نہ مانند اٹھانے اس چڑی کے اور ایک روایت میں ہے کہ نہیں علم میرا اور علم تیرا اللہ کے علم کے آگے مگر جیسا کہ لیا ہے اس چڑے نے ساتھ چونچ اپنی کے اس دریا سے پس اس سیاق میں کوئی اشکال نہیں اور یہ تفسیر ہے واسطے اس لفظ کے جو اس جگہ واقع ہوئی ۔ کہا قرطبی نے اور بیچ قصے موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے اور بھی کئی فائدے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اپنے ملک میں جو چاہتا ہے اور حکم کرتا ہے اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے اس قسم سے کہ فائدہ دے یا ضرر کرے پس نہیں دخل ہے واسطے عقل کے اس کے افعال میں اور نہیں کوئی مقابلہ واسطے احکام اس کے کی بلکہ واجب ہے مخلوق پر راضی ہونا اور مان لینا پس ادراک عقلوں کا واسطے بھیدوں اللہ کے قاصر ہے پس نہیں متوجہ ہوتا اس کے حکم پر کم اور کیف یعنی کتنا اور کس طرح جیسے کہ نہیں متوجہ ہوتا اس کے وجود پر کس جگہ اور اس جگہ اور یہ کہ عقل نہ اچھا کہہ سکتی ہے اور نہ برا اور یہ کہ حسن وقبح راجع ہے طرف شرع کی سو جس چیز کو شرع نے اچھا کہا وہ اچھی ہے اور جس کو برا کہا وہ بری ہے اور اچھا کہنا یہ کہ اس کی ثنا کی اور برا کہنا یہ کہ اس کی مذمت کی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس چیز میں کہ قضا کرتا ہے بطورِ حکمتیں اور اسرار ہیں بیچ بھلائیوں پوشیدہ کی کہ اعتبار کیا ہے ان کو یہ سب اللہ کی مشیت اور ارادے سے ہے بغیر واجب ہونے کے اوپر اس کے اور نہ حکم عقل کی کہ متوجہ ہو طرف اس کی بلکہ باعتبار اس چیز کے کہ پہلے گزر چکی ہے اور جاری ہے حکم اس کا سو جس چیز پر ان بھیدوں سے خلق واقف ہوئی اس کو پہچانا نہیں تو عقل اس کے نزدیک کھڑی ہونے والی ہے پس چاہیے کہ ڈرے آدمی اعتراض کرنے سے اس واسطے کہ اس کا انجام محرومی اور ناامیدی ہے۔ کہا قرطبی نے اور چاہیے کہ تنبیہ کریں ہم اس جگہ اوپر دو مغالطوں کے پہلا مغالطہ واقع ہوا ہے واسطے بعض جاہلوں کے کہ خضر علیہ السلام افضل ہے موسیٰ علیہ السلام سے اس قصہ کی دلیل سے اور ساتھ اس چیز کے کہ شامل ہے اس پر قصہ اور یہ سوائے اس کے نہیں کہ صادر ہوتا ہے اس شخص سے کہ کم ہے نظر اس کی اس قصے پر اور نہیں غور کیا اس نے اس چیز میں کہ خاص کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ساتھ اس کے موسیٰ علیہ السلام کو رسالت سے اور اللہ کا کلام سننے سے اور تورات دینے سے کہ اس میں ہر چیز کا علم ہے اور یہ کہ بنی اسرائیل کے کل پیغمبر علیہم السلام اس کی شریعت کے تلے داخل ہیں اور حکم کیے گئے ہیں ساتھ حکم پیغمبری اس کی کے یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی اور اس کے دلائل قرآن میں بہت ہیں اور کافی ہے اس سے یہ آیت کہ اے موسیٰ میں نے چن لیا تجھ کو لوگوں پر اپنی رسالت اور کلام سے اور آئے گی احادیث الانبیاء میں موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت سے وہ چیز کہ اس میں کفایت ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور خضر علیہ السلام اگر چہ پیغمبر ہے مگر نہیں ہے رسول بالاتفاق اور رسول افضل ہے اس نبی سے جو رسول نا ہو اور اگر بطور تنزل کے ہم مان لیں کہ خضر رسول ہے تو موسیٰ کی رسالت اعظم ہے اور اس کی امت اکثر ہے پس وہ افضل ہے اور غایت درجہ یہ ہے کہ ہو خضر مانند ایک پیغمبر کے بنی اسرائیل کے پیغمبروں سے اور موسیٰ بنی اسرائیل کے کل پیغمبروں سے افضل ہے اور اگر ہم کہیں

کہ خضر علیہ السلام پیغمبر نہیں بلکہ ولی ہے تو پیغمبر افضل ہے ولی سے اور یہ امر یقینی ہے از روئے عقل کے اور نقل کے اور جو اس کے برخلاف چلے وہ کافر ہے اس واسطے کہ وہ ایسا امر ہے جو شرع سے معلوم ہے ساتھ ہدایت کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ واقع ہوا قصہ خضر علیہ السلام کا ساتھ موسیٰ علیہ السلام کے واسطے امتحان موسیٰ علیہ السلام کے تاکہ نصیحت پکڑے۔

دوسرا مغالطہ: زندیقوں کی ایک جماعت ایسے راہ چلی ہے جو شریعت کے احکام ڈھادینے کو مستلزم ہے سو انہوں نے کہا کہ مستفاد ہوتا ہے موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے قصے سے کہ شریعت کے احکام جو عام ہیں وہ خاص ہیں ساتھ عام لوگوں کے اور کند ذہنوں کے اور لیکن اولیاء اور خاص لوگ پس نہیں حاجت ہے ان کو طرف ان احکام کی بلکہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ارادہ کیا جاتا ہے اُن سے جو واقع ہوں ان کے دلوں میں اور حکم کیا جاتا ہے اوپر اس کے ساتھ اس چیز کے کہ غالب ہو اُن کے دلوں پر واسطے صاف ہونے ان کے دلوں کے میلوں سے اور واسطے خالی ہونے ان کے کی غیر سے پس ظاہر ہوتے ہیں واسطے ان کے علوم اللہ کے اور حقائق ربانی پس واقف ہوتے ہیں اوپر بھیدوں مخلوقات کے اور جانتے ہیں احکام جزئیات کو پس بے پرواہ ہوتے ہیں ساتھ اُن کے احکام شرائع کلیہ سے جیسے کہ اتفاق پڑا واسطے خضر علیہ السلام کے اس واسطے کہ وہ بے پرواہ ہوا ساتھ اس چیز کے کہ ظاہر ہوتی ہے واسطے اس کے ان علموں ں سے اس چیز سے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس تھی اور تائید کرتی ہے اس کی حدیث مشہور کہ اپنے دل سے پوچھ اگرچہ لوگ تجھ کو فتویٰ دیں۔ قرطبی نے کہا کہ یہ قول زندقہ اور کفر ہے اس واسطے کہ وہ انکار ہے واسطے اس چیز کے کہ شرع سے معلوم ہوئی یعنی شرع کا انکار ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے جاری کی ہے اپنی سنت اور نافذ کیا ہے اپنا کلمہ ساتھ اس کے کہ نہیں معلوم ہوتے احکام اس کے مگر ساتھ واسطہ رسولوں کے جو وکیل ہیں درمیان اللہ کے اور درمیان اس کی مخلوق کے جو ثابت کرنے والے ہیں واسطے شرائع اور احکام اس کے کی جیسا کہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ چن لیتا ہے فرشتوں سے رسولوں کو اور آدمیوں سے اور اللہ نے فرمایا کہ اللہ جانتا ہے جس جگہ اپنی رسالت کو رکھتا ہے اور حکم کیا اللہ نے ساتھ فرمانبرداری ان کی کے ہر اس چیز میں کہ اس کو لائے اور رغبت دلائے ان کی فرمانبرداری پر اور تمسک کے ساتھ اس چیز کے جو حکم ہوا ان کو ساتھ اس کے اس واسطے کہ اسی میں ہے ہدایت اور تحقیق حاصل ہو چکا ہے علم یقینی اور اجماع سلف کا اوپر اس کے سو جو دعویٰ کرے کہ اس جگہ کوئی اور طریقہ ہے کہ پہچانا جاتا ہے ساتھ اس کے حکم اس کا اور نہی اس کے سوائے ان طریقوں کے جن کے ساتھ رسول آئے حاصل ہوتی ہے ساتھ ان کے بے پرواہی رسول سے تو وہ کافر ہے کہ مار ڈالا جائے اور اس سے توبہ طلب نہ کی جائے اور یہ دعویٰ ہے کہ مستلزم ہے پیغمبر ہونے کو بعد ہمارے حضرت ﷺ خاتم النبیین کے اس واسطے کہ جو کہے کہ وہ اپنے دل سے حکم لیتا ہے اس واسطے کہ جو اس کے دل میں واقع ہوتا ہے وہ اللہ کا حکم ہے اور یہ کہ وہ عمل کرتا ہے ساتھ معنی اس کے کی بغیر محتاج ہونے اس کے کی طرف قرآن اور حدیث کی تو تحقیق ثابت کیا اس نے واسطے جان اپنی کے خاصہ پیغمبری کا جیسا کہ ہمارے حضرت ﷺ نے

فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے میرے دل میں پھونکا اور ہم کو بعض سے یہ خبر پہنچی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم مردوں سے احکام نہیں سیکھتے ہم تو اللہ ہی سے سیکھتے ہیں جو نہیں مرتا اور اسی طرح دوسرے نے کہا کہ میں لیتا ہوں اپنے دل سے اپنے رب سے اور یہ سب کا سب کفر ہے ساتھ اتفاق اہل دینوں کے اور مانگتے ہیں اللہ سے ہدایت اور توفیق۔ اور قرطبی کے غیر نے کہا کہ جس نے استدلال کیا ہے ساتھ قصے خضر علیہ السلام کے اس پر کہ ولی کے واسطے جائز ہے کہ واقف ہو پوشیدہ کاموں سے اس چیز پر کہ شریعت کے مخالف ہو اور اس کو اس کا کرنا جائز ہو تو بے شک وہ گمراہ ہوا اور اس کا استدلال صحیح نہیں اس واسطے کہ جو کام کہ خضر علیہ السلام نے کیا تھا نہیں کسی چیز میں اس سے وہ چیز کہ شرع کے مخالف ہو اس واسطے کہ توڑنا ایک تختے کا کشتی کے تختوں سے واسطے دفع کرنے ظالم کے اس کے چھیننے سے اور جب اس کو چھوڑے تو تختے کو پھر اس میں ٹھوکا جائے جائز ہے عقل سے اور شرع سے لیکن جلدی کرنا موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ انکار کے باعتبار ظاہر کے تھا اور یہ مسلم کی ایک روایت میں صریح آ چکا ہے کہ پس جب وہ ظالم آیا جو کشتیوں کو پکڑتا تھا اور اس کو پھٹی ہوئی پایا تو اس سے آگے بڑھا پھر اس کو درست کیا پس مستفاد ہوتا ہے اس سے واجب ہونا دیر کا انکار سے محتملات میں یعنی انکار میں جلدی نہ کرے ٹھہر جائے یہاں تک کہ اس کا نتیجہ معلوم ہو اور لیکن اس کا لڑکے کو مار ڈالنا سو شاید اس شرع میں تھا اور لیکن دیوار کا سیدھا کرنا تو وہ باب مقابلے برائی کے سے ہے ساتھ احسان کے واللہ اعلم۔ (فتح)

بَابُ مَنْ سَأَلَ وَهُوَ قَائِمٌ عَالِمًا جَالِسًا. کسی عالم بیٹھے ہوئے کو کھڑا ہو کر مسئلہ پوچھنا جائز ہے۔

فائدہ: یہ اُس قبیل سے نہیں ہے جس قیام کی ممانعت حدیث میں یتمثل له الناس قیاما میں آئی ہے بلکہ یہ جائز ہے ساتھ شرط امن کے خود پسند سے۔

۱۲۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْقِتَالُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَإِنَّ أَحَدَنَا يُقَاتِلُ غَضَبًا وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً فَرَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهٗ قَالَ وَمَا رَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهٗ إِلَّا أَنَّهٗ كَانَ قَائِمًا فَقَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

۱۲۰۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا سو اس نے کہا یا رسول اللہ اللہ کے راہ میں لڑنا کیا ہے؟ اس لیے کہ بے شک ایک ہم میں کا لڑتا ہے واسطے غصہ کے اور لڑتا ہے واسطے عزت کے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اپنے سر کو اٹھایا راوی نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اپنے سر کو نہیں اٹھایا مگر اس واسطے کہ وہ کھڑا ہوا تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس واسطے لڑے کہ اللہ کا بول بالا ہو وہ راہِ الٰہی کا غازی ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ جو لڑے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم سے ہے اس واسطے کہ جواب دیا ساتھ ایسے لفظ کے جو جامع

ہے سوال کے معنی کو ساتھ زیادتی کے اوپر اس کے اور اس حدیث میں شاہد ہے کہ واسطے حدیث اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کے اور یہ کہ نہیں ڈر ہے ساتھ کھڑے ہونے کے واسطے طالب حاجت کے وقت امن ہونے کے تکبر سے اور یہ کہ جو فضیلت کہ غازیوں کے حق میں ہو چکی ہے وہ خاص ہے ساتھ اس شخص کے جو اللہ کے دین کو بلند کرنے کے واسطے لڑے اور یہ کہ مستحب ہے متوجہ ہونا مسئول کا طرف سائل کی اور باقی شرح اس کی جہاد میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

بَابُ السُّؤَالِ وَالْفُتْيَا عِنْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ. کنکریاں مارنے کے وقت سوال کرنا اور فتویٰ دینا۔

فائدہ: مقصود اس باب سے یہ ہے کہ کسی عالم کو ایسی حالت میں مسئلہ پوچھنا کہ وہ کسی عبادت میں مشغول ہو جائز ہے اور اس کا جواب دینا بھی جائز ہے یعنی جب تک کہ اس عبادت میں غرق نہ ہو اور یہ کہ جائز ہے کلام کرنا بیچ حالت کنکریوں مارنے وغیرہ احکام حج کے اور اعتراض کیا ہے بعض نے ترجمہ پر بایں طور کے نہیں حدیث میں یہ کہ پوچھنا مسئلہ کا واقع ہوا تھا بیچ حالت کنکر مارنے کے بلکہ اس میں ہے کہ وہ فقط اس کے پاس کھڑے تھے اور جواب دیا گیا ہے کہ بخاری بہت استدلال کرتا ہے ساتھ عموم کے پس واقع ہونا سوال کا نزدیک جمرہ کے عام تر ہے اس سے کہ ہو بیچ حال مشغول ہونے اس کے کی ساتھ کنکر مارنے کے یا بعد فراغت کے اس سے اور نیز اسمٰعیلی نے اعتراض کیا ہے پس کہا کہ نہیں فائدہ ہے بیچ ذکر کرنے مکان کے جس میں سوال واقع ہوا یہاں تک کہ اس کا جدا باب باندھے اور بر تقدیر اعتبار کرنے ایسی چیز کے پس چاہیے کہ اس طرح باب باندھا جائے بَابُ السّوال والمسئول علی الراحلہ اور ساتھ باب السؤال یوم النحر کے۔ میں کہتا ہوں لیکن فائدے کی نفی کرنی سو اس کا جواب تو پہلے گزر چکا ہے اور اس پر زیادہ کیا جاتا ہے یہ کہ سوال اس شخص کا جو نہیں پہچانتا حکم کو اس سے آپ کے فعل کی جگہ میں خوب ہے بلکہ واجب ہے اوپر اس کے اس واسطے کہ عمل کا صحیح ہونا موقوف ہے اوپر معلوم کرنے کیفیت اس کی کے اور یہ کہ جائز ہے پوچھنا عالم کو اوپر راہ کے اس چیز سے کہ سائل کو اس کی حاجت ہو اس میں عالم پر کوئی نقص نہیں جبکہ جواب دے اور نہ سائل پر کوئی ملامت ہے اور نیز اس سے مستفاد ہوتا ہے دفع کرنا تو ہم اس شخص کا جو گمان کرتا ہے کہ تحقیق بیچ مشغول ہونے کے ساتھ سوال اور جواب کے نزدیک جمرہ کے تنگی کرنی ہے کنکر مارنے والوں پر اور یہ کہ اگرچہ اسی طرح ہے لیکن مستثنیٰ ہے منع سے وہ وقت جبکہ ہو سوال اس چیز میں کہ متعلق ہے ساتھ حکم اس عبادت کے اور اوپر الزام اسماعیلی کا پس جواب اس کا یہ بھی ہے کہ اس نے باب باندھا ہے واسطے پہلے مسئلے کے سابق میں بَابُ الْفُتْيَا وَهُوَ وقف علی الدابة اور لیکن دوسرا مسئلہ پس شاید اس کی مراد مقابلہ کرنا مکان کا ہے ساتھ زمان کے اور یہ معقول ہے اگرچہ معلوم تھا کہ مسئلہ پوچھنا کسی دن کے ساتھ مقید اور خاص نہیں اور بلکہ ہر دن جائز ہے لیکن کبھی کوئی خیال کرنے والا خیال نہ کرے کہ عیدوں جو کھیل کا دن ہے تو اس میں علم کا مسئلہ پوچھنا منع ہے۔ (فتح)

۱۲۱ ۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ ۱۲۱۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے

الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْجَمْرَةِ وَهُوَ يُسْأَلُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ اٰخَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ قَالَ انْحَرْ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

نبی ﷺ کو پہاڑی کے نزدیک دیکھا اس حال میں کہ لوگ آپ سے مسائل پوچھتے تھے سو ایک شخص نے عرض کی کہ یارسول اللہ قربانی کی میں نے پہلے کنکریوں مارنے کے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اب کنکریاں مار لے اور نہیں کچھ گناہ اور دوسرے ایک شخص نے کہا کہ سر منڈایا میں نے پہلے قربانی کرنے کے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اب قربانی کر لے اور نہیں ہے کچھ گناہ پس رسول اللہ ﷺ کسی چیز سے نہیں پوچھے گئے جو مقدم یا مؤخر ہو مگر یہی فرمایا کہ اب کر لے اور کچھ گناہ نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ اپنے احکام حج کے ادا کرنے میں مشغول تھے مگر پھر بھی اسی حالت میں لوگ آپ سے مسائل پوچھتے تھے اور آپ بھی اسی حالت میں ان کو جواب دیتے تھے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا﴾.

باب ہے بیان میں قول اللہ تعالیٰ کے اور نہیں دیے گئے تم علم سے مگر تھوڑا۔

فائدہ: امام بخاری کا مطلب اس باب سے یہ ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کسی کو اطلاع نہیں دی ہے نہ کسی نبی کو اور نہ کسی ولی کو اور یہ بات من بعضہ سے ثابت ہوتی ہے اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا کہ بعض علم تم کو دیا گیا ہے اور بہت علم تم کو نہیں دیا گیا ہے۔

١٢٢ ـ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ سُلَيْمَانُ بْنُ مِهْرَانَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَا أَنَا أَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَرِبِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى عَسِيْبٍ مَعَهُ فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْأَلُوْهُ لَا يَجِيْءُ

١٢٢۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ کی ویران زمین میں چلا جا رہا تھا اور حضرت ﷺ کھجور کے ایک عاصے سے (جو آپ کے ساتھ تھا) ٹیک لگائے تھے ۔ سو حضرت ﷺ یہودیوں کی ایک جماعت پر گزرے سو ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ اس سے یعنی پیغمبر اللہ سے روح کا حال پوچھو کہ یہ کیا چیز ہے؟ سو بعض نے تو کہا کہ اس سے مت پوچھو اس خوف کے واسطے کہ لائے اس میں ایسی چیز جس کو تم برا جانو یعنی اگر اس سے

فِيْهِ بِشَيْءٍ تَكْرَهُوْنَهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَنَسْأَلَنَّهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ مَا الرُّوْحُ فَسَكَتَ فَقُلْتُ إِنَّهُ يُوْحٰى إِلَيْهِ فَقُمْتُ فَلَمَّا انْجَلٰى عَنْهُ قَالَ وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ وَمَا أُوْتُوْا مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا قَالَ الْأَعْمَشُ هٰكَذَا فِيْ قِرَآئَتِنَا.

سوال کروتو شاید تم کو ایسا جواب دے کہ اس سے تم کو رنج ہو تو ان میں سے بعض نے کہا کہ مقرر ہم تو البتہ اس سے پوچھیں گے پس ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا سو اُس نے کہا اے ابو القاسم! (حضرت ﷺ کی کنیت ہے) روح کیا چیز ہے؟ پس حضرت ﷺ چپ رہے پس میں نے کہا کہ آپ کی طرف وحی ہوئی ہے پس میں کھڑا ہوا سو جب آپ سے وحی کی تکلیف دور ہوئی تو آپ نے یہ آیت پڑھ سنائی وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ آخر تک یعنی اور سوال کرتے ہیں تجھ کو روح سے کہہ دے کہ روح میرے رب کا حکم ہے یعنی انسان کا کلام نہیں ہے اور نہیں دے گئے وہ علم سے مگر تھوڑا۔

فائدہ: روح کی حقیقت و ماہیت کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا نہ کسی نبی کو نہ کسی ولی کو اس کی حقیقت کو وہ خود ہی جانتا ہے یہ جو کہا کہ میں کھڑا ہوا یعنی تا کہ میں آپ کے اور ان کے درمیان حائل ہوں اور یہ جو کہا کہ روح تو اکثر اس پر ہیں کہ سوال کیا انہوں نے حضرت ﷺ سے روح کی حقیقت کا جو جاندار چیزوں میں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ قرآن سے اور بعض کہتے ہیں کہ بڑی مخلوق سے جو روحانی ہے اور اس کی تفصیل کتاب التفسیر میں آئے گی اگر چاہا اللہ نے اور صحیح تر یہ بات ہے کہ مقرر حقیقت روح کی اُن معلومات سے ہے جن کا علم اللہ نے کسی کو نہیں دیا۔ (فتح)

بَابُ مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الْاِخْتِيَارِ مَخَافَةَ أَنْ يَّقْصُرَ فَهْمُ بَعْضِ النَّاسِ عَنْهُ فَيَقَعُوْا فِيْ أَشَدَّ مِنْهُ.

بعض اختیاری امروں کا چھوڑ دینا اس خوف کے واسطے کہ بعض لوگوں کا فہم اس سے قاصر ہے یعنی اس کی ہمت اور علت کو نہ سمجھ سکیں پس اس سے زیادہ تر بلا میں پڑ جائیں یعنی فعل چیز مختار کا اور اس کے معلوم کروانے کا۔

۱۲۳ ۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ إِسْرَآئِيْلَ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ الزُّبَيْرِ كَانَتْ عَائِشَةُ تُسِرُّ إِلَيْكَ كَثِيْرًا فَمَا حَدَّثَتْكَ فِي الْكَعْبَةِ قُلْتُ قَالَتْ لِيْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۲۳۔ اسود سے روایت ہے کہ ابن زبیر نے مجھے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا تجھ سے پوشیدہ باتیں کیا کرتی تھیں پس اس نے کعبے کے حال میں تجھ سے کیا حدیث بیان کی ہے میں نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ اگر تیری قوم کے کفر کا زمانہ نزدیک نہ ہوتا یعنی ابھی نئے

يَا عَائِشَةُ لَوْلَا قَوْمُكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِكُفْرٍ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابٌ يَدْخُلُ النَّاسُ وَبَابٌ يَخْرُجُوْنَ فَفَعَلَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ.

مسلمان ہوئے ہیں اور ابھی تھوڑے دنوں سے کفر کو چھوڑا ہے ان کا اسلام اُن کے کفر کے زمانہ سے بہت قریب ہے تو البتہ میں کعبہ کو توڑ کر گرا دیتا اور اس کے دو دروازے بنا دیتا ایک دروازہ جس سے آدمی داخل ہوں اور ایک دروازہ جس سے آدمی باہر نکلیں پس ابن زبیر نے اس کو کیا یعنی اس کے دو دروازہ بنا دیے جیسے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا تھا مگر بعد قتل ہونے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حجاج نے پھر ویسے ہی اول طور سے اس کو بنوایا۔

فائدہ: یعنی قریش کعبے کی بڑی تعظیم کیا کرتے تھے سو فرمایا کہ یہ لوگ ابھی نئے مسلمان ہوئے ہیں اگر میں کعبہ کو توڑ ڈالوں تو خوف ہے کہ اس سبب سے گمان کریں کہ پیغمبر نے اس واسطے اس کی عمارت کو بدل ڈالا ہے تا کہ اس میں ان پر فخر کرے اور کعبہ کا فقط ایک دروازہ تھا اسی سے آدمی داخل ہوتے تھے اور اسی سے باہر نکلتے تھے سو حضرت ﷺ نے چاہا کہ لوگوں کی آسانی کے واسطے دو دروازے بنا دیے جائیں لیکن اسی خوف سے نہ کیے کہ مبادا لوگ بدظن ہو جائیں یعنی جیسا کہ ابھی گزرا اور مستفاد ہوتا ہے اس سے ترک کرنا مصلحت کا واسطے امن کے مفسدی میں واقع ہونے سے اور اسی قسم سے منکر کام پر انکار نہ کرنا واسطے خوف وقوع کے زیادہ تر منکر کام میں اس سے اور یہ کہ امام حاکم معاملہ کرے ساتھ رعیت اپنی کے ساتھ اس چیز کے کہ اس میں ان کی اصلاح ہو اگرچہ مفضول ہو جب تک کہ حرام نہ ہو۔ (فتح) یا اس خوف سے کہ مبادا اسلام سے پھر نہ جائیں۔

بَابُ مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ كَرَاهِيَةَ أَنْ لَّا يَفْهَمُوْا.

باب ہے بیان میں اس شخص کے جو ایک قوم کو علم سکھائے اور دوسری قوم کو نہ سکھائے واسطے خوف اس بات کے کہ نہ سمجھ سکیں پس خرابی میں پڑ جائیں۔

فائدہ: یہ ترجمہ قریب ہے پہلے ترجمہ سے لیکن یہ اقوال میں ہے اور وہ افعال میں تھا یا دونوں میں۔ (فتح)

١٢٤ - وَقَالَ عَلِيٌّ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ أَتُحِبُّوْنَ أَنْ يُّكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ مَعْرُوْفِ بْنِ خَرَّبُوْذٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ عَلِيٍّ بِذٰلِكَ.

۱۲۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کلام کرو لوگوں سے ساتھ اس چیز کے جس کو سمجھ سکیں کیا دوست رکھتے ہو اس بات کو کہ اللہ اور رسول کی تکذیب ہو یعنی جب تم لوگوں سے ایسی بات بیان کرو گے جس کی حقیقت وہ سمجھ نہ سکیں تو اس کو نہیں مانیں گے بلکہ اللہ اور رسول کی تکذیب کریں گے۔

فائدہ: ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ چھوڑ دو جس سے وہ انکار کریں یعنی جس چیز کا سمجھنا اُن پر مشتبہ ہو اور اس میں دلیل ہے اُس پر کہ نہیں لائق ہے ذکر کرنا متشابہ چیز کا نزدیک عام لوگوں کے اور اسی طرح ہے قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کہ نہیں تو بیان کرے گا کسی قوم سے جس کو وہ سمجھ نہ سکیں مگر کہ بعض کے واسطے فتنہ ہوگا اور ان لوگوں میں سے جو مکروہ جانتے ہیں حدیث بیان کرنے کو ساتھ بعض حدیثوں کے سوائے بعض کے احمد ہیں ان حدیثوں میں جن کا ظاہر خارج ہوتا ہے بادشاہ پر اور مالک ہیں صفات باری کی حدیثوں میں اور ابو یوسف غرائب میں اور ان سے پہلے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ پہلے گزرا اس سے دو جوابوں میں اور یہ کہ مراد وہ چیز ہے جو واقع ہوگی فتنوں سے اور مانند اس کی ہے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اور حسن سے روایت ہے کہ اس نے انکار کیا بیان کرنے انس رضی اللہ عنہ کے سے واسطے حجاج کے ساتھ قصے عرنیوں کے اس واسطے کہ ٹھہرایا اُس نے اس کو وسیلہ طرف اس چیز کی کہ تھا اعتقاد کرتا اُس پر مبالغہ سے بیچ خونریزی کے ساتھ تاویل اپنی واہی کے اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ ہو ظاہر حدیث کا قوی کرتا بدعت کو اور دراصل اس کا ظاہر مراد نہ ہو پس باز رہنا اس سے نزدیک اس شخص کی کہ خوف ہو اس پر لینا ساتھ ظاہر حدیث کے مطلوب ہے۔ (فتح)

۱۲۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلَاثًا قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَلَا أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْا قَالَ إِذًا يَتَّكِلُوْا وَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا.

۱۲۵۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے سوار تھے اے معاذ بن جبل۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں آپ کی خدمت میں اور حاضر ہوں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ پھر معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں آپ کی خدمت میں اور حاضر ہوں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ پھر معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں خدمت میں اور حاضر ہوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا آدمی نہیں جو اس بات کی گواہی دیتا ہو اپنے سچے دل سے کہ کوئی لائق بندگی کے نہیں سوا اللہ کے اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بندہ ہے اور اس کا رسول ہے مگر یہ کہ اس پر اللہ دوزخ حرام کر دے گا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول پس کیا نہ خبر دوں میں ساتھ اس کے لوگوں کو پس خوش وقت ہو جائیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت اعتقاد کر بیٹھیں گے یعنی عمل سے باز رہیں گے واسطے اعتماد کرنے کے اس کے ظاہر پر پس معاذ رضی اللہ عنہ نے

خبر دی اس بشارت کی نزدیک مرنے اپنے کے واسطے خوف
کے گناہ سے یعنی اس واسطے کہ دین کی بات کو چھپانا منع ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ گواہی دیتا ہوں اپنے سچے دل سے تو اس میں احتراز ہے منافق کی گواہی سے اور ظاہر اس حدیث کا تقاضا کرتا ہے اس بات کو کہ جو دونوں شہادتوں کی گواہی دیں ان میں کوئی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا واسطے اس چیز کے کہ اس میں ہے عام کرنے اور تاکید کرنے سے لیکن دلالت کی ہے دلائل نے جو اہل سنت کے نزدیک قوی اور قطعی ہیں کہ گنہگار مسلمانوں میں سے ایک گروہ دوزخ میں عذاب کئے جائیں گے پھر شفاعت کے ساتھ دوزخ سے نکالے جائیں گے پس معلوم ہوا کہ اس کا ظاہر مراد نہیں سو جیسے فرمایا کہ یہ مقید ہے ساتھ اس شخص کے جو نیک عمل کرے اور واسطے سبب پوشیدہ رہنے کے اس بات کی نہ اجازت ہوئی معاذ رضی اللہ عنہ کو اس کی ساتھ خوشخبری دینے کے اور علماء نے اس اعتراض کے کئی جواب دیے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا مطلق مقید ہے ساتھ اس شخص کے جو کہے اس کو تائب ہو کر پھر اس پر مر جائے اور ایک یہ ہے کہ یہ حکم فرائض کے اترنے سے پہلے تھا اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت آئی ہے اور اس کی صحبت اکثر فرائض کے اترنے سے پیچھے ہے اور ایک یہ کہ یہ حدیث باعتبار غالب کے وارد ہوئی ہے اس واسطے کہ اکثر اوقات ایسا ہی ہے کہ موحد نیک عمل کرتا ہے اور گناہ سے پرہیز کرتا ہے اور ایک یہ کہ مراد ساتھ حرام ہونے اس کے کی آگ پر یہ ہے کہ اس کا اس میں ہمیشہ رہنا حرام ہے نہ یہ کہ اس میں داخل ہونا بھی حرام ہے اور ایک یہ کہ مراد وہ آگ ہے جو محض کافروں کے واسطے تیار ہوئی نہ وہ طبقہ جو محض گنہگار مسلمانوں کے واسطے علیحدہ تیار ہوا اور ایک یہ کہ مراد ساتھ حرام ہونے اس کے آگ پر حرام ہونا سارے بدن اس کے کا ہے یعنی آگ سارے بدن کو نہ جلائے گی بلکہ بعض بدن کو جلائے گی اس واسطے کہ آگ مسلمان کے سجدہ کی جگہ کو نہ جلائے گی جیسا کہ شفاعت کی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ یہ آگ پر حرام ہے او اسی طرح زبان اس کی جو توحید کے ساتھ بولنے والی ہے اور علم اللہ کے نزدیک ہے اور یہ جو کہا کہ عمل سے باز رہیں گے تو ایک روایت میں ہے کہ حضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو بشارت دینے کی اجازت دی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس سے ملے پس کہا کہ جلدی مت کر پھر اندر آئے سو عرض کی کہ یا حضرت آپ کی رائے افضل ہے لیکن جب لوگ اس کو سنیں گے تو اس پر اعتماد کر کے عمل سے باز رہیں گے تو حضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو منع کیا اور یہ بات معدود ہے عمر رضی اللہ عنہ کی موافقات سے اور اس میں جائز ہونا اجتہاد کا ہے حضرت ﷺ کے روبرو اور استدلال کیا ہے بعض اشاعرہ نے ساتھ اس قول کے کہ عمل سے باز رہیں گے اس پر کہ بندے کے واسطے اختیار ہے کہ کما سبق اور یہ جو کہا تأثما تو اس کے معنی ہیں واسطے خوف واقع ہونے کے گناہ میں اور مراد وہ گناہ ہے جو دین کی بات چھپانے سے حاصل ہوتا ہے اور دلالت کی معاذ رضی اللہ عنہ کے فعل نے اس پر کہ اس نے معلوم کیا کہ ممانعت بشارت دینے کی تنزیہ پر محمول ہے نہ تحریم پر

نہیں تو اس کی کبھی خبر نہ دیتے معلوم کیا اس نے کہ نہی مقید ہے ساتھ تکیہ کرنے کے پس خبر دی ساتھ اس کے اس شخص کو جس پر اس بات کا خوف نہ تھا اور جب قید دور ہوئی تو مقید بھی دور ہوا اور پہلا احتمال زیادہ تر موجہ ہے اس واسطے کہ تاخیر کیا اس کو اپنی موت کے وقت تک اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے سوار ہونا پیچھے ایک دوسرے کے ایک سواری پر اور بیان حضرت ﷺ کی تواضع کا اور مرتبے معاذ رضی اللہ عنہ کے کا علم سے اس واسطے کہ خاص کیا اس کو ساتھ اُس چیز کے کہ مذکور ہوئی اور اس میں جواز استفسار طالب کا ہے اس چیز سے کہ اُس میں تردد کرے اور اجازت لینی اس کی بیچ اشاعت اس چیز کے کہ اس کو تنہا جانتا تھا۔ (فتح)

١٢٦ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ ذُكِرَ لِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ أَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ لَا إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَّكِلُوْا.

١٢٦۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس کسی نے ذکر کیا کہ نبی ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا جو شخص اللہ کو ملے اس حال میں کہ نہ شریک ٹھہراتا ہو ساتھ اس کے کسی چیز کو داخل ہوگا بہشت میں معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا نہ خبر دوں میں ساتھ اس کے لوگوں کو حضرت ﷺ نے فرمایا نہ اس لیے کہ میں خوف کرتا ہوں کہ اعتماد کریں گے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ نے اس علم کے ساتھ فقط معاذ رضی اللہ عنہ کو خاص کیا اور دوسروں کو بتلانے کی اجازت نہ دی کہ اس پر اعتماد کر کے اپنے دین کو تباہ نہ کر بیٹھیں اور یہ جو کہا کہ اللہ سے ملے یعنی مرتے دم تک اور احتمال ہے کہ مراد بعثت ہو یا اللہ کا دیدار ہو آخرت میں اور یہ جو کہا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو صرف نفی شرک پر اقتصار کیا اس واسطے کہ وہ استدعا کرتا ہے اثبات رسالت کو ساتھ لزوم کے اس واسطے کہ جس نے رسول کو جھٹلایا اس نے اللہ کو جھٹلایا اور جس نے اللہ کو جھٹلایا وہ مشرک ہے یا وہ مانند قول قائل کے ہے کہ جس نے وضو کیا اس کی نماز صحیح ہوئی یعنی ساتھ باقی شرطوں کے پس مراد وہ شخص ہے کہ مرے اس حال میں کہ ایمان لانے والا ہو ساتھ تمام اس چیز کے کہ واجب ہے ایمان لانا ساتھ اس کے اور نہیں آپ کے قول میں کہ بہشت میں داخل ہوگا اشکال سے وہ چیز کہ گزر چکی ہے سیاق ماضی میں اس واسطے کہ وہ عام تر ہے اس سے کہ ہو پہلے عذاب کرنے کے یا بعد اس کے اور یہ جو کہا کہ خبر دی ساتھ اس کے معاذ رضی اللہ عنہ نے وقت مرنے اپنے کے واسطے خوف واقع ہونے کے گناہ میں تو سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خوف کیا معاذ رضی اللہ عنہ نے گناہ سے جو مترتب ہوتا ہے اوپر چھپانے علم کے اور اگر کوئی سوال کرے کہ جب حضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو اس کی بشارت دینے سے منع کر دیا تھا تو پھر معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے مرنے کے وقت لوگوں کو اس کی خبر کیوں دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی تھی کہ منع کرنے سے حضرت ﷺ کا مقصود حرام کرنا نہیں اس دلیل سے کہ حضرت ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم کیا

کہ لوگوں کو اس کی خوشخبری دے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کو ملے اور اس کو روکا اور کہا کہ اے ابو ہریرہ! پھر جا اور اس کے پیچھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر داخل ہوئے سو عرض کیا کہ یا حضرت! یہ کام نہ کیجیے سو بے شک میں ڈرتا ہوں کہ لوگ عمل سے باز رہیں سو آپ ان کو چھوڑ دیجیے کہ عمل کریں فرمایا پس چھوڑ ان کو سو یہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ عمل سے باز رہیں تو یہ فرمانا آپ کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قصے کے بعد تھا پس ہوگی ممانعت واسطے مصلحت کے نہ واسطے حرام کرنے کے پس اسی واسطے خبر دی ساتھ اس کے معاذ رضی اللہ عنہ نے واسطے عام ہونے آیت کے ساتھ حکم پہنچانے کے اور اللہ خوب جانتا ہے۔ (فتح)

بَابُ الْحَيَاءِ فِي الْعِلْمِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٌ وَقَالَتْ عَائِشَةُ نِعْمَ النِّسَآءُ نِسَآءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّيْنِ.

علم سیکھنے میں حیا کرنا بہت برا ہے اور مجاہد نے کہا کہ حیا کرنے والا اور تکبر کرنے والا علم نہیں سیکھے گا بلکہ اس سے محروم رہ جائے گا اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اچھی عورتیں انصار کی ہیں کہ دین کی بات سمجھنے میں شرم نہیں کرتیں بلکہ خوب کھل کر کے پوچھ لیتی ہیں۔

فائدہ: یعنی حکم شرمانے کا علم میں اور پہلے گزر چکا ہے کہ حیا ایمان سے ہے اور وہ ایمان شرعی ہے جو واقع ہوتا ہے اوپر وجہ احلال اور احرام کے واسطے بڑے لوگوں کے اور وہ خوب ہے اور اپر جو واقع ہو سبب واسطے ترک کرنے امر شرعی کے تو وہ مذموم ہے اور وہ شرعی حیا نہیں اور سوائے اس کے نہیں کہ وہ ضعف اور سستی ہے اور یہی مراد ہے ساتھ قول مجاہد کے کہ شرمانے والا علم کو نہیں سیکھتا اور لا مجاہد کی کلام میں نفی کے واسطے ہے نہی کے واسطے نہیں اور اسی واسطے یتعلّم کا میم مضموم ہے اور شاید اس کی مراد رغبت دلانا طالب علموں کا ہے اوپر ترک کرنے عجز اور تکبر کے اس واسطے کہ ہر ایک دونوں میں سے تعلیم میں نقصان پیدا کرتا ہے۔ (فتح)

١٢٧ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَآءَ تْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَتِ

١٢٧۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی سو اس نے کہا یا رسول اللہ بے شک اللہ حق بات سے شرم نہیں کرتا پس کیا عورت پر غسل ہے جب کہ اس کو احتلام ہو پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جب کہ دیکھے منی کو پس ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے منہ کو ڈھانکا یعنی بہ سبب شرم کے اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے یعنی اس کی بھی منی ہوتی ہے اور مانند مرد کی اس سے نکلتی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں خاک آلود ہو

الْمَآءَ فَغَطَّتْ أُمُّ سَلَمَةَ تَعْنِیْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَوَ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ قَالَ نَعَمْ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا.

داہنا ہاتھ تیرا پس کس سبب سے ہم شکل ہوتا ہے اس سے بچہ اُس کا۔

فائدہ: یہ جو آپ نے فرمایا کہ خاک آلود ہو ہاتھ تیرا اس کا معنی سخت فقر کا ہے لیکن یہاں حقیقی معنی اس کے مراد نہیں ہیں یہ کلمہ عرب کی زبان میں بہت بولا جاتا ہے اس کو تعجب کے وقت بولتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم سیکھنے میں حیا کرنا بہت برا ہے اور یہ جو کہا کہ بے شک اللہ حق سے نہیں شرماتا یعنی نہیں حکم کرتا ساتھ شرمانے کے حق بات میں اور پہلے ام سلیم رضی اللہ عنہا نے یہ کلام کیا واسطے بیان کرنے عذر اپنے کی بیچ ذکر کرنے اس چیز کے کہ شرماتی ہیں عورتیں ذکر کرنے اس کے سے روبرو مردوں کے اور اسی واسطے عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا کہ تو نے عورتوں کو رسوا کیا جیسا کہ صحیح مسلم میں ثابت ہو چکا ہے اور یہ جو کہا کہ جب کہ اس کو احتلام ہو یعنی خواب میں دیکھے کہ کوئی مرد اس سے جماع کرتا ہے اور یہ جو کہا کہ جب کہ منی کو دیکھے تو یہ دلالت کرتا ہے اوپر تحقیق ہونے وقوع اس کے کی اور یہ جو منی کا دیکھنا نہانے کے واسطے شرط ٹھہرایا گیا تو یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ جب منی کو نہ دیکھے تو اس پر نہانا واجب نہیں اور یہ جو کہا کہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے تو بعض کہتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے اس پر کہ بعض عورتوں کو احتلام ہوتا ہے اور بعض کو نہیں ہوتا اسی واسطے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس سے انکار کیا لیکن جواب دلالت کرتا ہے اس پر کہ اس نے بالکل منی کے وجود کا انکار کیا تھا اسی واسطے اس پر انکار کیا گیا اور یہ جو کہا کہ تیرا ہاتھ خاک آلود ہو تو اس کا ظاہر مراد نہیں بلکہ مراد اس سے زجر اور جھڑک ہے۔ (فتح)

١٢٨ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَهِیَ مَثَلُ الْمُسْلِمِ حَدِّثُوْنِیْ مَا هِیَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِیْ شَجَرِ الْبَادِيَةِ وَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ أَنَّهَا النَّخْلَةُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَاسْتَحْيَيْتُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَخْبِرْنَا بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِیَ النَّخْلَةُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَحَدَّثْتُ أَبِیْ بِمَا وَقَعَ

١٢٨۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے وہ درخت مسلمان کی مثال ہے بتلاؤ مجھ کو وہ کون درخت ہے؟ سو لوگ جنگل کے درختوں میں سوچنے لگے اور میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں شرم سے نہ کہہ سکا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم کو وہ درخت بتلا دیجیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو بات میرے دل میں آئی تھی وہ میں نے اپنے باپ سے بیان کی سو میرے باپ نے کہا کہ کہنا تیرا اس کو زیادہ تر محبوب تھا طرف

فِيْ نَفْسِيْ فَقَالَ لَأَنْ تَكُوْنَ قُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَّكُوْنَ لِيْ كَذَا وَكَذَا.

میری اس سے کہ ہو واسطے میرے اتنا اتنا مال۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح کتاب العلم کے ابتداء میں گزر چکی ہے اور وارد کیا اس کو اس جگہ واسطے قول ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ میں شرمایا اور واسطے افسوس کرنے عمر رضی اللہ عنہ کے اس پر کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات کیوں نہ کہی تا کہ ظاہر ہوتی فضیلت اس کی تو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا فوت ہونا لازم آیا اور جب وہ شرمایا تھا واسطے تعظیم ان لوگوں کے جو اس سے بزرگ تر تھے تو اس کے واسطے ممکن تھا کہ اس کو اپنے غیر سے پوشیدہ ذکر کرتا تا کہ وہ اس کی طرف سے اس کے ساتھ خبر دیتا پس جمع کرتا درمیان دونوں مصلحتوں کے پس اسی واسطے پیچھے لایا اس کے بخاری ساتھ باب اس شخص کے جو شرمائے اور اپنے غیر کو پوچھنے کا حکم کرے اور وارد کی اس میں حدیث علی رضی اللہ عنہ کی کہ مجھ کو بہت مذی آیا کرتی تھی اور مذی ایک پانی ہے اور ملاعبت کے وقت مرد سے نکلے اور اس کی شرح آئندہ بھی آئے گی۔ (فتح)

بَابُ مَنِ اسْتَحْيَا فَأَمَرَ غَيْرَهُ بِالسُّؤَالِ.

جو شخص خود شرم کرے اور دوسرے کو مسئلہ پوچھنے کا حکم کرے اس کا بیان۔

۱۲۹ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُنْذِرٍ الثَّوْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّآءً فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ أَنْ يَّسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ فِيْهِ الْوُضُوْءُ.

۱۲۹۔ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھا میں ایک مرد بہت مذی ڈالنے والا پس میں نے مقداد رضی اللہ عنہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کا حکم کیا پس اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا سو آپ نے فرمایا کہ اس میں وضو ہے یعنی فقط اس میں وضو کرنا آتا ہے غسل واجب نہیں ہوتا۔

بَابُ ذِكْرِ الْعِلْمِ وَالْفُتْيَا فِي الْمَسْجِدِ.

مسجد میں علم کا ذکر کرنا اور فتوے دینا۔

فائدہ: یعنی سکھلانا علم کا اور فتویٰ دینا مسجد میں اور اشارہ کیا گیا ہے ساتھ اس باب کے طرف ردّ کی اس شخص پر جو اس میں توقف کرتا ہے واسطے اس چیز کے کہ واقع ہوتا ہے بحث میں آوازیں بلند کرنے سے پس تنبیہ کی جواز پر۔

۱۳۰ ـ حَدَّثَنِيْ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا قَامَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ أَيْنَ تَأْمُرُنَا أَنْ نُّهِلَّ فَقَالَ

۱۳۰۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد نبوی میں کھڑا ہوا سو اس نے کہا یارسول اللہ آپ ہم کو کس جگہ سے احرام باندھنے کا حکم فرماتے ہو سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احرام باندھیں مدینے والے ذی الحلیفہ سے اور احرام باندھیں شام والے جحفہ سے اور احرام باندھیں نجد والے قرن

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَيُهِلُّ أَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَيُهِلُّ أَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَيَزْعُمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ لَمْ أَفْقَهْ هٰذِهٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ گمان کرتے ہیں لوگ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور احرام باندھیں یمن والے یلملم سے ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ میں اس لفظ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سمجھتا ہوں یعنی یلملم کا مقرر کرنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے نہیں ہے۔

فائدہ: یعنی جب حج اور عمرے کی نیت سے ان تین مقاموں پر پہنچے تو وہاں سے احرام باندھے اور ہند وغیرہ ملکوں کا میقات یلملم ہے اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ سوال حج کے مقاموں سے تھا پہلے سفر کے مدینے سے۔

بَابُ مَنْ أَجَابَ السَّآئِلَ بِأَكْثَرَ مِمَّا سَأَلَهُ.

باب ہے بیان میں اس کے جو سائل کو اس کے سوال سے زیادہ جواب دے یعنی کسی شخص نے فقط ایک ہی مسئلہ پوچھا تو اس کو وہ مسئلہ بھی بتلا دیا اور اس کے ساتھ اور کئی مسئلے بھی اس کو بتلا دیے۔

فائدہ: ابن منیر نے کہا کہ غرض اس باب سے تنبیہ ہے اس پر کہ مطابق ہونا جواب کا واسطے سوال کے لازم نہیں بلکہ اگر سوال خاص ہو اور جواب عام ہو تو بھی جائز ہے اور محمول ہوگا حکم اوپر عموم لفظ کے نہ اوپر خاص ہونے سبب کے اس واسطے کہ وہ جواب ہے اور زیادہ فائدہ ہے اور اسی سے پکڑا جاتا ہے کہ فتویٰ دینے والے سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جائے اور مفتی کے نزدیک احتمال ہو کہ سائل ذریعہ پکڑنے والا ساتھ جواب اس کے کی کہ طرف اس کی بڑھا دے اس کی طرف غیر محل سوال کے تو اس پر متعین ہے کہ جواب میں تفصیل کرے اور اسی واسطے کہا کہ اگر جوتا نہ پائے تو گویا اس نے سوال کیا حالت اختیار سے پس جواب دیا اس کو اس سے اور زیادہ کیا اس کو جواب میں حالت اضطراری یعنی حالت بے اختیاری کی اور نہیں اجنبی سوال سے اس واسطے کہ سفر کی حالت اس کو تقاضا کرتی ہے اور اپر جو واقع ہوا ہے بہت اصول والوں کی کلام میں کہ واجب ہے کہ جواب سوال کے مطابق ہو تو نہیں مراد ساتھ مطابق ہونے کے نہ زیادہ ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ ہو جواب فائدہ دینے والا واسطے اس حکم کے پوچھا گیا ہے اس سے یہ بات ابن دقیق العید نے کہی ہے اور نیز حدیث میں پھرنا ہے اس چیز سے کہ بند نہیں طرف اس چیز کی کہ بند ہے واسطے چاہنے اختصار کے اس واسطے کہ سائل نے سوال کیا تھا کہ کیا پہنے تو جواب دیا گیا ساتھ اس چیز کے کہ نہ پہنے اس واسطے کہ اصل سب چیزوں میں اباحت ہے یعنی دراصل سب چیزیں حلال اور جائز ہیں مگر جس کا حرام ہونا کسی

دلیل سے ثابت ہو اگر گنے جاتے وہ کپڑے جو پہنے جاتے ہیں تو البتہ دراز ہوتا جواب بلکہ امن نہ تھا اس سے کہ سند پکڑیں بعض سننے والے ساتھ مفہوم اس کے کی پس گمان کرتے خاص ہونے اس کے کو ساتھ احرام والے کے اور نیز پس مقصود وہ چیز ہے کہ حرام ہے پہننا اس کا اس واسطے کہ نہیں واجب ہے واسطے اس کے لباس مخصوص بلکہ اوپر اس کے ہے کہ پرہیز کرے چیز خاص سے۔

خاتمہ: ابن رشید نے کہا کہ ختم کیا ہے بخاری نے کتاب العلم کو ساتھ باب اس شخص کے جو جواب دے سائل کو اکثر چیز اس کے سوال سے واسطے اشارہ کرنے کے اس سے طرف اس کی کہ بے شک وہ پہنچاتا ہے نہایت کو جواب میں واسطے عمل کرنے کے ساتھ خیر خواہی کے اور واسطے اعتماد کرنے کے اوپر نیت صحیح کے۔ (فتح)

۱۳۱ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهٗ مَا یَلْبَسُ الْمُحْرِمُ فَقَالَ لَا یَلْبَسُ الْقَمِیْصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا السَّرَاوِیْلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الْوَرْسُ أَوِ الزَّعْفَرَانُ فَإِنْ لَّمْ یَجِدِ النَّعْلَیْنِ فَلْیَلْبَسِ الْخُفَّیْنِ وَلْیَقْطَعْهُمَا حَتّٰی یَکُوْنَا تَحْتَ الْکَعْبَیْنِ.

۱۳۱۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا کپڑا پہنے محرم سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنے کرتہ کو اور نہ عمامہ کو اور نہ پاجامہ کو اور نہ ٹوپی کو اور نہ اس کپڑے کو جس کو ورس یا زعفران لگا ہو سو اگر دو جوتے میسر نہ ہوں تو چاہیے کہ دو موزے پہنے اور چاہیے کہ کاٹے ان دونوں کو یہاں تک کہ دونوں ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

فائدہ: ورس ایک قسم کی گھاس ہے زرد رنگ مشابہ زعفران سے اس سے کپڑے رنگتے ہیں سو اس سے کپڑا رنگا ہوا منع ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص نے فقط ایک بات پوچھی تھی کہ محرم کس کپڑے کو پہنے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ایک بات کے ساتھ اور کئی مسائل بھی بیان فرما دیے کہ فلاں فلاں کپڑا پہننا منع ہے اور موزوں کو ٹخنے سے نیچے کاٹ لے اسی سے ضمنًا جواب معلوم ہو گیا یعنی گویا کہ آپ نے اس کو یہ فرمایا کہ ان کپڑوں کے سوا جو کپڑا ہے وہ پہننا جائز ہے۔

❀ ...... ❀ ...... ❀
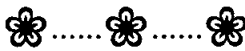
بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْوُضُوْءِ
کتاب ہے وضو کے بیان میں

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ.
باب ہے بیان میں وضو کے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾.

باب ہے بیان میں اس آیت شریف کی تفسیر کے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب کھڑے ہوتم طرف نماز کی پس دھوؤ تم اپنے مونہوں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں کا اور پاؤں کا ٹخنوں تک۔

فائدہ: مراد ساتھ وضو کے ذکر کرنا احکام اس کے کا ہے اور شرطوں اس کی کا اور صفت اس کی کا اور مقدمات اس کے کا اور وضو ساتھ پیش واؤ کے فعل ہے اور ساتھ زیر واؤ کے وہ پانی ہے کہ وضو کیا جائے ساتھ اس کے مشہور قول پر اور وضو مشتق ہے وضاءت سے اور وضو کا نام وضو اس واسطے رکھا گیا ہے کہ نمازی پاک وصاف ہوتا ہے ساتھ اس کے سو ہو جاتا ہے وَضِیْ یعنی خوب صورت اور اشارہ کیا ہے بخاری نے ساتھ قول اپنے کے مَا جَاءَ طرف اختلاف سلف کی آیت کے معنی میں سو اکثر سلف کا یہ قول ہے کہ تقدیر یوں ہے کہ جب کھڑے ہوتم طرف نماز کو بے وضو ہونے کی حالت میں اور علماء کہتے ہیں کہ بلکہ امر اپنے عموم پر ہے بغیر مقدر کرنے حذف کے یعنی جب نماز کے واسطے کھڑا ہو تو وضو کرے لیکن بے وضو کے حق میں واسطے واجب کرنے کے ہے اور باوضو کے حق میں واسطے استحباب کے ہے اور بعض کہتے ہیں کہ پہلے ہر ایک کے واسطے وضو واجب تھا پھر منسوخ ہوا پس ہو گیا مستحب اور دلالت کرتی ہے اس پر حدیث عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی جو احمد وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ وضو کرنے کے واسطے ہر نماز کے باوضو ہو یا بے وضو پھر جب اصحاب پر امر دشوار ہوا تو وضو کو ان کے سر سے معاف کیا مگر بے وضو ہونے سے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ ہر نماز کے وقت وضو کیا کرتے تھے پھر جب فتح مکہ کا دن ہوا تو آپ نے سب نمازیں ایک وضو سے پڑھیں تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ بے شک آپ نے ایسا کام کیا کہ آپ اس کو نہیں کیا کرتے تھے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جان بوجھ کر کیا یعنی واسطے بیان جواز کے اور نیز اختلاف کیا ہے علماء نے وضو کے واجب کرنے والی چیزوں میں سو بعض کہتے ہیں کہ واجب ہوتا ہے ساتھ حدث کے یعنی بے وضو ہونے کے وقت یعنی جب بے وضو ہوا اسی وقت وضو کرے اور بعض کہتے

ہیں کہ ساتھ حدث کے اور ساتھ کھڑے ہونے کے طرف نماز کی دونوں کے اور ترجیح دی ہے اس کو ایک جماعت نے شافعیوں سے اور بعض کہتے ہیں کہ واجب ہوتا ہے وضو ساتھ کھڑے ہونے کے طرف نماز کی فقط اور دلالت کرتی ہے واسطے اس کے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو تو وضو کرنے کا صرف اسی وقت حکم ہوا ہے جب کہ میں نماز کی طرف کھڑا ہوں اور استنباط کیا ہے بعض علماء نے آیت ﴿اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ﴾ سے واجب کرنا نیت کا وضو میں اور اس واسطے کہ تقدیر یہ ہے کہ جب تم ارادہ کرو کھڑے ہونے کا طرف نماز کی تو وضو کر اس کے واسطے اور تمسک کیا ہے ساتھ اس آیت کے جو کہتا ہے کہ وضو پہلے پہل مدینے میں فرض ہوا اور اپر اُس سے پہلے پس نقل کیا ہے ابن عبدالبر نے اتفاق اہل سیر کا کہ جماع سے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مکے میں فرض ہوا تھا جیسے کہ نماز فرض ہوئی اور یہ کہ آپ نے کبھی بے وضو نماز نہیں پڑھی اور حاکم نے مستدرک میں کہا کہ اہل سنت کو حاجت ہے طرف دلیل رد کی اس شخص پر جو گمان کرتا ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت کے اترنے سے پہلے وضو نہ تھا پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث بیان کی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر داخل ہوئیں اور وہ روتی تھیں سو کہا کہ قریش کے اس گروہ نے آپس میں قول قرار کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مار ڈالیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس پانی لاؤ سو آپ نے وضو کیا میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث صلاحیت رکھتی ہے رد کی اس شخص پر جو انکار کرتا ہے موجود ہونے وضو کے سے پہلے ہجرت کے مطلق نہ اس شخص پر جو انکار کرتا ہے اس کے واجب ہونے سے اس وقت اور جزم کیا ہے ابن جہم مالکی نے ساتھ اسکے کہ ہجرت سے پہلے وضو مستحب تھا اور جزم کیا ہے ابن حزم نے ساتھ اس کے کہ نہیں مشروع ہوا وضو مگر مدینے میں اور رد کیا گیا ہے دونوں پر ساتھ اس حدیث کے جو ابن لہیعہ نے مغازی میں روایت کی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو سکھایا وقت نازل ہونے اس کے کہ اوپر آپ کے ساتھ وحی کے یعنی جب پہلے پہل وحی اتری تو اس وقت وضو فرض ہوا۔ (فتح)

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَبَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ فَرْضَ الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَرَّةً وَتَوَضَّأَ أَيْضًا مَرَّتَيْنِ وَثَلَاثًا وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَكَرِهَ أَهْلُ الْعِلْمِ الْإِسْرَافَ فِيْهِ وَأَنْ يُّجَاوِزُوْا فِعْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ فرض وضو کا ایک ایک دفعہ دھونا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا ہے دو بار بھی اور تین بار بھی اور اس پر زیادہ نہیں کیا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو بار بھی دھویا ہے اور تین تین بار بھی دھویا ہے اور اہل علم نے اسراف کو یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے بڑھ جانے کو (جیسے چار چار دفعہ ہو) بُرا جانا ہے۔

فائدہ: مقصود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس سے یہ ہے کہ اس آیت سے تو ہر ایک عضو کا ایک ایک بار دھونا معلوم ہوتا ہے

پس امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس تعلیق کے لانے کے ساتھ اشارہ کیا ہے طرف اس بات کی کہ دو دو بار یا تین تین بار دھونا سنت ہے یا مستحب ہے اس لیے کہ فعل نبی ﷺ کا اکثر اوقات میں سنت اور استحباب کے واسطے ہوتا ہے اور یہ جو فرمایا کہ فرض وضو کا ایک ایک بار دھونا ہے تو احتمال ہے کہ یہ اشارہ ہو طرف حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کہ حضرت ﷺ نے وضو کیا ایک ایک بار اور وہ بیان ہے واسطے مجمل آیت کے ساتھ فعل کے اس واسطے کہ امر فائدہ دیتا ہے طلب ایجاد حقیقت کو یعنی حقیقت کو پیدا کرنا اور نہیں معین ساتھ عدد کے پس بیان کیا شارع نے کہ ایک دھونا واجب ہے اور جو اس پر زیادہ ہو وہ واسطے استحباب کے ہے اور اس کے موافق آئندہ حدیثیں آئیں گی اور دو دو اور تین تین بار وضو کرنے کی حدیثیں آئندہ آئیں گی اور یہ جو کہا کہ تین بار پر زیادہ نہیں کیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ نہیں آیا کسی حدیث میں مرفوع حدیثوں سے جو حضرت ﷺ کے وضو کی صفت میں وارد ہوئیں ہیں کہ حضرت ﷺ نے تین بار سے زیادہ وضو کیا ہو بلکہ وارد ہوئی ہے حضرت ﷺ سے مذمت اس شخص کی جو اس پر زیادہ کرے جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ میں ہے کہ حضرت ﷺ نے وضو کیا تین تین بار پھر فرمایا کہ جس نے اس سے زیادہ کیا یا کم کیا اس نے برا کیا اور ظلم کیا اور اس کی سند کھری ہے لیکن گنا ہے اس کو مسلم نے بیچ جملے اس چیز کے کہ انکار کیا گیا ہے عمرو بن شعیب پر اس واسطے کہ اس کا ظاہر تین سے کم ہونے کی مذمت ہے اور جواب یہ ہے کہ برائی متعلق ہے ساتھ کم ہونے کے اور ظلم ساتھ زیادہ ہونے کے اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں حذف ہے اس کی تقدیر یہ ہے کہ جو کم کرے ایک بار سے اور اس کی تائید کرتی ہے وہ چیز جو ایک روایت میں آئی ہے کہ جو ایک بار سے کم کرے یا تین بار سے زیادہ کرے وہ خطا کار ہے اور نیز اس حدیث کا یہ جواب ہے کہ نقص کے ذکر پر راویوں کا اتفاق نہیں بلکہ اکثر راویوں نے صرف اتنا ہی روایت کیا ہے کہ جو زیادہ کرے اور عجیب چیزوں سے ہے جو شیخ ابو حامد نے بعض علماء سے حکایت کی ہے کہ نہیں جائز ہے کم کرنا تین بار سے اور شاید اس نے تمسک کیا ہے ساتھ ظاہر حدیث کے جو مذکور ہوئی اور اوپر حجت اجماع ہے اور مالک نے کہا میں نہیں پسند کرتا ایک بار دھونے کو مگر عالم سے لیکن نہیں اس میں واجب کرنا زیادتی کا اوپر ایک بار کے اور یہ جو کہا کہ مکروہ جانا ہے اہل علم نے اسراف کو یعنی بے فائدہ پانی خرچ کرنے کو بیچ اس کے تو شاید یہ اشارہ ہے طرف اس چیز کی کہ جو ہلال بن سیاف تابعی سے روایت ہے کہ کہا اس نے کہ کہا جاتا تھا کہ وضو میں اسراف ہے اگرچہ تو جاری نہر کے کنارے پر ہو اسی طرح روایت ہے ابو الدرداء اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے اور یہ جو کہا کہ یہ اس میں تجاوز کریں تو یہ اشارہ ہے طرف اس چیز کی جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین بار کے بعد کچھ چیز نہیں اور کہا احمد اور اسحاق وغیرہ نے کہ تین بار سے زیادہ کرنا درست نہیں اور ابن مبارک نے کہا کہ میں نہیں امن میں اس سے کہ گنہگار ہو اور کہا شافعی نے کہ میں نہیں دوست رکھتا کہ وضو کرنے والا تین بار سے زیادہ کرے اور اگر زیادہ کرے تو میں اس کو مکروہ نہیں جانتا یعنی اس کو حرام نہیں جانتا اس واسطے کہ قول اُس کا لَا اُحِبُّ کراہت کو چاہتا ہے اور یہی صحیح

تر ہے نزدیک شافعیہ کے کہ وہ مکروہ تنزیہی ہے اور حکایت کی ہے دارمی نے ان کی ایک جماعت سے کہ تین بار سے زیادہ دھونا وضو کا باطل کر دیتا ہے جیسے کہ زیادہ ہونا نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور یہ قیاس فاسد ہے اور یہ کہنا کہ تین بار سے زیادہ دھونا حرام یا مکروہ ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ تازہ وضو کرنا مطلق درست نہ ہو اور اختلاف ہے نزدیک شافعیہ کے اس قید میں کہ منع ہے اس سے حکم زیادہ ہونے کا تین پر پس صحیح تر یہ ہے کہ اس کے ساتھ فرض یا نفل پڑھے یعنی اگر اس وضو کے ساتھ فرض یا نفل پڑھ لے تو اس کے بعد پھر تازہ وضو کرنے سے تین بار سے زیادہ دھونا لازم نہیں آتا اور بعض کہتے ہیں کہ فرض فقط اور بعض کہتے ہیں کہ مثل اس کی یہاں تک کہ سجدہ تلاوت اور شکر کا اور ہاتھ لگانا قرآن کا اور بعض کہتے ہیں وہ چیز کہ قصد کیا جاتا ہے واسطے اس کے وضو اور وہ عام تر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جب واقع ہو فاصلہ ساتھ اس قدر زمانے کی کہ اس میں وضو ٹوٹ جانے کا عادت میں احتمال ہو اور بعض حنفیوں کے نزدیک وہ اعتقاد کی طرف راجع ہے پس اگر یہ اعتقاد کرے کہ تین بار سے زیادہ دھونا سنت ہے تو اس نے خطا کی اور وعید میں داخل ہوا نہیں تو نہیں شرط ہے واسطے تحدید کے کوئی چیز یعنی اگر اس کے سنت ہونے کا اعتقاد نہ کرے تو پھر دھونے کی کوئی حد مقرر نہیں بلکہ اگر چار بار یا اس سے زیادہ کرے تو اس پر کچھ ملامت نہیں خاص کر جب کہ قصد کرے ساتھ اس کے قربت کا واسطے حدیث کے جو وارد ہوئی ہے کہ وضو پر وضو کرنا تو نور علی نور ہے میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور شاید بخاری نے اشارہ کیا ہے طرف اس روایت کے اور اس کا مفصل بیان تفسیر میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور مستثنیٰ کی گئی ہے اس سے وہ صورت جب کہ جانے کہ جوڑ سے کوئی چیز خشک رہے اس کو پانی نہیں پہنچا تین بار میں یا بعض میں کہ وہ فقط اسی جگہ کو دھو ڈالے اور اوپر ساتھ شک کے جو عارض ہوا ہے بعد فارغ ہونے کے پس نہیں تاکہ نہ رجوع کرے ساتھ اس کے حال طرف وسواس کی جو مذموم ہے۔ (فتح)

بَابٌ لَّا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ.

باب ہے اس بیان میں کہ بدون پاکی اور طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی۔

فائدہ: اور مراد ساتھ اس کے وہ چیز ہے کہ عام تر ہے وضو اور نہانے سے۔

۱۳۲ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ مَنْ أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتَ مَا

۱۳۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا وضو ٹوٹے اس کی نماز قبول نہیں جب تک وضو نہ کر لے حضر موت کے ایک مرد نے کہا کہ اے ابو ہریرہ وضو ٹوٹنا کیا ہے یعنی کس چیز سے ٹوٹتا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نکلنا ہوا کے پیچھے سے بدون آواز کے ہو یا باآواز ہو۔

الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ فُسَاءٌ أَوْ ضُرَاطٌ.

فائدہ: یہ جو کہا مَنْ اَحْدَثَ یعنی جس سے بے وضو ہونا پایا گیا اور مراد ساتھ اس کے وہ چیز ہے کہ آدمی کے آگے یا پیچھے سے نکلے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تفسیر کیا ہے اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ساتھ خاص تر چیز کے اس سے واسطے تنبیہ کرنے کی اوپر غلیظ تر چیز کے اور اس واسطے کہ کبھی وہ دونوں واقع ہوتے ہیں درمیان نماز کے اکثر اپنے غیر سے اور اپر باقی چیزیں وضو توڑنے والی جن میں علماء کو اختلاف ہے جیسے کہ ذکر کا چھونا اور عورت کو ہاتھ لگانا اور منہ بھر کر قے ء کرنا اور سینگی لگوانا سو شاہد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ رائے تھی کہ ان میں سے کسی چیز کے ساتھ وضو نہیں ٹوٹتا اور یہی مذہب ہے بخاری رحمہ اللہ کا جیسا کہ آئندہ آئے گا اس باب میں مَنْ لَّمْ يَرَ الْوُضُوْءَ اِلَّا مِنَ الْمَخْرَجَيْنَ اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ حدیث کے اوپر باطل ہونے نماز کے ساتھ وضو ٹوٹنے کے برابر ہے کہ اس کا نکلنا اختیاری ہو یا اضطراری اور اس پر کہ وضو نہیں واجب ہے واسطے ہر نماز کے اس واسطے کہ قبول نفی کیا گیا ہے غایت وضو تک اور اس کا مابعد اس کے ماقبل کے مخالف ہے پس یہ چاہتا ہے نماز کے قبول ہونے کو بعد وضو کے مطلق اور یہ جو کہا کہ وضو کرے یعنی ساتھ پانی کے یا جو اس کے قائم مقام ہو یعنی مٹی پاک سے تیمم کرنا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی وضو فرمایا ہے اور نہیں پوشیدہ ہے کہ مراد ساتھ قبول ہونے نماز اس شخص کے کہ بے وضو ہو پھر وضو کرے یعنی ساتھ باقی شرطوں نماز کے۔ (فتح)

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ وَالْغُرِّ الْمُحَجَّلُوْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ.

باب ہے بیان میں فضیلت وضو کے اور جن لوگوں کے چہرے اور ہاتھ پاؤں قیامت کے دن آفتاب کی طرح روشن ہوں گے وضو کی نشانیوں سے۔

۱۳۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ هِلَالٍ عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ قَالَ رَقِيْتُ مَعَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَلٰى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّأَ فَقَالَ إِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ أُمَّتِيْ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيْلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ.

۱۳۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ بے شک میری امت قیامت کے دن بلائے جائیں گے پانچ کلیان نشانیوں سے وضو کے یعنی ان کے چہرے اور دونوں ہاتھ پاؤں وضو کے سبب سے اس دن آفتاب کی طرح چمکیں گے سو جو اپنی روشنی کو لمبا کر سکے چاہیے کہ کرے یعنی جہاں تک وضو کا پانی لگائے گا وہاں تک اُس کے ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے۔

فائدہ: ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے

دیکھا پس فائدہ دیا اس کے مرفوع ہونے کا اور اس میں رد ہے اس شخص پر جو گمان کرتا ہے کہ یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی رائے ہے بلکہ یہ اس کی رائے اور روایت دونوں سے ہے اور استدلال کیا ہے حلیمی نے ساتھ اس حدیث کے اس پر کہ وضو اس امت کے خصائص سے ہے یعنی اگلی امتوں میں وضو نہ تھا اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے نزدیک بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بی بی سارہ کے قصے میں ساتھ اس بادشاہ کے جس نے اس کو ہاجرہ دی تھی کہ جب بادشاہ نے اس سے قریب ہونا چاہا تو وہ کھڑی ہو کر وضو کرنے اور نماز پڑھنے لگیں اور نیز جریج راہب کے قصے میں بھی ہے کہ وہ کھڑا ہوا اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگا پھر لڑکے سے کلام کی پس ظاہر یہ ہے کہ جس چیز کے ساتھ یہ امت خاص ہوئی ہے وہ دونوں ہاتھ پاؤں اور چہرے کا روشن ہونا ہے نہ اصل وضو اور مسلم کی ایک روایت میں صریح آ چکا ہے اور تحقیق اعتراض کیا ہے بعض نے حلیمی پر ساتھ اس حدیث کے کہ یہ وضو میرا ہے اور وضو اگلے پیغمبروں کا اور یہ حدیث ضعیف ہے نہیں صحیح ہے حجت پکڑنا ساتھ اس کے واسطے ضعیف ہونے اس کے کی اور واسطے اس احتمال کے کہ ہو وضو پیغمبروں کے خصائص سے سوائے ان کی امتوں کے مگر واسطے اس امت کے اور اختلاف کیا ہے علماء نے بیچ قدر مستحب کے تطویل سے دونوں ہاتھ پاؤں میں یعنی کس قدر اس کو دراز کرنا چاہیے سو بعض کہتے ہیں کہ مونڈھے اور گھٹنے تک اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے از روئے روایت کے اور رائے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے فعل سے اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب زیادہ کرنا ہے آدھے بازو اور پنڈلی تک اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے اوپر تک اور کہا ابن بطال نے اور مالکیوں کے ایک گروہ نے کہ نہیں مستحب ہے زیادتی ٹخنے اور کہنی تک واسطے قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جس نے اس سے زیادہ کیا اس نے ظلم کیا اور ان کی اس کلام پر کئی وجہ سے اعتراض ہے اور مسلم کی روایت صریح ہے مستحب ہونے میں پس نہیں اعتراض ہے ساتھ احتمال کے اور جو وہ دعوے کرتے ہیں کہ علماء کا اتفاق ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے برخلاف ہے تو یہ مردود ہے ساتھ اس چیز کے کہ نقل کیا ہے ہم نے اس کو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اس کو ابن ابی شیبہ وغیرہ نے ساتھ سند حسن کے اور تحقیق تصریح کی ہے ساتھ مستحب ہونے اس کے کی ایک جماعت نے سلف سے اور اکثر شافعیہ اور حنفیہ نے اور یہ جو تاویل کرتے ہیں کہ مراد ساتھ دراز ہونے اس کے کی ہمیشگی کرنی ہے وضو پر تو ان کی اس تاویل پر یہ اعتراض ہے کہ راوی زیادہ تر جاننے والا ہے ساتھ معنی روایت اپنی کے تو کس طرح صحیح ہے یہ تاویل اور حالانکہ تصریح کی ہے اس نے ساتھ مرفوع ہونے اس کے کی طرف شارع علیہ السلام کی اور اس حدیث میں معنی اس چیز کے ہیں کہ باب باندھا ہے واسطے وضو کی فضیلت سے اس واسطے کہ جو فضیلت کہ حاصل ہوئی ہے ساتھ پانچ کلیان ہونے کے یہ نشانی زیادتی کی ہے واجب پر پس کس طرح گمان ہے ساتھ واجب کے اور تحقیق وارد ہو چکی ہے اس میں حدیثیں صحیحہ صریحہ روایت کیا ہے ان کو مسلم وغیرہ نے اور اس میں جائز ہونا وضو کا ہے اوپر چھت مسجد کے اس واسطے کہ حدیث کی ابتدا میں ہے کہ نعیم نے کہا کہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی

چھت پر چڑھا تو اس نے وضو کیا لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ نہ حاصل ہو اس سے ایذا واسطے مسجد کے یا واسطے اس شخص کے کہ مسجد میں ہے۔(فتح)

بَابُ مَنْ لَا يَتَوَضَّأُ مِنَ الشَّكِّ حَتّٰى يَسْتَيْقِنَ.

شک سے وضو نہ کرے جب تک کہ وضو ٹوٹنے کا یقین نہ ہو جائے۔

١٣٤ ـ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ح وَعَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ شَكَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ الَّذِيْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ لَا يَنْفَتِلُ أَوْ لَا يَنْصَرِفُ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيْحًا.

۱۳۴۔ عباد بن تمیم رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نے ایک مرد کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی کہ اس کو ایسا خیال ہوتا ہے کہ نماز میں کوئی چیز اس کے پیٹ سے نکلے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پھرے جب تک کہ آواز کو نہ سنے یا بد بو کو نہ پائے یعنی جب تک کہ کامل یقین نہ ہو جائے وضو نہ کرے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ اس سے کوئی چیز نکلتی ہے تو اس میں پھرنا ہے ذکر کرنے مکروہ چیز کے سے ساتھ خاص نام اس کے کی مگر واسطے ضرورت کے اور یہ جو کہا کہ نماز میں تو تمسک کیا ہے بعض مالکیہ نے ساتھ ظاہر اس کے کی پس خاص کیا ہے انہوں نے حکم کو ساتھ اس شخص کے کہ نماز کے اندر ہو اور واجب کیا ہے انہوں نے وضو کو اس شخص پر جو نماز سے باہر ہو اور فرق کیا ہے انہوں نے ساتھ نہی کے عبادت کے باطل کرنے سے اور نہی عبادت کے باطل کرنے سے موقوف ہے عبادت کے صحیح ہونے پر پس نہیں ہے کوئی معنی واسطے فرق کرنے کے ساتھ اس کے اس واسطے کہ یہ خیال ہونا اگر نماز سے باہر وضو کو توڑ ڈالتا ہے تو لائق ہے کہ نماز کے اندر بھی اسی طرح ہو مانند باقی وضو توڑنے والی چیزوں کی اور سنے آواز کو یعنی اس کے مخرج سے اور کلمہ او کا واسطے تنویع کے ہے اور تعبیر کے ساتھ وجدان کے سوائے سونگھنے کی تاکہ شامل ہو اس چیز کو جب کہ ہاتھ لگائے محل کو پھر اپنے ہاتھ کو سونگھے اور نہیں حجت ہے اس میں واسطے اس شخص کے جو استدلال کرتا ہے ساتھ اس کے اس پر کہ دُبر کو ہاتھ لگانا وضو کو نہیں توڑتا اس واسطے کہ صورت محمول ہے اوپر چھونے اس چیز کے کہ اس کے قریب ہے نہ چھونے عین اس کے کی اور باب کی حدیث دلالت کرتی ہے اوپر صحیح ہونے نماز کے جب تک کہ بے وضو ہونے کا یقین نہ ہو اور نہیں مراد ہے خاص کرنا ان دونوں امروں کا ساتھ یقین کے اس واسطے کہ معنی جب لفظ سے فراخ تر ہوں تو ہوتا ہے حکم واسطے معنی کی کہا ہے اس کو خطابی نے اور نووی نے کہا کہ یہ حدیث اصل ہے بیچ حکم باقی رکھنے چیزوں کے اپنے اصل پر یہاں تک کہ اس کے خلاف کا یقین ہو اور نہیں ضرر کرتا ہے شک جو طاری ہے اوپر اس کے یعنی جو اس کے بعد پیدا ہوا ہے اور لیا ہے ساتھ اس کے جمہور علماء نے کہ اس پر مطلق وضو نہیں اور مالک رحمہ اللہ علیہ

سے روایت ہے کہ مطلق وضو ٹوٹ جاتا ہے یعنی خواہ نماز کے اندر ہو یا باہر ایک روایت اس سے ہے کہ نماز کے باہر ٹوٹ جاتا ہے اور اندر نہیں ٹوٹتا اور یہ تفصیل حسن بصری سے مروی ہے اور پہلا مشہور مذہب مالک کا ہے اور یہ روایت ابن قاسم کی ہے اس سے اور ابن نافع نے اس سے روایت کی ہے کہ اس پر مطلق وضو نہیں جمہور کے قول کی طرح اور ایک روایت میں اس سے ہے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ وضو کرے اور تفصیل کی روایت اس سے ثابت نہیں وہ فقط اس کے یاروں کے واسطے ہے اور حمل کیا ہے بعض نے حدیث کو اس شخص پر جس کے ساتھ وسواس ہو اور تمسک کیا ہے اس نے بایں طور کہ شکایت نہیں ہوتی مگر بیماری سے اور جواب دیا گیا ہے ساتھ اس چیز کے کہ دلالت کرتی ہے تعمیم پر اور وہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے نزدیک مسلم کے کہ جب کوئی اپنے پیٹ میں کوئی چیز پائے سو اس کو شک پڑے کہ کوئی چیز نکلی ہے یا نہیں تو مسجد سے نہ نکلے یہاں تک کہ آواز سنے یا بو پائے اور مراد مسجد سے نماز ہے اور عراقی نے کہا کہ مالک کا مذہب اس مسئلے میں راجح ہے اس واسطے کہ اس نے احتیاط کی واسطے نماز کے اور وہ مقصود ہے اور لغو کیا شک کو بیچ سبب مُبَرِّیٔ کے اور اس کے غیر نے احتیاط کی ہے واسطے طہارت کے اور وہ وسیلہ ہے اور لغو کیا شک کو بیچ حدث کے کہ توڑنے والی ہے واسطے اس کے اور احتیاط واسطے مقاصد کے اولیٰ ہے احتیاط سے واسطے وسیلوں کے اور جواب اس کا یہ ہے کہ وہ باعتبار قیاس کے قوی ہے لیکن وہ حدیث کے معنی کی مخالف ہے اس واسطے کہ اس نے حکم کیا ہے ساتھ نہ پھرنے کے یہاں تک کہ ثابت اور تحقیق ہو گیا۔ خطابی نے کہا کہ استدلال کیا جاتا ہے ساتھ اس کے واسطے اس شخص کے کہ واجب کرتا ہے حد کو اس شخص پر کہ اس سے شراب کی بو پائی جائے اس واسطے کہ اعتبار کیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بو کے پانے کا اور مرتب کیا ہے اس پر حکم کو اور ممکن ہے فرق کہ حد ساقط ہو جاتی ہے ساتھ شبہ کے اور شبہ اس جگہ قائم ہے برخلاف اول کے اس واسطے کہ وہ ثابت ہے۔ (فتح)

بَابُ التَّخْفِيفِ فِي الْوُضُوْءِ.

باب ہے بیان میں تخفیف کرنے کے وضو میں یعنی جائز ہے تخفیف کرنی وضو میں۔

١٣٥ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِيْ كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ صَلّٰى وَرُبَّمَا قَالَ اضْطَجَعَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى ثُمَّ حَدَّثَنَا بِهِ سُفْيَانُ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ

١٣٥۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور بہت اوقات ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یوں کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک رات گزاری سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ رات میں سو گئے

خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَ فِيْ بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوْءًا خَفِيْفًا يُخَفِّفُهُ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهُ وَقَامَ يُصَلِّيْ فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ عَنْ شِمَالِهٖ فَحَوَّلَنِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ ثُمَّ صَلّٰى مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُنَادِيْ فَاٰذَنَهٗ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهٗ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قُلْنَا لِعَمْرٍو إِنَّ نَاسًا يَقُوْلُوْنَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهٗ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُوْلُ رُؤْيَا الْأَنْبِيَآءِ وَحْيٌ ثُمَّ قَرَأَ ﴿إِنِّيْ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أَذْبَحُكَ﴾.

سو جب کچھ رات باقی رہی تو رسول اللہ ﷺ اٹھ بیٹھے پس آپ نے ایک مشک لٹکی ہوئی سے وضو کیا ہلکا وضو کرنا عمرو (راوی) اس کو بہت ہلکا اور خفیف بیان کرتا تھا اور حضرت ﷺ نماز پڑھنے لگے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا پس وضو کیا میں نے جیسے کہ حضرت ﷺ نے وضو کیا یعنی بہت ہلکا پھر میں آیا اور آپ کی بائیں طرف کھڑا ہوا سو پھیرا مجھ کو آپ نے بائیں طرف سے پس کیا مجھ کو داہنی طرف اپنی پھر آپ نے نماز پڑھی جتنی کہ اللہ نے چاہی پھر حضرت ﷺ لیٹ گئے اور سو رہے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے۔ پھر آیا آپ کے پاس پکارنے والا یعنی مؤذن پس آگاہ کیا اس نے حضرت ﷺ کو نماز سے یعنی نماز صبح کا وقت ہوگیا سو حضرت ﷺ اس کی طرف کھڑے ہوئے اور آپ نے وضو نہ کیا ہم نے (سفیان کہتا ہے) عمرو کو کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھ سو جاتی تھی اور آپ کا دل نہیں سوتا تھا عمرو نے کہا کہ میں نے عبید بن عمر سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ نبیوں کی خواب وحی ہے یعنی وحی کی مانند ہے پھر اس نے یہ آیت پڑھی ﴿إِنِّيْ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أَذْبَحُكَ﴾ یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام کو کہا کہ تحقیق میں دیکھتا ہوں خواب کہ میں تجھ کو ذبح کرتا ہوں۔

فائدہ: عبید نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے اس بات پر کہ پیغمبروں کی خواب وحی ہے اس لیے کہ اگر وحی نہ ہوتی تو ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کا ذبح کرنا جائز نہ ہوتا ابن منیر نے کہا یُخَفِّفُهٗ یعنی بہت نہ ملتے تھے وَيُقَلِّلُهٗ یعنی ایک ایک بار سے زیادہ نہ کرتے تھے اور اس میں دلیل ہے اوپر واجب ہونے دلک کے یعنی ملنے اعضاء کے اس واسطے کہ اگر اس کا چھوٹا کرنا ممکن ہوتا تو البتہ اس کو مختصر کرتے لیکن اس کو مختصر نہ کیا انتہی۔ اور یہ دعویٰ اس کا مردود ہے اس واسطے کہ نہیں حدیث میں وہ چیز کہ ملنے کو چاہے بلکہ اقتصار کرنا اوپر بہانے پانی کے عضو پر خفیف تر ہے قلیل دلک سے اور عجیب بات کہی ہے شارح داودی نے پس کہا کہ عبید بن عمیر کے قول کو اس باب کے ساتھ کچھ تعلق نہیں اور یہ لازم کرنا اس کا ہے

واسطے بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس کے نہ کرے ذکر حدیث سے مگر وہ چیز کہ فقط ترجمہ کے متعلق ہو اور حالانکہ یہ کسی نے شرط نہیں کی اور اگر اس کی مراد یہ ہے کہ اس کو باب کے ساتھ بالکل کچھ تعلق نہیں تو یہ ممنوع ہے۔ (فتح)

بَابُ إِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ الْإِنْقَآءُ.

باب ہے بیان میں پورا کرنے وضو کے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اسباغ وضو کا کیا ہے پاک صاف کرنا ہے۔

فائدہ: یہ تفسیر چیز کی ہے ساتھ لازم اس کے کی اس واسطے کہ پورا کرنا وضو کا لازم پکڑتا ہے پاک صاف ہونے کو عادت میں روایت کی ہے ابن منذر نے ساتھ سند صحیح کے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ وہ وضو میں پاؤں کو سات بار دھوتے تھے گویا کہ مبالغہ کیا انہوں نے ان میں اس واسطے کہ وہ اکثر اوقات میلوں کا محل ہیں واسطے عادت ان کی کے ساتھ ننگے پاؤں چلنے کی۔ (فتح)

١٣٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ فَقُلْتُ الصَّلَاةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ فَرَكِبَ فَلَمَّا جَآءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيْرَهُ فِيْ مَنْزِلِهِ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الْعِشَآءُ فَصَلّٰى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا.

١٣٦۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج میں عرفات سے چلے یہاں تک کہ جب پہاڑ کے ایک راہ میں آئے تو آپ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور وضو کو کامل نہ کیا یعنی فقط ایک ایک دفعہ وضو کیا سو میں نے کہا کہ نماز کا وقت آ گیا ہے یعنی مغرب کی نماز پڑھ لیجیے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز تیرے آگے ہے یعنی آگے چل کر پڑھیں گے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہوئے سو جب مزدلفہ میں پہنچے تو سواری سے اترے اور وضو کیا اور وضو کو کامل کیا پھر نماز مغرب کی اقامت ہوئی سو آپ نے مغرب کی نماز پڑھی پھر ہر آدمی نے اپنے اپنے اونٹ اپنی اپنی جگہ میں بٹھائے پھر نماز عشاء کی تکبیر کہی گئی سو آپ نے عشاء کی نماز پڑھی اور دونوں نمازوں کے درمیان کچھ نہ پڑھا یعنی سنت ونفل وغیرہ کچھ نہ پڑھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھے اور یہی مذہب ہے سب اماموں کا اور یہ جو کہا کہ نماز تیرے آگے ہے تو اس میں دلیل ہے اس پر کہ مشروع ہے وضو کرنا واسطے ہمیشہ باوضو رہنے کے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وضو کے ساتھ کچھ چیز نہیں پڑھی اور اپر جو گمان کرتا ہے کہ مراد اس جگہ ساتھ وضو کے استنجاء ہے تو یہ باطل ہے واسطے قول اس کے کی دوسری روایت میں ہے کہ میں آپ پر پانی ڈالنے لگا اور آپ وضو کرتے تھے اور واسطے قول اس کے کی اس جگہ کہ آپ نے وضو کو پورا نہ کیا اور جس پانی کے ساتھ آپ نے اس رات

میں وضو کیا وہ زمزم کا پانی تھا روایت کیا ہے اس کو عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے باپ کی مسند کی زیادات میں پس مستفاد ہوتا ہے اس سے رد اس شخص پر جو پینے کے سوا زمزم کے پانی کے استعمال کرنا منع کرتا ہے اور باقی بحث اس کی کتاب الحج میں آئے گی۔ (فتح)

بَابُ غَسْلِ الْوَجْهِ بِالْيَدَيْنِ مِنْ غَرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ.

منہ کو دونوں ہاتھوں کے ساتھ ایک چلو سے دھونا۔

فائدہ: مراد اس کی ساتھ اس کے تنبیہ ہے اس پر کہ دونوں ہاتھ سے اکٹھے چلو بھرنا شرط نہیں اور اشارہ ہے طرف ضعیف کرنے حدیث کے جو اس میں وارد ہوئی ہے کہ حضرت ﷺ اپنے منہ کو اپنے داہنے ہاتھ سے دھوتے تھے یعنی اس واسطے کہ اس حدیث میں ہے کہ پہلے ایک ہاتھ سے پانی لیا پھر اس کو دوسرے ہاتھ کی طرف جھکایا اور دونوں کے ساتھ منہ دھویا۔ (فتح)

۱۳۷ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ سَلَمَةَ الْخُزَاعِيُّ مَنْصُوْرُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ بِلَالٍ يَعْنِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَآءٍ فَمَضْمَضَ بِهَا وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَآءٍ فَجَعَلَ بِهَا هٰكَذَا أَضَافَهَا إِلٰى يَدِهِ الْأُخْرٰى فَغَسَلَ بِهِمَا وَجْهَهُ ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَآءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنٰى ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَآءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرٰى ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَآءٍ فَرَشَّ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُمْنٰى حَتّٰى غَسَلَهَا ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً أُخْرٰى فَغَسَلَ بِهَا رِجْلَهُ يَعْنِي الْيُسْرٰى ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ.

۱۳۷۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس نے وضو کیا سو اپنے منہ کو دھویا پھر پانی کا ایک چلو لیا سو اس نے کلی کی اور ناک کو صاف کیا پھر ایک چلو پانی کا لیا پس اس کو اس طرح کیا کہ اس کو اپنے دوسرے ہاتھ کی طرف جھکایا سو اس سے اپنا بائیاں ہاتھ دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر پانی کا ایک چلو لیا سو اس سے داہنے پاؤں پر چھڑکا یہاں تک کہ اس کو دھویا پھر پانی کا ایک چلو لیا سو اپنا بایاں پاؤں اس سے دھویا پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ ایک چلو لیا یہ بیان ہے واسطے غسل کے اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ کلی کرنی اور ناک میں پانی لینا منہ

کے دھونے میں داخل ہے لیکن مراد ساتھ وجہ کے اولا وہ چیز ہے جو عام تر ہے اس چیز سے جو فرض ہے اور سنت ہے
اس دلیل سے کہ اس کا ذکر دوسری بار دوہرایا بعد ذکر کلی کرنے اور ناک میں پانی لینے کے ساتھ ایک چلو کے اور دھونا
منہ کا ساتھ دونوں ہاتھوں کے جب کہ ہو ساتھ ایک چلو کے اس واسطے کہ ایک ہاتھ تمام منہ کو نہیں دھو سکتا اور یہ جو کہا
کہ پھر اپنے سر کا مسح کیا تو اس کے واسطے علیحدہ چلو ذکر نہیں کیا پس کبھی تمسک کرتا ہے ساتھ اس کو وہ شخص جو کہتا ہے
کہ مستعمل پانی پاک ہے لیکن ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ پھر چلو پانی لیا پھر اپنا ہاتھ جھاڑا پھر اپنے سر کا مسح کیا اور
نسائی کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ مسح کیا اپنے سر اور دونوں کانوں کا ایک بار ان کا اندر شہادت کی دونوں انگلی
سے اور ان کا باہر دونوں انگوٹھے سے اور ابن خزیمہ نے زیادہ کیا ہے کہ اپنی دونوں انگلی کو کانوں میں داخل کی اور یہ
جو کہا کہ حَتّٰی غَسَلَهَا تو یہ صریح ہے کہ نہیں کفایت کی ساتھ چھڑکنے کے اور ابو داؤد وغیرہ میں واقع ہوا ہے کہ پس
اپنے داہنے پاؤں پر پانی چھڑکا اور اس میں جوتا تھا پھر اس کو اپنے دونوں ہاتھ سے مسح کیا ایک ہاتھ اوپر پاؤں کے
اور ایک تلے جوتے کے تو مراد ساتھ مسح کے بہانا پانی کا ہے یہاں تک کہ سارے جوڑ کو تر کرے کوئی جگہ سوکھی نہ
رہے اور تحقیق صحیح ہو چکا ہے کہ حضرت ﷺ جوتے میں وضو کرتے تھے کماسیاتی عن ابن عمر اور یہ جو کہا کہ تلے
جوتے کے تو نہیں محمول ہے یہ اوپر مجاز کے قدم سے نہیں تو یہ روایت شاذ ہے اور یہ جو کہا کہ پھر اپنا بایاں پاؤں دھویا تو
اس کا قائل زید بن اسلم ہے یا جو اس سے تلے ہے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس حدیث کے اس پر کہ مستعمل پانی
پاک ہے اس واسے کہ عضو جب ایک بار دھویا جائے تو جو پانی اس سے ہاتھ میں باقی رہے ملتا ہے وہ اس جوڑ کے
پانی کو جو اس کے پاس ہے اور نیز پس چلو ملتا ہے اول جزو کو اجزا ہر عضو کے سے پس ہوتا ہے مستعمل بہ نسبت اس کی
اور جواب یہ ہے کہ پانی جب تک کہ مثلاً ہاتھ کے ساتھ ملا ہوا ہے تب تک اس کا نام مستعمل نہیں رکھا جاتا یہاں تک
کہ اس سے جدا ہو اور جواب میں بحث ہے۔ (فتح)

بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَعِنْدَ الْوِقَاعِ. ہر وقت بسم اللہ پڑھے اور جماع کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا بیان۔

فائدہ: یہ عطف خاص کا ہے عام پر واسطے اہتمام کے ساتھ اس کے اور نہیں ہے عموم ظاہر حدیث سے جس کو باب میں
وارد کیا لیکن مستفاد ہوتا ہے بطریق اولیٰ اس واسطے کہ جب وہ جماع کی حالت میں مشروع ہے اور حالانکہ وہ اس قسم
سے ہے کہ اس میں چپ رہنے کا حکم ہے تو اس کا غیر اولیٰ ہے اور اس میں اشارہ ہے طرف ضعیف کرنے حدیث کی جو
وارد ہوئی ہے مکروہ ہونے ذکر اللہ کے سے دو حالوں میں پاخانے کی حالت میں اور جماع کی حالت میں لیکن بر تقدیر
صحیح ہونے اس کے کی باب کی حدیث کے منافی نہیں اس واسطے کہ وہ محمول ہے اوپر حال ارادے جماع کے جیسا کہ
دوسرے طریق میں آئے گا اور بخاری رحمہ اللہ کا اطلاق مقید ہے ساتھ حالت انزال کے جیسا کہ ابن شیبہ نے ابن

مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ انزال کے وقت یہ ذکر کرتے تھے اور حدیث کی بحث نکاح میں آئے گی۔ (فتح)

۱۳۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَبْلُغُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتٰى أَهْلَهُ قَالَ بِاسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرُّهُ.

۱۳۸۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ اس حدیث کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کرتے تھے کہ اگر کوئی تم میں سے اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرے اور یہ دعا پڑھے ((بِاسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا)) یعنی شروع اللہ کے نام سے الٰہی بچا رکھ ہم کو شیطان سے اور بچا شیطان سے ہماری اولاد کو پس قسمت کیا گیا خاوند اور بیوی کے درمیان اس صحبت میں کوئی لڑکا تو اس کو شیطان ہرگز نہ ضرر پہنچائے گا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماع سے اولاد کی غرض رکھے فقط آبریزی اور شہوت رانی مقصود نہ ہو اور سنت ہے کہ اس وقت اس دعا کو پڑھ لیا کرے اگر لڑکا ہوگا تو بابرکت ہوگا۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ الْخَلَاءِ. پاخانہ جانے کے وقت کیا دعا پڑھے۔

فائدہ: یعنی وقت ارادے داخل ہونے کے پائخانہ میں اگر ہو تیار کیا ہوا واسطے اس کے نہیں تو کوئی اندازہ نہیں۔

تنبیہ: مشکل ہوا ہے داخل کرنا بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس باب کو اور جو باب کہ اس کے بعد ہیں باب الوضوء مرة مرة تک اس واسطے کہ شروع کیا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کے بابوں میں پس ذکر کیا اس سے فرض اس کا اور شرط اس کی اور فضیلت اس کی اور اس میں تخفیف کا جائز ہونا اور اس کے پورا کرنے کے مستحب ہونا پھر دھونا منہ کا پھر بسم اللہ کہنا اور نہیں ثر ہے واسطے تاخیر کرنے اس کے کی منہ کے دھونے سے اس واسطے کہ اس کا محل مقارن ہے اول جزو کو اس سے پس مقدم کرنا اس کا بیچ ذکر کے اس سے اور مؤخر کرنا اس کا برابر ہے لیکن ذکر کیا بعد اس کے قول کو نزدیک پائخانے کے اور بدستور رہا بیچ ذکر کرنے اس چیز کے کہ متعلق ہے ساتھ استنجاء کے پھر پھرا پس ذکر کیا ایک ایک بار وضو کو اور تحقیق پوشیدہ رہی وجہ مناسبت کی کرمانی پر اس کو مناسبت کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی پس کہا اس نے کہ ان بابوں کی کچھ ترتیب نہیں بے ترتیب ہیں حالانکہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان بابوں میں بہت ترتیب کا لحاظ رکھا ہے جیسا کہ ہم اس کو ذکر کرتے ہیں۔ الخ۔ اور کرمانی کا یہی حال ہے کہ جب اس کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تو کہتا ہے کہ اگر بخاری اس کو ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا اور حالانکہ یہ سب کرمانی کی سمجھ بوجھ کا قصور ہے (فتح) اور ان بابوں کی مناسبت کی توجیہ فتح الباری میں مذکور ہے۔

۱۳۹ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ

۱۳۹۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب

عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ تَابَعَهُ ابْنُ عَرْعَرَةَ عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ إِذَا أَتَى الْخَلَاءَ وَقَالَ مُوْسٰى عَنْ حَمَّادٍ إِذَا دَخَلَ وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّدْخُلَ.

پائخانے جاتے تو یہ دعا پڑھتے ((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ)) یعنی اے الٰہی تحقیق میں پناہ مانگتا ہوں ساتھ تیرے ناپاک جنوں سے اور ناپاک جنیوں سے۔

فائدہ: اور کہا سعید بن زید نے حدیث بیان کی مجھ سے عبدالعزیز نے الخ تو موصول کیا ہے اس کو بخاری رحمہ اللہ نے کتاب ادب مفرد میں انس رضی اللہ عنہ سے کہ جب حضرت ﷺ پائخانہ میں جانے کا ارادہ کرتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے پس ذکر کی حدیث مثل حدیث باب کی اور یہ روایت بیان کرتی ہے مراد کو قول اس کے سے اذادخل الخلاء یعنی پائخانہ میں جانے سے پہلے یہ دعا پڑھتے تھے نہ بعد اس کے اور یہ ان جگہوں میں سے ہے جو پائخانے کے واسطے تیار کی گئیں ہوں ساتھ قرینے داخل ہونے کے اور کلام اس جگہ دو مقام میں ہے ایک یہ کہ کیا خاص ہے یہ ذکر ساتھ پائخانوں کے جو تیار کیے گئے ہوں واسطے پائخانے کے اس واسطے کہ وہاں شیطان حاضر ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آچکا ہے یا عام شامل ہے یہاں تک کہ اگر مثلاً برتن میں بول کرے گھر میں تو اس وقت بھی کہے صحیح تر دوسری بات ہے یعنی یہ ذکر پائخانوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہے جس جگہ پائخانے بیٹھے وہیں ذکر کرے جب تک کہ نہ شروع کرے پائخانے میں دوسری جگہ یہ ہے کہ یہ دعا کب پڑھے سو جو اس حالت میں اللہ کے ذکر کو مکروہ جانتا ہے وہ تفصیل کرتا ہے اوپر پائخانوں میں پس داخل ہونے سے پہلے پڑھے اور اوپر ان کے سوا اور جگہ میں پس کہے ابتدا شروع میں مانند کپڑے سمیٹنے کی مثلاً اور یہ مذہب جمہور کا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ جو بھول جائے وہ اپنے دل سے پناہ مانگے زبان سے نہ بولے اور یہ جو اس کو مطلق جائز رکھتا ہے جیسا کہ مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے تو اس کو تفصیل کی کچھ حاجت نہیں۔ (فتح)

بَابُ وَضْعِ الْمَآءِ عِنْدَ الْخَلَاءِ.

پائخانے کے پاس پانی رکھنا جائز ہے۔

١٤٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا وَرْقَآءُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ

۱۴۰۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ پائخانہ میں داخل ہوئے پس میں نے آپ کے واسطے پانی رکھ دیا یعنی استنجاء کرنے کے واسطے حضرت ﷺ نے فرمایا پانی

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعْتُ لَهٗ وَضُوْءً ا قَالَ مَنْ وَضَعَ هٰذَا فَأُخْبِرَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ.

کس نے رکھا ہے پس کسی نے آپ کو خبر دے دی سو حضرت ﷺ نے میرے حق میں دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کو دین میں سمجھ دے۔

فائدہ: حضرت ﷺ کی اس دعا کی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما حبر الامت یعنی اس امت کے عالم ہوئے اور اس حدیث میں مستحب ہونا بدلے کا ہے ساتھ دعا کے۔

بَابُ لَا تُسْتَقْبَلُ الْقِبْلَةُ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ إِلَّا عِنْدَ الْبِنَآءِ جِدَارٍ أَوْ نَحْوِهٖ.

پاخانہ یا بول کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرنا چاہیے مگر دیوار وغیرہ کی آڑ کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ مانند اس کی یعنی مانند بڑھے پتھروں کی اور کھنیوں کی اور لکڑوں کی اور سوائے ان کے پردہ کرنے والی چیزوں سے کہا اسماعیلی نے کہ نہیں باب کی حدیث میں دلالت اوپر استثناء مذکور کے اور اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک تمسک کیا ہے بخاری نے ساتھ حقیقت غائط کے اس واسطے کہ وہ مکان ہے با اطمینان زمین سے میدان میں اور یہ اس کی حقیقت لغوی ہے اگرچہ بولا جاتا ہے ہر مکان پر جو اس کے واسطے تیار کیا گیا ہو بطور مجاز کے پس خاص ہوگی ممانعت ساتھ اس کے اس واسطے کہ اصل اطلاق میں حقیقت ہے اور یہ جواب واسطے اسماعیلی کے ہے اور یہ قوی تر ہے اور ایک جواب اس کا یہ ہے کہ استثناء مستفاد ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے جو آئندہ باب میں مذکور ہے اس واسطے کہ حدیث نبی کی کل گویا ایک چیز ہے پس اگر کوئی کہے کہ کس واسطے حمل کیا ہے تم نے غائط کو اس کی حقیقت پر اور نہیں حمل کیا تم نے اس کو اس چیز پر کہ وہ عام تر ہے اس سے تا کہ شامل ہو میدان اور عمارتوں کو خاص کر صحابی حدیث کے راوی نے اس کو عموم پر حمل کیا ہے کہ یہ حدیث میدان اور عمارتوں دونوں کو شامل ہے جیسا کہ اہل مدینے کے قبلے میں آئے گا کہ ہم شام میں گئے تو ہم نے پائخانوں کو پایا کہ قبلے کی طرف بنے ہوئے ہیں سو ہم انحراف کرتے تھے اور استغفار پڑھتے تھے سو جواب یہ ہے کہ حمل کیا ابو ایوب نے لفظ غائط کو حقیقت اور مجاز دونوں میں اور یہی معتمد ہے اور شاید اس کو تخصیص کی حدیث نہیں پہنچی اور اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث نہ دلالت کرتی اوپر خاص ہونے اس کے کی ساتھ عمارتوں کی تو ہم البتہ عموم کے قائل ہوتے لیکن عمل کرنا ساتھ دونوں دلیلوں کے اولیٰ ہے ایک کے لغو کرنے سے اور جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت آئی ہے جو اس کی تائید کرتی ہے جیسا کہ ابن خزیمہ وغیرہ نے اس سے روایت کی ہے کہ تھے حضرت ﷺ منع کرتے ہم کو یہ کہ پیٹھ دیں ہم قبلے کو یا اس کی طرف منہ کریں ساتھ فرجوں اپنی کے جبکہ ہم پیشاب کریں پھر میں نے آپ کو مرنے سے ایک سال پہلے دیکھا کہ قبلے کی طرف منہ کر کے بول کرتے تھے اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث منع کی حدیث کی ناسخ نہیں برخلاف اس شخص کے جو یہ گمان کرتا ہے بلکہ وہ محمول ہے اس پر کہ اس نے آپ کو کسی بنا وغیرہ میں دیکھا اس واسطے کہ یہی ہے معلوم آپ کے حالات سے واسطے

مبالغہ کرنے آپ کے کی پردے میں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا آپ کو دیکھنا بغیر قصد کے تھا کما سیاتی ۔ پس اسی طرح روایت جابر رضی اللہ عنہ کی اور یہ دعویٰ کرنا کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے اس پر کوئی دلیل نہیں اس واسطے کہ خاصیت نہیں ثابت ہوتی ساتھ احتمال کے اور دلالت کرتی ہے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جو آئندہ آنے والی ہے اس پر کہ جائز ہے پیٹھ کرنی طرف قبلے کی وقت پاخانے کی عمارتوں میں اور دلالت کرتی ہے حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی اس پر کہ جائز ہے منہ کرنا طرف قبلے کی وقت بول کے اور اگر جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث نہ ہوتی تو البتہ حدیث ابو ایوب کی نہ خاص کی جاتی اپنے عموم سے ساتھ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مگر جواز پیٹھ دینے میں فقط اور نہیں کہا جاتا کہ قبلے کی طرف منہ کرنا ملحق ہے ساتھ اس قیاس سے اس واسطے کہ نہیں صحیح ہے لاحق کرنا اس کا ساتھ اس کے واسطے ہونے اس کے نص کی اوپر اس کے اور تحقیق تمسک کیا ہے ساتھ اس کے ایک قوم نے سو انہوں نے کہا کہ پاخانے کے وقت قبلے کی طرف منہ کرنا درست نہیں اور اس کو پیٹھ دینا درست ہے حکایت کی گئی ہے ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اور احمد رحمہ اللہ سے اور ساتھ فرق کرنے کے درمیان عمارتوں اور میدانوں کے مطلق کہا ہے جمہور نے یعنی عمارتوں میں درست ہے اور میدان میں درست نہیں اور یہ مذہب مالک اور شافعی اور احمد کا ہے اور یہ قول سب قولوں سے زیادہ ترجیح ہے واسطے کرنے اس کے کی تمام دلیلوں میں اور تائید کرتی ہے اس کی جہت نظر سے وہ چیز جو ابن منیر سے پہلے گزر چکی ہے کہ عمارتوں میں قبلے کی طرف منہ کرنا دیوار کی طرف منسوب ہے عرف میں اور بایں طور کہ جو مکان کہ اس کے واسطے تیار کیئے گئے ہیں وہ شیطانوں کی جگہ ہے پس نہیں لائق ہیں واسطے قبلہ ہونے کے برخلاف میدان کے بیچ دونوں کے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ مطلق حرام ہے اور یہی ہے مشہور ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور احمد رحمہ اللہ سے اور قائل ہے ساتھ اس کے ابو ثور صاحب شافعی رحمہ اللہ کا اور ترجیح دی ہے اس کو مالکیہ سے ابن عربی نے اور ظاہر یہ سے ابن حزم نے اور حجت ان کی یہ ہے کہ نہی مقدم ہے اباحت پر اور نہیں صحیح جانتے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا اور بعض کہتے ہیں کہ مطلق جائز ہے اور یہ قول عائشہ رضی اللہ عنہا اور عروہ رحمہ اللہ اور ربیعہ رحمہ اللہ اور داؤد رحمہ اللہ کا ہے اور ان کی حجت یہ ہے کہ حدیثوں میں تعارض واقع ہوا ہے پس چاہیے کہ رجوع کیا جائے کہ طرف اصل اباحت کی پس یہ چار مذہب مشہور ہیں علماء سے اور اس مسئلے میں تین مذہب اور ہیں ایک یہ کہ جائز ہے پیٹھ دینا عمارتوں میں فقط واسطے تمسک کے ساتھ ظاہر حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور ایک یہ کہ مطلق حرام ہے یہاں تک کہ قبلے منسوخ میں بھی اور وہ بیت المقدس ہے اور یہ محکی ہے ابراہیم اور ابن سیرین سے واسطے عمل کرنے کے ساتھ حدیث معقل کے کہ منع فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ منہ کریں ہم طرف دونوں قبلوں کی ساتھ پیشاب اور پاخانے کے روایت کی یہ حدیث ابو داؤد نے اور یہ حدیث ضعیف ہے اور بر تقدیر صحیح ہونے اس کے کی پس مراد ساتھ اس کے مدینے والے ہیں اور جو ان کی طرف میں ہے اس واسطے کہ منہ کرنا طرف بیت المقدس کی مستلزم ہے خانے کعبے کی طرف پیٹھ دینے کو پس علت قبلے

کی طرف پیٹھ کرنی ہے نہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنا اور خطابی نے دعویٰ کیا ہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنا بالاجماع حرام نہیں واسطے اس شخص کے جو اس کی طرف منہ کرنے میں کعبے کی طرف پیٹھ نہ دے اور اس میں نظر ہے واسطے اس چیز کے کہ ذکر کیا ہے ہم نے اس کو ابراہیم اور ابن سیرین سے اور بعض شافعیہ بھی اس کے ساتھ قائل ہیں اور ایک یہ کہ حرام ہونا خاص ہے ساتھ مدینے والوں کے اور جو ان کی طرف میں واقع ہے اور اپر جن لوگوں کا قبلہ مشرق یا مغرب یعنی پورب یا پچھم کی جہت میں ہے پس جائز ہے واسطے اُن کے منہ کرنا اور پیٹھ دینا مطلق واسطے عام ہونے قول حضرت ﷺ کے کہ پورب کی طرف منہ کرو یا پچھم کی طرف یہ قول ابو عوانہ کا ہے جو مزنی کا صاحب ہے اور عکس کیا ہے اس کو بخاری نے پس استدلال کیا ہے ساتھ اس کے کہ مشرق اور مغرب میں قبلہ نہیں کما سیاتی ان شاء اللہ تعالیٰ اور یہ جو کہا کہ اس کو پیٹھ نہ دے تو ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے بِبَوْلٍ اَوْ بِغَائِطٍ یعنی ساتھ پیشاب کے یا پاخانے کے اور ظاہر اس کے قول سے بِبَوْلٍ خاص ہونا نہی کا ہے ساتھ خارج ہونے نکلنے والی چیز کے شرمگاہ سے اور ہوگا سبب اس کا تعظیم قبلے کے سامنے ہونے سے ساتھ نجاست کے اور تائید کرتا ہے اس کا قول آپ کا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کہ جب ہم پیشاب کریں اور بعض کہتے ہیں کہ سبب نہی کا شرم گاہ کا کھولنا ہے بنا بر اس کے پس عام ہوگا یہ حکم ہر حالت میں کہ اس میں شرمگاہ کھلی مانند وطی کی مثلاً اور تحقیق نقل کیا ہے اس کو ابن شاش مالکی نے ایک قول اپنے مذہب میں اور شاید اس کے قائل نے تمسک کیا ہے ساتھ روایت مؤطا کے کہ اپنی شرمگاہوں سے قبلے کی طرف منہ نہ کرو لیکن یہ روایت محمول ہے اوپر حال قضا حاجت کے واسطے تطبیق کے درمیان دونوں دلیل کے اور یہ جو ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا فَنَنْحَرِفُ وَنَسْتَغْفِرُ تو اس پر کلام آئندہ آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

١٤١ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يُوَلِّهَا ظَهْرَهٗ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا.

۱۴۱۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی تم میں سے پائخانے جائے تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور نہ اس کی طرف اپنی پیٹھ کرے پورب کی طرف بیٹھا کرو یا پچھم کی طرف بیٹھا کرو۔

فائدہ: یہ مدینے والوں کو فرمایا کہ ان کا قبلہ دکن کی طرف ہے ہندوستان کا پچھم کی طرف ہے تو یہاں اتر یا دکن منہ کر کے پائخانہ بیٹھنا چاہیے۔

بَابُ مَنْ تَبَرَّزَ عَلٰى لَبِنَتَيْنِ.

دو اینٹوں پر پائخانے بیٹھنے کا بیان۔

١٤٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ

۱۴۲۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِذَا قَعَدْتَ عَلٰى حَاجَتِكَ فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَقَدِ ارْتَقَيْتُ يَوْمًا عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ لَنَا فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلًا بَيْتَ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ وَقَالَ لَعَلَّكَ مِنَ الَّذِينَ يُصَلُّونَ عَلٰى أَوْرَاكِهِمْ فَقُلْتُ لَا أَدْرِي وَاللّٰهِ قَالَ مَالِكٌ يَعْنِي الَّذِي يُصَلِّي وَلَا يَرْتَفِعُ عَنِ الْأَرْضِ يَسْجُدُ وَهُوَ لَاصِقٌ بِالْأَرْضِ.

جب تو جائے ضرورت کے واسطے بیٹھے تو نہ منہ کر طرف قبلے کی اور نہ بیت المقدس کی سو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا سو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف منہ کیے ہوئے دو کچی اینٹوں پر جائے ضرورت پھرتے دیکھا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا شاید تو ان لوگوں میں سے ہے جو اپنے چوتڑوں پر نماز پڑھتے ہیں سو میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ جائے ضرورت کے وقت قبلے کی طرف منہ کرنا جائز ہے اور مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مراد چوتڑوں پر نماز پڑھنے سے وہ شخص ہے جو نماز پڑھے اور زمین سے نہ اونچا ہو سجدہ کرے اور وہ زمین سے ملا ہوا ہے۔

فائدہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات اپنے شاگرد واسع سے کہی تھی کہ تو جو ان لوگوں کی سنی سنائی بات پر اعتماد کرکے قبلے کی طرف منہ کرکے پائخانے پھرنے کو جائز نہیں رکھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تو سنت سے واقف نہیں اگر تجھ کو سنت کا علم ہوتا تو ان کے قول کی طرف التفات نہ کرتا اور یہ جو کہا کہ تو شاید چوتڑ زمین پر لگا کر نماز پڑھتا ہے تو اس سے مراد ان کی یہ ہے کہ تو جاہل ہے کہ جیسے کہ وہ جاہل ہوتا ہے جو زمین سے چوتڑ لگا کر نماز پڑھے اس لیے کہ سجدہ میں سنت یہ ہے کہ اپنے چوتڑ کو زمین پر نہ لگائے یہ جو کہا کہ ان ناسا تو یہ اشارہ ہے طرف اس شخص کی جو نہی کو عام کہتا تھا کما سبق اور یہ مروی ہے ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے اور یہ جو کہا کہ جب تو اپنی حاجت پر بیٹھے تو یہ باعتبار غالب کے ہے نہیں تو اگر کھڑا ہو کر پائخانے پھرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور یہ جو کہا کہ اپنے گھر پر تو ایک روایت میں آئندہ آئے گا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر یعنی اس کی بہن کے اور تطبیق یہ ہے کہ کہا جائے کہ منسوب کرنا اس کا طرف ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بطور مجاز کے ہے اس واسطے کہ وہ اس کی بہن ہے یا اس اعتبار سے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حفصہ رضی اللہ عنہا کے مرنے کے بعد اس کا وارث ہوا یعنی منسوب کیا اس کو طرف نفس اپنے کی باعتبار انجام کار کے اور یہ جو کہا کہ وہ کچی اینٹوں پر تو ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا قضائے حاجت کرتے تھے آپ کے گرد کچی اینٹوں سے پردہ تھا اور ایک روایت میں ہے فی کنیف یعنی میں نے آپ کو پائخانہ میں دیکھا اور دور ہوا ساتھ اس

کے اعتراض اس شخص کا جو کہتا ہے مطلق جائز رکھنے والوں سے کہ احتمال ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کو میدان میں دیکھا ہو اور آپ کا اینٹوں پر ہونا نہیں دلالت کرتا عمارت پر واسطے اس احتمال کے کہ اس پر بیٹھے ہوں تا کہ ان کے ساتھ زمین سے اونچے ہوں اور نیز رد کرتا ہے اس احتمال کو یہ کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما میدان میں قبلے کی طرف منہ کرنے کو منع کرتے تھے مگر ساتھ پردے کے جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ نے روایت کی ہے اور نہیں قصد کیا تھا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جھانکنا حضرت ﷺ پر اس حالت میں اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ تو صرف کسی ضرورت کے واسطے چھت پر چڑھے تھے تو اتفاقاً آپ کی طرف نظر پڑ گئی جیسے کہ اس سے بیہقی کی روایت میں ہے ہاں جب اسکو حضرت ﷺ کی طرف دیکھنے کا اتفاق پڑا ایسی حالت میں بغیر قصد کے تو اس نے چاہا کہ اس کو فائدے سے خالی نہ چھوڑے پس یاد رکھا اس حکم شرعی کو اور گویا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کو پیٹھ کی طرف سے دیکھا تھا کہ جائز ہو واسطے اس کے تامل کیفیت مذکور کا بغیر محذور کے اور دلالت کی اس نے اوپر سخت ہونے حرص اس صحابی کے اوپر تلاش کرنے حضرت ﷺ کے حالات کے تا کہ ان کی پیروی کرے اور یہ جو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ شاید تو ان لوگوں میں سے ہے جو چوتڑوں پر نماز پڑھتے ہیں تو اس قول کی مناسبت یہاں مشکل ہے تو بعض کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ مراد ان کی ساتھ اس کے یہ ہو کہ جس کو اس نے خطاب کیا تھا وہ سنت کو نہیں جانتا اس واسطے کہ اگر سنت کو پہچانتا ہوتا تو البتہ جانتا فرق کو درمیان میدان کے اور اس کے غیر کے یا فرق کو درمیان خانے کعبے کے اور بیت المقدس کے اور یہ جواب کرمانی کا ہے اور نہیں پوشیدہ ہے جو اس میں تکلف ہے اور جو چیز کہ ظاہر ہوتی ہے مناسبت میں وہ چیز ہے جس پر مسلم کی حدیث دلالت کرتی ہے پس اس کے اول میں نزدیک اس کے واسع ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھتا تھا تو ناگہاں میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہیں پھر جب میں نے اپنی نماز ادا کی تو میں اس کی طرف پھرا پس کہا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ بعض لوگ کہتے ہیں پھر ذکر کی ساری حدیث سو گویا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھی اس سے سجدے کی حالت میں کوئی چیز جس کو تحقیق نہ کیا پس پوچھا اس سے ساتھ عبارت مذکورہ کے علاوہ ازیں نہیں منع ہے ظاہر کرنا مناسبت کا درمیان دونوں مسئلوں کے اور یہ کہ ایک کو دوسرے کے ساتھ تعلق ہے بایں طور کے کہا جائے کہ شاید جو سجدے کی حالت میں چوتڑوں کو پیٹ کے ساتھ ملاتا تھا وہ گمان کرتا تھا کہ اپنی شرمگاہ کے ساتھ قبلے کی طرف منہ کرنا ہر حال میں منع ہے کما قدمنا یعنی تو سجدے کی حالت میں اسی واسطے اپنے چوتڑوں کو پیٹ سے ملاتا تھا کہ اس حالت میں بھی شرمگاہ کا قبلے کے سامنے ہونا لازم نہ آئے اور اصول نماز کے چار ہیں قیام اور رکوع اور سجود اور قعود اور جوڑنا شرمگاہ کا بیچ ان کے دونوں چوتڑوں میں ممکن ہے مگر جب سجدے میں ایک چوتڑ کو دوسرے سے دور رکھے سو اس نے دیکھا کہ چوتڑوں کے ملانے میں ساتھ پیٹ کے جوڑتا ہے واسطے فرج کے یعنی تا کہ کمال پردہ ہو پس کیا اس کو بطور بدعت کے اور سنت اس کے برخلاف ہے اور پردہ ہونا ساتھ کپڑوں کے کافی ہے بیچ اس کے جیسے کہ دیوار کافی ہے بیچ ہونے اس کے کی پردہ حائل درمیان قبلے

اور شرمگاہ کے اگر ہم کہیں کہ سبب نہی کا منہ کرنا ہے ساتھ شرمگاہ پس جب حدیث بیان کی ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تابعی کو ساتھ حکم اول کے تو اشارہ کیا واسطے اس کے طرف حکم دوسرے کی واسطے تنبیہ کرنے کے اس چیز پر کہ گمان کیا اس کو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے اس نماز میں جو اس کو پڑھتے دیکھا تھا اور یہ جو کہا واسع نے کہ میں نہیں جانتا تو یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ نہیں معلوم ہے اس کو کچھ اس چیز سے کہ گمان کیا اس کو ساتھ اس کے۔ (فتح)

بَابُ خُرُوْجِ النِّسَآءِ إِلَى الْبَرَازِ.

باب ہے بیان میں نکلنے عورتوں کی طرف پائخانہ کی۔

فائدہ: براز ساتھ زبر ب کی میدان فراخ کو کہتے ہیں اور ساتھ زیر کے پائخانہ کو۔

۱۴۳ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا تَبَرَّزْنَ إِلَى الْمَنَاصِعِ وَهُوَ صَعِيْدٌ أَفْيَحُ فَكَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْجُبْ نِسَآءَكَ فَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي عِشَآءً وَكَانَتِ امْرَأَةً طَوِيْلَةً فَنَادَاهَا عُمَرُ أَلَا قَدْ عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ حِرْصًا عَلَى أَنْ يَّنْزِلَ الْحِجَابُ فَأَنْزَلَ اللهُ ايَةَ الْحِجَابِ.

۱۴۳۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں جب فراخ میدان کی طرف پائخانہ کو جاتیں تو رات کو نکلا کرتی تھیں اور عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے کہ آپ اپنی بیویوں کو پردہ کراؤ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نہیں کراتے تھے سو سودہ زمعہ کی بیٹی (جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھی) ایک رات عشاء کے وقت نکلی اور تھی لمبی قد کی۔ پس عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پکارا کہ خبردار ہو اے سودہ ہم نے تجھ کو پہچان لیا ہے واسطے حرص کرنے کے پردہ اترے سو اللہ نے حجاب کو اتارا۔

فائدہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس واسطے پردہ نہیں کراتے تھے کہ آپ امور شرعیہ میں وحی کی انتظاری کرتے تھے سو جب وحی نازل ہوئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کرایا مگر رات کو جائے ضرور کے واسطے میدان کی طرف نکلنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بیوں کو بعد اترنے پردہ کے بھی جائز رہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ غرض تھی کہ ان کا رات کو نکلنا بھی بند ہو جائے پائخانہ کے واسطے بھی نہ نکلیں سو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس خیال کے موافق حکم نہ اتارا بلکہ ان کو رات کے وقت جائے ضرور کے واسطے میدان کی طرف نکلنے کی اجازت دے دی اس سے معلوم ہوا کہ پردہ والی عورتیں اگر رات کو پائخانہ کے واسطے باہر میدان کی طرف نکلیں تو جائز ہے اور امت کی عورتوں کے پردہ کا حکم کسی حدیث صریح صحیح سے ثابت نہیں ہوا

لیکن بہر حال پردہ اُن کے حق میں بہتر ہے خاص کر اس زمانہ میں کہ عورتوں سے حیا اور شرم جاتا رہا ہے اور فتنہ کا بہت خوف ہے ایسی حالت میں تو پردہ کرنے میں نہایت ہی احتیاط ہے اور یہ جو کہا کہ اپنی بی بیوں کو پردہ کراؤ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو گھروں سے نکلنے سے منع کرو اس دلیل سے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بعد نازل ہونے آیت حجاب کے کہا سودہ رضی اللہ عنہا کو جو کچھ کہ کہا جیسے کہ عنقریب آتا ہے اور احتمال ہے کہ اول اس کی یہ مراد ہو کہ ان کو منہ ڈھانکنے کا حکم ہو پس جب واقع ہوا حکم موافق ان کی مراد کے تو پھر یہ چاہا کہ ان کے بدن بھی پردے میں ہوں واسطے مبالغے کے ستر میں تو نہ حاصل ہوئی مراد ان کی واسطے ضرورت کے اور یہ دونوں احتمال سے ظاہر تر ہے اور پردے کی آیت کا اترنا عمر رضی اللہ عنہ کے موافقات سے گنا جاتا تھا اور بنا بر اس کے پس تھے واسطے اُن کے بیچ پردہ کرنے کے نزدیک قضا حاجت کے کئی حالات اول حال اندھیرے میں تھے اس واسطے کہ وہ قضائے حاجت کے واسطے فقط رات کو نکلتی تھیں دن کو باہر نہیں نکلتی تھیں جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث میں کہا کہ رات کو نکلا کرتی تھیں پھر حجاب کی آیت اتری تو انہوں نے کپڑوں سے پردہ کیا لیکن ان کے بدن اکثر اوقات جدا جدا معلوم ہوتے تھے اور بدنوں سے پہچانی جاتی تھیں اسی واسطے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوسری بار آیت اترنے کے بعد سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ قسم ہے اللہ کی تم ہم پر پوشیدہ نہیں ہو پھر اس کے بعد گھروں میں پائخانے بنائے گئے تو اُن کے ساتھ پردے میں ہوئیں جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے افک کے قصے میں کہا کہ یہ پائخانوں کے بنانے سے پہلے تھا اور افک کا قصہ حجاب کی آیت کے نازل ہونے سے پہلے تھا اور یہ جو کہا کہ پھر اللہ نے حجاب کو اتارا تو مراد اس سے یہ آیت ہے ﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ ﴾ الآیۃ اور اس کے شان نزول میں اختلاف ہے اور تطبیق یہ ہے کہ اس کے اترنے کی کئی سبب ہیں۔ (فتح)

حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ أُذِنَ أَنْ تَخْرُجْنَ فِيْ حَاجَتِكُنَّ قَالَ هِشَامٌ يَعْنِي الْبَرَازَ.

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے تم کو پائخانہ کے واسطے نکلنے کی اجازت دی ہشام نے کہا کہ حاجت سے مراد جائے ضرور ہے۔

فائدہ: یہ حدیث مفصل تفسیر میں آئے گی اور اس کا حاصل یہ ہے کہ حجاب اترنے کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اپنی حاجت کے واسطے باہر نکلیں اور ان کا بدن بڑا تھا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا پس کہا اے سودہ تم ہم پر پوشیدہ نہیں ہو پس دیکھو کیسے نکلتی ہو تو وہ پھریں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اور آپ رات کا کھانا کھاتے تھے سو آپ کو وحی ہوئی پھر آپ نے فرمایا کہ تم کو اجازت ہوئی کہ تم قضائے حاجت کے واسطے باہر نکلو۔ ابن بطال نے کہا کہ فقہ اس حدیث کی یہ ہے کہ جائز ہے واسطے عورتوں کے تصرف کرنا اس چیز میں کہ ان کو اس کی حاجت ہے اپنی بھلائیوں سے اور اس میں مراجعت ادنیٰ کی ہے واسطے اعلیٰ کے اس چیز میں کہ ظاہر ہو اس کے واسطے کہ وہ ٹھیک ہے اور جس

جگہ عیب جوئی مقصود نہ ہو اور اس میں فضیلت ہے واسطے عمر رضی اللہ عنہ کے اور یہ کہ جائز ہے مردوں کو کلام کرنا ساتھ عورتوں کے راہوں میں واسطے ضرورت کے اور جائز ہے سختی کرنی کلام میں واسطے اس شخص کے کہ خیر کا قصد رکھتا ہو اور یہ کہ جائز ہے واسطے مرد کے یہ کہ وعظ کرے اپنی ماں کو دین میں اس واسطے کہ سودہ رضی اللہ عنہا مسلمانوں کی ماؤں میں سے ہے اور یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے انتظار کرتے وحی کی شرع کے کاموں میں اس واسطے کہ نہیں حکم کیا ان کو ساتھ حجاب کے باوجود ظاہر ہونے حاجت کے طرف اس کی یہاں تک کہ آیت اتری اور اسی طرح اجازت آپ کی واسطے اُن کے ساتھ باہر نکلنے کے۔ (فتح)

بَابُ التَّبَرُّزِ فِي الْبُيُوْتِ. گھروں میں پاخانہ پھرنے کا بیان۔

فائدہ: مراد بخاری کی ساتھ اس باب کے یہ ہے کہ اشارہ کرے طرف اس کی کہ نکلنا عورتوں کا واسطے پائخانے کی ہمیشہ نہیں رہا بلکہ اس کے بعد گھروں میں پائخانے بنائے گئے تو باہر نکلنے سے بے پرواہ ہوئیں مگر واسطے ضرورت کے۔ (فتح)

١٤٤ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ ارْتَقَيْتُ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِيْ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِيْ حَاجَتَهٗ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ.

۱۴۴۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں اپنی کسی حاجت کے واسطے حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھا سو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلے کی طرف پیٹھ دیے ہوئے شام کی طرف منہ کیے ہوئے پائخانہ پھرتے دیکھا۔

١٤٥ ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ أَنَّ عَمَّهٗ وَاسِعَ بْنَ حَبَّانَ أَخْبَرَهٗ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهٗ قَالَ لَقَدْ ظَهَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتِنَا فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا عَلٰى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ.

۱۴۵۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا سو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھر میں پائخانہ پھرنا جائز ہے۔

بَابُ الْإِسْتِنْجَآءِ بِالْمَآءِ. پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کا بیان۔

فائدہ: مراد بخاری رحمہ اللہ کی ساتھ اس باب کے رد کرنا ہے اس شخص پر جو اس کو مکروہ کہتا ہے اور اس پر جو نفی کرتا ہے واقع ہونے اس کے کی حضرت ﷺ سے اور تحقیق روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے ساتھ صحیح سندوں کے کہ کسی نے اس سے پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کا حکم پوچھا تو اس نے کہا کہ اس وقت ہمیشہ میرے ہاتھ میں گندگی رہے گی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ پانی کے ساتھ استنجاء نہیں کرتے تھے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم یہ کام نہیں کرتے تھے اور مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت ﷺ نے پانی کے ساتھ استنجاء نہیں کیا اور ابن حبیب مالکی سے روایت ہے کہ اس نے پانی کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع کیا اس واسطے کہ وہ کھانے کی چیز ہے۔(فتح)

١٤٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ مُعَاذٍ وَاسْمُهُ عَطَآءُ بْنُ أَبِيْ مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ أَجِيْءُ أَنَا وَغُلَامٌ مَعَنَا إِدَاوَةٌ مِّنْ مَّآءٍ يَعْنِيْ يَسْتَنْجِيْ بِهٖ.

١٤٦۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب جائے ضرور کے واسطے نکلتے یعنی میدان میں تو میں اور ایک لڑکا اپنے ساتھ پانی کی چھاگل لے آتے یعنی حضرت ﷺ اس کے ساتھ استنجاء کرتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی کے ساتھ استنجاء کرنا چاہیے ایک روایت میں ہے کہ حضرت ﷺ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ میں اور ایک لڑکا پانی کا برتن لے جاتے تھے اس سے حضرت ﷺ استنجاء کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ﷺ ہم پر نکلے اور حالانکہ آپ نے پانی کے ساتھ استنجاء کیا تھا اور تحقیق ظاہر ہوا ساتھ ان روایتوں کے کہ استنجے کی حکایت انس رضی اللہ عنہ کے قول سے ہے جو اس حدیث کے راوی ہیں پس اس میں رد ہے اصیلی پر جس جگہ اس نے تعاقب کیا ہے بخاری رحمہ اللہ پر بیچ استدلال کرنے اس کے کی ساتھ اس حدیث کے اوپر استنجاء کرنے کے ساتھ پانی کے کہا اس نے اس واسطے کہ قول اس کا یَسْتَنْجِيْ بِالْمَآءِ انس رضی اللہ عنہ کے قول سے نہیں بلکہ ابو الولید کے قول سے ہے جو تلے کے راویوں میں سے ہے اور کہا احتمال ہے کہ یہ پانی آپ کے وضو کے واسطے ہو اور تحقیق باطل ہو گیا یہ احتمال ساتھ ان روایتوں کے جن کو ہم نے ذکر کیا اور اسی طرح رد ہے اس شخص پر جو گمان کرتا ہے کہ قول اس کا یَسْتَنْجِيْ بِالْمَآءِ مدرج ہے عطا راوی کے قول سے اور تحقیق بیان کیا ہم نے کہ یہ انس رضی اللہ عنہ کے قول سے ہے۔(فتح)

بَابُ مَنْ حُمِلَ مَعَهُ الْمَآءُ لِطُهُوْرِهٖ وَقَالَ باب ہے بیان میں اس شخص کے کہ اٹھایا جائے ساتھ

أَبُو الدَّرْدَآءِ أَلَيْسَ فِيكُمْ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالطَّهُوْرِ وَالْوِسَادِ.

اس کے پانی تا کہ اس کے ساتھ پاک ہو یعنی ایک شخص کے استنجاء وغیرہ کے واسطے اس کے ساتھ پانی اٹھا کر لے جانا جائز ہے اور ابوالدرداء نے کہا کہ کیا تم میں صاحب دو جوتوں کا اور پانی کا اور تکیہ کا نہیں۔

فائدہ: یہ بات ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمائی کہ وہ ہمیشہ اپنے ہاتھ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتا پہنایا کرتے تھے اور پانی کی ایک چھاگل بھی ہمیشہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھائے رہتے تھے اور تکیہ بھی اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عالم کے واسطے کوئی شاگرد یا خادم لوٹا پانی کا اپنے ساتھ اٹھا لے تو جائز ہے اور صاحب جوتے کے درحقیقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صاحب جوتے کا بطور مجاز کے کہا گیا اور غلام کے لفظ کبھی بڑے آدمی پر بھی بولے جاتے ہیں بطور مجاز کے۔

١٤٧ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي مُعَاذٍ هُوَ عَطَآءُ بْنُ أَبِي مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ تَبِعْتُهُ أَنَا وَغُلَامٌ مِنَّا مَعَنَا إِدَاوَةٌ مِّنْ مَّآءٍ.

۱۴۷۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانے کے واسطے نکلتے تو میں اور ایک لڑکا ہمارا پانی کی ایک چھاگل اپنے ساتھ اٹھا کر ان کے پیچھے جاتے۔

بَابُ حَمْلِ الْعَنَزَةِ مَعَ الْمَآءِ فِي الْإِسْتِنْجَآءِ.

استنجے کے پانی کے ساتھ برچھی کا اٹھانا۔

١٤٨ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَآءِ بْنِ أَبِي مَيْمُوْنَةَ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَأَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ إِدَاوَةً مِّنْ مَّآءٍ وَعَنَزَةً يَسْتَنْجِيْ بِالْمَآءِ تَابَعَهُ النَّضْرُ وَشَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ الْعَنَزَةُ عَصًا عَلَيْهِ زُجٌّ.

۱۴۸۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پائخانہ میں داخل ہوتے سو میں اور ایک لڑکا پانی کی چھاگل اور برچھی اٹھا لیتے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء کرتے۔ شعبہ رحمہ اللہ نے کہا کہ عنزہ اس لاٹھی کو کہتے ہیں جس کے سر پر نوکدار لوہا لگا ہو۔

فائدہ: لڑکے سے مراد یہاں ان حدیثوں میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے یا بلال رضی اللہ عنہ او رعادت شریف جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تھی کہ خادم برچھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکھتے تھے تا پیشاب کے لیے زمین نرم کرلیں یا ڈھیلے زمین سے اکھاڑ لیں یا کچھ اور ضرورت پیش آئے تو اس میں کام آئے یہ جو کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پائخانے میں داخل ہوتے تو مراد پائخانے سے وہ پائخانہ نہیں جو بنا ہوا ہو بلکہ مراد اس سے میدان ہے واسطے قول اس کے کی کہ دوسری روایت میں ہے کَانَ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ یعنی جب قضائے حاجت کے واسطے باہر نکلتے تھے اور اس قرینے سے کہ پانی کے ساتھ برچھی اٹھائی جاتی تھی پس تحقیق نماز طرف برچھی کے سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہوتی ہے جس جگہ کہ اس کے سوا کوئی اور سترہ نہ ہو اور نیز پس جو پائخانے کہ گھروں میں تھے تو تھی خدمت آپ کی ان میں متعلق ساتھ گھر والوں کے اور بعض نے بخاری رحمہ اللہ کے باب باندھنے سے یہ سمجھا ہے کہ برچھی آپ کے ساتھ اس واسطے اٹھائی جاتی تھی کہ تا کہ آپ پردہ کریں ساتھ اس کے واسطے پائخانہ بیٹھنے کے اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ ضابطہ سترے کا اس امر میں وہ چیز ہے جو نیچے بدن کو چھپائے اور برچھی چھپا نہیں سکتی ہاں احتمال ہے کہ اس کو اپنے آگے گاڑ کر اس پر کپڑا رکھتے ہوں جو چھپانے والا ہو یا اس کو اپنے پہلو میں ایک طرف گاڑتے ہوں تا کہ ہو اشارہ طرف منع کرنے اس شخص کے جو آپ کے نزدیک سے گزرنے کا قصد کرے یا احتمال ہے کہ سخت زمین کو کھودنے کے واسطے ہو یا واسطے منع کرنے اس چیز کے کہ پیش آئے آپ کو کاٹنے والے جانوروں سے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے واسطے بہت دور جایا کرتے تھے یا اس واسطے اٹھایا جاتا تھا کہ جب استنجاء کرتے تھے تو وضو کرتے اور جب وضو کرتے تھے تو نماز پڑھتے تھے اور یہ وجہ سب وجہوں سے ظاہر تر ہے اور آگے آئے گا باب باندھنا اوپر برچھی کے بیچ سترے نمازی کے نماز میں اور استدلال کیا ہے بخاری رحمہ اللہ نے ساتھ اس حدیث کے اوپر دھونے پیشاب کے کما سیاتی اور اس میں جواز خدمت لینے کا ہے یعنی جائز ہے خدمت لینی آزاد مردوں سے خاص کر جب کہ معین کی گئی ہوں واسطے اس کے تا کہ حاصل ہو واسطے ان کے عادت تواضع کی اور اس سے معلوم ہوا کہ عالم کی خدمت میں بزرگی ہے اس واسطے کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس وجہ سے مدح کی اور اس میں حجت ہے ابن حبیب مالکی پر جس جگہ کہ منع کیا ہے اس نے پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کو اس واسطے کہ وہ کھانے کی چیز ہے اس واسطے کہ مدینے کا پانی میٹھا تھا۔ (فتح)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِسْتِنْجَآءِ بِالْيَمِيْنِ. باب ہے بیان میں اس کے کہ داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنا منع ہے۔

فائدہ: اور تعبیر کی ساتھ نہی کے واسطے اشارت کی طرف اس کی کہ نہیں ظاہر ہوئی واسطے اس کے کوئی بات کہ وہ حرام ہونے کے واسطے یا تنزیہ کے واسطے یا نہیں ظاہر ہوا واسطے اس کے قرینہ جو پھیرنے والا ہو نہی کو حرام ہونے سے اور وہ یہ ہے کہ یہ ایک ادب ہے ادبوں میں سے اور جمہور کا یہ مذہب ہے کہ یہ نہی واسطے تنزیہ کے ہے اور اہل ظاہر کا یہ

مذہب ہے کہ وہ واسطے حرام کرنے کے ہے اور شافعیہ کی ایک جماعت کی کلام میں وہ چیز ہے جو مشعر ہے ساتھ اس کے لیکن نووی نے کہا کہ جو کوئی ان میں سے کہتا ہے کہ داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنا درست نہیں تو اس کی مراد یہ ہے کہ یہ مباح نہیں جس کی دونوں طرف برابر ہو بلکہ مکروہ ہے راجح ہے ترک کرنا اس کا اور باوجود قائل ہونے کے ساتھ حرمت کے پس جس نے اس کو کیا اس نے برا کیا اور کفایت کرتا ہے اس کو اور اہل ظاہر اور بعض حنابلہ کہتے ہیں کہ نہیں کفایت کرتا استنجاء کرنا ساتھ داہنے ہاتھ کے اور یہ اختلاف اس وقت ہے جب کہ ہاتھ کے ساتھ کسی اور چیز سے استنجاء کرے مانند پانی وغیرہ کی اور لیکن فقط ہاتھ سے استنجاء کرنا بغیر کسی اور چیز کے پانی وغیرہ سے تو یہ بالاتفاق حرام ہے نہیں کفایت کرتا اور بایاں ہاتھ اس میں مانند داہنے کی ہے۔ واللہ اعلم۔

١٤٩ ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ هُوَ الدَّسْتَوَآئِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَآءِ وَإِذَا أَتَى الْخَلَآءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِيْنِهٖ.

۱۴۹۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کوئی چیز پیے تو دم نہ لے پانی میں اور جب پائخانہ میں آئے تو نہ چھوئے اپنے ذکر کو داہنے ہاتھ سے اور نہ ڈھیلے پونچے داہنے ہاتھ سے۔

فائدہ: پانی پینے کے وقت دم چھوڑنے کو اس واسطے منع فرمایا کہ اکثر اوقات دم لینے سے پانی میں تھوک یا کوئی اور چیز پڑ جاتی ہے اور پانی میں مل جاتی ہے پس اس کو پینے والا مکروہ جانتا ہے اور نیز یہ فعل چارپایوں کا ہے اور سنت پانی پینا اس طور سے ہے کہ تین دم میں پانی پیے جب ایک دم پی لے تو اس کو منہ سے جدا کر دے پھر دوسرے دم میں اسی طرح کرے اور یہ جو کہا کہ پانی میں دم نہ لے تو یہ نہی واسطے ادب سکھلانے کے ہے واسطے ارادہ زیادتی کے ستھرائی میں اور یہ جو کہا کہ اپنے داہنے ہاتھ سے استنجاء نہ کرے تو خطابی نے اس جگہ یہ اعتراض کیا ہے کہ ڈھیلے لینے والا جب اپنے بائیں ہاتھ سے ڈھیلا لے تو یہ مستلزم ہوگا ذکر کے چھونے کو ساتھ داہنے ہاتھ کے اور دونوں کو نہی شامل ہے پھر خطابی نے اس کا جواب دیا جس میں نظر ہے اور تحقیق تعاقب کیا ہے اس کا طیبی نے ساتھ اس کے کہ نہی ڈھیلا لینے سے ساتھ داہنے ہاتھ کے خاص ہے ساتھ دبر کے اور نہی ہاتھ لگانے سے خاص ہے ساتھ ذکر کے پس باطل ہوا اعتراض اپنی جڑھ سے لیکن یہ جو طیبی نے دعویٰ کیا ہے کہ ڈھیلا لینا دبر یعنی پیچھے کے ساتھ خاص ہے تو یہ دعویٰ اس کا مردود ہے اور چھونا اگرچہ ذکر کے ساتھ خاص ہے لیکن لاحق ہے ساتھ اس کے دبر قیاس سے اور ذکر کا جو صریح نام لیا تو اس کے واسطے کوئی مفہوم نہیں بلکہ عورت کی شرمگاہ بھی اسی طرح ہے کہ اس کو چھونا بھی عورت کے واسطے منع ہے او

رسوائے اس کے کچھ نہیں کہ خاص ذکر کو ذکر کیا اس واسطے کہ اکثر اوقات مرد ہی مخاطب ہیں اور عورتیں بھی مانند مردوں کی ہیں احکام میں مگر جو خاص ہے اور ٹھیک بات اس صورت میں جس کو خطابی نے وارد کیا ہے وہ چیز ہے جو کہی ہے امام الحرمین نے اور جو ان کے بعد ہیں مانند غزالی کی کہ وہ گزارے عضو کو اپنے بائیں ہاتھ سے اس چیز پر کہ پکڑے اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے اس حال میں کہ داہنا ہاتھ قرار پکڑنے والا ہو نہ ہلنے والا پس نہیں گنا جاتا مرد ڈھیلے لینے والا داہنے ہاتھ سے اور نہ چھونے والا اس کو اور جس نے دعویٰ کیا کہ وہ اس حال میں اپنے داہنے ہاتھ سے ڈھیلا لینے والا ہوتا ہے تو بے شک اس نے غلطی کی بلکہ وہ تو صرف اس شخص کی مانند ہے کہ استنجے کے وقت اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالے۔

بَابُ لَا يُمْسِكُ ذَكَرَهُ بِيَمِيْنِهِ إِذَا بَالَ. باب ہے اس بیان میں کہ جب پیشاب کرے داہنے ہاتھ سے اپنے ذکر کو نہ پکڑے۔

فائدہ: اشارہ کیا ہے بخاری رحمہ اللہ نے ساتھ اس باب کے طرف اس کی کہ منع مطلق چھونے ذکر کے سے ساتھ داہنے ہاتھ کے جیسا کہ پہلے باب میں ہے محمول ہے مقید پر ساتھ حالت بول کے تو جو چیز اس کے سوا ہے وہ جائز ہوگی اور بعض عالموں نے کہا کہ وہ بھی منع ہے بطریق اولیٰ اس واسطے کہ منع کیا اس سے باوجود گمان حاجت کے اس حالت میں اور پیچھا کیا ہے اس کا ابو محمد بن ابی جمرہ نے ساتھ اس طور کے کہ گمان حاجت کا نہیں خاص ہے ساتھ حالت استنجے کے اور سوائے اس کے نہیں کہ خاص کیا گیا ہے منع ساتھ حالت بول کے اس جہت سے کہ جو کسی چیز کا ہمسایہ ہو اس کو اس کا حکم دیا جاتا ہے سو جب داہنے ہاتھ سے استنجاء منع ہوا تو ذکر کو چھونا بھی منع ہوا واسطے اکھاڑنے مادے کے جڑھ سے پھر استدلال کیا اس نے جائز ہونے پر ساتھ قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے طلق بن علی کے جب کہ اس نے آپ سے ذکر کے چھونے کا حکم پوچھا کہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ وہ تیرے بدن کا ایک ٹکڑا ہے پس دلالت کی اس نے اوپر جائز ہونے کے ہر حال میں پس نکل گئی حالت بول کے ساتھ اس حدیث صحیح کے اور اس کے سوا ہر حال میں ذکر کو چھونا جائز ہوا۔ انتہی۔ اور جس حدیث کی طرف اس نے اشارہ کیا ہے وہ صحیح یا حسن ہے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ حمل مطلق کا اوپر مقید کے عالموں کے درمیان متفق علیہ نہیں اور جو اس کا قائل ہے وہ اس میں کئی شرطیں کرتا ہے لیکن ابن دقیق العید نے تنبیہ کی ہے اس پر کہ محل اختلاف کا تو صرف اُس جگہ ہے جس جگہ حدیث کا مخرج غیر ہو اس طور سے کہ دو حدیثیں جدا جدا گنی جائیں لیکن جب مخرج ایک ہو اور اس میں اختلاف بعض راویوں کی طرف سے ہو تو لائق ہے حمل کرنا مطلق کا مقید پر بغیر خلاف کے اس واسطے کہ تقیید اس وقت ہوگی زیادتی عادل کی پس قبول ہوگی او ر یہ جو کہا کہ نہ پکڑے اپنے ذکر کو داہنے ہاتھ سے تو یہ مطابق ہے واسطے قول اس کے کی ترجمہ میں **لا یمسك** اور اسی طرح مسلم میں بھی مسک کے ساتھ تعبیر کیا ہے ہمام کی روایت میں یحییٰ سے اور استنباط کیا ہے اس سے بعض نے

منع ہونا استنجے کا اس ہاتھ سے کہ اس میں انگوٹھی ہو جس میں کہ اللہ کا نام کھدا ہوا ہو اس واسطے کہ نہی اس میں واسطے تعظیم داہنے ہاتھ کے ہے تو یہ بطریق اولیٰ منع ہوگا اور جو مالک سے نہ مکروہ ہونا مروی ہے تو تحقیق انکار کیا ہے اس سے انہوں نے جو اس کے یاروں میں سے حذاق ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حکمت بیچ نہی کے واسطے ہونے داہنے ہاتھ کے تیار کیا گیا واسطے کھانے کے ساتھ اس کے پس اگر اس ساتھ استنجاء کرے تو ممکن ہے کہ یاد کرے اس کو نزدیک کھانے کے پس ایذا پائے گا ساتھ اس کے۔ واللہ اعلم۔

١٥٠ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذَنَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَلَا يَسْتَنْجِي بِيَمِينِهِ وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ.

١٥٠۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی پیشاب کرے تو نہ پکڑے اپنے ذکر کو داہنے ہاتھ سے اور نہ استنجاء کرے داہنے ہاتھ سے اور نہ دم لے پانی کے برتن میں۔

بَابُ الْإِسْتِنْجَآءِ بِالْحِجَارَةِ.

پتھروں سے استنجاء کرنے کا بیان۔

فائدہ: مراد ساتھ اس ترجمہ کے رد کرنا ہے اس شخص پر جو گمان کرتا ہے کہ استنجاء خاص ہے ساتھ پانی کے اور دلالت اس پر اس کی استنفض بها سے ہے اس واسطے کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ میں استنجاء کروں۔

١٥١ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو الْمَكِّيُّ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اتَّبَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَكَانَ لَا يَلْتَفِتُ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقَالَ ابْغِنِي أَحْجَارًا أَسْتَنْفِضْ بِهَا أَوْ نَحْوَهُ وَلَا تَأْتِنِي بِعَظْمٍ وَلَا رَوْثٍ فَأَتَيْتُهُ بِأَحْجَارٍ بِطَرَفِ ثِيَابِي فَوَضَعْتُهَا إِلَى جَنْبِهِ وَأَعْرَضْتُ عَنْهُ فَلَمَّا قَضَى أَتْبَعَهُ بِهِنَّ.

١٥١۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیچھے لگا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپ پائخانہ کو نکلے تھے اور عادت شریف آپ کی یہ تھی کہ چلتے وقت آپ ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے سو میں آپ سے قریب ہوا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لیے پتھر تلاش کر جن سے میں استنجاء کروں اور نہ لاؤ میرے پاس ہڈی اور نہ لید سو لایا میں آپ کے پاس پتھر اپنے کپڑے کے کنارے میں سو میں نے پتھروں کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں رکھ دیا اور میں نے آپ سے منہ پھیر لیا سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پائخانہ سے فارغ ہوئے تو ان کو پائخانہ کے پیچھے لگایا یعنی ان کے ساتھ استنجاء کیا۔

فائدہ: اور یہ جو کہا کہ نہ لاؤ میرے پاس ہڈی اور نہ لید تو گویا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کیا کہ سمجھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

قول آپ کے سے کہ میں استنجاء کروں کہ جو چیز اثر کو دور کرے اور پاک وصاف کرے وہ کافی ہے اور نہیں خاص ہے یہ ساتھ پتھروں کے سو تنبیہ کی ساتھ اختصار کرنے اس کے کی نہی میں اوپر ہڈی اور لید کے اس پر کہ جو چیز ان دونوں کے سوا ہے وہ کافی ہے اور اگر ہوتا استنجاء کرنا خاص ساتھ پتھروں کے جیسے کہ بعض حنابلہ اور ظاہر یہ کہتے ہیں تو نہ ہوتی واسطے خاص کرنے ان دونوں کے ساتھ نہی کے کوئی معنی اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خاص کئے گئے پتھر ساتھ ذکر کے واسطے بہت ہونے وجود اس کے کی اور زیادہ کیا ہے بخاری رحمہ اللہ نے بیچ مبعث کے اس حدیث میں کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ کیا ہے حال ہڈی اور لید کا فرمایا کہ وہ دونوں جنوں کے کھانے میں سے ہیں اور ظاہر اس تعلیل سے خاص ہونا منع کا ہے ساتھ ان دونوں کے ہاں لاحق کی گئی ہیں ساتھ ان کے تمام وہ چیزیں جن کو آدمی کھاتے ہیں واسطے قیاس باب اولیٰ کے اور اسی طرح تعظیم والی چیزیں جیسے کہ علم کی کتابوں کے ورق ہیں اور جو کہتا ہے کہ علت نہی کی لید سے اس کا ناپاک ہونا ہے تو لاحق کیا ہے اُس نے اس کے ساتھ ہر ناپاک چیز کو اور ناپاک کرنے والی کو اور علت نہی کی ہڈی سے ہونا اس کا ہے لزوجت والی پس نہ دور کرے گی دور کرنا پورا لاحق کی ہے اس نے ساتھ اس کے وہ چیز کہ اس کے معنی میں ہے مانند کچ صاف پھسلنے والے کے اور تائید کرتی ہے اس کی جو دارقطنی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ منع فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ استنجاء کیا جائے ساتھ ہڈی کے یا لید کے اور فرمایا کہ وہ دونوں چیزیں پاک نہیں کرتیں اور اس میں رد ہے اس شخص پر جو گمان کرتا ہے کہ استنجاء ان کے ساتھ کافی ہے اگرچہ منع ہے اور اس حدیث میں جواز اتباع سرداروں کا ہے اگرچہ نہ حکم کریں ساتھ اس کے اور خدمت لینا امام کا اپنی بعض رعیت سے اور منہ پھیرنا پائخانہ بیٹھنے والے سے اور مدد کرنی اوپر حاضر کرنے اس چیز کے کہ استنجاء کرے ساتھ اس کے اور تیار کرنا اس کا نزدیک اس کے تا کہ نہ محتاج ہو طرف تلاش اس کی کے بعد فراغت کے پس نہ امن میں ہو آلودہ ہونے سے۔ (فتح)

بَابُ لَا يُسْتَنْجٰى بِرَوْثٍ.

لید کے ساتھ استنجاء نہ کرنے کا بیان۔

۱۵۲ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ لَيْسَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ ذَكَرَهُ وَلٰكِنْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُوْلُ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَائِطَ فَأَمَرَنِيْ أَنْ اٰتِيَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ وَالْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ أَجِدْهُ فَأَخَذْتُ

۱۵۲۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پائخانہ کو آئے پس مجھ کو تین پتھر لانے کا حکم کیا سو میں نے پایا یعنی دو پتھروں کو اور تیسرے کو تلاش کیا پس میں نے نہ پایا سو میں نے لید کو پکڑا یعنی بجائے تیسرے کے سو اس کو میں آپ کے پاس لایا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں پتھروں کو لے لیا اور لید کو پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ نجاست اور پلیدی ہے۔

رَوْثَةً فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى
الرَّوْثَةَ وَقَالَ هٰذَا رِكْسٌ وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ
بْنُ يُوْسُفَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ
حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ.

فائدہ: بعض روایتوں میں آیا ہے کہ ہڈی جنوں کی خوراک ہے اور لید ان کے جانوروں کی خوراک ہے اس لیے حضرت ﷺ نے لید اور ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنا منع فرمایا یہ جو کہا کہ میں نے نہ پایا یعنی تیسرا پتھر اور یہ جو کہا کہ تین پتھر تو اس میں عمل ہے ساتھ اس چیز کے کہ دلالت کرتی ہے اس پر نہی بیچ حدیث سلمان رضی اللہ عنہ کے حضرت ﷺ سے کہ نہ استنجاء کرے کوئی ساتھ کم کے تین پتھروں سے روایت کی یہ حدیث مسلم نے اور لیا ہے اس کو شافعی اور احمد اور اصحاب حدیث نے پس شرط کی ہے انہوں نے کہ نہ کم کرے تین سے ساتھ رعایت صاف کرنے کی اور جب تین کے ساتھ صاف نہ ہو تو زیادہ کیے جائیں یہاں تک کہ پاک ہو اور مستحب ہے اس وقت طاق لینا ڈھیلوں کا واسطے قول حضرت ﷺ کے کہ جو ڈھیلا لے تو چاہیے کہ طاق لے اور نہیں واجب واسطے زیادتی کے کہ ابو داؤد میں ہے وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ یعنی جو طاق ڈھیلے نہ لے تو کچھ حرج نہیں اور ساتھ اس کے حاصل ہو گی تطبیق درمیان روایتوں کے جو اس باب میں ہیں۔ کہا خطابی نے کہ اگر مقصود فقط صاف کرنا ہوتا تو البتہ خالی ہوتا شرط ہونا عدد کا فائدے سے پس جب شرط ہوا عدد لفظ میں اور معلوم ہوا اس میں صاف کرنا معنی میں تو دلالت کی اس نے دونوں امروں کے واجب ہونے پر اور اس کی نظیر عدت ہے ساتھ اقراء کے اس واسطے کہ شرط کیا گیا ہے اس میں عدد اگرچہ تحقیق ہو پاکی رحم کی ساتھ ایک حیض کے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ وہ گدھے کی لید تھی اور نقل کیا ہے تیمی نے کہ لید خاص ہے ساتھ اس چیز کے کہ ہو گھوڑے اور خچروں اور گدھوں سے اور یہ جو کہا کہ لید ڈال دی تو استدلال کیا ہے ساتھ اس کے طحاوی نے اوپر نہ شرط ہونے تین پتھروں کے کہا کہ اگر تین پتھر شرط ہوتے تو البتہ تیسرا پتھر طلب کرتے اور غافل ہوا طحاوی اس چیز سے کہ احمد نے اپنی مسند میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ لید پھینک دی اور کہا کہ تیسرا پتھر میرے پاس لا اور اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں اور متابعت کی ہے معمر کی اس پر ابو شعبہ واسطی نے اور وہ ضعیف ہے روایت کیا ہے دونوں کو دار قطنی نے اور متابعت کی ہے دونوں کی عمار بن زریق نے جو ایک ہے ثقات میں سے ابو اسحاق سے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ ابو اسحاق نے علقمہ سے نہیں سنا لیکن ثابت کیا ہے سماع اس کا واسطے اس حدیث کے اس سے کرابیسی نے اور بر تقدیر اس کے کہ مرسل ہو تو مرسل مخالفوں یعنی حنفیوں کے نزدیک حجت ہے اور جب دوسرے طریق سے قوت پائے تو ہمارے نزدیک بھی حجت ہے اور طحاوی کے استدلال میں پھر بھی نظر ہے اس واسطے کہ احتمال ہے کہ کفایت کی ہو ساتھ پہلے حکم کے بیچ طلب کرنے تین کے پس نہ دوبارہ حکم کیا ساتھ طلب کرنے

تیسرے کے یا کفایت کی ہو ساتھ کنارے ایک کے دونوں میں سے بعوض تیسرے کے اس واسطے کہ مقصود ساتھ تین کے یہ ہے کہ ان کے ساتھ تین بار پوچھے اور تین بار پونچھنا حاصل ہے اگرچہ ایک ہی ہو اور دلیل اس کے صحیح ہونے پر یہ ہے کہ اگر پتھر کی ایک طرف کے ساتھ محل کو پوچھے اور اس کو پھینک دے اور پھر دوسرا شخص آئے اور اس کے دوسری طرف کے ساتھ پونچھے تو البتہ دونوں کفایت کرتا ہے بغیر خلاف کے اور کہا ابو الحسن بن قصار مالکی نے کہ روایت ہے کہ وہ پتھر لائے لیکن صحیح نہیں ہوا اور اگر صحیح ہو تو استدلال ساتھ اس کے واسطے اس شخص کے کہ نہیں شرط کرتا تین کو قائم ہے اس واسطے کہ اقتصار کیا آپ نے دونوں جگہوں میں یعنی آگے میں اور پیچھے میں تین پر پس حاصل ہوئی واسطے ہر ایک کے دونوں میں سے کم تین سے، انتہی۔ اور اس میں بھی نظر ہے اس واسطے کہ زیادتی ثابت ہے جیسے کہ ہم نے پہلے بیان کیا پھر احتمال ہے کہ نہ نکلی ہو کوئی چیز مگر ایک ہی راہ سے اور برتقدیر اس کے کہ دونوں سے نکلی ہو تو احتمال ہے کہ کفایت کی واسطے آگے کے ساتھ پونچھنے کے زمین پر اور واسطے پیچھے کے ساتھ تین پتھروں کے یا مسح کیا ہو دونوں پتھروں کی دونوں طرف سے اور لیکن استدلال کرنا ان کا اوپر نہ شرط ہونے عدد کے ساتھ قیاس کے اوپر مسح سر کے پس فاسد اعتبار ہے اس واسطے کہ وہ صریح نص کے مقابلے میں ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا ہے ہم نے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سلمان کی سے۔ (فتح)

بَابُ الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَرَّةً.

ایک ایک بار وضو کرنے کا بیان۔

فائدہ: یعنی ہر ایک جوڑ کو ایک ایک بار دھونا اور حدیث باب کی مجمل ہے کما تقدم بیانہ۔

۱۵۳ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً.

۱۵۳۔ زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا ایک ایک بار۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ.

دو دو بار وضو کرنے کا بیان (یعنی ہر ایک جوڑ کو دو دو بار دھونا)۔

۱۵٤ ـ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۱۵۴۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو بار وضو کیا۔

وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ.

فائدہ: یہ حدیث اس کی مختصر جو حدیث مشہور حضرت ﷺ کے وضو کی تعریف میں ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا مالک وغیرہ کی حدیث سے لیکن نہیں ہے ذکر اس میں دو بار دھونے کا مگر دونوں ہاتھ میں کہنیوں تک ہاں روایت کیا ہے نسائی نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے دو دو بار دھونا دونوں ہاتھ پاؤں کا اور مسح کرنا سر کا اور تین بار منہ دھونا لیکن روایت مذکور میں نظر ہے کہ ہم اس کے بعد اس کی طرف اشارہ کریں گے اور بنا بر اس کے پس حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا حق یہ ہے کہ باب باندھا جائے واسطے اس کے غسل بعض اعضاء کا ایک بار اور بعض کا دو بار اور بعض کا تین بار اور تحقیق روایت کی ہے ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ حضرت ﷺ دو دو بار وضو کیا اور یہ شاہد قوی ہے واسطے حدیث باب کے پس احتمال ہے کہ ہو یہ حدیث اس کی مجمل سوائے حدیث مالک کے جو مبین ہے واسطے مختلف ہونے مخرج اس کے۔ (فتح)

بَابُ الْوُضُوْءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا.

تین تین بار وضو کرنے کا بیان (یعنی ہر ایک جوڑ کو تین تین بار دھونا)۔

١٥٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عَطَآءَ بْنَ يَزِيْدَ أَخْبَرَهُ أَنَّ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَآءٍ فَأَفْرَغَ عَلٰى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِيْنَهُ فِي الْإِنَآءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ

١٥٥۔ حمران سے روایت ہے کہ اس نے عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اس نے پانی کا برتن منگوایا سو اپنے ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالا سو ان کو دھویا پھر اپنے داہنے ہاتھ کو پانی میں داخل کیا پس کلی کی اور ناک کو جھاڑا پھر دھویا منہ اپنے کو تین بار اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک تین بار پھر اپنے سر کو مسح کیا پھر دھویا اپنے دونوں پاؤں کو تین بار ٹخنوں تک پھر اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرے مانند اس وضو میرے کی جیسے میں نے وضو کیا ہے پھر دو رکعتیں یعنی تحیۃ الوضو حضورِ دل سے پڑھے نہ بات کرے ان میں جی اپنے سے یعنی ان میں کسی قسم کا واہی تباہی خیال دنیا کا نہ کرے تو اسکے پہلے گناہ سب بخشے جاتے ہیں اور دوسری روایت میں حمران سے یوں آیا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر کہا کہ میں تم کو ایک حدیث بتاتا ہوں اگر آیت (یہ آیت آگے آتی ہے) نہ ہوتی تو میں وہ حدیث تم کو کبھی نہ بتلاتا میں نے رسول

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَلٰكِنْ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ عَنْ حُمْرَانَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا لَوْلَا آيَةٌ مَا حَدَّثْتُكُمُوْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ يُحْسِنُ وُضُوْءَهُ وَيُصَلِّي الصَّلَاةَ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا قَالَ عُرْوَةُ الْآيَةَ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ﴾.

اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ نہیں وضو کرتا کوئی شخص پس سنوارے وضو اپنے کو یعنی اس کو اچھی طرح سے کامل کرے اور فرض نماز کو پڑھے مگر کہ بخشے جاتے ہیں واسطے اس کے وہ گناہ جو درمیان اس کے اور درمیان دوسری نماز کے ہیں یہاں تک کہ پڑھے اس کو یعنی اس کو شروع کرے۔ عروہ نے کہا (جو راوی اس حدیث کا ہے) کہا کہ وہ آیت یہ ہے ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ أَنْزَلْنَا﴾ یعنی جو لوگ کہ چھپاتے ہیں اس چیز کو جس کو اتارا ہے اللہ نے آخر آیت تک۔

فائدہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غرض یہ تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کو واجب نہ کیا ہوتا تو مجھ کو تمہارے پاس حدیث بیان کرنے کی کوئی حرص نہ تھی۔

فائدہ: ایک ایک بار وضو کرنا فرض ہے اور دو دو بار کرنا سنت ہے اور تین تین بار مستحب ہے حضرت ﷺ نے ایک دن ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ اس کے بدوں اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں کرتا پھر دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ اس وضو سے دوگنا ثواب ملتا ہے پھر تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرے وضو کا طریقہ ہے اور اگلے پیغمبروں کا اور یہ جو کہا کہ پانی منگوایا تو اس میں مدد لینی ہے اوپر حاضر کرنے اس چیز کے کہ وضو کیا جائے ساتھ اس کے اور یہ جو کہا کہ اپنے ہاتھ پر تین بار پانی ڈالا تو اس میں دھونا دونوں ہاتھ کا ہے پہلے داخل کرنے ان کے کی برتن میں اگرچہ نہ ہو پیچھے سونے کے واسطے احتیاط کے پھر اپنا داہنا ہاتھ داخل کیا تو اس میں چلو بھرنا ہے ساتھ داہنے ہاتھ کے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بعض نے اوپر نہ شرط ہونے نیت چلو بھرنے کے اور نہیں دلالت ہے اس میں بطور نفی کے اور نہ بطور اثبات کے اور یہ جو کہا کہ پھر اپنا منہ دھویا تو اس میں مؤخر کرنا اس کا ہے کلی اور ناک میں پانی لینے سے اور تحقیق ذکر کیا ہے انہوں نے حکمت اس کی اعتبار کرنا اوصاف پانی کا ہے اس واسطے کہ رنگ آنکھ سے دیکھا جاتا ہے اور مزہ منہ سے معلوم کیا جاتا ہے اور بو ناک سے معلوم ہوتی ہے پس مقدم کیا گیا کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا اور یہ دونوں سنت ہیں پہلے دھونے منہ کے اور وہ فرض ہے واسطے احتیاط عبادت کے اور یہ جو کہا کہ پھر اپنے سر کا مسح کیا تو نہیں ہے بیچ کسی طریق کے صحیحین میں ذکر عدد مسح کا اور یہی قول ہے اکثر علماء کا اور شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ مستحب ہے تین بار مسح کرنا سر کا جیسا کہ دھونے میں ہے اور استدلال کیا گیا واسطے اس کے ساتھ ظاہر روایت مسلم کے کہ حضرت ﷺ نے تین بار وضو کیا اور جواب دیا گیا ہے بایں طور کہ یہ روایت مجمل ہے بیان ہو چکا ہے صحیح روایتوں میں کہ مسح مقرر نہیں ہوا پس محمول ہو گا کہ اکثر اوقات پر یعنی اکثر اوقات میں اعضاء کو تین تین بار دھویا یا خاص ہے

تین تین بار دھونا ساتھ ان اعضاء کے دھوئے جاتے ہیں اور کہا ابوداؤد نے سنن میں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیثیں صحیح میں سب دلالت کرتی ہیں اس پر کہ مسح سر کا ایک بار ہے اور اسی طرح کہا ہے ابن منذر نے کہ ثابت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہی بار مسح کرنا ہے اور بایں طور کے مسح کی بنا خفیف پر ہے پس نہ قیاس کیا جائے گا دھونے پر کہ مراد اس سے مبالغہ ہے دھونے پر اور ساتھ اس طور کے کہ اگر مسح میں عدد کا اعتبار کیا جائے تو البتہ ہو جائے گا دھونے کی صورت میں اس واسطے کہ حقیقت دھونے کی جاری ہونا پانی کا ہے اور ملنا شرط نہیں صحیح قول پر نزدیک علماء کے اور مبالغہ کیا ہے ابوعبید نے پس کہا کہ میں سلف سے کسی کو نہیں جانتا کہ مستحب رکھا ہو مسح کرنے سر کے کو تین بار مگر ابراہیم تیمی نے اور اس کے قول میں نظر ہے اس واسطے کہ انس رضی اللہ عنہ اور عطاء رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے بھی اسی طرح مروی ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے ان سے نقل کیا ہے اور ایک روایت میں آچکا ہے کہ آپ نے تین بار سر کا مسح کیا صحیح کہا اس کو ابن خزیمہ نے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے اور یہ جو کہا کہ پھر دو رکعتیں پڑھے تو اس میں مستحب ہونا دو رکعت کا ہے پیچھے وضو کے اور آئے گا ان میں جو تحیۃ الوضو میں آئے اور یہ جو کہا کہ نہ بات کرے ان میں اپنے جی سے تو مراد وہ چیز ہے کہ عادت پکڑتا ہے نفس ساتھ اس کے اور ممکن ہے آدمی کو قطع کرنا اس واسطے کہ قول اس کا کہ بات کرتا ہے مقتضی ہے اختیار کرنے کو پس اپیر جو چیز کہ ہجوم کرے اس پر خطروں اور وسوسوں سے اور دشوار ہو دفع کرنا اس کا تو یہ معاف ہے اور یہ جو کہا کہ اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں تو اس کا ظاہر عام ہے صغیرے اور کبیرے گناہوں کو لیکن خاص کیا ہے ان کو عالموں نے ساتھ صغیرے گناہوں کے واسطے وارد ہونے اس کے کی مقید ساتھ استثناء کبائر کے بیچ غیر اس روایت کے وہ بیچ حق اس شخص کے ہے کہ اس کے واسطے کبیرے اور صغیرے گناہ ہوں اور اپیر جس شخص کے فقط صغیرے ہی گناہ ہوں تو ہو بخشے جاتے ہیں اور جس کے واسطے فقط کبیرے ہی ہوں صغیرے نہ ہوں تو تخفیف کی جاتی ہے ان سے بقدر اس چیز کے کہ صغیرے گناہوں والے کے واسطے ہے اور جس کے واسطے نہ صغیرے ہوں نہ کبیرے تو اس کی نیکیاں زیادہ کی جاتی ہیں بقدر اس کے اور اس حدیث میں تعلیم ہے ساتھ فعل کے واسطے ہونے اس کے کی زیادہ تر یاد رکھنے والا واسطے سیکھنے والے کے اور ترتیب وضو کے اعضاء میں اس واسطے کہ سب میں ثم کے لفظ وارد ہوئے ہیں اور رغبت دلانا ہے اخلاص میں اور ڈرانا ہے واسطے اس شخص کے جو غافل ہو اپنی نماز میں ساتھ فکر کرنے کے دنیا کے کاموں میں نہ قبول ہونے سے خاص کر جب کہ وہ بیچ قصد گناہ کرنے کے اس واسطے کہ حاضر ہوتی ہے مرد کو بیچ حالت نماز اس کی کے وہ چیز کے اس کے دل میں سوراخ کرنے والی ہے اکثر خارج اس کے سے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ لا تغتروا یعنی نہ مغرور ہو جاؤ کہ بہت برے عمل کرو اس بنا پر کہ نماز سے معاف ہو جاتے ہیں اس واسطے کہ جو نماز گناہوں کو اتارتی ہے وہ نماز وہ ہے جس کو اللہ قبول کرتا ہے اور بندے کو اس کی اطلاع کہاں۔ (فتح)

بَابُ الْاِسْتِنْثَارِ فِي الْوُضُوْءِ ذَكَرَهُ عُثْمَانُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وضو میں پانی سے ناک صاف کرنے کا بیان، ذکر کیا ہے ناک جھاڑنے کو نبی ﷺ سے عثمان رضی اللہ عنہ نے اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

فائدہ: استنثار مشتق ہے نثر سے اور وہ ڈالنا پانی کا ہے جس کو ناک میں لیتا ہے وضو کرنے والا یعنی کھینچتا ہے اس کو اپنے ناک کی ہوا سے اس کے ہاتھ کی مدد سے یا نہ اور مالک سے حکایت کی گئی ہے کہ اس کا کرنا ہاتھ کے سوا مکروہ ہے اس واسطے کہ وہ چوپائے کے فعل کو مشابہ ہے اور مشہور نہ مکروہ ہونا ہے اور جب اپنے ہاتھ سے ناک جھاڑے تو مستحب ہے کہ بائیں ہاتھ سے جھاڑے اور باب باندھا ہے ساتھ اس کے نسائی نے اور روایت کیا ہے اس کو مقید ساتھ بائیں ہاتھ کے علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اور یہ جو کہا کہ ذکر کیا ہے اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی تو اس کی حدیث باب غسل الوجه من غرفة میں پہلے گزر چکی ہے اور اُس میں ناک جھاڑنے کا ذکر نہیں اور شاید بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے ساتھ اس کے طرف اس چیز کی کہ روایت کی ہے احمد اور ابوداؤد وغیرہ نے حدیث اس کی سے مرفوع کہ ناک جھاڑو دو بار ساتھ مبالغہ کے یا تین بار اور ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی وضو کرے اور ناک جھاڑے تو چاہیے کہ دو یا تین بار جھاڑے۔ (فتح)

١٥٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ إِدْرِيْسَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ.

۱۵۶۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص وضو کرے پس چاہیے کہ ناک کو جھاڑے اور صاف کرے اور پتھر لے یعنی پتھروں یا ڈھیلوں سے استنجاء کرے تو چاہیے کہ طاق ڈھیلے لے یعنی تین یا پانچ یا سات۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ پس چاہیے کہ ناک جھاڑے تو ظاہر امر سے یہ ہے کہ وہ وجوب کے واسطے ہے سو جو کہتا ہے کہ ناک میں پانی لینا واجب ہے واسطے وارد ہونے امر کے ساتھ اس کے مانند احمد اور اسحاق اور ابو عبید اور ابو ثور اور ابن منذر کے تو اس کو لازم آتا ہے کہ ناک جھاڑنے کو بھی واجب کہے اور ظاہر کلام صاحب مغنی کا چاہتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ قائل ہیں اور یہ کہ مشروعیت ناک میں پانی لینے کی نہیں حاصل ہوتی مگر ساتھ باب جھاڑنے کے اور تصریح کی ہے ابن بطال نے کہ بعض علماء قائل ہیں ساتھ واجب ہونے ناک جھاڑنے کے اور اس میں رد ہے اس شخص پر جو نقل کرتا ہے اجماع کو اوپر نہ واجب ہونے اس کے کی اور استدلال کیا ہے جمہور نے اس پر کہ امر اس میں واسطے مستحب ہونے کے ہے ساتھ اس حدیث کے جس کو حسن کہا ہے ترمذی نے حضرت ﷺ کے فرمانے سے واسطے گنوار

کے کہ وضو کر جیسے اللہ نے تجھ کو حکم کیا پس حوالہ کیا اس کو طرف آیت کی اور نہیں اس میں ذکر ناک جھاڑنے کا اور جواب دیا گیا ہے کہ احتمال ہے کہ مراد ساتھ امر کے وہ چیز ہو جو عام تر ہے آیت وضو کی سے پس تحقیق حکم کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ساتھ پیروی کرنے پیغمبر ﷺ اپنے کے اور وہی ہیں بیان کرنے والے اللہ تعالیٰ سے اس کے حکم کو اور نہیں حکایت کی کسی نے جس نے حضرت ﷺ کے وضو کی تعریف کی ہے ساتھ نہایت کوشش کے کہ آپ نے ناک میں پانی لینا ترک کیا ہو بلکہ اور نہ کلی کرنا اور وہ رد کرتا ہے اس شخص پر جو کلی کرنے کو بھی واجب نہیں کہتا اور نیز ثابت ہو چکا ہے حکم ساتھ اس کے سنن میں بھی ساتھ سند صحیح کے اور ذکر کیا ہے ابن منذر نے کہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں حجت پکڑی ہے اوپر نہ واجب ہونے پانی لینے کے ناک میں باوجود صحیح ہونے امر کے ساتھ اس کے مگر واسطے ہونے اس کے کی کہ نہیں جانتا وہ خلاف اس میں کہ اس کا تارک نہ ہو دوہرائے اور یہ دلیل قوی ہے اس واسطے کہ نہیں یاد رکھا گیا ہے یہ کسی صحابی سے اور نہ کسی تابعی سے مگر عطا سے اور ثابت ہو چکا ہے اس سے کہ اس نے دوہرانے کے واجب ہونے سے رجوع کیا یہ سب ابن منذر نے ذکر کیا ہے اور اس روایت میں عدد کا ذکر نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی ناک جھاڑے تو چاہیے کہ طاق جھاڑے اور ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی نیند سے جاگے پس وضو کرے تو چاہیے کہ تین بار ناک جھاڑے اس واسطے کہ شیطان ناک کی جڑھ میں رہتا ہے اور بنابراس کے پس مراد ساتھ استنثار کے وضو میں ستھرا کرنا ہے واسطے اس چیز کے کہ اس میں ہے مدد لینے سے اوپر پڑھنے کے اس واسطے کہ ساتھ پاک کرنے جگہ جاری ہونے نفس کے صحیح ہوتے ہیں مخرج حرفوں کے اور ارادہ کیا جاتا ہے واسطے جاگنے والے کی کہ وہ واسطے دور کرنے شیطان کے ہے اور یہ جو کہا کہ جو ڈھیلا لے تو چاہیے کہ طاق ڈھیلے لے تو استدلال کیا ہے بعض اس شخص نے جس نے استنجے کے واجب ہونے کی نفی کی ہے ساتھ اس حدیث کے واسطے لانے کے اس میں ساتھ حرف شرط کے اور نہیں دلالت ہے بیچ اس کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ تقاضا کرتی ہے اختیار دینے کو درمیان استنجے کے درمیان پانی کے یا پتھروں کے۔ (فتح) اور دلیل استنجے کے واجب ہونے پر حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے کہ اپنے پیشاب سے نہ بچتا تھا اس واسطے کہ جب پیشاب کو دھونا واجب ہوا تو استنجے بطریق اولیٰ واجب ہوگا اور نیز استنجے کے واسطے واجب ہونے کی دلیل ایک یہ حدیث ہے کہ نہ استنجا کرے کوئی ساتھ کم کے تین پتھر سے اس واسطے کہ اگر استنجاء واجب نہ ہوتا تو استنجے کے واسطے تین پتھر کے واجب ہونے اور اس سے کم نہ کافی ہونے کے کوئی معنی نہ تھے جو چیز دوسری چیز کو واجب کرے وہ خود بھی واجب ہوتی ہے۔

بَابُ الْاِسْتِجْمَارِ وِتْرًا. طاق ڈھیلے لینے کا بیان۔

فائدہ: اگر کوئی کہے کہ اس باب کو وضو کے بابوں کے درمیان لایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ استنجے کے باب اس کتاب میں وضو کے بابوں سے جدا نہیں ہوئے واسطے لازم ہونے ایک کے دوسرے سے یا بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی

اور سے ہو۔

١٥٧ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِيْ أَنْفِهٖ ثُمَّ لِيَنْثُرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ وَإِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهٖ فَلْيَغْسِلْ يَدَهٗ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهَا فِيْ وَضُوْءِهٖ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِيْ أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهٗ.

۱۵۷۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم سے وضو کرے پس چاہیے کہ ناک میں پانی ڈالے پھر جھاڑے اور جو شخص کہ استنجے کے واسطے ڈھیلے لے پس چاہیے کہ طاق لے اور جو کوئی اپنی نیند سے جاگے پس چاہیے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو دھو لے پہلے اس سے کہ داخل کرے ان کو پانی میں اس واسطے کہ تحقیق کوئی نہیں جانتا کہ کہاں رات گزاری اس کے ہاتھ نے یعنی پاک جگہ یا ناپاک جگہ۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ جب کوئی اپنی نیند سے جاگے تو لیا ہے اس کے عموم کو شافعی اور جمہور نے پس مستحب رکھا ہے انہوں نے اس کو بیچے ہر سونے کے اور خاص کیا ہے اس کو احمد نے ساتھ نیند رات کے واسطے دلیل قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسری حدیث میں کہ کہاں رات کاٹی ہے اس کے ہاتھ نے اس واسطے کہ حقیقت مبیت کی یہ ہے کہ ہو رات میں اور ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی رات سے اٹھے لیکن علت بیان کرنی چاہتی ہے اس کو کہ دن کا سونا رات کے سونے کے ساتھ لاحق ہے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خاص کیا گیا ہے سونا رات کا ساتھ ذکر کے واسطے غلبے کے اور کہا رافعی نے مسند کی شرح میں کہ ممکن ہے کہ کہا جائے کہ کراہت بیچ ہاتھ ڈبونے کے واسطے اس شخص کے ہے سوئے رات کو سخت تر ہے اس سے واسطے اس شخص کے جو سوئے دن کو اس واسطے کہ احتمال رات کے سونے میں قریب تر ہے واسطے دراز ہونے اس کے کی عادت میں پھر امر نزدیک جمہور کے استحباب پر ہے یعنی مستحب ہے اور احمد نے کہا کہ رات کے سونے میں واجب ہے اور دن کے سونے میں واجب نہیں اور اتفاق کیا ہے اس پر کہ اگر وہ اپنا ہاتھ پانی میں ڈبوئے تو پانی کو ضرر نہیں کرتا اور کہا اسحاق اور داؤد اور طبرانی نے کہ ناپاک ہو جاتا ہے اور استدلال کیا گیا ہے واسطے ان کے ساتھ اس چیز کے کہ وارد ہو چکی ہے امر سے ساتھ گرا دینے اس کے کی لیکن وہ حدیث ضعیف ہے روایت کیا ہے اس کو ابن عدی نے اور قرینہ پھیرنے والا واسطے امر کے وجوب سے نزدیک جمہور کے تعلیل ہے ساتھ اس چیز کے جو شک کو چاہتی ہے اس واسطے کہ شک نہیں چاہتا ہے واجب ہونے کو اس حکم میں واسطے استصحاب کے ساتھ اصل طہارت کے اور استدلال کیا ہے ابو عوانہ نے اوپر نہ واجب ہونے کے ساتھ وضو کرنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشک لٹکی ہوئی سے بعد کھڑے ہونے کے رات کے سونے سے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آئے گا اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ قول اس کا احدکم تقاضا کرتا ہے خاص ہونے والے کو

ساتھ غیر حضرت ﷺ کے اور جواب دیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ صحیح ہو چکا ہے حضرت ﷺ سے دھونا دونوں ہاتھوں کا پہلے داخل کرنے ان کے سے برتن میں وقت جاگنے کے پس مستحب ہونا اس کا بعد سونے اس کے کی اولیٰ ہے اور ہوگا ترک کرنا آپ کا واسطے بیان جواز کے اور نیز پس کہا اس حدیث میں مسلم اور ابو داؤد کی روایتوں میں کہ پس چاہیے کہ دھوئے ان کو تین بار اور قید کرنا ساتھ عدد کے غیر نجاست عینیہ میں دلالت کرتا ہے اوپر مستحب ہونے کے اور ایک روایت میں ہے پس نہ رکھے ہاتھ اپنا پانی میں یہاں تک کہ اس کو دھوئے اور نہی اس میں واسطے تنزیہ کے ہے کما ذکرنا اگر کرے تو مستحب ہے اور اگر ترک کرے تو مکروہ ہے اور نہیں دور ہوتی کراہت سوائے تین بار کے نص کی ہے اس پر شافعی نے اور مراد ساتھ ہاتھ کے اس جگہ ہتھیلی ہے سوائے اس چیز کے کہ زیادہ ہے اوپر اس کے اتفاقاً اور یہ سب حکم اس شخص کے حق میں ہے جو سونے سے کھڑا ہو واسطے اس چیز کے کہ دلالت کرتا ہے کہ اس پر مفہوم شرط کا اور وہ حجت ہے نزدیک اکثر کے اوپر جاگنے والا پس مستحب ہے واسطے اس کے فعل ساتھ حدیث عثمان رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے اور نہیں مکروہ ہے ترک واسطے نہ وارد ہونے نہی کے بیچ اس کے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اس کو کرتے تھے اور اس کے ترک کے ساتھ کچھ ڈر نہ دیکھتے تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور براء رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح آئے گا اور یہ جو کہا کہ پہلے اس کے کہ اس کو اپنے وضو کے برتن میں داخل کرے تو مسلم کی روایت میں ہے کہ پس نہ ڈبوئے ہاتھ اپنا برتن میں یہاں تک کہ اس کو دھوئے اور یہ زیادہ تر ظاہر ہے مراد میں ادخال کی روایت سے یعنی اس باب کی روایت سے اس واسطے کہ مطلق داخل کرنے پر کراہت مترتب نہیں ہوتی مانند اس شخص کی جو داخل کرے فراخ برتن میں اور چھوٹے برتن کے ساتھ اس سے پانی لے بغیر اس کے کہ اپنا ہاتھ پانی کو لگائے اور یہ جو کہا کہ اپنے وضو میں یعنی اس برتن میں کہ وضو کے واسطے تیار کیا گیا ہو اور ظاہر خاص ہونا اس کا ہے ساتھ برتن وضو کے اور لاحق ہے ساتھ اس کے برتن غسل کا یعنی اس میں بھی بدون دھوئے ہاتھ نہ ڈالے اس واسطے کہ وہ وضو ہے اور زیادتی ہے اور اسی طرح باقی برتنوں کا حکم ہے بطور قیاس کے لیکن استحباب میں بغیر کراہت کے واسطے نہ وارد ہونے نہی کے بیچ اس کے اس سے، واللہ اعلم۔ اور نکل گئے ساتھ ذکر کرنے برتن کے جو بچے اور حوض جو نہیں فاسد ہوتا پانی ان کا ساتھ ڈبونے ہاتھ کے بیچ اُن کے برتقدیر ناپاک ہونے اس کے کی پس نہ شامل ہوگی اس کو نہی اور یہ جو کہا فَاِنَّ اَحَدَکُمْ تو بیضاوی نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے طرف اس کی کہ باعث اوپر امر کے ساتھ اس کے احتمال نجاست کا ہے اس واسطے کہ شارع جب کوئی حکم ذکر کرے اور اس کے بعد اس کی علت بیان کرے تو دلالت کرتا ہے یہ اس پر کہ ثبوت حکم کا اس کے سبب سے ہے اور یہ جو کہا کہ نہیں جانتا تو اس میں ہے کہ علت نہی کی احتمال ہے کہ کیا اس کے ہاتھ کو کوئی چیز ایسی لگی ہے جو پانی میں تاثیر کرے یا نہیں اور اس کا مقتضی لاحق کرنا اس شخص کا ہے جو شک کرے بیچ اس کے اگرچہ جاگتا ہو اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس کو معلوم ہو کہ اس کا ہاتھ

رات کو کہاں رہا مانند اس شخص کی کہ لپیٹے اس پر کپڑا مثلاً پس بیدار ہوا اور حالانکہ کپڑا اپنے حال پر تھا یہ کہ مکروہ نہیں
اگرچہ اس کا دھونا مستحب ہے مختار قول پر جیسا کہ بیدار آدمی میں ہے اور جو اس کا قائل ہے کہ امر اس میں واسطے تعبد
کے ہے مانند مالک کی تو نہیں فرق کرتا درمیان شک کرنے والے اور یقین کرنے والے کے اور استدلال کیا گیا ہے
ساتھ اس حدیث کے اوپر فرق کے درمیان وارد ہونے پانی کے اور پلیدی کے اور وارد ہونے پلیدی کے اوپر پانی کے
اور وہ ظاہر ہے اس پر کہ پلیدی اثر کرتی ہے پانی میں اور یہ صحیح ہے لیکن یہ کہنا کہ وہ ایسی تاثیر کرتی ہے کہ پانی کو
ناپاک کر دیتی ہے اگرچہ نہ متغیر ہو اس میں نظر ہے اس واسطے کہ مطلق تاثیر نہیں دلالت کرتی اوپر خصوص تاثیر کے
ساتھ ناپاک کر دینے کے پس احتمال ہے کہ ہو کراہت ساتھ یقین والی چیز کے سخت تر کراہت سے ساتھ ظنی چیز کے
یہ بات ابن دقیق العید نے کہی ہے اور اس کی مراد یہ ہے کہ نہیں اس میں دلالت قطعیہ اس شخص پر جو کہتا ہے کہ پانی
نہیں پلید ہوتا مگر ساتھ بدلنے ایک صفت کے اور یہ جو کہا کہ کہاں رات کاٹی ہے اس کے ہاتھ نے یعنی اس کے بدن
سے ۔ شافعی نے کہا کہ ان کا دستور تھا کہ ڈھیلوں سے استنجاء کرتے تھے اور ان کے شہر گرم ہیں سو اکثر اوقات کسی کو
پسینہ آتا تھا جب کہ سو جاتا پس احتمال ہے کہ گھوما ہو ہاتھ اسکا محل پر یا کسی پھنسی پر یا کسی حیوان کے خون پر یا گندگی پر
سوائے اس کے اور تعاقب کیا ہے اس کا ابو الولید باجی نے ساتھ اس طور کے کہ وہ لازم پکڑتا ہے امر کو ساتھ دھونے
کپڑے سونے والے کے واسطے جواز اس احتمال کے اوپر اس کے اور جواب دیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ یہ
ہے اس حالت پر جب کہ ہو پسینہ ہاتھ میں سوائے محل کے یا یہ کہ جو جاگے وہ نہیں ارادہ کرتا اپنے کپڑے کے ڈبونے
کا پانی میں تاکہ حکم کیا جائے ساتھ دھونے اس کے کی برخلاف ہاتھ کے اس واسطے کہ وہ محتاج ہے ساتھ ڈبونے اس
کے کی پانی میں اور یہ جواب دونوں جوابوں سے قوی تر ہے اور دلیل اس پر کہ نہیں ہے خاص ہونا واسطے اس کے
ساتھ محل ڈھیلا لینے کے وہ چیز ہے جو روایت کی ہے ابن خزیمہ وغیرہ نے بیچ اس حدیث کے کہ اس کے آخر میں کہا
اَیْنَ بَاتَتْ یَدُہٗ مِنْہُ یعنی کہاں رات رہا ہے ہاتھ اس کا اس کے بدن سے اور اس حدیث میں لینا ہے ساتھ معتبر امر
کے اور عمل کرنا ساتھ احتیاط کے عبادت میں اور کنایہ کرنا اس چیز سے کہ اس سے شرم آئے جب کہ حاصل ہو سمجھانا
ساتھ اس کے اور یہ کہ مستحب ہے دھونا پلیدی کا تین بار اس واسطے کہ حکم کیا ہے ہم کو حضرت ﷺ نے ساتھ تین بار
دھونے کے وقت وہم پیدا ہونے اس کے کی پس نزدیک یقین ہونے اس کے کی اولیٰ ہے اور بعض لوگوں نے اس
سے کئی فوائد استنباط کیے ہیں کہ اس استنباط میں بعد ہے ایک یہ کہ جگہ استنجے کی مخصوص ہے ساتھ رخصت کے بیچ جائز
ہونے نماز کے باوجود باقی رہنے اثر پلیدی کے اوپر اس کے کہا ہے اس کو خطابی نے اور ایک واجب کرنا وضو کا ہے
سونے سے اور ایک قوی کرنا اس شخص کا ہے جو قائل ہے ساتھ وضو کے چھونے ذکر کے سے اور اور ایک یہ کہ تھوڑا پانی
نہیں مستعمل ہوتا ساتھ داخل کرنے ہاتھ کے بیچ اس کے واسطے اس شخص کے کہ وضو کا ارادہ کرے ۔ (فتح)

بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ وَلَا يَمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ.

پاؤں کے دھونے اور اس پر مسح کرنے کے بیان میں (یعنی پاؤں ننگے ہوں موزے میں نہ ہوں تو اس وقت مسح نہ کرے بلکہ ان کا دھونا ضروری ہے)۔

۱۵۸ ـ حَدَّثَنَا مُوْسٰی قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا فِيْ سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الْعَصْرَ فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلٰى أَرْجُلِنَا فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا.

۱۵۸۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیچھے رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ایک سفر میں پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پایا ہم کو ایسی حالت میں کہ پالیا تھا ہمیں نمازِ عصر نے (یعنی آپ کی انتظاری کرتے کرتے نماز کا وقت تنگ ہوگیا تھا) پس ہم لوگ وضو کرنے لگے او راپنے پاؤں پر ہم مسح کرنے لگے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بلند آواز سے پکارا کہ خرابی ہے ایڑیوں کو دوزخ سے دو بار فرمایا یا تین بار۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ ہم اپنے پاؤں پر مسح کرنے لگے تو نکالا ہے اس سے بخاری رحمہ اللہ نے کہ انکار اوپر ان کے تھا بہ سبب مسح کے نہ بہ سبب اقتصار کے اوپر دھونے بعض پاؤں کے پس اسی واسطے کہا ترجمہ میں کہ نہ مسح کرے پاؤں پرا ور یہی ہے ظاہر بخاری ومسلم کی روایت سے اور صرف مسلم کی روایت میں ہے سو ہم ان کی طرف پہنچے اور ان کی ایڑیاں چمکتی تھیں اُن کو پانی نہیں چھوا تھا پس تمسک کیا ہے ساتھ اس کے جو کہتا ہے کہ وضو میں پاؤں کا مسح کرنا درست ہے اور محمول ہے انکار اوپر ترک تعمیم کے لیکن روایت بخاری مسلم کی جو متفق علیہ ہے راجح تر ہے پس محمول ہوگی یہ روایت اوپر اس کے ساتھ تاویل کے پس احتمال ہے کہ ہوں معنی قول اس کے کی لَمْ يَمَسَّهَا الْمَآءُ یعنی نہ چھوا ان کو پانی غسل کا واسطے تطبیق کے دونوں روایتوں میں اور صریح تر اس سے مسلم کی روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا کہ اس نے اپنی ایڑی کو نہ دھویا تھا پس فرمائی یہ حدیث یعنی خرابی ہے ایڑیوں کو دوزخ کی آگ سے اور نیز پس جو قائل ہے ساتھ مسح کے نہیں واجب کرتا ایڑی کے مسح کو اور حدیث اس پر حجت ہے اور کہا طحاوی نے کہ جب حکم کیا ان کو ساتھ دھونے تمام پاؤں کے یہاں تک کہ نہ باقی رہے اس سے کوئی جگہ خشک تو دلالت کی اس نے اس پر کہ ان کا فرض دھونا ہے اور تعاقب کیا ہے اس کا ابن منیر نے ساتھ اس طور کے کہ تمام پاؤں کو عام ہونا نہیں لازم پکڑتا غسل کو پس سر پر تمام مسح کیا جاتا ہے اور نہیں ہے فرض دھونا اس کا اور یہ جو کہا کہ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ تو ویل کے معنی میں اختلاف ہے ایک حدیث میں ہے کہ وہ ایک نالا ہے دوزخ میں یہ قول ظاہر تر ہے سب اقوال سے اور ابن خزیمہ نے کہا کہ اگر مسح کرنے والا فرض کا ادا کرنے والا ہوتا تو نہ وعدہ دیا جاتا ساتھ آگ کے اور اشارہ کیا ہے اُس نے ساتھ اس کے طرف اس چیز کی کہ بیچ کتابوں خلاف کے ہے شیعہ سے کہ واجب مسح

ہے واسطے لینے کے ساتھ ظاہر قرات وَاَرْجُلَكُمْ کے ساتھ زبر لام کے اور تحقیق متواتر ثابت ہو چکی ہیں حدیثیں حضرت ﷺ سے بیچ صفت وضو آپ کے کی کہ آپ نے پاؤں کو دھویا اور وہی ہیں بیان کرنے والے اللہ کے حکم کو اور تحقیق فرمایا بیچ حدیث عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کے جو روایت کی ہے ابن خزیمہ نے دراز بیچ فضیلت وضو کے ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ یعنی پاؤں کو دھوئے جیسا کہ اس کو اللہ نے حکم کیا ہے اور نہیں ثابت ہوا کسی صحابی سے خلاف مگر علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور انس رضی اللہ عنہ سے اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے اس قول سے رجوع کیا اور وضو میں پاؤں کے دھونے کے ساتھ قائل ہوئے کہا عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے کہ اجماع کیا ہے حضرت ﷺ کے اصحاب نے اوپر دھونے پاؤں کے روایت کیا ہے اس کو سعید بن منصور نے اور دعویٰ کیا ہے طحاوی اور ابن حزم نے کہ مسح کرنا منسوخ ہے اور اس حدیث میں سکھلانا جاہل کا ہے اور بلند کرنا آواز کا ساتھ انکار کے اور تکرار کرنا مسئلے کا تا کہ سمجھا جائے۔ (فتح)

بَابُ الْمَضْمَضَةِ فِي الْوُضُوْءِ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

باب ہے وضو میں کلی کرنے کے بیان میں روایت کیا ہے اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے۔

۱۵۹ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَآءُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّهُ رَاٰى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَأَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ مِنْ إِنَآئِهٖ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِيْنَهُ فِي الْوَضُوْءِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا وَقَالَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

۱۵۹ـ ترجمہ اس کا پانچویں حدیث کے تحت میں گزر چکا ہے۔

فائدہ: مضمضہ کے معنی ہیں لغت میں ہلانا پھر مشہور ہوئی استعمال اس کی بیچ رکھنے پانی کے منہ میں اور ہلانے اس کے کی اور لیکن معنی اس کے وضو شرعی میں پس کامل تر یہ ہیں کہ رکھے پانی کو منہ میں پھر اس کو منہ میں گھومائے پھر اس کو ڈالے اور مشہور شافعیہ سے یہ ہے کہ نہیں شرط ہے ہلانا اس کا اور نہ ڈالنا اس کا اور وہ عجیب ہے اور شاید مراد یہ ہے کہ منہ سے باہر ڈالنا متعین نہیں بلکہ اگر اس کو نگل لے یا چھوڑے اس کو یہاں تک کہ جاری ہو تھوڑا تھوڑا ہو کر اور یہ جو باب کی حدیث میں کہا کہ پھر ہر پاؤں کو دھویا تو یہ فائدہ دیتا ہے کہ ہر پاؤں کو تمام دھویا اور یہ جو کہا کہ اپنے جی سے بات نہ کرے تو اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے اور بعض نے کہا کہ مراد ساتھ اس کے اخلاص ہے یا ترک کرنا خود پسندی کا ساتھ اس طور کے کہ اپنے نفس کو کسی سے بڑا نہ جانے واسطے اس خوف کی کہ متغیر ہو پس تکبر کرے اور ہلاک ہو جائے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ زہری نے کہا کہ ہمارے علماء کہتے تھے کہ یہ وضو کامل تر ہے اس چیز کا کہ وضو کرے کوئی واسطے نماز کے اور تحقیق تمسک کیا ہے ساتھ اس کے جو کہتا ہے کہ تین بار سر کا مسح نہ کیا جائے۔

بَابُ غَسْلِ الْأَعْقَابِ وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَغْسِلُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ إِذَا تَوَضَّأَ.

ایڑیوں کے دھونے کا بیان اور تھے ابن سیرین جب وضو کرتے تو دھوتے انگوٹھے کی جگہ کو۔

١٦٠ ـ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّؤُوْنَ مِنَ الْمِطْهَرَةِ قَالَ أَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ فَإِنَّ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ.

۱۶۰۔ محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور وہ گزرے پاس ہمارے اور لوگ وضو کرتے تھے آفتابہ سے سو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وضو کامل کرو اس لیے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرابی ہے واسطے ایڑیوں کے دوزخ سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ استدلال کرے عالم اوپر اس چیز کے کہ فتوی دے ساتھ اس کے تاکہ ہو زیادہ تر واقع ہونے والا سامع کے نفس میں اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خاص کیا ایڑیوں کو ساتھ ذکر کے واسطے صورت سبب کے جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں پہلے گزر چکا ہے پس ملحق ہوگی ساتھ اس کے وہ چیز کہ اس کے معنی میں ہے تمام جوڑوں سے کہ کبھی واقع ہوتی ہے سستی ان کے کامل کرنے میں اور ایک روایت میں ہے کہ خرابی ہے ایڑیوں کو اور پاؤں کے تلے کو آگ سے اور اسی واسطے ذکر کیا باب میں اثر ابن سیرین کا بیچ دھونے اس کے کی انگوٹھی کی جگہ کو اس واسطے کہ جب تنگ ہو تو اس کے تلے پانی نہیں پہنچتا۔ (فتح)

بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ فِي النَّعْلَيْنِ وَلَا يَمْسَحُ عَلَى النَّعْلَيْنِ.

دونوں جوتوں میں پاؤں دھوئے اور جوتوں پر مسح نہ کرے (یعنی جب پاؤں میں جوتا پہنے ہو تو اس وقت

پاؤں کو دھوئے اور موزوں کی طرح جوتوں پر مسح نہ کرے)۔

فائدہ: نہیں ہے باب کی حدیث میں تصریح ساتھ اس کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ لیا گیا ہے اس کے قول سے یَتَوَضَّأُ فِیْهَا یعنی وضو کرے بیچ ان کے اس واسطے کہ اصل وضو میں دھونا ہے اور اس واسطے کہ قول اس کا فیہا دلالت کرتا ہے اوپر ہونے کے اور اگر مراد مسح ہوتا تو عَلَیْهَا کہا جاتا یعنی اوپر ان کے اور یہ جو کہا کہ مسح کرے جوتوں پر یعنی نہ کفایت کرے ساتھ مسح کے اوپر ان کے جیسا کہ موزوں میں کافی ہوتا ہے اور اشارہ کیا ہے بخاری رحمہ اللہ نے ساتھ اس کے طرف اس چیز کے کہ مروی ہے علی رضی اللہ عنہ وغیرہ اصحاب سے کہ انہوں نے وضو میں اپنے جوتوں پر مسح کیا پھر نماز پڑھی اور اس باب میں ایک حدیث مرفوع مروی ہے جو ابو داؤد وغیرہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کی ہے لیکن ضعیف کہا ہے اس کو عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہ اماموں نے اور استدلال کیا ہے طحاوی نے اوپر نہ کافی ہونے مسح کے ساتھ اجماع کے اس پر کہ موزے جب پھٹ جائیں یہاں تک کہ دو قدم ظاہر ہوں تو ان پر مسح کافی نہیں اور اسی طرح جوتوں پر اس واسطے کہ وہ پاؤں کو فائدہ نہیں دیتے۔ انتہی۔ اور یہ استدلال صحیح ہے لیکن اجماع کے نقل کرنے میں نزاع ہے اور یہ جگہ اس مسئلے کی بسط کی نہیں لیکن ہم اس کے خلاصے کی طرف اشارہ کرتے ہیں پس تحقیق تمسک کیا ہے اس شخص نے جو پاؤں کے مسح کرنے کو کافی سمجھتا ہے ساتھ اس آیت کے وَاَرْجُلَکُمْ واسطے عطف اس کے کی وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ پر یعنی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ مسح کرو اپنے سروں کا اور پاؤں کا اور یہی مذہب ہے ایک جماعت اصحاب اور تابعین کا پس حکایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ایک روایت ضعیف میں اور ثابت اس سے اس کا خلاف ہے اور یہی محکی ہے عکرمہ اور شعبی اور قتادہ سے اور یہ قول شیعہ کا ہے اور حسن بصری سے روایت ہے کہ واجب دھونا ہے یا مسح کرنا اور بعض اہل ظاہر سے روایت ہے کہ واجب ہے جمع کرنا درمیان ان کے اور جمہور کے دلیل صحیح حدیثیں ہیں جو مذکور ہیں اور سوائے ان کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے اس واسطے کہ تحقیق وہ بیان ہے واسطے مراد کے اور جمہور نے آیت کا کئی وجہ سے جواب دیا ہے ایک یہ کہ اَرْجُلَکُمْ زبر لام کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور اس کا عطف اَیْدِیَکُمْ پر ہے یعنی دھوؤ اپنے ہاتھ اور پاؤں کو اور بعض کہتے ہیں کہ وہ رُءُوْسِکُمْ کے محل پر معطوف ہے مانند اس آیت کی ﴿یَا جِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ﴾ ساتھ زبر را کے اور بعض کہتے ہیں کہ مسح آیت میں محمول ہے خاص صورت پر مشروع ہونے مسح سے موزوں پر یعنی مراد اس سے یہ ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے پس حمل کیا ہے انہوں نے زیر کی قرأت کو اوپر مسح موزوں کے اور زبر کی قرأت کو پاؤں کے دھونے پر اور ابو بکر بن عربی نے اس کی تقریر بہت عمدہ کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں قرأتوں میں تعارض ظاہر ہے اور جس چیز میں ظاہر تعارض ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ممکن ہو عمل کرنا ساتھ دونوں کے تو واجب ہے عمل کرنا اور نہیں تو عمل کیا جائے

ساتھ قدر ممکن کے اور نہیں حاصل ہوتا دھونا اور مسح کرنا ایک عضو میں ایک حالت میں اس واسطے کہ وہ پہنچاتا ہے طرف تکرار مسح کے اس واسطے کہ دھونا مسح کو بغل گیر ہے اور امر مطلق نہیں چاہتا تکرار کو پس باقی رہا کہ عمل کیا جائے ساتھ اس کے دو حال میں واسطے توفیق کے درمیان دونوں قرأتوں کے اور واسطے عمل کرنے کے ساتھ قدر ممکن کے اور بعض کہتے ہیں کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ عطف کیا گیا ہے اوپر سروں مسح کیے گیوں کے اس واسطے کہ وہ جگہ گمان کی ہے واسطے بہت ڈالنے پانی کے اوپر اس کے پس واسطے منع کرنے اسراف کے عطف کیا گیا اوپر ان کے اور یہ مراد نہیں کہ حقیقتا اس کا مسح کیا جائے اور دلالت کرتا ہے اس مراد پر قول اس کے اِلَى الْكَعْبَيْنِ اس واسطے کہ مسح رخصت ہے پس نہ مقید ہوگا ساتھ غایت کے اور اس واسطے کہ مسح بولا جاتا ہے اوپر غسل خفیف کے۔ (فتح)

١٦١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرَ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ وَمَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا الْيَمَانِيَّيْنِ وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتّٰى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَمَّا الْأَرْكَانُ فَإِنِّيْ لَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَّيْنِ وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَإِنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النَّعْلَ الَّتِيْ لَيْسَ فِيْهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيْهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا

۱۶۱۔ عبید بن جریج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! (کنیت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما) میں تجھ کو چار چیزیں کرتے ہوئے دیکھتا ہوں کہ میں نے کسی کو تیرے اصحاب سے ان کو کرتے نہیں دیکھا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن جریج! وہ کیا چیزیں ہیں اس نے کہا ایک تو یہ ہے کہ تو کعبہ کے رکنوں سے فقط دو یمانی رکنوں کے سوا کسی رکن کو نہیں چھوتا ہے یعنی رکن اسود کو اور جو اس کے برابر ہے صفا کے مقابلے میں دوسری یہ کہ تو بے بالوں کی جوتی پہنتا ہے تیسری یہ کہ تو زردی سے اپنے کپڑے رنگتا ہے چوتھی یہ کہ جب تو کعبے میں تھا تو لوگوں نے پہلی تاریخ کو جب چاند دیکھا تو احرام باندھا اور تو نے آٹھویں تاریخ کو احرام باندھا (ان کا کیا سبب ہے بتلاؤ) عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا دونوں رکنوں کو تو میں اس واسطے چھوتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ انہی دونوں رکنوں کو چھوتے تھے اور جوتی بے بالوں کی اس واسطے پہنتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی جوتی پہنتے دیکھا ہے جس میں بال نہیں تھے اور حضرت ﷺ وضو کرتے تھے اس میں اور زردی سے کپڑے اس واسطے رنگ کرتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کے ساتھ رنگ کرتے ہوئے دیکھا ہے پس

وَأَمَّا الْإِهْلَالُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ.

میں اس کے ساتھ رنگ کرنے کو پیارا رکھتا ہوں اور احرام نہ باندھنا میرا اس وجہ سے ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو احرام باندھے ہوئے نہیں دیکھا یہاں تک کہ آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہوگئی۔

فائدہ: مطلب ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ہے کہ جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے عمل کو احرام کے ساتھ متصل کیا اور اس میں کوئی ایسا امر واقع نہ ہوا جس سے عمل منقطع ہو جائے ایسے ہی مکی کو بھی چاہیے کہ ترویہ کے دن احرام باندھے تا کہ اس کا عمل اس کے متصل ہو جائے اگر اول مہینے کے باندھے گا تو اس کا احرام عمل کے ساتھ متصل نہیں ہوگا اس لیے کہ عمل حج کا تو آٹھویں کے دن سے شروع ہوگا اور یہ جو کہا کہ تیرے اصحاب سے یعنی حضرت ﷺ کے اصحاب سے اور مراد بعض اصحاب ہیں اور ظاہر سیاق سے ہے کہ جن اصحاب کو عبید نے دیکھا تھا ان میں سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سوا کوئی صحابی یہ کام نہیں کرتا تھا بلکہ وہ کعبے کے چاروں رکنوں کو ہاتھ لگا کر چومتے تھے اور تحقیق صحیح ہو چکا ہے یہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے اور سبتی وہ جوتا ہے جس پر بال نہیں ہوتے اور دونوں کو یمانی بطور تغلیب کے کہتے ہیں اور کیا مراد زردی کے ساتھ رنگنے سے کپڑے ہیں یا بال اس کی شرح آئندہ آئے گی کتاب اللباس میں انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ.

وضو اور غسل میں داہنی طرف سے شروع کرنا سنت ہے

١٦٢ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُنَّ فِي غَسْلِ ابْنَتِهِ ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا.

۱۶۲۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو اپنی بیٹی کے غسل میں فرمایا کہ اس کی داہنی طرفوں سے اور اس کے وضو کے مقاموں سے غسل دینا شروع کرو۔

فائدہ: یعنی جب حضرت ﷺ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا نے انتقال کیا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں کو فرمایا جو حضرت ﷺ کی بیٹی کو غسل میت دیتی نہیں کہ اس کو غسل دینے کے وقت اور وضو میں داہنی طرف سے شروع کریں اور وضو میں داہنی طرف سے شروع کرنا ابدان بمیامنها یعنی اس کی داہنی طرف سے شروع کرو اور عموم سے ثابت ہوتا ہے پس مطابقت حدیث کے باب سے ظاہر ہوگئی اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کا داہنی طرف سے غسل کرنا سنت ہے اور داہنی طرف سے وضو کے مقاموں کو یعنی منہ اور ہاتھ کو مقدم کرے اور اس حدیث کی شرح کتاب الجنائز میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور وارد کیا بخاری رحمہ اللہ نے ایک ٹکڑا حدیث کا تا کہ بیان کرے ساتھ اس کے عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی مراد کو کہ آپ کو تیمن خوش لگتا تھا اس واسطے کہ وہ لفظ مشترک ہے درمیان ابتداء

بالیمین کے یعنی دینے چیز کے ساتھ داہنے ہاتھ کے اور تبرک کے اور قصد داہنے کے پس ظاہر ہوا ساتھ حدیث ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے کہ مراد ساتھ طہور کے پہلے معنی ہیں۔ (فتح)

۱۶۳ ۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِيْ تَنَعُّلِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَطُهُوْرِهٖ وَفِيْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ.

۱۶۳۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند آتا تھا داہنے سے شروع کرنا جوتا پہننے میں اور کنگھی دینے میں اور وضو کرنے میں اور اپنے کل کاموں میں۔

فائدہ: کہا شیخ تقی الدین نے کہ وہ عام ہے خاص کیا گیا اس واسطے کہ پاخانے میں داخل ہونا اور مسجد سے نکلنا اور مانند ان کی ابتدا کیا جاتا ہے ساتھ ان کے بائیں طرف سے اور تاکید شان کی ساتھ قول اس کے کی کلہ دلالت کرتی ہے عموم پر اس واسطے کہ تاکید اٹھا دیتی ہے مجاز کو پس ممکن ہے کہ کہا جائے کہ حقیقت شان کی وہ چیز ہے کہ ہو فعل مقصود اور جس چیز میں بائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے وہ افعال مقصود سے نہیں بلکہ وہ یا متروک ہیں یا غیر مقصود اور اس حدیث میں استحباب شروع کرنے کا ہے ساتھ داہنے طرف سر کے کنگھی کرنے میں اور غسل میں اور سر منڈانے میں اور نہیں کہا جاتا کہ یہ ازالہ کے باب سے ہے یعنی ایک چیز کا دور کرنا پس شروع کیا جائے اس میں بائیں طرف سے بلکہ وہ باب عبادت اور تزیین کے سے ہے اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے ابتدا کرنا سر منڈانے میں کما سیاتی اور اس میں شروع کرنا ہے ساتھ داہنے پاؤں کے جوتا پہننے میں اور اس کے دور کرنے میں بائیں طرف سے اور اس میں شروع کرنا ہے ساتھ داہنے ہاتھ کے وضو میں اور اسی طرح پاؤں میں اور ساتھ داہنی طرف کے غسل میں اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اوپر مستحب ہونے نماز کے داہنی طرف امام کے اور مسجد کے داہنی طرف میں اور کھانے پینے میں ساتھ داہنے کے اور تحقیق وارد کیا ہے اس کو بخاری نے ان سب جگہوں میں نووی نے کہا کہ قاعدہ شرع کا جو ہمیشہ جاری ہے یہ ہے کہ مستحب ہے شروع کرنا داہنی طرف سے ہر اس چیز میں کہ ہو باب تکریم اور تزیین کے سے اور جو ان کی ضد ہو ان میں بائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے۔ کہا نووی نے اور اجماع کیا ہے علماء نے اس پر کہ وضو میں سنت ہے کہ پہلے داہنی طرف سے شروع کرے جس نے اس کا خلاف کیا اس سے فضیلت فوت ہوئی اور اس کا وضو تمام ہوا، انتہی۔ اور مراد اس کی ساتھ علماء کے اہل سنت ہیں نہیں تو پس شیعہ کا مذہب واجب ہونا ہے اور غلطی کی ہے مرتضی نے ان میں سے پس نسبت اس کو طرف شافعیہ کی اور شاید گمان کیا اس نے کہ یہ لازم ہے قول اس کے سے ساتھ واجب ہونے ترتیب کے لیکن نہیں کہا ہے اس نے ساتھ اس کے دونوں ہاتھ میں اور نہ دونوں

پاؤں میں اس واسطے کہ وہ بجائے ایک جوڑ کے ہیں اور اس واسطے کہ وہ جمع کیے گئے ہیں بیچ لفظ قرآن کے لیکن مشکل ہے اس کے اصحاب پر حکم ان کا پانی پر ساتھ مستعمل ہونے کے جب کہ منتقل ہو ایک ہاتھ سے طرف دوسرے کی باوجود قول ان کے کہ پانی جب تک عضو پر متردد ہو اس کو مستعمل نہیں کہا جاتا اور بیچ استدلال ان کے کی اوپر واجب ہونے ترتیب کے ساتھ اس کے کہ نہیں نقل کیا کسی نے بیچ صفت وضو حضرت ﷺ کی کہ حضرت ﷺ نے الٹا وضو کیا ہو اور اسی طرح نہیں منقول ہے کسی سے کہ حضرت ﷺ نے پہلے بائیں پاؤں کو دھویا ہو اور کہا شیخ موفق نے مغنی میں کہ نہیں جانتا میں نہ واجب ہونے میں خلاف یعنی وضو میں ترتیب بالاتفاق شرط نہیں اور بعضوں نے فقہاء سبعہ کی طرف واجب ہونے کو منسوب کیا ہے اور یہ تصحیف ہے شیعہ کی کلام سے۔ (فتح)

بَابُ الْتِمَاسِ الْوَضُوْءِ إِذَا حَانَتِ الصَّلَاةُ. پانی کا تلاش کرنا جب کہ نماز کا وقت قریب ہو۔

فائدہ: اور مراد اس کا وہ وقت ہے جس میں واقع کی جاتی ہے اور ابن منیر نے کہا کہ مراد بخاری رحمہ اللہ کی استدلال کرنا ہے اس پر کہ نہیں واجب ہے تلاش کرنا پانی کا واسطے وضو کے پہلے داخل ہونے وقت کے اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے نہیں انکار کیا ان پر تاخیر کو پس دلالت کی اس نے اوپر جائز ہونے کے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَضَرَتِ الصُّبْحُ فَالْتُمِسَ الْمَآءُ فَلَمْ يُوْجَدْ فَنَزَلَ التَّيَمُّمُ.

یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا حاضر ہوا وقت صبح کا پس پانی کو تلاش کیا گیا سو نہ پایا گیا پس اترا تیمم یعنی آیت تیمم کی

١٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوْءَ فَلَمْ فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ الْإِنَآءِ يَدَهُ وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَّتَوَضَّئُوْا مِنْهُ قَالَ فَرَأَيْتُ الْمَآءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهِ حَتّٰى تَوَضَّئُوْا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِهِمْ.

۱۶۴۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور نماز عصر کا وقت قریب ہوا پس لوگوں نے پانی کو تلاش کیا سو انہوں نے نہ پایا سو رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی شخص پانی لایا پس رسول اللہ ﷺ نے اس پانی میں اپنے ہاتھ کو رکھ دیا اور آپ نے لوگوں کو حکم کیا کہ اس سے وضو کریں سو میں نے پانی کو دیکھا کہ آپ کے ناخنوں کے نیچے سے جوش مارتا ہے تو لوگوں نے وضو کیا یہاں تک کہ جو پچھاڑی میں تھے انہوں نے بھی وضو کیا (یعنی سب لوگوں نے وضو کیا کوئی باقی نہ رہا)

فائدہ: اس حدیث میں دلیل ہے اوپر اس کے کہ سلوک کرنا مشروع ہے وقت ضرورت کے واسطے اس شخص کے کہ

اس کے پاس اپنے وضو سے زیادہ پانی ہو اور اس سے معلوم ہوا کہ چلو بھرنا وضو کرنے والے کا تھوڑے پانی سے نہیں کرتا ہے اس کو مستعمل اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ امر ساتھ دھونے ہاتھ کے پہلے داخل کرنے اس کے کی برتن میں مستحب ہونے کے واسطے ہے نہ کہ واجب ہونے کے۔

تنبیہ: ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث یعنی پانی کے جوش مارنے کے وقت بہت اصحاب حاضر تھے لیکن نہیں روایت کی گئی ہے یہ حدیث مگر انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے اور یہ واسطے دراز ہونے عمر اس کی کے ہے اور قاضی نے کہا کہ روایت کیا ہے اس حدیث کو عدد کثیر نے یعنی بہت معتبر پکے لوگوں نے جماعت بخشی ہوئی سے تمام لوگوں سے متصل ایک جماعت اصحاب کے سے یعنی ہر زمانے میں اس کے راوی بہت ہیں بلکہ نہیں مروی ہے ان میں سے کسی سے انکار اس کا پس یہ ملحق ہے ساتھ قطعی معجزوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پس دیکھ کتنا فرق ہے دونوں کلاموں میں اور اس کی شرح علامات النبوت میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

بَابُ الْمَآءِ الَّذِیْ یُغْسَلُ بِهٖ شَعَرُ الْاِنْسَانِ.

باب ہے بیان میں اس پانی کے جس سے آدمی کے بال دھوئے جائیں یعنی ایسے پانی کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں۔

فائدہ: یعنی حکم اس پانی کا کہ دھوئے جاتے ہیں ساتھ اس کے بال آدمی کے اشارہ کیا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے طرف اس کی کہ اس کا حکم طہارت کا ہے اس واسطے کہ نہانے والا کبھی واقعہ ہوتا ہے اس کے نہانے کے پانی سے بال اس کا پس اگر ناپاک ہوتا تو البتہ ناپاک ہو جاتا پانی ساتھ ملنے اس کے کی اور نہیں منقول ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پرہیز کیا ہو اپنے نہانے میں بلکہ اپنے بالوں کی جڑوں میں خلال کرتے تھے کما سیاتی اور یہ پہنچا تا ہے اکثر اوقات طرف گرنے بعض بالوں کے پس دلالت کی اس نے اس کے پاک ہونے پر اور یہ قول جمہور علماء کا ہے اور اسی طرح کہا ہے شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قدیم میں اور جدید قول میں بھی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ساتھ نص کی ہے اور صحیح کہا ہے اس کو ایک جماعت نے اس کے اصحاب سے اور یہ طریقہ خراسانیوں کا ہے اور بعض نے ناپاک ٹھہرانے کے قول کو صحیح کہا ہے اور یہ طریقہ عراقیوں کا ہے اور استدلال کیا ہے بخاری رحمۃ اللہ علیہ اوپر پاک ہونے اسکے ساتھ اس چیز کے کہ ذکر کیا ہے اس کو حدیث مرفوع سے اور اس کا پیچھا کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تکریم کیے گئے ہیں پس نہ قیاس کیا جائے گا ان پر غیر ان کا یعنی یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے اور توڑ دیا ہے اس کو ابن منذر اور خطابی وغیرہ نے مگر ساتھ دلیل کے اور اصل اس کا عدم ہے کہا انہوں نے اور لازم آتا ہے اس کے قائل کو یہ کہ نہ حجت پکڑے اوپر پاک ہونے منی کے ساتھ اس کے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں کھرچتیں اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے واسطے ممکن ہونے اس کے کی کہ کہا جائے واسطے اس کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منی پاک ہے پس نہ قیاس کیا جائے گا اوپر آپ کے غیر آپ کا اور حق یہ ہے کہ حکم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام مکلفوں کا ہے احکام تکلیف والوں میں یعنی احکام شرع میں جو

حال سب لوگوں کا ہے وہی حضرت ﷺ کا حال ہے مگر جو حکم دلیل سے خاص ہوا اور تحقیق بہت ہو چکی ہیں دلیلیں اوپر پاک ہونے آپ کے فضلوں کی اور گنا ہے اماموں نے اس کو حضرت ﷺ کے خصائص سے پس نہیں التفات کیا جائے گا طرف اس چیز کی کہ واقع ہوئی ہے بہت شافعیوں کی کتابوں میں جو اس کے مخالف ہے پس تحقیق قرار پا چکا ہے امر ان کے اماموں کے درمیان اس پر کہ منی پاک ہے یہ سب بیان آدمی کے بالوں کا ہے اور اوپر بال حیوان کے جس کا گوشت حلال نہیں جو ذبح کیا گیا ہے پس پس اس میں اختلاف ہے مبنی ہے اس پر کہ بالوں میں بھی زندگی داخل ہوتی ہے پس مرنے کے ساتھ ناپاک ہوں یا نہیں پس صحیح تر نزدیک شافعیہ کے یہ ہے کہ وہ مرنے سے ناپاک ہو جاتے ہیں اور جمہور علماء کا مذہب اسکے برخلاف ہے اور استدلال کیا ہے ابن منذر نے اس پر کہ بالوں میں زندگی داخل نہیں ہوتی پس نہیں پلید ہوتے ساتھ مرنے کے اور نہ ساتھ جدا ہونے کے ساتھ اس طور کے کہ اجماع کیا ہے انہوں نے اوپر پاک ہونے اس چیز کے کاٹی جائے بکری سے بالوں سے اس حال میں کہ بکری زندہ ہو اور ناپاک ہونے اس چیز کے کہ قطع کی جائے اس کے اعضاء سے اس حال میں کہ وہ زندہ ہو پس دلالت کی اس نے اوپر فرق کے درمیان بالوں کے اور اس کے غیر کے اجزاء اس کی سے اوپر برابری کرنے کے درمیان دونوں حالتوں موت اور جدا ہونے کے اور کہا بغوی نے شرح سنہ میں بیچ قول حضرت ﷺ کے میمونہ رضی اللہ عنہا کی بکری میں کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ حرام تو فقط اس کا کھانا ہے استدلال کیا جاتا ہے واسطے اس شخص کے جس کا مذہب یہ ہے کہ جو چیز سوائے اس چیز کے ہے جو کھائی جاتی ہے مردار کی جزوں سے نہیں ہے فائدہ اٹھانا ساتھ اس کے اور مردار کے پروں اور ہڈیوں کا بیان آئندہ آئے گا اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے اور عطاء سے روایت ہے کہ جائز ہے فائدہ اٹھانا لوگوں کے بالوں سے جو منیٰ میں منڈائے جاتے ہیں اور یہ جو کہا کہ جوٹھا کتوں کا تو یہ عطف ہے الماء پر اور تقدیر یوں ہے وَبَابُ سُؤْرِ الْكِلَابِ یعنی کتے کے جوٹھے کا کیا حکم ہے اور ظاہر بخاری رحمہ اللہ کے تصرف سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے پاک ہونے کا قائل ہے۔

وَكَانَ عَطَاءٌ لَا يَرٰى بِهٖ بَأْسًا أَنْ يُّتَّخَذَ مِنْهَا الْخُيُوْطُ وَالْحِبَالُ وَسُؤْرِ الْكِلَابِ وَمَمَرِّهَا فِي الْمَسْجِدِ.

یعنی عطاء بالوں سے دھاگے اور رسے بنانے میں کچھ گناہ نہیں دیکھتے تھے، اور کتے کے جوٹھے اور راس کے مسجد میں گذرنے کا بیان

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ إِذَا وَلَغَ فِيْ إِنَاءٍ لَيْسَ لَهٗ وَضُوْءٌ غَيْرُهٗ يَتَوَضَّأُ بِهٖ وَقَالَ سُفْيَانُ هٰذَا الْفِقْهُ بِعَيْنِهٖ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا﴾ وَهٰذَا مَآءٌ وَفِي

یعنی امام زہری رحمہ اللہ (ایک بڑے جلیل القدر محدث کا نام ہے) نے کہا کہ جب ایسے پانی میں کتا منہ ڈالے کہ اس کے پاس سوائے اس کے اور پانی نہ ہو تو اس سے وضو کر لے اور سفیان رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ فقاہت بعینہ اللہ

النَّفسِ مِنهُ شَیءٌ یَتَوَضَّأُ بِهٖ وَیَتَیَمَّمُ.

تعالیٰ غالب اور بزرگ کے اس قول کے موافق ہے ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا﴾ یعنی جب نہ پاؤتم پانی تو تیمّم کرلواور یہ پانی ہے اور دل میں اس سے کچھ شبہ ہے اس سے وضو کرلے اور تیمّم کرلے (یعنی اللہ نے تیمّم کرنے کا حکم جب ہی فرمایا ہے جب کہ پانی موجود نہ ہو اور یہاں تو پانی موجود ہے گو کتے کے منہ ڈالنے سے اسے دل میں کسی قسم کا شبہ آ گیا ہے سو اس سے وضو بھی کرے اور تیمّم بھی کرلے)

فائدہ: بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں دو مسئلوں کو جمع کیا ہے یعنی آدمی کے بالوں کا حکم اور کتے کے جوٹھے کا حکم اور ہر ایک کا اکثر اس کے ساتھ ہے پھر رجوع کیا طرف دلیل پہلے حکم کی حدیث مرفوع سے پھر اس کے بعد دوسرے حکم کی دلیلیں بیان کیں اور یہ جو سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ فقہ بعنیہ واسطے قول اللہ تعالیٰ کی ہے الخ تو ایک روایت میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ اس کے ساتھ وضو کرے اور اس کے ساتھ تیمّم بھی کرے پس نام رکھا ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے لینے کو ساتھ دلالت عموم کے فقہ اور وہ یہ ہے جس کو بغل گیر ہے قول اللہ تعالیٰ کا ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا﴾ اس واسطے کہ وہ نکرہ ہے نفی کے سیاق میں پس عام ہوگا اور نہ خاص ہوگا مگر ساتھ دلیل کے اور کتے کے منہ ڈالنے سے پانی کے ناپاک ہونے پر اہل علم کا اتفاق نہیں اور زیادہ ہوا تیمّم واسطے احتیاط کے اور پیچھا کیا ہے اس کا اسماعیلی نے ساتھ اس سُور کے کہ شرط ہونا جواز وضو کا ساتھ اس کے جب کہ نہ پائے پانی سوائے اس کے دلالت کرتا ہے اس کے ناپاک ہونے پر نزدیک اس کے اس واسطے کہ جو چیز پاک ہو جائز ہے وضو کرنا ساتھ اس کے سمیت موجود ہونے اس کے غیر کے اور جواب دیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ مراد یہ ہے کہ استعمال غیر اس کے کا اس قسم سے کہ اس میں اختلاف نہ ہو اولیٰ ہے پس اوپر جب نہ پائے غیر اس کا تو نہ پھرے اس سے طرف تیمّم کی اس حال میں کہ اس کے پاک ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو اور لیکن فتویٰ سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ تیمّم کے بعد وضو کرنے کے ساتھ اس کے پس اس واسطے ہے کہ اس نے دیکھا کہ اس پانی میں شک ہے واسطے اختلاف کے پس احتیاط کی اس نے واسطے عبادت کے اور تحقیق تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ لازم آتا ہے اس کے استعمال سے یہ کہ ہو بدن اس کا پاک بغیر شک کے پس ہوگا ساتھ استعمال اس کے کی مشکوک اپنی طہارت میں اسی واسطے بعض اماموں نے کہا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ اس پانی کو گرادے پھر تیمّم کرے۔

١٦٥ ـ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ

١٦٥۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے عبیدہ سے کہا

حَدَّثَنَا إِسْرَآئِيلُ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ قُلْتُ لِعَبِيْدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ أَوْ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ أَنَسٍ فَقَالَ لَأَنْ تَكُوْنَ عِنْدِيْ شَعَرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

کہ ہمارے پاس نبی ﷺ کے بالوں سے کچھ چیز ہے جو ہم کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف سے یا ان کے لوگوں کی طرف سے حاصل ہوا ہے پس عبیدہ رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت ﷺ کے ایک بال کا میرے پاس ہونا مجھ کو زیادہ تر پیارا ہے تمام دنیا سے اور جو کچھ کہ دنیا میں ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بال آدمی کے پاک ہیں ورنہ انس رضی اللہ عنہ ان کو اپنے پاس محفوظ نہ رکھتے اور ارادہ کیا بخاری رحمہ اللہ نے ساتھ وارد کرنے اس اثر کے تقریر اس کی کہ جو بال کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئے تھے جیسا کہ باب کی حدیث میں ہے وہ اس کے گھر والوں کے پاس باقی رہے یہاں تک کہ ان کے غلاموں کی طرف پہنچے اس واسطے کہ سیرین محمد کا باپ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا غلام آزاد تھا اور انس رضی اللہ عنہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ربیب تھے یعنی ان کی گود میں اُس نے پرورش پائی تھی اور وجہ دلالت کی اس سے اوپر ترجمہ کے یہ ہے کہ آدمی کے بال پاک ہیں نہیں تو نہ نگاہ رکھتے ان کو اور نہ تمنا کرتا عبیدہ یہ کہ ہو اس کے پاس ایک بال اس سے اور جب پاک ہوا تو جس پانی کے ساتھ وہ دھویا جاتا ہے وہ بھی پاک ہے۔

١٦٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا حَلَقَ رَأْسَهٗ كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَوَّلَ مَنْ أَخَذَ مِنْ شَعَرِهٖ.

۱۶۶۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حجۃ الوداع میں اپنے سر کے بالوں کو منڈایا تو سب سے اول ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بالوں کو لیا۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ آدمی کے بال پاک ہیں ورنہ حضرت ﷺ کسی کو نہ لینے دیتے یہ جو کہا کہ جب حضرت ﷺ نے اپنا سر منڈایا تو سب سے پہلے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بالوں سے لیا تو ایک روایت میں ہے کہ حضرت ﷺ نے جمرہ کو کنکریاں ماریں اور آپ نے قربانی ذبح کی تو آپ نے سر کی داہنی طرف سر مونڈنے والے کے آگے کی تو اس نے آپ کر سر مونڈا پھر حضرت ﷺ نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا تو وہ بال اس کو دیے پھر بائیں طرف کو منڈایا تو اس نے اس کو بھی مونڈا تو وہ بال بھی حضرت ﷺ نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیے اور ایک روایت میں ہے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو وہ بال دیے اور یہ حدیث اور بھی کئی طرح سے آئی ہے اور نہیں تعارض درمیان ان روایتوں کے بلکہ

طریق تطبیق کا ان کے درمیان یہ ہے کہ دونوں طرف کے بال ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیے سو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے داہنی طرف کے بالوں کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لوگوں کے درمیان تقسیم کیا اور لیکن بائیں طرف کے بال پس ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیے یعنی اپنی بی بی کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کہا نووی نے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب ہے کہ پہلے سر کو داہنی طرف سے منڈائے اور یہ قول جمہور کا ہے برخلاف ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کہ اس کے نزدیک پہلے داہنی طرف سے منڈانا مستحب نہیں اور یہ کہ آدمی کے بال پاک ہیں اور یہ قول جمہور کا ہے اور یہی ہے صحیح نزدیک ہمارے اور یہ کہ جائز ہے برکت حاصل کرنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں سے اور اس میں سلوک کرنا ہے درمیان اصحاب کے عطیہ اور ہدیہ میں میں کہتا ہوں اور اس میں ہے کہ سلوک کرنا نہیں لازم پکڑتا برابری کو اور اس میں زیادہ حصہ دینا ہے اس شخص کو جو متولی ہو تفرقہ کا اوپر غیر اپنے کے اور سر مونڈنے والے کا نام عمر بن عبداللہ ہے۔ (فتح)

بَابُ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَآءِ.

جب برتن میں کتا منہ ڈالے تو اس کو کتنی بار دھونا چاہیے

١٦٧ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِيْ إِنَآءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا.

۱۶۷۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں سے کتا پانی پیے تو اس کو چاہیے کہ سات بار دھوڈالے۔

فائدہ: جب کتا پانی یا اس کے سوا کسی پتلی چیز میں منہ ڈالے تو اس کو ولوغ کہتے ہیں خواہ اس سے کچھ پیے یا نہ پیے اور جب کسی گاڑھی چیز میں منہ ڈالے تو اس کو لعوق کہتے ہیں اور جب خالی برتن میں منہ ڈالے تو اس کو لحس کہتے ہیں اور پینا خاص تر ہے ولوغ سے تو اس کی جگہ میں قائم نہ ہوگا اور مفہوم شرط کا بیچ قول اس کے کی اِذَا وَلَغَ (یعنی جب کتا کسی پتلی چیز میں منہ ڈالے) تقاضا کرتا ہے کہ حکم اس پر بند ہے یعنی حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب کتا کسی پتلی چیز میں منہ ڈالے تو اس وقت اس کو سات بار دھونا آتا ہے اور اگر گاڑھی چیز میں یا خالی برتن میں منہ ڈالے تو اس وقت اس کو دھونا لازم نہیں لیکن جب ہم کہیں کہ دھونے کا حکم واسطے ناپاک ہونے کے ہے تو متعدی ہوگا حکم طرف اس چیز کی جب کہ کسی گاڑی چیز یا خالی برتن میں منہ ڈالے اور ہوگا ذکر ولوغ کا واسطے غالب کے اور اوپر لاحق کرنا اس کے باقی اعضاء کا مانند ہاتھ اس کے کی اور پاؤں اس کے کی پس مذہب منصوص یہ ہے کہ اس کا بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ اس کا منہ اس کے سب اعضاء سے اشرف ہے تو باقی کا بطریق اولیٰ یہ حکم ہوگا اور خاص کیا ہے اس کو قدیم میں ساتھ اول کے یعنی سات بار دھونا صرف اسی وقت ہے جب کہ کتا کسی پتلی چیز میں منہ ڈالے اور کہا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے روضہ میں کہ یہ وجہ شاذ ہے اور کہا شرح مہذب میں کہ وہ قوی ہے دلیل کے اعتبار سے اور اولویت

مذکور کبھی منع کی جاتی ہے اس واسطے کہ اس کا منہ محل استعمال کرنے پلیدیوں کا ہے اور یہ جو کہا کہ کسی کے برتن میں تو اس کا ظاہر عام ہونا ہے تمام برتنوں میں اور مفہوم اس کا نکلتا ہے اس پانی کو جو مستنقع ہو کہ مثلاً اور ساتھ اسی کے قائل ہے اوزاعی مطلق لیکن جب ہم کہیں کہ دھونا اس کا واسطے ناپاک ہونے کے ہے تو جاری ہوگا حکم تھوڑے پانی میں سوائے بہت پانی کے اور جو اضافت کہ اِنَاءِ اَحَدِکُمْ میں ہے وہ لغو ہے اس واسطے کہ پاک ہونا نہیں ہے موقوف اس کے ملک پر اور اسی طرح قول اس کا پس چاہیے کہ دھوئے اس کو نہیں موقوف ہے اس پر کہ وہ خود دھونے والا ہو اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ چاہیے کہ اس کو پھینک دے اور یہ قوی کرتا ہے اس قول کو کہ دھونا اس کا واسطے ناپاک ہونے کے ہے اس واسطے کہ پھینکی گئی چیز عام تر ہے اس سے کھانا ہو یا پانی پس اگر وہ چیز پاک ہوتی تو اس کے پھینکنے کا حکم نہ ہوتا واسطے نہی کے مال کے ضائع کرنے سے اور یہ جو کہا کہ پس چاہیے کہ دھوئے اس کو تو یہ تقاضا کرتا ہے فور کو لیکن حمل کیا ہے اس کو جمہور نے اوپر استحباب کے مگر جو چاہے کہ اس برتن کو استعمال کرے اور یہ جو کہا کہ سات بار تو مالک کی روایت میں مٹی سے مانجنا واقع نہیں ہوا اور نہیں ثابت ہوا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کسی روایت میں مگر ابن سیرین سے اور اختلاف کیا ہے راویوں نے بیچ مانجنے کی اول بار مانجا جائے یا پیچھے یا درمیان ایک روایت میں ہے کہ پہلی بار مانجا جائے اور ایک روایت میں ہے کہ ساتویں بار مانجا جائے اور ایک روایت میں ہے کہ ان میں سے کسی ایک بار مانجا جائے پس طریق تطبیق کا درمیان ان کے یہ ہے کہ ایک بار کی روایت مبہم ہے اور پہلی یا ساتویں بار کی روایت معین ہے اور اَوْ اگر نفس خبر میں ہو تو یہ واسطے اختیار دینے کے ہے۔ پس مقتضی حمل مطلق کا مقید پر یہ ہے کہ حمل کیا جائے اوپر ایک دونوں کے یعنی پہلی بار یا ساتویں بار کے اس واسطے کہ اس میں زیادتی ہے اوپر روایت معین کے اور یہی ہے جس پر نص کی ہے شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اُم میں اور اگر اَوْ واسطے شک کے ہو راوی سے تو روایت اس شخص کی جس نے معین کیا اور شک نہیں کیا اولیٰ ہے روایت اس شخص کے سے جس نے مبہم کیا یا شک کیا پس باقی رہی نظر بیچ ترجیح کے درمیان روایت پہلی بار اور ساتویں بار کے اور پہلی بار مانجنے کی روایت راجح تر ہے بہت ہونے اور زیادہ تر یاد ہونے کے اعتبار سے اور باعتبار معنی کے ہے اس واسطے کہ پچھلی بار کا مانجنا تقاضا کرتا ہے محتاج ہونے کو طرف اور بار دھونے کے واسطے ستھرا کرنے اس کے کی اور تحقیق نص کی ہے شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حرملہ میں کہ پہلی بار مانجنا اولیٰ ہے اور اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ حکم پلیدی کا بڑھتا ہے اپنے محل طرف اس چیز کی کہ اس کی ہمسایہ ہو بشرطیکہ پتلی ہو اور اوپر ناپاک ہونے چیزوں کے جب کہ اس کی ایک جزو میں پلیدی پڑ جائے اور اوپر ناپاک ہونے اس برتن کے جو پتلی چیز کے ساتھ ملا ہوا ہو اور اس پر کہ تھوڑا پانی ناپاک ہو جاتا ہے ساتھ پڑنے پلیدی کے بیچ اس کے اگرچہ اس کی کوئی صفت نہ بگڑے اس واسطے کہ کتے کا پینا نہیں بگاڑتا اس پانی کو جو برتن میں ہے اکثر اوقات اور اس پر کہ وارد ہونا پانی کا پلیدی پر مخالف ہے وارد ہونے پلیدی کی کو اوپر اس کے اس واسطے کہ حکم کیا ساتھ گرانے پانی

کے جب کہ وارد ہو اس پر پلیدی اور وہ حقیقت ہے تمام پانی کو گرانے میں اور حکم کیا ساتھ دھونے اس کے کی اور حقیقت اس کی ادا ہوتی ہے ساتھ اس چیز کے کہ نام رکھا جائے اس کا غسل اگر چہ ہو وہ چیز کہ دھویا جاتا ہے ساتھ اس کے کم اس چیز سے کہ گرائی جاتی ہے۔

فائدہ: مالکیہ اور حنفیہ ظاہر اس حدیث کے مخالف ہیں پس اپیر مالکیہ پس نہیں قائل ہیں ساتھ مانجنے کے مٹی سے باوجودیکہ سات بار دھونے کو واجب کہتے ہیں مشہور قول پر نزدیک ان کی اس واسطے کہ مٹی سے مانجنا مالک کی روایت میں واقع نہیں ہوا ان میں قرافی نے کہا کہ صحیح ہو چکی ہیں اس میں حدیثیں پس عجب ہے اُن سے کہ کس طرح مانجنے کے ساتھ قائل نہیں اور مالک سے ایک روایت میں ہے کہ سات بار دھونے کا حکم واسطے استحباب کے ہے اور معروف اس کے اصحاب کے نزدیک یہ ہے کہ وہ وجوب کے واسطے ہے لیکن وہ واسطے تعبد کے ہے یعنی عبادتی امر ہے اس واسطے کہ کتا مالکیوں کے نزدیک پاک ہے اور ظاہر کی ہے ان کے بعض متاخرین نے حکمت سوائے ناپاک کرنے کے **کماسیاتی** اور ایک روایت مالک سے ہے کہ کتا ناپاک ہے لیکن اس کا قاعدہ یہ ہے کہ پانی ناپاک نہیں ہوتا مگر بگڑنے سے پس نہیں واجب ہے سات بار دھونا واسطے ناپاک ہونے کے بلکہ واسطے تعبد کے لیکن وارد اُس پر قول حضرت ﷺ کا اول میں اس حدیث کے جیسا کہ مسلم کی روایت میں **طُهُوْرُ اِنَآءِ اَحَدِكُمْ** اس واسطے کہ طہارت استعمال کی جاتی ہے یا حدث سے یا پلیدی سے اور نہیں ہے بے وضو ہوتا برتن پر پس متعین ہوئی ناپاکی اور جواب دیا گیا ہے ساتھ منع کرنے حصر کے اس واسطے کہ تیمم نہیں اٹھاتا حدث کو اور تحقیق کہا گیا ہے واسطے اس کے طہور مسلم کا اور اس واسطے کہ طہارت اس کے غیر پر بھی بولی جاتی ہے مانند اس آیت کے ﴿**خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ**﴾ اور مانند اس حدیث کی کہ مسواک مطہرہ ہے واسطے منہ کے اور جواب پہلے اعتراض سے یہ ہے کہ تیمم پیدا ہونے والا ہے حدث سے یعنی بے وضو ہونے سے پس جب قائم ہوا مقام اس چیز کے کہ پاک کرتا ہے حدث کو تو اس کا نام طہور رکھا گیا اور جو اس کا قائل ہے کہ وہ حدث کو اٹھا دیتا ہے تو وہ منع کرتا ہے اس اعتراض کو جڑھ سے اور جواب دوسرے اعتراض سے یہ ہے کہ الفاظ شرع کے جب دائر ہوں درمیان حقیقت لغوی اور شرعی کے تو محمول ہوتے ہیں حقیقت شرعی پر مگر جب کہ دلیل قائم ہو اور یہ دعویٰ بعض مالکیوں کا کہ حکم دھونے کا اس کتے کے منہ ڈالنے سے ہے جس کا رکھنا منع ہے سوائے اس کتے کے جس کے رکھنے کی اجازت ہے محتاج ہے طرف ثابت ہونے تقدم نہی کے کتے کے رکھنے کے حکم سے اوپر امر کے ساتھ غسل کے اور محتاج ہے طرف قرینہ کے دلالت اس پر کہ مراد وہ کتا ہے جس کے رکھنے کی اجازت نہیں اس واسطے کہ ظاہر لام سے بیچ قول حضرت ﷺ کے الکلب یہ ہے کہ وہ جنس کے واسطے ہے یعنی مراد جنس کتے کی ہے پس شامل ہوگا یہ حکم ہر قسم کے کتے کو یا واسطے تعریف ماہیت کے ہے پس محتاج ہوگا مدعی اس امر کا کہ وہ واسطے عہد کے ہے طرف دلیل کی اور مانند اس کی ہے فرق کرنا ان کے بعض کا درمیان جنگلی

اور خانگی کتے کے اور بعض نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ خاص ہے ساتھ کتے سودائی کے جس کے کاٹنے سے ہر چیز سودائی ہو کر مر جاتی ہے اور حکمت بیچ حکم کے ساتھ دھونے اس کے کی طب کی وجہ سے ہے اس واسطے کہ شارع نے طب میں کئی جگہ سات بار کو اعتبار کیا ہے جیسے کہ فرمایا کہ مجھ پر سات مشکیں ڈالو اور فرمایا کہ جو صبح کو سات کھجوریں عجوہ سے کھائے اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس کے کہ سودائی کتا پانی کے نزدیک نہیں جاتا پس کس طرح حکم کیا جائے گا ساتھ دھونے کے اس کے پانی پینے سے اور جواب دیا ہے بعض نے ساتھ اس طور کے کہ نہیں نزدیک ہوتا وہ پانی کے بعد مضبوط ہونے دیوانگی کے لیکن ابتدا میں پس نہیں باز رہتا پانی سے اور اس تعلیل میں اگرچہ مناسبت ہے لیکن وہ مستلزم ہے تخصیص کو بغیر دلیل کے اور تعلیل ساتھ ناپاک ہونے کے قوی تر ہے اس واسطے کہ منصوص کے معنی میں ہے اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صریح یہ کہنا کہ کتے کے جوٹھے سے دھونا اس واسطے ہے کہ وہ ناپاک ہے روایت کیا ہے اس کو محمد بن نصر مروزی نے ساتھ سند صحیح کے اور کسی صحابی سے اس کا خلاف ثابت نہیں ہوا اور مالکیوں سے بھی مشہور فرق کرنا ہے درمیان پانی برتن کے پس گرایا جائے اور دھویا جائے اور درمیان برتن طعام کے پس کھایا جائے پھر دھویا جائے برتن بطورِ تعبد کے اس واسطے کہ گرانے کا حکم عام ہے پس خاص کیا جائے گا اس سے کھانا ساتھ نہی کے ضائع کرنے مال سے اور معارضہ کیا گیا ہے ساتھ اس کے کہ نہی ضائع کرنے سے خاص ہے ساتھ امر کے ساتھ گرانے کے اور راجح ہے یہ دوسری وجہ ساتھ اجماع کے اوپر گرانے اس چیز کے کہ اس میں پلیدی پڑے تھوڑی پتلی چیزوں سے اگرچہ اس کی قیمت بڑی ہو پس ثابت ہوا کہ عموم نہی کا خاص ہے برخلاف گرنے کے حکم کے اور جب اس کے جوٹھے کا پلید ہونا ثابت ہوا تو ہوگا عام تر اس سے کہ وہ واسطے ناپاک ہونے اس کی عین ذات کے یا واسطے ناپاک ہونے اس کی خوراک کے مانند کھانے مردار کے مثلاً لیکن پہلی وجہ راجح تر ہے یعنی نجاست اس کی عین ذات کے واسطے ہے اس واسطے کہ وہ اصل ہے اور اس واسطے کہ لازم آتا ہے دوسری وجہ پر شریک ہونا اس کے غیر کا واسطے اس کے حکم میں مانند بلی کے مثلاً اور جب ثابت ہوا ناپاک ہونا جوٹھے اس کے کا واسطے ناپاک ہونے عین ذات اس کی کے تو نہ دلالت کرے گا اوپر باقی اس کے کی مگر ساتھ طریق قیاس کے مانند اس کی کہ کہا جائے کہ اس کا لعاب یعنی اس کے منہ کا پانی ناپاک ہے اس واسطے کہ وہ کھینچا گیا ہے اس سے اور لعاب اس کے منہ کا پسینہ ہے اور اس کا منہ اس کے سارے بدن سے پاک تر ہے تو اس کا پسینہ ناپاک ہوگا اور جب اس کا پسینہ ناپاک ہوا تو اس کا بدن بھی ناپاک ہوگا اس واسطے کہ اس کا پسینہ دھویا گیا ہے اس کے بدن سے لیکن کیا لاحق ہیں باقی اعضاء اس کے ساتھ زبان اس کی کے بیچ واجب ہونے سات بار کے مانجنے کی یا نہیں؟ پہلے گزر چکا ہے اشارہ طرف اس کی نووی کی کلام سے اور اوپر حنفیہ پس نہیں قائل ہیں سات بار دھونے کے اور نہ ساتھ مانجنے کے اور عذر کیا ہے طحاوی وغیرہ نے اُن سے ساتھ کئی امروں کے ایک یہ کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی نے تین بار دھونے کے ساتھ فتویٰ دیا پس معلوم ہوا کہ سات بار

دھونا منسوخ ہے اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ احتمال ہے کہ فتویٰ دیا ہو اس نے ساتھ اس کے واسطے اس اعتقاد رکھنے کے کہ سات بار دھونا مستحب ہے نہ واجب یا اس روایت کو بھول گئے ہوں اور احتمال نہیں ثابت کرتا نسخ کو اور نیز یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ اس نے سات بار دھونے کے ساتھ فتویٰ دیا پس یہ فتویٰ اس کا اس کی روایت کے موافق ہے پس ہوگا راجح تر تین بار دھونے کے فتویٰ سے اس واسطے کہ یہ فتویٰ اس کی روایت کے مخالف ہے اور یہ راجح ہونا اس کا سند اور نظر دونوں کے اعتبار سے ہے لیکن راجح ہونا اس کا اعتبار نظر کے پس ظاہر ہے اور اوپر سند پس موافقت وارد ہوئی ہے روایت حماد بن زید کی سے اس نے روایت کی ہے ایوب سے اس نے ابن سیرین سے اور یہ صحیح سندوں سے ہے اور اوپر مخالفت پس روایت عبدالملک بن ابی سلیمان کی سے ہے اور وہ پہلی سند سے قوت میں بہت کم ہے اور ایک یہ کہ گندگی سخت تر ہے پلید ہونے میں کتے کے جوٹھے سے اور نہیں قید ہے اس میں سات بار دھونے کے تو کتے کا جوٹھا بطریق اولیٰ اسی طرح ہوگا اور جواب دیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ گندگی جو اس سے پلید ہونے میں سخت تر ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حکم میں بھی اس سے سخت تر ہو اور ساتھ اس طور کے کہ وہ قیاس ہے نص کے مقابلے میں اور وہ فاسد ہے اور ایک یہ کہ یہ حکم اس وقت تھا جب کہ حضرت ﷺ نے کتوں کے مارنے کے ساتھ حکم کیا تھا پھر جب ان کے مارنے کا حکم منسوخ ہوا تو دھونے کا حکم بھی منسوخ ہوا اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس کے کہ ان کے مار ڈالنے کا حکم ہجرت کے اول میں تھا اور حکم ساتھ دھونے کے نہایت پیچھے ہے اس واسطے کہ وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے اور تحقیق ذکر کیا ہے ابن مغفل ؓ نے کہ اس نے حضرت ﷺ سے سنا کہ آپ نے کتے کے جوٹھے سے دھونے کا حکم فرمایا اور اس کا اسلام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح ہجرت کے ساتویں سال میں ہے بلکہ سیاق مسلم کا ظاہر ہے اس میں کہ حکم ساتھ دھونے کے تھا بعد حکم کے ساتھ قتل کرنے کتوں کے اور ایک الزام دینا شافعیوں کو ہے ساتھ واجب کرنے آٹھ بار دھونے کے واسطے عمل کرنے کے ساتھ ظاہر حدیث عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے جس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور اس کے لفظ یہ ہے کہ دھو ڈالو اس کو سات بار اور اس کو آٹھویں بار مٹی سے مانجو اور جواب دیا گیا ہے کہ شافعیہ جو عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ قائل نہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بالکل حدیث پر عمل کرنا چھوڑ دیں اس واسطے کہ اگر شافعیوں کا عذر اس حدیث سے باوجہ ہو تو فبہا نہیں تو ہر ایک دونوں فرقوں سے ملامت کیا گیا ہے بیچ ترک کرنے عمل کے ساتھ اس کے کہا ہے اس کو ابن دقیق العید نے اور بعض یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ اجماع اس کے برخلاف ہے اس واسطے کہ ہم اس کے ساتھ عمل نہیں کرتے اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہ وہ اس کے ساتھ قائل ہے اور یہی قول ہے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں اس حدیث کے صحیح ہونے پر واقف نہیں ہوا لیکن یہ نہیں ثابت کرتا عذر کو واسطے اس شخص کے جو اس کی صحت پر واقف ہوا اور میل کی ہے بعض نے

طرف ترجیح دینے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اوپر حدیث عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے اور ترجیح کی طرف نہیں پھرا جاتا باوجود ممکن ہونے تطبیق کے اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرنا مستلزم ہے عمل کرنے کو ساتھ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بدون عکس کے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے اور اگر ہم اس باب میں ترجیح کی راہ چلیں تو نہ قائل ہوں ساتھ مانجنے کے ہرگز اس واسطے کہ روایت مالک کی بدون مانجنے کی راجح تر ہے روایت اس شخص کی سے جو اس کو ثابت کرتا ہے اور باوجود اس کے پس ہم اس کے ساتھ قائل ہیں واسطے لینے زیادتی ثقہ کے اور شرح اس حدیث کی نہایت دراز ہے اور ممکن ہے کہ اُس میں ایک کتاب مستقل تصنیف ہو لیکن یہ قدر کافی ہے اس مختصر میں اور اللہ سے ہی مدد مانگی گئی ہے۔ (فتح)

١٦٨ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعْتُ أَبِيْ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا رَاٰى كَلْبًا يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ فَأَخَذَ الرَّجُلُ خُفَّهٗ فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَهٗ بِهٖ حَتّٰى أَرْوَاهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ.

١٦٨۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ایک شخص نے ایک کتا دیکھا کہ پیاس کے مارے کیچڑ کھاتا ہے سو اس مرد نے اپنے موزے کو لے کر اس میں پانی بھر کر اُس کتے کو پلایا یہاں تک کہ اس کو سیراب اور تروتازہ کر دیا سو اس کے بدلے اللہ نے اس کو ثواب دیا اور بہشت میں اس کو داخل کر دیا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ موزے سے بھر کر اس کو پانی پلایا تو استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اوپر پاک ہونے جوٹھے کتے کے اس واسطے کہ ظاہر اس کا یہ ہے کہ اس نے کتے کو اس میں پانی پلایا اور تعاقب کیا گیا ہے بایں طور کہ استدلال کرنا ساتھ اس کے مبنی ہے اس پر کہ پہلے پیغمبروں کی شرع ہمارے واسطے شرع ہے اور اس میں اختلاف ہے اور اگر ہم اس کے ساتھ قائل ہوں تو البتہ ہوگا محل اس کا اس چیز میں کہ منسوخ نہیں ہوئے اور اگر باگ کو ڈھیلا چھوڑا جائے تو بھی استدلال قائم نہیں اس واسطے کہ احتمال ہے کہ اس نے پانی کو کسی اور برتن میں ڈال کر اس کو پلایا ہو یا اس کے بعد موزے کو دھو لیا ہو یا اس کو اس کے بعد نہ پہنا ہو اور یہ جو کہا کہ اللہ نے اس کے واسطے شکر کیا یعنی اس کی ثناء کی پس بدلہ دیا اس کو اوپر اس کے ساتھ اس طور کے کہ اس کے عمل کو قبول کیا اور اس کو بہشت میں داخل کیا۔

وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَتِ الْكِلَابُ تَبُوْلُ وَتُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِيْ زَمَانِ

عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے سو کسی جگہ پر اس سے پانی نہیں چھڑکتے تھے۔

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ
يَكُوْنُوْا يَرُشُّوْنَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ.

فائدہ: بعض علماء مالکیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض ان چار حدیثوں سے کتے کی اور اس کے جوٹھے کی پاکی ثابت کرتا ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غرض نہیں ہے بلکہ غرض اس کی لوگوں کے مذہب بیان کرنے کی ہے وہ خود اس بات کا قائل نہیں اس لیے کہ ترجمہ میں اس نے فقط کتے کے جوٹھے کا نام لیا ہے یوں نہیں کہا کہ جوٹھا کتے کا پاک ہے مگر ظاہر بات پہلی ہے **لما عرف من عادته واللّٰه اعلم بالصواب**۔ ایک روایت میں ہے تقبل سے پہلے تبول واقع ہوا ہے اور اس کے واو عطف کی ہے اور بنا بر اس کے پس نہیں حجت ہے بیچ اس کے واسطے اس شخص کے جس نے استدلال کیا ہے ساتھ اس کے اوپر پاک ہونے کتے کی واسطے اتفاق کے اوپر پلید ہونے اس کے پیشاب کے یہ بات ابن منیر نے کہی ہے اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ جو کہتا ہے کہ کتا پاک ہے اور جس چیز کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کا پیشاب پاک ہے قدح کرتا ہے بیچ نقل اتفاق کے خاص کر ایک جماعت قائل ہیں کہ سب جاندار چیزوں کا پیشاب پاک ہے مگر آدمی کا اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ قائل ہیں ابن وہب ہے اور منذری نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ وہ اپنی جگہوں میں مسجد سے باہر پیشاب کرتے تھے پھر مسجد میں آتے جاتے تھے اس واسطے کہ اس وقت میں مسجد کے کواڑ نہ تھے اور بعید ہے یہ کہ کتوں کو چھوڑا جائے کہ مسجد میں آئیں جائیں یہاں تک کہ اس کو پیشاب سے آلودہ کریں اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ جب اس کو پاک کہا جائے تو یہ منع نہیں ہوگا جیسا کہ بلی میں ہے اور قریب تر یہ ہے کہ کہا جائے کہ تھا یہ معاملہ بیچ ابتداء حال کے اصل اباحت پر پھر وارد ہوا امر ساتھ تکریم مسجدوں کے اور پاک کرنے ان کے کی اور گردانے گئے ان پر کواڑ اور اشارہ کرتی ہے طرف اس کی وہ چیز کہ دوسری روایت میں زیادہ ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ تھے عمر رضی اللہ عنہ پکارتے اپنے بلند آواز سے کہ مسجد میں بیہودہ بات کہنے سے پرہیز کرو کہا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مسجد میں رات کاٹا کرتا تھا اور تھے کتے آتے جاتے الخ پس اشارہ کیا طرف اس کی کہ یہ معاملہ ابتداء میں تھا پھر وارد ہوا امر ساتھ تکریم مسجد کے یہاں تک کہ بیہودہ کلام سے اور ساتھ اس کے دفع ہوگا استدلال اوپر پاک ہونے کتے کے اور یہ جو کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو یہ اگرچہ عام ہے تمام زمانوں کو لیکن وہ خاص ہے ساتھ اس زمانے کے جو پہلے ہے مسجدوں کی نگہبانی کرنے کے حکم سے اور یہ جو کہا کہ اس پر پانی نہ چھڑکتے تھے تو اس میں مبالغہ ہے واسطے دلالت اس کی کے اوپر نفی غسل کے باب اولیٰ سے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے ابن بطال نے اس پر کہ کتے کا جوٹھا پاک ہے اس واسطے کہ کتوں کی شان سے ہے یہ بات کہ پیروی کرتے ہیں کھائی گئی چیز کی جگہوں کو اور بعض اصحاب کے مسجد کے سوا کوئی گھر نہ تھے پس نہیں خالی ہے یہ کہ پہنچے لعاب اس کا طرف بعض اجزاء مسجد کے اور تعاقب کیا گیا

ہے ساتھ اس طور کی کہ مسجد کا پاک ہونا یقینی امر ہے اور جو مذکور ہوا اس میں شک ہے اور یقین نہیں دور ہوتا شک سے پھر دلالت اس کی معارض نہیں منطوق حدیث کی دلالت کو جو وارد ہو چکی ہے بیچ دھونے کتے کے جوٹھے کے۔ (فتح)

١٦٩ ۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ فَقَتَلَ فَكُلْ وَإِذَا أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلٰى نَفْسِهِ قُلْتُ أُرْسِلُ كَلْبِي فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا اٰخَرَ قَالَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلٰى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلٰى كَلْبٍ اٰخَرَ.

١٦٩۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یعنی کتے کے شکار کے حکم سے سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تو اپنے سکھائے شکاری کتے کو چھوڑے اور وہ شکار کو جان سے مار ڈالے تو شکار کو کھا لے اور اگر کتے نے اس میں سے کچھ کھا لیا تو اس کو مت کھا پس سوائے اس کے نہیں کہ اُس نے اپنے نفس کے واسطے پکڑا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں اپنے کتے سکھائے ہوئے کو چھوڑتا ہوں سو اس کے ساتھ دوسرا کتا پاتا ہوں حضرت ﷺ نے فرمایا اس کو مت کھا اس لیے کہ تو نے اپنے کتے پر اللہ کا نام لیا ہے اور دوسرے کتے پر اللہ کا نام نہیں لیا۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح شکار میں آئے گی اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وارد کیا ہے بخاری نے اس حدیث کو اس جگہ تا کہ استدلال کرے ساتھ اس واسطے مذہب اپنے کے بیچ پاک ہونے جوٹھے کتے کے اور مطابقت اس کی واسطے باب کے قول اس کے سے ہے بیچ اس کے اور حکم کتوں کے جوٹھے کا اور وجہ دلالت کی حدیث سے یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے اجازت دی اس کو بیچ کھانے اس چیز کے کہ اس کو کتا شکار کرے اور نہیں مقید کیا اس کو ساتھ اس کے منہ کی جگہ کے اور اسی واسطے مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ کس طرح کھایا جاتا ہے شکار اس کا اور حالانکہ اس کا لعاب ناپاک ہوتا ہے اور جواب دیا ہے اسمٰعیلی نے ساتھ اس کے کہ حدیث بیان کی گئی ہے واسطے تعریف اس بات کی کہ اس کا مار ڈالنا اس کا ذبح کرنا ہے اور نہیں اس میں ثابت کرنا اس کی ناپاکی کا اور نہ نفی اس کی اور دلالت کرتا ہے واسطے اس کے یہ کہ نہیں فرمایا کہ دھو ڈال خون کو جب کہ نکلے دانت کے زخم سے لیکن سپرد کیا اس کو طرف اس چیز کی کہ مقرر تھا نزدیک اس کے واجب ہونے غسل خون کے سے پس شاید سپرد کیا ہو اس کو بھی طرف اس چیز کی کہ مقرر تھا نزدیک اس کے دھونے اس چیز کے سے جو اس کے منہ کو چھوئے اور ابن منیر نے کہا کہ شافعیہ کے نزدیک یہ ہے کہ چھری کو جب ناپاک پانی پلایا جائے اور اس کے ساتھ ذبح کیا جائے تو ذبیحہ پلید ہو جاتا ہے اور کتے کے دانت ان کے نزدیک ناپاک ہیں عین ذات اپنی سے اور تحقیق موافق ہوئے ہیں ہمارے اس میں کہ ذبح کرنا اس کا شرعی ہے نہیں پلید کرتا ذبح کیے جانور کو اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس کے کہ نہیں لازم آتا اتفاق سے اس پر کہ ذبیحہ پلید نہیں

ہوتا ساتھ کاٹنے کتے کے ثابت ہونا اجماع کا اس پر کہ نہیں ہوتا وہ ناپاک ساتھ کسی اور چیز کے پس جو اس نے ان کو الزام دیا ہے وہ لازم نہیں علاوہ ازیں اس مسئلے میں ان کے نزدیک اختلاف ہے اور مشہور یہ ہے کہ کتے کے کاٹنے کی جگہ کو دھونا واجب ہے اور یہ جگہ اس مسئلے کی بسط کی نہیں۔ (فتح)

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوُضُوْءَ إِلَّا مِنَ الْمَخْرَجَيْنِ مِنَ الْقُبُلِ وَالدُّبُرِ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ﴾.

باب ہے بیان میں اس شخص کے جو نہیں دیکھتا ہے وضو کر مگر دو مخرجوں سے واسطے قول اللہ تعالیٰ کے یا آئے کوئی تم میں کا پائخانہ سے۔

فائدہ: یہ استثناء مفرغ ہے اور معنی یہ ہیں کہ بیان ہے اس شخص کا جو نہیں دیکھتا وضو کو واجب نکلنے کسی چیز کے سے بدن کے نکلنے کی جگہوں سے مگر قبل یا دبر یعنی آگے یا پیچھے سے اور اشارہ کیا طرف خلاف اس شخص کی جو دیکھتا ہے وضو کو اس چیز سے کہ ان دونوں کے سوا بدن سے نکلتی ہے مانند قے ء اور سینگی وغیرہ کی اور ممکن ہے کہ کہا جائے کہ وضو کے توڑنے والی چیزیں معتبر ہیں رجوع کرتی ہیں طرف دو مخرجوں کی پس سونا جگہ گمان نکلنے ہوا کی ہے پیچھے سے اور ہاتھ لگانا عورت کو اور چھونا ذکر جگہ گمان نکلنے مذی کی ہے اور یہ جو کہا کہ واسطے دلیل قول اللہ تعالیٰ کے یا تم میں سے کوئی پائخانہ سے آئے تو اس میں معلق کیا ہے وجوب وضو کو یا تیمم کو وقت نہ پانے کے اوپر آنے کے غائط سے اور وہ جگہ با اطمینان ہے زمین سے کہ تھے قصد کرتے اس کو واسطے پائخانے کے پس یہ دلیل ہے وضو کی اس چیز سے کہ نکلے دو راہوں سے یعنی آگے اور پیچھے سے اور قول اللہ تعالیٰ کا ﴿أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾ یعنی یا ہاتھ لگاؤ تم عورتوں کو دلیل ہے وضو کی عورتوں کے ہاتھ لگانے سے اور اسی کے معنی میں ہے ذکر کو ہاتھ لگانا باوجود صحیح ہونے حدیث کے بیچ اس کے لیکن ہو شیخین کی شرط پر نہیں اور تحقیق صحیح کہا ہے اس کو مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اور تمام ان لوگوں نے جنہوں نے صحیح حدیثوں کو روایت کیا ہے سوائے بخاری ومسلم کے۔

وَقَالَ عَطَآءٌ فِيْمَنْ يَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ الدُّوْدُ أَوْ مِنْ ذَكَرِهِ نَحْوُ الْقَمْلَةِ يُعِيْدُ الْوُضُوْءَ.

یعنی عطاء نے کہا ہے جس شخص کے پیچھے سے کیڑے نکلیں یا آگے سے اس کے مثل جوں کی نکلے وہ وضو کو پھر کرے۔

فائدہ: موصول کیا ہے اس معلق حدیث کو ابن ابی شیبہ وغیرہ نے مانند اس کی اور اس کی سند صحیح ہے اور مخالف اس میں ابراہیم نخعی اور قتادہ اور حماد بن سلمہ ہے کہتے ہیں کہ نہیں توڑتا وضو کو نادر یعنی جو کبھی اتفاقاً نکلے اور یہ قول مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے مگر یہ کہ حاصل ہو ساتھ اس کے آلودگی۔

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ إِذَا ضَحِكَ فِي الصَّلَاةِ أَعَادَ الصَّلَاةَ وَلَمْ يُعِدِ الْوُضُوْءَ.

یعنی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب کوئی نماز کے اندر ہنسے تو نماز دہرائے اور وضو کو نہ دہرائے۔

فائدہ: موصول کیا ہے اس کو سعید بن منصور اور دار قطنی وغیرہ نے اور مخالف اس میں ابراہیم نخعی اور اوزاعی اور ثوری اور ابو حنیفہ اور اس کے یار ہیں کہتے ہیں کہ ہنسنا وضو کو توڑ ڈالتا ہے جب کہ نماز کے اندر ہو اور گر نماز کے باہر ہو تو نہیں توڑتا ابن منذر نے کہا کہ اجماع ہے اس پر کہ اگر نماز کے باہر ہنسے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر نماز کے اندر ہنسے تو اس میں اختلاف ہے سو جو لوگ وضو کے ٹوٹ جانے کے قائل ہیں انہوں نے قیاس جلی کا خلاف کیا اور تمسک کیا ہے انہوں نے ساتھ ایک حدیث کے جو صحیح نہیں اور پناہ ہے اللہ کی کہ حضرت ﷺ کے اصحاب جو تمام زمانوں کے لوگوں سے بہتر ہیں یہ کہ اللہ کے سامنے نماز میں حضرت ﷺ کے پیچھے ہنسیں علاوہ ازیں یہ ہے کہ نہیں لیا ہے انہوں نے حدیث کے عموم کو جو ہنسنے کے باب میں مروی ہے بلکہ خاص کیا ہے اس کو ساتھ قہقہ کے۔ (فتح)

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ أَخَذَ شَعَرِهِ وَأَظْفَارِهِ أَوْ خَلَعَ خُفَّيْهِ فَلَا وُضُوْءَ عَلَيْهِ.

یعنی حسن نے کہا کہ اگر اپنے بال کتروائے یا ناخن کٹوائے یا موزوں کو اتار ڈالے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔

فائدہ: موصول کیا ہے اس کو ابن منذر وغیرہ نے ساتھ سند صحیح کے اور مخالف اس کا مجاہد اور حکم بن عیینہ اور حماد ہے کہتے ہیں جو اپنے ناخن کاٹے یا مونچھ کتروائے تو اس پر وضو ہے اور نقل کیا ہے ابن منذر نے کہ اجماع اس کے برخلاف قرار پایا ہے اور اوپر موزوں کے اتارنے سے وضو کا واجب ہونا تو موافق ہوا ہے اس کو [illegible] پر ابراہیم نخعی اور طاؤس اور عطاء اور اس کے ساتھ فتویٰ دیتا تھا سلیمان بن حرب اور داؤد اور جمہور اور ان کے مخالف ہیں دو قول پر جو مرتب ہیں اوپر واجب کرنے موالات کے یعنی پے درپے دھونے کے اور نہ واجب ہونے اس کے کی سو جو اس کو واجب جانتا ہے وہ کہتا ہے کہ واجب ہے از سر نو وضو کرنا جب کہ فاصلہ دراز ہو اور جو اس کو واجب نہیں جانتا وہ کہتا ہے کہ فقط اپنے دونوں پاؤں دھولے اور یہی ظاہر تر ہے شافعی رحمہ اللہ کے مذہب سے اور بویطی میں کہا کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ از سر نو وضو کرے اور کہا بعض شافعیہ وغیرہ نے کہ واجب ہے از سر نو کرنا وضو کا اگرچہ موالات یعنی پے در پے دھونا وضو کے اعضاء کا واجب نہیں اور لیث سے اس کا مروی ہے۔

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ لَا وُضُوْءَ إِلَّا مِنْ حَدَثٍ.

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں ہے وضو مگر حدث سے (یعنی جب قبل یا دبر سے کوئی چیز نکلے تو اس وقت وضو واجب ہوتا ہے)۔

وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ فَرُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَنَزَفَهُ الدَّمُ فَرَكَعَ وَسَجَدَ وَمَضٰى فِيْ صَلَاتِهِ.

یعنی جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ تھے جنگ میں ذات الرقاع کے پس ایک شخص کو کسی نے تیر مارا پس نکلا اور جاری ہوا اس سے خون بہت یہاں تک کہ ضعیف ہوا پس اس نے رکوع کیا اور سجدہ کیا اور گزرا اپنی

نماز میں یعنی نماز کو پڑھتا رہا قطع نہیں کیا۔

فائدہ: ظاہر ہوا دونوں سیاق مذکور سے سبب اس قصے کا اور اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ﷺ پہاڑ کے ایک درے میں اترے سو فرمایا کہ کون ایسا ہے جو آج کی رات ہماری چوکیداری کرے سو کھڑا ہوا ایک مرد مہاجرین سے اور ایک مرد انصار سے تو دونوں نے درے کے منہ پر رات کاٹی سو دونوں نے رات کو چوکیداری کے واسطے تقسیم کیا سو مہاجر سویا اور انصاری نماز کو کھڑا ہوا تو دشمن کا ایک مرد آیا اور انصاری کو دیکھا کہ نماز پڑھتا ہے تو اس کافر نے اس کو تیر مارا وہ تیر اس کو لگا اس نے اس کو بدن سے کھینچا اور بدستور اپنی نماز میں رہا پھر اس نے اس کو دوسرا تیر مارا تو انصاری نے اسی طرح کیا جس طرح پہلے کیا تھا پھر اس نے اس کو تیسرا تیر مارا تو اس نے اس کو بھی بدن سے کھینچا اور رکوع کیا اور سجدہ کیا اور اپنی نماز ادا کی پھر اس کا ساتھی بیدار ہوا سو جب اس نے دیکھا کہ اس کے بدن سے بہت خون جاری ہے تو کہا کہ تو نے مجھ کو پہلے تیر مارنے کے وقت کیوں نہ خبر دار کیا اس نے کہا کہ میں ایک سورہ پڑھتا تھا سو میں نے چاہا کہ اس کو درمیان سے نہ چھوڑوں اور مراد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ساتھ اس حدیث کے رد کرنا ہے حنفیوں پر اس میں کہ وہ کہتے ہیں کہ بہنے والا لہو وضو کو توڑ ڈالتا ہے پس اگر کہا جائے کہ کس طرح بدستور رہا اپنی نماز میں ساتھ موجود ہونے خون کے اس کے بدن اور کپڑے میں اور حالانکہ نماز میں پلیدیوں سے پرہیز کرنی واجب ہے اور جواب دیا ہے خطابی نے ساتھ اس طور کے کہ احتمال ہے کہ جاری ہوا ہو زخم سے بطور کودنے کی اس طور سے کہ اس کے ظاہر بدن اور کپڑے کو کوئی چیز نہ پہنچی ہو اور یہ جواب دور ہے عقل سے اور احتمال ہے کہ خون فقط کپڑے کو لگا ہو اور اس نے اس کو بدن سے اتار ڈالا ہو اور نہ جاری ہوا ہو اس کے بدن پر مگر تھوڑا قدر جو معاف ہے پھر حجت قائم ہے ساتھ اس کے اوپر اس کے کہ لہو کا نکلنا وضو کو نہیں توڑتا اگرچہ ظاہر ہو جواب اس سے کہ اس کو خون پہنچا اور ظاہر یہ ہے کہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ نماز میں لہو کا نکلنا نماز کو باطل نہیں کرتا اس دلیل سے کہ اس نے اس حدیث کے پیچھے حسن بصری کا اثر ذکر کیا کہ ہمیشہ رہے مسلمان نماز پڑھتے اپنے زخموں میں اور مقرر صحیح ہو چکا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور حالانکہ ان کے زخم سے لہو جوش مارتا تھا اور یہ جو کہا کہ طاؤس اور محمد بن علی نے الخ تو مراد محمد بن علی سے امام ابو جعفر باقر ہے جو امام حسین بن علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں اور اعمش سے روایت ہے کہ میں نے ابو جعفر باقر سے نکسیر کا حکم پوچھا تو اس نے کہا کہ اگر لہو کی نہر جاری ہو تو بھی اس سے وضو نہ دہراؤں اور یہی مروی ہے فقہاء سبعہ سے اور یہی ہے قول مالک رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا۔

وَقَالَ الْحَسَنُ مَا زَالَ الْمُسْلِمُوْنَ يُصَلُّوْنَ فِيْ جِرَاحَاتِهِمْ وَقَالَ طَاوُسٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَعَطَآءٌ وَأَهْلُ الْحِجَازِ

یعنی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہمیشہ مسلمان لوگ اپنے زخموں میں نماز پڑھتے رہے۔ اور کہا طاؤس اور محمد اور عطاء اور اہل حجاز نے کہ خون نکلنے سے وضو نہیں آتا۔ اور

لَيْسَ فِي الدَّمِ وُضُوْءٌ وَعَصَرَ ابْنُ عُمَرَ بَثْرَةً فَخَرَجَ مِنْهَا الدَّمُ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَبَزَقَ ابْنُ أَبِي أَوْفٰى دَمًا فَمَضٰى فِي صَلَاتِهٖ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ فِيْمَنْ يَحْتَجِمُ لَيْسَ عَلَيْهِ إِلَّا غَسْلُ مَحَاجِمِهٖ.

دبایا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک پھنسی کو پس نکلا اس سے خون سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے وضو نہ کیا۔ اور ابن ابی اوفیٰ نے خون تھوکا سو گزرے اپنی نماز میں اور نماز کو نہ توڑا۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص۔ پچھنے لگوائے اس پر کچھ چیز واجب نہیں مگر پچھنے کی جگہ کو دھو ڈالنا۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ سوائے قبل اور دبر کے اگر اور جگہ سے کوئی چیز مثل خون و پیپ وغیرہ کی نکل آئے تو اس سے آدمی کا وضو نہیں ٹوٹتا ہے خواہ بہنے والا ہو یا نہ ہو اور حنفیہ کہتے ہیں کہ خون کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر یہ قول ان کا مخالف ہے ان احادیث و آثار صحابہ کے اور وہ ان احادیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ان میں خون بہنے والا مراد نہیں بلکہ اس سے وہی خون مراد ہے جو اپنے مخرج سے تجاوز نہ کرے مگر یہ محض غلط ہے اس لیے کہ ذات الرقاع کی حدیث میں یہ تاویل نہیں ہو سکتی ہے تیر لگنے سے خون نہ بہنا نہ سیلان ہونا ممکن نہیں ہے خاص کر کے کرمانی نے اس کا معنی یہ کیا ہے فَخَرَجَ مِنْهُ دَمٌ كَثِيْرٌ حَتّٰى ضَعُفَ یعنی پس نکلا اس سے خون بہت یہاں تک کہ وہ ضعیف اور ناطاقت ہو گیا اب اس میں اس تاویل کی مطلق گنجائش نہیں ہے اور یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ہوا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس جنگ میں خود موجود تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس میں وضو کا حکم نہیں فرمایا پس تقریر ثابت ہوگئی اور نیز یہ ایک ایسا امر ہے کہ اس میں قیاس ورائے کو دخل نہیں پس مرفوع ہونا اس کا حکما ثابت ہے ایسے ہی اور سب آثار بھی مطلق ہیں کسی میں کوئی قید سیلان یا بہنے کی نہیں ہے پس بے دلیل ان کو مقید کرنا جائز نہیں ایسے ہی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ دینا پچھنے لگوانے والے کے حق میں بھی سیلان میں ایسا صریح ہے کہ اس میں تاویل ممکن نہیں علاوہ ازیں حنفیہ کے نزدیک تو قول صحابی کا حجت ہے پھر صحابہ کے ان اقوال کو کیوں نہیں مانتے ہیں۔

١٧٠ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ مَا لَمْ يُحْدِثْ فَقَالَ رَجُلٌ أَعْجَمِيٌّ مَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ الصَّوْتُ يَعْنِي الضَّرْطَةَ.

١٧٠۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ آدمی نماز میں ہے جب تک کہ مسجد میں نماز کی انتظاری کرتا رہے جب تک کہ اس کا وضو نہ ٹوٹے سو ایک مرد عجمی نے پوچھا کہ وضو ٹوٹنا کیا ہے اے ابو ہریرہ! انہوں نے کہا کہ پیچھے سے ہوا کا نکلنا ساتھ آواز کے۔

فائدہ: مراد یہ ہے کہ یعنی جب تک آدمی نماز کی انتظاری کے واسطے مسجد میں بیٹھا رہے تب تک اس کو نماز کا ثواب

ملتا ہے نہیں تو اس کو کلام کرنا وغیرہ منع ہو اور مطابقت حدیث کی اس طرح سے ہے کہ جو چیز دونوں راہوں سے نکلتی ہے اس میں ہوا کا نکلنا بھی داخل ہے اور جو آگے سے ہوا نکلے اس میں اختلاف ہے۔

۱۷۱ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْصَرِفُ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيْحًا.

۱۷۱۔ عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پھرے نماز سے کوئی شخص یہاں تک کہ سنے آواز کو یا پائے بو کو۔

فائدہ: اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خاص کیا آواز اور بو کو ساتھ ذکر کے یعنی فقط انہی دونوں کو ذکر کیا سوائے اس چیز کے کہ سخت تر ہے ان دونوں سے اس واسطے کہ اکثر اوقات آدمی سے مسجد میں بھی دونوں نکلتے ہیں پس ظاہر یہ ہے کہ سوال حدث خاص سے واقع ہوا ہے یعنی جو نماز میں اکثر واقع ہوتا ہے اور جس حدیث میں دونوں کو خاص کیا ہے وہ یہ ہے کہ نہیں ہے وضو مگر آواز یا بو سے یہ شرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ہے اور دوسری حدیث کو اس جگہ اس واسطے وارد کیا کہ اس کی دلالت ظاہر ہے اوپر بند ہونے ٹوٹنے وضو کے ساتھ اس چیز کے کہ نکلے دو راہوں سے اور ہم نے پہلے بیان کی ہے توجیہ لاحق کرنے باقی وضو توڑنے والی چیزوں کی ساتھ ان دونوں کے باب کے اول میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کو جو آگے ہے یہاں اس واسطے وارد کیا کہ وہ دلالت کرتی ہے اوپر واجب ہونے وضو کے مذی سے اور وہ نکلتی ہے ایک دو راہوں سے۔ (فتح)

۱۷۲ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُنْذِرٍ أَبِيْ يَعْلَى الثَّوْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَجُلًا مَذَّآءً فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ فِيْهِ الْوُضُوْءُ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ.

۱۷۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھا میں ایک مرد بہت مذی ڈالنے والا سو میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھنے میں شرمایا پس میں نے مقداد رضی اللہ عنہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کا حکم کیا تو مقداد رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں وضو ہے یعنی اس میں وضو کرنا آتا ہے غسل واجب نہیں ہوتا۔

فائدہ: اور مطابقت ترجمہ کی اس حدیث سے یہ ہے کہ اس میں ذکر مذی کا اور وہ دونوں رستوں میں داخل ہے اور اس سے حصر ثابت نہیں ہوتا لیکن یہ کچھ ضرور نہیں کہ ہر حدیث کل ترجمہ پر دلالت کرے بلکہ اگر بعض حدیثیں بعض ترجمہ پر دلالت کریں اس طور سے کہ کل حدیثیں کل ترجمہ پر دلالت کریں تو جب بھی مطابقت صحیح ہو جاتی ہے۔

۱۷۳ ۔ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا

۱۷۳۔ زید بن خالد سے روایت ہے کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے

شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عَطَآءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ فَلَمْ يُمْنِ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ عَلِيًّا وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَأَمَرُوْهُ بِذٰلِكَ.

پوچھا خبر دو مجھ کو جب کوئی مرد عورت سے جماع کرے اور اس کی منی نہ نکلے تو اس پر غسل واجب ہے یا نہیں؟ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس پر غسل واجب نہیں ہوتا بلکہ وضو کر لے جیسے کہ نماز کے واسطے وضو کرتا ہے اور اپنی آلت کو دھوڈالے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے زید کہتا ہے کہ پھر میں نے یہ مسئلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے بھی اس میں وضو کا حکم کیا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ جیسا نماز کے واسطے وضو کرتا ہے تو یہ بیان ہے اس واسطے کہ مراد وضو شرعی ہے نہ لغوی اور اس مسئلے کا حکم کتاب الغسل کے اخیر میں آئے گا اور اس جگہ ظاہر ہوگا کہ یہ حکم منسوخ ہے اور یہ نہ کہا جائے کہ جب منسوخ ہوا تو کس طرح صحیح ہے استدلال کرنا ساتھ اس کے اس واسطے کہ ہم کہتے ہیں کہ منسوخ اس سے نہ واجب ہونا غسل کا ہے یعنی اب جماع کرنے سے غسل واجب ہے خواہ منی نکلے یا نہ نکلے اور اس کا ناسخ غسل کا حکم ہے اور اوپر حکم کرنا ساتھ وضو کے پس وہ باقی ہے اس واسطے کہ وہ غسل کے اندر داخل ہے اور حکمت بیچ حکم کرنے کے ساتھ وضو کے پہلے اس سے کہ واجب ہو غسل یا واسطے ہونے جماع کے ہے جگہ گمان نکلنے مذی کے یا واسطے ہاتھ لگانے اس کے عورت کو اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگی مناسبت حدیث کی واسطے ترجمہ کے۔

١٧٤ ۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَكْوَانَ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَ إِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَجَآءَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّنَا أَعْجَلْنَاكَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُعْجِلْتَ أَوْ قُحِطْتَ فَعَلَيْكَ الْوُضُوْءُ تَابَعَهُ وَهْبٌ قَالَ

١٧٤۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو ایک مرد انصاری کے بلانے کے واسطے بھیجا سو وہ مرد آیا اور اس کے سر سے پانی ٹپکتا تھا (یعنی غسل کر کے جلدی سے آیا تھا) سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید ہم نے تجھ کو صحبت کرتے جلدی میں ڈالا اس نے عرض کی کہ ہاں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو عورت سے صحبت کرنے میں جلدی اور شتابی میں ڈالا جائے یعنی پہلے فارغ ہونے کے جماع سے یا جماع کرے بدون انزال کے تو غسل تجھ پر نہیں اور وضو تجھ پر لازم ہے۔

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَقُلْ غُنْدَرٌ وَيَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ الْوُضُوْءُ.

فائدہ: اول اسلام میں یہی حکم تھا کہ بغیر منی نکلے غسل واجب نہ تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اب صحبت بے انزال سے بھی غسل واجب ہے مگر ایک جماعت صحابہ کی اس پر غسل کو واجب نہیں جانتے شاید ان کو نسخ کی حدیث نہیں پہنچی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب ہے باوضو رہنا ہمیشہ اس واسطے کہ اس نے جواب میں تاخیر کی تو حضرت ﷺ نے اس پر انکار نہ کیا اور شاید تھا یہ حکم پہلے واجب ہونے اجابت کے اس واسطے کہ واجب نہیں مؤخر کیا جاتا واسطے مستحب کے اور عتبان نے چاہا تھا کہ حضرت ﷺ اس کے گھر میں آ کر نماز پڑھیں کہ وہ اس جگہ کو جائے نماز ٹھہرائے تو حضرت ﷺ نے اس کا کہنا قبول کیا پس احتمال ہے کہ یہ وہی واقعہ ہو اور مقدم کیا غسل کو واسطے تیاری نماز کے اور اس مسئلے میں اصحاب کے درمیان خلاف تھا جیسا کہ ہم اس کو عنقریب بیان کریں گے۔ (فتح)

بَابُ الرَّجُلِ يُوَضِّئُ صَاحِبَهُ.

کسی مرد کا اپنے ساتھی کو وضو کروانا یعنی اس کا کیا حکم ہے؟

١٧٥ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ يَحْيٰى عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ عَدَلَ إِلَى الشِّعْبِ فَقَضٰى حَاجَتَهُ قَالَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَجَعَلْتُ أَصُبُّ عَلَيْهِ وَيَتَوَضَّأُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتُصَلِّيْ فَقَالَ الْمُصَلّٰى أَمَامَكَ.

١٧٥۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفات سے چلے (یعنی مزدلفہ کی طرف) تو ایک راہ پہاڑ کی طرف پھرے پس حضرت ﷺ نے اپنی حاجت سے فراغت کی اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا پس میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالنا شروع کیا اور آپ وضو کرتے تھے پس میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا آپ نماز پڑھیں گے فرمایا نماز کی جگہ آگے تیرے ہے (یعنی آگے چل کر نماز پڑھیں گے)۔

فائدہ: استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بخاری رحمہ اللہ نے اوپر مدد لینے کے وضو میں لیکن جو دعویٰ کرتا ہے کہ کراہت خاص ہے ساتھ غیر مشقت کے یا حاجت فی الجملہ کے نہیں استدلال کیا جاتا اوپر اس کے ساتھ حدیث اسامہ کے اس واسطے کہ وہ سفر میں تھے اور اسی طرح حدیث مغیرہ کی جو مذکور ہے ابن منیر نے کہ کہ قیاس کیا ہے بخاری رحمہ اللہ نے غیر کے وضو کرانے کو اوپر پانی ڈالنے اس کے کی اوپر اس کے واسطے جمع ہونے ان دونوں کے مدد کے حق میں۔ میں کہتا ہوں کہ دونوں کے درمیان فرق ظاہر ہے اور نہیں تصریح کی بخاری رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ساتھ جائز ہونے کے اور نہ ساتھ غیر اس کے کی۔ کہا نووی نے کہ مدد لینی تین قسم ہے ایک پانی کا حاضر کرنا اور اس میں بالکل کراہت

نہیں۔ میں کہتا ہوں لیکن افضل خلاف اس کا ہے کہا نووی نے اور دوسری قسم یہ ہے کہ غیر آدمی سے غسل کرائے اور یہ مکروہ ہے مگر واسطے حاجت کے۔ تیسری قسم پانی ڈالنا ہے اور اس میں دو وجہیں ہیں ایک مکروہ ہے اور ثانی خلاف اولیٰ ہے اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ جب ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ نے اس کو کیا ہے تو خلاف اولیٰ نہ ہوگا اور جواب دیا گیا ہے کہ حضرت ﷺ اس کو کبھی بیان جواز کے واسطے کرتے تھے پس نہ ہوگا آپ کے حق میں خلاف اولیٰ۔ کرمانی نے کہا کہ جب اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے تو کس طرح نزاع کی جاتی ہے اس کی کراہت میں یعنی اس کو بھی مکروہ کہنا چاہیے تو جواب یہ ہے کہ مکروہ چیز کا فعل خلاف اولیٰ ہے بغیر عکس کے یعنی ہر خلاف اولیٰ کو مکروہ نہیں کہا جاتا اس واسطے کہ مکروہ بولا جاتا ہے حرام پر برخلاف دوسرے کے یعنی خلاف اولیٰ حرام پر نہیں بولا جاتا۔ (فتح)

۱۷۶ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ يُحَدِّثُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ وَأَنَّهُ ذَهَبَ لِحَاجَةٍ لَهُ وَأَنَّ مُغِيْرَةَ جَعَلَ يَصُبُّ الْمَآءَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

۱۷۶۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا اور بے شک حضرت ﷺ جائے ضرور کو گئے (سو جب آپ اپنی حاجت سے فارغ ہو کر آئے) تو بے شک مغیرہ رضی اللہ عنہ آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالتا تھا اور آپ وضو کرتے تھے سو آپ نے اپنے منہ کو اور دونوں ہاتھوں کو دھویا اور اپنے سر پر اور دونوں موزوں پر مسح کیا۔

فائدہ: اس حدیث کی بحث موزوں کے مسح میں آئے گی اور مراد ساتھ اس کے اس جگہ استدلال ہے اوپر مدد لینے کے ابن بطال نے کہا کہ یہ ان قربتوں سے ہے کہ جائز ہے واسطے مرد کے کہ کرائے ان کو اپنے غیر سے برخلاف نماز کے کہا اس نے اور استدلال کیا ہے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ڈالنے پانی کے سے اوپر آپ کے نزدیک وضو کے یہ جائز ہے واسطے مرد کے کہ وضو کرائے اس کو غیر اس کا اس واسطے کہ جب لازم ہے وضو کرنے والے کو چلو بھرنا پانی سے واسطے اعضاء اپنے کے اور جائز ہے واسطے اس کے یہ کہ کفایت کرے اس کو اس سے غیر اس کا ساتھ پانی ڈالنے کے اوپر اس کے اور چلو بھرنا بعض عمل وضو کا ہے تو اسی طرح جائز ہے بیچ باقی عملوں اس کے کی اور تعاقب کیا ہے اس کا ابن منیر نے ساتھ اس طور کے کہ چلو بھرنا وسائل سے ہے نہ مقاصد سے اس واسطے کہ اگر چلو بھرے پھر اس کے بعد وضو کرنے کی نیت کرے تو جائز ہے اور اگر ہوتا چلو بھرنا عمل مستقل تو البتہ اس پر نیت کو مقدم کیا ہوتا اور یہ جائز نہیں اور

اس کا حاصل فرق کرنا ہے درمیان مدد کرنے کے ساتھ پانی ڈالنے کے اور درمیان مدد کرنے کے ساتھ مباشرت غیر کے واسطے دھونے اعضاء کے اور یہ وہی فرق ہے جس کی طرف ہم نے پہلے اشارہ کیا اور دونوں حدیثیں دلالت کرتی ہیں اوپر عدم کراہت مدد لینے کے ساتھ پانی ڈالنے کے یعنی جائز ہے مدد لینی ساتھ ڈالنے پانی کے اور اسی طرح جائز ہے حاضر کرنا پانی کا بطریق اولیٰ اور اوپر مباشرت غیر کی یعنی دوسرے کے ہاتھ سے وضو کروانا کہ آپ بالکل ہاتھ نہ ہلائے تو نہیں دلالت ہے بیچ ان دونوں کے اوپر اس کے ہاں مستحب ہے کہ نہ مدد لے ہرگز اور تحقیق روایت کی ہے حاکم نے مستدرک میں حدیث ربیع بنت معوذ سے اس نے کہا کہ میں حضرت ﷺ کے پاس وضو کا پانی لایا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ڈال تو میں نے اس پر ڈالا اور یہ صریح تر ہے نہ مکروہ ہونے میں دونوں حدیثوں مذکورہ سے اس واسطے کہ یہ واقع وطن کا ہے سفر کا نہیں اور واسطے ہونے اس کے کی ساتھ صیغے طلب کے لیکن وہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر نہیں۔ (فتح)

بَابُ قِرَآءَةِ الْقُرْاٰنِ بَعْدَ الْحَدَثِ وَغَيْرِهٖ. وضو ٹوٹنے وغیرہ کے بعد قرآن پڑھنا جائز ہے۔

فائدہ: مراد حدث سے چھوٹا حدث ہے یعنی بول و براز اور ہوا وغیرہ سے مراد جگہ گمان حدث کی ہے۔

وَقَالَ مَنْصُوْرٌ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ لَا بَأْسَ بِالْقِرَآءَةِ فِي الْحَمَّامِ وَبِكَتْبِ الرِّسَالَةِ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ. یعنی منصور ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ حمام میں قرآن پڑھنے سے کچھ گناہ نہیں اور بے وضو کے رسائل لکھنے پر کچھ گناہ نہیں۔

فائدہ: رسائل سے مراد یہاں وہ کتابیں ہیں جن میں قرآن کی آیتیں اکثر لکھی جاتی ہیں یا اوراد اذکار لکھے جاتے ہیں ایک روایت میں ابراہیم سے آیا ہے کہ حمام میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور پہلی سند صحیح ہے اور روایت کی ہے ابن منذر نے علی رضی اللہ عنہ سے کہ برا گھر ہے حمام کہ کھینچا جاتا ہے اس میں حیا اور نہیں پڑھی جاتی اس میں کوئی آیت قرآن کی اور یہ اثر نہیں دلالت کرتا اوپر مکروہ ہونے قراءت قرآن کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ خبر دیتی ہے ساتھ اس چیز کے کہ وہ واقع ہے بایں طور کے جو حمام میں ہوتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ قرآن پڑھنے سے غافل ہوتا ہے اور حکایت کی گئی ہے کراہت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یعنی ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حمام میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور مخالف ہوا ہے اس کے ساتھی اس کا محمد بن حسن اور مالک سو کہا اس نے کہ مکروہ نہیں اس واسطے کہ نہیں اس میں کوئی دلیل خاص اور ساتھ اسی کے تصریح کی ہے صاحب عدۃ اور بیان نے شافعیہ سے اور نووی نے کہا کہ مکروہ نہیں اور شرح کفائے میں ہے کہ نہیں لائق ہے کہ پڑھے اور برابر کی ہے حلیمی نے درمیان اس کے اور درمیان قراءۃ کے قضائے حاجت کی حالت میں اور ترجیح دی ہے سبکی کبیر نے نہ مکروہ ہونے کو اور حجت پکڑی ہے اس نے ساتھ اس طور کہ کہ پڑھنا مطلوب ہے اور بہت پڑھنا اس سے مطلوب ہے اور حدث بہت ہوتا ہے پس اگر قراءت مکروہ رکھی

جائے تو البتہ فوت ہوگی خیر کثیر پھر کہا کہ حکم قرأت کا حمام میں یہ ہے کہ اگر قاری ستھرے مکان میں ہو اور اس میں شرم گاہ کھلی نہ ہو تو مکروہ نہیں اور نہیں تو مکروہ ہے اور یہ جو کہا کہ ساتھ لکھنے رسائل کے تو ایک روایت میں منصور سے ہے کہ میں نے ابراہیم سے پوچھا کہ کیا میں بے وضو رسالہ لکھوں تو اس نے کہا کہ ہاں تو ظاہر ہوا ساتھ اس کے کہ قول اس کا علی غیر وضوء لکھنے کے ساتھ متعلق ہے حمام میں قرآن پڑھنے کے ساتھ متعلق نہیں اور جب کہ تھا شان رسائل کے سے یہ کہ شروع کیے جائیں ساتھ بسم اللہ کے تو سائل نے توہم کیا کہ یہ مکروہ ہے واسطے اس شخص کے کہ بے وضو ہو لیکن ممکن ہے یہ کہ کہا جائے کہ رسالے کے لکھنے والے کا مقصود قرأۃ کا نہیں ہوتا پس نہ برابر ہوگا ساتھ قرأت کے اور یہ جو کہا کہ آئندہ روایت میں کہ اگر ان پر تہ بند ہو یعنی حمام والوں پر یعنی ہر ایک پر ان میں سے اور نہی سلام کرنے سے اوپر ان کے یا تو واسطے اہانت اُن کی کے ہے واسطے ہونے ان کے کی بدعت پر اور یا واسطے ہونے اس کے کی کہ استدعا کرتا ہے اُن سے سلام کے جواب کا اور سلام کے ساتھ بولنا اس میں اللہ کا ذکر ہے اس واسطے کہ سلام اس کے ناموں سے ہے اور یہ سلام علیکم کے لفظ قرآن سے ہے اور جو تہ بند سے ننگا ہے وہ مانند اس شخص کی ہے جو پائخانے میں ہے اور ساتھ اس تقریر کے باوجہ ہوگا ذکر اس اثر کا اس ترجمہ میں۔ (فتح)

وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ إِنْ كَانَ عَلَيْهِمْ إِزَارٌ فَسَلِّمْ وَإِلَّا فَلَا تُسَلِّمْ.

یعنی حماد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ اگر ان پر تہ بند ہو تو سلام کر اور اگر نہ ہو تو سلام نہ کر۔

۱۷۷ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ

۱۷۷۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رات گزاری میں نے اپنی خالہ میمونہ کے پاس جو بیوی تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سو میں تکیے کی چوڑائی میں لیٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بی بی اس کی لمبائی میں لیٹے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ جب آدھی رات یا تھوڑی کم وبیش گزری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے جاگے پس بیٹھ گئے اور نیند کو اپنے منہ سے ہاتھ کے ساتھ ملنے لگے یعنی اٹھ کر ہاتھ سے اپنے منہ کو اور آنکھوں کو ملتے تھے جیسے دستور ہے کہ آدمی نیند سے اٹھ کر اپنی آنکھیں ملتا ہے پھر سورۂ آلِ عمران کی اخیر کی دس آیتیں پڑھیں پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مشک لٹکی ہوئی کی طرف کھڑے ہوئے تو اس سے وضو کیا پس اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا پس میں کھڑا ہوا پس کیا

الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَأْسِيْ وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

میں نے جیسا کہ حضرت ﷺ نے کیا تھا یعنی جس طرح آپ نے وضو کیا تھا ویسے ہی میں نے کیا پھر میں چلا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہوا سو حضرت ﷺ نے اپنے داہنے ہاتھ کو میرے سر پر رکھا اور میرے داہنے کان کو پکڑ کر مروڑا یعنی مجھ کو اپنی داہنی طرف پھیر کر کیا۔ پھر حضرت ﷺ دو رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ نے وتر پڑھے پھر لیٹ گئے یہاں تک کہ آیا آپ کے پس مؤذن سو حضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعت ہلکی سے نماز پڑھی پھر آپ نکلے یعنی گھر سے طرف مسجد کی پھر آپ نے صبح کی نماز پڑھی۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ پھر سورۂ آلِ عمران کی اخیر کی دس آیتیں پڑھیں تو کہا ابن بطال نے اور جو اس کے تابع ہے کہ اس میں رد ہے اس شخص پر جو بے وضو قرآن کے پڑھنے کو مکروہ جانتا ہے اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے سونے سے اٹھ کر وضو کرنے سے پہلے یہ آیتیں پڑھیں یعنی تو معلوم ہوا کہ بے وضو قرآن پڑھنا جائز ہے اور تعاقب کیا ہے اس کا ابن منیر وغیرہ نے ساتھ اس طور کے کہ یہ مفرع ہے اس پر کہ سونا حضرت ﷺ کے حق میں وضو کو توڑ ڈالتا ہے اور حالانکہ نہیں اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا اور اوپر یہ جو حضرت ﷺ نے اس کے پیچھے وضو کیا تو شاید آپ نے تازہ وضو کیا یعنی وضو پر وضو کیا یا اس کے بعد بے وضو ہوئے ہوں پس وضو کیا ہو میں کہتا ہوں اور یہ اعتراض بہت کھرا ہے بہ نسبت قول ابن بطال کے بعد کھڑے ہونے کے سونے سے اس واسطے کہ نہیں متعین ہوا بے وضو ہونا آپ کا خواب میں لیکن جب سونے کے بعد وضو کیا تو ہوگا ظاہر اس میں کہ آپ کا پہلا وضو ٹوٹ گیا تھا اور حضرت ﷺ کا سونا جو وضو کو نہیں توڑتا یعنی سونے سے جو حضرت ﷺ کا وضو نہیں ٹوٹتا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ سے بے وضو ہونا واقع نہ ہوا اس حالت میں کہ وہ سوتے ہوں ہاں خصوصیت آپ کی یہ ہے کہ اگر واقع ہو حدث تو آپ کو معلوم ہو جاتا ہے برخلاف غیر آپ کے اور وہ چیز کہ دعویٰ کیا ہے انہوں نے تازہ وضو کرنے وغیرہ سے تو اصل ان کا نہ ہونا ہے اور ظاہر تر یہ ہے کہ مناسبت حدیث کی واسطے ترجمہ کے اس جہت سے ہے کہ ہم خواب ہونا ساتھ گھر والوں کے بچھونے پر نہیں خالی ہوتا باہم بدن چھونے سے یعنی عورت کو چھونا وضو کو توڑ ڈالتا ہے اور ممکن ہے کہ لیا جائے یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے کہ کیا میں نے جیسے حضرت ﷺ نے

کیا ہے اور حضرت ﷺ نے اس کے فعل کو برقرار رکھا اور نہیں مراد بخاری رحمہ اللہ کی کہ مجرد سونا حضرت ﷺ کا وضو کو توڑ ڈالتا ہے اس واسطے کہ بیچ آخر اس حدیث کے نزدیک اس کے بَابُ التَّخْفِيفِ فِي الْوُضُوْءِ میں ہے کہ پھر لیٹے تو سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے پھر نماز پڑھی اور لیا جاتا ہے اس حدیث سے کہ مراد باب میں حدث چھوٹا ہے یعنی پائخانہ، پیشاب وغیرہ سے وضو کرنا اس واسطے کہ اگر حدث اکبر ہوتا یعنی غسلِ جنابت تو فقط وضو پر اقتصار نہ کرتے پھر نماز پڑھتے بلکہ نہاتے۔ (فتح)

بَابُ مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ إِلَّا مِنَ الْغَشْيِ الْمُثْقِلِ.

باب ہے بیان میں اس شخص کے جو نہیں وضو کرتا مگر سخت بیہوشی سے۔

فائدہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ مطلق بے ہوشی سے تھوڑی ہو یا بہت وضو کرنا واجب ہے سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے قول کو رد کر دیا ہے کہ مطلق ہر بے ہوشی میں وضو کرنا واجب نہیں بلکہ خاص اسی بے ہوشی میں وضو کرنا واجب ہے جس میں آدمی سخت بے ہوش ہو جائے۔

۱۷۸ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنِ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ عَنْ جَدَّتِهَا أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّونَ وَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّي فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا نَحْوَ السَّمَاءِ وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقُلْتُ اٰيَةٌ فَأَشَارَتْ أَيْ نَعَمْ فَقُمْتُ حَتّٰى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ وَجَعَلْتُ أَصُبُّ فَوْقَ رَأْسِي مَاءً فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ أَوْ قَرِيبَ مِنْ فِتْنَةِ

۱۷۸۔ اسماء بیٹی ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کی بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی جب کہ سورج گہن ہوا پس اچانک لوگ کھڑے نماز پڑھتے تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا بھی کھڑی نماز پڑھتی تھیں سو میں نے کہا کہ لوگوں کا کیا حال ہے یعنی کیوں کھڑے نماز پڑھتے ہیں سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا یعنی سورج کو گہن لگا ہوا ہے اور کہا سبحان اللہ سو میں نے کہا کہ کیا کوئی نشانی عذاب کی پیدا ہوئی ہے سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اشارہ کیا کہ ہاں سو میں بھی نماز کو کھڑی ہوگئی یہاں تک کہ ڈھانک لیا مجھ کو غشی نے یعنی میں بے ہوش ہوگئی اور میں نے اپنے سر پر پانی ڈالنا شروع کیا یعنی بیہوشی کے دفع کرنے کے واسطے سو جب رسول اللہ ﷺ نماز سے پھرے اور اللہ کی تعریف کی اور اس پر صفت اور ثناء کہی پھر آپ نے فرمایا کہ کوئی چیز نہیں جس کو میں نے دیکھا ہوا نہیں تھا مگر کہ دیکھ لیا ہے میں نے اس کو اپنی اس جگہ میں یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ کو بھی میں نے دیکھا ہے اور بے

الدَّجَّالِ لَا أَدْرِیْ أَیَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَآءُ يُؤْتٰى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهٗ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُوْقِنُ لَا أَدْرِیْ أَیَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَآءُ فَيَقُوْلُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ جَآءَ نَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى فَأَجَبْنَا وَاٰمَنَّا وَاتَّبَعْنَا فَيُقَالُ لَهٗ نَمْ صَالِحًا فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِیْ أَیَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَآءُ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِیْ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهٗ.

شک مجھ کو وحی ہوئی ہے کہ تم قبروں میں فتنے میں ڈالے جاؤ گے مثل فتنے دجال کے لایا جائے گا ایک تم میں سے سو اس سے پوچھا جائے گا کہ اس شخص (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ) کو تو کیسا جانتا ہے پس جو مومن ہوگا وہ کہے گا وہ محمد رسول اللہ کے ہیں لائے ہمارے پاس دلیلیں روشن اور ہدایت سو اس کو کہا جائے گا کہ تو سو جا اس حالت میں کہ نیکو کار ہے اور جو منافق بے دین ہوگا وہ کہے گا میں کچھ نہیں جانتا میں نے لوگوں کو ایک چیز کہتے سنا تھا سو میں نے بھی اس کو کہہ دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نرم بے ہوشی سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے اس لیے کہ اسماء رضی اللہ عنہا کو بیہوشی ہوگئی مگر اس نے وضو نہیں کیا اور یہ بے ہوشی سخت نہیں بلکہ ان کے حواس سب قائم تھے اس واسطے وہ اپنے سر پر پانی ڈال رہی تھیں پس مطابقت باب سے ظاہر ہوگئی ابن بطال نے کہا کہ غشی ایک بیماری ہے کہ عارض ہوتی ہے دراز ہونے مشقت کے سے اور بہت کھڑے ہونے سے اور وہ ایک قسم ہے بیہوشی کی لیکن اس سے کم ہے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ڈالا اسماء رضی اللہ عنہا نے پانی اپنے سر پر واسطے دفع کرنے اس کے کی اور اگر غشی سخت ہوتی تو اغما کی طرح ہوتی اور بیہوشی توڑ ڈالتی ہے وضو کو بالا جماع اور اس کا اپنے سر پر پانی ڈالنا دلالت کرتا ہے کہ اس کے حواس مدرک تھے اور یہ وضو کو نہیں توڑتا اور محل استدلال کا اس کے فعل سے اس جہت سے ہے کہ وہ حضرت ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتی تھی اور حضرت ﷺ نماز میں اپنے پیچھے والوں کو دیکھتے تھے اور نہیں منقول ہوا کہ حضرت ﷺ نے اس پر انکار کیا ہو۔ (فتح)

بَابُ مَسْحِ الرَّأْسِ كُلِّهٖ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ﴾.

باب ہے بیان میں تمام سر کے مسح کرنے کے واسطے قول اللہ تعالیٰ کے مسح کرو اپنے سروں کو یعنی حرف ''ب'' کا آیت میں زائد ہے پس تمام سر کے مسح پر دلالت کرے گی۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَرْأَةُ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ تَمْسَحُ عَلٰى رَأْسِهَا.

یعنی ابن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عورت مانند مرد کی ہے وہ بھی سارے سر کا مسح کرے۔

فائدہ: اور احمد سے منقول ہے کہ کفایت کرتا ہے عورت کو مسح کرنا سر کے اگلی طرف کا۔

وَسُئِلَ مَالِكٌ أَيُجْزِئُ أَنْ يَّمْسَحَ بَعْضَ الرَّأْسِ فَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ.

یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ بعض سر کا یعنی نصف یا تہائی یا چوتہائی وغیرہ کا مسح کرنا کفایت کرتا ہے سو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے (جو عنقریب آتی ہے) دلیل پکڑی یعنی بعض سر کا مسح کرنا کفایت نہیں کرتا۔

فائدہ: ابن خزیمہ نے یہ روایت اس طور سے بیان کی ہے کہ میں نے مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اگر کوئی مرد وضو میں فقط اپنے سر کی اگلی طرف کا مسح کرے تو کیا اس کو کفایت کرتا ہے تو اس نے کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ سے اس نے روایت کی عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہ مسح کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضو میں اپنے ماتھے سے سر کے پچھلی طرف تک پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے ماتھے کی طرف پھیر لائے پس سارے سر کا مسح کیا اور یہ سیاق صریح تر ہے واسطے باب کے اُس حدیث سے کہ بیان کیا ہے اس کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے اور جگہ دلالت کی آیت اور حدیث سے یہ ہے کہ آیت کے لفظ مجمل ہے اس واسطے کہ احتمال ہے کہ مراد اس سے مسح سارے سر کا ہو بنا بر اس کے کہ ب زائد ہے یا مسح بعض سر کا ہو بنا بر اس کے کہ ب واسطے بعض کے ہے پس ظاہر ہوا واسطے فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مراد سارے سر کا مسح کرنا ہے اور نہیں منقول ہے کہ آپ نے بعض سر کا مسح کیا ہو مگر مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کہ مسح کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماتھے پر اور اپنی پگڑی پر پس تحقیق یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ سارے سر کا مسح کرنا فرض نہیں۔

۱۷۹ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى أَتَسْتَطِيْعُ أَنْ تُرِيَنِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ نَعَمْ فَدَعَا بِمَآءٍ فَأَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهٗ بِيَدَيْهِ

۱۷۹۔ یحییٰ مازنی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا تو طاقت رکھتا ہے اس بات کی کہ مجھ کو دکھائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے؟ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں تو اس نے پانی منگایا سو اپنے ہاتھ پر گرایا سو اپنے ہاتھ کو دو بار دھویا پھر کلی کی اور ناک صاف کیا تین بار پھر اپنے منہ کو دھویا تین بار پھر اپنے ہاتھوں کو دھویا دو دو بار کہنیوں تک پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا پس ان کو آگے سے پچھلی طرف لے گئے اور پیچھے سے آگے کو لائے (بیان اس کا یوں ہے کہ اپنے سر کے آگے کی طرف سے شروع کیا یہاں تک کہ دونوں ہاتھوں کو اپنے پیچھے کی

فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ حَتّٰى ذَهَبَ بِهِمَا إِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

طرف گدی تک لے گئے پھر پھیر لائے ان کو اس جگہ میں جہاں سے شروع کیا تھا) پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ اپنا ہاتھ دو بار دھویا تو اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ کو برتن میں داخل کرنے سے پہلے دھولے اگر چہ بغیر سونے کے ہو اور مراد ساتھ ہاتھ کے اس جگہ فقط ہتھیلی ہے نہ غیر اس کا کہا کہ استنثر یعنی ناک کھاڑا تو یہ مستلزم ہے ناک میں پانی لینے کو بغیر عکس کے اور ایک روایت میں ثلاثًا کے بعد بِثَلَاثِ غَرَفَاتٍ زیادہ ہے یعنی کلی کی اور ناک جھاڑا تین بار تین چلو سے اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اوپر مستحب ہونے جمع کے درمیان کلی اور ناک میں پانی لینے کے ایک چلو سے اور خالد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو تھوڑی دیر کے بعد آتی ہے یہ ہے کہ کلی کی اور ناک میں پانی لیا ایک چلو سے یہ کام تین بار کیا اور یہ صریح ہے بیچ جمع کرنے مضمضہ اور استنشاق کے ہر بار میں بخلاف پہلی روایت کے کہ اس میں احتمال ہے توزیع کا بغیر برابری کرنے کے اور یہ جو کہا کہ پھر دھویا اپنا منہ تین بار تو جو استدلال کرتا ہے ساتھ اس حدیث کے اوپر واجب ہونے مسح سارے سر کے اس کو لازم ہے کہ استدلال کرے ساتھ اس حدیث کے اوپر واجب ہونے ترتیب کے وضو میں واسطے لانے ثم کے بیچ تمام کے اس واسطے کہ ہر دونوں حکموں سے مجمل ہے آیت میں بیان کیا ہے اس کو سنت نے اور یہ جو کہا کہ اپنے دونوں ہاتھ کو دو بار دھویا تو ایک روایت میں ہے کہ تین تین بار دھویا تو یہ محمول ہے اس پر کہ یہ اور وضو ہے اس واسطے کہ دونوں حدیثوں کا مخرج ایک نہیں یعنی کبھی دو بار دھویا اور کبھی تین تین بار اور یہ جو کہا کہ کہنیوں تک تو علماء کو اختلاف اس میں ہے کہ دونوں کہنیاں بھی ہاتھوں کے دھونے میں داخل ہیں یا نہیں سو اکثر علماء نے کہا کہ ہاں داخل ہیں اور زفر نے مخالفت کی ہے اور حکایت کیا ہے اس کو بعض نے مالک سے اور حجت پکڑی ہے بعض نے واسطے جمہور کے ساتھ اس طور کے کہ اِلٰی آیت میں ساتھ معنی مع کے ہے یعنی سمیت کہنیوں کے جیسا کہ اس آیت میں ہے ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَهُمْ إِلٰى أَمْوَالِكُمْ﴾ اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ یہ خلاف ہے ظاہر کے اور جواب یہ ہے کہ دلالت کرتا ہے اس پر قرینہ اور وہ یہ ہے کہ الی کا مابعد اس کے ماقبل کی جنس سے ہے اور کہا زمخشری نے کہ لفظ الی کا مطلق غایت کا فائدہ دیتا ہے اپیر داخل ہونا اس کا حکم میں اور خارج ہونا اس کا پس یہ امر دائر ہے ساتھ دلیل کے پس قول اللہ تعالیٰ کا ﴿ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ نہ داخل ہونے نہی کے ہے وصال سے اور قول قائل کا حَفِظْتُ الْقُرْاٰنَ مِنْ أَوَّلِهٖ إِلٰى اٰخِرِهٖ دلیل داخل ہونے کی ہونا کلام کا ہے بیان کیا گیا ہے واسطے یاد کرنے تمام قرآن کے اور قول اللہ تعالیٰ کا إِلَى الْمَرَافِقِ نہیں دلیل اوپر ایک دو امروں کے پس لیا ہے علماء نے احتیاط کو اور کھڑا ہوا زفر ساتھ یقینی بات کے اور ممکن ہے کہ استدلال کیا جائے واسطے داخل ہونے ان کے ساتھ فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پس روایت کی ہے دار قطنی نے

ساتھ سند حسن کے عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حضرت ﷺ کے وضو کے بیان میں کہ دھویا اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک یہاں تک کہ ہاتھ پھیرا اطراف بازوؤں کو اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ وضو کرتے تھے تو دونوں کہنیوں پر پانی پھیرتے تھے اور طبرانی وغیرہ نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دھویا آپ نے دونوں ہاتھ کو یہاں تک کہ کہنی سے آگے بڑھے اور طحاوی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ پھر دونوں ہاتھ کو دھویا یہاں تک کہ کہنیوں پر پانی بہایا پس یہ حدیثیں ایک دوسری کو قوی کرتی ہیں اور کہا اسحاق بن راہویہ نے کہ الی آیت میں احتمال ہے کہ ہو ساتھ معنی غایت کے اور یہ کہ وہ ساتھ معنی مع کے پس بیان کیا سنت نے کہ وہ ساتھ معنی مع کے ہے اور کہا شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ام میں کہ نہیں جانتا میں کسی کو مخالف بیچ واجب ہونے دخول کہنیوں کے وضو میں بنا بر اس کے پس پہلوں کا اجماع حجت ہے زفر پر اور اسی طرح اس پر جو قائل ہے ساتھ اس کے بعد اس کے اہل ظاہر سے اور نہیں ثابت یہ بات مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ساتھ صراحت کے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کا کلام محتمل ہے اور یہ جو کہا کہ پھر اپنے سر کا مسح کیا تو شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آیت ﴿وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ﴾ احتمال رکھتی ہے سارے سر کا بھی اور بعض سر کا بھی پس دلالت کی سنت نے اس پر کہ اس کا بعض کفایت کرتا ہے اور فرق درمیان اس کے اور درمیان اس آیت کے ﴿فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ﴾ تیمم میں کہ مسح اس میں بدلے غسل کے ہے اور مسح سر کا بجائے خود اصل ہے پس دونوں میں فرق ہوا اور نہیں وارد ہوتا یہ اعتراض کہ مسح موزے کا بدلے ہے پاؤں کے دھونے سے اس واسطے کہ اس کی اجازت اجماع کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے پس اگر کہا جائے کہ فقط ماتھے کا مسح شاید عذر کے واسطے کیا ہو اس واسطے کہ آپ سفر میں تھے اور وہ جگہ گمان عذر کی ہے اور اسی واسطے مسح کیا عمامہ پر بعد مسح ماتھے جیسا کہ وہ ظاہر ہے مسلم کے سیاق سے مغیرہ کی حدیث میں تو ہم کہتے ہیں کہ تحقیق روایت کیا گیا ہے آپ سے مسح سر کا اگلی طرف کا بغیر مسح کے عمامے پر اور نہیں تعرض کیا واسطے سفر کے جیسا کہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ نے وضو کیا پس ہٹایا پگڑی کو اپنے سر سے اور سر کے اگلی طرف کا مسح کیا اور یہ مرسل ہے لیکن قوی کی گئی ہے ساتھ اس کے کہ دوسرے طریق سے موصول آ چکی ہے اور نیز عثمان رضی اللہ عنہ سے وضو کے بیان میں آ چکا ہے کہ اپنے سر کے اگلی طرف کا مسح کیا اور صحیح ہو چکا ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کفایت کرنا ساتھ مسح بعض سر کے کہا اس کو ابن منذر وغیرہ نے اور نہیں صحیح ہوا کسی صحابی سے انکار اس کا اور یہ جو کہا کہ اپنے سر کی اگلی طرف سے شروع کیا تو اس میں حجت ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ سنت یہ ہے کہ اول مسح سر کی پچھلی طرف سے شروع کرے تا کہ اس کی اگلی طرف تک ختم ہو واسطے قول اس کی کے اَقْبَلَ وَاَدْبَرَ یعنی آگے کو لائے اور پیچھے کو لے گئے اور اس پر وارد ہوتا ہے کہ واؤ ترتیب کو نہیں چاہتی اور ایک روایت میں آئندہ اس طرح آئے گا فَاَدْبَرَ بِيَدَيْهِ وَاَقْبَلَ یعنی پیچھے کو لے گئے اور آگے کو لائے پس نہ ہوگی اس کے ظاہر میں حجت اس واسطے کہ اقبال اور ادبار نسبتی امروں سے ہے اور نہیں معین کیا کہ کس چیز کی طرف لائے اور کس چیز کی طرف

لے گئے اور حکمت اس اقبال اور ادبار میں تمام پکڑنا دونوں طرف سر کا ہے ساتھ مسح کے بنا بر اس کے پس خاص ہوگا یہ ساتھ اس شخص کے کہ اس کے واسطے بال ہیں اور جو سارے سر کے مسح کو واجب کہتا ہے مشہور اس سے یہ ہے کہ پہلی بار واجب ہے اور دوسری سنت اور ساتھ اس کے ظاہر ہوا ضعیف ہونا استدلال کا ساتھ اس کے اوپر واجب ہونے تعمیم کے اور یہ جو کہا کہ پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا تو ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ٹخنوں تک اور جو بحث کہنیوں میں ہے اسی طرح یہاں بھی ہے اور مشہور یہ ہے کہ ٹخنا وہ ہڈی ہے اٹھی ہوئی نزدیک جگہ ملنے پنڈلی اور قدم کے اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت ہے کہ وہ ہڈی وہ ہے جو تسمے کے گرہ دینے کی جگہ میں ہے اور مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح روایت ہے اور پہلی بات وہی صحیح ہے جس کو اہل لغت پہچانتے ہیں اور بہت رد کیا ہے پہلے عالموں نے اس شخص پر جو یہ گمان کرتا ہے اور واضح تر دلیل اس میں حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ہے بیچ بیان صف کے نماز میں کہ دیکھا میں نے ایک مرد کو ہم میں سے کہ اپنا ٹخنا اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ملاتا ہے اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں ایک وضو کے ابتداء میں دونوں ہاتھ پر اکٹھے پانی ڈالنا اور یہ کہ جائز ہے ایک وضو میں دھونا بعض اعضاء کا ایک بار اور بعض کا دو بار اور بعض کا تین بار اور اس میں آنا امام کا ہے طرف گھر بعض رعیت اپنی کے واسطے کہ ایک راویت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے آپ کے واسطے پیتل کے ایک لگن میں پانی نکالا اور ابتداء کرنا اس کا ساتھ اس چیز کے کہ گمان کرتے ہوں کہ اس کو اس کی حاجت ہے اور یہ کہ جائز ہے مدد لینی بیچ حاضر کرنے پانی کے بغیر کراہت کے اور سکھلانا ساتھ فعل کے اور یہ کہ تھوڑے پانی سے پاک ہونے کے واسطے چلو اٹھانا پانی کو مستعمل نہیں کرتا واسطے قول اس کے کی وہیب کی روایت میں کہ پھر اپنا ہاتھ پانی میں داخل کیا سو اپنے منہ کو دھویا الخ۔ اور اوپر شرط ہونا نیت اغتراف پس نہیں اس حدیث میں وہ چیز کہ اس کو ثابت کرے اور نہ وہ جو اس کی نفی کرے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں اوپر جواز وضو کرنے کے ساتھ پانی مستعمل کے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ نیت اس میں مذکور نہیں اور تحقیق داخل کیا ہاتھ اپنا واسطے چلو بھرنے کے بعد دھونے منہ کے اور وہ وقت اس کے دھونے کا ہے اور کہا غزالی نے کہ مجرد چلو بھرنا پانی کو مستعمل نہیں کرتا اس واسطے کہ استعمال تو فقط اس پانی سے واقع ہوتی ہے جو چلو میں لیا گیا اور ساتھ اسی کے یقین کیا ہے بغوی نے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اوپر مسح کرنے سارے سر کے اور ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ وہ دلالت کرتی ہے اس پر بطورِ استحباب کے نہ بطورِ فرض کے اور یہ کہ نہیں مستحب ہے دوہرانا اس کا کما سیاتی اور اس پر کہ جائز ہے جمع کرنا درمیان کلی اور ناک میں پانی لینے کے ایک چلو سے اس پر کہ جائز ہے وضو کرنا تانبے وغیرہ کے برتنوں سے۔ (فتح)

بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ. باب ہے بیان میں دھونے پاؤں کے ٹخنوں تک۔

۱۸۰ ۔ حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ ۱۸۰۔ ترجمہ اس کا وہی جو اوپر گزرا مگر اس میں اتنا زیادہ ہے

عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ أَبِي حَسَنٍ سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وُضُوْءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّآءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ وُضُوْءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكْفَأَ عَلٰى يَدِهٖ مِنَ التَّوْرِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهٗ فِي التَّوْرِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ غَرَفَاتٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهٗ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهٗ فَمَسَحَ رَأْسَهٗ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ مَرَّةً وَّاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

کہ انہوں نے ایک پانی کا طشت منگوایا اس میں تمام وضو کیا پھر اپنے دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھویا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ یعنی وضو کیا ان کے سبب سے وُضُوْءَ النَّبِيِّ یعنی مانند حضرت ﷺ کے وضو کے اور یہ جو کہا کہ پھر اپنا ہاتھ داخل کیا اور اپنے ہاتھ کو دھویا تو بیان کیا اس روایت میں نیا چلو لینا پانی سے واسطے ہر جوڑ کے اور یہ کہ آپ نے ایک ہاتھ سے چلو لیا اور میں گمان کرتا ہوں کہ برتن چھوٹا تھا سو ایک ہاتھ سے پانی لے کر اس کو دوسرے کے ساتھ ملایا نہیں تو دونوں ہاتھ سے اکٹھے چلو بھرنا آسان تر ہے اور یہ جو کہا کہ پھر دونوں ہاتھ کو دو بار دھویا یعنی ہر ایک کو دو دو بار دھویا۔ (فتح)

بَابُ اِسْتِعْمَالِ فَضْلِ وَضُوْءِ النَّاسِ. لوگوں کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنے کا بیان۔

فائدہ: یعنی استعمال کرنا اس کا وضو کرنے اور پاک ہونے کو اور مراد ساتھ فضل کے وہ پانی ہے جو فراغت کے بعد برتن میں باقی رہے۔ (فتح) غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس سے یہ ہے کہ لوگوں کا بچا ہوا مستعمل پانی پاک ہے۔

وَأَمَرَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَهْلَهٗ أَنْ يَّتَوَضَّؤُوْا بِفَضْلِ سِوَاكِهٖ. یعنی جریر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ نے اپنے گھر والوں کو اپنے مسواک کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کا حکم کیا۔

فائدہ: مطابقت اس اثر کی باب سے اس طرح پر ہے کہ جب پانی میں مسواک کا سر ڈبو کر منہ کو مسواک کیا تو یہ پانی مستعمل ہو گیا پس اب اس سے وضو کرنا مستعمل پانی سے وضو کرنا ہے ایک روایت میں ہے کہ تھے جریر رضی اللہ عنہ مسواک کرتے اور مسواک کا سر پانی میں ڈبوتے پھر اپنے گھر والوں کو کہتے کہ وضو کرو اس کے بچے ہوئے سے اس کے ساتھ کچھ ڈر نہ دیکھتے تھے اور یہ روایت بیان کرنے والی ہے واسطے مراد کے اور مراد بخاری رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ یہ فعل

اس کا پانی کو متغیر نہیں کرتا تھا اور اسی طرح مجرد استعمال کرنا نہیں بگاڑتا پانی کو پس نہ منع ہوگا وضو کرنا ساتھ اس کے اور دار قطنی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ اپنے مسواک کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرتے تھے یعنی مسواک کا سر پانی میں ڈبوتے تھے پھر جب مسواک سے فارغ ہوتے تھے تو اس پانی سے وضو کرتے تھے امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کے یہی معنی بیان کیے ہیں اور مشکل جانا گیا ہے وارد کرنا بخاری رحمہ اللہ کا واسطے اس کے اس باب میں جو باندھا گیا ہے واسطے پاک ہونے پانی مستعمل کے اور جواب دیا گیا ہے ساتھ اس کے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ مسواک پاک کرنے والی ہے واسطے منہ کے پس جب پانی کو ملے پھر حاصل ہوا وضو ساتھ اس پانی کے تو ہوگا اس میں استعمال کرنا مستعمل پانی کا واسطے وضو کے۔ (فتح)

۱۸۱ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ يَقُوْلُ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ فَأُتِيَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ فَجَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُوْنَ مِنْ فَضْلِ وَضُوْئِهٖ فَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهٖ فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ وَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فِيْهِ مَآءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهٗ فِيْهِ وَمَجَّ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ لَهُمَا اشْرَبَا مِنْهُ وَأَفْرِغَا عَلٰى وُجُوْهِكُمَا وَنُحُوْرِكُمَا.

۱۸۱۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت ہم پر نکلے یعنی ہمارے پاس آئے پس آپ کے پاس کوئی پانی لایا سو آپ نے اس سے وضو کیا سو تمام لوگ آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی لیتے تھے پس سب لوگ اس کو اپنے بدنوں پر ملتے تھے سو نبی ﷺ نے نماز ظہر کو دو رکعتیں پڑھا اور عصر کو بھی دو رکعتیں پڑھا اور آپ کے آگے برچھا تھا اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے ایک پیالہ پانی کا منگوایا پس اپنے دو ہاتھوں کو اور منہ کو دھویا اور اس میں کلی کی پھر فرمایا کہ کچھ اس پانی سے پی لو اور کچھ اپنے چہروں اور سینوں پر ڈالو۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی لیتے تھے تو شاید انہوں نے تقسیم کر لیا تھا اس پانی کو جو آپ سے بچا تھا اور احتمال ہے کہ وہ پانی لیا ہو جو وضو کرتے آپ کے وضو کے اعضاء سے بہتا تھا اور اس میں دلالت ظاہر ہے اوپر پاک ہونے پانی مستعمل کے اور یہ جو کہا کہ اس میں کلی ڈالی تو غرض اس سے پیدا کرنا برکت کا ہے اپنے لب مبارک سے۔ (فتح)

۱۸۲ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا

۱۸۲۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ خبر دی مجھ کو محمود ربیع کے بیٹے نے اور وہ محمود وہ ہے جس کے منہ میں رسول اللہ ﷺ

أَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِیْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِیْعِ قَالَ وَهُوَ الَّذِیْ مَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجْهِهٖ وَهُوَ غُلَامٌ مِنْ بِئْرِهِمْ وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَغَیْرِهٖ یُصَدِّقُ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهٗ وَإِذَا تَوَضَّأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْءِهٖ.

نے کلی ڈالی تھی ان کے کنوئیں سے اور وہ لڑکا تھا اور عروہ مسور وغیرہ سے روایت کرتا ہے ہر ایک ان میں سے اپنے ساتھی کی تصدیق کرتا ہے اور جب کہ نبی ﷺ وضو کرتے نزدیک تھے کہ لوگ لڑ مریں آپ کے وضو پر یعنی جو پانی آپ کے ہاتھوں ، پاؤں، چہرہ سے وضو کرتے وقت گرتا لوگ اس کو لے کر اپنے چہروں پر ملتے اور اس پر اتنے لوگ کثرت سے جمع ہو جاتے کہ ایک کے اوپر دوسرا گرتا اور ہر کوئی یہی تمنا کرتا کہ ایک قطرہ مجھ کو بھی ملے تو اپنے منہ پر مل لوں یہاں تک کہ اس پر لڑ کر مر جانے کو تیار ہوتے۔

۱۸۳ - بَابٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ یُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِیْلَ عَنِ الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ السَّآئِبَ بْنَ یَزِیْدَ یَقُوْلُ ذَهَبَتْ بِیْ خَالَتِیْ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِیْ وَجِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِیْ وَدَعَا لِیْ بِالْبَرَکَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْءِهٖ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ إِلٰی خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَیْنَ کَتِفَیْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ.

۱۸۳ - سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو میری خالہ نبی ﷺ کے پاس لے گئی سو اس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! بے شک میرا بھانجا بیمار ہے سو حضرت ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی (میرے حق میں) دعا کی پھر حضرت ﷺ نے وضو کیا سو میں نے آپ کے وضو کا بچا ہوا مستعمل پانی پیا پھر میں حضرت ﷺ کی پیٹھ کے پیچھے کھڑا ہو گیا پس میں نے خاتم النبوۃ کی طرف نظر کی آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مانند انڈے جانور کی یعنی مثل انڈے کی سفید چمکتی تھی۔

فائدہ: اور مراد بخاری رحمہ اللہ کی استدلال کرنا ہے ساتھ ان حدیثوں کے اوپر رد کرنے کے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ مستعمل پانی (یعنی جو ایک بار وضو میں برتا گیا ہو) ناپاک ہے اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور حکایت کی شافعی رحمہ اللہ نے ام میں حسن سے کہ ابو یوسف نے اس سے رجوع کیا پھر دو مہینے کے بعد اس کی طرف رجوع کیا اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے تین روایتیں ہیں پہلی روایت یہ ہے کہ پاک ہے اور نہیں ہے پاک کرنے والا اور یہ روایت محمد رحمہ اللہ کی ہے اس سے اور یہی قول اس کا اور یہ ہی ہے جدید قول شافعی رحمہ اللہ کا اور اسی پر فتویٰ ہے نزدیک حنفیہ کے دوسری روایت یہ ہے کہ پلید ہے خفیف اور یہ روایت ابو یوسف رحمہ اللہ کی ہے اس سے تیسری روایت نجاست غلیظہ ہے یعنی سخت پلید ہے اور یہ روایت حسن لؤلؤی کی ہے اس سے اور یہ حدیثیں رد کرتی ہیں اوپر اس کے اس واسطے کہ جو چیز

ناپاک ہو اس کے ساتھ برکت حاصل نہیں کی جاتی اور کلی ڈالنے کی حدیث میں اگرچہ وضو کے ساتھ تصریح نہیں لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مستعمل پانی کو ناپاک کہتا ہے جب وہ اس کی علت بیان کرے ساتھ اس طور کے کہ وہ پانی ہے مضاف یعنی نسبت کیا گیا تو اس کو کہا جائے گا کہ وہ مضاف ہے طرف پاک چیز کی کہ نہیں بگڑا ساتھ اس کے اور اسی طرح وہ پانی جس کو تھوک ملی ہو پاک ہے واسطے حدیث کلی ڈالنے کے اور جس نے اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ وہ پانی گناہوں کا ہے یعنی اس کے ساتھ بندے کے گناہ جھڑے ہیں پس واجب ہے دور کرنا اس کا ساتھ دلیل ان حدیثوں کے جو وارد ہوئی ہیں اس باب میں مسلم وغیرہ میں تو اس پر بھی باب کی حدیثیں رد کرتی ہیں اس واسطے کہ جس چیز کا دور کرنا واجب ہو اس کے ساتھ برکت حاصل نہیں کی جاتی اور نہ پیا جاتا ہے ابن منذر نے کہا کہ اجماع ہے اہل علم کا اس پر کہ جو تری کہ وضو کے بعد وضو کرنے والے کے اعضاء پر باقی رہتی ہے اور جو اس سے اس کے کپڑوں پر ٹپکتا ہے پاک ہے تو اس اجماع میں دلیل قوی ہے اس پر کہ مستعمل پانی پاک ہے اور اوپر یہ کہ وہ پاک نہیں کرتا تو اس پر کلام آئندہ آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

بَابُ مَنْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ غَرْفَةٍ وَاحِدَةٍ.

باب ہے بیان میں اس شخص کے جو فقط ایک چلو سے کلی اور ناک صاف کرے اس کی شرح مسح سر میں بھی گزر چکی ہے۔

١٨٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ أَفْرَغَ مِنَ الْإِنَاءِ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ غَسَلَ أَوْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفَّةٍ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَا أَقْبَلَ وَمَا أَدْبَرَ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۸۴۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے ایک برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی گرایا پس ان کو دھویا پھر دھویا منہ کو یا کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا ایک چلو سے پس کیا اس کو تین بار پس دھویا اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو بار اور اپنے سر کا مسح کیا آگے کی جانب سے اور پیچھے کی جانب سے اور دھویا اپنے دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک پھر کہا اسی طرح ہے وضو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

بَابُ مَسْحِ الرَّأْسِ مَرَّةً.

ایک بار سر کا مسح کرنا۔

١٨٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى

۱۸۵۔ یحییٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عمرو بن ابو حسن کے پاس حاضر تھا اس نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

عَنْ أَبِيهِ قَالَ شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ أَبِي حَسَنٍ سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وُضُوْءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَآءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ فَكَفَأَ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَآءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا بِثَلَاثِ غَرَفَاتٍ مِنْ مَآءٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَآءِ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَآءِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَآءِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَأَدْبَرَ بِهِمَا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَآءِ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ وَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ مَسَحَ رَأْسَهُ مَرَّةً.

وضو کا حال پوچھا سو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے پانی کا ایک طشت منگوایا سو اُن کے واسطے وضو کیا یعنی ان کے دکھلانے کے واسطے پس اس کو اپنے دونوں ہاتھ پر جھکایا سو دونوں ہاتھوں کو دھویا تین بار پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل کیا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر ناک کو صاف کیا تین بار تین چلو پانی سے پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل کیا پس دھویا منہ اپنے کو تین بار پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل کیا پس اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا دو بار پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل کیا پس اپنے سر کا مسح کیا پس اپنے ہاتھ کو آگے سے پچھلی طرف لے گئے اور پیچھے سے اگلی طرف لے آئے پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل کیا پس اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے اسی طرح ہے کہ یہاں پر مسح سر کو مطلق ذکر کیا ہے ایک دو بار کے ساتھ مقید نہیں کیا سو اس کے اطلاق سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک دفعہ مسح کرنا بھی جائز ہے اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ مَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً یعنی اپنے سر پر ایک بار مسح کیا اور تحقیق پہلے گزر چکی ہے نقل اختلاف کے بیچ مستحب ہونے عدد کے سر کے مسح میں بیچ بَابُ الْوُضُوْءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا کے اور ذکر کیا ہے ہم نے قول ابو داؤد کا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی صحیح روایتوں میں سر کے مسح کے عدد کا ذکر نہیں اور یہ کہ وارد کیا ہے اس کے عدد کو دو طریقوں سے صحیح کہا ہے ایک کو اس کے غیر نے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے پس حمل کیا جائے گا قول ابو داؤد کا اوپر ارادے استثناء دونوں طریقوں کے جن کو ذکر کیا پس گویا کہ کہا کہ مگر یہ دو طریق اور کہا سمعانی نے کہ اختلاف روایت کا محمول ہے اوپر تعدد کے پس کبھی ایک بار مسح کیا اور کبھی تین بار کیا پس ایک بار مسح کرنے کی روایت میں تعدد کے منع ہونے پر حجت نہیں اور حجت پکڑی جاتی ہے واسطے تعدد کے ساتھ قیاس کے ان اعضاء پر جو دھوئے گئے ہیں اس واسطے کہ وضو طہارت حکمی ہے اور نہیں فرق ہے طہارت حکمی میں درمیان دھونے اور مسح کرنے کے اور جواب دیا گیا ہے کہ مسح مبنی ہے تخفیف پر یعنی مسح آسانی کے واسطے مشروع ہوا ہے برخلاف دھونے کے اور اگر تکرار مشروع ہوتا تو اس کی صورت مغسول کی ہو جاتی اور تحقیق اتفاق ہے اس پر کہ مسح کے بدلے سر کا دھونا مکروہ ہے اگرچہ کفایت کرتا ہے اور قوی تر دلیلوں سے اوپر نہ

ہونے عدد کے حدیث مشہور ہے جس کو ابن خزیمہ وغیرہ نے صحیح کہا ہے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بیان میں جس جگہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعد اس کے کہ فارغ ہوئے کہ جو اس پر زیادہ کرے وہ ظالم اور خطا کار ہے اس واسطے کہ اس میں تصریح ہے کہ ایک بار سر کا مسح کیا پس دلالت کی اس نے اس پر کہ ایک بار سے زیادہ سر کا مسح کرنا مستحب نہیں اور اگر تین بار سر کا مسح کرنے کی حدیثیں صحیح ہوں تو حمل کی جائیں اس پر کہ مراد سارے سر کا مسح کرنا ہے اس طور سے کہ کوئی جگہ باقی نہ رہے نہ یہ کہ وہ مستقل باریاں ہیں واسطے سارے کے واسطے تطبیق کے درمیان دلیلوں کے۔ (فتح)

بَابُ وُضُوْءِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهٖ وَفَضْلِ وَضُوْءِ الْمَرْأَةِ.

باب ہے بیان میں وضو کرنے مرد کے ساتھ عورت اپنی کے اور بچے ہوئے پانی عورت کے ساتھ وضو کرنے کا بیان۔

فائدہ: عورت کے بچے پانی سے مراد وہ پانی ہے جو وضو سے فارغ ہونے کے بعد برتن میں باقی رہے۔

وَتَوَضَّأَ عُمَرُ بِالْحَمِيْمِ وَمِنْ بَيْتِ نَصْرَانِيَّةٍ.

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضو کیا گرم پانی سے اور نصرانیہ عورت کے گھر سے۔

فائدہ: نصرانیہ عورت کے گھر کا پانی غالب مستعمل اور جوٹھا ہوتا ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے وضو کیا تو معلوم ہوگیا کہ عورت کے بچے پانی سے وضو کرنا جائز ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہوگئی اور روایت کیا اس کو سعید بن منصور نے اور عبدالرزاق نے ساتھ اس لفظ کے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ گرم پانی سے وضو کرتے تھے اور اس سے نہاتے تھے اور نیز روایت کیا ہے اس کو دارقطنی نے اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے اور مناسبت اس کی واسطے ترجمہ باب کے اس جہت سے ہے کہ غالب یہ ہے کہ مرد کے گھر والے اس کے تابع ہوتے ہیں اس چیز میں کہ کرتا ہے پس اشارہ کیا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے طرف رد کی اس شخص پر جو منع کرتا ہے عورت کو یہ کہ وضو کرے ساتھ بچے پانی مرد کے اس واسطے کہ ظاہر یہ ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بی بی تھی وضو کرتی ساتھ بچے پانی اس کے کی یا ساتھ اس کے پس مطابق ہوگا اس کے قول کو ترجمہ میں کہ وضو کرنا مرد کا ساتھ اپنی بی بی کے یعنی ایک برتن میں سے اور اوپر مسئلہ پاک ہونے کا ساتھ گرم پانی کے پس اتفاق ہے اس کے جائز ہونے پر مگر جو مجاہد سے منقول ہے اور یہ جو کہا کہ نصرانیہ کے گھر سے تو یہ مطابق ہے واسطے قول اس کے کی کہ عورت کے بچے پانی کا بیان اس واسطے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے وضو کیا نصرانیہ عورت کے پانی سے اور اس کا حال دریافت نہ کیا باوجود جائز ہونے اس بات کے کہ مسلمان کے نکاح میں ہو اور حیض سے غسل کیا ہو تاکہ اس کو اس سے صحبت کرنی حلال ہو پس بچا ہو اس سے یہ پانی اور اس کے ساتھ اگرچہ تصریح واقع نہیں ہوئی لیکن اس کا احتمال ہے اور جاری ہے عادت بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ساتھ تمسک کرنے کے ایسے دلائل سے وقت نہ دریافت کرنے مفصل حال کے اگرچہ اس کا غیر اس کے ساتھ استدلال نہیں کرتا پس اس میں دلیل ہے اوپر جواز

پاک ہونے کے ساتھ اس پانی کے کہ مسلمان عورت سے بچا ہو اس واسطے کہ وہ نصرانیہ عورت سے حال میں بدتر نہیں ہوتی اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ جائز ہے برتنا اہل کتاب کے پانیوں کا بغیر تفصیل طلب کرنے کی اور کہا شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ام میں کہ مشرک کے پانی سے وضو کرنے کا ڈر نہیں اور اس کے بچے پانی سے جب تک کہ اس میں پلیدی معلوم نہ ہو اور کہا ابن منذر نے کہ تنہا ہوا ہے ابراہیم نخعی ساتھ کراہت بچے پانی عورت کے جب کہ اس کو نہانے کی حاجت ہو۔ (فتح)

۱۸۶ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ يَتَوَضَّئُوْنَ فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيْعًا.

۱۸۶۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مرد اور عورتیں اکٹھے ایک جگہ وضو کیا کرتے تھے (یعنی ایک برتن سے سب وضو کرتے تھے)۔

فائدہ: مرد اور عورتیں ایک برتن سے وضو کرتے تھے تو ضرور ہے کہ اس میں بعض مرد بعض عورتوں سے پیچھے پانی لیتے ہوں گے پس عورت کے بچے ہوئے پانی کے ساتھ وضو کرنا معلوم ہوگیا اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ایک برتن سے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ہم اس میں اپنے ہاتھ لٹکاتے تھے اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ تھوڑے پانی سے چلو بھرنا اس کو مستعمل نہیں کرتا اس واسطے کہ ان کے برتن چھوٹے تھے جیسے کہ تصریح کی ہے ساتھ اس کے شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ام میں کئی جگہ پر اور اس میں دلیل ہے اوپر پاک ہونے عورت ذمی کے یعنی جس کے ساتھ عہد و پیمان ہو چکا ہو اور جائز ہے استعمال کرنا بچے پانی اور جوٹھے اس کے کا واسطے جائز ہونے کا نکاح کے ساتھ اس کے اور نہ فرق ہونے کے درمیان مسلمان عورت کے اور اس کے غیر کے اور یہ جو کہا جَمِيْعًا یعنی اکٹھے وضو کرتے تھے تو اس سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب پانی کو ایک حالت میں لیتے تھے اور حکایت کی ہے ابن متین نے ایک قوم سے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ مرد اور عورتیں سب ایک جگہ میں وضو کرتے تھے مرد علیحدہ اور عورتیں علیحدہ اور جو زیادت کہ پہلی گزر چکی ہے قول اس کے سے ایک برتن سے وہ رد کرتی ہے اوپر اس کے اور شاید اس قائل نے یہ خیال کیا ہے کہ مردوں کا بیگانی عورتوں کے ساتھ جمع ہونا بعید ہے اور اول جواب میں یہ ہے کہ کہا جائے کہ نہیں کوئی مانع جمع ہونے سے پیروی کی آیت کے اترنے سے پہلے اور رہا پیر بعد اس کے پس خاص ہے ساتھ بی بیوں اور محرم عورتوں کے اور نقل کیا ہے قرطبی اور طحاوی اور نووی نے اتفاق اس پر کہ جائز ہے نہانا مرد اور عورت کا ایک برتن سے اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ ابن منذر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حکایت کی ہے کہ وہ اس سے منع کرتے تھے اور حکایت کیا ہے اس کو ابن عبدالبر نے ایک قوم سے اور یہ حدیث حجت ہے اوپر ان کے اور نیز نقل کیا

ہے نووی نے اتفاق اس پر کہ جائز ہے عورت کو وضو کرنا ساتھ بچے پانی مرد کے سوائے عکس کے اور اس میں بھی نظر ہے اس واسطے کہ طحاوی نے اس میں خلاف ثابت کیا ہے اور ثابت ہوا ہے ابن عمر اور شعبی اور اوزاعی سے منع لیکن مقید ساتھ اس کے جب کہ ہو حائض اور اس پر عکس اس کا یعنی مرد کو عورت کے بچے پانی سے وضو نہ کرنا پس صحیح ہو چکا ہے عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے اور سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہ منع کیا انہوں نے وضو کرنے سے ساتھ بچے پانی عورت کے اور یہی قول ہے احمد اور اسحاق کا لیکن مقید کیا ہے دونوں نے اس کو ساتھ اس کے اس واسطے کے باب کی حدیثیں ظاہر ہیں جواز میں جب کہ دونوں اکٹھے ہوں اور امام احمد سے منقول ہے کہ عورت کے بچے پانی کے ساتھ وضو کے جائز ہونے اور منع ہونے کی حدیثیں مضطرب ہیں لیکن ایک جماعت اصحاب سے صحیح ہو چکا ہے منع جب کہ نماز پڑھے ساتھ اس کے اور معارضہ کیا گیا ہے ساتھ صحیح ہونے جواز کے ایک جماعت اصحاب سے ان میں سے ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور حدیثیں دونوں طرف ثابت ہو چکی ہیں۔ بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے بچے پانی سے وضو کرنا جائز ہے جیسا کہ اصحاب سنن اور دارقطنی اور ترمذی وغیرہ نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہا کہ مجھ کو نہانے کی حاجت ہوئی تو میں نے ایک بڑے پیالے میں غسل کیا اور اس میں پانی بچ رہا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو میں نے عرض کیا کہ یہ میرا بچا ہوا پانی ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے غسل کیا اور فرمایا کہ پانی پر جنابت نہیں اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ایک دوسرے کے بچے پانی سے وضو کرنا منع ہے جیسا کہ ابو داؤد اور نسائی وغیرہ نے روایت کی کہ منع فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ نہائے مرد عورت کے بچے پانی سے یا نہائے عورت مرد کے بچے پانی سے اور چاہیے کہ دونوں اکٹھے چلو لے لیں اور یہ دونوں حدیثیں صحیح اور ثابت ہیں اور تطبیق ممکن ہے ساتھ اس طور کے نہی کی حدیثیں محمول ہیں اس پانی پر کہ گرے اعضاء سے اور جواز محمول ہے اس چیز پر کہ باقی رہے پانی سے اور ساتھ اسی وجہ کے تطبیق دی ہے خطابی نے یا محمول ہے نہی تنزیہ پر واسطے تطبیق کے درمیان دلیلوں کے اور یہ جو احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حدیثیں دونوں طرف کی مضطرب ہیں تو سوائے اس کے کچھ نہیں کہ رجوع کیا جاتا ہے طرف اس کی جب کہ تطبیق دشوار ہو اور تطبیق یہاں ممکن ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ صَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوْءَهُ عَلَى الْمُغْمٰى عَلَيْهِ.

باب ہے بیان میں ڈالنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے وضو کے پانی کو بے ہوش ہوئے پر (مراد وہ پانی ہے جس کے ساتھ وضو کیا)۔

١٨٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُوْلُ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

۱۸۷۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میں بیماری میں بے ہوش ہوا تھا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر ڈالا پس

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ وَأَنَا مَرِیْضٌ لَا أَعْقِلُ فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَیَّ مِنْ وَضُوْءِ ہٖ فَعَقَلْتُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَنِ الْمِیْرَاثُ إِنَّمَا یَرِثُنِیْ کَلَالَةٌ فَنَزَلَتْ اٰیَةُ الْفَرَآئِضِ.

میں ہوش میں آ گیا پس میں نے کہا یا رسول اللہ واسطے کس کے ہے میراث میری سوائے اس کے نہیں کہ وارث میرا کلالہ ہے سو اتری آیت فراض کی۔

فائدہ: کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کی اصل وفرع نہ ہو یعنی نہ اس کا باپ ہو اور نہ کوئی اس کا بیٹا ہو سو جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میرا نہ کوئی باپ ہے اور نہ کوئی بیٹا ہے میرا ترکہ کس کو ملے گا سو اللہ تعالیٰ نے اس کے باب میں حکم بھیجا کہ اس کا ترکہ اس کی بہنوں، بھائیوں وغیرہ وارثوں کو ملے گا یعنی موافق اپنے اپنے حصہ کے اور ایک روایت میں ہے فَوَجَدَنِیْ قَدْ اُغْمِیَ عَلَیَّ یعنی مجھ کو پایا اس حال میں کہ مجھ پر بے ہوشی کی گئی تھی اور یہی مطابق ہے واسطے ترجمہ کے اور یہ جو کہا کہ اپنے وضو کے پانی سے تو احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ ڈالا مجھ پر بعض اس پانی کا جس کے ساتھ وضو کیا یعنی وضو کا مستعمل پانی یا بچا پانی مراد ہے اور مراد پہلے معنی ہیں اور مراد ساتھ آیت فرائض کے یہ آیت ہے ﴿یَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلَالَةِ﴾ جیسا کہ اس کا بیان تفسیر میں آئے گا۔

بَابُ الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ فِی الْمِخْضَبِ وَالْقَدَحِ وَالْخَشَبِ وَالْحِجَارَةِ.

باب ہے تغار اور پیالے اور لکڑی کے برتن اور پتھر کے برتن میں غسل اور وضو کرنے کے بیان میں۔

۱۸۸ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِیْرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بَکْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَقَامَ مَنْ کَانَ قَرِیْبَ الدَّارِ إِلٰی أَهْلِهٖ وَبَقِیَ قَوْمٌ فَأُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِنْ حِجَارَةٍ فِیْهِ مَآءٌ فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ أَنْ یَّبْسُطَ فِیْهِ کَفَّهٗ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ کُلُّهُمْ قُلْنَا کَمْ کُنْتُمْ قَالَ ثَمَانِیْنَ وَزِیَادَةً.

۱۸۸۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حاضر ہوا وقت نماز کا پس جس کا گھر قریب تھا وہ اپنے گھر چلا گیا یعنی وضو کے واسطے اور کچھ لوگ باقی نہ رہے یعنی نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی شخص تغار پتھر کا لایا اس میں پانی تھا سو چھوٹا ہوا لگن کہ فراخ ہو اس میں ہاتھ آپ کا (یعنی بہت چھوٹا تھا کہ اس میں ہاتھ بھی چوڑا نہ ہو سکتا تھا) پس تمام لوگوں نے وضو کیا راوی کہتا ہے کہ ہم نے پوچھا کہ تم کتنے آدمی تھے اس نے کہا اسی 80 آدمی اور زیادہ۔

۱۸۹ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَیْدٍ عَنْ أَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِقَدَحٍ فِیْهِ مَآءٌ فَغَسَلَ یَدَیْهِ وَوَجْهَهٗ فِیْهِ

۱۸۹۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا سو اس میں اپنے دونوں ہاتھوں اور منہ کو دھویا اور اس میں کلی کی۔

وَمَجَّ فِيهِ.

١٩٠ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَتَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجْنَا لَهُ مَاءً فِي تَوْرٍ مِنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِهِ وَأَدْبَرَ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ.

۱۹۰۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے سو نکالا ہم نے آپ کے واسطے پانی پیتل کے ایک گھڑے میں پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا پس اپنے منہ کو دھویا تین بار اور اپنے ہاتھوں کو دو دو بار اور اپنے سر کا مسح کیا سو آگے سے پیچھے کی طرف کو لے گئے اور پیچھے سے آگے کی طرف لے آئے اور دھویا اپنے دونوں پاؤں کو۔

١٩١ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسٍ وَرَجُلٍ اٰخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ أَتَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الْاٰخَرُ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعْدَ مَا دَخَلَ بَيْتَهُ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ وَأُجْلِسَ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ

۱۹۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سخت بیمار ہوئے اور آپ کو بیماری کی بہت شدت ہوئی تو آپ نے اپنی بی بیوں سے میرے گھر میں بیماری کاٹنے کی اجازت چاہی سو سب بی بیوں نے آپ کو اجازت دی سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں کے درمیان اپنے پاؤں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے باہر نکلے وہ دونوں آدمی ایک تو عباس رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرے علی رضی اللہ عنہ تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث بیان کرتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعد اس کے کہ آپ میرے گھر میں داخل ہوئے اور آپ کو بیماری کی شدت ہوئی فرمایا کہ گراؤ میرے اوپر سات مشکیں جن کے دہانے نہ کھلے ہوں تا کہ میں لوگوں کو وصیت کروں اور ہم نے آپ کو حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک تغار میں بٹھلایا اور ان مشکوں سے پانی ڈالنا شروع کیا یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرنے لگے کہ بس تم اپنا کام کر چکے پھر آپ لوگوں کی طرف باہر نکلے۔

النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ تِلْكَ حَتّٰى طَفِقَ يُشِيْرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ.

فائدہ: یہ جو کہا کہ سب بیویوں نے اجازت دی تو استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اس پر کہ باری تقسیم کرنی حضرت ﷺ پر واجب تھی اور احتمال ہے کہ کیا ہو یہ واسطے خوش کرنے ان کے دل کے اور یہ جو فرمایا کہ مجھ پر سات مشکیں ڈالو تو خطابی نے کہا کہ شاید خاص کیا ہو سات کو واسطے برکت حاصل کرنے کے ساتھ اس عدد کے اس واسطے کہ اس کو شرع کے بہت کاموں میں دخل ہے اور ظاہر یہ ہے کہ وہ واسطے دوا کرنے کے تھا اور یہ جو کہا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے تغار میں تو اس میں اشارہ ہے کہ طرف رد کی اس شخص پر جو اس میں نہانے کو مکروہ جانتا ہے جیسا کہ ثابت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عطاء نے کہا کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس نے تو اس کی بو کو مکروہ جانا ہے۔ (فتح)

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ التَّوْرِ.

طشت یا لوٹے سے وضو کرنے کا بیان۔

۱۹۲ ـ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بَلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ عَمِّيْ يُكْثِرُ مِنَ الْوُضُوْءِ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبِرْنِيْ كَيْفَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ فَكَفَأَ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ غَرْفَةٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاغْتَرَفَ بِهَا فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِهِ مَاءً فَمَسَحَ رَأْسَهُ فَأَدْبَرَ بِهِ وَأَقْبَلَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ.

۱۹۲۔ یحییٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے چچا بہت وضو کرتے تھے یعنی پانی میں بہت زیادتی اور اسراف کرتے تھے سو اس نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھ کو خبر دو کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کو کس طرح وضو کرتے دیکھا ہے سو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے پانی کا ایک طشت منگوایا سو اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر الٹایا پس ان کو تین بار دھویا پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں ڈالا سو کلی کی اور ناک کو پانی سے صاف کیا تین بار ایک چلو سے پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل کیا اور ہاتھوں کے ساتھ چلو بھرا سو اپنے منہ کو تین بار دھویا پھر دھویا اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دو دفعہ پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے پانی لیا پس اپنے سر کا مسح کیا سو اپنے دونوں ہاتھوں کو پیچھے کی طرف لے گئے اور پیچھے سے آگے کی طرف لائے پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا پس کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔

۱۹۳ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ

۱۹۳۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے پانی کا ایک

ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِإِنَآءٍ مِنْ مَّآءٍ فَأُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِيْهِ شَيْءٌ مِنْ مَّآءٍ فَوَضَعَ أَصَابِعَهُ فِيْهِ قَالَ أَنَسٌ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى الْمَآءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ قَالَ أَنَسٌ فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّأَ مَا بَيْنَ السَّبْعِيْنَ إِلَى الثَّمَانِيْنَ.

برتن منگوایا سو آپ کے پاس ایک فراخ پیالہ لایا گیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا سو آپ نے اپنی انگلیوں کو اس میں رکھ دیا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں دیکھتا رہا تھا کہ پانی آپ ﷺ کی انگلیوں سے جوش مارتا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پس میں نے وضو کرنے والوں کا اندازہ کیا ستر اور اسی کے درمیان یعنی جن لوگوں نے اس پانی سے وضو کیا تھا ستر سے زیادہ تھے اور اسی سے کم تھے۔

فائدہ: خطابی نے کہا کہ رحراح فراخ برتن کو کہتے ہیں جس کا صحن قریب القعر ہو یعنی بہت گہرا نہ ہو اور ایسا برتن بہت پانی کو سما نہیں سکتا پس وہ زیادہ تر دلالت کرنے والا ہے اوپر بڑے ہونے معجزے کے میں کہتا ہوں اور یہ جو صفت مشابہ ہے ساتھ طشت کے اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگی مناسبت حدیث کی واسطے ترجمہ کے اور استدلال کیا ہے شافعی رحمہ اللہ نے ساتھ اس حدیث کے اوپر رد کرنے قول اس شخص کے جو اصحاب رائے سے کہتا ہے کہ وضو مقدر ہے ساتھ قدر معین کے پانی سے اور وجہ دلالت کی یہ ہے کہ اصحاب نے اس پیالی سے چلو بھرے بغیر تقدیر کے اس واسطے کے جو پانی پیالے میں سے جوش مارتا تھا اس کی مقدار ان کو معلوم نہ تھی پس دلالت کی اس نے عدم تقدیر پر یعنی وضو کے پانی کی کوئی مقدار معین نہیں اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگی مناسبت لانے بخاری رحمہ اللہ کی پیچھے اس حدیث کے بَابُ الْوُضُوْءِ بِالْمُدِّ کو اور مد ایک برتن ہے جس میں ایک رطل بغدادی اور دو تہائی رطل پانی سماتا ہے یہ قول جمہور اہل علم کا ہے اور خلاف کیا ہے بعض حنفیہ نے پس کہا کہ مد دو رطل ہے۔

بَابُ الْوُضُوْءِ بِالْمُدِّ.

مد کے ساتھ وضو کرنے کا بیان۔

فائدہ: مد کہتے ہیں صاع کے چوتھے حصے کو اور صاع انگریزی وزن کے حساب سے پونے تین سیر کے قریب ہوتا ہے سو اس حساب سے مد گیارہ چھٹانک کا ہوا اور غسل صاع کے ساتھ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اس سے کم نہ کرے اور اگر اس سے زیادہ ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کا اتفاق ہے اس پر کہ غسل کے پانی کا کوئی اندازہ معین نہیں ہے بلکہ اس میں تھوڑا یا بہت جتنا ہو کفایت کرتا ہے جب کہ اس میں غسل کی شرط پائی جائے اور مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے میرے ساتھ ایک فرق سے غسل کیا اور فرق تین صاع کا ہوتا ہے۔

١٩٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا

۱۹۴۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ غسل کرتے تھے صاع سے پانچ مد تک اور وضو کرتے تھے مد سے۔

يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ أَوْ كَانَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلٰى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ.

فائدہ: صاع پانچ رطل بغدادی اور دو تہائی رطل کا ہوتا ہے اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور یہ جو کہا کہ پانچ مد تک یعنی اکثر اوقات فقط صاع ہی سے غسل کرتے تھے اور وہ چار مد کا ہوتا ہے اور کبھی اس پر زیادہ کرتے تھے پانچ مد تک سو شاید انس رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہیں ہوئی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل میں اس سے زیادہ پانی خرچ کیا اس واسطے کہ اس نے اس کو نہایت ٹھہرایا ہے اور مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ ایک فرق سے غسل کیا کہا ابن عیینہ اور شافعی رحمہ اللہ نے کہ فرق تین صاع کا ہوتا ہے اور نیز مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہاتے ایک برتن سے جس میں تین مد پانی سماتا ہے پس یہ دلالت کرتا ہے اوپر مختلف ہونے حال کے بیچ اس کے بقدر حاجت کے اور اس میں رد ہے اس شخص پر جو اندازہ مقرر کرتا ہے وضو اور غسل کے پانی کو ساتھ اس چیز کے کہ ذکر کی گئی ہے باب کی حدیث میں مانند ابن شعبان مالکی کے اور اسی طرح جو قائل ہے ساتھ اس کے حنفیہ سے باوجود مخالف ہونے ان کے کی واسطے اس کے بیچ مقدار مد اور صاع کے اور حمل کیا ہے اس کو جمہور نے استحباب پر اس واسطے کہ اکثر اصحاب نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو اور غسل کو اسی کے ساتھ مقدر کیا ہے پس مسلم میں سفینہ سے بھی اسی طرح روایت آئی ہے اور اسی طرح روایت کی ہے احمد اور ابو داؤد نے جابر رضی اللہ عنہ سے اور اسی طرح روایت ہے عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے یعنی تو اس واسطے مستحب ہے کہ اس سے زیادہ پانی خرچ نہ کرے اور یہ اس وقت ہے جب کہ زیادہ کی حاجت نہ ہو اور نیز وہ اس شخص کے حق میں ہے جس کا بدن درمیانہ ہو اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہے بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الوضوء کے اول میں کہ مکروہ جانا ہے اہل علم نے زیادتی کو بیچ اس کے اور یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے آگے بڑھیں۔ (فتح)

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ. موزوں پر مسح کرنے کا بیان۔

فائدہ: نقل کیا ہے ابن منذر نے ابن مبارک سے کہ موزوں کے مسح میں اصحاب کو اختلاف نہیں اس واسطے کہ جس صحابی سے انکار مروی ہے اس سے اس کا اثبات بھی مروی ہے اور ابن عبدالبر نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کسی سے سلف میں سے اس کا انکار مروی ہو مگر مالک رحمہ اللہ سے باوجودیکہ صحیح روایتیں اس سے تصریح کرنے والی ہیں ساتھ ثابت کرنے اس کے کی اور تحقیق اشارہ کیا ہے شافعی رحمہ اللہ نے ام میں طرف انکار اس کے کی مالکیہ پر اور مشہور قرار پایا ہوا ان کے نزدیک اس وقت دو قول میں ایک یہ کہ مطلق جائز ہونا ہے دوسرا یہ کہ مسافر کے واسطے جائز ہے مقیم کے واسطے جائز نہیں اور مالک رحمہ اللہ سوائے اس کے نہیں کہ تھے توقف کرتے بیچ اس کے واسطے خاص نفس اپنے کے

باوجود فتویٰ دینے ان کے کی ساتھ جائز ہونے کے اور یہ مثل اس چیز کی ہے کہ صحیح ہو چکا ہے ابوایوب رضی اللہ عنہ صحابی سے کہا ابن منذر نے اختلاف ہے علماء کو اس میں کہ موزوں پر مسح کرنا افضل ہے یا ان کو اتار کر پاؤں دھونا افضل ہے میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ مسح افضل ہے واسطے سبب اس شخص کے کہ اس نے طعن کیا ہے بیچ اس کے اہل بدعت یعنی رافضیوں اور خارجیوں سے اور زندہ کرنا اس چیز کا کہ اس میں مخالف طعن کرتے ہوں افضل ہے اس کے ترک سے اور شیخ محی الدین نے کہا کہ تصریح کی ہے ایک جماعت نے اصحاب سے کہ غسل افضل ہے ساتھ اس شرط کے کہ نہ چھوڑے مسح کو واسطے منہ پھیرنے کے سنت سے جیسا کہ کہا ہے انہوں نے بیچ افضل ہونے قصر کے پوری نماز پڑھنے پر اور تصریح کی ہے ایک جماعت نے حافظوں حدیث کی سے کہ موزوں پر مسح کرنا متواتر ہے اور جمع کیا ہے بعضوں نے اس کے راویوں کو تو اسی سے بڑھ گئے اور ان میں سے عشرہ مبشرہ ہیں اور حسن بصری سے روایت ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے ستر اصحاب نے ساتھ مسح کرنے کے موزوں پر۔ (فتح)

١٩٥ ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ الْمِصْرِيُّ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ سَأَلَ عُمَرَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ نَعَمْ إِذَا حَدَّثَكَ شَيْئًا سَعْدٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَسْأَلْ عَنْهُ غَيْرَهُ وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي أَبُو النَّضْرِ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعْدًا حَدَّثَهُ فَقَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ اللّٰهِ نَحْوَهُ.

١٩٥۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا دونوں موزوں پر اور بے شک عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث پوچھی یعنی یہ کیسی حدیث ہے؟ سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب تجھ کو سعد رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کرے تو اس کو اس کے غیر سے مت پوچھ یعنی بے پوچھے لے لیا کر۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ صحابی قدیم صحبت والے پر شرع کے بڑے حکموں سے کوئی حکم پوشیدہ رہتا ہے اور اس کے غیر کو اس پر اطلاع ہوتی ہے اس واسطے کہ انکار کیا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے موزوں کے مسح سے باوجود قدیم ہونے صحبت اس کی کے اور بہت ہونے روایت اس کی کے اور مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کوفے میں گئے اور وہاں حاکم سعد رضی اللہ عنہ تھے سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو موزوں

پر مسح کرتے دیکھا تو اس پر اس کا انکار کیا سو سعد رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا کہ اپنے باپ سے پوچھ الخ۔ اور احتمال ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انکار کیا ہو مسح موزوں سے حضر میں نہ سفر میں۔ (فتح)

١٩٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الْحَرَّانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ أَبِيْهِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيْرَةُ بِإِدَاوَةٍ فِيْهَا مَآءٌ فَصَبَّ عَلَيْهِ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

١٩٦۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جائے ضرور کو نکلے پس پیچھے آپ کے شعبہ رضی اللہ عنہ ایک پانی کا لوٹا لے گیا سو اس نے پانی کو حضرت ﷺ کے ہاتھوں پر ڈالا جب کہ آپ اپنی حاجت سے فارغ ہو چکے سو حضرت ﷺ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ وضو کیا تو مراد یہ ہے کہ وضو کیا ساتھ کیفیت مذکور کے جو عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث اوپر بیان ہوئی جیسا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ سے اور روایتوں میں سارا وضو آ چکا ہے اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں دور جانا ہے واسطے قضائے حاجت کے اور پوشیدہ ہونا لوگوں کی آنکھوں سے اس واسطے کہ ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت ﷺ چلے یہاں تک کہ مجھ سے پوشیدہ ہوئے اور یہ کہ مستحب ہے ہمیشہ باوضو رہنا اس واسطے کہ حضرت ﷺ مغیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم کیا کہ آپ کے ساتھ پانی لائے باوجود یکہ آپ نے اس کے ساتھ استنجاء نہ کیا اور سوائے اس کے نہیں کہ وضو کیا ساتھ اس کے جب کہ قضائے حاجت سے پھرے اور اس میں جائز ہونا مدد کا ہے جیسا کہ اپنے باب میں مشروح بیان ہو چکا ہے اور دھونا اس چیز کا ہے کہ پہنچے ہاتھ کو گندگی سے وقت استنجے کے اس واسطے کہ ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو دھویا اور خوب دھویا اور یہ کہ نہیں کافی ہے دور کرنا اس کا ساتھ غیر پانی کے اور مدد لینا اوپر دور کرنے بدبو کے ساتھ مٹی کے اور مانند اس کی کے اور کبھی استنباط کیا جاتا ہے اس سے کہ جو چیز کہ عادی جگہ سے پھیل جائے نہیں دور ہوتی وہ مگر ساتھ پانی کے اور اس سے معلوم ہوا کہ جائز ہے فائدہ اٹھانا ساتھ کھال مردار کے جب کہ رنگی گئی ہو اس واسطے کہ ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جس پانی سے حضرت ﷺ نے وضو کیا تھا اس کو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ایک گنوار عورت سے لیا تھا کہ ڈالا تھا اس کو اس عورت نے واسطے اس کے ایک مشک سے جو مردار کی کھال سے تھی اور حضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ اس عورت سے پوچھ پس اگر اس نے اس کو رنگ لیا تھا تو وہ پاک ہے اس عورت نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی میں نے اس کو رنگ لیا تھا اور یہ کہ جائز ہے فائدہ اٹھانا کافروں کے کپڑے سے یہاں تک کہ اس کا پلید ہونا ثابت ہو اس واسطے کہ اس حدیث کے ایک طریق میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت ﷺ

پر شام کا ایک جبہ تھا سو آپ نے شام کا جبہ پہنا اور اس کی تفصیل نہ پوچھی کہ پلید ہے یا پاک اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے قرطبی نے کہ پشم مرنے سے پلید نہیں ہوتی اس واسطے کہ جبہ شام کا تھا اور شام کا ملک اس وقت دار الکفر تھا اور وہاں کے لوگ مردار کھاتے تھے اور اس حدیث میں رد ہے اس شخص پر جو گمان کرتا ہے کہ موزوں کا مسح منسوخ ہے ساتھ آیت وضو کے جو سورۂ مائدہ میں ہے اس واسطے کہ یہ آیت جنگ مریسیع میں اتری تھی اور یہ قصہ اس حدیث کا جنگ تبوک میں تھا جیسا کہ دوسری روایت میں آ چکا ہے اور جنگ تبوک بالاتفاق اس کے بعد ہے اور اس میں سمیٹنا کپڑے کا ہے سفر میں اور پہننا تنگ کپڑوں کا بیچ اس کے اس واسطے کہ اس سے سفر میں مدد ہوتی ہے اور یہ مسئلہ ماخوذ ہے اس سے کہ دوسری روایت میں آ چکا ہے کہ حضرت ﷺ اپنے دونوں ہاتھ جبے کی آستینوں سے نکالنے لگے تو آستینیں تنگ ہوئیں تو پھر دونوں ہاتھ جبے کے تلے سے نکالا اور اس میں ہمیشگی کرنی ہے وضو کی سنتوں پر یہاں تک کہ سفر میں بھی اور اس میں قبول کرنا خبر واحد کا ہے احکام میں اگرچہ عورت ہو برابر ہے کہ ہو یہ اس چیز میں کہ عام ہو ساتھ اس کے بلوئی یا نہ ہو اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے اس گنوار عورت کی خبر کو قبول کیا اور اس سے معلوم ہوا کہ اقتصار یعنی جس عضو کو دھونا فرض ہو اس کے اکثر کو دھونا کفایت نہیں کرتا اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے جبے کے تلے سے دونوں ہاتھ نکالے اور نہ کفایت کی اس چیز میں کہ باقی رہے ان دونوں سے ساتھ مسح کرنے کے اوپر اس کے اور کبھی استدلال کیا جاتا ہے ساتھ اس کے اس شخص پر جس کا مذہب یہ ہے کہ سارے سر کا مسح کرنا فرض ہے اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے مسح کو پگڑی پر کامل کیا اور نہ کفایت کی ساتھ مسح کے اوپر اس چیز کے کہ باقی رہی آپ کے ہاتھوں سے۔ (فتح)

۱۹۷ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَتَابَعَهُ حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ وَأَبَانُ عَنْ يَحْيٰى.

۱۹۷۔ امیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ موزوں پر مسح کرتے تھے۔

۱۹۸ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۹۸۔ امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ مسح کرتے تھے اپنی پگڑی پر اور اپنے دونوں موزوں پر۔

يَمْسَحُ عَلٰى عِمَامَتِهٖ وَخُفَّيْهِ وَتَابَعَهٗ مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَمْرٍو قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

فائدہ: موزوں کے مسح کرنے میں احادیث کثیرہ اور اخبار مستفیضہ وارد ہو چکی ہیں یہاں تک کہ درجہ تواتر کو پہنچ گئی ہیں پس منکر اس کا مبتدع اور گمراہ ہے هٰكذا قال العينی اور یہ جو کہا کہ مسح کیا پگڑی پر تو اختلاف ہے سلف کو بیچ معنی مسح کے پگڑی پر کہ اس سے کیا مراد ہے؟ پس بعض کہتے ہیں کہ کامل کیا اس پر مسح کو بعد مسح کرنے کے اوپر ماتھے کے اور مسلم کی روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے اور جمہور کا یہ مذہب ہے کہ فقط پگڑی پر مسح کرنا درست نہیں یعنی بدون سر کے بلکہ واجب ہے کچھ سر پر بھی مسح کرے اور خطابی نے کہا کہ اللہ نے سر کا مسح فرض کیا ہے اور حدیث عمامہ کے مسح میں متحمل ہے واسطے تاویل کے پس نہ چھوڑی جائے گی یقینی چیز ساتھ شک کے اور قیاس کرنا اس کا موزے کے مسح پر بعید ہے اس واسطے کہ دشوار ہے اتارنا اس کا برخلاف عمامہ کے اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ جو فقط پگڑی پر بدون سر کے مسح کرنے کو جائز جانتے ہیں وہ اس میں شرط کرتے ہیں کہ اس کا اتارنا دشوار ہو جیسا کہ مسح موزہ میں ہے اور اس کا طریق یہ ہے کہ ہو محکم مانند پگڑیوں عرب کی اور کہتے ہیں کہ عضو ہے جس کا فرض تیمم میں ساقط ہو جاتا ہے پس جائز ہے اوپر حائل اس کے کی یعنی پگڑی پر مانند دونوں پاؤں کی اور کہتے ہیں کہ آیت اس کی نفی نہیں کرتی خاص کر نزدیک اس شخص کے جو حمل کرتا ہے مشترک کو اوپر حقیقت مجاز کے اس واسطے کہ جو کہے کہ میں نے فلانے کا سر چوما تو وہ سچا ہے اگرچہ حائل پر ہو اور یہ مذہب ثوری اور اوزاعی اور احمد اور اسحاق اور ابو ثور اور طبری اور ابن خزیمہ اور ابن منذر وغیرہم کا ہے ابن منذر نے کہا کہ ثابت ہو چکا ہے اور یہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے اور تحقیق صحیح ہو چکا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری کریں تو راہ پائیں۔ (فتح)

بَابُ إِذَا أَدْخَلَ رِجْلَيْهِ وَهُمَا طَاهِرَتَانِ.

جب کہ دونوں پاؤں پاک کر کے موزوں میں داخل کرے تو اس کو وضو کے وقت نہ اتارے بلکہ اس پر مسح کر لے۔

١٩٩ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَأَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ

۱۹۹۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا پس میں نے آپ کے دونوں موزے آپ کے پاؤں سے کھینچنے کا قصد کیا یعنی آپ کے وضو کرنے کے وقت سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو رہنے دے اور مت اتار اس

دَعْهُمَا فَإِنِّيْ أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا. لیے کہ میں نے پاؤں کو ان میں وضو کر کے داخل کیا تھا سو حضرت ﷺ نے ان پر مسح کیا۔

فائدہ: ابن بطال نے کہا کہ اس میں خدمت عالم کی ہے اور یہ کہ واسطے خادم کے ہے کہ قصد کرے اس چیز کی کہ پہچانتا ہو اپنے آقا کی عادت سے پہلے اس کے کہ حکم کرے اس کو اور اس میں سمجھنا ہے اشارے سے اور جواب دینا ہے اس چیز سے کہ سمجھتا ہے اس سے واسطے فرمانے حضرت ﷺ کے کہ ان کو رہنے دے اور یہ جو کہا کہ میں نے پاؤں کو وضو کر کے ان میں داخل کیا ہے تو ایک روایت میں ہے کہ میں نے پاؤں کو ان میں داخل کیا ہے اس حال میں کہ دونوں پاؤں پاک تھے اور حمیدی کی مسند میں ہے کہ میں نے کہا یا حضرت کہ کیا کوئی ہم میں سے اپنے موزوں پر مسح کرے فرمایا ہاں جب کہ داخل کرے ان کو اس حال میں کہ دونوں پاؤں پاک ہوں اور ابن خزیمہ نے صفوان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حکم کیا ہم کو حضرت ﷺ نے یہ کہ مسح کریں ہم موزوں پر جب کہ ہم ان کو پاکی کی حالت میں پہنیں تین دن سفر میں اور ایک دن رات حالت اقامت میں۔ ابن خزیمہ نے کہا کہ میں نے اس کو مزنی کے واسطے ذکر کیا تو اس نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ہمارے اصحاب نے پس تحقیق وہ قوی ترجحت ہے واسطے شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اور حدیث صفوان رضی اللہ عنہ کی اگرچہ صحیح ہے لیکن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر نہیں حدیث باب کے موافق ہے واسطے اس کے دلالت میں اوپر شرط ہونے طہارت کے وقت پہنے موزوں کے اور اشارہ کیا مزنی نے کہ اس مسئلے میں اختلاف ہے اور حاصل اختلاف کا یہ ہے کہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور نے حمل کیا ہے طہارت کو اوپر طہارت شرعی کے وضو میں اور خلاف کیا ہے ان کا داؤد نے پس کہا کہ جب پہننے کے وقت اس کے پاؤں پر پلیدی نہ ہو تو جائز ہے واسطے اس کے مسح کرنا اوپر ان کے اگرچہ پہننے کے وقت بے وضو ہو اور اگر تیمم کرے پھر ان کو پہنے تو نہیں جائز ہے واسطے اس کے مسح نزدیک جمہور کے اس واسطے کہ تیمم مباح کرنے والا ہے نہ اٹھانے والا یعنی ناپاکی کو اٹھا نہیں سکتا اور خلاف کیا ہے اصبغ نے اور اگر وضو کی نیت سے اپنے دونوں پاؤں کو دھوئے پھر ان کو پہنے پھر باقی اعضاء کو دھوئے اور وضو کامل کرے تو نہیں جائز ہے اس کو مسح کرنا نزدیک شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اور جو اس کے موافق ہے اوپر واجب ہونے ترتیب کے وضو میں اور اسی طرح نزدیک اس کے جو اس کو واجب نہیں کہتا بنا بر اس کے کہ طہارت ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوتی لیکن کہا صاحب ہدایہ نے حنفیہ سے کہ شرط جائز ہونے مسح کے پہننا دونوں کا ہے اوپر طہارت کاملہ کے اور مراد ساتھ کاملہ کے وقت بے وضو ہونے کی ہے نہ وقت پہننے کی یعنی جس وقت بے وضو ہوا ہے اس وقت وضو کا کامل ہونا شرط ہے موزے پہننے کے وقت وضو کا کامل ہونا شرط نہیں پس اس صورت میں (یعنی جب کہ وضو کی نیت سے پہلے اپنے دونوں پاؤں کو دھوئے پھر موزوں کو پہنے پھر باقی وضو کو کامل کرے) جب وضو کو کامل کرے پھر بے وضو ہو تو جائز ہے اس کو مسح کرنا اس واسطے کہ بے وضو ہونے کے وقت طہارت کاملہ پر تھا اور حدیث حجت ہے اوپر اس کے

اس واسطے کہ ٹھہرایا ہے حضرت ﷺ نے طہارت کو پہلے پہننے موزے کے شرط واسطے جائز ہونے مسح کے اور جو شرط کے ساتھ معلق ہو وہ صحیح نہیں ہوتا مگر اس شرط کے پائے جانے سے اور تحقیق تسلیم کرلیا ہے اس نے کہ مراد ساتھ طہارت کے طہارت کاملہ ہے اور اگر باترتیب وضو کرے اور ایک پاؤں باقی رہے پھر موزہ پہنے پھر دوسرے کو دھو کے اس میں موزہ پہنے تو نہیں جائز ہے واسطے اس کے مسح نزدیک اکثر کے اور جائز رکھا ہے اس کو ثوری اور کوفیوں نے اور مزنی شافعی کے ساتھی نے اور مطرف مالک کے ساتھی نے اور ابن منذر وغیرہم نے واسطے صادق ہونے اس بات کے کہ تحقیق داخل کیا اس نے ہر ایک پاؤں کو موزے میں اس حال میں کہ پاک تھا اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ جو حکم کہ مرتب ہو تثنیہ پر وہ غیر اس حکم کا ہے جو مرتب ہو واحد پر اور ضعیف کہا ہے اس کو ابن دقیق العید نے اس واسطے کہ احتمال باقی ہے لیکن اگر جوڑی جائے ساتھ اس کے دلیل جو دلالت کرے اس پر کہ طہارت ٹکڑے ٹکڑے ہوتی ہے تو باوجہ ہوگا۔

فائدہ: مسح موزوں پر خاص ہے ساتھ وضو کے نہیں داخل ہے واسطے غسل کے بیچ اس کے ساتھ اجماع کے یعنی غسل میں موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں۔

فائدہ دوسرا: اور اگر اتارے موزوں کو بعد مسح کے پہلے گزرنے مدت کے نزدیک اس شخص کے جو مسح کے وقت مقرر کرنے کا قائل ہے تو وضو کو دوہرائے نزدیک احمد اور اسحاق وغیرہ کے اور دھوڈالے اپنے پاؤں کو نزدیک کوفیوں کے اور مزنی اور ابوثور کے اور اسی طرح کہا ہے مالک اور لیث نے مگر یہ کہ دراز ہو اور کہا حسن اور ابن ابی لیلیٰ اور ایک جماعت نے کہ نہیں اس پر دھونا پاؤں کا اور قیاس کیا ہے انہوں نے اس کو اوپر اس شخص کے جو اپنے سر کا مسح کرے پھر اس کو منڈا ڈالے تو نہیں واجب ہوتا اس پر دوہرانا مسح کا اور اس میں نظر ہے۔

فائدہ تیسرا: نہیں روایت کی بخاری رحمہ اللہ نے وہ چیز جو دلالت کرے اوپر مقرر کرنے مسح کے اور یہی قول جمہور کا ہے کہ مسح موزے کے واسطے وقت مقرر ہے یعنی مسافر کو تین دن رات مسح کرنا درست ہے اور جو گھر میں ہو اس کو ایک دن رات اس سے زیادہ کرنا درست نہیں اور اختلاف کیا ہے مالک رحمہ اللہ نے مشہور قول میں پس کہا کہ مسح کرے جب تک کہ نہ اتارے اور روایت کی ہے مسلم نے توقیت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اور اس باب میں ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور صحیح کہا ہے اس کو شافعی رحمہ اللہ وغیرہ نے۔ (فتح)

بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ لَحْمِ الشَّاةِ وَالسَّوِيْقِ وَأَكَلَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمْ يَتَوَضَّؤُوْا.

بکری کے گوشت اور ستو سے وضو نہ کرنے کا بیان اور حضرت ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے بکری کا گوشت کھایا اور وضو نہ کیا۔

فائدہ: نص کی اوپر گوشت بکری کے تاکہ درج ہو وہ چیز کہ مانند اس کی ہے جو اس سے کم ہے بطریق اولیٰ اور اوپر

جو اس سے اوپر ہے پس شاید اُس نے اشارہ کیا ہے طرف مستثنیٰ ہونے اونٹ کے گوشت کے اس واسطے کہ جس نے اس کو عموم جواز سے خاص کیا ہے اس نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس کی زہومت (چکنائی) سخت ہے پس اسی واسطے نہیں مقید کیا اس کو ساتھ اس کے کہ پکا ہوا ہو اور اس میں دو حدیثیں ہیں نزدیک مسلم کے اور یہ قول احمد کا ہے اور اختیار کیا ہے اس کو ابن خزیمہ وغیرہ محدثین نے اور یہ جو کہا کہ ستو سے تو ابن متین نے کہا کہ باب کی حدیثوں میں ستو کا ذکر نہیں اور جواب دیا گیا ہے کہ وہ بطریق اولیٰ داخل ہے کہ جب نہ وضو کیا گوشت سے باوجود چکنا ہونے اس کے کی تو نہ ہونا وضو کا ستو سے اولیٰ ہے اور شاید اس نے اشارہ کیا ہے ساتھ اس کے طرف حدیث باب کی جو اس کے بعد ہے۔ (فتح)

٢٠٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

٢٠٠۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کے مونڈھے کا گوشت کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

٢٠١ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَلْقَى السِّكِّيْنَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

٢٠١۔ امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو بکری کا مونڈھا کاٹتے دیکھا (یعنی آپ ﷺ اس کو کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے) سو حضرت ﷺ نماز کی طرف بلائے گئے پس آپ نے چھری کو پھینکا اور نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

فائدہ: ان حدیثوں میں ستو کا کہیں ذکر نہیں ہے لیکن بالمقانسہ گوشت سے اس کا حکم بھی معلوم ہوتا ہے بایں طور کہ جب بکری کے گوشت کھانے سے باوجود چرب ہونے اس کے کی وضو کرنا نہیں آتا ہے تو ستو سے بطریق اولیٰ وضو کرنا لازم نہیں آئے گا اس لیے کہ اس میں تو چکناہٹ کا کہیں ذرہ بھی نہیں ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ پھر آپ نے چھری کو پھینکا تو بیہقی نے اس حدیث کے اخیر میں زیادہ کیا ہے کہ زہری نے کہا پس یہ قصہ لوگوں میں مشہور ہوا ہے پھر خبر دی گئی مردوں نے حضرت ﷺ کے اصحاب سے اور کہا عورتوں نے حضرت ﷺ کی بی بیوں سے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ وضو کیا کرو آگ کی پکی چیز سے وضو کرنے کا حکم مباح ہونے کی حدیثوں کا ناسخ ہے اس واسطے کہ اباحت سابق ہے اور اعتراض کیا گیا ہے اوپر اس کے ساتھ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے کہ

دونوں حکموں سے پچھلا حکم حضرت ﷺ کا یہ ہے کہ آگ کی پکی چیز سے وضو کرنا واجب نہیں روایت کی ہے یہ حدیث ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ نے اور صحیح کہا ہے اس کو ابن خزیمہ نے اور ابن حبان وغیرہ نے اور ابو داؤد وغیرہ نے کہا کہ مراد ساتھ امر کے اس جگہ شان اور قصہ ہے نہ مقابل نہی کے اور یہ حدیث مختصر ہے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو مشہور ہے بیچ قصے اس عورت کے جس نے حضرت ﷺ کی دعوت کی تھی کہ حضرت ﷺ نے بکری کا گوشت کھایا پھر وضو کیا اور ظہر کی نماز پڑھی پھر اس کا گوشت کھایا پھر عصر کی نماز پڑھی اور وضو نہ کیا پس احتمال ہے کہ یہ قصہ واقع ہوا ہو پہلے حکم کرنے سے ساتھ وضو کرنے کے آگ کی پکی ہوئی چیز سے اور یہ کہ وضو کرنا آپ کا واسطے نماز ظہر کے بہ سبب وضو ٹوٹ جانے کے تھا نہ بہ سبب گوشت کھانے بکری کے اور حکایت کی ہے بیہقی نے عثمان دارمی سے کہ اس نے کہا کہ جب باب کی حدیثیں مختلف ہوئیں اور نہ ظاہر ہوا راجح تو نظر کی ہم نے طرف اس چیز کی کہ عمل کیا ہے ساتھ اس کے خلفائے راشدین نے بعد آپ کے سو ترجیح دی ہم نے ساتھ اس کے ایک دو جانب کو اور راضی ہوا ہے نووی ساتھ اس کے شرح مہذب میں اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگئی حکمت شروع کرنے بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی باب کی حدیث کو ساتھ اثر کے جو منقول ہے تین خلیفوں سے کہا نووی نے تھا اختلاف اس میں معروف درمیان اصحاب اور تابعین کے پھر قرار پایا اجماع اس پر کہ آگ کی پکی چیز سے وضو لازم نہیں مگر جو چیز کہ پہلے گزر چکا ہے مستثنیٰ ہونا اس کا اونٹوں کے گوشت سے اور خطابی نے یوں تطبیق دی ہے کہ امر کی حدیثیں استحباب پر محمول ہیں نہ واجب ہونے پر یعنی وضو کرنا مستحب ہے واجب نہیں اور استدلال کیا ہے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز میں ساتھ اس حدیث کے اس پر کہ حکم ساتھ مقدم کرنے رات کے کھانے کے اوپر نماز کے خاص ہے ساتھ غیر امام دائمی کے اور اوپر جواز کاٹنے گوشت کے ساتھ چھری کے اور نہی میں اس سے ایک حدیث ضعیف ہے بیچ ابو داؤد کے پس اگر ثابت ہو تو خاص کی جائے گی ساتھ ہونے حاجت کے جو بلانے والی ہے طرف اس کی واسطے اس چیز کے کہ اس میں ہے مانند ہونے سے ساتھ عجمیوں اور اہل نعمت کے اور اس میں ہے کہ شہادت نفی پر جب کہ محصور ہو قبول کی جاتی ہے۔ (فتح)

بَابُ مَنْ مَّضْمَضَ مِنَ السَّوِيْقِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ستو سے فقط کلی کرنا اور وضو نہ کرنا۔

۲۰۲ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلٰى بَنِىْ حَارِثَةَ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى إِذَا كَانُوْا بِالصَّهْبَآءِ وَهِىَ أَدْنٰى خَيْبَرَ

۲۰۲۔ سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جنگِ خیبر کے سال حضرت ﷺ کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ جب صہباء (ایک جگہ کا نام ہے قریب خیبر کے) میں پہنچے اور وہ جگہ نزدیک خیبر کے ہے یعنی اس کی طرف مدینے کے متصل ہے پس حضرت ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی پھر خرچ سفر منگوایا سو نہ لایا گیا آپ کے پاس مگر ستو تو حضرت ﷺ نے حکم کیا اس

فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيقِ فَأَمَرَ بِهِ فَثُرِّيَ فَأَكَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

کے بھگونے کا پس بھگویا گیا سو رسول اللہ ﷺ نے کھایا اور ہم نے بھی کھایا پھر حضرت ﷺ مغرب کی طرف کھڑے ہوئے اور کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی پس آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ستو کھانے سے وضو نہیں آتا اور یہ جو کہا کہ پھر سفر خرچ منگوایا تو اس میں جمع ہونا رفیقوں کا ہے اوپر خرچ کے سفر میں اگرچہ بعض بہت کھاتے ہوں اور اس میں اٹھانا خرچ راہ کا سفر میں اور یہ توکل میں قدح نہیں کرتا اور استنباط کیا ہے اس سے مہلب نے کہ امام پکڑے اناج بند رکھنے والوں کو ساتھ نکالنے اناج کے وقت کم ہونے اناج کے تا کہ اس کو اہل حاجت کے ہاتھ بیچیں اور یہ کہ امام نظر کرے واسطے اہل لشکر کے پس جمع کرے تو شے کو تا کہ پائے اس سے جس کے پاس خرچ رہ نہیں اور یہ جو کہا کہ پھر کلی کی یعنی پہلے داخل ہونے سے نماز میں اور فائدہ کلی کا ستو سے اگرچہ اس کے واسطے چکنائی نہیں ہے کہ اس کا بقایا بند رہتا ہے دانتوں میں اور منہ کی طرفوں میں پس باز رکھتا ہے اس کو تلاش کرنا اس کا نماز کے احوال سے اور یہ جو کہا کہ نہ وضو کیا یعنی بہ سبب کھانے ستو کے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بخاری رحمہ اللہ نے اس پر کہ ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنی جائز ہیں اور اس پر کہ کھانے کے بعد کلی کرنی مستحب ہے اور میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو اس کے بعد ہے ترجمہ باب کا ذکر نہیں پس کہا گیا ہے کہ اشارہ کیا ہے ساتھ اس کے بخاری رحمہ اللہ نے طرف اس کی کہ وہ واجب نہیں ساتھ دلیل ترک کرنے اس کے کی اس حدیث میں باوجودیکہ کھائی گئی چیز چکنائی ہے محتاج ہے طرف کلی کرنے کے اس سے پس ترک کیا اس کو واسطے بیان جواز کے اور بعض نسخوں میں یہ حدیث پہلے باب میں داخل ہے بنا بر اس کے پس ناقل کی غلطی ہے۔ (فتح)

٢٠٣ ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عِنْدَهَا كَتِفًا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۲۰۳۔ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے نزدیک بکری کے مونڈھے کا گوشت کھایا پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

بَابٌ هَلْ يُمَضْمِضُ مِنَ اللَّبَنِ.

دودھ پینے سے کلی کرنی چاہیے۔

٢٠٤ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ وَقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

۲۰۴۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دودھ پیا پس کلی کی اور فرمایا کہ اس کے واسطے چکنائی ہے یعنی

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ إِنَّ لَهُ دَسَمًا تَابَعَهُ يُوْنُسُ وَصَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

دودھ میں چکنائی ہے اس میں کلی کرنی چاہیے۔

فائدہ: اس حدیث میں بیان ہے علت کلی کرنے کا دودھ سے یعنی اس کی علت یہ ہے کہ اس کے واسطے چکنائی ہے پس دلالت کرتی ہے یہ حدیث اوپر مستحب ہونے اس کے ہر چیز سے کہ اس کے واسطے چکنائی ہو اور استنباط کیا جاتا ہے اس سے مستحب ہونا دونوں ہاتھوں کے دھونے کا واسطے ستھرائی کے اور ایک روایت میں امر کا صیغہ آیا ہے یعنی کلی کرو اور یہ امر واسطے استحباب کے ہے اور دلیل اس پر یہ ہے کہ امر واسطے استحباب کے ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس حدیث کے راوی کا قول ہے کہ اس نے دودھ پیا پھر کہا اگر میں کلی نہ کروں تو کچھ پرواہ نہیں اور ابو داؤد نے روایت کی ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا نہ کلی کی اور نہ وضو کیا۔ (فتح)

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ النَّوْمِ وَمَنْ لَّمْ يَرَ مِنَ النَّعْسَةِ وَالنَّعْسَتَيْنِ أَوِ الْخَفْقَةِ وُضُوْءًا.

نیند سے وضو کرنے کا بیان اور بیان اس شخص کا جو ایک بار اونگھ آنے اور دو بار اونگھ آنے سے اور سر کے جھک جانے سے وضو کو واجب نہیں جانتا۔

فائدہ: یعنی کیا سونے سے وضو مستحب ہے یا واجب؟ اور ظاہر اس کی کلام سے یہ ہے کہ نعاس کا نام سونا رکھا جاتا ہے اور مشہور یہ ہے کہ دونوں کے درمیان فرق ہے اور یہ کہ جس کے حواس برقرار ہوں اس طور سے کہ اپنے ساتھی کا کلام سنے اور اس کے معنی نہ سمجھے تو اس کو اونگھنے والا کہتے ہیں اور جو اس سے زیادہ ہو اس کو سونے والا کہتے ہیں اور نشانی سونے کی خواب کا آنا ہے دراز ہو یا کہ چھوٹی اور یہ جو کہا جو نہیں دیکھتا الخ۔ تو یہ قول اکثر کا ہے کہا یک دو بار اونگھنے اور سر جھکنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اونگھنے کو خواب ٹھہیرانی سے نکالا جاتا ہے کہ جو کہتا ہے سونا خود حدث ہے یعنی وضو کا توڑنا وہ اونگھنے سے وضو کو واجب کرتا ہے اور روایت کی ہے مسلم نے اپنی صحیح میں بیچ قصے نماز ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رات میں کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ جب میں اونگھتا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میرے کان کو پکڑتے تھے پس دلالت کی اس نے اس پر کہ وضو نہیں واجب ہے غیر مستغرق پر اور ابن منذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ واجب ہے وضو ہر سونے والے پر مگر جس کا سر جھکے۔ ہروی نے کہا کہ خفق کے معنی یہ ہیں کہ اس کی ٹھوڑی سینے پر پڑے اور اشارہ کیا ہے اس نے ساتھ اس کے طرف حدیث انس رضی اللہ عنہ کی کہ تھے اصحاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار کرتے نماز جماعت کی پس اونگھتے یہاں تک کہ ان کے سر جھک جاتے پھر نماز کی طرف کھڑے ہوتے یعنی اور وضو نہ کرتے۔ (فتح)

۲۰۵ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ.

۲۰۵۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اونگھے نماز پڑھتے تو چاہیے کہ سو رہے یہاں تک کہ اس کی نیند جاتی رہے اس واسطے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑے گا اونگھتا ہوا تو اس کو نہ معلوم ہوگا شاید وہ تو مغفرت مانگنے کا قصد کرے سو اپنی جان کو کوسنے لگے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محض اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے ورنہ اس علت کی کوئی حاجت نہ تھی بلکہ صاف حکم فرما دیتے کہ وہ پھر نئے سرے سے وضو کرے اور یہ جو کہا کہ پس چاہیے کہ سو رہے تو نسائی کی روایت میں ہے کہ پس چاہیے کہ پھرے اور مراد ساتھ اس کے سلام پھیرنی ہے نماز سے یعنی نماز سے سلام پھیرے اور حمل کیا ہے اس کو مہلب نے ظاہر پر پس کہا کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ حکم کیا اس کو ساتھ کاٹنے نماز کے واسطے غلبے نیند کے پس دلالت کی اس نے کہ جب اونگھنا اس سے کم ہو تو وہ معاف ہے اور اجماع ہے علماء کا اس پر کہ سونا تھوڑا وضوء کو نہیں توڑتا اور خلاف کیا ہے مزنی نے پس کہا کہ مطلق سونا وضو کو توڑ ڈالتا ہے خواہ تھوڑا ہو یا بہت سو توڑا اس نے اجماع کو اسی طرح کہا ہے مہلب نے اور تابع ہوا ہے اس کے ابن بطال اور ابن متین وغیرہ اور تحقیق انہوں نے زبردستی کی ہے مزنی پر اس دعوے میں اس واسطے کہ تحقیق نقل کیا ہے ابن منذر وغیرہ نے بعض اصحاب اور تابعین سے کہ سونا حدث ہے توڑتا ہے وضو کو تھوڑا ہو یا زیادہ اور یہی قول ابو عبیدہ اور اسحاق بن راہویہ کا ابن منذر نے کہا کہ میرا بھی یہی قول ہے واسطے عام ہونے حدیث صفوان کے یعنی جس کو ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے پس اس میں ہے کہ مگر پائخانے سے اور پیشاب سے اور سونے سے پس برابری کی درمیان اُن کے حکم میں اور مراد ساتھ تھوڑے اور بہت کے دراز ہونا ہے اس کے زمانے کا اور چھوٹا ہونا نہ ابتدا اس کی اور جن لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ سونا جگہ گمان وضو ٹوٹنے کی سے ہے ان کو اختلاف ہے کئی اقوال پر ایک فرق کرنا درمیان تھوڑے اور بہت اس کے کی اور یہ قول زہری اور مالک کا ہے اور ایک فرق کرنا ہے درمیان لیٹنے والے اور غیر اس کے کی اور یہ قول ثوری کا ہے اور ایک فرق کرنا درمیان لیٹنے والے اور تکیہ کرنے والے کے اور غیر ان کے کی اور یہ قول اصحاب رائے کا ہے یعنی حنفیوں کا اور فرق کرنا ہے درمیان اُن دونوں کے درمیان سجدہ کرنے والے کے ساتھ قصد کرنے اس کے کی سونے کو اور درمیان غیر اُن کے کی اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بیٹھنے والے کے غیر کا سونا مطلق نہیں توڑتا اور یہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قدیم قول ہے اور اُسی سے تفصیل ہے کہ نماز کے باہر توڑ ڈالتا ہے اور نماز کے اندر نہیں توڑتا اور تفصیل کی ہے جدید

قول میں درمیان بیٹھنے والے کے جو قرار پکڑنے والا ہو پس نہیں توڑتا اور درمیان غیر اس کے کی پس توڑ ڈالتا ہے اور مہذب میں ہے کہ اگر پائے اُس سے سونا اور وہ بیٹھا ہو اور محل حدث کا اُس سے زمین پر قرار پکڑنے والا ہو تو ظاہر یہ قول ہے کہ اس کے وضو کو نہیں توڑتا اور بویطی نے کہا کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہ اختیار مزنی کا ہے اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ لفظ بویطی کا نہیں ہے صریح بیچ اس کے اس واسطے کہ تحقیق اس نے کہا ہے کہ سو گیا بیٹھا یا کھڑا پس دیکھا خواب کو تو واجب ہے اس پر وضو نووی نے کہا کہ یہ قول شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا تاویل کرنے کے لائق ہے یعنی اس کے ظاہری معنی مراد نہیں اور یہ جو کہا کہ جب تم میں سے کوئی الخ تو مہلب نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے طرف علت کی جو واجب کرنے والی ہے واسطے قطع کرنے نماز کے پس جو ایسے حال میں ہو جائے اس کا وضو بالا جماع ٹوٹ جاتا ہے اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ اشارہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ جواز قطع کرنے نماز کی طرف ہے یا پھرنا جب کہ سلام کرے اس سے اور اوپر وضو کا ٹوٹنا پس نہیں ظاہر ہوتا حدیث کے سیاق سے اس واسطے کہ جاری ہونا اُس چیز کا کہ مذکور ہوئی زیادہ ممکن ہے اونگھنے والے سے اور وہی قائل ہے کہ تھوڑا سونا وضو کو نہیں توڑتا پس کس طرح ٹوٹے گا اونگھنے سے اور جو مہلب نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے وہ توڑا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ صحیح ہو چکا ہے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے کہ سونا مطلق وضو کو نہیں توڑتا اور صحیح مسلم اور ابو داؤد میں ہے کہ تھے اصحاب انتظار کرتے نماز جماعت کے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پس سو جاتے پھر نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے پس محمول ہے یہ اس پر کہ تھا یہ سونا ان سے بیٹھنے کی حالت میں لیکن مسند بزار میں ساتھ سند صحیح کے ہے اس حدیث میں کہ اپنے پہلو کو زمین پر رکھتے تھے سو بعض ان میں سے سو جاتے تھے پھر نماز کی طرف کھڑے ہوتے تھے اور یہ جو کہا کہ فَيَسُبُّ نَفْسَهٗ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے اوپر بددعا کرے اور احتمال ہے کہ ہو علت نہی کی یہ کہ دعا قبول ہونے کی گھڑی کو موافق ہو اور اس میں لینا ہے ساتھ احتیاط کے اس واسطے کہ علت بیان کی اس کے ساتھ امر محتمل کے اور رغبت دلانا ہے اوپر خشوع کے اور حاضر کرنا دل کا واسطے عبادت کے اور پرہیز کرنے بندگیوں میں مکروہ چیزوں سے اور جائز ہونا دعا کا نماز میں بغیر قید کرنے کے ساتھ کسی چیز معین کے اور یہ حدیث اور اگلی عام ہے ہر نماز کو خواہ فرض نماز ہو یا نفل۔ (فتح)

٢٠٦ - حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنَمْ حَتّٰى يَعْلَمَ مَا يَقْرَأُ.

٢٠٦۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی نماز میں اونگھنے لگے تو اس کو چاہیے کہ لیٹ جائے یہاں تک کہ جانے جو پڑھے۔

فائدہ: سونے کے بعد ایسا ہوش ہو کہ اپنے پڑھے کو جانے کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں تب نماز پڑھے اور نیند کی حالت میں نماز اس واسطے منع فرمائے کہ ایسی حالتیں آدمی کہتا ہے کچھ اور نکلتا ہے اور کچھ۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ. وضو پر وضو کرنے کا بیان۔

فائدہ: یعنی کیا حکم ہے اور مراد تازہ وضو کرنا ہے بغیر ٹوٹنے پہلے وضو کے اور تحقیق ذکر کیا ہے ہم نے اختلاف علماء کا کتاب الوضوء کی ابتداء میں نزدیک ذکر کرنے اس آیت کے ﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ﴾ الخ اور یہ کہ بہت علماء ان میں سے قائل ہیں کہ اصل آیت کی یوں ہے کہ جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو اس حال میں کہ بے وضو ہو اور استدلال کیا ہے اس پر دارمی نے اپنی مسند میں ساتھ اس حدیث کے کہ نہیں وضو مگر ٹوٹنے سے اور حکایت کی ہے شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن اہل علم سے جن سے اس نے ملاقات کی کہ اصل آیت کی یوں ہے کہ تم سونے سے کھڑے ہو اور پہلے گزر چکا ہے کہ بعض علماء نے اس کو ظاہر پر حمل کیا ہے اور کہا کہ واجب ہے نیا وضو کرنا واسطے ہر نماز کے پھر اختلاف کیا ہے انہوں نے کہ کیا یہ حکم واجب ہونے کا منسوخ ہے یا بدستور باقی ہے اور دلالت کرتی ہے منسوخ ہونے پر وہ چیز جو روایت کی ہے ابو داؤد نے اور صحیح کہا ہے اس کو ابن خزیمہ نے عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ وضو کے واسطے ہر نماز کے پھر جب دشوار ہوا یہ اُن پر تو حکم کیا ساتھ مسواک کرنے کے اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ واجب ہونا وضو کا واسطے ہر نماز کے بدستور باقی ہے جیسا کہ جزم کیا ہے ساتھ اس کے طحاوی نے اور نقل کیا ہے اس کو ابن عبدالبر نے عکرمہ سے اور ابن سیرین وغیرہ سے اور بعید جانا ہے اس کو نووی نے اور میل کی ہے طرف تاویل اس کی کے اگر ثابت ہو اُن سے اور جزم کیا ہے نووی نے ساتھ اس کے کہ اجماع اقرار پا چکا ہے اوپر نہ واجب ہونے کی اور ممکن ہے حمل کرنا آیت کا اس کے ظاہر پر بغیر نسخ کے اور ہوگا امر بیچ حق بے وضو لوگوں کے وجوب پر اور بیچ حق غیر ان کے مستحب ہونے پر اور حاصل ہوا بیان اس کا ساتھ سنت کے جیسا کہ باب کی حدیث میں ہے۔ (فتح)

۲۰۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ قُلْتُ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قَالَ يُجْزِئُ

۲۰۷۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے وقت نیا وضو کرتے تھے میں نے کہا کہ تم کیسے کیا کرتے تھے؟ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے ایک کو وضو کفایت کرتا تھا جب تک کہ اس کا وضو نہ ٹوٹے یعنی جب تک ہمارا پہلا وضو نہ ٹوٹتا تب تک اسی وضو سے نماز پڑھتے دوسرا وضو نہ کرتے۔

أَحَدَنَا الْوُضُوْءُ مَا لَمْ يُحْدِثْ.

فائدہ: حضرت ﷺ ہر نماز کے وقت نیا وضو کرتے اگرچہ آپ کا پہلا وضو بھی قائم ہوتا پھر بھی آپ اس پر نیا وضو کر لیتے اور یہ جو کہا کہ وقت ہر نماز کے یعنی فرض نماز کے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے خواہ باوضو ہوتے یا بے وضو اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ یہ آپ کی عادت تھی لیکن حدیث سوید کی جو باب میں ہے دلالت کرتی ہے اس پر کہ مراد اکثر اوقات ہے کہا طحاوی نے احتمال ہے کہ ہو یہ واجب خاص حضرت ﷺ پر پھر منسوخ ہوا دن فتح مکہ کے واسطے حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ کے کہ حضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن سب نمازیں ایک وضو سے پڑھیں اور یہ کہ عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا تو فرمایا کہ میں نے جان بوجھ کر اس کو کیا ہے اور احتمال ہے کہ کیا ہو اس کو بطورِ مستحب ہونے کے پھر خوف کیا اس سے کہ مبادا گمان کیا جائے واجب ہونا اس کا پس ترک کیا اس کو واسطے بیانِ جواز کے میں کہتا ہوں کہ یہ قریب تر ہے اور بر تقدیر پہلے احتمال کے پس منسوخ ہونا تھا پہلے فتح کے ساتھ دلیل حدیث سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ کے اس واسطے کہ وہ خیبر میں تھے اور فتح سے کچھ زمانہ پہلے ہے اور یہ جو کہا کہ تم کس طرح کیا کرتے تھے؟ تو اس کا قائل عمرو بن عامر ہے اور مراد اصحاب ہیں اور نسائی میں عمرو سے روایت ہے کہ اس نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت ﷺ ہر نماز کے واسطے وضو کیا کرتے تھے یعنی اگرچہ باوضو ہوتے اس نے کہا ہاں اور ہم سب نمازیں ایک وضو سے پڑھتے تھے۔ (فتح الباری)

۲۰۸ ـ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَلَمَّا صَلّٰى دَعَا بِالْأَطْعِمَةِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ ثُمَّ صَلّٰى لَنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۲۰۸۔ سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ جنگ خیبر کے سال ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ جب پہنچے ہم صہباء میں تو ہم کو رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی سو جب حضرت ﷺ نماز پڑھ چکے تو کھانا طلب کیا پس نہ لایا گیا مگر ستو سو کھایا ہم نے اور پیا ہم نے پھر نبی ﷺ نماز مغرب کی طرف کھڑے ہوئے سو آپ نے کلی کی پھر ہم کو مغرب کی نماز پڑھائی اور وضو نہ کیا۔

فائدہ: یعنی عصر کے وضو سے مغرب کی نماز پڑھائی۔

بَابٌ مِنَ الْكَبَآئِرِ أَنْ لَّا يَسْتَتِرَ مِنْ بَوْلِهِ.

باب ہے بیان میں اس بات کے کہ اپنے پیشاب سے نہ بچنا کبیرہ گناہ ہے یعنی جس کے پرہیز کرنے سے مغفرت کا وعدہ دیا گیا ہے۔

۲۰۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَآئِطٍ مِنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ أَوْ مَكَّةَ فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِيْ قُبُوْرِهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰى كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ دَعَا بِجَرِيْدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ فَوَضَعَ عَلٰى كُلِّ قَبْرٍ مِّنْهُمَا كِسْرَةً فَقِيْلَ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تَيْبَسَا أَوْ إِلٰى أَنْ يَّيْبَسَا.

۲۰۹۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ یا مدینہ کے باغوں میں سے کسی باغ پر گزرے سو آپ نے دو آدمیوں کا آواز سنا جو اپنی قبروں میں عذاب کیے جاتے تھے سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ دونوں عذاب کیے جاتے ہیں اور نہیں عذاب کیے جاتے کسی مشکل کام میں پھر حضرت ﷺ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں ان دونوں سے ایک تو اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا یعنی پیشاب کرتے وقت اس کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی لے جاتا تھا یعنی ایک دوسرے کی چغلی کر کے آپس میں فساد ڈلواتا تھا پھر حضرت ﷺ نے منگوائی ایک چھڑی کھجور کی پس اس کو چیر کر دو ٹکڑے کیا پھر دونوں قبروں سے ہر ایک قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا سو کسی نے آپ سے عرض کی کہ یہ کام آپ نے کس واسطے کیا ہے سو آپ نے فرمایا شاید کہ ان سے عذاب کی تخفیف ہو جائے جب تک کہ وہ خشک نہ ہو یعنی جب تک وہ تر رہیں گی تو اللہ کی تسبیح کریں گی اس کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔

فائدہ: اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ گناہ اُن کے خیال میں کبیرہ نہیں تھا نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی کبیرہ نہیں تھا دوسرا یہ کہ کبیرہ کے معنی یہ ہیں کہ ان پر بچنا ان گناہوں سے مشکل نہ تھا اس لیے کہ بول سے بچنا اور چغلی کا ترک کرنا کوئی بھاری مشکل امر نہیں ہے جو آدمی سے نہ ہو سکے بلکہ بہت آسان امر ہے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے وَاِنَّهٗ لَكَبِيْرٌ یعنی بے شک وہ بڑا ہے اور اس قول کے معنی میں اختلاف ہے پس کہا ابو عبدالملک بونی نے کہ احتمال ہے کہ حضرت ﷺ نے گمان کیا ہو کہ وہ کبیرہ نہیں پھر آپ کو اسی وقت وحی ہوئی کہ وہ کبیرہ ہے تو پہلے وہم کو آپ نے دفع کیا اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ مستلزم ہے اس کو کہ ہو منسوخ اور نسخ نہیں داخل ہوتا

خبر میں اور جواب دیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ حکم کرنا ساتھ خبر کے جائز ہے منسوخ ہونا اس کا پس قول آپ کا وَمَا يُعَذَّبَانِ خبر دینی ہے ساتھ حکم کے پھر جب آپ کو وحی ہوئی کہ وہ کبیرہ ہے اور خبر دی آپ نے ساتھ اس کے تو ہو نسخ واسطے اس حکم کے اور بعض کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ ضمیر اِنَّهٗ عذاب کی طرف پھرتی ہو جیسا کہ صحیح ابن حبان میں وارد ہو چکا ہے کہ وہ سخت عذاب کیے جاتے ہیں آسان گناہ میں اور کہا داؤدی اور ابن عربی نے کہ جس کبیرے کی نفی کی ہے وہ ساتھ معنی اکبر کے ہے اور جس کو ثابت کیا ہے وہ ایک کبیرے گناہوں سے ہے یعنی یہ زیادہ تر کبیرہ گناہ نہیں مانند قتل کی مثلاً اگرچہ فی الجملہ کبیرہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ صورت میں کبیرہ نہیں اس واسطے کہ معاملہ اس کا دلالت کرتا ہے اوپر دناءت اور حقارت کے اور وہ کبیرہ ہے گناہ میں اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں ہے کبیرہ ان دونوں کے اعتقاد میں یا مخاطبین کے اعتقاد میں اور وہ اللہ کے نزدیک کبیرہ ہے مانند اس آیت کی ﴿وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ﴾ اور بعض کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ان پر ان گناہوں سے بچنا مشکل نہ تھا اور اسی اخیر کے ساتھ جزم کیا ہے بغوی وغیرہ نے اور ترجیح دی ہے اس کو ابن دقیق العید اور ایک جماعت نے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ مجرد کبیرہ نہیں بلکہ ساتھ ہمیشگی کرنے کے اوپر اس کے اور سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ وصف کیا ہے ہر ایک کو ان دونوں میں سے ساتھ اس چیز کے کہ دلالت کرتی ہے اوپر نو پیدا ہونے کے اس سے اور ہمیشگی کرنے اس کے کی اوپر اس کے واسطے لانے کے ساتھ صیغہ مضارع کے بعد کان کے اور یہ جو کہا لَا يَسْتَتِرُ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ پیشاب سے نہ بچنا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی شرمگاہ کو نہ چھپاتا تھا اور یہ معنی ضعیف ہیں اس واسطے کہ اگر عذاب دینا واقع ہوتا اوپر کھولنے شرمگاہ کے تو البتہ مستقل ہوتا کھولنا ستر کا ساتھ سبب ہونے کے اور ڈالا جانا اعتبار پر پیشاب کا پس مرتب ہوتا عذاب اوپر کھولنے ستر کے برابر ہے کہ پیشاب پایا جاتا یا نہ پایا جاتا اور نہیں پوشیدہ ہے جو اس میں ہے اعتراض سے اور ابن دقیق العید نے کہا کہ اگر حمل کیا جاتا استتار کو اپنی حقیقت پر تو البتہ لازم آتا کہ ہو مجرد کھولنا شرمگاہ کا سبب عذاب مذکور کا اور سیاق حدیث کا دلالت کرتا ہے اس پر کہ بے شک واسطے پیشاب کے بہ نسبت عذاب قبر کی ایک خصوصیت ہے اشارہ کرتی ہے طرف اس کی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس کو ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے کہ اکثر عذاب قبر کا پیشاب سے ہے یعنی بہ سبب نہ پرہیز کرنے کے اس سے اور تائید کرتا ہے اس کی یہ کہ لفظ من کا حدیث میں جب نسبت کیا گیا طرف پیشاب کی تو تقاضا کیا اس نے نسبت استتار کو یعنی پردہ کرنے کو جس کا نہ ہونا سبب عذاب کا ہے طرف پیشاب کی ساتھ ان معنی کے کہ ابتداء سبب عذاب کا پیشاب سے ہے پس اگر حمل کیا جائے اوپر مجرد کشف ستر کے تو البتہ دور ہوں گے یہ معنی پس متعین ہوا حمل کرنا مجاز پر تاکہ حدیث کے سب لفظ ایک معنی پر جمع ہو جائیں اور یہ جو کہا کہ چغلی لے جاتا تھا تو نووی نے کہا کہ چغلی نقل کرنا غیر کی کلام کا ہے ساتھ قصد ضرر دینے کے اور یہ نہایت بد کام ہے اور تعاقب کیا ہے اس کا کرمانی نے پس کہا کہ نہیں صحیح ہے یہ اوپر قاعدے فقہاء کے

اس واسطے کہ وہ کہتے ہیں کہ کبیرہ وہ ہے جو حد کو واجب کرتا ہے اور نہیں ہے چغل باز پر مگر یہ کہ کہا جائے کہ ہمیشگی کرنے نے اس کو کبیرہ ٹھہرایا ہے جو اس سے مستفاد ہوتی ہے اس واسطے کہ صغیرے پر اڑنا حکم اس کا حکم کبیرے کا ہے یا کبیرے سے مراد اصطلاحی معنی نہیں بلکہ اس کے غیر ہیں اور جو اس نے فقہاء سے نقل کیا ہے وہ سب کا قول نہیں لیکن کلام رافعی کا خبر دیتا ہے ساتھ ترجیح اس کی کے جس جگہ حکایت کی اس نے کبیرے کی تعریف میں دو وجہیں ایک یہ اور دوسرا وہ کہ اس میں سخت عذاب کا وعدہ ہے اور ضرور ہے حمل کرنا پہلے قول کا یعنی کبیرہ وہ ہے جس میں حد واجب ہو اس پر کہ مراد ساتھ اس کے غیر اس چیز کا ہے کہ نص کی گئی ہے اس پر صحیح حدیثوں میں نہیں تو لازم آتا ہے کہ نہ گنا جائے عقوق ماں باپ کا اور گواہی جھوٹی کبیرے گناہوں سے باوجودیکہ حضرت ﷺ نے ان کو زیادہ تر کبیرے گناہوں کو فرمایا اور باقی شرح اس کی حدود میں آئے گی اگر چاہا اللہ نے۔ (فتح) اور یہ جو کہا کہ شاید ان سے عذاب کی تخفیف ہو تو کہا مازری نے احتمال ہے کہ حضرت ﷺ کو وحی ہوئی ہو کہ یہ مدت ان سے عذاب کی تخفیف ہو گی انتہی۔اور بنا بر اس کے پس لعل اس جگہ واسطے تعلیل کے ہے اور خطابی نے کہا کہ وہ محمول ہے اس پر کہ حضرت ﷺ نے دعا کی واسطے ان کے ساتھ تخفیف ہونے عذاب کے مدت باقی رہنے تری کے یعنی جب تک ان کی تری باقی رہے یہ کہ چھڑی میں کوئی معنی ہیں جو خاص کریں اس کو اور نہ یہ کہ تر میں ایک معنی ہیں جو خشک میں نہیں اور تحقیق کہا گیا ہے کہ چھڑی کے تر ہونے میں معنی یہ ہیں کہ جب تک وہ تر رہے تب تک اللہ کی تسبیح کہتی ہیں پس خاص ہو گی تخفیف عذاب کی ساتھ برکت تسبیح کے بنا بر اس کے پس عام ہو گا یہ حکم ہر چیز کو کہ اس میں تری ہو درختوں وغیرہ سے اور اسی طرح اس چیز میں برکت ہے مانند ذکر کی اور تلاوت قرآن کی بطریق اولیٰ اور کہا طیبی نے کہ حکمت بیچ ہونے ان کے کی کہ جب تک وہ تر ہیں عذاب کو منع کرتی ہیں احتمال ہے کہ معلوم نہ ہو مانند عدد زبانیہ کی اور تحقیق انکار کیا ہے خطابی نے اور اس کے تابعداروں نے رکھنے چھڑی کے سے قبر میں واسطے عمل کرنے کے ساتھ اس حدیث کے کہا طرطوسی نے کہ یہ خاص ہے ساتھ برکت ہاتھ حضرت ﷺ کے اور کہا قاضی عیاض نے اس واسطے کہ علت بیان کی گاڑنے ان کے کی قبر پر ساتھ امر غیبی کے اور قول آپ کا ہے کہ وہ عذاب کیے جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ جو ہم کو معلوم نہیں کہ اس کو عذاب ہوتا ہے یا نہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نہ بیان کریں ہم سبب واسطے اس کے بیچ ایک امر کے تخفیف کرے اس سے عذاب کو یہ کہ اگر عذاب کیا جائے جیسا کہ نہیں منع ہے ہونے ہمارے سے کہ نہیں جانتے ہم کہ رحم کیا گیا یا نہیں یہ کہ نہ دعا کریں ہم واسطے اس کے ساتھ رحمت کے اور نہیں سیاق میں وہ چیز کہ یقین دلائے اس پر کہ حضرت ﷺ نے خود اپنے ہاتھ مبارک سے چھڑی گاڑی بلکہ احتمال ہے کہ حکم ہو ساتھ گاڑنے کے کسی غیر کو اور تحقیق پیروی کی ہے بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ صحابی نے ساتھ اس کے پس مرنے کے وقت وصیت کی کہ اس کی قبر پر دو چھڑیاں رکھی جائیں اور وہ لائق تر ہے ساتھ پیروی کے اپنے غیر سے اور جن کی قبروں پر آپ نے چھڑی

گاڑی تھی وہ دونوں مرد مسلمان تھے اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں سوائے اس چیز کہ کہ پہلے گزرے ثابت کرنا قبر کے عذاب کا ہے اور اس کی شرح جنائز میں آئے گی اگر چاہا اللہ نے اور اس میں ڈرانا ہے پیشاب کی چھینٹ پڑنے سے اور ملحق ہے ساتھ اس کے غیر اس کا پلیدوں سے بدن اور کپڑے میں اور استدلال کیا جاتا ہے ساتھ اس کے اوپر وجوب دور کرنے پلیدی کے برخلاف اس شخص کے جو خاص کرتا ہے وجوب کو ساتھ وقت ارادے نماز کے، واللہ اعلم۔ (فتح)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ غَسْلِ الْبَوْلِ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِصَاحِبِ الْقَبْرِ كَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ وَلَمْ یَذْكُرْ سِوٰی بَوْلِ النَّاسِ.

پیشاب کے دھونے کا بیان اور فرمایا نبی ﷺ نے صاحب قبر کے سے کہ وہ اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور حضرت ﷺ نے سوائے پیشاب آدمیوں کے اور کچھ نہیں ذکر کیا (یعنی موجب عذاب آدمی کا بول ہے نہ اور حیوانوں کا)۔

فائدہ: ابن بطال نے کہا کہ مراد بخاری رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ مراد ساتھ قول حضرت ﷺ کے بیچ روایت باب کے كَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ پیشاب آدمیوں کا ہے نہ پیشاب اور حیوانوں کا پس نہ ہوگی اس میں حجت واسطے اس شخص کے کہ حمل کرتا ہے اس کو عموم پر بیچ پیشاب تمام حیوانوں کے اور گویا کہ مراد ابن بطال کی رد کرنا ہے خطابی پر جس جگہ اس نے کہا کہ اس میں دلیل ہے اوپر پلید ہونے سب پیشابوں کے اور حاصل رد کا یہ ہے کہ عموم بیچ روایت من البول کے مراد ساتھ اس کے خاص ہے واسطے قول حضرت ﷺ کے من بولہ یا الف اور لام بدل ہے ضمیر سے لیکن ملحق ہے ساتھ پیشاب اس کی کے پیشاب اس شخص کا کہ اس کے معنی میں ہے آدمیوں سے واسطے نہ ہونے فرق کے اور اسی طرح پیشاب اس چیز کا جس کا گوشت کھایا نہیں جاتا اور لیکن جس کا گوشت کھایا جاتا ہے پس نہیں حجت ہے اس حدیث میں واسطے اُس شخص کے جو قائل ہے ساتھ پلید ہونے پیشاب اس کی کے اور واسطے اس شخص کے جو اس کو پاک کہتا ہے اور دلائل ہیں اور کہا قرطبی نے قول اس کا من البول اسم مفرد ہے نہیں چاہتا عموم کو اور اگر تسلیم کیا جائے تو وہ مخصوص ہے ساتھ دلیلوں کے جو تقاضا کرنے والی ہیں واسطے پاک ہونے پیشاب اس چیز کے کہ کھایا جاتا ہے گوشت اس کا اور حدیث انس رضی اللہ عنہ کی جو اسی باب میں وارد کی ہے استنجے کے باب میں پہلے گزر چکی ہے اور استدلال کرنا ساتھ اس کے اس جگہ اوپر دھونے پیشاب کے عام تر ہے استدلال کرنے سے ساتھ اس کے اوپر استنجے کے پس نہیں تکرار ہے بیچ اس کے۔ (فتح)

۲۱۰ ـ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِیْلُ بْنُ إِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنِیْ

۲۱۰۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جائے ضرور کو باہر جاتے تو میں آپ کے پاس پانی لے

رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَطَآءُ بْنُ أَبِيْ مَيْمُوْنَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَبَرَّزَ لِحَاجَتِهٖ أَتَيْتُهُ بِمَآءٍ فَيَغْسِلُ بِهٖ.

آتا پس آپ اس سے غسل کرتے یا ہاتھ دھوتے۔

۲۱۱ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوٗسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْأٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ فَغَرَزَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ لَعَلَّهٗ يُخَفِّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَحَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا مِثْلَهٗ.

۲۱۱۔ اس کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ نے ہر قبر میں ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔

فائدہ: اور استدلال کرنا ساتھ اس کے اوپر دھونے پیشاب کے واضح ہے لیکن ثابت ہو چکی ہے رخصت بیچ حق ڈھیلے سے استنجاء کرنے والے کے پس استدلال کیا جائے گا ساتھ اس کے اوپر وجوب دھونے اس چیز کے کہ پھیلے اوپر محل کے۔ (فتح)

بَابُ تَرْكِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ الْأَعْرَابِيَّ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ بَوْلِهٖ فِي الْمَسْجِدِ.

باب ہے بیان میں چھوڑ دینے نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک گنوار کو مسجد میں پیشاب کرتے ہوئے یہاں تک کہ وہ اپنے پیشاب سے فارغ ہوا۔

فائدہ: سوائے اس کے کچھ نہیں کہ چھوڑا انہوں نے اس کو پیشاب کرتا مسجد میں اس واسطے کہ وہ مفسدی میں شروع تھا پس اگر منع کیا جاتا تو البتہ مفسدہ زیادہ ہوتا اس واسطے کہ مسجد کا ایک حصہ تو اس کے پیشاب سے آلودہ ہو چکا تھا پس اگر منع کیا جاتا تو البتہ گھومتا دو امروں میں یا تو اس کو قطع کرتا پس ضرر پاتا اور یا اس کو نہ قطع کرتا پس نہ امن میں

ہوتا پلید کرنے اپنے بدن یا کپڑے کے سے یا مسجد کے کسی اور جگہ سے اور یہ جو کہا کہ اس کو چھوڑ دو تو تھا یہ امر ساتھ ترک کے پیچھے زجر لوگوں کے اور یہ جو کہا کہ یہاں تک تو مراد یہ ہے کہ اصحاب نے اس کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ فارغ ہوا اپنے پیشاب سے پس جب پیشاب سے فارغ ہوا تو حضرت ﷺ نے پانی منگوایا اور اس پر بہانے کے ساتھ حکم فرمایا اور مسلم نے روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ پھر حضرت ﷺ نے اس کو بلایا سو فرمایا کہ یہ مسجدیں ہیں نہیں مناسب ان میں کچھ اس پیشاب سے اور نہ گندگی سے سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ تو واسطے ذکر اللہ اور نماز اور قرآن پڑھنے کے ہیں اور اس حدیث کے فائدے آئندہ باب میں آتے ہیں۔ (فتح)

٢١٢ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى أَعْرَابِيًّا يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ دَعُوْهُ حَتّٰى إِذَا فَرَغَ دَعَا بِمَآءٍ فَصَبَّهٗ عَلَيْهِ.

۲۱۲۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک جنگلی مرد کو مسجد میں پیشاب کرتے دیکھا سو فرمایا اس کو چھوڑ دو یعنی اس کو کچھ نہ کہو اس واسطے کہ وہ نادان ہے یہاں تک کہ جب وہ پیشاب سے فارغ ہو چکا تو آپ نے پانی منگوایا اور اس پر گرا دیا۔

بَابُ صَبِّ الْمَآءِ عَلَى الْبَوْلِ فِي الْمَسْجِدِ.

مسجد میں بول پر پانی گرانے کا بیان

٢١٣ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ وَهَرِيْقُوْا عَلٰى بَوْلِهٖ سَجْلًا مِنْ مَآءٍ أَوْ ذَنُوْبًا مِنْ مَّآءٍ فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ.

۲۱۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک گنوار کھڑا ہوا سو اُس نے مسجد میں بول کر دیا پس لوگوں نے اس کو جھڑکا سو نبی ﷺ نے ان کو فرمایا کہ چھوڑ دو اس کو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی کا بہا دو پس سوائے اس کے نہیں کہ تم بھیجے گئے ہو آسانی اور نرمی کرنے والے اور نہیں بھیجے گئے تم سختی کرنے والے یعنی لوگوں سے آسانی اور نرمی کے ساتھ پیش آؤ سختی نہ کرو۔

٢١٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَابُ يُهَرِيْقُ الْمَآءَ عَلَى الْبَوْلِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا

۲۱۴۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک گنوار آیا سو اس نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کر دیا سو اس کو لوگوں نے جھڑکا پس حضرت ﷺ نے ان کو منع کیا یعنی جھڑکنے سے سو جب وہ اپنے بول سے فراغت کر چکا تو نبی ﷺ نے ایک بڑے ڈول پانی کا حکم فرمایا تو اس پر گرایا گیا۔

سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ جَآءَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي طَآئِفَةِ الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُ النَّاسُ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضٰى بَوْلَهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَنُوْبٍ مِنْ مَّآءٍ فَأُهْرِيْقَ عَلَيْهِ.

فائدہ: معلوم ہوا کہ نادان کے قصور پر سختی نہ کرنا چاہیے اور ثابت ہوا کہ زمین کی نجاست پانی ڈالنے سے دور ہو جاتی ہے اور اس حدیث میں کئی فائدے ہیں یہ کہ تحقیق پرہیز کرنا پلیدی سے تھا مقرر بیچ دلوں اصحاب کے اسی واسطے جلدی کی انہوں نے طرف انکار کی روبرو حضرت ﷺ کے اور آپ سے اجازت نہ لی اور واسطے اس چیز کے کہ مقرر تھا نزدیک ان کے طلب امر بالمعروف سے اور نہی عن المنکر سے اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اوپر جواز استدلال کرنے کے ساتھ عموم کے یہاں تک کہ ظاہر خصوص کہا ابن دقیق العید نے کہ جو ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ تمسک واجب ہے نزدیک احتمال تخصیص کے نزدیک مجتہد کے اور نہیں واجب ہے اور ٹھہرنا عمل کرنے سے ساتھ عموم کے واسطے اس کے اس واسطے کہ علماء شہروں کے ہمیشہ فتویٰ دیتے رہے ساتھ اس چیز کے کہ پہنچی ان کو بغیر توقف کے اوپر بحث کرنے کے تخصیص سے اور اس قصے کی دلیل سے بھی اس واسطے کہ نہ انکار کیا حضرت ﷺ نے اصحاب پر اور نہ فرمایا ان کو کہ تم نے گنوار کو کیوں منع کیا بلکہ حکم کیا ان کو ساتھ باز رہنے کے اس سے واسطے مصلحت راجح کے اور وہ دور کرنا بڑے مفسدی کا ہے دو مفسدوں سے ساتھ احتمال آسان تر دونوں کے اور حاصل کرنے بڑی مصلحت کے دونوں مصلحتوں سے ساتھ اس چیز کے کہ آسان تر ہے دونوں میں سے اور اس میں جلدی کرنی ہے طرف دور کرنے مفسدی کے وقت دور ہونے مانع کے واسطے حکم کرنے ان کے کی وقت فارغ ہونے اس کے کی ساتھ بہانے پانی کے اور اس میں معین کرنا پانی کا ہے واسطے دور کرنے پلیدی کے اس واسطے کہ اگر ہوا یا سورج سے خشک ہونا کافی ہوتا تو البتہ نہ حاصل ہوتی تکلیف ساتھ طلب کرنے ڈول پانی کے اور اس سے معلوم ہوا کہ غسالہ پلیدی کا جو زمین پر واقع ہے پاک ہے اور لاحق ہے ساتھ اس کے غیر واقع یعنی جو زمین پر نہ ہو اس واسطے کہ جو تری کہ دھونے کے بعد زمین پر واقع ہے وہ غسالہ ہے پلیدی کا پس جب نہ ثابت ہوئی یہ بات کہ مٹی نقل کی گئی اور ہم نے معلوم کیا کہ مقصود پاک کرنا ہے تو معین ہوا حکم ساتھ پاک ہونے اس کے اور جب غسالہ پاک ہوا تو جو اس سے جدا ہوا اس کا بھی یہی حکم ہے واسطے نہ ہونے فارق کے اور نیز استدلال کیا جاتا ہے ساتھ اس کے اوپر نہ شرط ہونے جذب کرنے پانی کے اس واسطے کہ اگر یہ شرط ہوتا تو البتہ موقوف ہوتا پاک ہونا زمین کا اس کے خشک ہونے پر اور اسی طرح نہیں شرط ہے نچوڑنا

کپڑے کا اس واسطے کہ اس میں فرق نہیں اور کہا موفق نے مغنی میں بعد اس کے کہ حکایت کیا خلاف کو کہ اولیٰ حکم ساتھ پاک ہونے اس کے ہے مطلق اس واسطے کہ نہیں شرط کی حضرت ﷺ نے بیچ بہانے پانی کے اوپر پیشاب گنوار کے کوئی چیز اور اس حدیث میں نرمی کرنی ہے ساتھ جاہل کے اور تعلیم کرنی اس کی ساتھ اس چیز کے کہ لازم ہے اس کو بغیر سختی کرنے کے جب کہ نہ ہو یہ اس سے عناد خاص کر جب کہ ہو ان لوگوں میں سے کہ حاجت ہے اس کے الفت دلانے کی اور اس میں مہربانی حضرت ﷺ کی ہے اور نیک خو آپ کی اور اس میں تعظیم مسجد کی ہے اور ستھرا کرنا اس کا گندگیوں سے اور ظاہر حصر کا مسلم کی حدیث کے سیاق سے یہ ہے کہ نہیں جائز ہے مسجد میں کوئی چیز سوائے نماز اور قرآن اور ذکر کے لیکن اجماع ہے اس پر کہ مفہوم حصر کا اس سے معمول بہ نہیں اور نہیں شک اس میں کہ ان مذکور چیزوں کے سوائے مسجد میں کوئی کام کرنا خلاف اولیٰ ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ زمین پاک ہو جاتی ہے ساتھ بہانے پانی کے اوپر اس کے اور نہیں شرط ہے کھودنا اس کا برخلاف حنفیوں کے جس جگہ کہ کہا ہے انہوں نے کہ نہیں پاک ہوتی زمین مگر اس کے کھودنے سے اسی طرح مطلق بیان کیا ہے نووی وغیرہ نے اور مذکور حنفیوں کی کتابوں میں تفصیل ہے درمیان اس کے کہ رخوہ یعنی نرم اس طور سے کہ اس کے اندر پانی گھس جائے پس اس زمین کے کھودنے کی حاجت نہیں اور درمیان اس کے جب کہ ہو سخت پس ضرور ہے کھودنا اس کا اور پھینکنا مٹی کا اس واسطے کہ پانی نہیں کیچڑ کرتا اس کے اوپر اور نیچے اور حجت ان کی حدیث ہے جو ضعیف ہے۔ (فتح)

بَابُ بَوْلِ الصِّبْيَانِ.

لڑکوں کے بول کا کیا حکم ہے (اور لڑکیوں کا بول بھی ان کے ساتھ ملحق ہے یا نہیں)۔

٢١٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا بِمَآءٍ فَأَتْبَعَهٗ إِيَّاهُ.

٢١٥۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک لڑکا لایا گیا سو اس نے حضرت ﷺ کے کپڑے پر بول کر دیا سو حضرت ﷺ نے پانی منگوایا اور اس کو پیشاب کے پیچھے لگایا (یعنی اس پر چھڑکا)۔

٢١٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ أَنَّهَا أَتَتْ بِابْنٍ لَّهَا صَغِيْرٍ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

٢١٦۔ اُم قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بچے کو نبی ﷺ کے پاس لائی پس بٹھلایا اس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی گود میں اس لڑکے نے حضرت ﷺ کے کپڑے پر بول کیا سو آپ نے پانی منگوایا اور اس پر چھڑک دیا اور اس کو نہ دھویا۔

وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِيْ حَجْرِهٖ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا
بِمَآءٍ فَنَضَحَهٗ وَلَمْ يَغْسِلْهُ.

فائدہ: حنفیہ کہتے ہیں کہ لڑکے کا بول مثل بول لڑکی کے ناپاک ہے مگر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے اگر دونوں کا پیشاب نجاست میں برابر ہوتا تو پھر اس فرق کا کوئی معنی نہ تھا یہ جو کہا کہ طعام نہ کھاتا تھا یعنی سوائے دودھ کے جس کو پیتا تھا اور کھجور کے کہ اس کے حلق میں ڈالا جاتا تھا اور ماسوائے شہد کے جس کو دوائی کے واسطے چاٹتا تھا اور سوائے اس کے پس گویا کہ مراد یہ ہے کہ نہیں حاصل ہوئی واسطے اس کے غذا پانی ساتھ غیر دودھ کے مستقل اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ابن شہاب نے کہا کہ جاری ہوئی ہے سنت یہ کہ لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جائے اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے اور اس حدیث میں کئی فائدے ہیں بلانا ہے طرف نیک کرنے معاملے کی اور تواضع کی اور نرمی کرنی ساتھ چھوٹے بچوں کے اور کھجور ڈالنی بیچ حلق ان کے کی اس واسطے کہ ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت ﷺ کے پاس ایک لڑکا لایا گیا کہ اس کے تالو میں کھجور لگا دیں اور برکت حاصل کرنی ساتھ اہل فضل کے اور اٹھا لے جانا لڑکوں کا طرف ان کی وقت پیدا ہونے کے اور بعد اس کے اور حکم پیشاب لڑکے اور لڑکی کا پہلے اس سے کہ کھانا کھائیں اور یہی ہے مقصود باب کا اور اختلاف کیا ہے علماء نے بیچ اس کے تین مذہب پر وہ تین وجہ ہیں واسطے شافعیہ کے صحیح تر یہ ہے کہ لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکنا کافی ہے نہ لڑکی کے پیشاب پر اور یہ قول علی اور عطاء اور حسن اور زہری اور راحمد اور اسحاق اور ابن وہب وغیرہم کا ہے دوسرا مذہب یہ ہے کہ کافی ہے پانی چھڑکنا بیچ دونوں کے اور یہ مذہب اوزاعی کا ہے اور حکایت کیا گیا ہے مالک اور شافعی سے اور خاص کیا ہے اس کو ابن عربی نے ساتھ اس کے جب کہ اُن کے پیٹ میں بالکل کوئی چیز داخل نہ ہوئی ہو تیسرا مذہب یہ ہے کہ وہ دونوں برابر ہیں بیچ واجب ہونے غسل کے اور یہ قول حنفیہ اور مالکیہ کا ہے ابن دقیق العید نے کہا کہ وہ اس میں قیاس کے تابع ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ مراد ساتھ قول ام قیس کے وَلَمْ يَغْسِلْهُ یہ ہے کہ اس کے دھونے میں مبالغہ نہ کیا اور یہ خلاف ظاہر حدیث کا ہے اور بعید کرتی ہے اس کو وہ چیز جو وارد ہوئی ہے اور حدیثوں میں جو فرق کرنے والی ہیں درمیان پیشاب لڑکی اور لڑکے کے جیسا کہ آئندہ آئے گا اس واسطے کہ حنفیہ ان دونوں میں فرق نہیں کرتے اور تحقیق ذکر کی گئی ہیں بیچ فرق کرنے کے کئی وجہیں کہ بعض ان میں سے ضعیف ہیں اور قوی تر ان میں سے یہ ہے کہ نفس زیادہ تر متعلق ہیں ساتھ لڑکوں کے عورتوں سے یعنی لوگوں کو لڑکوں سے بہت محبت ہوتی ہے اور لڑکیوں سے نہیں ہوتی یعنی پس حاصل ہوئی رخصت بیچ لڑکوں کے واسطے بہت ہونے مشقت کے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بعض مالکیہ نے اس

پر کہ ضرور ہے غسل میں ہونا امر زائد کا اوپر مجرد پہنچانے پانی کے طرف محل کی۔ میں کہتا ہوں یہ مشکل ہے اوپر ان کے اس واسطے کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مراد ساتھ نضح کے اس جگہ غسل ہے۔ خطابی نے کہا کہ جو فقط پانی چھڑکنے کو جائز رکھتا ہے تو وہ اس وجہ سے نہیں کہ لڑکے کا پیشاب پاک ہے لیکن وہ واسطے ہلکے ہونے اس کی پلیدی کے ہے اور ثابت کیا ہے طحاوی نے خلاف کو پس کہا کہ ایک قوم کا یہ مذہب ہے کہ لڑکے کا پیشاب پاک ہے پہلے کھانے طعام کے اور جو حدیثیں کہ لڑکے اور لڑکی کے پیشاب میں فرق کرتی ہیں وہ یہ ہیں روایت کیا ہے احمد او راصحاب سنن نے سوائے نسائی کے کہ لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جائے اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے۔ قتادہ نے کہا اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور اس کی سند صحیح ہے اور ایک حدیث لبابہ بنت حارثہ کی ہے مرفوع کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب کو چھڑکا جاتا ہے روایت کیا ہے اس کو ابن ماجہ اور احمد نے اور صحیح کہا ہے اس کو ابن خزیمہ وغیرہ نے اور ایک حدیث ابو سمح کی ہے مانند اس کی ساتھ لفظ یرش کے۔

بَابُ الْبَوْلِ قَآئِمًا وَقَاعِدًا. کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کا بیان۔

فائدہ: ابن بطال نے کہا کہ دلالت حدیث کی اوپر بیٹھنے کے ساتھ طریق اولیٰ کے ہے اس واسطے کہ جب کھڑے جائز ہوا تو بیٹھے بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ میں کہتا ہوں احتمال ہے کہ اشارہ کیا ہو ساتھ اس کے طرف حدیث عبدالرحمٰن بن حسنہ کی جس کو نسائی او رابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اس واسطے کہ اس میں ہے کہ حضرت ﷺ نے بیٹھے پیشاب کیا تو ہم نے کہا کہ دیکھو پیشاب کرتے ہیں جیسے عورت پیشاب کرتی ہے اور حکایت کی ابن ماجہ نے اپنے بعض مشائخوں سے کہ عرب کا یہ دستور تھا کہ کھڑے پیشاب کرتے تھے تو کیا تو اس کو نہیں دیکھتا کہ عبدالرحمٰن کی حدیث میں کہتا ہے کہ بیٹھے پیشاب کرتے ہیں جیسا کہ عورت پیشاب کرتی ہے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ کھڑے ہوئے جیسا کہ کوئی تم میں سے کھڑا ہوتا ہے اور عبدالرحمٰن کی حدیث مذکور دلالت کرتی ہے اس پر کہ حضرت ﷺ اس میں ان کی مخالفت کرتے تھے سو بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے اس واسطے کہ وہ زیادہ تر پردہ کرنے والا ہے اور بعید تر ہے پیشاب کے چھونے سے اور یہ حدیث صحیح ہے صحیح کہا ہے اس کو دارقطنی وغیرہ نے اور دلالت کرتی ہے اس پر حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی کہا کہ نہیں پیشاب کیا حضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر جب سے آپ پر قرآن اترا روایت کیا ہے اس کو ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے۔ (فتح الباری)

٢١٧ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ وَآئِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ اَتَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ

٢١٧۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک قوم کی روڑی پر آئے سو آپ نے کھڑے ہو کر بول کیا پھر آپ نے پانی منگایا پس لایا میں آپ کے پاس پانی سو آپ نے وضو کیا۔

قَآئِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَآءٍ فَجِئْتُهُ بِمَآءٍ فَتَوَضَّأَ.

فائدہ: اس حدیث کی کئی تاویلیں لوگ کرتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر اس واسطے بول کیا کہ آپ بیمار تھے بیٹھ نہیں سکتے تھے بعض کہتے ہیں کہ وہ مکان اونچا تھا آپ کی طرف پیشاب لوٹ آتا تھا بعض کہتے ہیں کہ پیٹھ کا درد دفعہ کرنے کے واسطے کیا مگر یہ سب احتمالات بے دلیل ہیں ان پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور اصل بات یہ ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کو واسطے بیان جواز کے کیا تھا اگر کوئی کھڑے ہو کر پیشاب کرے تو جائز بلا کراہت ہے۔ سباط روڑی کو کہتے ہیں جو گھروں کے میدانوں میں ہوتی ہے اور اکثر اوقات نرم ہوتی ہے نہیں پھرتا اس میں پیشاب پیشاب کرنے والے پر اور نسبت اس کی طرف قوم کی نسبت اختصاص کی ہے نہ ملک کی اس واسطے کہ وہ گندگی سے خالی نہیں ہوتی اور ساتھ اس کے دفع ہوگا اعتراض اس شخص کا جو اس کو مشکل ٹھہراتا ہے اس واسطے کہ پیشاب دیوار کو کمزور کر ڈالتا ہے پس اس میں ضرر دینا ہے یا ہم کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے تو صرف روڑی کے اوپر پیشاب کیا تھا نہ دیوار کی جڑ میں اور یہ صریح ہے روایت ابوعوانہ کی اس کی صحیح میں اور بعض کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ معلوم کیا ہو اس میں اذن ان کا ساتھ تصریح کے یا غیر اس کے یا اس واسطے کہ لوگ اس کو آسان جانتے ہیں یا واسطے معلوم کرنے آپ کے کی کہ وہ آپ کو مقدم کرتے ہیں اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت ﷺ ایک قوم کی روڑی پر آئے سو میں آپ سے دور ہوا تو آپ نے مجھ کو قریب بلایا یہاں تک کہ میں آپ کی ایڑیوں سے قریب ہوا سو حضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور پانی منگوا کر وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اوپر جائز ہونے مسح کے حضر میں یعنی وطن میں اور شاید بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر کیا ہے اس کو۔ (فتح)

بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ صَاحِبِهِ وَالتَّسَتُّرِ بِالْحَائِطِ.

اپنے ساتھی کے پاس پیشاب کرنا اور دیوار کے ساتھ پردہ کرنے کا بیان۔

۲۱۸ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَآئِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُنِي أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَمَاشٰى فَأَتٰى سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ فَقَامَ كَمَا يَقُوْمُ أَحَدُكُمْ فَبَالَ فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ فَأَشَارَ إِلَيَّ فَجِئْتُهُ فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهِ حَتّٰى فَرَغَ.

۲۱۸۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اور نبی ﷺ کو چلتے دیکھا (یعنی ہم دونوں چلے جاتے تھے) پس حضرت ﷺ ایک قوم کے کوڑے پر آئے پیچھے دیوار کے اور آپ کھڑے ہو گئے جیسے کہ کوئی ایک تم میں سے کھڑا ہوتا ہے سو آپ نے پیشاب کیا اور میں آپ سے ایک طرف ٹھہر گیا پس آپ نے میری طرف اشارہ کیا سو میں آیا اور آپ کی پیٹھ کے پاس کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ آپ پیشاب سے فارغ ہوئے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ میری طرف اشارہ کیا تو نہیں اس حدیث میں دلالت اوپر جائز ہونے کلام کے بیچ حالت پیشاب کے اس واسطے کہ اس روایت نے بیان کیا ہے کہ قول آپ کا مسلم کی روایت میں کہ قریب ہوا تھا ساتھ اشارے کے نہ ساتھ بولنے کے اور حضرت ﷺ کی عادت شریف یہ تھی کہ دور جاتے تھے وقت قضائے حاجت کی راہ سے جس میں لوگ چلتے ہیں اور دیکھنے والوں کی نظروں سے اور یہاں آپ نے اس کا خلاف کیا سو تحقیق کیا گیا ہے کہ تھے حضرت ﷺ مشغول ساتھ بھلائی مسلمانوں کے پس شاید دراز ہوا اوپر آپ کے بیٹھنا یہاں تک کہ آپ کو پیشاب کی حاجت ہوئی پس اگر اس کے واسطے دور جاتے تو البتہ ضرر پاتے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنے قریب کیا تا کہ پردہ کرے آپ کو پیچھے سے دیکھنے اس شخص کے سے کہ شاید گزرے ساتھ آپ کے اور آپ کی اگلی طرف میں دیوار سے پردہ تھا یا شاید اس کو بیان جواز کے واسطے کیا پھر آپ پیشاب میں تھے اور وہ ہلکا ہے پائخانے سے واسطے محتاج ہونے اس کے کی طرف زیادہ کھولنے ستر کے اور اس واسطے کہ اس کے ساتھ بدبو ہوتی ہے اور غرض دور ہونے سے چھپنا ہے اور وہ حاصل ہوتا ہے ساتھ ڈھیلا چھوڑنے دامن کے اور قریب ہونے کے پردہ کرنے والی چیز سے اور طبرانی نے عصمہ بن مالک سے روایت کی ہے کہ نکلے ہم پر حضرت ﷺ مدینے کے بعض کوچوں میں پس پہنچے ایک قوم کی روڑی پر سو کہا کہ اے حذیفہ! مجھ کو پردہ کر آخر حدیث تک اور ظاہر ہوئی اس سے حکمت بیچ قریب کرنے حضرت ﷺ کے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں اور جب حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے کھڑا ہوا تو آپ کو پیٹھ دی اور نیز ظاہر ہوا کہ یہ معاملہ حضر میں تھا نہ سفر میں اور یہ جو کہا کہ ابوموسیٰ بول میں سختی کرتے تھے وجہ یہ ہے کہ جو ابن منذر نے بیان کی ہے کہ ابوموسیٰ نے ایک مرد کو دیکھا کہ کھڑے پیشاب کرتا ہے تو کہا کہ تجھ کو خرابی ہو تو بیٹھ کر پیشاب کیوں نہیں کرتا۔ پھر ذکر کیا قصہ بنی اسرائیل کا اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگی مطابقت حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیچ تعاقب کرنے اس کے کی ابوموسیٰ پر۔ (فتح)

بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ.

ایک قوم کی روڑی کے پاس پیشاب کرنا۔

۲۱۹ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِيْ وَآئِلٍ قَالَ كَانَ أَبُوْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيُّ يُشَدِّدُ فِي الْبَوْلِ وَيَقُوْلُ إِنَّ بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ كَانَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ أَحَدِهِمْ قَرَضَهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لَيْتَهُ أَمْسَكَ أَتٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَآئِمًا.

۲۱۹۔ ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پیشاب کرنے میں بہت سختی کرتے تھے (یعنی پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے میں بہت احتیاط کرتے تھے یہاں تک کہ آپ شیشی میں پیشاب کیا کرتے تھے تا کہ کسی طرح اس کی کوئی چھینٹ مجھ پر نہ پڑے) اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے کہ بنی اسرائیل میں سے جب کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تھا تو اس کو کاٹ ڈالتا تھا سو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کاش کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اس سے باز رہتے (اس لیے) کہ رسول اللہ ﷺ ایک قوم کی

روڑی پر آئے سو آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

فائدہ: یعنی اگر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ ایسی سختی سے اپنے نفس کو روکتے تو کیا خوب ہوتا اور مقصود حذیفہ رضی اللہ عنہ کا اس کلام سے یہ ہے کہ ایسی احتیاط کرنا یہاں تک کہ شیشے میں بول کرنا خلاف سنت ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کھڑے ہو کر بول کیا ہے اور کھڑے ہو کر بول کرنے سے بے شک چھینٹیں اڑتی ہیں پھر باوجود اس کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر بول کیا شیشے وغیرہ میں بول کرنے کی تکلیف نہیں کی پس اس سے معلوم ہوا کہ پیشاب میں آسانی ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اس امت پر بڑا انعام ہے کہ بنی اسرائیل کی طرح پیشاب لگ جانے سے کاٹنے کا حکم نہیں دیا بلکہ فقط دھو ڈالنا فرمایا اور حجت پکڑی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ساتھ اس حدیث کے اس واسطے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والا کبھی معترض ہوتا ہے واسطے چھینٹ پڑنے کے یعنی کبھی اس پر چھینٹ پڑ جانے کا احتمال ہوتا ہے اور نہ التفات کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طرف اس احتمال کی پس دلالت کی اس نے کہ سختی کرنی مخالف ہے واسطے سنت کے اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے واسطے مالک کے کہ سوئی کے سر کے برابر پیشاب کا بدن یا کپڑے پر پڑنا معاف ہے اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ اس حالت میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کو اس سے کوئی چیز نہیں پہنچی اور ابن حبان نے کہا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا سبب یہ ہے کہ نہ پائی آپ نے کوئی جگہ کہ لائق ہو بیٹھنے کے اس واسطے کہ روڑی کی اگلی طرف اونچی تھی پس کھڑے ہو کر پیشاب کیا تا کہ امن میں ہوں اس سے کہ آپ کی طرف اس سے کچھ پلٹ آئے اور بعض کہتے ہیں کہ روڑی نرم ہوتی ہے پیشاب اس کے اندر دھنس جاتا ہے تو اس سے کوئی چیز پیشاب کرنے والے کی طرف نہیں پھرتی اور بعض کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر اس واسطے پیشاب کیا تھا تا کہ امن ہو نکلنے ہوا کے سے ساتھ آواز کے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت گھر کے قریب تھے اور بعض کہتے ہیں کہ سبب اس کا یہ ہے کہ عرب کے لوگ اس سے پیٹھ کی درد کے واسطے شفا چاہتے ہیں سو شاید آپ کو درد ہوگا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اس واسطے پیشاب کیا تھا کہ آپ کے گھٹنے میں زخم تھا اور یہ حدیث اگر صحیح ہو تو اس کے ساتھ سب احتمالات مذکورہ سے بے پرواہی ہو جاتی ہے لیکن ضعیف کہا ہے اس کو دارقطنی اور بیہقی نے اور ظاہر تر یہ بات ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام بیان جواز کے واسطے کیا یعنی کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی جائز ہے اور اکثر آپ بیٹھ کر پیشاب کیا کرتے تھے اور کہا ابو عوانہ وغیرہ نے کہ یہ منسوخ ہے اور ٹھیک یہ بات ہے کہ یہ منسوخ نہیں اور تحقیق ثابت ہو چکا ہے عمر اور علی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہم سے کہ انہوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور یہ دلالت کرتا ہے اس کے جائز ہونے پر جب کہ امن میں ہو چھینٹ پڑنے سے اور نہیں ثابت ہوئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے منع ہونے میں کوئی چیز، واللہ اعلم۔ (فتح)

بَابُ غَسْلِ الدَّمِ. خون کے دھونے کا بیان۔

۲۲۰ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ فَاطِمَةُ عَنْ أَسْمَآءَ قَالَتْ جَآءَتِ امْرَأَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا تَحِيْضُ فِي الثَّوْبِ كَيْفَ تَصْنَعُ قَالَ تَحُتُّهُ ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَآءِ وَتَنْضَحُهُ وَتُصَلِّيْ فِيْهِ.

۲۲۰۔ اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی سو اس نے عرض کی کہ بھلا بتلاؤ تو اگر کسی کو ہم میں سے کپڑے میں حیض آئے یعنی حیض کا خون کپڑے کو لگ جائے تو کیا کرے؟ سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ کھرچ ڈالے اس کو پھر اس کو پانی سے مل دے اور اس پر پانی چھڑکے اور اس میں نماز پڑھ لے۔

فائدہ: کہا خطابی رحمہ اللہ نے کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ پلیدیاں فقط پانی سے ہی دور ہوتی ہیں اس کے سو اور کسی پتلی چیز سے دور نہیں ہوتیں اس واسطے کہ تمام پلیدیاں لہو کی مانند ہیں نہیں فرق ہے درمیان اس کے کہ اور درمیان ان کے بالاجماع اور یہ قول جمہور کا ہے یعنی معین پانی واسطے دور کرنے پلیدی کے اور ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جائز ہے پاک کرنا پلید کا ساتھ ہر پتلی چیز پاک کے اور ان کی دلیلوں سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نہ تھا واسطے کسی کے ہم میں سے مگر ایک کپڑا حیض کرتی تھی بیچ اس کے پس جب اس کو لہو سے کچھ چیز پہنچتی تو اس کو اپنی لب سے تر کر کے اپنے ناخنوں سے ملتی وجہ حجت کی اس سے یہ ہے کہ اگر تھوک پاک کرنے والی نہ ہوتی تو البتہ زیادہ ہوتی پلیدی اور جواب دیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ احتمال ہے کہ قصد کیا ہو اس نے ساتھ اس کے دور کرنا اس کے اثر کا پھر اس کے بعد دھو ڈالا ہو۔

فائدہ: جو شخص استدلال کرتا ہے ساتھ اس حدیث کے اوپر معین کرنے پانی کے واسطے دور کرنے پلیدی کے وہ تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس کے کہ یہ مفہوم لقب کا ہے اور یہ اکثر کے نزدیک حجت نہیں اور جواب یہ ہے کہ حدیث نے نص کی ہے اوپر پانی کے پس لاحق کرنا غیر اس کے کا ساتھ اس کے قیاس سے ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ فرع اصل سے علت میں کم ہو اور نہیں بیچ غیر پانی کے وہ چیز کہ پانی میں ہے پتلا ہونے سے اور جلدی گھس جانے اس کے سے بیچ چیز کے پس نہ لاحق ہوگا ساتھ اس کے غیر اس کا۔ (فتح)

۲۲۱ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَآءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِيْ حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَ

۲۲۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آئی فاطمہ بیٹی ابی حبیش کی طرف نبی ﷺ کی سو اس نے عرض کی یا رسول اللہ! میں ایک عورت ہوں کہ استحاضہ کی جاتی ہوں یعنی مجھ کو ہمیشہ خون جاری رہتا ہے پس نہیں پاک ہوتی ہوں پس کیا چھوڑ دوں میں نماز کو سو حضرت ﷺ نے فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ خون ایک رگ کا ہے جس کا نام عاذل ہے اور نہیں ہے یہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِحَيْضٍ فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكِ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّيْ قَالَ وَقَالَ أَبِيْ ثُمَّ تَوَضَّئِيْ لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتّٰى يَجِيْءَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ.

حیض کا پس جب تجھ کو شروع ہو یعنی جو دن حیض کے تو نے مقرر کیے ہیں تو نماز کو چھوڑ دے اور جب حیض کے دن گزر جائیں تو اپنے سے خون دھو ڈال اور نماز پڑھ ۔ ہشام کہتا ہے کہ عروہ نے کہا کہ پھر وضو کر ہر نماز کے لیے یہاں تک کہ آ جائے وقت حیض کا۔

فائدہ: استحاضہ جاری ہونا خون کا ہے عورت کی شرم گاہ سے بیچ غیر وقت آنے لہو کے اور یہ جو کہا کہ نہ یعنی نماز نہ چھوڑ اور مراد ساتھ اقبال اور ادبار کے اس جگہ شروع ہونا حیض کے لہو کا ہے اور بند ہونا اُس کا اور یہ جو کہا کہ پس نماز کو چھوڑ دے تو یہ بغل گیر ہے نہی حائض کو نماز سے اور وہ نہی واسطے حرام کرنے کے ہے اور تقاضا کرتی ہے نماز کے فاسد ہونے کو ساتھ اجماع کے اور یہ جو کہا کہ اپنے بدن سے خون کو دھو ڈال تو مراد یہ ہے کہ اور غسل کر اور حکم ساتھ نہانے کے مستفاد ہے اور دلیلوں سے۔

بَابُ غَسْلِ الْمَنِيِّ وَفَرْكِهٖ وَغَسْلِ مَا يُصِيْبُ مِنَ الْمَرْأَةِ.

باب ہے بیان میں دھونے اور کھرچنے منی کے اور دھونے میں اس چیز کے جو عورت سے پہنچے یعنی عورت سے جماع کرنے کے وقت اگر کچھ رطوبت اپنے کپڑے یا بدن کو لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

فائدہ: نہیں روایت کی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کھرچنے کی بلکہ کفایت کی ساتھ اشارے کی طرف اس کی بیچ ترجمہ کے موافق اپنی عادت کے اس واسطے کہ وہ بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے وارد ہو چکا ہے جیسا کہ ہم اس کو ذکر کریں گے اور نہیں درمیان حدیث غسل کے اور حدیث فرک کے تعارض اس واسطے کہ تطبیق ان کے درمیان واضح ہے بنا بر قائل ہونے کے ساتھ پاک ہونے منی کے ساتھ اس طور کے کہ حمل کیا جائے دھونا اوپر استحباب کے واسطے ستھرائی کے نہ اوپر وجوب کے اور یہ طریقہ شافعی کا ہے اور احمد اور اصحاب حدیث کا اور اگر منی کو ناپاک کہا جائے تو بھی تطبیق ممکن ہے ساتھ اس طور کے کہ حمل کیا جائے غسل اوپر اس کے جب کہ ہو تر اور کھرچنا اوپر اس کے جب کہ ہو خشک اور یہ طریقہ حنفیہ کا ہے اور پہلا طریقہ زیادہ تر راجح ہے اس واسطے کہ اس میں عمل ہے ساتھ حدیث اور قیاس دونوں کے اس واسطے کہ اگر ناپاک ہوتی تو البتہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ اس کا دھونا واجب ہو نہ کہ کھرچنے پر کفایت کرنی مانند لہو وغیرہ کے اور وہ نہیں کفایت کرتے بیچ اس چیز کے کہ نہیں معاف ہے لہو سے ساتھ کھرچنے کے اور نیز رد کرتا ہے دوسرے طریقہ کو جو دوسرے طریق سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ تھی وہ پونچھتی

منی کو حضرت ﷺ کے کپڑے سے ساتھ جڑ اذخر گھاس کے یعنی تر منی کو پھر نماز پڑھتے بیچ اس کے اور کھرچتی اس کو حضرت ﷺ کے کپڑے سے جب کہ خشک ہوتی پھر نماز پڑھتے بیچ اس کے اس واسطے کہ وہ بغل گیر ہے غسل کے ترک کرنے کو دونوں حالتوں میں اور اوپر مالک پس نہیں پہچانتا فرک کو یعنی کھرچنے کو اور کہا کہ عمل نزدیک اُن کے اوپر وجوب غسل کے ہے مانند باقی سب پلیدیوں کے اور حدیث فرک کی حجت نہیں اوپر اُن کے اور حمل کیا ہے اس کے بعض اصحاب نے فرک کو اوپر ملنے کے ساتھ پانی کے اور وہ مردود ہے ساتھ اس چیز کے کہ مسلم کی ایک روایت میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ البتہ میں نے اپنے آپ دیکھا اور بے شک میں خشک منی کو حضرت ﷺ کے کپڑے سے کھرچتی تھی اور ساتھ اس چیز کے کہ صحیح کہا ہے اس کو ترمذی نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار کیا اپنے مہمان پر دھونے اس کے سے کپڑے کو سو کہا کہ کیوں خراب کیا تو نے ہمارا کپڑا سوائے اس کے کچھ نہیں کفایت کرتا تھا اس کو کھرچنا اس کا اپنی انگلیوں سے اس واسطے کہ اکثر اوقات میں نے اس کو حضرت ﷺ کے کپڑے سے کھرچا اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس کپڑے میں کھرچنے کی ساتھ کفایت کی تھی وہ کپڑا سونے کا تھا اور جس کپڑے کو دھویا تھا وہ نماز کا کپڑا تھا اور یہ بھی مردود ہے ساتھ اس چیز کے کہ مسلم کے بعض طریقوں میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ البتہ میں نے اپنے تئیں دیکھا کہ میں اس کو حضرت ﷺ کے کپڑے سے کھرچتی ہوں سو اس میں نماز پڑھتے اور یہ پیچھے لانا ساتھ فرک کے دور کرتا ہے احتمال تخلل غسل کو درمیان فرک اور نماز کے اور صریح تر اس سے روایت ابن خزیمہ کی ہے کہ وہ اس کو حضرت ﷺ کے کپڑے سے کھرچتی تھی اور حالانکہ آپ اس میں نماز پڑھتے تھے اور بر تقدیر نہ واجب ہونے کسی چیز کے اس سے پس نہیں حدیث باب میں وہ چیز جو دلالت کرے اوپر پلید ہونے منی کے اس واسطے کہ دھونا عائشہ رضی اللہ عنہا کا فعل ہے اور مجرد فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا اور طعن کیا ہے بعض نے بیچ استدلال کے ساتھ حدیث فرک کے اوپر پاک ہونے منی کے ساتھ اس طور کے کہ حضرت ﷺ کی منی پاک ہے سوائے غیر آپ کے کی مانند فضلوں آپ کے کی اور جواب بر تقدیر صحت ہونے اس کے کی خصائص سے کہ منی آپ کے جماع کرنے کے سبب سے تھی پس ملنے والی ہوگی عورت کی منی سے پس اگر عورت کی منی ناپاک ہوتی تو نہ کفایت کرتی اس میں ساتھ کھرچنے کے اور ساتھ اس کے حجت پکڑی ہے شیخ موفق وغیرہ نے اوپر پاک ہونے رطوبت فرج عورت کے اور کہا جو کہتا ہے کہ منی نہیں سالم ہوتی مذی سے پس ناپاک ہوگی ساتھ اس کے اس کی بات ٹھیک نہیں اس واسطے کہ شہوت جب سخت ہو تو نکلتی ہے منی سوائے مذی اور بول کے مانند حالت احتلام کی اور یہ جو کہا کہ دھونا اس چیز کا کہ پہنچے یعنی کپڑے وغیرہ کو عورت سے اور اس مسئلے میں حدیث ہے صریح کہ ذکر کیا ہے اس کو بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الغسل کے اخیر میں عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اور نہیں ذکر کیا اس نے اس کو اس جگہ اور گویا کہ اس نے اس کو استنباط کیا ہے اس چیز

سے کہ اشارہ کیا ہے ہم نے طرف اس کی کہ منی جو حاصل ہے کپڑے میں نہیں خالی ہوتی غالب ملنے پانی عورت کے سے اور اس کی رطوبت سے۔ (فتح)

۲۲۲ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ الْجَزَرِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَإِنَّ بُقَعَ الْمَآءِ فِيْ ثَوْبِهٖ.

۲۲۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں دھوتی تھی اثر جنابت کو یعنی منی اور رطوبت جنابت کو کپڑے سے نبی ﷺ کے سو حضرت ﷺ نماز کی طرف نکلتے اور پانی کی نشانی آپ کے کپڑے میں ہوتی۔

۲۲۳ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ مَيْمُوْنٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيْبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَثَرُ الْغَسْلِ فِيْ ثَوْبِهٖ بُقَعُ الْمَآءِ.

۲۲۳۔ سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے منی کا حکم پوچھا جو کپڑے کو لگ جائے سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں دھوتی تھی کپڑے سے نبی ﷺ کے یعنی منی کو سو آپ نماز کی طرف نکلتے اور اثر پانی کا آپ کے کپڑے میں ہوتا۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے منی کا حکم پوچھا یعنی کیا مشروع ہے دھونا اس کا یا نہیں پس حاصل ہوا جواب ساتھ اس طور کے کہ وہ اس کو دھوتی تھیں اور نہیں اس میں وہ چیز کہ واجب کرے اس کے دھونے کو پس نکلتے یعنی حجرے سے طرف نماز کی اور اس روایت میں جواز سوال عورتوں کا ہے ہے اُس چیز سے کہ شرم کی جاتی ہے اُس سے واسطے مصلحت سیکھنے احکام کے اور اس میں خدمت کرنی عورتوں کی ہے اپنے خاوندوں کے واسطے اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بخاری رحمہ اللہ نے اس پر کہ باقی رہنا اثر کا بعد دور ہونے ذات کے بیچ دور کرنے پلیدی وغیرہ کے نہیں ضرر کرتا اسی واسطے بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے ساتھ اس کے کہ جب دھوئے جنابت وغیرہ کو اور اس کا اثر دور نہ ہو۔ یعنی نہ ہو دور اثر چیز دھوئی گئی کا اور اس کی مراد یہ ہے کہ یہ اثر کا رہنا ضرر نہیں کرتا اور ذکر کی باب میں حدیث جنابت کی اور لاحق کیا ساتھ اس کے غیر اُس کے کو ساتھ قیاس کے یا اشارہ کیا ساتھ اس کے طرف اس چیز کی

کہ روایت کی ہے ابوداؤد وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ خولہ بنت یسار نے کہا کہ یا حضرت نہیں میرے پاس مگر ایک کپڑا اور مجھ کو حیض ہوتا ہے سو فرمایا کہ جب تو پاک ہوا کرے تو اس کو دھو ڈال پھر اس میں نماز پڑھ اُس نے عرض کی کہ اگر خون کا اثر دور نہ ہو فرمایا کفایت کرتا ہے تجھ کو پانی یعنی پانی سے دھونا اور نہیں ضرر کرتا اثر اس کا اور اس کی سند میں ضعف ہے ذکر کیا ہے اس کو بیہقی نے اور مراد ساتھ اثر کے یہ ہے کہ اس کا دور ہونا دشوار ہو واسطے تطبیق کے درمیان اس حدیث کے اور ام قیس کے کہ کھرچ ڈال اُس کو پسلی کی ہڈی سے اور دھو ڈال اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے اور سند اس کی حسن ہے لیکن چونکہ یہ حدیث بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں اس واسطے اس کو ذکر نہ کیا اور استنباط کیا اس حدیث سے کہ اس کی شرط پر تھی وہ چیز کہ دلالت کرے ان معنوں پر۔ (فتح)

بَابٌ إِذَا غَسَلَ الْجَنَابَةَ أَوْ غَيْرَهَا فَلَمْ يَذْهَبْ أَثَرُهُ.

باب ہے بیان میں اس کے کہ جب منی وغیرہ کو دھو ڈالے اور اُس کا اثر باقی رہے یعنی ابھی تر ہے خشک نہ ہو تو اس میں نماز پڑھنی جائز ہے۔

٢٢٤ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ الْمِنْقَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ قَالَ سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ فِي الثَّوْبِ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَثَرُ الْغَسْلِ فِيْهِ بُقَعُ الْمَآءِ.

۲۲۴۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

٢٢٥ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَرَاهُ فِيْهِ بُقْعَةً أَوْ بُقَعًا.

۲۲۵۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں دھو ڈالتی تھی منی کو کپڑے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر میں اس کی نشانی کپڑے میں دیکھتی۔

بَابُ أَبْوَالِ الْإِبِلِ وَالدَّوَابِّ وَالْغَنَمِ وَمَرَابِضِهَا.

باب ہے بیان میں پیشاب اونٹوں اور چارپائیوں اور بکریوں کے اور جگہ باندھنے ان کے (یعنی جس جگہ اونٹ وغیرہ چارپائے باندھے جاتے ہیں اس جگہ نماز

پڑھنی کیسی ہے)۔

فائدہ: اور مراد ساتھ دواب کے اس جگہ معنی اس کے عرفی ہیں اور گھروں والے چوپائے ہیں گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں سے اور یہ عطف عام کا ہے خاص پر اور اسی واسطے بیان کیا ہے اثر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا بیچ نماز اس کی کے دار البرید میں اس واسطے کہ وہ جگہ ہے چوپایوں کی جو سواری کیے جاتے ہیں اور بیان کی حدیث عرینیوں کی تا کہ استدلال کرے ساتھ اس کے اوپر پاک ہونے پیشاب اونٹ کے اور حدیث مرابض غنم کی تا کہ استدلال کرے ساتھ اس کے اوپر اس کے بھی اس سے اور نہیں بیان کیا بخاری رحمہ اللہ نے حکم موافق اپنی عادت کے مختلف فیہ میں لیکن ظاہر وارد کرنا اس کا عرینیوں کی حدیث کو مشعر ہے ساتھ اختیار کرنے اس کے کی پاکی کو اور دلالت کرتا ہے اس پر قول اس کا قبر والے کی حدیث میں اور نہیں ذکر کیا کسی چیز کو سوائے پیشاب آدمیوں کے اور یہی مذہب ہے شعبی اور ابن علیہ اور رداؤد وغیرہم کا اور یہ رد کرتا ہے اُس شخص پر جو نقل کرتا ہے اجماع کو اوپر ناپاک ہونے بول ہو غیر ماکول کے مطلق اور اس میں اعتراض ہے اور دار البرید ایک جگہ ہے کوفے میں اس میں ایلچی اترتے تھے جب کہ حاضر ہوتے خلفاء کی طرف سے طرف امیروں کی اور تھے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ امیر اوپر کوفے کے بیچ خلافت عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے اور وہ گھر شہر سے ایک طرف پر تھا اور اسی واسطے تھا جنگل اُس کے ایک پہلو میں اور یہ جو کہا کہ یہ جگہ اور وہ جگہ دونوں برابر ہیں یعنی برابر ہیں بیچ صحیح ہونے نماز کے اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ نہیں اس میں دلیل ہے اوپر پاک ہونے لید چوپایوں کے نزدیک ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے اس واسطے کہ ممکن ہے کہ اُس میں کپڑا اچھا کر اُس پر نماز پڑھی ہو اور جواب دیا گیا ہے کہ اصل نہ ہونا اُس کا ہے اور تحقیق روایت کیا ہے اُس کو سفیان ثوری نے اپنی جامع میں اعمش سے اور اس کے لفظ یہ ہیں کہ نماز پڑھائی ہم کو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ میں کہ اُس میں گوبر تھا اور یہ ظاہر ہے اس میں کہ درمیان کوئی پردہ واقع نہ تھا جس پر نماز پڑھی بلکہ صاف زمین پر نماز پڑھی اور اولیٰ یہ ہے کہ کہا جائے کہ یہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا فعل ہے اور تحقیق مخالفت کی ہے اس کی غیر اس کے نے اصحاب سے مانند ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کی پس نہ ہوگی حجت یا شاید ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نہ دیکھتے تھے پاکی کو شرط بیچ صحیح ہونے نماز کے بلکہ شاید اُن کی رائے یہ تھی کہ یہ بسر خود واجب ہے اور یہ مذہب مشہور ہے اور تحقیق گذر چکی ہے مثل اس کی بیچ قصے اُس صحابی کے میں نے نماز پڑھی بعد اس کے کہ نکلا اور ظاہر ہوا اُس پر لہو بہت پس نہ ہوگی اس میں حجت اس پر کہ لید پاک ہے جیسا کہ نہیں ہے حجت بیچ اس کے اس پر کہ لہو پاک ہے اور قیاس غیر ماکول کا ماکول پر ظاہر نہیں اس واسطے کہ دونوں کے درمیان فرق ظاہر ہے اور اس کی بحث عنقریب آئے گی اور یہ تمسک ساتھ عموم حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ صحیح کہا ہے اس کو ابن خزیمہ وغیرہ نے مرفوع **استنزھو من البول فان عامة عذاب القبر منه** یعنی بچو پیشاب سے اس واسطے کہ اکثر قبر کا عذاب اسی سے ہوتا ہے اولیٰ ہے اس واسطے کہ وہ ظاہر ہے بیچ شامل

تمام پیشابوں کے پس واجب ہے پرہیز کرنی سب سے واسطے اس وعدے عذاب کے واللہ اعلم۔

وَصَلّٰی أَبُوْ مُوْسٰی فِیْ دَارِ الْبَرِیْدِ وَالسِّرْقِیْنِ وَالْبَرِّیَّةُ إِلٰی جَنْبِهٖ فَقَالَ هَا هُنَا وَثَمَّ سَوَآءٌ.

یعنی ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی ایلچیوں کے اترنے کی جگہ میں اور گوبر کی جگہ میں اور اُن کے پہلو میں میدان تھا سو کہا کہ یہ جگہ اور وہ جگہ برابر ہے۔

۲۲۶ ۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ أُنَاسٌ مِنْ عُكْلٍ أَوْ عُرَيْنَةَ فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ وَأَنْ يَّشْرَبُوْا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا فَانْطَلَقُوْا فَلَمَّا صَحُّوْا قَتَلُوْا رَاعِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَاقُوا النَّعَمَ فَجَآءَ الْخَبَرُ فِيْ أَوَّلِ النَّهَارِ فَبَعَثَ فِيْ اٰثَارِهِمْ فَلَمَّا ارْتَفَعَ النَّهَارُ جِيْءَ بِهِمْ فَأَمَرَ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسُمِرَتْ أَعْيُنُهُمْ وَأُلْقُوْا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُوْنَ فَلَا يُسْقَوْنَ قَالَ أَبُوْ قِلَابَةَ فَهٰؤُلَاءِ سَرَقُوْا وَقَتَلُوْا وَكَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ وَحَارَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.

۲۲۶۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند آدمی قبیلہ عکل سے یا عرینہ سے پس مدینہ کی ہوا کو انہوں نے ناموافق پایا (یعنی وہاں کی ہوا اُن کو موافق نہ آئی اور بیمار ہوگئے کہ پھول گئے پیٹ اُن کے اور زرد ہوگئے رنگ ان کے) پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ جار ہیں زکوٰۃ کے دودھ دینے والی اونٹنیوں میں جو میدان میں چرتی ہیں اور پئیں اُن کے بول اور دودھ پس چلے گئے (یعنی وہاں میدان میں جا رہے ہیں) پس جب تندرست ہوئے تو مرتد ہو گئے اور چرواہوں کو قتل کر ڈالا او راونٹوں کو ہانک لے گئے پس دن کے اول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سواروں کو اُن کے پیچھے بھیجا (یعنی اُن کے پکڑنے کے واسطے) سو جب دن بلند ہوا تو وہ لائے گئے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پکڑے آئے سو آپ نے حکم کیا پس اُن کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے اور میخوں کو گرم کر کے اُن کی آنکھوں میں پھیرا گیا اور اُن کو مدینہ کی سنگستان زمین میں ڈال دیا گیا پانی مانگتے تھے تو نہ پانی دیے جاتے تھے۔ ابو قلابہ نے کہا سو یہ لوگ تھے جنہوں نے چوری کی اور قتل کیا اور کفر کیا پیچھے ایمان اپنے کے اور لڑائی کی اللہ اور رسول سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے اُن کا بول بھی پاک ہے اور یہ قول ہے مالکیہ اور احمد اور محمد اور اہل ظاہر کا اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بول اونٹوں کا ناپاک ہے اُن کے پاس سوائے تاویلات بعیدہ کے کوئی دلیل نہیں ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن کو اس طرح کا عذاب کرنا باوجودیکہ آپ نے مثلہ سے منع کیا ہے

یا تو بطریقِ قصاص کے تھا کہ انہوں نے بھی چرواہوں سے ایسا ہی معاملہ کیا تھا یا اس واسطے کہ اُن کا قصور بڑا تھا، واللہ اعلم۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ اونٹ زکوٰۃ کے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ حضرت ﷺ کی اونٹنیاں تھیں تو تطبیق یوں ہے کہ زکوٰۃ کے اونٹ مدینے سے باہر چرتے تھے سو جس وقت حضرت ﷺ نے اپنی اونٹنیوں کو چراگاہ کی طرف بھیجا اُسی وقت انہوں نے چاہا کہ اونٹنیوں کے دودھ پینے کے واسطے میدان کی طرف نکلیں تو حضرت ﷺ نے اُن کو حکم کیا کہ چرواہوں کے ساتھ نکلیں پس نکلے ساتھ چرواہوں کے طرف اونٹوں کی سو کیا جو کچھ کیا اور یہ جو کہا پس حکم کیا اُن کو یہ کہ پییں دودھ اُن کا سو لیکن اُن کا دودھ صدقہ کا پس اس واسطے ہے کہ وہ مسافر تھے اور اوپر پینا اُن کا دودھ حضرت ﷺ کی اونٹنیوں کا پس ساتھ اجازت مذکور کے ہے اور اوپر پینا اُن کا پیشاب کو پس حجت پکڑی ہے ساتھ اُس کے اُس شخص نے جو کہتا ہے کہ پیشاب پاک ہے لیکن پیشاب اونٹوں کا پس ساتھ اس حدیث کے اور اوپر ماکول اللحم سے پس ساتھ قیاس کرنے کے ہے اوپر اُس کے اور یہ قول مالک اور احمد اور ایک گروہ کا ہے سلف سے اور موافق ہیں اُن کے ابن خزیمہ اور ابن منذر اور ابن حبان اور اصطخری اور رویانی یعنی اُن لوگوں کا بھی یہی مذہب ہے اور شافعی اور جمہور کا یہ مذہب ہے کہ سب پیشاب اور پاخانے پلید ہیں خواہ ان جانوروں کے ہوں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے یا اُن کے جن کا گوشت حرام ہے اور حجت پکڑی ہے ابن منذر نے واسطے قول اپنے کے کہ چیزیں سب پاک ہیں یہاں تک کہ ثابت ہو پلیدی کہا اس نے اور یہ جو گمان کرتا ہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے تو اس کی بات ٹھیک نہیں اس واسطے کہ خاصی ہیں ثابت ہوتی مگر دلیل سے اور بیچ نہ انکار کرنے اہل علم کے اوپر بیچنے لوگوں کے بکریوں کی مینگنیوں کو اپنے بازاروں میں اور استعمال کرنے اونٹوں کے پیشاب کے اپنے دواؤں میں پہلے اور پچھلے زمانے میں بغیر انکار کے دلیل ہے اوپر پاک ہونے اُن کے کی میں کہتا ہوں کے یہ استدلال ضعیف ہے اس واسطے کہ جس چیز میں اختلاف ہے اس پر انکار کرنا واجب نہیں پس اس پر نہ انکار کرنا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ جائز ہے چہ جائے کہ پاک ہو اور تحقیق دلالت کرتی ہے اوپر پلید ہونے سب پیشابوں کے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو پہلے بیان کی اور کہا ابن عربی نے کہ تعلق کیا ہے ساتھ اس حدیث کے اُس شخص نے جو اونٹوں کے پیشاب کو پاک کہتا ہے اور معارضہ کیا گیا ہے اُن کا ساتھ اس کے کہ اجازت دی حضرت ﷺ نے واسطے اُن کے بیچ پینے اس کے کی واسطے دوا کرنے کے اور تعاقب کیا گیا ہے ابن عربی کا ساتھ اس طور کے کہ یہ دوا کرنی نہیں تھی حالت ضرورت میں اس دلیل سے کہ واجب نہیں پس کس طرح حلال ہوگا حرام واسطے اُس چیز کے کہ واجب نہیں اور جواب دیا گیا ہے کہ بلکہ یہ حالت ضرورت کی ہے جب کہ خبر دے اس کو ساتھ اس کے وہ شخص جس کی خبر پر اعتماد کیا جاتا ہے اور جو ضرورت کے واسطے مباح ہو اس کا نام حرام نہیں رکھا جاتا وقت کھانے اس کے کی واسطے دلیل اس آیت کے ﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ﴾ سو جس چیز کی طرف آدمی بے بس ہو پس نہیں حرام ہے وہ اوپر اس کے مانند مردار کی واسطے بے بس

آدمی کے اور یہ جو اس کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حرام نہیں مباح ہوتا مگر واسطے واجب کے تو یہ مسلم نہیں اس واسطے کہ رمضان میں روزہ توڑنا حرام ہے اور باوجود اس کے پس مباح ہوتا ہے واسطے امر جائز کے مانند سفر کی اور اوپر قول اس کا کہ اگر پلید ہوتا تو نہ جائز ہوتا دوا کرنا ساتھ اس کے واسطے فرمانے حضرت ﷺ کے کہ بے شک اللہ نے نہیں گردانی شفاء امت میری کی حرام چیز میں روایت کی یہ حدیث ابو داؤد نے اور پلید چیز حرام ہے پس نہ دوا کی جائے گی ساتھ اُس کے اس واسطے کہ اُس میں تندرستی نہیں۔ پس جواب اس کا یہ ہے کہ حدیث محمول ہے اوپر حالت اختیار کے اور لیکن ضرورت کی حالت میں پس نہ ہوگا حرام مانند مردار کی واسطے بے بس کے اور نہ وارد ہوگا قول حضرت ﷺ کا شراب میں کہ وہ دوا نہیں وہ بیماری ہے بیچ جواب اُس شخص کے جس نے پوچھا تھا کہ کیا اس کے ساتھ دوا کرنی جائز ہے جیسا کہ مسلم نے روایت کی ہے اس واسطے کہ یہ خاص ہے ساتھ شراب کے اور لاحق کیا گیا ہے ساتھ اُس کے غیر اس کا نشہ لانے والی چیزوں سے اور فرق درمیان نشہ لانے والی چیز کے اور درمیان غیر اس کے پلیدیوں سے یہ ہے کہ حد ثابت ہوتی ہے ساتھ استعمال کرنے اس کے بیچ حالت اختیار کے سوائے غیر اس کے کی اور اس واسطے کہ پینا اس کا کھینچتا ہے طرف بہت مفاسد کی اور اس واسطے کہ تھے اعتقاد رکھتے جاہلیت میں کہ شراب میں شفاء ہے پس آئی شرع برخلاف اعتقاد اُن کے اور اوپر پیشاب اونٹوں کا پس تحقیق روایت کی ہے ابن منذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بطور رفع کے کہ پیشاب اونٹوں کا شفاء ہے واسطے فاسد ہونے ان کے معدے کے پس نہ قیاس کی جائے گی وہ چیز کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس میں دوا ہے اُس چیز پر ثابت ہو چکی ہے کہ اس میں دوا نہیں اور ساتھ اس طریق کے حاصل ہوگی تطبیق درمیان دلیلوں کے اور عمل ساتھ مقتضی سب کے اور یہ جو کہا کہ اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے یعنی ہر ایک کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں اور مائل کی ہے ایک جماعت نے ان میں سے ہے ابن جوزی طرف اُس کی کہ یہ بطورِ قصاص کے واقع ہوا تھا اور تعاقب کیا ہے اس کا ابن دقیق العید نے ساتھ اس طور کے کہ مثلہ بیچ حق اُن کے کئی طرح سے ہوا اور نہیں حدیث میں مگر آنکھ پھوڑنی پس حاجت ہے طرف ثابت کرنے باقی چیزوں کے۔ میں کہتا ہوں شاید استدلال کیا اُنہوں نے ساتھ اس چیز کے کہ نقل کیا ہے اُس کو اہل مغازی نے کہ انہوں نے چرواہے کے ہاتھ پاؤں ناک کان کاٹ ڈالے اور دوسرا مذہب یہ ہے کہ یہ حکم اب منسوخ ہے اس واسطے کہ حدیث میں آ چکا ہے کہ مثلہ کرنا منع ہے اور تعاقب کیا اس کا ابن جوزی نے کہ دعویٰ نسخ کا محتاج ہے طرف تاریخ کی میں کہتا ہوں کہ دلالت کرتی ہے اُس کے منسوخ ہونے پر وہ چیز جو روایت کی ہے بخاری رحمہ اللہ نے جہاد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو وارد ہے بیچ منع کے عذاب کرنے سے ساتھ آگ کے بعد اذن کے بیچ اُس کے اور قصہ عرینیوں کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام سے پہلے کا ہے اور تحقیق حاضر ہوا وہ اذن کو پھر نہی کو اور ابن سیرین سے روایت ہے کہ قصہ ان کا تھا پہلے اترنے حدوں کے سے اور واسطے موسیٰ بن عقبہ کے مغازی میں ہے اور ذکر کیا ہے انہوں نے کہ منع کیا حضرت ﷺ نے بعد اس کے مثلہ کرنے

سے یعنی ہاتھ پاؤں ناک کان کاٹنے سے اور یہ مشکل جانا ہے قاضی عیاض نے کہ اُن کو پانی کیوں نہ پلایا گیا حالانکہ اجماع ہے اس پر کہ جس پر قتل واجب ہوا گر وہ پانی مانگے تو اُس کو پانی سے منع نہ کیا جائے اور جواب دیا ہے نووی نے ساتھ اس طور کے کہ محارب مرتد نہیں حرمت ہے واسطے اس کے بیچ پلانے پانی کے اور نہ غیر اس کے کی اور دلالت کرتا ہے اُس پر یہ کہ جس کے ساتھ پانی نہ ہو مگر واسطے طہارت اس کی کے تو نہیں جائز ہے واسطے اس کے یہ کہ مرتد کو پلائے اور خود تیمّم کرے بلکہ اُسی سے وضو کرے اگرچہ مرتد پیاس سے مر جائے اور کہا خطابی نے کہ حضرت ﷺ نے یہ معاملہ اُن کے ساتھ اس واسطے کیا تھا کہ اُن کے مار ڈالنے کا ارادہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ حکمت بیچ پیاسے مارنے اُن کے یہ ہے کہ کفر کیا انہوں نے نعمت پینے دودھ اونٹنیوں کے سے کہ حاصل ہوئی واسطے اُن کے ساتھ اُس کے شفاء بھوک سے اور بیماری سے اور اس حدیث میں اور بھی کئی فائدے ہیں سوائے اس چیز کے کہ پہلے گزری آنا ایلچیوں کا پاس امام کے اور نظر کرنی اس کی بیچ بھلائیوں اُن کی کے اور اس میں مشروع ہونا طلب کا ہے اور دوا کرنا ساتھ دودھ اونٹنیوں کے اور پیشاب اُن کے اور اس میں ہے کہ دوا کی جائے ہر بدن کی ساتھ اُس چیز کے کہ اس کی عادت ہو اور یہ کہ جائز ہے مار ڈالنا جماعت کا بدلے ایک آدمی کے برابر ہے کہ مارا ہو اس کو دھوکے سے یا لڑائی سے اگر ہم کہیں کہ اُن کا مار ڈالنا بطورِ قصاص کے تھا اور اس میں ہم مثل ہونا ہے قصاص میں اور یہ اس کی قسم سے نہیں جس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے اور ثابت ہونا حکم محاربہ کا میدان میں اور اوپر گاؤں پس ان میں اختلاف ہے اور اس میں جواز استعمال کرنا مسافروں کا ہے زکوٰۃ کے اونٹوں کو دودھ پینے میں اور اس کے غیر میں قیاس سے ساتھ اجازت امام کے اور اس میں عمل کرنا ہے ساتھ قول قیافہ دان کے اور واسطے عرب کے اس میں معرفت پوری ہے۔ (فتح الباری)

٢٢٧ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو التَّيَّاحِ يَزِيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ أَنْ يُّبْنَى الْمَسْجِدُ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ.

٢٢٧۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد بننے سے پہلے بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز پڑھتے تھے۔

فائدہ: اور یہ حدیث ہے بیچ نماز پڑھنے کے بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ میں اور تمسک کیا ہے ساتھ اس کے جو کہتا ہے کہ ان کا پیشاب اور اُن کی مینگنیاں پاک ہیں اس واسطے کہ وہ اس سے خالی نہیں ہوتیں پس دلالت کی اُس نے کہ تھے وہ مباشر ہوتے اُن کو اپنی نماز میں پس نہ ہوں گی پلید اور جواب یہ ہے کہ بخاری اور مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے اُن کے گھر میں چٹائی پر نماز پڑھی اور صحیح ہو چکا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت ﷺ چٹائی پر نماز پڑھتے تھے اور ابن حزم نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ اجازت حضرت ﷺ کی ساتھ نماز پڑھنے کی بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ میں ثابت ہے نزدیک مسلم کے ہاں نہیں اس میں

دلالت اوپر پاک ہونے اُن کی جگہ کے لیکن نیز اس میں نہی ہے نماز پڑھنے سے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں پس اگر اجازت پاک ہونے کو چاہتی ہے تو نہی ناپاک ہونے کو چاہے گی اور فرق کا کوئی قائل نہیں لیکن معنی اجازت اور نہی میں ساتھ کسی چیز کے نہیں متعلق ہے ساتھ پاکی کے اور نہ پلیدی کے اور وہ یہ ہے کہ بکریاں بہشت کے چوپایوں سے ہیں اور اونٹوں کی پیدائش شیطانوں سے ہے۔ (فتح)

بَابُ مَا يَقَعُ مِنَ النَّجَاسَاتِ فِي السَّمْنِ وَالْمَآءِ

باب ہے بیان میں اُس پلیدی کے جو گھی اور پانی میں پڑے۔

فائدہ: یعنی کیا وہ چیز اس کو ناپاک کر ڈالتی ہے یا نہیں یا نہیں پلید کرتا پانی کو مگر جب کہ بگڑ جائے سوائے غیر اس کے کی اور یہ وہ چیز ہے جو ظاہر ہوتی ہے مجموع اس چیز کے سے کہ وارد کیا ہے اس بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب میں اثر اور حدیث سے۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا بَأْسَ بِالْمَآءِ مَا لَمْ يُغَيِّرْهُ طَعْمٌ أَوْ رِيحٌ أَوْ لَوْنٌ.

یعنی زہری نے کہا کہ پانی کا کچھ ڈر نہیں جب تک اس کا مزہ یا بو یا رنگ نہ بدلے۔

فائدہ: یعنی نہیں حرج ہے بیچ استعمال کرنے اس کے کی ہر حالت میں پس حکم دیا گیا ساتھ پاک ہونے اس کے کی جب تک نہ بگڑے مزہ اس کا یعنی کسی ناپاک چیز سے یا بو سے یا رنگ سے اور ایک روایت میں اس سے ہے کہ ہر وہ چیز کہ اس میں قوت ہو اُس چیز سے کہ پہنچے اس کو گندگی یہاں تک کہ نہ بگاڑے یہ اُس کے مزے کو اور نہ اس کی بو کو اور نہ اس کے رنگ کو تو وہ پاک ہے اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نہیں فرق کیا جاتا درمیان تھوڑے اور بہت کے مگر ساتھ قوت کے جو مانع ہے ملاقات کرنے والی چیز کو اس سے کہ بگاڑے ایک صفت اس کی کو پس اعتبار نزدیک اس کے ساتھ بگڑنے اور نہ بگڑنے کے ہے اور زہری کے اس قول کی طرف کئی گروہ علماء کے پھرے ہیں اور تحقیق تعاقب کیا ہے اس کا ابو عبیدہ نے کتاب الطہور میں ساتھ اس طور کے کہ لازم آتا ہے اُس سے یہ کہ جو کسی لوٹے میں پیشاب کرے اور پانی کے کسی وصف کو نہ بگاڑے تو جائز ہو واسطے اس کے پاک ہونا ساتھ اُس کے اور حالانکہ یہ بات بہت خراب ہے جس سے نفرت آتی ہے اسی واسطے مدد دیا گیا ہے قول تفریق کرنے کا ساتھ قلتین کے یعنی اگر بقدر دو قلوں کے پانی ہو تو ناپاک نہیں ہوتا اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ نہیں روایت کیا قلتین کی حدیث کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے واسطے اختلاف کے جو اس کی سند میں واقع ہوا ہے لیکن اس کے راوی سب ثقہ ہیں یعنی پکے معتبر ہیں اور صحیح کہا ہے اس کو ایک جماعت نے اماموں سے مگر یہ ہے کہ قلتین کے مقدار پر اتفاق نہیں اور اعتبار کیا ہے اس کو شافعی نے ساتھ پانچ مشکوں کے حجاز کے مشکوں سے واسطے احتیاط کے اور تخصیص کے ساتھ اس کے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع اَلْمَآءُ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ یعنی پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی اور حدیث صحیح ہے روایت کیا ہے اس کو جابر رضی اللہ عنہ نے اور زہری

کے اس قول میں حدیث مرفوع آئی ہے لیکن وہ اہل حدیث کے نزدیک ثابت نہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ لیکن نہیں جانتا میں مسئلے میں خلاف یعنی بیچ ناپاک پانی کے جب کہ بگڑ جائے کوئی صفت اس کے ساتھ پلیدی کے۔ (فتح)

وَقَالَ حَمَّادٌ لَا بَأْسَ بِرِيْشِ الْمَيْتَةِ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْ عِظَامِ الْمَوْتٰى نَحْوَ الْفِيْلِ وَغَيْرِهٖ أَدْرَكْتُ نَاسًا مِنْ سَلَفِ الْعُلَمَآءِ يَمْتَشِطُوْنَ بِهَا وَيَدَّهِنُوْنَ فِيْهَا لَا يَرَوْنَ بِهٖ بَأْسًا.

یعنی حماد نے کہا کہ جانور مردہ کا پر ناپاک نہیں (یعنی پلید نہیں ہوتا پانی اس کے ملنے سے برابر ہے کہ پر ماکول کا ہو یا غیر ماکول کا) اور زہری نے مردہ جانوروں مثل ہاتھی وغیرہ غیر ماکول اللحم کی ہڈیوں کے باب میں کہا ہے کہ میں نے بہت لوگوں کو پہلے علماء سے پایا کہ وہ اس کے ساتھ کنگھی بناتے تھے اور گھی کے واسطے اس سے برتن بناتے تھے وہ لوگ اس میں کچھ گناہ نہیں دیکھتے تھے (یعنی ہاتھ کے دانت سے کنگھی بنانی یا گھی کے رکھنے کے واسطے کوئی برتن اس سے بنالینا جائز ہے)۔

فائدہ: یہ دلالت کرتا ہے کہ وہ اس کے پاک ہونے کے قائل تھے۔

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَإِبْرَاهِيْمُ وَلَا بَأْسَ بِتِجَارَةِ الْعَاجِ.

یعنی ابن سیرین اور ابراہیم نے کہا کہ ہاتھی کے دانت سے تجارت کرنا جائز ہے۔

فائدہ: کہا خلیل نے کہ عاج ہاتھی کے دانت کو کہتے ہیں اور قالی نے کہا کہ عرب ہر ہڈی کو عاج کہتے ہیں پس اگر یہ ثابت ہوتو نہیں حجت ہے بیچ اثر مذکور کے اوپر پاک ہونے ہڈی ہاتھی کے لیکن وارد کرنا بخاری کا اس کو پیچھے اثر زہری کے بیچ ہڈی ہاتھی کے دلالت کرتا ہے اوپر اعتبار اُس چیز کے کہ کہا ہے خلیل نے اور تحقیق خلاف کیا ہے علماء نے بیچ ہڈی ہاتھ کے بنا بر اس کے کہ کیا ہڈی کے اندر بھی زندگی داخل ہوتی ہے یا نہیں پس پہلا مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور استدلال کیا ہے واسطے اس کے ساتھ اس آیت کے ﴿مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ أَنْشَأَهَآ أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ پس یہ آیت ظاہر ہے اس میں کہ زندگی اس کے اندر داخل ہوتی ہے اور دوسرا مذہب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور کہا کہ ہڈیاں مطلق پاک ہیں اور کہا مالک رحمۃ اللہ علیہ نے وہ پاک ہے اگر ذبح کیا جائے بنا بر قول اس کے کہ جس چیز کا گوشت کھانا حرام ہے پاک ہوتا ہے ساتھ ذبح کرنے کے اور یہ قول ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ (فتح)

۲۲۸ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ أَنَّ

۲۲۸۔ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی میں چوہے کے گر جانے کا حال پوچھا (یعنی اس گھی کو کیا کرنا چاہیے) سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چوہے کو نکال کر

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَأْرَةٍ سَقَطَتْ فِيْ سَمْنٍ فَقَالَ اَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوْهُ وَكُلُوْا سَمْنَكُمْ.

ڈال دو اور جو اس کے گرد ہے اور اپنے باقی گھی کو کھاؤ۔

فائدہ: معمر سے روایت اس طور سے آئی ہے کہ پوچھے گئے حضرت ﷺ چوہے سے گھی میں پڑے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر جما ہوا ہو تو چوہے کو اور جو اس کے گرد ہے نکال کر پھینک دو اور اگر پتلا ہو تو اس کے قریب نہ جاؤ اور حکایت کی ہے ترمذی نے بخاری سے کہ یہ روایت خطاء ہے اور کہا ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے کہ وہ وہم ہے اور اشارہ کیا ہے ترمذی نے کہ وہ شاذ ہے اور کہا ذہلی نے کہ دونوں طریق ہمارے نزدیک محفوظ ہیں۔ فائدہ لیا ہے جمہور علماء نے ساتھ حدیث پیغمبر کے جو دلالت کرنے والی ہے اوپر فرق کرنے کے درمیان جمے ہوئے اور پگھلے ہوئے گھی کے اور نقل کیا ہے ابن عبدالبر نے اتفاق اس پر کہ اگر جمے ہوئے گھی میں مردار گر پڑے تو ڈالا جائے اور جو اس کے گرد ہے جب تحقیق ہو کہ کوئی چیز اس کے اجزاء سے نہیں پہنچی طرف غیر اس کے کی اُس سے اور اوپر پتلا پس مذہب جمہور کا یہ ہے کہ وہ پلیدی کے پڑنے سے سب ناپاک ہو جاتا ہے اور خلاف کیا ہے ایک فریق نے ان میں ہے زہری اور اوزاعی اور اس کا بیان کتاب الذبائح میں آئے گا اور اسی طرح مسئلہ نفع اٹھانے کا ساتھ گھی ناپاک کے یا ناپاک کئے گئے کے انشاء اللہ تعالیٰ۔ کہا ابن منیر نے کہ مناسبت حدیث گھی کی واسطے پہلے اثروں کے یہ ہے کہ بخاری کے نزدیک مختار یہ ہے کہ معتبر ناپاک ہونے میں بدلنا صفتوں کا ہے پس جب کہ تھا پر مردار کا نہ بدلنا ساتھ معتبر ہونے اس کے ساتھ مرنے کے اور اسی طرح اس کی ہڈیاں پس اسی طرح ہے گھی جو دور ہو مردار پڑنے کی جگہ سے نہ متغیر ہو تو تقاضا کیا اس نے کہ جب پانی میں پلیدی پڑے اور متغیر نہ ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ (فتح)

۲۲۹ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَأْرَةٍ سَقَطَتْ فِيْ سَمْنٍ فَقَالَ خُذُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوْهُ قَالَ مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ مَا لَا أُحْصِيْهِ يَقُوْلُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ.

۲۲۹۔ ترجمہ وہی ہے جو اوپر گزرا مگر اس میں اختلاف ہے کہ چوہے کو اور جو اس کے گرد ہے لے کر ڈال دو۔

۲۳۰ ۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا

۲۳۰۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا

عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ كَلْمٍ يُكْلَمُهُ الْمُسْلِمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَكُوْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهَا إِذْ طُعِنَتْ تَفَجَّرُ دَمًا اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالْعَرْفُ عَرْفُ الْمِسْكِ.

جو زخم کہ مسلمانوں کو اللہ کے راہ میں لگتا ہے وہ قیامت کے دن اپنے اسی شکل پر ہوگا جب کہ لگا تھا یعنی تازہ ہوگا گویا کہ ابھی لگا ہے جاری ہوگا اس سے خون اس کا رنگ تو خون کے رنگ کا ہوگا اور اس کی خوشبو مثل خوشبو مشک کی ہوگی۔

فائدہ: وجہ مطابقت کی ترجمہ سے یہ ہے کہ مشک پاک ہے اور اس کا اصل ناپاک ہے پس جب اپنی ذات سے متغیر ہوگا تو اس کا حکم بھی متغیر ہوگا اسی طرح پانی ہے جب متغیر ہو جائے تو اس کا حکم بھی متغیر ہو جاتا ہے یعنی پاک نہیں رہتا یہ جو کہا کہ اللہ کی راہ میں تو یہ قید نکالتی ہے اس چیز کو کہ پہنچی مسلمان کو زخموں سے بیچ غیر راہ اللہ کے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے اور اللہ کو معلوم ہے جو اس کے راہ میں زخمی ہوتا ہے اور اس میں اشارہ ہے طرف اس کی کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ حاصل ہوتا ہے یہ واسطے اس شخص کے جس کی نیت خالص ہو اور یہ جو فرمایا کہ قیامت کے دن اس کا زخم جاری ہوگا تو اس میں حکمت یہ ہے کہ وہ گواہی دے گا واسطے صاحب اپنے کے ساتھ فضیلت اس کی کے اور اس کے ظالم پر ساتھ فعل اس کے کی اور فائدہ خوشبو کا یہ ہے کہ پھیل جائے قیامت کے دن سب لوگوں میں واسطے ظاہر کرنے فضیلت کو بھی اور اسی واسطے نہیں مشروع ہوا نہلانا شہید کا معرکہ میں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس باب کے مطابق نہیں پس کہا اسمٰعیلی نے کہ یہ حدیث نہیں داخل ہوتی بیچ پاک ہونے لہو کے اور پلید ہونے اس کے کی اور سوائے اس کے نہیں کہ وارد ہوئی ہے بیچ فضیلت اس شخص کے جو اللہ کے راہ میں شہید ہوا اور جواب دیا گیا ہے کہ مقصود بخاری رحمہ اللہ کا ساتھ لانے اس کے تاکید کرنی اپنے مذہب کی ہے کہ پانی مجرد ملاقات سے ناپاک نہیں ہوتا یعنی مجرد پلیدی کے ملنے سے جب تک کہ نہ بگڑے پس استدلال کیا ساتھ اس حدیث کے اس پر کہ بدل جانا صفت کا اثر کرتا ہے موصوف میں پس جیسے کہ بدلنا صفت لہو کا ساتھ خوشبو کے نکالتا ہے اس کو دم سے طرف مدح کی پس ایسے ہی بدل جانا صفت پانی کا جب کہ بدلے ساتھ پلیدی کے نکالتا ہے صفت طہارت سے طرف نجاست کی اور تعاقب کیا گیا ہے ساتھ اس طور کے کہ غرض ثابت کرنا اس بات کا ہے کہ پلید کرنا بند ہے ساتھ تغیر کے اور جو مذکور ہوا دلالت کرتا ہے اس پر کہ پلید ہونا حاصل ہوتا ہے ساتھ بگڑنے کے اور اس پر اتفاق ہے نہ یہ کہ وہ نہیں حاصل ہوتا مگر ساتھ اس کے اور یہی ہے جگہ نزاع کی اور بعض نے کہا کہ مقصود بخاری رحمہ اللہ کا یہ ہے کہ بیان کرے کہ مشک پاک ہے واسطے رد کرنے کے اس شخص پر جو اس کو پلید کہتا ہے واسطے ہونے اس کے کی خون جما ہوا پس جب متغیر ہوا حالت مکروہ سے یعنی لہو سے اور وہ نہ ہونا بدبو کا ہے طرف حالت ممدوح کے اور وہ خوش ہونا بو مشک کا ہے تو داخل ہوئی اس

پر حلت اور منتقل ہوا حالت نجاست سے طرف حالت طہارت کی مانند شراب کی جب کہ سرکہ ہو جائے۔

بَابُ الْبَوْلِ فِي الْمَآءِ الدَّآئِمِ.

کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کا بیان۔

۲۳۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ.

۲۳۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم متاخر ہیں دنیا میں متقدم ہیں دن قیامت میں یعنی دنیا میں ہم سب امتوں سے پیچھے پیدا ہوئے ہیں اور قیامت کو سب سے آگے ہوں گے (یعنی ہمارا حساب کتاب سب سے پہلے ہوگا یا بہشت میں پہلے داخل ہوں گے)

۲۳۲ - وَبِإِسْنَادِهِ قَالَ لَا يَبُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَآءِ الدَّآئِمِ الَّذِيْ لَا يَجْرِيْ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ.

۲۳۲۔ اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بے شک نہ پیشاب کرے کوئی تم میں سے کھڑے پانی میں جو جاری نہ ہو پھر غسل کرے اس میں۔

فائدہ: مسلم کی روایت میں آیا ہے کہ نہ نہائے کوئی تم میں سے کھڑے پانی میں اور وہ جنابت کی حالت میں ہو اور ابو داؤد میں ہے کہ نہ بول کرے کوئی تم میں سے کھڑے پانی میں اور نہ نہائے اس میں جنابت کے سبب سے یعنی تو اس سے معلوم ہوا کہ مراد دونوں کام سے منع کرنا ہے پس رد ہوا قول قرطبی کا کہ نہانے سے منع ہونا مراد نہیں اور استدلال کیا ہے ساتھ اس کے بعض حنفیوں نے اس پر کہ مستعمل پانی ناپاک ہے اس واسطے کہ پیشاب پانی کو ناپاک کر ڈالتا ہے پس اسی طرح نہانا بھی اور حالانکہ دونوں سے اکٹھے منع کیا ہے اور نہی واسطے حرام ہونے کے ہے پس دلالت کرے گی نجاست پر بیچ ان دونوں کے اور رد کیا گیا ہے یہ استدلال ساتھ اس طور کے کہ وہ دلالت اقتران ہے اور یہ ضعیف ہے اور بر تقدیر تسلیم کرنے اس کی کے پس نہیں لازم آتا برابر کرنا پس ہوگی نہی پیشاب سے تاکہ نہ پلید کرے اس کو اور اس میں نہانے سے تاکہ نہ سلب کرے اس کی طہوریت کو یعنی اس کے پاک کرنے کی صفت کو اور زیادہ ظاہر کرتا ہے اس کو قول اس کا مسلم کی روایت میں کہ کس طرح کرے کہا کر پانی کو ہاتھ سے اٹھائے پس دلالت کی اس نے اس پر کہ اس میں غوطہ مارنا منع ہے تاکہ مستعمل نہ ہو جائے پس منع ہو غیر پر فائدہ اٹھانا ساتھ اس کے اور صحابی زیادہ تر جاننے والا ہے ساتھ مورد خطاب کے اپنے غیر سے اور یہ قوی تر دلیل ہے اس پر کہ مستعمل پانی پاک کرنے والا نہیں اور تحقیق پہلے گزر چکی ہے دلیلیں اوپر پاک ہونے اس کے کی اور نہیں فرق ہے اس پانی میں کہ نہ جاری ہو حکم مذکور میں درمیان پیشاب آدمی کے اور غیر اس کے کی برخلاف بعض حنبلیوں کے اور نہ درمیان اس کے کہ پیشاب کرے پانی میں یا پیشاب کرے برتن میں پھر اس کو پانی میں ڈالے برخلاف ظاہریہ کے اور یہ سب محمول ہے اوپر پانی تھوڑے کے نزدیک اہل علم کے بنا بر اختلاف ان کی کے بیچ حد قلیل کے اور تحقیق پہلے گزر چکا ہے قول

اس شخص کا جو نہیں اعتبار کرتا مگر بگڑنے اور نہ بگڑنے اس کے کو اور یہ قول قوی ہے لیکن فرق کرنا ساتھ قلتین کے قوی تر ہے واسطے صحیح ہونے حدیث کے بیچ اس کے یعنی جو پانی کہ بقدر پانچ مشک کے ہو وہ کثیر ہے یعنی بہت ہے اور جو اس سے کم ہو ہو قلیل ہے یعنی تھوڑا اور تحقیق اقرار کیا ہے طحاوی نے حنفیہ میں سے ساتھ اس کے کہ حدیث قلتین کی صحیح ہے لیکن اس نے اس کے ساتھ قائل ہونے کا یہ عذر بیان کیا ہے کہ قلہ یعنی مٹکا عرف میں بولا جاتا ہے بڑے اور چھوٹے پر مانند ٹھلیا کی اور نہیں ثابت ہوا حدیث سے اندازہ ان کا پس ہوگا مجمل پس نہ عمل کیا جائے گا ساتھ اس کے اور قوی کہا ہے اس کو ابن دقیق العید نے لیکن استدلال کیا ہے ساتھ اس کے غیر ان کے نے پس کہا ابو عبید قاسم نے کہ مراد قلہ بڑا ہے اس واسطے کہ اگر چھوٹا مراد ہوتا تو نہ حاجت ہوتی واسطے ذکر کرنے عدد کے یعنی دو قلے کہنے کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ دو چھوٹے مٹکے بقدر ایک بڑے کے ہیں اور رجوع کیا جائے گا بڑے میں طرف عرف اہل حجاز کی اور ظاہر یہ ہے کہ شارع نے ترک کیا ہے ان دونوں کی حد مقرر کرنے کو واسطے فراخی کرنے کے اور علم احاطہ کرنے والا ہے ساتھ اس کے کہ نہیں خطاب کیا حضرت ﷺ نے اصحاب کو مگر ساتھ اس چیز کے کہ سمجھتے تھے پس دور ہوا اجمال لیکن واسطے نہ مقرر کرنے حد کے واقع ہوا ہے اختلاف درمیان سلف کی بیچ اندازے ان کے کے نو اقوال پر حکایت کیا ہے ان کو ابن منذر نے پھر حادث ہوئی بعد ان کے حد مقرر کرنی ان کی ساتھ رطلوں کے اور اس میں بھی اختلاف ہے اور مالک سے منقول ہے کہ نہی محمول ہے تنزیہ پر اس چیز میں کہ نہ بگڑے اور یہ قول باقی لوگوں کا ہے کثیر میں اور کہا قرطبی نے کہ ممکن ہے حمل کرنا اوپر تحریم کے مطلق بطور قاعدے بند کرنے ذریعہ کے اس واسطے کہ وہ پہنچاتا ہے نوبت کو طرف پلید کرنے پانی کے اور یہ جو کہا ثُمَّ یَغْسِلُ فِیْهِ تو لفظ فیہ کا دلالت کرتا ہے اوپر منع ہونے غوطے کے بیچ اس کے ساتھ نص کے اور اوپر منع ہونے لینے پانی کے ساتھ ہاتھ کے ساتھ استنباط کے کہا ہے اس کو ابن دقیق العید نے اور یہ سب مبنی ہے اس پر کہ پانی پلید ہوتا ہے ساتھ ملنے نجاست کے ۔ واللہ اعلم۔

بَابٌ إِذَا أُلْقِيَ عَلٰى ظَهْرِ الْمُصَلِّيْ قَذَرٌ أَوْ جِيْفَةٌ لَمْ تَفْسُدْ عَلَيْهِ صَلَاتُهٗ.

باب ہے اس بیان میں کہ جب نمازی کی پیٹھ پر پلیدی یا مردار ڈالا جائے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹتی۔

فائدہ: محل اس کا وہ ہے جب کہ نہ جانے اس کو اور دراز ہونا جاننا اُس کا اور احتمال ہے مطلق صحیح ہونے کا اوپر قول اُس شخص کے جس کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں پلیدیوں سے پرہیز کرنی فرض نہیں اور اوپر قول اس شخص کے جس کا یہ مذہب ہے کہ یہ ابتداء میں منع ہے سوائے اس چیز کے کہ نماز کے درمیان عارض ہو اور اسی کی طرف ہے مائل بخاری رحمہ اللہ کی او راسی پر محمول ہے فعل اس صحابی کا جو بدستور نماز میں رہا بعد اس کے کہ جاری ہوا اس سے لہو ساتھ تیر لگنے کے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا رَأٰى فِيْ ثَوْبِهٖ دَمًا وَهُوَ يُصَلِّيْ وَضَعَهٗ وَمَضٰى فِيْ صَلَاتِهٖ.

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اپنے کپڑے میں خون دیکھتے نماز پڑھتے وقت تو اس کو رکھ دیتے اور اپنی نماز میں گزرتے

فائدہ: موصول کیا ہے اس کو ابن ابی شیبہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ جب وہ اپنی نماز میں ہوتے تھے اور اپنے کپڑے میں لہو دیکھتے تھے تو اس کو رکھ سکتے تو رکھ دیتے تھے اور اگر نہ رکھ سکتے تو نماز سے نکل کر اس کو دھوتے پھر آ کر پہلی نماز پر بنا کرتے تھے جو پہلے پڑھی تھی اور اس کی سند صحیح ہے اور یہ فعل اس کا چاہتا ہے کہ ان کی رائے یہ تھی کہ ابتداء اور دوام کے درمیان فرق ہے یعنی لہو کا ابتداء میں ہونا نماز کو فاسد نہیں کرتا اور ہمیشہ رہنا اس کا ساری نماز میں اس کو توڑ ڈالتا ہے اور یہ قول ایک جماعت اصحاب اور تابعین کا ہے اور یہی قول ہے اوزاعی اور ابو ثور اور اسحاق کا اور کہا شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہ نماز کو دوہرائے اور قید کیا ہے اس کو مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ساتھ وقت کے پس اگر وقت خارج ہو تو اس پر قضاء نہیں اور اس میں بحث ہے دراز اور استدلال کیا گیا ہے واسطے پہلوں کے ساتھ حدیث ابو سعید کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اپنا جوتا اتارا پھر فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو خبر دی تھی کہ اس میں گندگی ہے روایت کیا ہے اس کو ابو داؤد نے اور صحیح کہا ہے اس کو ابن خزیمہ نے اور نہیں ذکر کیا حدیث میں دوہرانا نماز کا اور یہی اختیار ہے ایک جماعت شافعیہ کا۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ إِذَا صَلّٰى وَفِيْ ثَوْبِهٖ دَمٌ أَوْ جَنَابَةٌ أَوْ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ أَوْ تَيَمَّمَ صَلّٰى ثُمَّ أَدْرَكَ الْمَآءَ فِيْ وَقْتِهٖ لَا يُعِيْدُ.

یعنی ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب کوئی نماز پڑھے اور کپڑے میں خون یا منی لگی ہو یا قبلے سے اور طرف پڑھتا ہو یا تیمّم کر کے نماز پڑھی ہو پھر اسی وقت میں پانی کو پایا تو وہ نماز کو نہ دوہرائے۔

فائدہ: اور مراد ساتھ مسئلے لہو کے وہ ہے جب کہ نمازی کو معلوم نہ ہو اور اسی طرح جنابت نزدیک اس شخص کے جو کہتا ہے کہ منی پلید ہے اور مراد ساتھ مسئلے قبلہ کے وہ ہے جب کہ ہو اجتہاد سے پھر ظاہر ہو خطاء کہ اس طرف قبلہ نہیں اور مراد ساتھ مسئلے تیمّم کے وہ ہے جب کہ پانی کو نہ پائے اور یہ سب ظاہر ہیں سیاق چاروں اثر کے سے جو مذکور ہیں تابعین مذکورین سے اور تحقیق پہلے گزر چکا ہے اشارہ طرف مسئلے خون کے اور لیکن مسئلہ تیمّم کا پس نہ واجب ہونا دوہرانے نماز کو قول چاروں اماموں کا ہے اور اکثر سلف کا اور مذہب ایک جماعت تابعین کا یہ ہے کہ واجب ہے دوہرانا نماز کا مطلق یہ قول عطاء اور ابن سیرین اور مکحول کا ہے اور اوپر مسئلہ خطاء کا قبلے میں یعنی اگر چوک کر قبلے کے سوا کسی اور طرف نماز پڑھ لے تو کہا تین اماموں اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قدیم میں کہ نہ دوہرائے اور نیز یہی قول ہے اکثر کا اور کہا جدید قول میں کہ واجب ہے دوہرانا نماز کا۔

۲۳۳ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

۲۳۳۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز کعبہ میں نماز پڑھتے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے تھے جب کہ ان کے بعض نے بعض

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ قَالَ ح و حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ عِنْدَ الْبَيْتِ وَأَبُوْ جَهْلٍ وَأَصْحَابٌ لَهُ جُلُوْسٌ إِذْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَيُّكُمْ يَجِيْءُ بِسَلٰى جَزُوْرِ بَنِيْ فُلَانٍ فَيَضَعُهُ عَلٰى ظَهْرِ مُحَمَّدٍ إِذَا سَجَدَ فَانْبَعَثَ أَشْقَى الْقَوْمِ فَجَآءَ بِهِ فَنَظَرَ حَتّٰى سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهُ عَلٰى ظَهْرِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَأَنَا أَنْظُرُ لَا أُغْنِيْ شَيْئًا لَوْكَانَ لِيْ مَنَعَةٌ قَالَ فَجَعَلُوْا يَضْحَكُوْنَ وَيُحِيْلُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ لَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتّٰى جَآءَ تْهُ فَاطِمَةُ فَطَرَحَتْ عَنْ ظَهْرِهِ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ إِذْ دَعَا عَلَيْهِمْ قَالَ وَكَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّ الدَّعْوَةَ فِيْ ذٰلِكَ الْبَلَدِ مُسْتَجَابَةٌ ثُمَّ سَمّٰى اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِأَبِيْ جَهْلٍ وَعَلَيْكَ بِعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِيْ مُعَيْطٍ وَعَدَّ

سے کہا کہ تم میں ایسا کون ہے جو بنی فلاں کے اونٹ کی اوجھڑی لائے اور اس کو محمد ﷺ کی پیٹھ پر سجدہ کرنے کے وقت رکھ دے پس کھڑا ہوا زیادہ تر بدبخت سب قوم سے اور اوجھڑی کو لایا اور دیکھا یہاں تک کہ جب نبی ﷺ سجدے میں گئے تو اس بدبخت نے اوجھڑی کو حضرت ﷺ کی پیٹھ پر دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھ دیا اور میں (ابن مسعود کا قول ہے) دیکھتا تھا اس معاملے کو نہیں دفع کرسکتا تھا میں کسی چیز کو (یعنی ان کی اس شرارت کو نہیں دفع کرسکتا تھا) اگر مجھ کو اس کو طاقت اور قوت ہوتی تو میں ان کو روکتا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ سب ہنسنے لگے اور ہنسنے سے بعض بعض پر گرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ سجدے میں پڑے تھے اپنے سر کو نہیں اٹھا سکتے تھے یہاں تک کہ حضرت ﷺ کے پاس آپ کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور اوجھڑی کو آپ کی پیٹھ سے گرایا سو حضرت ﷺ نے اپنے سر کو سجدے سے اٹھایا پھر آپ نے ان کافروں کے حق میں بد دعا کی اور فرمایا الٰہی! پکڑ لے کفار قریش کو یہ حضرت ﷺ نے تین بار فرمایا سو حضرت ﷺ کی بد دعا ان پر بھاری گزری یعنی اس بد دعا سے ان کے دلوں میں بہت خوف پیدا ہوگیا اور گھبرا گئے جب آپ نے ان پر بد دعا کی اس لیے کہ وہ لوگ اعتقاد کرتے تھے کہ دعا کعبہ میں مقبول ہوتی ہے (یہ تو حضرت ﷺ نے مجمل طور پر سب قریش کو بد دعا دی پھر بڑے بڑے موذیوں کے مفصل نام لے کر علیحدہ علیحدہ ہر ایک کے حق میں بد دعا کی) سو فرمایا الٰہی! پکڑ لے ابوجہل کو اور پکڑ لے عتبہ بن ربیعہ کو اور ولید بن عتبہ کو اور امیہ بن خلف کو اور عقبہ بن ابی معیط کو راوی کہتا ہے کہ حضرت ﷺ نے ساتویں شخص کو بھی ذکر کیا تھا پر مجھ کو یاد نہیں

السَّابِعَ فَلَمْ يَحْفَظْ قَالَ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ رَأَيْتُ الَّذِيْنَ عَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَرْعٰى فِي الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ.

رہا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا قسم ہے اس کی جس کے قابو میں میری جان ہے کہ جن کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیا تھا میں نے بے شک ان کی لاشیں پڑی دیکھیں پھر وہیں کھینچ کر کنوئیں میں ڈالے گئے (لیکن امیہ بن خلف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے زخمی ہو کر مکہ میں جا کر مر گیا اور ساتواں یعنی عمارہ بن ولید اس طور سے مارا گیا کہ اس نے نجاشی بادشاہ حبشہ کی عورت سے چھیڑ چھاڑ کی سو بادشاہ نے اپنے ایک جادوگر کو حکم کیا اس کی احلیل یعنی پیشاب آنے کے سوراخ میں کچھ پھونک دے سو اس نے پھونک دیا اسی روز سے وہ جنگلی جانوروں کے ساتھ جا ملا آدمیوں سے بھاگ جاتا تھا یہاں تک کہ اسی حال سے خلافت عمر فاروق میں مر گیا)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نماز کے اندر کوئی نجاست اور پلیدی نمازی پر پڑ جائے یا کپڑے کو لگ جائے تو اس کی نماز بالکل نہیں ٹوٹتی اگرچہ اس میں کچھ خون بھی ہو اور علماء نے اس حدیث کی بہت تاویلیں کی ہیں لیکن وہ سب کی سب بے دلیل ہیں اور صرف عن الظاهر کی کوئی وجہ معقول ہوتی ہے اور مراد ساتھ یاروں ابو جہل کے وہ ہیں جن پر حدیث کے اخیر میں بد دعا کی اور یہ جو کہا کہ یحیل بعضهم الخ تو اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ ایک دوسرے پر حوالہ کرتے تھے کہ فلاں شخص نے یہ حرکت کی اور دوسرا کہتا تھا کہ فلانے نے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو یہ بد دعا کی اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا نماز کے باہر کی تھی لیکن اس وقت آپ کا منہ قبلہ کی طرف تھا اور یہ جو کہا کہ اعتقاد کرتے تھے تو ممکن ہے کہ ہو یہ اس چیز سے کہ باقی رہی نزدیک ان کے ابراہیم علیہ السلام کی شریعت سے اور یہ جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ان کی لاشیں پڑی دیکھیں تو مراد یہ ہے کہ اکثر کی لاشیں دیکھیں کہ عمارہ حبشے میں جا کر مر گیا تھا اور اس حدیث سے معلوم ہوا تعظیم دعا کرنے کی مکے میں نزدیک کافروں کے اور نہیں زیادہ ہوا نزدیک مسلمانوں کے مگر از روئے تعظیم کے اور اس میں معرفت کفار کی ہے ساتھ سچے ہونے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ڈرنے ان کی کے آپ کی دعا سے لیکن باعث ہوا ان کو حسد اوپر نہ فرمانبرداری کرنے کے واسطے آپ کے اور اس میں مستحب ہونا دعا کا ہے تین بار اور یہ کہ جائز ہے دعا کرنا ظالم پر لیکن کہا بعض نے محل اس کا وہ ہے جب کہ ہو کافر اور اگر مسلمان ہو تو مستحب ہے مغفرت مانگنی واسطے اس کے اور دعا کرنی ساتھ توبہ کے اور اگر کہا جائے کہ نہیں اس میں دلالت اوپر دعا کرنے کے کافر پر تو بعید نہیں اس واسطے کہ احتمال ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

اطلاع ہوئی ہو کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور اولیٰ یہ ہے کہ دعا کی جائے واسطے ہر زندہ کے ساتھ ہدایت کے اور اس میں ہے کہ مباشرت یعنی ہاتھ سے کام کرنا زیادہ تاکید والا ہے سبب اور امداد سے واسطے قول اس کی کے عقبہ کے حق میں کہ کھڑا ہوا زیادہ تر بدبخت قوم کا باوجودیکہ ان میں ابوجہل بھی تھا اور وہ سخت تر تھا اس سے کفر میں اور حضرت ﷺ کے ایذاء دینے میں لیکن بدبختی اس جگہ بہ نسبت اس قصے کی ہے اس واسطے کہ وہ سب آمر اور راضی ہونے میں تو شریک تھے لیکن تنہا ہوا عقبہ ساتھ مباشرت کے پس ہوا بدبخت تر سب سے اسی واسطے اور سب لڑائی میں مارے گئے اور وہ قید ہو کر مارا گیا اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اس پر کہ اگر پیدا ہو نماز میں کسی کو کچھ چیز مانع ہو اس کو نماز کے منعقد ہونے سے ابتداء میں تو نہیں باطل ہوتی نماز اس کی اگرچہ دراز ہو اور اسی پر اتاری جائے گی کلام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی پس اگر ہو پلیدی اور اس کو اسی وقت دور کر ڈالے تو اس کی نماز بالاتفاق صحیح ہوتی ہے اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے اس پر کہ جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کی لید پاک ہے اور اس پر کہ دور کرنا نجاست کا نہیں فرض اور یہ ضعیف ہے اور حمل کرنا اس پر کہ پہلے گزری اولیٰ ہے اور تعاقب کیا گیا ہے اول استدلال ساتھ اس طور کے کہ اوجھڑی فقط لید نہ تھی بلکہ اس کے ساتھ لہو بھی تھا اور لہو بالاتفاق پلید ہے۔ (فتح)

بَابُ الْبُزَاقِ وَالْمُخَاطِ وَنَحْوِهٖ فِي الثَّوْبِ.

تھوک اور ناک کے پانی کا اور جو مثل اس کی ہے کپڑے میں ہونا نماز کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتا۔

فائدہ: یعنی اور بدن میں بھی اور مانند اس کی اور داخل ہونا اس کا طہارت کی باتوں میں اس جہت سے کہ اگر وہ پانی کے ساتھ ملے تو پانی کو فاسد نہیں کرتا۔

قَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَمَرْوَانَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ حُدَيْبِيَةَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَمَا تَنَخَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ.

یعنی عروہ نے مسور اور مروان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے دنوں میں نکلے پھر راوی نے تمام حدیث کو بیان کیا اور اسی میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بینی سے جو سینڈھ نکال کر پھینکتے تھے تو زمین پر گرنا نہیں پاتا تھا بلکہ کوئی نہ کوئی شخص اس کو لے لیتا تھا اور اپنے منہ اور بدن کو ملتا تھا۔

فائدہ: یہ حدیث ایک ٹکڑا ہے حدیث دراز کا جو حدیبیہ کے بیان میں وارد ہوئی ہے اور غرض اس سے استدلال کرنا ہے اوپر پاک ہونے تھوک کے اور مانند اس کی کے اور تحقیق نقل کیا ہے اس میں بعض نے اجماع لیکن ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کی ہے کہ تھوک پاک نہیں اور کہا ابن حزم نے کہ صحیح ہو چکا ہے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ تھوک ناپاک ہے جب کہ جدا ہو منہ سے۔ (فتح)

۲۳۴ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بَزَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبِهٖ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ طَوَّلَهُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۳۴۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کپڑے میں تھوکا۔

بَابٌ لَا يَجُوْزُ الْوُضُوْءُ بِالنَّبِيْذِ وَلَا الْمُسْكِرِ وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ وَأَبُو الْعَالِيَةِ وَقَالَ عَطَآءٌ التَّيَمُّمُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الْوُضُوْءِ بِالنَّبِيْذِ وَاللَّبَنِ.

باب ہے بیان میں کہ نچوڑ کھجور کے ساتھ اور نشہ والے شراب کے ساتھ وضو کرنا جائز نہیں اور مراد ساتھ نچوڑ کھجور کے وہ ہے جو نشے کی حد کو نہ پہنچے۔ اور مکروہ جانا ہے اس کو حسن بصری اور ابو عالیہ نے۔ اور عطاء نے کہا کہ تیمّم زیادہ تر پسند ہے مجھ کو نبیذ اور دودھ کے ساتھ وضو کرنے سے۔

فائدہ: روایت کی ہے ابن ابی شیبہ وغیرہ نے حسن بصری سے کہ نہ وضو کر ساتھ نچوڑ کھجور کے اور مراد ساتھ اس کے کراہت تنزیہی ہے اور روایت کی ہے ابو داؤد نے ابو خلدہ سے کہ میں نے ابو عالیہ سے پوچھا کہ اگر کسی مرد کو نہانے کی حاجت ہو اور نہ ہو پاس اس کے پانی کیا اس کے ساتھ نہائے؟ کہا نہ اور نیز ابو داؤد نے عطاء سے روایت کی ہے کہ مکروہ جانا اس نے وضو کرنے کو ساتھ کھجور کے اور دودھ کے اور کہا کہ میرے نزدیک تیمم کرنا اس سے بہت پیارا ہے اور اوزاعی کا مذہب یہ ہے کہ سب نچوڑوں کے ساتھ وضو کرنا درست ہے اور یہ قول عکرمہ کا ہے اور قید کیا ہے اس کو ابو حنیفہ نے مشہور قول میں ساتھ نچوڑ کھجور کے اور شرط ہے کہ پانی کے ہوتے نہ ہو اور یہ کہ شہر یا گاؤں سے باہر ہو اور مخالفت کی ہے اس کے دونوں ساتھیوں نے یعنی ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ نے پس کہا محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جمع کرے درمیان اس کے اور درمیان تیمّم کے بعض کہتے ہیں کہ بطورِ واجب ہونے کے اور بعض کہتے ہیں کہ بطورِ مستحب ہونے کے اور یہ قول اسحاق کا ہے اور کہا ابو یوسف نے ساتھ قول جمہور کے کہ کسی حال میں اس سے وضو نہ کرے اور اختیار کیا ہے اس کو طحاوی نے اور ذکر کیا ہے قاضی خان نے کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی طرف رجوع کیا لیکن ان کی کتابوں میں سے مفید میں ہے کہ جب پانی میں کھجوریں ڈالی جائیں پس حل ہو جائیں اور نہ دور ہو اس سے نام پانی کا تو جائز ہے وضو کرنا ساتھ اس کے بغیر خلاف کے یعنی نزدیک ان کے اور استدلال کیا ہے ساتھ حدیث ابن

مسعود رضی اللہ عنہ کی کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جنون کی رات میں کہا کہ کیا ہے تیرے برتن میں کہا نبیذ فرمایا کھجور پاک ہے اور پانی پاک کرنے والا پس وضو کیا ساتھ اس کے اور اتفاق سب علماء سلف کا اس پر کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بر تقدیر صحیح ہونے اس کے منسوخ ہے اس واسطے کہ یہ واقعہ مکے کا ہے اور نازل ہونا اس آیت کا ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا﴾ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تھا مدینے میں بغیر خلاف کے یا محمول ہے اس پر جب کہ ڈالی جائیں اس میں کھجوریں خشک جو اس کی کسی صفت کو نہ بگاڑیں اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ یہ کام کرتے تھے اس واسطے کہ اکثر پانی ان کے میٹھے نہ تھے اور یہ جو عائشہ رضی اللہ عنہا کی آئندہ حدیث میں کہا کہ جو شراب نشہ لائے وہ حرام ہے یعنی جس کی شان سے نشہ لانا ہے برابر ہے کہ اس کے پینے سے نشہ آئے یا نہ آئے کہا خطابی نے کہ اس میں دلیل ہے اس پر کہ نشہ لانے والی چیز تھوڑی اور بہت حرام ہے کسی قسم سے ہو اس واسطے کہ وہ صیغہ عموم کا ہے اشارہ کیا گیا ہے ساتھ اس کے طرف جنس شراب کی جس سے نشہ پیدا ہوتا ہے اور وجہ حجت پکڑنے بخاری رحمہ اللہ علیہ کی ساتھ اس کے اس باب میں یہ ہے کہ نشہ لانے والی چیز کا پینا حلال نہیں اور جس کا پینا حلال نہ ہو اس کے ساتھ وضو کرنا بالاتفاق درست نہیں اور نبیذ کے پینے کا بیان اشربہ میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فتح)

۲۳۵ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ.

۲۳۵ ۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شراب نشہ لائے پس وہ حرام ہے۔

فائدہ: جب حرام ہوا تو حرام سے وضو کرنا بالاتفاق جائز نہیں۔

بَابُ غَسْلِ الْمَرْأَةِ أَبَاهَا الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ. کسی عورت کا اپنے باپ کے منہ سے خون دھونا کیسا ہے؟

فائدہ: یہ باب باندھا گیا ہے واسطے بیان کرنے اس بات کے کہ جائز ہے مدد لینی بیچ دور کرنے پلیدی کے اور مانند اس کی کے جیسا کہ وضو کے باب میں پہلے گزر چکا ہے اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگی مناسبت ابو العالیہ کے اثر کی واسطے حدیث سہل کے۔

وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ امْسَحُوْا عَلٰى رِجْلِيْ فَإِنَّهَا مَرِيْضَةٌ.

یعنی ابو العالیہ نے کہا کہ میرے پاؤں پر ہاتھ پھیروں اس لیے کہ وہ بیمار ہے۔

فائدہ: اصل قصہ یہ ہے کہ ان کا ایک قدم بیمار تھا اس میں سرخ پھوڑا ہوا تھا سو لوگوں نے ان کو تمام وضو کرایا ان کا وہ پاؤں باقی رہا تو کہا کہ اس پر مسح کر دو۔

۲۳۶ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَامٍ قَالَ

۲۳۶ ۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے ان

أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ وَسَأَلَهُ النَّاسُ وَمَا بَيْنِي وَبَيْنَهُ أَحَدٌ بِأَيِّ شَيْءٍ دُوْوِيَ جُرْحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَقِيَ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي كَانَ عَلِيٌّ يَجِيْءُ بِتُرْسِهِ فِيْهِ مَآءٌ وَفَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَجْهِهِ الدَّمَ فَأُخِذَ حَصِيْرٌ فَأُحْرِقَ فَحُشِيَ بِهِ جُرْحُهُ.

سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا زخم کس چیز سے بھرا گیا تھا راوی کہتا ہے کہ نہ تھا درمیان میرے اور سہل کے اور کوئی یعنی میں قریب تھا وقت سوال کی سو سہل نے کہا کہ اس کو مجھ سے زیادہ تر جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ بیان اس کا یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ تو اپنی ڈھال سے پانی لاتے تھے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرہ مبارک سے خون دھوتی تھیں سو ایک چٹائی کا ٹکڑا لیا گیا اور جلا کر راکھ کیا گیا اور اُس سے آپ کا زخم بھرا گیا۔

فائدہ: ایک روایت میں ہے کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون پانی پر بہت بڑھتا جاتا ہے تو قصد کیا طرف ایک چٹائی کے اور اس کو جلا کر اس کی راکھ کو زخم پر لگا دیا سو اُس سے لہو بند ہوا اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے دوا کرنا اور علاج کرنا زخموں کا اور پکڑنا ڈھال کا لڑائی میں اور یہ کہ یہ سب توکل میں نقصان نہیں کرتا واسطے صادر ہونے اس کے توکل کرنے والوں کے سردار سے اور یہ کہ جائز ہے عورت کو بدن لگانا اپنے باپ کے بدن سے بغیر کسی حائل کے اور اسی طرح واسطے غیر اس کے محرموں سے اور دوا کرنی اس کی واسطے ان کی بیماریوں کے اور سوائے اس کے جن کا بیان مغازی میں آئے گا۔ (فتح)

بَابُ السِّوَاكِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِتُّ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ.

باب ہے بیان میں مسواک کرنے کے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کے پاس ایک رات گزاری سو آپ نے مسواک کی۔

فائدہ: یہ ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے مختصر کر دیا ہے پوری حدیث آگے آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

۲۳۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهُ يَسْتَنُّ بِسِوَاكٍ بِيَدِهِ يَقُوْلُ أُعْ أُعْ وَالسِّوَاكُ فِيْ فِيْهِ كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ.

۲۳۷۔ ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا سو آپ کو پایا کہ منہ کو مل رہے تھے ساتھ ایک مسواک کے جو آپ کے ہاتھ میں تھی اع اع کر رہے تھے جیسے گویا قے کر رہے ہیں اور مسواک آپ کے منہ میں تھی۔

فائدہ: مستفاد ہوتا ہے اس سے مشروع ہونا مسواک کا اوپر زبان کی لمبائی میں اور اوپر دانت پس محبوب تر اس میں یہ ہے ہو مسواک چوڑائی میں اور اس باب میں ایک حدیث ہے مرسل اور اس میں تاکید ہے مسواک کی اور یہ کہ نہیں خاص ہے وہ ساتھ دانتوں کے اور یہ کہ وہ ستھرائی کی قسم سے ہے نہ باب دور کرنے گندگیوں کے سے اس واسطے کہ

حضرت ﷺ نے اس کے ساتھ چھپانا نہیں کیا یعنی پاخانے وغیرہ کی طرح اس کو چھپ کر نہیں کیا اور باب باندھا ہے علماء نے اس پر مسواک کرنا امام کا روبرو اپنی رعیت کے اور کہا ابن دقیق العید نے کہ اس میں مستحب ہونا مسواک کا ہے وقت کھڑے ہونے کے سونے سے اس واسطے کہ سونے سے منہ کی بو بگڑ جاتی ہے اس واسطے کہ اس کی طرف معدے کے بخار چڑھتے ہیں اور مسواک ہتھیار ستھرائی کا ہے پس مستحب ہے نزدیک مقتضی اس کے کی اور ظاہر قول اس کے کا من اللیل عام ہے ہر حالت میں اور احتمال ہے کہ ہو خاص ساتھ اس وقت کے جب کہ نماز کی طرف کھڑے ہوتے ہیں ۔ میں کہتا ہوں اور دلالت کرتی ہے اس پر روایت بخاری کی نماز میں ساتھ اس لفظ کے اِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس کے واسطے شاہد ہے اور شاید یہی بھید ہے بیچ ذکر کرنے اس کے کی ترجمہ میں اور تحقیق ذکر کیا ہے بخاری نے مسواک کے بہت احکام کو نماز اور روزے میں ۔ (فتح)

٢٣٨ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَآئِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.

٢٣٨۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ رات کو اٹھتے تو اپنے منہ کو ملتے مسواک سے۔

بَابُ دَفْعِ السِّوَاكِ إِلَى الْأَكْبَرِ.

بڑے کو مسواک دینے کا بیان۔

وَقَالَ عَفَّانُ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَانِي أَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ فَجَآءَنِي رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْأٰخَرِ فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْأَصْغَرَ مِنْهُمَا فَقِيْلَ لِي كَبِّرْ فَدَفَعْتُهُ إِلَى الْأَكْبَرِ مِنْهُمَا قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اخْتَصَرَهُ نُعَيْمٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ أُسَامَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو خواب میں معلوم ہوا کہ میں مسواک کرتا ہوں پھر دو شخص آئے ایک ان میں سے دوسرے سے بڑا ہے سو میں نے وہ مسواک چھوٹے کو دی تو مجھ کو کہا گیا کہ بڑے کو دے سو میں نے وہ مسواک بڑے کو دی۔

فائدہ: اس حدیث سے بڑی عمر والے کی تعظیم اور تقدیم ثابت ہوتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کو دیکھا کہ مسواک کرتے تھے تو حضرت ﷺ نے وہ مسواک سب سے بڑے کو دی پھر فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ بڑے کو دوں اور یہ روایت چاہتی ہے کہ یہ معاملہ جاگتے واقع ہو اور تطبیق درمیان

اس کے اور درمیان روایت صخر کے یہ ہے کہ جب واقع ہوا یہ معاملہ بیداری میں تو خبر دی ان کو حضرت ﷺ نے ساتھ اس چیز کے کہ خواب میں دیکھی واسطے تنبیہ کرنے کے اس پر کہ حکم کیا اس نے آپ کو ساتھ وحی متقدم کے اور تائید کرتی ہے اس کی روایت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ تھے حضرت ﷺ مسواک کرتے اور آپ کے پاس دو مرد تھے سو حضرت ﷺ کو وحی ہوئی کہ مسواک بڑے کو دیں۔ کہا ابن بطال نے کہ اس میں مقدم کرنا بڑی عمر والے کا ہے مسواک میں اور یہی حکم ہے طعام اور شراب اور چلنے اور کلام کرنے کا۔ کہا مہلب نے یہ اس وقت ہے جب کہ لوگ مجلس میں بے ترتیب بیٹھے ہوں اور جب با ترتیب بیٹھے ہوں تو سنت اس وقت مقدم کرنا داہنی طرف والے کا ہے اور یہ صحیح ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ غیر کے مسواک سے مسواک کرنی مکروہ نہیں مگر یہ کہ مستحب ہے کہ پہلے اس کو دھو لے پھر اس کو استعمال کرے اور اس باب میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے کہ تھے حضرت ﷺ دیتے مجھ کو مسواک تا کہ اس کو دھوؤں سو میں پہلے اس کے ساتھ مسواک کرتی پھر دھو کر آپ کو دیتی اور یہ دلالت کرتا ہے اوپر عظیم ہونے ادب عائشہ رضی اللہ عنہا کے اور بڑی ہونے دانائی ان کی کے اس واسطے کہ اس کو پہلے نہ دھونا تا کہ نہ فوت ہو شفاء چاہنے آپ کی تھوک سے پھر دھونا اس کو واسطے ادب اور حکم بجا لانے کے اور احتمال ہے کہ ہو مراد ساتھ دھونے اس کے کی پاک کرنا اور نرم کرنا اس کا ساتھ پانی کے پہلے اس سے کہ اس کو استعمال کریں۔ (فتح)

بَابُ فَضْلِ مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوْءِ.

وضو سے سونے والے کی فضیلت کا بیان۔

۲۳۹ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْئَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِيْ إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ إِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ اللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ

۲۳۹۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تو اپنے بچھونے پر یا خواب گاہ میں آئے پھر وضو کرے جیسا تو اپنی نماز کے واسطے وضو کرتا ہے پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جائے پھر یہ دعا مانگے الٰہی! میں نے اپنی جان تجھ کو سونپی اور منہ کو تیرے سامنے کیا اور اپنا سب کام تیرے حوالے کیا اور اپنی پیٹھ تیری طرف جمائی تیرے شوق اور تیرے خوف سے تجھ سے بھاگنے کی جگہ کوئی نہیں اور نہ بچاؤ کا مکان ہے مگر تیری طرف الٰہی! میں تیری کتاب کے ساتھ ایمان لایا جو تو نے اتاری اور تیرے پیغمبر پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا سو اگر تو اسی رات میں مر گیا تو ایمان پر مرا اور کر ان کو آخر ان کا جو کلام کرے تو ساتھ اس کے۔ براء رضی اللہ عنہ کہتے

فَأَنتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهٖ قَالَ فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغْتُ اللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ قُلْتُ وَرَسُوْلِكَ قَالَ لَا وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ.

ہیں سو میں نے نبی ﷺ پر ان کلموں کو دوہرایا سو جب میں اس کلمہ پر پہنچا اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ تو بجائے لفظ نَبِيِّكَ کے میں نے رَسُوْلِكَ کہا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کہو بلکہ کہو وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ یعنی نبی کے بدلے میں رسول نہ کہہ۔

فائدہ: یہ اس کو آپ نے اس واسطے فرمایا کہ دعا اور اذکار کے الفاظ توقیفی ہیں پس ثواب جب ہی ہوتا ہے کہ اسی لفظ سے بولے جس کو اللہ اور رسول نے فرمایا اپنی طرف سے کوئی لفظ نہ بدلے یا یہ کہ آپ کو اسی لفظ نبی کے ساتھ وحی ہوئی تھی اس واسطے آپ نے اسی لفظ پر ٹھہرنا مناسب جانا یا یہ کہ اس میں تکرار لفظ کا آتا تھا اس لیے کہ اَرْسَلْتَ کے لفظ میں رسول بھی موجود ہے جب یہاں بھی رسول بولا جاتا تو تکرار لفظ کا لازم آتا اور یا ذکر کیا اس کو واسطے پرہیز کرنے کے اس شخص سے کہ رسول ہیں بغیر نبوت کے مانند جبرئیل وغیرہ فرشتوں کے اس واسطے کہ وہ رسول ہیں نبی نہیں اور شاید آپ نے ارادہ کیا خالص کرنے کلام کا لبس سے یا اس واسطے کہ لفظ نبی کا زیادہ ہے تعریف میں رسول کے لفظ سے اس واسطے کہ وہ مشترک ہے ہر رسول پر برخلاف لفظ نبی کے کہ وہ عرف میں مشترک نہیں بنا براس کے جو کہتا ہے کہ ہر رسول نبی ہے بغیر عکس کے اس کا اطلاق صحیح نہیں اور احتمال ہے کہ ہو یہ اشارہ طرف اس کی کہ حضرت ﷺ نبی تھے پہلے اس سے کہ ہوں رسول یا اس واسطے کہ پہلے قول میں وصف زیادہ نہیں اور دوسرے قول میں وصف زائد ہے اور یہ جو کہا کہ جب تو اپنے بچھونے پر آئے سو وضو کرے تو اس میں تازہ کرنا وضو کا ہے واسطے اس شخص کے کہ سونے کا ارادہ کرے اگرچہ باوضو ہو اور احتمال ہے کہ ہو یہ حکم خاص ساتھ اس شخص کے جو بے وضو ہو اور وجہ مناسب ہونے اس کے کی واسطے ترجمہ آپ کے اس قول سے سو اگر تو اسی رات مر گیا تو ایمان پر مرا اور مراد ساتھ فطرت کے سنت ہے۔ (فتح الباری)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہ ترجمہ پارہ اول صحیح بخاری با ترجمہ فتح الباری تمام ہوا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

سو جو مسلمان اس کو پڑھیں پڑھائیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں مہتمم اور مترجم کے حق میں خاتمہ بالایمان کی دعا فرمائیں، ۱۳۴۰ ہجری۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

یہ کتاب ہے ایمان کے بیان میں

یہ کتاب ہے علم کے بیان میں

یہ کتاب ہے وضوء کے بیان میں

فیض الباری

علامہ محمد ابوالحسن سیالکوٹی

اردو ترجمہ

فتح الباری

ابن حجر العسقلانی

شرح صحیح بخاری

جلد۲

تصدیر
حافظ محمد اسماعیل الخطیب

تقدیم
حافظ محمد اسماعیل اسد حافظ آبادی

بحسن اہتمام
عبداللطیف ربانی مدیر

مکتبہ اصحاب الحدیث
حافظ پلازہ مچھلی منڈی
نیو اردو بازار لاہور
042-37321823
0301-4227379

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ! فَهٰذِهٖ تَرْجَمَةُ لِلْجُزْءِ الثَّانِيْ مِنَ الْجَامِعِ الصَّحِيْحِ لِلْاِمَامِ الْبُخَارِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى رَحْمَةً وَّاسِعَةً وَفَّقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى لِاِتْمَامِهٖ وَاِنْتِهَآئِهٖ كَمَا وَفَّقَنَا لِشُرُوْعِهٖ وَابْتِدَآئِهٖ.

كِتَابُ الْغُسْلِ — کتاب ہے غسل کے بیان میں

غسل ساتھ پیش عین معجمہ کے اصل میں اسم مصدر ہے اور حقیقی معنی اس کا جاری ہونا پانی کا ہے اعضاء پر اور شرع شریف میں غسل کہتے ہیں طہارت مخصوصہ کو جو مشہور اور معروف ہے یعنی دھونا تمام ظاہر بدن کا ساتھ بالوں کے اور امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہاں یہی معنی ہے اور غسل ساتھ زبر غین کے مطلق دھونے کو کہتے ہیں اور غُسل ساتھ پیش غین اور سین کے اس پانی کو کہتے ہیں جس کے ساتھ دھویا جاتا ہے اور غِسل ساتھ زیر غین کے اس چیز کو کہتے ہیں جو پانی کے ساتھ ملا کر سر دھویا جاتا ہے جیسے کہ خطمی اور مٹی اور اشنان وغیرہ اور غُسالہ ساتھ پیش غین کے بھی یہی معنی رکھتا ہے اور غُسالہ اس پانی کو بھی کہتے ہیں جو کسی چیز کے نچوڑنے سے باہر آئے اور اِغتِسال کا معنی غسل کرنا ہے اور تَغسِیل کا معنی غسل میں مبالغہ کرنا ہے نہایت تک اور کبھی اس کا معنی آتا ہے دوسرے کو غسل کا باعث ہونا اور مراد غسل سے یہاں عام معنی ہے شرعی ہو یا غیر شرعی اس لیے کہ غسل غیر شرعی بھی اس کتاب میں مذکور ہوا ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ غالب اور بزرگ نے اور اگر تم ناپاک ہو پس نہاؤ اور غسل کرو اور اگر ہو تم بیمار یا اوپر سفر کے یا آئے کوئی تم میں سے مکان ضرور سے یا صحبت کرو تم عورتوں سے پس نہ پاؤ تم پانی پس قصد کرو مٹی پاک کا پس ملو منہ اپنے کو اور ہاتھوں اپنوں کو اور اس سے نہیں ارادہ کرتا اللہ تا کہ کرے اوپر تمہارے کچھ تنگی لیکن ارادہ کرتا ہے تا کہ پاک کرے تم کو اور تا کہ پوری کرے نعمت اپنی اوپر تمہارے تا کہ تم شکر کرو۔

تَشْكُرُوْنَ﴾.

وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا وَإِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى أَوْ عَلٰى سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ أَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾.

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے لوگوں جو ایمان لائے ہو مت نزدیک جاؤ نماز کے اور ہو تم مست یہاں تک کہ جانو تم کیا کہتے ہو اور نہ جنابت سے مگر گزرنے والے راہ کے یہاں تک کہ نہا لو آخر آیت تک کہ تحقیق اللہ ہی معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض ان دونوں آیتوں کے لانے سے یہ ہے کہ جنبی آدمی پر غسل کا واجب ہونا قرآن سے ثابت ہے اور اس دوسری آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جنبی شخص کے واسطے نماز کا جائز ہونا اور مسجد میں ٹھہرنا غسل کرنے پر موقوف ہے اور غسل کہتے ہیں تمام اعضاء کے دھونے کو ساتھ نیت عبادت کے۔ انتہیٰ۔ (فتح الباری)

بَابُ الْوُضُوْءِ قَبْلَ الْغُسْلِ.

نہانے سے پہلے وضو کرنا سنت ہے۔

٢٤٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يُدْخِلُ أَصَابِعَهٗ فِي الْمَآءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا أُصُوْلَ شَعَرِهٖ ثُمَّ يَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهٖ ثَلَاثَ غُرَفٍ بِيَدَيْهِ ثُمَّ يُفِيْضُ الْمَآءَ عَلٰى جِلْدِهٖ كُلِّهٖ.

۲۴۰۔ حضرت کے حرم عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت سے نہانے کا ارادہ کرتے تو اول ہاتھوں سے شروع کرتے سو اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے پھر اپنی اُنگلیوں کو پانی میں داخل کرتے پس خلال کرتے ساتھ اُن کے اپنی بالوں کی جڑوں کو پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر پر تین چلو پانی ڈالتے پھر اپنے تمام بدن پر پانی بہا دیتے۔

فائدہ: اصل میں جنابت کا معنی دور ہونے کا ہے اور چونکہ جماع دور کے مکانوں اور پوشیدہ جگہوں میں ہوتا ہے اس لیے جماع کرنے والے پر جنبی بولا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ جماع کرنے والا عبادت سے دور ہے جب تک کہ غسل نہ

کرلے اس لیے اس کو جنبی بولا گیا سو اس سے معلوم ہوا کہ جنابت سے نہانے کے وقت پہلے وضو کرنا سنت ہے اور بعد اس کے نہانے میں وضوء کے اعضاء پر خواہ پانی ڈال لے خواہ نہ ڈالے دونوں طرح سے جائز ہے لیکن اگر ان پر پانی نہ ڈالنا ہو تو اول وضو میں غسل جنابت کی نیت کرنی ضرور ہے یعنی ابتدائے وضو میں یہ نیت کرنی کہ میں جنابت سے نہانے لگا ہوں اور نیز غسل سے پہلے وضو کرنے میں دونوں طہارتیں صغریٰ اور کبریٰ حاصل ہو جاتی ہیں یعنی وضو بھی اور غسل بھی اور غسل جنابت میں بدن کا ملنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وامام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اکثر اماموں کے نزدیک مستحب ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بعض کے نزدیک واجب ہے مگر اس حدیث سے نہ اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور نہ استحباب ابن بطال نے کہا کہ اس پر دلیل اجماع ہے لیکن اس اجماع میں کلام ہے جیسے کہ فتح الباری میں مذکور ہے اور بالوں کی جڑوں کے خلال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بدن پر بہت بال ہوں تو ان کی جڑوں کو بھی خلال کرے اور فائدہ اس کا یہ ہے کہ خلال کرنے سے تمام بدن اور بالوں میں پانی پہنچ جاتا ہے اور یہ خلال کرنا بالاتفاق واجب نہیں لیکن اگر گوند وغیرہ سے بال جمے ہوئے ہوں تو ایسی حالت میں خلال کرنا اور بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا واجب ہے کذا ذکرہ شیخ الاسلام الحافظ ابن حجر فی فتح الباری شرح البخاری۔

٢٤١ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ تَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ وَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ مِنَ الْأَذٰى ثُمَّ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَآءَ ثُمَّ نَحّٰى رِجْلَيْهِ فَغَسَلَهُمَا هٰذِهٖ غُسْلُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ.

۲۴۱۔ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا جیسے کہ آپ نماز کے واسطے وضو کیا کرتے تھے مگر آپ نے اپنے دونوں پاؤں کو نہ دھویا اور اپنی شرمگاہ کو دھویا اور جو ناپاکی آپ کو لگی تھی اس کو دور کیا پھر آپ نے اپنے بدن پر پانی بہایا پھر اپنے پاؤں کو کنارے کیا سو ان کو دھویا یہ طریق ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہانے کا جنابت سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نہانے سے پہلے وضو کرنا سنت ہے جب جماع یا احتلام سے نہانے لگے تو پہلے وضو کرلے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پاؤں کو غسل کرنے کے پیچھے دھوئے کنارے ہو کر مگر یہ بات عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مخالف ہے جو ابھی گزر چکی ہے اور وجہ تطبیق کی ان دونوں حدیثوں میں دو طرح سے ہو سکتی ہے اول اس طور کے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں وضو سے مراد اکثر وضو کا ہے یعنی سوائے پاؤں کے اور کل وضو اپنے نہانے سے پہلے کیا دوم اس طرح سے کہ ان دونوں حدیثوں کو دو حالتوں پر محمول کیا جائے یعنی کبھی آپ نے پاؤں کو

پہلے دھویا اور کبھی پیچھے دھویا مگر سنت یہی ہے کہ پاؤں کو غسل سے پیچھے دھوئے اس لیے کہ اس حدیث میں صریحًا موجود ہے کہ حضرت ﷺ نے غسل سے پیچھے کنارے ہو کر پاؤں کو دھویا ہے اور صراحت مقدم ہوتی ہے دلالت پر اور نیز میمونہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے بعض طریقوں میں **کان اذا اغتسل الخ** کا لفظ آ گیا ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے پس نہ کم ہوگا اکثر اوقات سے اندریں صورت بفرض تسلیم بعض اوقات غسل سے پہلے وضو کرنا اس کی سنیت کے منافی نہیں ہوگا۔ **واللہ اعلم بالصواب والیہ الرجع المآب** اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں اول یہ کہ وضو میں تفریق جائز ہے یعنی پہلے ایک عضو کو دھونا پھر ساعت کے بعد دوسرے کو دھونا۔ دوم یہ کہ غسل میں بدن پر پانی بہانا فقط ایک بار واجب ہے۔ سوم یہ کہ جو شخص غسل کی نیت سے وضو کرے اور پھر نہا لے تو اس کے لیے دوسرا وضو کرنا ضرور نہیں جب تک کہ اس کا وہ وضو نہ ٹوٹے۔ چہارم یہ کہ غسل اور وضو کے واسطے پانی منگوانے میں دوسرے آدمی سے مدد چاہنی جائز ہے اس لیے کہ بعض طریقوں میں اس حدیث کے یہ لفظ آیا ہے **وَضَعْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ غُسْلًا** یعنی میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے حضرت ﷺ کے نہانے کے واسطے پانی لا کر رکھا۔ پنجم یہ کہ استنجاء بائیں ہاتھ سے کرے اور داہنے ہاتھ سے اس پر پانی ڈالتا جائے اس لیے کہ بعض طریقوں میں اس حدیث کے یہ لفظ آیا ہے **ثم افرغ بیمینہ علی شمالہ** یعنی پھر حضرت ﷺ نے اپنے داہنے ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔ ششم یہ کہ جو شخص برتن سے چلو بھر بھر کے نہانا چاہے تو اس کو چاہیے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو استنجے سے پہلے دھو لے اس لیے کہ شاید ان میں کوئی ناپاکی ہو جس کو وہ مکروہ جانے لیکن اگر پانی لوٹے میں ہو تو اس وقت اولیٰ یہ ہے کہ استنجاء پہلے کرے۔ ہفتم یہ کہ نہانے کے پیچھے جو قطرے پانی کے بدن سے گرتے ہیں وہ پاک ہیں اس لیے کہ بعض طریقوں میں اس حدیث کے یہ لفظ آیا ہے کہ میں نے آپ کو بدن پونچھنے کے واسطے ایک کپڑا دیا سو آپ نے اس کو نہ لیا پس معلوم ہوا کہ قطرے پانی کے آپ کے کپڑوں پر گرتے رہے ہوں گے۔ فتح الباری ملخصا۔

بعض حنفیہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں اس پر کہ اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے اس لیے کہ اس میں استنجاء بعد وضوء کے واقع ہوا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ کبھی حدیث بعینہ تین بابوں سے پیچھے ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے **فغسل مذاکیرہ ثم مسح یدہ بالارض ثم مضمض واستنشق الخ** یعنی پس آپ نے اپنی شرمگاہ کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو مٹی سے مانجا پھر کلی کی اور ناک صاف کیا آخر حدیث تک اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو آٹھ بار مختلف طریقوں سے ذکر کیا ہے اور ان سب میں بھی ذکر ہے کہ استنجاء پہلے کیا ساتھ لفظ ثم اور فاء کے پس اس حدیث میں بھی یہی مراد ہوگی کہ استنجاء وضوء سے پہلے کیا **لان الاحادیث یفسر بعضھا بعضًا**۔

بَابُ غُسْلِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهٖ.

مرد اور عورت کے مل کر نہانے کا بیان یعنی ایک برتن سے دونوں کو مل کر غسل کرنا جائز ہے۔

۲۴۲ ۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنْ قَدَحٍ يُقَالُ لَهُ الْفَرَقُ.

۲۴۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے اور وہ برتن ایک بڑا کٹرا تھا جس کو فرق کہتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا اگر مرد اور عورت دونوں آپس میں مل کر ایک برتن سے غسل کریں یعنی باری باری کے ساتھ برتن سے چلو بھر بھر کر اپنے اوپر ڈالتے جائیں تو اس طور سے نہانا جائز ہے اور اس سے باقی مستعمل نہیں ہوتا ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرد کو اپنی بیوی کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا جائز ہے اور اسی طرح عورت کو بھی اپنے خاوند کی شرمگاہ دیکھنا جائز ہے اور فرق دو صاع کا ہوتا ہے اور صاع انگریزی وزن کے حساب سے قریب تین سیر کے ہوتا ہے۔ (فتح الباری)

بَابُ الْغُسْلِ بِالصَّاعِ وَنَحْوِهِ.

ایک صاع اور اس کی مانند کے ساتھ غسل کرنے کا بیان

۲۴۳ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ دَخَلْتُ أَنَا وَأَخُو عَائِشَةَ عَلَى عَائِشَةَ فَسَأَلَهَا أَخُوهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ نَحْوًا مِنْ صَاعٍ فَاغْتَسَلَتْ وَأَفَاضَتْ عَلَى رَأْسِهَا وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا حِجَابٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ وَبَهْزٌ وَالْجُدِّيُّ عَنْ شُعْبَةَ قَدْرِ صَاعٍ.

۲۴۳۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا رضاعی بھائی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے سو عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی نے اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کا حال پوچھا یعنی حضرت کس قدر پانی سے غسل کیا کرتے تھے سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بقدر صاع کے ایک برتن منگوایا پس اس میں غسل کیا اور اپنے سر پر پانی بہایا اور ہمارے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ایک پردہ تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یزید بن ہارون اور بہز اور جدی کی روایت میں نحو من صاع کے بدلے قدر صاع آیا ہے۔

فائدہ: ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سر اور اوپر کا بدن ننگا تھا اور باقی بدن ان کا ڈھانکا ہوا تھا اور وہ دونوں عائشہ رضی اللہ عنہا کے محرم تھے اس واسطے ان سے ستر نہ کیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی کو ایک کام کی تعلیم کرنے لگے تو مستحب ہے کہ وہ کام اس کے سامنے کر کے اس کو دکھلا دے اس لیے کہ وہ کام دکھلا دینے سے آدمی کے دل میں خوب جم جاتا ہے۔

٢٤٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ جَعْفَرٍ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ وَأَبُوْهُ وَعِنْدَهُ قَوْمٌ فَسَأَلُوْهُ عَنِ الْغُسْلِ فَقَالَ يَكْفِيْكَ صَاعٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَا يَكْفِيْنِيْ فَقَالَ جَابِرٌ كَانَ يَكْفِيْ مَنْ هُوَ أَوْفٰى مِنْكَ شَعَرًا وَخَيْرٌ مِّنْكَ ثُمَّ أَمَّنَا فِيْ ثَوْبٍ.

۲۴۴۔ ابو جعفر (یہ کنیت ہے امام محمد باقر کی) سے روایت ہے کہ وہ اور ان کا باپ اور ایک جماعت دوسرے لوگ بھی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے سو اس جماعت نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے غسل کا حال پوچھا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر پانی سے غسل کیا کرتے تھے سو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا یعنی ان کے جواب میں کہ ایک صاع پانی کا غسل کے لیے تجھ کو کافی ہے سو ایک مرد نے کہا کہ ایک صاع مجھ کو کافی نہیں ہوسکتا ہے سو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک صاع پانی کفایت کرتا تھا اس شخص کو جس کے بال تجھ سے زیادہ تھے اور جو تجھ سے بہتر تھا یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو (ابو جعفر نے کہا) کہ پھر جابر رضی اللہ عنہ نے ایک کپڑے میں ہم کو نماز پڑھائی یعنی ہماری امامت کرائی اور سوائے تہ بند کے اور کوئی کپڑا ان کے مونڈھوں پر نہیں تھا۔

فائدہ: غرض جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی یہ تھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ایک صاع پانی کا غسل کے واسطے کافی ہو جاتا تھا حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال بھی تجھ سے زیادہ تھے پھر تجھ کو ایک صاع پانی کیسے کافی نہیں ہوسکتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ ایک صاع پانی سے زیادہ کے ساتھ غسل کرنا مکروہ ہے مگر یہ جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے والا یہ ایک واقع کا ذکر ہے ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول نہیں تھا اس لیے کہ صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرق سے غسل کیا ہے اور فرق شافعی اور ابن عیینہ کے نزدیک تین صاع کا ہوتا ہے اور ایک روایت میں مسلم میں یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مد سے غسل کیا ہے پس مختلف حالات پر اس حدیث جابر رضی اللہ عنہ کو حمل کیا جائے گا اور یا اس حدیث جابر رضی اللہ عنہ کو استحباب پر محمول کیا جائے گا اور اس سے کم وبیش کو جواز پر یعنی صاع سے غسل کرنا مستحب ہے اور اس سے زیادہ پانی کے ساتھ غسل کرنا جائز ہے یا یہ کہ بلا حاجت اس سے زیادہ کرنا مکروہ ہے اور حاجت ہو تو جائز ہے الغرض صاع سے زیادہ پانی کے ساتھ غسل کرنا جائز ہے اور اسی پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہو چکا ہے جیسے کہ پارہ اول میں مذکور ہو چکا ہے، واللہ اعلم۔

٢٤٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۴۵۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیوی میمونہ رضی اللہ عنہا دونوں ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ ابن عیینہ (راوی اس حدیث کا)

وَمَیْمُوْنَةَ کَانَا یَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَآءٍ وَاحِدٍ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ کَانَ ابْنُ عُیَیْنَةَ یَقُوْلُ أَخِیْرًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَیْمُوْنَةَ وَالصَّحِیْحُ مَا رَوٰی أَبُوْ نُعَیْمٍ.

اخیر عمر میں اس حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت کے درمیان میمونہ رضی اللہ عنہا کا واسطہ بیان کیا کرتا تھا یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خود حضرت کو میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ غسل کرتے نہیں دیکھا ہے بلکہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے اس کو سنا ہے (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا) لیکن ابونعیم کی روایت صحیح ہے یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت کو اپنی آنکھ سے غسل کرتے دیکھنا بھی صحیح ہے۔

فائدہ: پہلی دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صاع سے زیادہ پانی کے ساتھ غسل کرنا مکروہ ہے اور اسراف میں داخل ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت کی ساتھ ترجمہ باب کے اور مطابقت اس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ساتھ ترجمہ باب کے ظاہرًا معلوم نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ اس میں صاع اور اس کے مقدار کا کچھ ذکر نہیں سو جاننا چاہیے وجہ مناسبت اس حدیث کی ساتھ ترجمہ باب کے کئی طور سے ہے کہ اول اس طرح سے ہوسکتی ہے کہ اس زمانے میں عرب کے برتن چھوٹے ہوتے تھے جیسے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت جگہ لکھ دیا ہے پس اندریں صورت دوسری خبر ترجمہ میں یعنی صاع کی مثل میں داخل ہوگا۔ دوم اس حدیث کے بعض طریقوں میں قدر صاع کا بھی آ گیا ہے۔ سوم اس حدیث میں برتن سے مراد فرق رکھا جائے گا جو حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں مذکور ہو چکا ہے اس لیے کہ وہ دونوں حضرت کی بیویاں تھیں اور جب کہ فرق میں دونوں نے غسل کیا تو ہر ایک کے حصہ میں تخمینًا ایک صاع آئے گا پس تقریبًا ترجمہ سے مناسبت حاصل ہو جائے گی وباللہ التوفیق فتح الباری۔

بَابُ مَنْ أَفَاضَ عَلٰی رَأْسِهٖ ثَلَاثًا.

اپنے سر پر تین بار پانی بہانے کا بیان یعنی یہ کام مستحب ہے۔

۲۴۶ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ بْنُ صُرَدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ جُبَیْرُ بْنُ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَنَا فَأُفِیْضُ عَلٰی رَأْسِیْ ثَلَاثًا وَأَشَارَ بِیَدَیْهِ کِلْتَیْهِمَا.

۲۴۶۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو اپنے سر پر تین بار پانی ڈالتا ہوں یعنی غسل میں اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرکے سر پر پانی بہانے کی شکل بتلا دی۔

۲۴۷ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مِخْوَلِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

۲۴۷۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر تین بار پانی بہایا کرتے تھے۔

وَسَلَّمَ يُفْرِغُ عَلٰى رَأْسِهِ ثَلَاثًا.

۲۴۸ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ لِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَتَانِي ابْنُ عَمِّكَ يُعَرِّضُ بِالْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ كَيْفَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ ثَلَاثَةَ أَكُفٍّ وَيُفِيْضُهَا عَلٰى رَأْسِهِ ثُمَّ يُفِيْضُ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهِ فَقَالَ لِيَ الْحَسَنُ إِنِّيْ رَجُلٌ كَثِيْرُ الشَّعَرِ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرَ مِنْكَ شَعَرًا.

۲۴۸۔ابوجعفر سے روایت ہے کہ مجھ سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تیرے چچا کا بیٹا میرے پاس آیا تھا یعنی حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم (اصل میں حسن امام باقر کے باپ کے چچا کا بیٹا ہے مگر جابر رضی اللہ عنہ نے اس کو امام باقر کے چچا کا بیٹا جو کہا تو بطریق مسامحت کے کہا) سو اُس نے کہا یعنی حسن بن محمد نے کہ جنابت سے نہانا کس طرح پر ہے یعنی جنابت سے کس طریق پر غسل کیا جاتا ہے سو میں نے کہا (جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے) یعنی حسن کے سوال کے جواب میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین چلو پانی کے لیتے تھے سو ان کو اپنے سر پر بہاتے یعنی تین بار پھر (پانی کو) اپنے تمام بدن پر بہا دیتے (جابر رضی اللہ عنہ کہتا ہے) سو مجھ کو حسن نے کہا کہ میرے بال تو بہت ہیں یعنی مجھ کو اتنا پانی کافی نہیں ہوسکتا ہے بلکہ اس سے بہت پانی چاہیے تاکہ میرے سب بال تر ہو جائیں اور خشک نہ رہ جائیں سو میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تجھ سے زیادہ تر تھے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو غسل کے واسطے اس قدر پانی کافی ہوجاتا تھا حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال بھی تجھ سے زیادہ تھے پھر اب تجھ کو اس قدر پانی غسل میں کیوں کافی نہیں ہوسکتا ہے حالانکہ تیرے بال تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کم ہیں۔

فائدہ: ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ غسل میں تین بار سر پر پانی بہانا مستحب ہے اور اس سے زیادہ پانی خرچ کرنا اسراف میں داخل ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت ان حدیثوں کی ساتھ ترجمہ باب کے۔

بَابُ الْغُسْلِ مَرَّةً وَّاحِدَةً.

ایک بار غسل کرنے کا بیان یعنی غسل میں فقط ایک بار بدن پر پانی بہانا بھی کافی اور جائز ہے۔

فائدہ: ایک بار غسل کرنا فرض ہے اس سے کم کرنا جائز نہیں اور تین بار غسل کرنا سنت ہے نزدیک جمہور علماء کے۔

۲۴۹ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ

۲۴۹۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَآءً لِلْغُسْلِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَفْرَغَ عَلٰى شِمَالِهِ فَغَسَلَ مَذَاكِيْرَهُ ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهِ ثُمَّ تَحَوَّلَ مِنْ مَكَانِهِ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ.

کی بیوی) نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کے غسل کے لیے پانی لا کر رکھا سو حضرت ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا دو بار یا تین بار پھر اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر رگڑا یعنی کمال پاک کرنے کے واسطے پھر ان کو دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے منہ اور ہاتھوں کو دھویا پھر اپنے نہانے کی جگہ سے پھرے یعنی اس سے کنارے ہوئے سو اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی ساتھ ترجمہ باب کے اس طور سے ہے کہ یہ حدیث مطلق ہے یعنی اس میں مطلق بدن پر پانی بہانے کا ذکر ہے دو یا تین بار وغیرہ کے پانی بہانے کا اس میں کچھ ذکر نہیں پس ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فقط ایک ہی بار اپنے بدن پر پانی بہایا اس پر زیادہ نہیں کیا۔

بَابُ مَنْ بَدَأَ بِالْحِلَابِ أَوِ الطِّيْبِ عِنْدَ الْغُسْلِ.

غسل کے وقت برتن پانی اور خوشبو کے ساتھ شروع کرنے کا بیان یعنی غسل کے وقت پانی کا برتن طلب کرنا اور اس سے غسل کرنا اور بدن کو میل سے پاک صاف کرنا یا غسل سے پہلے خوشبو کا استعمال کرنا سنت ہے۔

فائدہ: حلاب کہتے ہیں ایک برتن کو کہ مقدار کوزہ کے ہوتا ہے اور اُس میں ایک صاع پانی کا آتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حلاب ایک خوشبو کا نام ہے جو بعض میوہ جات کے درختوں سے نچوڑ کر نکال لیتے ہیں عرب لوگ نہانے سے پہلے اس کو استعمال کیا کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حلاب عرق گلاب کو کہتے ہیں کہ عرب لوگ غسل کے وقت اس کو پہلے استعمال کیا کرتے ہیں اور اس باب میں یہ سب معنی بن سکتے ہیں لیکن حدیث باب کے اول معنی کی بہت مناسب ہے اور اس ترجمہ کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ غسل کے واسطے کبھی آنحضرت ﷺ پانی کا برتن منگواتے اور غسل کرتے اور کبھی خوشبو طلب کرتے اور غسل سے پہلے اس کو استعمال کرتے، واللہ اعلم بالصواب۔

٢٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

٢٥٠۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تھے رسول اللہ ﷺ جب ارادہ کرتے غسل کرنے کا جنابت سے تو حلاب کی مانند یعنی بقدر صاع کے ایک برتن منگواتے یعنی حکم فرماتے کہ یہ برتن

وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوَ الْحِلَابِ فَأَخَذَ بِكَفِّهِ فَبَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ الْأَيْسَرِ فَقَالَ بِهِمَا عَلٰى وَسَطِ رَأْسِهِ.

پانی سے بھرا ہوا آپ کے پاس لایا جائے سو آپ دونوں ہاتھوں کے ساتھ پانی لیتے یعنی برتن سے پس اپنے سر کی داہنی طرف سے شروع کرتے پھر بائیں طرف سے پس ڈالتے ساتھ ان کے پانی درمیان سر اپنے کے یعنی اپنے دونوں ہاتھوں سے ایک چلو پانی لے کر پہلے سر کی داہنی طرف دھوتے پھر دوسرے چلو سے بائیں طرف دھوتے پھر تیسرے چلو سے پانی سر کے درمیان ڈالتے اور اپنے سر کو دھوتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غسل کرنے کے واسطے پانی کا برتن منگوانا اور اُس سے غسل کرنا جائز ہے اور یہ ایک وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ساتھ باب کے وجوہ مذکورہ سے اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ داہنی طرف سے شروع کرنا مستحب ہے اور غسل جنابت میں تین چلو کافی ہو جاتے ہیں۔ (فتح)

بَابُ الْمَضْمَضَةِ وَالْاِسْتِنْشَاقِ فِي الْجَنَابَةِ.

غسلِ جنابت میں کلی کرنی اور ناک میں پانی ڈالنے کا بیان یعنی کیا واجب ہے یا سنت ہے؟

٢٥١ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَتْنَا مَيْمُوْنَةُ قَالَتْ صَبَبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَأَفْرَغَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى يَسَارِهٖ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهٗ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا بِالتُّرَابِ ثُمَّ غَسَلَهَا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَأَفَاضَ عَلٰى رَأْسِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ ثُمَّ أُتِيَ بِمِنْدِيْلٍ فَلَمْ يَنْفُضْ بِهَا قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِيْ لَمْ يَتَمَسَّحْ بِهَا.

٢٥١۔ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی ڈالا یعنی کسی برتن میں ڈال کر رکھا تا کہ اس کے ساتھ غسل کریں سو (اول) آپ نے اپنے داہنے ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا سو اُن دونوں کو دھویا پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر مارا پس اس کو مٹی کے ساتھ رگڑا پس دونوں کو دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اپنے منہ کو دھویا اور اپنے سر پر پانی بہایا پھر کنارے ہوئے یعنی غسل کرنے کی جگہ سے سو آپ نے دونوں پاؤں کو دھویا پھر آپ کے پاس رومال لایا گیا یعنی بدن پونچھنے کے واسطے سو آپ نے اس سے بدن کو نہ پونچھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ لم ینفض کا معنی لم یتمسح بھا ہے یعنی آپ نے اس رومال کے ساتھ اپنے بدن کو نہ پونچھا بلکہ تری کو اپنے بدن پر چھوڑ دیا۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ غسل جنابت میں کلی کرنی اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں سنت ہیں واجب نہیں ہیں اس لیے کہ آئندہ باب میں اُسی حدیث میں صاف آ گیا ہے ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوْءَ هٗ لِلصَّلٰوةِ یعنی پھر آپ نے نماز کے وضو کی مانند وضو کیا پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کلی کرنی اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں وضو کے ساتھ خاص ہیں اور اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ غسل میں وضو فرض نہیں ہے اور جب کہ وضو فرض نہ ہوا تو کلی کرنی اور ناک میں پانی ڈالنا بھی فرض نہ ہوگا اس لیے کہ یہ دونوں وضو کے تابع ہیں کذافی الفتح اور حنفیہ کے نزدیک غسل جنابت میں کلی کرنی اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے وہ کہتے ہیں کہ کلی کرنی اور ناک میں پانی ڈالنا وضو کے ساتھ خاص نہیں ہیں اور یہ حصر کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ بعض حکم وضو اور غسل کے (جو وضو کے ضمن میں مشترک ہیں) دونوں طرح سے معمول ہوں یعنی سنت بھی ہوں اور واجب بھی ہوں اس لیے کہ نہ واجب ہونا اُن حکموں کا وضو کی حیثیت سے اس کو مستلزم نہیں ہے کہ یہاں بھی واجب نہ ہوں بلکہ ہوسکتا ہے کہ غسل کی حیثیت سے واجب ہوں سو جواب اس کا یہ ہے کہ ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کو مستلزم ہیں علاوہ ازیں کسی حدیث سے ان دونوں کا فرض ہونا غسل میں ثابت نہیں ہوتا ہے پس اس تکلف کی کوئی حاجت نہیں ہے اور بعض لوگ اس آیت فَاطَّهَّرُوْا سے دلیل پکڑتے ہیں کہ غسل میں کمال مبالغہ کا حکم آیا ہے پس تمام ظاہر بدن کا پاک کرنا واجب ہے اور مُنہ اور ناک کا اندر ظاہر بدن میں داخل ہے پس کلی کرنی اور ناک میں پانی ڈالنا بھی واجب ہوگا سو جواب اس کا یہ ہے جو کہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے مصفی شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ یہ استدلال ضعیف ہے اس لیے کہ معنی مبالغہ کا استیعاب تمام بدن میں ظاہر ہو چکا ہے یعنی بیان یہاں مبالغہ کا یہ ہے کہ تمام بدن کو تر کرو کوئی جگہ خشک نہ چھوڑو پس دلالت کرنا مبالغہ کا مضمضہ اور استنشاق کے وجوب پر اس سے لازم نہیں آتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ غسل اور وضو کے بعد کسی کپڑے رومال وغیرہ سے اپنے بدن کو پونچھنا مستحب ہے اس لیے کہ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہمیشہ کی عادت تھی کہ آپ غسل کے بعد اپنے بدن کو رومال سے پونچھ ڈالا کرتے تھے اسی وجہ سے آپ کے پاس رومال لایا گیا اور اس موقع میں آپ کا بدن نہ پونچھنا شاید اس وجہ سے تھا کہ یہ کپڑا بہت میلا تھا یا اس واسطے تھا کہ بعد غسل کے کپڑے سے بدن پونچھنا لوگ واجب نہ سمجھ لیں۔

بَابُ مَسْحِ الْيَدِ بِالتُّرَابِ لِتَكُوْنَ أَنْقٰى.

مٹی کے ساتھ ہاتھ مانجنا تاکہ زیادہ تر پاک ہو جائے یعنی استنجے کے بعد مٹی سے ہاتھ ملنے مستحب ہیں۔

۲۵۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا

۲۵۲۔ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابت کے سبب سے غسل کیا سو اول ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو

الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ بِيَدِهٖ ثُمَّ دَلَكَ بِهَا الْحَآئِطَ ثُمَّ غَسَلَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوْءَ هُ لِلصَّلَاةِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

دھویا پھر اس کو دیوار کے ساتھ مانجا یعنی واسطے صاف کرنے کے پھر اپنی نماز کے وضو کی طرح وضو کیا سو جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ استنجے کے بعد مٹی کے ساتھ ہاتھ مانجنے مستحب ہیں اس لیے کہ اس سے ہاتھ اچھی طرح پاک اور صاف ہو جاتا ہے اور ناپاکی اچھی طرح سے دور ہو جاتی ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی ساتھ باب کے۔

بَابُ هَلْ يُدْخِلُ الْجُنُبُ يَدَهُ فِي الْإِنَآءِ قَبْلَ أَنْ يَّغْسِلَهَا إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلٰى يَدِهٖ قَذَرٌ غَيْرُ الْجَنَابَةِ.

اگر جنبی آدمی کے ہاتھ پر سوائے جنابت کے اور کوئی پلیدی نہ ہو تو اس کو پانی کے برتن میں بے دھوئے ہاتھ ڈالنا جائز ہے یا نہیں ہے۔

فائدہ: غرض امام بخاری کی اس باب کے باندھنے سے یہ ہے کہ جنبی کے ہاتھ پر جب کوئی پلیدی نہ ہو تو اس کو پانی کے برتن میں بے دھوئے ہاتھ ڈالنا جائز ہے اس لیے کہ جنابت کے سبب سے آدمی کا کوئی عضو ناپاک نہیں ہوتا ہے اور پلیدی حکمی جنابت کی سے پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے جیسے کہ حقیقی پلیدی سے ناپاک ہو جاتا ہے چنانچہ اسی کی تائید میں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے آثار صحابہ کو ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں۔

وَأَدْخَلَ ابْنُ عُمَرَ وَالْبَرَآءُ بْنُ عَازِبٍ يَدَهُ فِي الطَّهُوْرِ وَلَمْ يَغْسِلْهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ.

یعنی داخل کیا ابن عمر اور براء بن عازب رضی اللہ عنہم نے اپنے ہاتھ کو وضو کے پانی میں اور حالانکہ اُس کو نہ دھویا تھا یعنی پہلے داخل کرنے سے پھر وضو کیا یعنی اسی پانی سے۔

فائدہ: عبدالرزاق نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو دھو کر برتن میں داخل کیا کرتے تھے سو ان دونوں میں تطبیق اس طرح سے ہو سکتی ہے کہ یہ مختلف وقتوں کا ذکر ہے جہاں ہاتھوں کو نہیں دھویا وہاں اُن پر کوئی پلیدی نہیں ہوگی اور جہاں دھویا ہے وہاں کوئی پلیدی وغیرہ ہاتھوں پر ہوگی یا دھو لینا مستحب ہے اور نہ دھونا جائز ہے پس معلوم ہوا کہ بغیر دھونے کے ہاتھ کو برتن میں داخل کرنا جائز ہے اور تائید کرتا ہے اس کی جو شعبی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جنابت کی حالت میں بے دھوئے ہاتھ پانی کے اندر داخل کرتے تھے۔

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ بَأْسًا بِمَا

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ عنہما ایسے پانی سے کوئی

يَنۡتَضِحُ مِنۡ غُسۡلِ الۡجَنَابَةِ.

خوف نہیں دیکھتے تھے جو جنابت سے نہانے کے بعد قطرہ قطرہ ٹپکتا ہے یعنی غسل جنابت کے بعد جو پانی کے قطرے بدن سے گرتے ہیں اگر کپڑے وغیرہ پر پڑ جائیں تو اس کا کچھ ڈر نہیں ہے اور کپڑا اس سے ناپاک نہیں ہوتا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر جنبی اپنے ہاتھ کو برتن میں ڈال دے تو اس سے پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ جنابت حکمی اگر پانی کو ناپاک کر دیتی تو جس پانی میں نہانے کے وقت جنبی کے بدن سے قطرے گرتے ہیں ایسے پانی سے غسل کرنا منع ہوتا حالانکہ اس سے غسل کرنا جائز ہے پس معلوم ہوا کہ جنبی کو پانی میں ہاتھ ڈالنا بھی جائز ہے اور جنابت حکمی سے آدمی ناپاک نہیں ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی ساتھ ترجمہ باب کے۔ (فتح)

٢٥٣ ـ حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ مَسۡلَمَةَ أَخۡبَرَنَا أَفۡلَحُ بۡنُ حُمَيۡدٍ عَنِ الۡقَاسِمِ عَنۡ عَائِشَةَ قَالَتۡ كُنۡتُ أَغۡتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مِنۡ إِنَآءٍ وَاحِدٍ تَخۡتَلِفُ أَيۡدِيۡنَا فِيۡهِ.

۲۵۳۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے مختلف ہوتے تھے اس میں ہاتھ ہمارے یعنی ہم دونوں برتن سے باری باری کے ساتھ پانی اٹھاتے تھے اس طور سے کہ ایک بار اپنے ہاتھوں کے ساتھ برتن سے میں پانی اٹھاتی اور ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھاتے وعلی ہذا القیاس تمام غسل میں اسی طرح کرتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنبی آدمی کو تھوڑے پانی سے چلو کے ساتھ پانی اٹھا لینا جائز ہے اور اس میں ہاتھ ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا بلکہ ایسے پانی سے غسل کرنا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنبی کو کھڑے پانی میں غوطہ مارنے کے واسطے جو نہی وارد ہوئی ہے تو وہ نہی تنزیہی ہے اس سے پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ جنبی کا خواہ تمام بدن ہو یا ایک عضو ہو جنابت میں سب برابر ہے پس جب ایک عضو کے پانی میں داخل کرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے تو اسی طرح تمام بدن کے ساتھ پانی میں غوطہ لگانے سے بھی پانی ناپاک نہیں ہو گا اور مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب کے ساتھ اس طور سے ہے کہ جب جنبی کو غسل کے واسطے پانی کے برتن سے چلو بھرنا اور اس میں بے دھوئے ہاتھ ڈالنا جائز ہے جیسے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ دوسری حدیث میں جو برتن میں ڈالنے سے پہلے ہاتھ دھونے کا حکم آیا ہے تو وہ جنابت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ وہ حکم اسی جگہ میں ہے جہاں پلیدی کا یقین ہو یا ظن ہو اور جب کہ دھونا ہاتھوں کا جنابت کی وجہ سے واجب نہ ہوا تو جنبی کو بغیر دھونے کے برتن میں ہاتھ ڈالنا جائز ہو گا۔ (فتح) مترجم عفی اللہ عنہ کہتا ہے کہ ظاہر وجہ مطابقت کی یہ ہے کہ اس

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی میں ہاتھ داخل کرنے کو جنابت مانع نہیں اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اور عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں برتن سے چلو بھر بھر کر غسل کرتے تھے پس اگر جنابت کی وجہ سے ہاتھ ناپاک ہوتے تو پھر تمام ہونے غسل تک پاک نہ ہوتے پس غسل کے اندر ہاتھوں سے پانی اٹھا اٹھا کر بدن پر ڈالنا اوران سے غسل کرنا جائز نہ ہوتا اور جب کہ جنابت قبل تمام ہونے غسل کے پانی میں ہاتھ ڈالنے کو مانع نہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ جنبی کو بغیر دھوئے کے برتن میں ہاتھ ڈالنا جائز ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

٢٥٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَهُ.

۲۵۴۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تھے رسول اللہ ﷺ جب ارادہ کیا کرتے غسل کا جنابت سے تو دھولیا کرتے اپنے دونوں ہاتھ یعنی اول تمام بدن سے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھو لیتے پھر بعد اس کے تمام غسل کرتے۔

فائدہ: یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری حدیثوں کے ساتھ مل کر گویا کہ ایک دوسری کی تفسیر ہیں اس لیے کہ یہ حدیث پلیدی کی حالت پر محمول ہے اور دوسری حدیثیں حالت پاکی پر محمول ہیں یعنی جب آنحضرت ﷺ کے ہاتھوں پر کوئی پلیدی ہوتی تو اس وقت دھو لیتے تھے اور جب آپ کے ہاتھوں پر پلیدی نہ ہوتی تو اس وقت نہیں دھوتے تھے یا ہاتھ دھونے کی حدیث کو استحباب پر حمل کیا جائے اور ہاتھ نہ دھونے کی حدیث کو جواز پر حمل کیا جائے پس دونوں صورتوں میں تعارض دفع ہو جائے گا پس مناسبت اس حدیث کی ساتھ ترجمہ کے باعتبار ضد اور مقابلہ کے ہے۔

٢٥٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنْ جَنَابَةٍ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ.

۲۵۵۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور نبی ﷺ دونوں مل کر ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے جنابت کے سبب سے۔

٢٥٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَرْأَةُ مِنْ نِسَآئِهِ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَآءٍ وَاحِدٍ زَادَ مُسْلِمٌ

۲۵۶۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کی بیویوں سے ایک بیوی دونوں مل کر ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔ مسلم اور وہب کی روایت میں جنابت کا لفظ زیادہ ہے۔

وَوَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ شُعْبَةَ مِنَ الْجَنَابَةِ.

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے کو جنابت مانع نہیں ہے اس لیے کہ آنحضرت ﷺ جنابت کی حالت میں برتن سے ہاتھ کے ساتھ پانی اٹھا اٹھا کر اپنے بدن پر ڈالا کرتے تھے پس اگر جنابت کی وجہ سے ہاتھ ناپاک ہوتے تو پانی کے اندر ہاتھ ڈالنے سے ناپاک ہو جاتا اور غسل کرنا اس سے جائز نہ ہوتا جیسے کہ پیچھے مذکور ہو چکا ہے پس مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ تَفْرِيْقِ الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ. غسل اور وضو کے کاموں میں جدائی کرنے کا بیان۔

فائدہ: وضو کے عملوں میں جدائی کرنی دو طور سے ہے ایک یہ کہ غسل اور وضو کے درمیان کوئی دوسرا کام کر لے دوسرا یہ کہ اعضاء کو پے در پے نہ دھوئے بلکہ جب ایک عضو خشک ہو جائے تو پھر دوسرے کو دھوئے مثلاً پہلے ایک پاؤں کو دھوئے جب وہ خشک ہو جائے تو پھر دوسرے کو دھوئے تو اس طرح وضو کے اعضاء میں جدائی کرنی جائز ہے چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تائید میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ غَسَلَ قَدَمَيْهِ بَعْدَ مَا جَفَّ وَضُوْءُهُ. یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ اُس نے وضو خشک ہو جانے کے بعد اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔

فائدہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کو امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ام میں روایت کیا ہے لیکن اس میں اس طور سے ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بازار میں وضو کیا اور اپنے پاؤں کو نہ دھویا پھر مسجد میں چلے گئے وہاں جا کر اپنے موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی۔

۲۵۷ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَآءً يَغْتَسِلُ بِهٖ فَأَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَفْرَغَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَغَسَلَ مَذَاكِيْرَهٗ ثُمَّ دَلَكَ يَدَهٗ بِالْأَرْضِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ وَغَسَلَ

۲۵۷۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا مگر اس میں زیادہ ہے پھر نہانے کی جگہ سے کنارے ہوئے پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔

رَأْسَهُ ثَلاثًا ثُمَّ أَفْرَغَ عَلٰى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحّٰى مِنْ مَقَامِهِ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کے اعضاء میں تفریق جائز ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے وضو کیا سو اپنے منہ اور ہاتھوں کو غسل سے پہلے دھویا اور پاؤں کو غسل کے پیچھے دھویا کنارے ہو کر اور اگر پاؤں دھونے کو غسل کے اندر داخل کیا جائے اور تفریق ساتھ ایک طرف ہونے کے غسل کی جگہ سے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا لیا جائے تو اس حدیث کی مطابقت تمام ترجمہ سے ہو جائے گی اور یا تفریق غسل کو تفریق وضو پر قیاس کیا جائے گا اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے رد کرنا ہے اُس شخص کا جو وضو میں موالات اور پے در پے اعضاء دھونے کو واجب کہتا ہے جیسے کہ امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ۔ وباللہ التوفیق۔

بَابُ مَنْ أَفْرَغَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فِي الْغُسْلِ.

غسل کے وقت استنجے میں داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی بہانے کا بیان۔

۲۵۸ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ وَضَعْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا وَسَتَرْتُهُ فَصَبَّ عَلٰى يَدِهٖ فَغَسَلَهَا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ قَالَ سُلَيْمَانُ لَا أَدْرِيْ أَذَكَرَ الثَّالِثَةَ أَمْ لَا ثُمَّ أَفْرَغَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَغَسَلَ فَرْجَهُ ثُمَّ دَلَكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ أَوْ بِالْحَائِطِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَغَسَلَ رَأْسَهُ ثُمَّ صَبَّ عَلٰى جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهُ خِرْقَةً فَقَالَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَلَمْ يُرِدْهَا.

۲۵۸۔ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے غسل کے لیے پانی لا کر رکھا اور آپ کو پردہ کیا یعنی لوگوں سے پوشیدہ کیا سو آپ نے اپنے ہاتھ پر پانی گرایا پس اس کو دھویا ایک بار یا دو بار سلیمان (راوی نے) کہا مجھ کو معلوم نہیں کہ سالم نے تیسری بار دھونا ذکر کیا ہے یا نہیں پھر گرایا پانی کو اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر سو اپنی شرمگاہ کو دھویا پھر آپ نے ہاتھ کو زمین یا دیوار سے رگڑا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے منہ اور ہاتھوں کو دھویا اور اپنے سر کو دھویا پھر اپنے تمام بدن پر پانی بہایا پھر کنارے ہوئے یعنی نہانے کی جگہ سے سو اپنے دونوں پاؤں کو دھویا سو میں نے آپ کو کپڑا دیا یعنی بدن پونچھنے کے واسطے سو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا یعنی یہ کہ میں کپڑا نہیں لیتا ہوں اور آپ نے کپڑے کو نہ مانگا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استنجے میں مستحب یہی ہے کہ اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی گرائے اور

بائیں سے استنجاء کرے۔

بَابُ إِذَا جَامَعَ ثُمَّ عَادَ وَمَنْ دَارَ عَلٰى نِسَآءِهٖ فِيْ غُسْلٍ وَاحِدٍ.

جب کوئی مرد اپنی عورت کے ساتھ ایک بار صحبت کرے اور دوسری بار پھر صحبت کرے یعنی دونوں جماعوں کے درمیان وضو نہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور جو شخص کہ ایک غسل میں اپنی تمام بیویوں پر پھرے یعنی درمیان جماعوں کے غسل نہ کرے بلکہ سب کے ساتھ جماع کر کے بعد کو فقط ایک ہی بار غسل کر لے تو اس کا کیا حکم ہے یعنی جائز ہے یا نہیں۔

٢٥٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ ذَكَرْتُهُ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَطُوْفُ عَلٰى نِسَآئِهٖ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا يَنْضَخُ طِيْبًا.

٢٥٩۔ ابراہیم کے باپ محمد بن منتشر سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ذکر کیا (وہ قول ان کا یہ ہے کہ میں ایسی خوشبو کے استعمال کو جائز نہیں رکھتا ہوں جس کا اثر احرام باندھنے کے بعد باقی رہے) سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اللہ ابوعبدالرحمٰن (یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت ہے) پر رحمت کرے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو ملا کرتی تھی یعنی احرام باندھنے سے پہلے سو آپ اپنی تمام عورتوں پر پھرتے یعنی سب کے ساتھ جماع کرتے پھر صبح کرتے حالت احرام میں اور آپ سے خوشبو ٹپکتی تھی یعنی خوشبو کا اثر بعد احرام کے باقی رہتا ہے۔

فائدہ: ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعوں کے درمیان میں غسل نہیں کیا ہے بلکہ سب کے ساتھ جماع کر کے بعد کو فقط ایک ہی بار غسل کیا ہے خاص کر آئندہ حدیث سے اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو مسلم میں ہے صریح معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فقط ایک غسل کیا ہے پس ثابت ہوا کہ دو جماعوں کے درمیان غسل کرنا واجب نہیں بلکہ کئی بار جماع کر کے بعد کو فقط ایک بار غسل کر لینا ہی جائز ہے اور جس حدیث میں ہر جماع کے ساتھ تازہ غسل کرنے کا ذکر ہے سو اس سے مراد استحباب ہے یعنی ہر جماع کے ساتھ تازہ غسل کرنا مستحب ہے پس جواز کے منافی نہیں ہوگا پس دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی اور جب کہ دو جماعوں کے درمیان غسل ترک کرنا جائز ہے تو دونوں کے درمیان وضو ترک کرنا بھی جائز ہوگا پس مطابقت اس حدیث کی ساتھ ترجمہ کے ظاہر ہوگئی

وباللہ التوفیق اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس سے رد کرنا ہے اس شخص پر جو دو جماعوں کے درمیان وضو کو واجب کہتا ہے جیسے کہ اہل ظاہر وغیرہ۔

۲۶۰ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُوْرُ عَلٰى نِسَآئِهِ فِي السَّاعَةِ الْوَاحِدَةِ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُنَّ إِحْدٰى عَشْرَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ أَوَكَانَ يُطِيْقُهُ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ أُعْطِيَ قُوَّةَ ثَلَاثِيْنَ وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ إِنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ تِسْعُ نِسْوَةٍ.

۲۶۰۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پھرتے اپنی سب بیویوں پر (یعنی جماع کرتے ساتھ ان کے) ایک ساعت میں رات اور دن کے (یعنی کبھی دن کو سب کے ساتھ جماع کرتے اور کبھی رات میں سب سے جماع کرتے) اور آپ کی بیویاں گیارہ تھیں یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا وحفصہ رضی اللہ عنہا وام سلمہ رضی اللہ عنہا وزینب بنت جحش رضی اللہ عنہا وام حبیبہ رضی اللہ عنہا وجویریہ رضی اللہ عنہا ومیمونہ رضی اللہ عنہا وسودہ رضی اللہ عنہا وصفیہ رضی اللہ عنہا اور زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اور ریحانہ رضی اللہ عنہا میں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا (قتادہ کا قول ہے) کہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اتنی بیویوں کے ساتھ صحبت کرنے) کی قوت رکھتے تھے (سو) انس رضی اللہ عنہ نے (اس کے جواب میں) کہا کہ ہم لوگ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مرد کی قوت دی گئی ہے اور سعید کی روایت میں قتادہ سے گیارہ عورتوں کے بدلے نو عورتوں کا ذکر ہے سو ان دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق اس طور سے ہے کہ اصل منکوحہ عورتیں نو تھیں اور دو لونڈیاں تھیں اور یا اختلاف اوقات پر محمول ہے یعنی کبھی گیارہ تھیں اور کبھی نو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعوں کے درمیان غسل نہیں کیا بلکہ سب سے بعد کو ایک بار غسل کیا اس لیے کہ ایک ساعت میں گیارہ بار جماع کرنا اور گیارہ بار غسل کرنا مشکل ہے اور یہی ہے وجہ مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

بَابُ غَسْلِ الْمَذْيِ وَالْوُضُوْءِ مِنْهُ. مذی کے دھونے اور اس سے وضو کرنے کا بیان۔

فائدہ: مذی کہتے ہیں اس پانی سفید چیکنے والے کو جو عورتوں کے ساتھ کھیلنے کے وقت آلت کے سر پر آ جاتا ہے اور اس کے نکلنے سے کچھ کچھ لذت معلوم ہوتی ہے۔

۲۶۱ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا زَآئِدَةُ

۲۶۱۔ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو بہت مذی آیا کرتی تھی

عَنْ أَبِیْ حَصِیْنٍ عَنْ أَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّآءً فَأَمَرْتُ رَجُلًا أَنْ یَّسْأَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهٖ فَسَأَلَ فَقَالَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ.

سو میں نے ایک مرد کو حضرت ﷺ سے مسلہ پوچھنے کا حکم کیا بسبب ہونے آپ کی بیٹی کے میرے نکاح میں یعنی شرم سے میں خود حضرت ﷺ سے نہ پوچھ سکا بلکہ دوسرے آدمی کو پوچھنے کا حکم کیا پس اس نے حضرت ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ وضو کر اور اپنی آلت کو دھو ڈال یعنی غسل اس صورت میں واجب نہیں ہے فقط وضو آتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مذی کا دھو ڈالنا اور اس سے وضو کرنا واجب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مذی کھرچ ڈالنے سے کپڑا پاک نہیں ہوتا ہے جب تک کہ اس کو دھویا نہ جائے بخلاف منی کے کہ اس کے کھرچ ڈالنے سے بھی کپڑا پاک ہو جاتا ہے اور یہی معلوم ہوتی ہے غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے واللہ اعلم بالصواب۔ اور ذکر اس باب کا کتاب الغسل میں واسطے دفع کرنے ظن غسل کے ہے مذی آنے سے واسطے ہم شکل ہونے اس کے ساتھ منی کے۔

بَابُ مَنْ تَطَیَّبَ ثُمَّ اغْتَسَلَ وَبَقِیَ أَثَرُ الطِّیْبِ.

اگر کوئی شخص اپنے بدن پر خوشبو ملے پھر غسل کر ڈالے اور خوشبو کا اثر (یعنی رنگ اور بو اس کی) غسل کے بعد بدن پر باقی رہے تو اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ یہ امر جائز ہے۔

۲۶۲ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ إِبْرَاهِیْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِیْهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ فَذَكَرْتُ لَهَا قَوْلَ ابْنِ عُمَرَ مَا أُحِبُّ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِمًا أَنْضَخُ طِیْبًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَنَا طَیَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَافَ فِیْ نِسَآئِهٖ ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِمًا.

۲۶۲۔ محمد بن منتشر سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول اُن سے ذکر کیا (وہ قول یہ ہے کہ) میں نہیں دوست رکھتا ہوں اس بات کو کہ صبح کروں ساتھ احرام کے درحالیکہ ٹپکتی ہو مجھ سے خوشبو یعنی احرام باندھنے کے بعد خوشبو کا اثر بدن پر باقی رہنے کو میں پسند نہیں رکھتا ہوں سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خوشبو ملی تھی پھر آپ اپنی سب بیویوں میں پھرے یعنی سب سے صحبت کی پھر صبح کی حالت احرام میں یعنی اُسی رات کی صبح کو آپ نے احرام باندھ لیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر خوشبو بدن پر مالش کر کے غسل کر ڈالے اور بعد غسل کے خوشبو کا اثر بدن پر

باقی رہ جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے بلکہ یہ امر جائز ہے اور یہی غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے ہے۔

٢٦٣ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِيْ مَفْرِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

۲۶۳۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ گویا کہ میں اب دیکھ رہی ہوں چمکنا خوشبو کا سر مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حالانکہ آپ محرم تھے۔

فائدہ: یہ دونوں حدیثیں ایک واقعہ کا ذکر ہے یعنی یہ خوشبو آپ نے احرام باندھنے سے پہلے استعمال کی تھی پھر جب آپ نے غسل کر کے احرام باندھا تو اس کا اثر اور چمکنا بعد غسل کے بھی باقی رہا پس یہی وجہ ہے مطابقت حدیث کی ساتھ ترجمہ باب کے یا وجہ مناسبت کی یہ ہے کہ وہ غسل جو سنت احرام کی ہے اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک نہیں کیا پس یہ اثر خوشبو کا باقی رہا تھا احرام باندھنے سے پہلے کا ہے۔

بَابُ تَخْلِيْلِ الشَّعَرِ حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرْوٰى بَشْرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ.

سر کے بالوں کا خلال کرنا یہاں تک کہ جب گمان کرے کہ بدن تر ہو گیا ہے یعنی جو بالوں کے نیچے ہے تو اس پر پانی بہادے۔

٢٦٤ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَيْهِ وَتَوَضَّأَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اغْتَسَلَ ثُمَّ يُخَلِّلُ بِيَدِهِ شَعَرَهُ حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرْوٰى بَشْرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَآءَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ وَقَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَآءٍ وَاحِدٍ نَغْرِفُ مِنْهُ جَمِيْعًا.

۲۶۴۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ارادہ کرتے غسل کا جنابت سے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے اور نماز کے وضو کی مانند وضو کرتے پھر غسل کرتے پھر خلال کرتے اپنے ہاتھوں سے بالوں کو یہاں تک کہ جب گمان کرتے کہ بدن تر ہو گیا ہے یعنی جو بدن بالوں کے نیچے ہے تو اس پر پانی بہا دیتے تین بار پھر دھو ڈالتے اپنے تمام بدن کو اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے درحالیکہ چلو بھرتے تھے اس سے ہم دونوں اکٹھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غسل جنابت میں سر کے بالوں کا خلال کرنا فرض ہے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے لیکن داڑھی کے خلال کرنے میں اختلاف ہے امام مالک رحمہ اللہ سے ایک روایت میں داڑھی کا خلال کرنا واجب

نہیں ہے نہ غسل میں اور نہ وضو میں اور ایک روایت میں دونوں میں واجب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک غسل میں واجب ہے وضو میں واجب نہیں ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تخلیل سنت ہے لیکن جو بدن کہ داڑھی کے نیچے ہے اس کو پانی پہنچانا فرض ہے۔

بَابُ مَنْ تَوَضَّأَ فِي الْجَنَابَةِ ثُمَّ غَسَلَ سَآئِرَ جَسَدِهٖ وَلَمْ يُعِدْ غَسْلَ مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مَرَّةً أُخْرٰى.

جو شخص کے غسل جنابت میں پہلے وضو کر لے پھر اپنے بدن کو دھو ڈالے اور دوسری بار پھر وضو کی جگہوں کو نہ دھوئے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے یعنی وضو کے اعضاء کو فقط وضو کرنا کافی ہو جاتا ہے اور غسل میں دوسری بار ان پر پانی بہانا کچھ ضرور نہیں۔

٢٦٥ ـ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوْءً ا لِجَنَابَةٍ فَأَكْفَأَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهٗ ثُمَّ ضَرَبَ يَدَهٗ بِالْأَرْضِ أَوِ الْحَآئِطِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلٰى رَأْسِهِ الْمَآءَ ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهٗ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ قَالَتْ فَأَتَيْتُهٗ بِخِرْقَةٍ فَلَمْ يُرِدْهَا فَجَعَلَ يَنفُضُ بِيَدِهٖ.

٢٦٥۔ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابت سے غسل کرنے کے لیے پانی رکھوایا آپ نے پانی برتن کو اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں پر الٹایا دوبار یا تین بار پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو مٹی سے مانجا دو بار یا تین بار پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے منہ اور دونوں بازوؤں کو دھویا پھر اپنے سر پر پانی بہایا پھر اپنے بدن کو دھویا پھر کنارے ہوئے یعنی غسل کی جگہ سے سو اپنے دونوں پاؤں کو دھویا میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا پس میں آپ کے پاس ایک کپڑا لائی یعنی بدن پونچھنے کے واسطے پس آپ نے اس کو نہ مانگا اور ہاتھ سے پانی جھاڑنے لگے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے غسل میں وضو کی جگہوں کو دوسری بار نہیں دھویا فقط وضو پر اکتفا کیا اس لیے کہ ایسے مقام میں کہ جہاں اول غسل بعض اعضاء کا بیان کرتے ہیں اور پھر بعد ازاں بدن کا دھونا ذکر کرتے ہیں تو وہاں عرف اور قرینہ حال سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مراد باقی بدن ہے سوائے اُن اعضاء مذکورہ کے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ساتھ ترجمہ کے اور شیخ ابن حجر نے کہا ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا قول (غسل جسدہ)

مجازی معنی پر محمول ہے یعنی باقی بدن کو دھویا اس لیے کہ بعد اس کے میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت نے بعد غسل کے کنارے ہو کر اپنے پاؤں کو دھویا پس اگر جسدہ سے تمام بدن مراد ہوتا تو دوسری بار کنارے ہو کر پاؤں کو دھونے کی کوئی حاجت نہیں تھی اس لیے کہ تمام بدن میں پاؤں بھی داخل ہیں پس معلوم ہوا کہ تمام بدن اس سے مراد نہیں ہے بلکہ باقی بدن مراد ہے پس مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہو گئی وباللہ التوفیق۔

بَابُ إِذَا ذَكَرَ فِي الْمَسْجِدِ أَنَّهُ جُنُبٌ يَخْرُجُ كَمَا هُوَ وَلَا يَتَيَمَّمُ.

جب کسی شخص کو مسجد کے اندر ہوتے ہوئے اپنا جنبی ہونا یاد آئے تو اس کو چاہیے کہ اُسی حالت میں ویسے ہی مسجد سے باہر نکل جائے اور تیمّم نہ کرے۔

٢٦٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوْفُ قِيَامًا فَخَرَجَ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ ذَكَرَ أَنَّهُ جُنُبٌ فَقَالَ لَنَا مَكَانَكُمْ ثُمَّ رَجَعَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَكَبَّرَ فَصَلَّيْنَا مَعَهُ تَابَعَهُ عَبْدُ الْأَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

٢٦٦۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کی تکبیر کہی گئی اور آدمیوں کی صفیں برابر کی گئیں سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نکلے (یعنی آپ تکبیر سن کر نماز پڑھانے کے واسطے حجرے سے باہر آئے) پس جب آپ مصلے پر کھڑے ہوئے تو آپ کو اپنا جنبی ہونا یاد آ گیا سو فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ میں کھڑے رہو پھر آپ پلٹ گئے یعنی گھر کی طرف سو آپ نے غسل کیا پھر گھر سے باہر آئے اور حالانکہ آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا سو آپ نے تکبیر کہی اور ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد کے اندر ہوتے کسی کو اپنا جنبی ہونا یاد آئے تو اُسی حالت میں مسجد سے باہر نکل جائے اور مسجد سے باہر نکلنے کے واسطے تیمّم کرنا واجب نہیں ہے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم نہیں کیا بلکہ آپ ویسے ہی چلے گئے تھے اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس سے رد کرنا ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ مسجد سے نکلنے سے پہلے تیمّم کر لے جیسے کہ ثوری اور اسحاق وغیرہ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غسل جنابت کے بعد جو قطرے پانی کے بدن سے گرتے ہیں وہ ناپاک نہیں ہیں ورنہ مسجد کے اندر ان کا گرانا جائز نہ ہوتا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت نماز اور تکبیر تحریمہ کے درمیان ٹھہرنا اور توقف کرنا جائز ہے۔

بَابُ نَفْضِ الْيَدَيْنِ مِنَ الْغُسْلِ عَنِ الْجَنَابَةِ.

جنابت سے غسل کر کے ہاتھ جھاڑنے کا بیان۔

٢٦٧ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَسَتَرْتُهُ بِثَوْبٍ وَصَبَّ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِيْنِهِ عَلٰى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا ثُمَّ غَسَلَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ صَبَّ عَلٰى رَأْسِهِ وَأَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهُ ثَوْبًا فَلَمْ يَأْخُذْهُ فَانْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ.

٢٦٧۔ ترجمہ اس حدیث کا وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکا ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ میں نے آپ کو ایک کپڑے سے پردہ کیا سو جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو چلے اس حالت میں کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے پانی جھاڑتے تھے۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ جنابت سے غسل کر کے دونوں ہاتھوں سے پانی جھاڑنا جائز ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے پاکی ثابت کرنا ہے اُس پانی کی جو غسل کرنے کے بعد بدن سے ٹپکتا ہے سو اس حدیث سے دونوں حکم ثابت ہوتے ہیں۔

بَابُ مَنْ بَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ فِي الْغُسْلِ.

غسلِ جنابت میں داہنی طرف سے شروع کرنے والے کا بیان۔

٢٦٨ ـ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا إِذَا أَصَابَتْ إِحْدَانَا جَنَابَةٌ أَخَذَتْ بِيَدَيْهَا ثَلَاثًا فَوْقَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَأْخُذُ بِيَدِهَا عَلٰى شِقِّهَا الْأَيْمَنِ وَبِيَدِهَا الْأُخْرٰى عَلٰى شِقِّهَا الْأَيْسَرِ.

٢٦٨۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم میں (بیویوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی) سے کسی ایک کو جنابت پہنچتی یعنی نہانے کی حاجت ہو جاتی تو دونوں ہاتھوں سے تین بار پانی لے کر اپنے سر پر ڈالتی پھر ایک ہاتھ سے پانی لے کر سر کی داہنی طرف ڈالتی پھر دوسرے ہاتھ سے پانی لے کر سر کی بائیں طرف ڈالتی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص جنابت سے غسل کرنے لگے تو سنت ہے کہ اول داہنی طرف سے شروع کرے پھر بائیں طرف سے اور جملہ ثم تاخذ الخ کا پہلے جملہ کی تفسیر ہے اور یہی ہے وجہ مناسبت حدیث کی

ساتھ ترجمہ کے۔

بَابُ مَنِ اغْتَسَلَ عُرْيَانًا وَحْدَهٗ فِي الْخَلْوَةِ وَمَنْ تَسَتَّرَ فَالتَّسَتُّرُ أَفْضَلُ وَقَالَ بَهْزُ بْنُ حَكِيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُّسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ.

تنہا خلوت میں ننگے ہو کر نہانے والے کا بیان اور پردہ کر کے نہانے والے کا بیان اور پردہ کر کے نہانا افضل اور اولیٰ ہے۔اور نبی ﷺ نے فرمایا لوگوں سے شرم کرنے سے اللہ سے شرم کرنی زیادہ تر لائق ہے۔

فائدہ: اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ چھپ کر گناہ کرتے ہیں آدمیوں سے شرم کرتے ہیں اور اللہ سے شرم نہیں کرتے سو فرمایا کہ بہ نسبت آدمیوں کی اللہ سے شرم کرنی زیادہ تر لائق ہے اور ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ننگے ہو کر نہانا خلوت میں بھی حرام ہے لیکن چونکہ موسیٰ علیہ السلام اور ایوب علیہ السلام کی حدیث (جو آگے آتی ہے) سے ننگے ہو کر نہانا جائز معلوم ہوتا ہے اس لیے اس حدیث بہز کو افضلیت پر محمول کیا جائے گا تا کہ سب حدیثوں میں تطبیق ہو جائے پس معنی یہ ہوگا کہ ننگے نہانا جائز ہے لیکن پردہ کر کے نہانا افضل ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ کے دوسرے جزء سے ظاہر ہے۔

۲۶۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَآئِيْلَ يَغْتَسِلُوْنَ عُرَاةً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ وَكَانَ مُوْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ وَحْدَهٗ فَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا يَمْنَعُ مُوْسٰى أَنْ يَّغْتَسِلَ مَعَنَا إِلَّا أَنَّهٗ آدَرُ فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ عَلٰى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهٖ فَخَرَجَ مُوْسٰى فِيْ إِثْرِهٖ يَقُوْلُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ حَتّٰى نَظَرَتْ بَنُوْ إِسْرَآئِيْلَ إِلٰى مُوْسٰى فَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا بِمُوْسٰى مِنْ بَأْسٍ وَأَخَذَ ثَوْبَهٗ فَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاللّٰهِ إِنَّهٗ لَنَدَبٌ بِالْحَجَرِ سِتَّةٌ أَوْ

۲۶۹۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تھے بنی اسرائیل کے ننگے نہایا کرتے تھے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھتا تھا اور موسیٰ علیہ السلام تنہا نہایا کرتے تھے تو بنی اسرائیل نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام ہمارے ساتھ اس لیے نہیں نہاتا ہے کہ اس کو باد خائے کی بیماری ہے یعنی اس کے خصیے پھولے ہوئے ہیں سو موسیٰ علیہ السلام ایک بار نہانے کو گئے تو اپنے کپڑے پتھر پر رکھے سو لے بھاگا پتھر اُن کے کپڑے کو تو موسیٰ علیہ السلام اُس کے پیچھے دوڑے یہ بات کہتے ہوئے میرے کپڑے چھوڑ اے پتھر! میرے کپڑے چھوڑ اے پتھر! یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی شرمگاہ کو دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ قسم ہے اللہ کی موسیٰ علیہ السلام کو تو کوئی عیب اور بیماری نہیں پھر پتھر کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف خوب نظر کر چکے پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنا کپڑا لیا پھر پتھر کو مارنے لگے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا قسم اللہ کی تحقیق شان یہ ہے کہ پتھر پر چھ یا سات نشان ہیں بسبب چوٹ

سَبْعَةٌ ضَرْبًا بِالْحَجَرِ. مارنے کے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کی قوم میں ننگے ہو کر نہانا اور ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز تھا اور موسیٰ علیہ السلام جو تنہا غسل کرتے تھے تو اُن کا عمل افضلیت پر تھا اور باوجود اس کے موسیٰ علیہ السلام آدمیوں کے درمیان سے ننگے چلے گئے اور اپنی شرمگاہ کو پردہ نہ کیا پس اگر حرام ہوتا تو یہ پیغمبر ہو کر ایسا کبھی نہ کرتے بلکہ ممکن نہیں تھا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلوت میں ننگے ہو کر غسل کرنا جائز ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کا ننگے ہو کر نہانا بیان کیا اور پھر اس پر سکوت کیا پس اگر جائز نہ ہوتا تو اس کو بیان کر دیتے اور یہی ہے وجہ مناسبت کی ساتھ ترجمہ کے اور یہ جو فرمایا کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی شرم گاہ کو دیکھ لیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت یعنی دوا اور معالجہ وغیرہ کے واسطے غیر کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے۔ (فتح الباری)

۲۷۰ ـ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ أَيُّوْبُ يَحْتَثِيْ فِيْ ثَوْبِهٖ فَنَادَاهُ رَبُّهٗ يَا أَيُّوْبُ أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰى قَالَ بَلٰى وَعِزَّتِكَ وَلٰكِنْ لَا غِنٰى بِيْ عَنْ بَرَكَتِكَ وَرَوَاهُ إِبْرَاهِيْمُ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا.

۲۷۰۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس حالت میں حضرت ایوب علیہ السلام ننگے نہا رہے تھے تو اُن پر سونے کی ٹڈی کا جھنڈ گر پڑا تو حضرت ایوب علیہ السلام لپ بھر بھر کر اپنے کپڑے میں رکھنے لگے سو اُن سے اُن کے رب نے کہا اے ایوب! کیا میں نے تجھ کو مالدار نہیں کیا اور اس سونے کی ٹڈی سے جس کو تو دیکھتا ہے بے پرواہ نہیں کر چکا یعنی تو محتاج نہیں ہے اور اس اسباب ظاہری دنیا کی تجھ کو کچھ حاجت نہیں ہے اس کو کیوں جمع کرتا ہے۔

فائدہ: کہتے ہیں ایوب علیہ السلام اپنے گھر میں نہا رہے تھے کہ یکا یک سونے کی ٹڈیں آسمان سے گرنے لگیں جب گھر کا صحن بھر گیا تو حضرت ایوب علیہ السلام اُن کو کپڑے میں جمع کرنے لگے تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ت: حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا کہ کیوں نہیں مجھ کو تیری عزت کی قسم ہے کہ مجھ کو مال کی تو کچھ پرواہ نہیں لیکن تیری برکت اور عنایت کی ہوئی چیز سے مجھ کو بے پرواہی نہیں ہے یعنی اس مال کا لینا محتاجی کے سبب سے نہیں بلکہ تیری عطا سمجھ کر لیتا ہوں اور یہ ٹڈیوں کا گرنا جو خارق عادت ہے تیری تکریمات اور عنایات سے ہے پس اس سے آدمی کسی طرح بے پرواہ نہیں ہو سکتا کہ غلام مالک کی عطا کی ہوئی چیز سے کسی حالت میں بے پرواہ نہیں ہو سکتا کہ اس کو خوشی مالک کی مہربانی پر ہے مال پر نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ برہنہ ہو کر غسل کرنا درست ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو سونے کی ٹڈی سمیٹنے پر جھڑکا اور ننگے ہونے پر نہیں جھڑکا پس معلوم ہوا کہ برہنہ نہانا جائز ہے اگر منع ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کو اس سے بھی منع کر دیتا اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر بے طمع اور بے تلاش مال مل جائے تو اس کو عنایت اللہ کی سمجھ کر لے لینا توکل کے مخالف نہیں ہے۔

بَابُ التَّسَتُّرِ فِي الْغُسْلِ عِنْدَ النَّاسِ.

آدمیوں کے روبرو پردہ کر کے نہانے کا بیان۔

٢٧١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَهَبْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ فَقُلْتُ أَنَا أُمُّ هَانِئٍ.

٢٧١۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں فتح مکہ کے دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی سو میں نے آپ کو غسل کرتے پایا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کو پردہ کر رہی تھیں یعنی لوگوں سے پس آپ نے فرمایا یہ عورت کون ہے؟ سو میں نے کہا کہ میں ام ہانی ہوں۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ غسل کے وقت لوگوں سے پردہ کرنا واجب ہے سو یہی معلوم ہوتا ہے اس حدیث سے پس مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

٢٧٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ سَتَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ صَبَّ بِيَمِيْنِهِ عَلٰى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ ثُمَّ مَسَحَ بِيَدِهِ عَلَى الْحَائِطِ أَوِ الْأَرْضِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهِ الْمَاءَ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ تَابَعَهُ

٢٧٢۔ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پردہ کیا اور آپ جنابت کے سبب سے نہا رہے تھے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلے) اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر بہایا پانی کو اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں پر سو اپنی شرمگاہ کو دھویا پھر ہاتھ کو زمین پر رگڑا پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کیا مگر پاؤں کو نہ دھویا پھر اپنے تمام بدن پر پانی بہایا پھر کنارے ہوئے سو اپنے پاؤں کو دھویا۔

أَبُوْ عَوَانَةَ وَابْنُ فُضَيْلٍ فِي السَّتْرِ.

بَابُ إِذَا احْتَلَمَتِ الْمَرْأَةُ.

جب عورت کو احتلام ہو جائے یعنی نیند سے جاگنے کے بعد منی دیکھے تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

٢٧٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ جَآءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ امْرَأَةُ أَبِيْ طَلْحَةَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا هِيَ احْتَلَمَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَآءَ.

۲۷۳۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام سلیم ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی سو اُس نے عرض کی کہ اے رسول اللہ تحقیق اللہ نہیں شرم کرتا ہے سچ کہنے سے یعنی حق بات کہنے میں یا پوچھنے میں اللہ نے حیا کرنا نہیں فرمایا جس چیز سے لوگ حیا کرتے ہیں اُس کے ذکر کرنے سے منع نہیں فرمایا یا کیا عورت پر غسل کرنا واجب ہے جب اس کو احتلام ہو جائے؟ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں غسل واجب ہے جب دیکھے پانی منی کا یعنی بعد جاگنے کے نیند سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی عورت کو احتلام ہو جائے اور بعد جاگنے کے نیند سے منی دیکھے تو اُس پر غسل کرنا واجب ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت حدیث کی ساتھ باب کے اور عورت کے تخصیص کرنے میں اشارہ ہے طرف رد کرنے کے اُس شخص پر جو کہتا ہے کہ عورت کو احتلام نہیں ہوتا ہے اور واسطے موافقت سوال کے۔

بَابُ عَرَقِ الْجُنُبِ وَأَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ.

جنبی کے پسینے کا کیا حکم ہے اور مسلمان ناپاک نہیں ہوتا ہے۔

٢٧٤ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ أَبِيْ رَافِعٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ فِيْ بَعْضِ طَرِيْقِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ جُنُبٌ فَانْخَنَسْتُ مِنْهُ فَذَهَبَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ جُنُبًا فَكَرِهْتُ أَنْ أُجَالِسَكَ وَأَنَا عَلٰى غَيْرِ طَهَارَةٍ فَقَالَ

۲۷۴۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو مدینہ کے بعض راہوں میں ملے اور حالانکہ میں جنابت سے تھا یعنی مجھ کو نہانے کی حاجت تھی سو میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے کو پلٹ آیا یعنی آپ سے ایک کنارہ ہو گیا سو میں نے جا کر غسل کیا پھر میں آیا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا سو آپ نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ! تو کہاں تھا؟ میں نے عرض کی کہ مجھ کو غسل کی حاجت تھی سو میں نے آپ کے پاس ناپاکی کے ساتھ بیٹھنے کو مکروہ جانا یعنی بے غسل آپ کی خدمت میں

سُبْحَانَ اللّٰهِ إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ.

حاضر ہونا مجھ کو برا معلوم ہوا حضرت ﷺ نے فرمایا اللہ پاک ہے (یہ کلمہ تعجب کا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول پر آپ نے تعجب کیا یعنی اللہ پاک ہے اس سے کہ اُس پر گمان کیا جائے اس بات کا کہ اُس نے مسلمان کے ناپاک ہونے کے ساتھ حکم کیا ہو) تحقیق ایمان دار ناپاک نہیں ہوتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایماندار جنبی ناپاک نہیں ہوتا ہے پس اس کے ساتھ مل کر بیٹھنا اور اس کو چھونا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان جنبی کا پسینہ پاک ہے اس لیے کہ جب ایماندار جنبی ناپاک نہیں تو اس کا پسینہ بھی ناپاک نہیں ہوگا اس لیے کہ جب جنبی پاک ہوا تو اس کے ساتھ مل کر بیٹھنا اور مصافحہ وغیرہ کرنا بھی جائز ہوگا اور اکثر اوقات اسے پسینہ بھی لگ جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ ایماندار جنبی کا پسینہ ناپاک نہیں اور یہی حال ہے کافر جنبی کا کہ فقط جنابت سے اُس کا بدن ناپاک نہیں ہوتا ہے جب تک کہ نجاست حقیقی اُس کے بدن کو باہر سے نہ لگ جائے اور اس حدیث میں مومن کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے جیسے کہ مذہب جمہور علماء کا ہے اور اس حدیث سے اور بھی کئی فائدے معلوم ہوتے ہیں ایک یہ کہ جو کام عظیم الشان ہو اس کے واسطے طہارت کر لے۔ اور دوسرا یہ کہ بزرگوں کی تعظیم اور تکریم کرنی مستحب ہے اور ان کی صحبت میں اچھی طرح سے پاک صاف ہو کر بیٹھنا چاہیے۔ تیسرا یہ کہ جب تابع اپنے متبوع سے جدا ہونے لگے تو چاہیے کہ متبوع سے اذن لے لے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تو کہاں تھا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے متبوع سے جدا نہ ہو جب تک کہ اس کو اطلاع نہ کر لے۔ چہارم یہ کہ متبوع کو لائق ہے کہ اپنے تابع کو اچھے کام پر تنبیہ کر دے اگرچہ اس نے سوال بھی نہ کیا ہو۔ پنجم یہ کہ اول وقت وجوب سے غسل کو تاخیر کرنا جائز ہے۔ ششم یہ کہ جنابت کی حالت میں غسل کرنے سے پہلے اپنا کوئی کام کر لینا جائز ہے۔ ہفتم یہ کہ اگر جنبی کنوئیں میں گر پڑے تو کنوئیں کا پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے۔

بَابُ الْجُنُبِ يَخْرُجُ وَيَمْشِيْ فِي السُّوْقِ وَغَيْرِهٖ وَقَالَ عَطَآءٌ يَحْتَجِمُ الْجُنُبُ وَيُقَلِّمُ أَظْفَارَهٗ وَيَحْلِقُ رَأْسَهٗ وَإِنْ لَّمْ يَتَوَضَّأْ.

جنبی کا گھر سے باہر نکلنا اور بازار وغیرہ میں چلنا پھرنا جائز ہے۔ اور عطاء نے کہا کہ جنبی کو پچھنے لگانا اور ناخن کاٹنا اور سر منڈانا جائز ہے اگرچہ وضو بھی نہ کیا ہو۔

فائدہ: مطابقت اس اثر کی ترجمہ باب کے ساتھ اس طور سے ہے کہ جیسے بازار میں چلنا ایک کام ہے ایسے ہی ناخن کاٹنا وغیرہ بھی ایک کام ہے اور جب کہ جنبی آدمی کو بے غسل کے یہ کام کرنے جائز ہیں تو ایسے ہی بازار میں چلنا پھرنا بھی جائز ہوگا۔

۲۷۵ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰی بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَطُوْفُ عَلٰى نِسَآئِهِ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعُ نِسْوَةٍ.

۲۷۵۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام بیویوں پر پھرا کرتے تھے (یعنی سب کے ساتھ صحبت کرتے تھے) ایک رات میں اور اُس دن آپ کی نو بیویاں تھیں۔

فائدہ: مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اس طور پر ہے کہ آپ ایک حجرے سے دوسرے حجرے جاتے تھے یعنی ایک بیوی سے صحبت کر کے پھر دوسری کے حجرے میں چلے جاتے تھے پھر اس کے ساتھ صحبت کر کے تیسری کے حجرے میں چلے جاتے تھے وعلی ھذا القیاس اسی طرح بغیر غسل کے حجرہ بحجرہ پھرتے اور درمیان میں غسل نہ کرتے پس معلوم ہوا کہ جنبی کو بے غسل کے کئی قدم چلنا پھرنا جائز ہے۔

۲۷۶ ـ حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰی حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِيْ رَافِعٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَقِيَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جُنُبٌ فَأَخَذَ بِيَدِيْ فَمَشَيْتُ مَعَهٗ حَتّٰى قَعَدَ فَانْسَلَلْتُ فَأَتَيْتُ الرَّحْلَ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هِرٍّ فَقُلْتُ لَهٗ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا أَبَا هِرٍّ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ.

۲۷۶۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو راہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ملے اور مجھ کو نہانے کی حاجت تھی سو آپ نے میرے ہاتھ کو پکڑ لیا سو میں آپ کے ساتھ چلا گیا یہاں تک کہ آپ بیٹھ گئے یعنی ایک جگہ میں سو میں چھپ کر نکل گیا یعنی آپ کو اطلاع نہ کی اور اپنی جگہ میں آیا اور غسل کیا پھر آپ کے پاس حاضر ہوا اور حالانکہ آپ بیٹھے ہوئے تھے سو فرمایا کہ تو کہاں تھا؟ اے ابو ہریرہ! پس میں نے آپ سے عرض کی یعنی اپنا حال بیان کیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اللہ پاک ہے بے شک ایماندار آدمی ناپاک نہیں ہوتا یعنی اگرچہ اُس کو نہانے کی حاجت ہو۔

فائدہ: جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حالت جنابت میں گھر سے باہر آئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے پھرتے رہے بے غسل کے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعد اطلاع کے اس کو جائز رکھا تو اس سے معلوم ہوا کہ حالت جنابت میں بے غسل کے بازار وغیرہ میں چلنا پھرنا جائز ہے اور اس حدیث میں اگرچہ بازار کا ذکر صریح موجود نہیں ہے لیکن کوچے اور بازار کا اس حکم میں کچھ فرق نہیں ہے۔

بَابُ كَيْنُوْنَةِ الْجُنُبِ فِي الْبَيْتِ إِذَا تَوَضَّأَ قَبْلَ أَنْ يَّغْتَسِلَ.

جنبی آدمی جب وضو کر لے تو اس کو بے غسل کے گھر میں ٹھہرنا جائز ہے۔

۲۷۷ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَشَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْقُدُ وَهُوَ جُنُبٌ قَالَتْ نَعَمْ وَيَتَوَضَّأُ.

۲۷۷۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں سویا کرتے تھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہاں سویا کرتے تھے اور وضو کر لیا کرتے تھے یعنی سونے سے پہلے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنبی جب وضو کر لے تو اس کے بے غسل کے گھر میں ٹھہرنا جائز ہے اس میں کچھ گناہ نہیں اس لیے کہ گھر میں سونا گھر کے اندر ٹھہرنے کو مستلزم ہے پس مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابو داؤد میں روایت ہے کہ جس گھر میں جنبی ہو اس گھر میں فرشتہ داخل نہیں ہوتا تو اس سے مراد وہ شخص ہے جو غسل میں سستی کرے اور ترک غسل کی عادت کر رکھے اور نماز وغیرہ کے فوت ہونے کا کچھ خیال نہ کرے یا مراد اس سے وہ آدمی ہے جس کی کل یا بعض ناپاکی دور نہ ہوئی پس اس صورت میں دونوں میں تطبیق ہو جائے گی اس لیے کہ جب جنبی نے وضو کر لیا تو بعض ناپاکی دور ہوگئی پس دونوں میں منافات نہ رہی۔

بَابُ نَوْمِ الْجُنُبِ.

جنبی آدمی کا سونا کیسا ہے؟ یعنی جائز ہے یا نہیں۔

۲۷۸ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَرْقُدُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْقُدْ وَهُوَ جُنُبٌ.

۲۷۸۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ہم میں سے کسی کو جنابت کی حالت میں سونا جائز ہے؟ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جائز ہے جب کوئی تم میں سے وضو کرے تو چاہیے کہ سو رہے حالت جنابت میں یعنی اگر وضو کر کے بے غسل کے سو رہے تو کوئی ڈر نہیں ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنبی کو حالت جنابت میں سو رہنا جائز ہے اور یہی ہے مذہب چاروں اماموں کا۔

بَابُ الْجُنُبِ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَنَامُ.

جنبی آدمی کو وضو کر کے سو رہنا کیسا ہے؟۔

۲۷۹ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ فَرْجَهُ وَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ.

۲۷۹۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ارادہ کرتے سونے کا حالت جنابت میں تو اپنی شرمگاہ کو دھو ڈالتے پھر نماز کے وضو کی مانند وضو کرتے (پھر سو رہتے)۔

فائدہ: مناسبت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

۲۸۰ ۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اسْتَفْتٰى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ.

۲۸۰۔ ترجمہ اس کا اوپر گزر چکا ہے فقط اس میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا۔

۲۸۱ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ.

۲۸۱۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ مجھ کو رات کے وقت نہانے کی حاجت ہو جاتی ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ وضو کر اور اپنی آلت کو دھو ڈال پھر سو رہا کر۔

اور مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ.

جب مرد کا ختنہ اور عورت کا ختنہ مل جائے یعنی ذکر مرد کا عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو جائے تو غسل کرنا واجب ہے۔

۲۸۲ ۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيْ رَافِعٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ تَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ مَرْزُوْقٍ عَنْ شُعْبَةَ مِثْلَهُ.

۲۸۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد بیٹھا عورت کی چار شاخوں میں اور کوشش کی ساتھ عورت کے یعنی زور لگا کر ذکر کو عورت کی شرمگاہ میں داخل کیا یا اُس کے ساتھ جماع کرنے میں اپنی ساری قوت صرف کر چکا تو ضرور واجب ہو گیا غسل کرنا۔

فائدہ: عورت کی چار شاخوں سے مراد دو پنڈلیاں اور دو رانیں ہیں جب عورت کی شرمگاہ اور مرد کی شرمگاہ مل جائے یعنی مرد کی آلت عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو جائے تو دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ منی نکلے یا نہ نکلے چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں وَاِنْ لَّمْ يُنْزِلْ کا لفظ صریح آ چکا ہے یعنی اگرچہ انزال نہ ہو لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کے

نزدیک محض آلت کے فرج میں داخل ہونے سے غسل واجب نہیں ہوتا ہے جب تک کہ انزال نہ ہو اور منی نہ نکلے بلکہ اس صورت میں نہانا اس کے نزدیک احتیاط ہے جیسے کہ آئندہ بیان اس کا آتا ہے۔

وَقَالَ مُوسٰی حَدَّثَنَا اَبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَخْبَرَنَا الْحَسَنُ مِثْلَهٗ.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دخول بے انزال سے غسل کر لینا کھری بات ہے اور اس میں زیادہ تر تاکید ہے۔

فائدہ: اور ہم نے دوسری حدیث (جس سے دخول بے انزال میں بھی غسل کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے اور ابھی آتی ہے) کو اس واسطے بیان کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ صحابہ کا اس میں اختلاف ہے یعنی بعض صحابہ اس صورت میں غسل کو واجب کہتے ہیں اور بعض واجب نہیں کہتے ہیں۔

بَابُ غَسْلِ مَا يُصِيبُ مِنْ فَرْجِ الْمَرْاَةِ.

باب ہے بیان میں دھو ڈالنے اس رطوبت کے جو دخول بے انزال میں مرد کو عورت کی شرمگاہ سے لگ جائے۔

۲۸۳ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ قَالَ يَحْيٰى وَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ عَطَآءَ بْنَ يَسَارٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدِ الْجُهَنِيَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَاَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَقَالَ اَرَاَيْتَ اِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ فَلَمْ يُمْنِ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّاُ كَمَا يَتَوَضَّاُ لِلصَّلَاةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهٗ قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ وَطَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَاُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَاَمَرُوْهُ بِذٰلِكَ قَالَ يَحْيٰى وَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا اَيُّوْبَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۸۳۔ زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُس نے عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا اور کہا کہ بھلا بتلاؤ تو کہ جب مرد اپنی عورت سے صحبت کرے اور اس کی منی نہ نکلے تو اس کا کیا حکم ہے؟ سو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز کے وضو کی مانند وضو کر لے اور اپنی آلت کو دھو ڈالے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اس حدیث کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے (زید بن خالد نے کہا) سو یہ مسئلہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا یعنی واسطے زیادہ تحقیق اور تصدیق کرنے کے سو انہوں نے بھی اس کو یہی حکم دیا (کہ اس صورت میں غسل واجب نہیں ہے) اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہ حدیث مرفوع بیان کی ہے۔

فائدہ: دخول بے انزال میں جو رطوبت عورت کی شرمگاہ سے مرد کو لگ جائے اس کو دھو ڈالنا واجب و لازم ہے۔

٢٨٤ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ أَيُّوْبَ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فَلَمْ يُنْزِلْ قَالَ يَغْسِلُ مَا مَسَّ الْمَرْأَةَ مِنْهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيْ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْغَسْلُ أَحْوَطُ وَذَاكَ الْاٰخِرُ وَإِنَّمَا بَيَّنَّا لِاخْتِلَافِهِمْ وَالْمَآءُ أَنْقٰى.

۲۸۴۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ جب مرد عورت کے ساتھ صحبت کرے اور اس کی منی نہ نکلے تو اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عضو عورت سے لگے اس کو دھو ڈالے یعنی آلت کو پھر وضو کرے اور نماز پڑھے امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا (دخول بے انزال میں) غسل کرنا زیادہ تر احتیاط ہے اور اس دوسری حدیث کو ہم نے صرف اسی واسطے بیان کیا ہے کہ معلوم ہو جائے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس مسئلہ میں اختلاف ہے یعنی صحابہ کا اس میں اجماع نہیں ہے اور پانی زیادہ تر پاک کرنے والا ہے یعنی غسل کرنا بہت احتیاط ہے کہ اُس سے آدمی پاک ہو جاتا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث غسل کے ترک کرنے میں زیادہ تر صحیح صریح ہے پہلی حدیث سے پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مرد عورت سے صحبت کرے اور مرد کی منی نہ نکلے تو غسل واجب نہیں ہوتا ہے مگر یہ حکم اول اسلام میں تھا کہ بدون منی نکلے غسل واجب نہ تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اب صرف آلت کو عورت کی شرمگاہ میں داخل کرنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ منی نکلے یا نہ نکلے پس یہ دونوں حدیثیں اور جو مثل ان کی ہے منسوخ ہیں اور ناسخ اس کی وہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی ہے اس لیے کہ صحیح مسلم میں اسی حدیث کے آخر میں وَإِنْ لَّمْ يُنْزِلْ کا لفظ صریح آ گیا ہے یعنی جب مرد اور عورت کی شرمگاہ مل جائے اور ذکر مرد کا عورت کی شرمگاہ کے اندر چلا جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے منی نکلے خواہ نہ نکلے اور اسی طرح روایت کیا ہے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اور طحاوی نے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ صحبت بے انزال میں غسل واجب ہے اور بعضوں نے کہا کہ واجب نہیں سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تم نے اہل بدر ہو کر اس میں اختلاف کیا ہے تو جو لوگ تمہارے بعد ہوں گے ان کا کیا حال ہو گا؟ سو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اے امیر المؤمنین اگر تو اس مسئلے کی تحقیق کرنی چاہتا ہے تو کسی شخص کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے پاس بھیج دے اور اُن سے یہ مسئلہ دریافت کر سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی آدمی کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب مرد کا ختنہ عورت کے ختنہ سے آگے بڑھ جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے یعنی صحبت بے انزال سے بھی غسل واجب ہے اور یہ حدیث جو آئی ہے إِنَّمَا الْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ یعنی غسل صرف منی نکلنے سے واجب ہو جاتا ہے تو اس کا جواب اول یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ

حکم احتلام میں ہے یعنی اگر خواب میں کسی سے جماع کرے تو غسل واجب نہیں ہے جب تک کہ منی نہ دیکھے۔ دوم مسند احمد میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ فتویٰ ابتدائے اسلام میں تھا پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ سوم صحبت بے انزال میں غسل کا واجب ہونا حدیث کے منطوق سے ثابت ہوا ہے اور ترک غسل اِنَّمَا الْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ کے مفہوم سے ثابت ہوتا ہے اور منطوق مقدم ہوتا ہے مفہوم پر لیکن صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت صحبت بے انزال میں غسل کو واجب نہیں جانتے ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے شاید ان کو نسخ کی حدیث نہیں پہنچی۔ واللہ اعلم۔ اور بعض شارحین کہتے ہیں کہ بخاری رحمہ اللہ کے قول (الغسل احوط) کا یہ معنی ہے کہ دین میں غسل ثابت ہے امام شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ظاہر یہی بات معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ اگر امام بخاری رحمہ اللہ عدم وجوب غسل کا قائل ہوتا تو جواز ترک الغسل کا باب باندھتا مگر اُس نے ایسا نہیں کیا اور نہ ایسا کہا بلکہ صرف ایک حکم اس حدیث کا بیان کیا، انتہی واللہ اعلم بالصواب۔
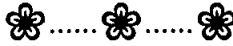
بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْحَيْضِ

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾.

کتاب ہے حیض کے بارے میں

کتاب ہے بیان میں احکام حیض کے اور بیان میں قول اللہ بزرگ شان والے کے کہ پوچھتے ہیں تجھ سے حکم حیض کا تو کہہ وہ گندگی ہے سوتم دور رہو عورتوں سے حیض کے وقت یعنی حیض کے دنوں میں ان کے ساتھ جماع نہ کرو اور نزدیک نہ ہو اُن سے جب تک کہ پاک نہ ہوں پھر جب ستھرائی کرلیں تو جاؤ ان کے پاس یعنی جماع کرو ساتھ اُن کے جہاں سے حکم دیا تم کو اللہ نے یعنی آگے کی طرف سے نہ پیچھے کی طرف سے اللہ کو خوش آتے ہیں توبہ کرنے والے یعنی اس چیز سے کہ اللہ نے منع کیا ہے اور خوش آتے ہیں ستھرائی والے نجاست اور پلیدی سے۔

فائدہ: شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ یہود میں جب عورتوں کو حیض آتا تھا تو ان کے ساتھ مل کر نہیں کھاتے تھے بلکہ گھر سے اس کو نکال دیتے تھے اور نصاریٰ حیض کے دنوں میں بھی جماع کرتے تھے سو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا حکم پوچھا پس یہ آیت نازل ہوئی یعنی اس کے ساتھ مل کر کھانا اور ایک مکان میں رہنا جائز ہے مگر جماع کرنا اُس کے ساتھ حالت حیض میں جائز نہیں اور لغت میں حیض کے معنی ہے بہنا اور جاری ہونا اور حوض بھی اسی سے ماخوذ ہے اس لیے کہ اس کی طرف پانی بہہ کر آتا ہے اور چونکہ یہ خون بھی عورت کے رحم سے بہتا ہے اس لیے اس کا نام حیض رکھا گیا اور شرع میں حیض اُس خون کو کہتے ہیں جو عورت کے رحم سے بالغ ہونے کے بعد بلا بیماری و بلا سبب کئی دن معلوم آتا ہے اور جو خون کہ عورت کے رحم سے کسی علت اور بیماری کی وجہ سے آئے اس کو استحاضہ کہتے ہیں اور جو خون کہ بچہ جننے کے بعد کئی دن تک آتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں اور یہ دونوں گویا حیض کی فرع ہیں اسی وجہ سے ان کو حیض کے ساتھ ملحق کیا گیا ہے اور اسی واسطے ان کے مسائل کو حیض کے مسئلوں کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور امام

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کو اس کتاب الحیض کے ابتدا میں اس واسطے ذکر کیا ہے کہ یہ اصل ہے احکام حیض میں اور مجمل طور سے احکام حیض کے اس میں مذکور ہیں اور محیض کہتے ہیں جگہ حیض کو یا وقت حیض کو۔

بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْحَيْضِ وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ أَوَّلُ مَا أُرْسِلَ الْحَيْضُ عَلٰى بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَدِيْثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ.

باب ہے اس بیان میں کہ حیض کس طرح شروع ہوا یعنی قدیم زمانے سے ہے یا پچھلے زمانے میں پیدا ہوا ہے اور بیان میں قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ یہ حیض ایک چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی عورتوں پر مقرر کیا ہے اور بعض نے کہا کہ حیض پہلے بنی اسرائیل پر بھیجا گیا تھا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حدیث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر ہے یعنی عام ہے باعتبار ظاہر کے اس لیے کہ بنات آدم عام ہے بنی اسرائیل وغیرہ کی عورتوں سب کو شامل ہے۔

فائدہ: بعض کہتے ہیں کہ ابتدا حیض کی بنی اسرائیل سے ہوئی اُن سے پہلے عورتوں کو حیض نہیں آیا کرتا تھا چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے مرد اور عورتیں سب ایک جگہ اکٹھے ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے سو عورتوں نے مردوں کو چھیڑنا شروع کیا سو اللہ تعالیٰ نے اُن پر حیض ڈال دیا اور ان کو مسجدوں میں آنے سے منع کر دیا سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو رد کر دیا ہے کہ یہ حیض صرف بنی اسرائیل سے ہے اول شروع نہیں ہوا ہے بلکہ یہ قدیم زمانہ سے چلا آیا ہے اور آدم کی تمام عورتوں پر مقرر کیا گیا ہے اور کوئی زمانہ اور کوئی قوم اُس سے خالی نہیں ہے اور تائید کرتا ہے اس کی جو حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ابتدا حیض کی حضرت حوا پر ہوئی جب جنت سے اُتاری گئیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی حدیث مذکور کے ساتھ تطبیق بھی ہو سکتی ہے بایں طور کہ مراد بنی اسرائیل پر حیض بھیجنے سے یہ ہے کہ اُن کو حیض مدت تک جاری رہا کرتا تھا واسطے عذاب کرنے ان کے کی ساتھ اُس کے نہ یہ کہ ابتدا حیض کی پہلے اُن سے ہوئی اور بنی اسرائیل پر پہلے حیض بھیجنے کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ حیض تو ابتداء زمانہ سے ہی چلا آتا ہے لیکن اس میں حلت وحرمت کا حکم صرف بنی اسرائیل ہی سے شروع ہوا اُن سے پہلے حیض کے باب میں کوئی حکم حلت اور حرمت نازل نہیں ہوا تھا پس اس توجیہ سے دونوں میں تطبیق ہو جائے گی پس اندریں صورت اس بعض کا قول لانا ایک علیحدہ فائدہ کے واسطے سمجھا جائے گا، واللہ اعلم۔

۲۸۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ

۲۸۵۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم لوگ حج کے ارادے سے نکلے (یعنی مدینہ سے مکہ کو حج کی نیت کر کے روانہ ہوئے اور عمرہ کا ارادہ نہ تھا) سو جب ہم مقام سرف (ایک جگہ کا نام

يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ خَرَجْنَا لَا نَرٰى إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِيْ قَالَ مَا لَكِ أَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ إِنَّ هٰذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ فَاقْضِيْ مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ قَالَتْ وَضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَآئِهِ بِالْبَقَرِ.

ہے دس میل یا نو میل مکہ سے) میں پہنچے تو مجھ کو حیض آ گیا سو رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور حالانکہ میں رو رہی تھی سو آپ نے فرمایا کہ کیوں روتی ہو، کیا تجھ کو حیض آ گیا ہے؟ میں نے کہا ہاں (مجھ کو حیض آ گیا ہے) سو فرمایا کہ بے شک یہ حیض ایک چیز ہے کہ اللہ نے اس کو بنی آدم کی عورتوں پر (ازل سے) لکھ دیا ہے (یعنی یہ حیض کوئی نئی چیز نہیں کہ فقط تجھی کو آیا ہو بلکہ سب عورتوں کو آتا ہے اور سب کا یہی حال ہوتا ہے پس یہ کوئی عجیب بات نہیں پھر اس پر رونا کیسا ہے) سو تو ادا کر جو احکام کہ اور حاجی ادا کرتے ہیں لیکن بیت اللہ کا طواف نہ کر یعنی اس کے گرد مت گھومو (کہ حائض کو بیت اللہ کا طواف کرنا جائز نہیں ہے)اور حضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے ایک گائے قربانی کی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ حیض قدیم سے چلا آیا ہے کوئی آج کل کی نئی بات نہیں بلکہ روز اول سے عورتوں کے حق میں لکھا گیا ہے۔

بَابُ غَسْلِ الْحَآئِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا وَتَرْجِيْلِهِ.

حیض والی عورت کا اپنے خاوند کے سر کو دھونا اور کنگھی پھیرنا کیا حکم رکھتا ہے؟۔

٢٨٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا حَآئِضٌ.

٢٨٦۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سر کو کنگھی کیا کرتی تھی حالت حیض میں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض والی عورت اگر اپنے خاوند کو کنگھی پھیرے تو جائز ہے اور سر دھونا بھی بطریق دلالت کے ثابت ہوتا ہے پس مناسبت حدیث ترجمہ سے ظاہر ہے یا یہ کہ بدن کو چھونے میں دونوں مشترک ہیں پس غسل بھی ثابت ہو جائے گا۔

٢٨٧ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ

٢٨٧۔ عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس سے کسی نے پوچھا کہ

أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِيْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّهُ سُئِلَ أَتَخْدُمُنِي الْحَائِضُ أَوْ تَدْنُوْ مِنِّيَ الْمَرْأَةُ وَهِيَ جُنُبٌ فَقَالَ عُرْوَةُ كُلُّ ذٰلِكَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَكُلُّ ذٰلِكَ تَخْدُمُنِيْ وَلَيْسَ عَلٰى أَحَدٍ فِيْ ذٰلِكَ بَأْسٌ أَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ تَعْنِيْ رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَائِضٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَئِذٍ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ يُدْنِيْ لَهَا رَأْسَهُ وَهِيَ فِيْ حُجْرَتِهَا فَتُرَجِّلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ.

کیا حیض والی عورت کو جنابت کی حالت میں اپنے خاوند کی خدمت کرنا اور اُس کے نزدیک ہونا جائز ہے یا نہیں؟ سو عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کچھ تو نے بیان کیا یہ سب مجھ پر آسان ہے یعنی میں حائض اور جنبی عورت سے خدمت کروانی جائز رکھتا ہوں اور اس کام میں کسی پر کچھ گناہ نہیں (پھر بعد اس کے عروہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے استدلال کیا وہ یہ ہے) اور کہا کہ مجھ کو عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی ہے کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کو کنگھی کیا کرتی تھیں حالت حیض میں اور حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے (کنگھی کروانے کے وقت) آپ اپنے سر کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک کردیا کرتے تھے اور حالانکہ وہ اپنے حجرہ میں ہوتیں اور وہ حجرہ مسجد کے ساتھ ملا ہوا تھا سو عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کو کنگھی کیا کرتیں حالت حیض میں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض والی عورت کو اپنے خاوند کے سر میں کنگھی پھیرنا جائز ہے اور اسی طرح بوجہ اشتراک کے ملامست میں اس کا سر دھونا بھی جائز ہے اور وجہ استدلال عروہ کی اس حدیث عائشہ سے اس طور پر ہے کہ جب کنگھی کرنی حالت حیض میں جائز ہے تو اور خدمت کرنی بھی جائز ہوگی اور جب حالت حیض میں عورت سے خدمت کروانی جائز ہے تو جنابت میں بھی اس سے خدمت کروانی جائز ہوگی اور یہ قیاس جلی ہے واللہ اعلم۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حیض والی عورت کا بدن اور پسینہ پاک ہے اور یہ کہ اعتکاف والے کو سوائے جماع کے عورت سے اور خدمت لینی جائز ہے اور یہ کہ حیض والی کو مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

بَابُ قِرَآئَةِ الرَّجُلِ فِيْ حَجْرِ امْرَأَتِهٖ وَهِيَ حَائِضٌ وَكَانَ أَبُوْ وَآئِلٍ يُرْسِلُ خَادِمَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ إِلٰى أَبِيْ رَزِيْنٍ فَتَأْتِيْهِ بِالْمُصْحَفِ فَتُمْسِكُهٗ بِعِلَاقَتِهٖ.

اپنی بیوی حائض کی گود میں بیٹھ کر قرآن پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور ابو وائل سے روایت ہے کہ وہ اپنی لونڈی کو حیض کی حالت میں ابو رزین کی طرف بھیجتے یعنی قرآن لانے کے واسطے سو وہ لونڈی قرآن کو اس کے علاقہ یعنی بند غلاف کے ساتھ پکڑ کر اس کے پاس لے آتی۔

فائدہ: مطلب اس اثر سے یہ ہے کہ حیض والی عورت کو قرآن کا پکڑنا اور اٹھانا جائز ہے بشرطیکہ اس کو ہاتھ نہ لگائے

اور مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اس طور پر ہے کہ جیسے حائض کے لیے علاقہ (جس میں قرآن ہے) کو اٹھانا جائز ہے ایسے ہی حائض کا مومن (جس کے پیٹ میں قرآن ہے) کو اٹھانا بھی جائز ہے پس اس کی گود میں قرآن پڑھنا جائز ہوگا۔

٢٨٨ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمِ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ سَمِعَ زُهَيْرًا عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ صَفِيَّةَ أَنَّ أُمَّهُ حَدَّثَتْهُ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَّكِئُ فِيْ حَجْرِيْ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ.

۲۸۸۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے تکیہ لگاتے میری گود میں جس حالت میں کہ مجھ کو حیض آیا کرتا پھر پڑھتے قرآن کو یعنی میرے حیض کے دنوں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں سر رکھ کر قرآن پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض والی عورت کی گود میں بیٹھ کر قرآن پڑھنا جائز ہے اور اس حدیث سے اور کئی فائدے بھی ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ عورت کو حیض کی حالت میں قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ اگر جائز ہوتا تو اس کی گود میں بیٹھ کر قرآن پڑھنے کی ممانعت کا بالکل وہم نہ گزرتا اور نہ اس کو کھول کر بیان کرنے کی کوئی حاجت ہوتی۔ اور دوسرا یہ کہ حیض والی عورت کا بدن اور اس کے کپڑے پاک ہیں اور اس کے بدن کے ساتھ بدن لگانا جائز ہے۔ اور تیسرا یہ کہ ناپاک جگہ کے نزدیک قرآن پڑھنا جائز ہے اور خاص کر ناپاک جگہ میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اور چوتھا یہ کہ مریض کو حیض والی عورت کے ساتھ تکیہ لگا کر نماز پڑھنی جائز ہے بشرطیکہ اس کے کپڑے پاک ہوں۔

بَابُ مَنْ سَمَّى النِّفَاسَ حَيْضًا وَالْحَيْضَ نِفَاسًا.

حیض کو نفاس کہنے کا بیان یعنی حیض کو نفاس کہنا بھی جائز ہے۔

٢٨٩ ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا قَالَتْ بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعَةٌ فِيْ خَمِيْصَةٍ إِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيْضَتِيْ قَالَ أَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِيْ فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيْلَةِ.

۲۸۹۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ یکا یک مجھ کو حیض آ گیا سو میں سرک گئی کہ مجھ کو ایسی حالت میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیٹے رہنا مکروہ معلوم ہوا پس میں اس چادر سے باہر نکل گئی تا کہ کچھ خون حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے کو میرے بدن سے نہ لگ جائے سو میں نے اپنے حیض والے کپڑوں کو لیا یعنی جو کپڑے کہ حیض کے دنوں میں پہنا کرتی تھیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تجھ کو حیض آ گیا ہے؟ میں نے عرض کی ہاں حیض آ گیا ہے سو آپ نے مجھ کو بلایا یعنی

اپنے ساتھ سونے کے لیے سو میں آپ کے ساتھ (اسی) چادر
میں آ کر لیٹ گئی۔

فائدہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ حیض کو نفاس کہنا اور نفاس کو حیض نام رکھنا عرب کی زبان میں مشہور معروف ہے سو جو احکام کہ حیض کے واسطے ہیں وہی احکام بعینہ نفاس کے بھی ہیں اور جو چیزیں کہ حالت میں منع ہیں وہ چیزیں حالت نفاس میں بھی منع ہیں اور جو کام اس میں جائز ہیں اس میں بھی جائز ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حیض والی عورت کے ساتھ ایک چادر اور ایک لحاف میں مل کر سونا جائز ہے اور یہ کہ مستحب ہے عورت کے لیے کہ حیض کے دنوں کے واسطے علیحدہ کپڑے تیار کر رکھے۔

بَابُ مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ. حیض والی عورت کے بدن کے ساتھ بدن ملانا جائز ہے

۲۹۰ ۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ كِلَانَا جُنُبٌ وَكَانَ يَأْمُرُنِي فَأَتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ إِلَيَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

۲۹۰۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے اور ہم دونوں جنابت سے ہوتے اور تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو حکم کیا کرتے یعنی تہہ بند باندھنے کا حالت حیض میں سو میں تہہ بند باندھ لیتی سو آپ میرے بند سے بدن لگاتے اور معانقہ کرتے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کو میری طرف نکالا کرتے تھے اور آپ اعتکاف میں ہوتے سو میں آپ کے سر کو دھوڈالتی حالت حیض میں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض والی عورت کے بدن سے بدن لگانا جائز ہے بشرطیکہ ازار سے اوپر ہو اور حد ازار کی فقہاء کے نزدیک ناف سے لے کر زانو تک ہے سو ناف سے نیچے مباشرت کرنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حرام ہے اور بعض اماموں کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ جماع سے بچے اور اسی جواز کو ترجیح ہے اس لیے کہ دوسری حدیث میں مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے صاف آ چکا ہے کہ **اصنعوا کل شی الا الجماع** یعنی حیض والی عورت کے ساتھ جو چاہو کرو مگر جماع نہ کرو اور امام ثوری اور اسحاق اور احمد اور امام محمد اور طحاوی وغیرہ کا یہی مذہب ہے اور جو لوگ کہ ناف سے نیچے مباشرت کرنے کو منع کہتے ہیں وہ اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے دلیل لاتے ہیں سو جواب اس کا یہ ہے جو کہ امام ابن دقیق نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے اس کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ۔ ہے اس لیے کہ وہ مجرد فعل ہے پس اس کو استحباب پر محمول کیا جائے گا تا کہ سب حدیثوں میں تطبیق ہو جائے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو آگے آتی ہے دونوں طرفوں کو مضر ہے اس لیے کہ جیسے ازار سے نیچے مباشرت کرنے میں خوف جماع کا ہے ایسے ہی ازار سے اوپر مباشرت کرنے سے بھی خوف جماع کا ہے پس یہ دونوں

طرف سے کسی کی دلیل نہیں ہوسکتی ہے اور نہ اس سے ازار کے اوپر مباشرت کرنی جائز نکلتی ہے اور نہ اس سے نیچے پس اصل یہ ہے کہ وہ محض رائے عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے سو وہ حجت نہیں یا یہ کہ جس شخص کو قوت ضبط شہوت کی ہو اس کو عورت کے بدن سے بدن لگانا جائز ہے خواہ ازر سے اوپر ہو یا نیچے اور جس کو ضبط اور شہوت روکنے کی طاقت نہ ہو اس کو جائز نہیں یا یہ کہ جب خون حیض کا جوش ہو اس وقت مباشرت نہ کرے اور جب خون کا جوش کم ہو جائے تو اس وقت چاہے تو کر لے، واللہ اعلم۔

۲۹۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ هُوَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا فَأَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبَاشِرَهَا أَمَرَهَا أَنْ تَتَّزِرَ فِيْ فَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا قَالَتْ وَأَيُّكُمْ يَمْلِكُ إِرْبَهٗ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ إِرْبَهٗ تَابَعَهٗ خَالِدٌ وَجَرِيْرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ.

۲۹۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم میں (بیویوں حضرت کی) سے کسی کو حیض آتا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ (اسی حالت میں) مباشرت کرنا چاہتے تو دیکھتے سو اگر حیض جوش میں ہوتا فرماتے کہ تہہ بند باندھ لے (سو وہ تہہ بند باندھ لیتی) پھر اس کے بدن سے بدن لگاتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو اپنی حاجت کا مالک ہو (یعنی تم میں کون ہے جو اپنی شہوت کو ضبط کر رکھے اور حالت مباشرت میں جماع سے بچا رہے) پس ایسا کوئی شخص اپنی حاجت کو ضبط کرنے والا نہیں جیسے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت کے مالک اور ضبط کرنے والے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حیض والی عورت کے بدن سے بدن لگانا اور اس کے ساتھ معانقہ کرنا جائز ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص اپنی شہوت کو روکنے پر قادر نہ ہو سکے اس کو حائض عورت کی مباشرت کرنی منع ہے اور یہ بات ان کے قول سے ظاہر ہے۔

۲۹۲ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُوْنَةَ تَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُبَاشِرَ امْرَأَةً مِنْ نِسَآئِهٖ أَمَرَهَا فَاتَّزَرَتْ وَهِيَ حَائِضٌ وَرَوَاهُ سُفْيَانُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ.

۲۹۲۔ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی بیویوں میں سے کسی کے ساتھ مباشرت کا ارادہ کرتے حالت حیض میں تو اس کو فرماتے کہ تہہ بند باندھ لے سو وہ تہہ بند باندھ لیتی (پھر اس سے مباشرت کرتے)۔

بَابُ تَرْكِ الْحَآئِضِ الصَّوْمَ.

حیض والی عورت کے روزہ ترک کرنے کا بیان یعنی حیض والی عورت کو روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

۲۹۳ ۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ زَيْدٌ هُوَ ابْنُ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أَضْحٰى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلّٰى فَمَرَّ عَلَى النِّسَآءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّيْ أُرِيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِيْنٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِيْنِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلٰى قَالَ فَذٰلِكِ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلٰى قَالَ فَذٰلِكِ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا.

۲۹۳۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقر عید یا عید فطر کے دن عید گاہ کی طرف نکلے یعنی عید کی نماز پڑھنے کے لیے (سو جب عید گاہ سے پھرے) تو عورتوں کے گروہ پر گزرے سو فرمایا اے گروہ عورتوں کے خیرات کرو اس واسطے کہ دوزخیوں میں تمہیں مجھ کو زیادہ نظر پڑیں یعنی دوزخ میں میں نے عورتیں مردوں سے زیادہ دیکھیں (یہ واقع معراج میں ہوا ہے) سو عورتوں نے پوچھا یا حضرت اس کا کیا سبب ہے کہ عورتیں مردوں سے زیادہ دوزخ میں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم بہت لعنت کیا کرتی ہو (یعنی تمہاری عادت ہے کہ بات بات میں ایک دوسری پر لعنت کرتی ہو حالانکہ مسلمان پر لعنت کرنی قطعا حرام ہے) اور اپنے خاوندوں کا حق نہیں مانتی ہو یعنی ان کی ناشکری کرتی ہو اور ان کے تمام عمر کے احسان دفعۃً خاک میں ملا دیتی ہو اور صاف کہہ دیتی ہو کہ میں نے تجھ سے کبھی نیکی نہیں دیکھی میں نے ایسا کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کی عقل بھی کم ہو اور اس کا دین بھی کم ہو پھر باوجود اس کے عقلمند مرد کی عقل کو کھو دے مگر تم کو یعنی باوجود یکہ بہ نسبت مردوں کی تمہاری عقل بھی کم ہے اور تمہارا دین بھی کم ہے مگر پھر بھی تم عقلمند مرد کی عقل کو کھو دیتی ہو اور اُن عورتوں نے کہا کہ یا حضرت ہمارے دین اور عقل میں کیا نقصان ہے؟ آپ نے فرمایا کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے آدھی نہیں ہے یعنی دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے انہوں نے کہا ہاں ہماری گواہی بہ نسبت مرد کے آدھی ہے فرمایا سو یہ حکم آدھی گواہی ہونے کا اُن کے نقصان عقل کی وجہ سے ہے

کہ جس قدر ضبط اور یاداشت گواہی کے اٹھانے اور ادا کرنے
میں مرد کو ہوتی ہے اُس قدر عورت کو نہیں ہوتی فرمایا کیا نہیں
ہے یہ بات کہ جب اس کو حیض آ جاتا ہے تو نہ نماز پڑھ سکتی
ہے اور نہ روزہ رکھ سکتی ہے عورتوں نے کہا ہاں فرمایا پس یہ ہے
نقصان اس کے دین کا یعنی جتنے دنوں حیض میں عورتیں نماز
نہیں پڑھتیں اتنے دن مرد برابر نماز پڑھتے رہتے ہیں اور اس
میں شک نہیں کہ بے نماز کا دین بہ نسبت نمازی کے ناقص رہتا
ہے اور نیز مرد کو اتنے دنوں نماز پڑھنے کی وجہ سے ثواب
حاصل ہوتا ہے اور عورتوں کو ثواب نہیں بلکہ عورتیں حالت حیض
میں گو عذر شرعی کی وجہ سے نماز ترک کرتی ہیں لیکن اس میں بھی
ان کو ثواب نہیں ملتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض والی عورت کو روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اس کو نماز پڑھنی بھی جائز نہیں ہے مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے نماز کو اس واسطے بیان نہیں کیا کہ حیض والی عورت کے لیے نماز ناجائز ہونا ظاہر تھا اس لیے کہ نماز کے صحیح اور جائز ہونے کے واسطے طہارت اور پاکی شرط ہے اور حیض والی پاک نہیں ہے پس اس کے لیے نماز کا ناجائز ہونا ظاہر امر تھا بخلاف روزے کے کہ اس میں طہارت وغیرہ شرط نہیں ہے پس اس کا ترک کرنا محض ایک کام تعبدیٔ اور غیر قیاسی تھا اس وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے روزے کو کھول کر بیان کر دیا اور نماز کو بیان نہ کیا کہ سمجھنے والا خود سمجھ لے گا اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ یہ پہلے نبیوں کی شرع میں بھی یہی حکم تھا کہ حیض والی نہ نماز پڑھتی اور نہ روزہ رکھتی تھی۔ دوسرا یہ کہ عید کے دن عید گاہ کی طرف نکلنا مستحب ہے اور امام کے لیے مستحب ہے کہ اس دن میں لوگوں کو صدقہ دینے کا حکم کرے۔ تیسرا یہ کہ فقیروں کے لیے غنیوں سے مانگنا جائز ہے۔ چوتھا یہ کہ عورتوں کو عید گاہ میں جانا جائز ہے بشرطیکہ مردوں سے کنارے اور دور رہیں تاکہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔ پانچواں یہ کہ امام کے لیے عورتوں کو وعظ کرنا جائز ہے۔ چھٹا یہ کہ کسی کی نعمت کھا کر نمک حرامی کرنی حرام ہے اور اسی طرح لعن اور گالی گلوچ وغیرہ بری باتوں کو بکنا جائز نہیں ہے بلکہ کبیرہ گناہ ہے واسطے ہونے اس کے کی سبب دخول آگ کا۔ ساتواں یہ کہ کبھی ان گناہوں کو بھی کفر کہا جاتا ہے جن کے سبب آدمی دین سے خارج نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ اپنے خاوندوں کی ناشکری کو کفر فرمایا۔ آٹھواں یہ کہ نصیحت اور وعظ میں مبالغہ اور سختی کرنی جائز ہے جس کے سبب سے ایک عیب دفع ہو جائے مگر اس میں شرط ہے کہ کسی خاص آدمی کو مخاطب نہ کیا جائے اس لیے

کہ عام طور سے بلا تخصیص وعظ کرنا سننے والے پر بہت آسان ہوتا ہے۔ نواں یہ کہ صدقہ عذاب کو دفع کر دیتا ہے اور بندوں کے آپس میں کے گناہ کو اتار دیتا ہے۔ دسواں یہ کہ شاگرد کو استاد کے ساتھ تکرار کرنا جائز ہے زیادہ تحقیق کے واسطے اور اسی طرح مرید کو اپنے پیر سے اور یہ جو فرمایا کہ تم عقلمند مرد کی عقل کو کھو دیتی ہو یہ اس وجہ سے ہے کہ مرد عورتوں کی محبت اور عشق میں مست اور بیہوش رہتے ہیں پس جو عورتیں کہتی ہیں وہی مرد کرتے ہیں پس یہی معنی ہے ان کے عقل مارنے کا اور کبھی عورتیں کسی کام ناجائز کا بھی حکم کرتی ہیں پس جب مرد اس کام کو کرتا ہے تو عورتوں کو بھی اس کا گناہ ہوتا ہے بوجہ بتلانے اس کام کے پس یہ بھی ایک سبب ہے ان کے نقصان دین کا۔

بَابُ تَقْضِی الْحَآئِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ.

احرام کی حالت میں اگر عورت کو حیض آ جائے تو اس کے لیے حج کی سب عبادتوں کو ادا کرنا جائز ہے مگر خانہ کعبہ کا طواف کرنا اس کو جائز نہیں ہے۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ أَنْ تَقْرَأَ الْاٰيَةَ.

یعنی ابراہیم نخعی نے کہا کہ حیض والی عورت کو قرآن کی آیت پڑھنی جائز ہے۔

فائدہ: اس اثر سے معلوم ہوا کہ حیض والی کے قرآن نہ پڑھنے پر اجماع نہیں بلکہ اختلاف ہے دیکھو امام نخعی نے اس کو قرآن پڑھنا جائز رکھا ہے۔

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْقِرَآءَةِ لِلْجُنُبِ بَأْسًا.

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما (صحابی سے) نے جنبی کے واسطے قرآن پڑھنا جائز رکھا ہے۔

فائدہ: اس اثر سے معلوم ہوا کہ جنبی کے قرآن نہ پڑھنے پر اجماع نہیں بلکہ اختلاف ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کو جائز رکھتے ہیں۔

وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهِ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے یعنی خواہ طہارت کے ساتھ یا جنابت کے ساتھ ہوتے۔

فائدہ: ذکر اللہ سے یہاں مراد عام ذکر ہے خواہ تلاوت قرآن کی ہو یا کچھ اور درود وظیفہ ہو پس اس سے بھی معلوم ہوا کہ جنبی کو جنابت کی حالت میں قرآن پڑھنا جائز ہے۔

وَقَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ يَّخْرُجَ الْحُيَّضُ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ.

ام عطیہ رضی اللہ عنہا (صحابیہ) نے کہا کہ ہم کو حکم کیا جاتا تھا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کہ باہر نکالیں ہم حیض والی عورتوں کو (یعنی عید کے دن) سو لوگوں کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہیں اور ان کے ساتھ شریک ہو کر دعا

مانگیں اور برکت کی امید رکھیں جو اس روز آدمیوں کے
جمع ہو کر ذکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو حیض کی حالت میں قرآن پڑھنا جائز ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے اُن کے لیے دعا مانگنا جائز رکھا ہے اور دعا ایک عام ذکر ہے تلاوت قرآن وغیرہ سب کو شامل ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سُفْيَانَ أَنَّ هِرَقْلَ دَعَا بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ فَإِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿وَ يٰٓأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ﴾ الْاٰيَةَ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھ کو ابوسفیان نے خبر دی کہ بے شک ہرقل (بادشاہ روم) نے حضرت ﷺ کا خط طلب کیا سو اس کو پڑھا پس ناگہاں اس میں یہ مضمون لکھا تھا شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان ہے نہایت رحم کرنے والا اور اے کتاب والو! آ جاؤ اس بات پر جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ بات یہ ہے ہم اور تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت اور پرستش نہ کریں اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض آدمی بعض کو اللہ کے سوا اپنا رب اور مالک نہ بنا دیں سو اگر اہل کتاب توحید سے منہ موڑیں تو اُن سے کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں حکم الٰہی کے مطیع ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرد کو جنابت کی حالت میں قرآن پڑھنا جائز ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے یہ خط روم والوں کی طرف لکھا حالانکہ وہ کافر تھے اور کافر جنبی ہوتے ہیں سو جب جنبی کو خط (جس میں قرآن کی آیتیں ہوں) کا چھونا جائز ہے تو اس کا پڑھنا بھی اس کو جائز ہوگا۔

وَقَالَ عَطَآءٌ عَنْ جَابِرٍ حَاضَتْ عَائِشَةُ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَا تُصَلِّيْ.

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا (یعنی احرام کی حالت میں) سو اُس نے حج کے سب کاموں کو ادا کیا مگر خانہ کعبہ کا طواف نہ کیا اور نہ نماز پڑھی۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عورت کو حیض کی حالت میں قرآن پڑھنا جائز ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے حیض والی کے واسطے حج کی سب عبادتوں کو ادا کرنا جائز رکھا ہے سوائے طواف خانہ کعبہ کے اور حج کے کاموں میں دعا بھی ہے اور لبیک بھی ہے اور ذکر بھی ہے اور جب کہ حیض والی کو ان سب عملوں کا بجا لانا جائز ہے تو اسی طرح

جنبی کو بھی یہ سب کچھ ادا کرنا جائز ہے اور ان دعاؤں اور ذکر اور قرأۃ قرآن میں کچھ فرق نہیں اور نہ کوئی دلیل صحیح اس کی مخصص ہے پس لامحالہ دونوں کو قرآن کا پڑھنا بھی جائز ہوگا۔

وَقَالَ الْحَكَمُ إِنِّيْ لَأَذْبَحُ وَأَنَا جُنُبٌ وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾.

یعنی کہا حکم نے کہ البتہ میں ذبح کرتا ہوں حالت جنابت میں اور اللہ بزرگ اور بلند شان والے نے فرمایا ہے کہ نہ کھاؤ اس چیز سے کہ نہیں ذکر کیا گیا ہے اس پر نام اللہ کا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ میں جنابت کی حالت میں ذبح کرتا ہوں حالانکہ ذبح سوائے ذکر اللہ تعالیٰ کے جائز نہیں اور حیض اور جنابت دونوں بالاجماع برابر ہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو جنابت کی حالت میں بسم اللہ اور قرآن وغیرہ پڑھنا جائز ہے سو اسی طرح حائض کو بھی جائز ہوگا۔

٢٩٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا جِئْنَا سَرِفَ طَمِثْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِيْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ قُلْتُ لَوَدِدْتُ وَاللّٰهِ أَنِّيْ لَمْ أَحُجَّ الْعَامَ قَالَ لَعَلَّكِ نُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ ذٰلِكِ شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ فَافْعَلِيْ مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِيْ.

۲۹۴۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضرت ﷺ کے ساتھ نکلے (یعنی مدینہ سے مکہ کو روانہ ہوئے) صرف حج کے ارادے سے (یعنی عمرہ کا ارادہ نہیں تھا اس لیے کہ جاہلیت کے زمانے میں لوگ حج کے دنوں میں عمرہ کرنے کو جائز نہیں جانتے تھے) سو جب ہم سرف (ایک جگہ کا نام ہے نو یا دس میل مکہ سے) کی منزل میں پہنچے تو وہاں مجھ کو حیض آ گیا سو حضرت ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور حالانکہ میں رو رہی تھی سو آپ نے فرمایا کہ کس سبب سے روتی ہو میں نے کہا قسم اللہ کی مجھ کو یہ پسند تھا کہ میں اس سال حج کو نہ آتی کہ اس حالت میں حج کیونکر ہوگا سو آپ نے فرمایا شاید کہ تجھ کو حیض آ گیا ہے میں نے عرض کی ہاں مجھ کو حیض آ گیا ہے فرمایا یہ کوئی نئی چیز نہیں کہ صرف تیرے ہی ساتھ یہ واقع ہوا ہو بلکہ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اللہ نے بنی آدم کی سب عورتوں پر ٹھہرایا ہے (یعنی اس میں کچھ اختیار نہیں پیدائشی بات ہے اور سب عورتوں کو حیض آتا ہے پھر اس پر رونا کیوں ہے) سو تو ادا کر جو حاجی ادا کرتے ہیں یعنی حج کے سب کام ادا کر لیکن اتنا ہے کہ بغیر غسل کے خانہ کعبہ کا طواف نہ کرنا یہاں تک کہ تو حیض سے

پاک ہو جائے۔

فائدہ: مقصود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ان سب حدیثوں اور اثروں سے یہ ہے کہ عورت کو حیض کی حالت میں اور جنبی کو جنابت کی حالت میں قرآن اور ذکر وغیرہ کرنا سب جائز ہے اور وجہ دلالت کرنے ان حدیثوں کی اس مسئلے پر بیان ہو چکی ہے اور جمہور علماء حنفیہ اور شافعیہ اور حنبلیہ کا یہ مذہب ہے کہ عورت کو حیض کی حالت میں اور جنبی کو جنابت کی حالت میں قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے اور ان کی سند وہ حدیث ہے جو اصحاب سنن نے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ کو قرآن پڑھنے سے کوئی چیز نہیں روکتی تھی مگر جنابت اور یہ حدیث حسن ہے لائق حجت کے ہے لیکن اس استدلال میں شبہ ہے اس لیے کہ یہ مجرد فعل ہے سوا اپنے ماسوا کے حرام ہونے پر دلالت نہیں کرسکتا ہے اور ایک سند جمہور کی یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ہے کہ حائض اور جنبی قرآن کو نہ پڑھے لیکن یہ حدیث سب طریقوں سے ضعیف ہے کما صرح به الشيخ ابن حجر في الفتح پس اس سے استدلال صحیح نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ حدیثیں استحباب اور افضلیت پر محمول ہیں واسطے تطبیق کے درمیان سب حدیثوں کے اور اسی بات کو زیادہ ترجیح ہے فان الاعمال اولٰی من الاهمال والله اعلم بالصواب۔

بَابُ الْاِسْتِحَاضَةِ. خون استحاضہ کا بیان۔

فائدہ: استحاضہ اُس خون کو کہتے ہیں جو عورت کی شرمگاہ سے حیض کے دنوں سے سوا اور دنوں میں آئے اور یہ خون عورت کے رحم سے نہیں آتا ہے بلکہ ایک رگ سے آتا ہے جو رحم کے نزدیک ہے اس کا نام عاذل ہے اور یہ اکثر بیماری کی وجہ سے آتا ہے۔

۲۹۵ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِيْ حُبَيْشٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ لَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِي الصَّلَاةَ فَإِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّيْ.

۲۹۵۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ابی حبیش کی بیٹی نے حضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا حضرت بے شک میں کبھی پاک نہیں ہوتی ہوں یعنی خون استحاضہ کا مجھ کو ہر وقت جاری رہتا ہے اور حیض کا بند ہونا معلوم نہیں ہوتا ہے اور حیض کی حالت میں نماز پڑھنی جائز نہیں ہے سو کیا میں نماز کو چھوڑ دوں یعنی بالکل ترک کردوں جیسے کہ حیض کے دنوں میں ترک کی جاتی ہے سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک رگ ہے یعنی یہ خون ایک رگ سے آتا ہے حیض کا یہ خون نہیں جس کی وجہ سے نماز پڑھنی منع ہو سو جب حیض آجائے یعنی حیض کے دن آجائیں تو نماز کو چھوڑ دے یعنی جتنے دن کہ حیض کے آنے کی

عادت ہو پس جب بقدر عادت کے ایام حیض کے گزر جائیں تو اپنے بدن سے خون دھو ڈال اور نماز پڑھ یعنی ساقط ہونا نماز کا صرف حیض کے دنوں میں ہے اور بعد اس کے نماز پڑھنی واجب ہو جاتی ہے پس غسل کر کے نماز کو ادا کیا کر۔

فائدہ: جس عورت کو استحاضہ آتا ہو یعنی ہر وقت خون جاری رہتا ہو سو وہ اگر حیض اور استحاضہ کو پہچان سکتی ہو اور ان دونوں میں تمیز کر سکتی ہو تو وہ حیض کو اعتبار کر لے اور اس کے شروع ہونے اور ختم ہونے پر عمل کرے یعنی جب حیض کے دن آ جائیں تو نماز کو چھوڑ دے اور جب حیض کا اندازہ گزر جائے تو غسل کر ڈالے پھر ہر نماز کے واسطے علیحدہ علیحدہ وضو کرے اور ایک وضو کے ساتھ ایک فرض نماز سے زیادہ نہ پڑھے اور جس عورت کو ان دونوں خونوں میں تمیز کرنے کی قدرت نہ ہو وہ عورت اپنی طرف سے حیض کے دن مقرر کر لے یعنی مثلا ہر مہینے کی ابتدا میں اتنے روز تک حیض ہے پھر بعد کو استحاضہ پھر یہ بھی ہر نماز کے لیے علیحدہ وضو کرے اور جس عورت کی پہلے کچھ مدت تک عادت مقرر تھی پھر بعد کو استحاضہ شروع ہو جائے تو وہ عورت اپنی قدیمی عادت کے دن حیض بیٹھا کرے پھر بعد اس کے اُس کا وہی حکم ہے جو اوپر گزر چکا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ غَسْلِ دَمِ الْمَحِيْضِ.

خون حیض کے دھونے کا بیان۔

۲۹۶ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَآءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ أَنَّهَا قَالَتْ سَأَلَتِ امْرَأَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا إِذَا أَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ إِحْدَاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَآءٍ ثُمَّ لِتُصَلِّيْ فِيْهِ.

۲۹۶۔ اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضرت ﷺ سے پوچھا کہ یا حضرت بھلا بتلاؤ تو اگر ہم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو کیا کرے یعنی اس کو کس طرح پاک کرے؟ سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو چاہیے کہ اس کو مل ڈالے یعنی اول تھوڑا سا پانی اس پر چھڑک کر اس کو اپنے ناخنوں سے مل ڈالے پھر اس کو پانی سے دھو ڈالے پھر اس میں نماز پڑھ لے۔

فائدہ: یہ باب کتاب الوضو میں پہلے بھی گزر چکا ہے اور فرق دونوں بابوں میں یہ ہے کہ پہلے باب میں مطلق خون کا لحاظ ہے خواہ حیض ہو خواہ اور خون ہو اور اس باب میں صرف خون حیض کا لحاظ ہے پس فرق دونوں میں اطلاق وتقیید کا

ہے اور اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ عورت کو خود مرد سے سامنے ہو کر مسئلہ پوچھنا جائز ہے اس میں جو عورتوں کے حالات کے متعلق ہو اور یہ کہ عورت کی آواز حاجت کے لیے سننا جائز ہے اور یہ کہ جو چیز بری ہو اس کو ضرورت کے واسطے کھول کر کہہ دینا جائز ہے اور یہ کہ خون حیض اور سب خونوں کی طرح ہے یعنی واجب ہے دھونا اس کا مثل اور خونوں کی اور یہ کہ خشک پلیدی کو کھرچ لینا مستحب ہے تا کہ آسانی سے دھویا جائے۔

٢٩٧ ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا تَحِيضُ ثُمَّ تَقْتَرِصُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طُهْرِهَا فَتَغْسِلُهُ وَتَنْضَحُ عَلٰى سَآئِرِهٖ ثُمَّ تُصَلِّيْ فِيْهِ.

٢٩٧۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم میں سے کسی کو حیض آتا تھا پھر مل ڈالتی خون کو اپنے کپڑے سے وقت پاک ہونے کے حیض سے سو اس کو دھو ڈالتی اور باقی کپڑے پر پانی بہا دیتی (یعنی واسطے دفع کرنے وسوسہ پلیدی کے) پھر اس میں نماز پڑھ لیتی۔

بَابُ اِعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ.

استحاضہ والی عورت کے مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کا بیان۔

٢٩٨ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ مَعَهُ بَعْضُ نِسَآئِهٖ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ تَرَى الدَّمَ فَرُبَّمَا وَضَعَتِ الطَّسْتَ تَحْتَهَا مِنَ الدَّمِ وَزَعَمَ أَنَّ عَائِشَةَ رَأَتْ مَآءَ الْعُصْفُرِ فَقَالَتْ كَأَنَّ هٰذَا شَيْءٌ كَانَتْ فُلَانَةُ تَجِدُهُ.

٢٩٨۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک حضرت ﷺ کی ایک بیوی نے آپ کے ساتھ اعتکاف کیا یعنی مسجد میں اور اس کو استحاضہ کا خون آتا تھا خون کو دیکھتی سو بہت وقت اپنے نیچے ایک طشت رکھ لیتی جوش خون کے سبب سے یعنی تا کہ مسجد خون سے آلودہ نہ ہو جائے اور خالد (راوی) نے کہا کہ عکرمہ نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اتفاقا کسنم (زرد) کا پانی دیکھا سو اس نے (اس پانی کو دیکھ کر) کہا کہ گویا یہ پانی کسنم کا وہ خون استحاضہ کا ہے جو فلانی عورت کو آتا تھا یعنی اس کا خون استحاضہ کا اس پانی کی طرح سرخ رنگ تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استحاضہ والی عورت کا مسجد میں اعتکاف بیٹھنا جائز ہے بشرطیکہ مسجد خون سے آلودہ ہونے نہ پائے۔

٢٩٩ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

٢٩٩۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کی ایک بیوی آپ کے ساتھ مسجد میں اعتکاف بیٹھی سو وہ دیکھتی تھی خون اور زردی کو (یعنی اس کو استحاضے کا خون سرخ اور زرد

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ فَكَانَتْ تَرَى الدَّمَ وَالصُّفْرَةَ وَالطَّسْتُ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّيْ.

رنگ کا آتا تھا) اور طشت اس کے نیچے رکھا ہوا تھا اور وہ نماز پڑھتی تھی۔

۳۰۰ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ بَعْضَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ اعْتَكَفَتْ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ.

۳۰۰۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیوی نے اعتکاف کیا اور حالانکہ اس کو خون استحاضہ آتا تھا۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ استحاضہ والی عورت کو مسجد میں اعتکاف کرنا جائز ہے اور یہی ہے مقصود امام بخاری رحمہ اللہ کا اس باب سے۔

بَابُ هَلْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِيْ ثَوْبٍ حَاضَتْ فِيْهِ.

جس کپڑے میں عورت کو حیض آئے اس کپڑے میں اس کو نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں ہے۔

۳۰۱ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا كَانَ لِإِحْدَانَا إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ تَحِيْضُ فِيْهِ فَإِذَا أَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ قَالَتْ بِرِيْقِهَا فَقَصَعَتْهُ بِظُفْرِهَا.

۳۰۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم میں سے کسی کے پاس ایک کپڑے کے سوا کچھ نہیں تھا اسی میں حیض بیٹھتی سو جب اس کو حیض سے کچھ خون لگ جاتا تو اس پر اپنی تھوک لگاتی پھر اس کو اپنے ناخنوں سے مل دیتی یعنی پھر اس کو دھو ڈالتی۔

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے اس طور پر ہے کہ جب معلوم ہوا کہ عورتوں کے پاس فقط ایک ہی کپڑا ہوتا تھا تو لامحالہ اسی کپڑے کو پاک کر کے اس میں نماز پڑھتی ہوں گی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حیض والے کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے اور یہ جواز اس واسطے امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا کہ اسلام سے پہلے عورتوں کی یہ عادت تھی کہ حیض بند ہوجانے کے بعد دوسرے کپڑے بدل کر پہنتی تھیں اور کپڑے بدلنے کو واجب جانتی تھیں سو امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا کہ حیض بند ہو جانے کے بعد دوسرے کپڑے بدلنے واجب نہیں بلکہ جو کپڑے کہ حیض کی حالت میں پہنے ہوئے تھے ان میں بھی نماز پڑھنی جائز ہے اور یہ جو فرمایا کہ ہمارے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا تھا سو یہ مخالف ہے اس حدیث کے جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مذکور ہو چکی ہے کہ حیض کے واسطے کپڑے علیحدہ بنا رکھے ہوئے تھے سو تطبیق ان دونوں میں اس طور سے ہو سکتی ہے کہ یہ اول زمانہ کا ذکر ہے جس میں نہایت تنگی تھی اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اخیر زمانے پر محمول ہے جس میں کچھ کچھ وسعت ہوگئی تھی، واللہ اعلم۔

بَابُ الطِّيْبِ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ

عورت کے لیے حیض سے غسل کرنے کے وقت خوشبو

الْمَحِيْضِ.

لگانے کا بیان۔

۳۰۲ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَوْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كُنَّا نُنْهٰى اَنْ نُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَلَا نَكْتَحِلَ وَلَا نَتَطَيَّبَ وَلَا نَلْبَسَ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ اِذَا اغْتَسَلَتْ اِحْدَانَا مِنْ مَحِيْضِهَا فِيْ نُبْذَةٍ مِّنْ كُسْتِ اَظْفَارٍ وَكُنَّا نُنْهٰى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَآئِزِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۳۰۲۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ہم کو منع کر دیا تھا اس بات سے کہ کسی مردے پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کریں مگر جس عورت کا خاوند مر جائے وہ عورت چار مہینے اور دس دن اس کا سوگ کرے اور ہم کو حکم ہوا کہ اپنے خاوندوں کے سوگ کے اندر نہ آنکھوں میں سرمہ لگائیں اور نہ خوشبو لگائیں اور نہ رنگا ہوا کپڑا پہنیں مگر عصب (ایک قسم کا کپڑا ہوتا ہے یمن میں کہ اس کے سوت کو رنگ کر کے بنتے ہیں) کا کپڑا پہن لیں تو جائز ہے اور حضرت ﷺ نے ہم کو رخصت دی کہ جب کوئی عورت حیض سے پاک ہونے کے وقت غسل کر لے تو اپنے بدن میں خوشبو استعمال کرے یعنی جس جس جگہ میں خون حیض کا لگا ہو اس جگہ میں اس کو لگا دے تا کہ خون کی بدبو دفع ہو جائے اور حضرت ﷺ نے ہم کو منع کیا جنازے کے ساتھ جانے سے۔

فائدہ: کست اظفار ایک قسم کی خوشبو ہوتی ہے ناخن کی صورت پر اور بعض کہتے ہیں کہ وہ قسط ہے جس کو ہندی میں کٹھ کہتے ہیں مگر ظاہر بات پہلی ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض سے غسل کرنے کے وقت خوشبو کا استعمال کرنا سنت ہے۔

بَابُ دَلْكِ الْمَرْاَةِ نَفْسَهَا اِذَا تَطَهَّرَتْ مِنَ الْمَحِيْضِ وَكَيْفَ تَغْتَسِلُ وَتَاْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَتَّبِعُ اَثَرَ الدَّمِ.

باب ہے بیان میں اس کے کہ جب عورت حیض سے پاک ہو جائے تو غسل کے وقت اپنے بدن کو ملنا مستحب ہے اور بیان میں اس کے کہ غسل کس طرح کرے اور پکڑے وہ عورت ایک ٹکڑا ریشم یا روئی کا خوشبو آلودہ اور خون کی جگہ تلاش کرے پس جس جس جگہ خون لگا ہو دیکھے اس کو اٹھا دے۔

۳۰۳ ـ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ

۳۰۳۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے راویت ہے کہ بے شک ایک عورت

عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ صَفِيَّةَ عَنْ أُمِّهٖ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ فَأَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ قَالَ خُذِيْ فِرْصَةً مِنْ مَسْكٍ فَتَطَهَّرِيْ بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَتَطَهَّرُ قَالَ تَطَهَّرِيْ بِهَا قَالَتْ كَيْفَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَطَهَّرِيْ فَاجْتَبَذْتُهَا إِلَيَّ فَقُلْتُ تَتَبَّعِيْ بِهَا أَثَرَ الدَّمِ.

نے حضرت ﷺ سے پوچھا غسل کرنا حیض سے یعنی حیض سے پاک ہونے کے وقت کس طرح غسل کیا جائے سو حضرت ﷺ نے اس کو طریقہ غسل کرنے کا فرمایا یعنی فرمایا کہ ایک ٹکڑا ریشم یا روئی کا مشک وغیرہ خوشبو سے آلودہ کیا ہوا لے اور اس سے اپنے بدن کو پاک کر اُس نے کہا کہ میں کس طرح سے پاک کروں آپ نے فرمایا اس سے پاکی حاصل کر یعنی شرمگاہ میں رکھ لے پھر اس عورت نے کہا کس طرح غسل کروں آپ نے فرمایا اللہ پاک ہے اپنے بدن کو پاک کر (سبحان اللہ آپ نے اس واسطے کہا کہ اس کی کم فہمی پر تعجب کیا کہ اس کو اتنا بتلانے سے سمجھ نہ آئی) (عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا) سو میں نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا اور کہا اس کے ساتھ خون کے نشان تلاش کر یعنی جس جس جگہ خون لگا ہوا ہو اس کو اس خوشبو سے مٹا دے اور وہاں خوشبو لگا دے تا کہ بد بو دفع ہو جائے اور رحم نطفہ قبول کرے خواہ شرمگاہ ہو یا کوئی اور جگہ ہو۔

فائدہ: اس حدیث سے غسل کی کیفیت اور غسل کے وقت بدن کا ملنا اس طور سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں صحیح مسلم وغیرہ میں کیفیت غسل کی مفصل طور سے مذکور ہے اور اسی میں یہ لفظ بھی ہے **فتدلکه دلکا شدیدا** یعنی پس ملے تو بدن اپنے کو ملنا سخت پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ اکثر جگہ میں باب باندھ کر ایک ٹکڑا حدیث کا بیان کر دیتا ہے اور وہ ٹکڑا حدیث کا اس ترجمہ باب سے مطابق نہیں ہوتا ہے مگر اس حدیث کے نقل کرنے سے بخاری رحمہ اللہ کی غرض اشارہ کرنا ہوتا ہے اس بات کی طرف کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں یہ مسئلہ باب کا موجود ہے جیسے کہ یہاں ہم نے بیان کیا ہے واللہ اعلم بالصواب اور اس حدیث سے اور بھی کوئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ تعجب کے وقت سبحان اللہ کہنا جائز ہے۔ دوم یہ کہ جو مسئلہ شرم گاہوں سے علاقہ رکھتا ہو اس میں مستحب ہے کہ کنایت کا لفظ بولا جائے۔ سوم یہ کہ مکروہ کاموں میں تعریض اور اشارہ پر اکتفا کرنا چاہیے۔ چہارم یہ کہ مستحب ہے مکرر بیان کرنا مسئلے کا واسطے سمجھانے سائل کے۔ پنجم یہ کہ عالم کی کلام کی تفسیر کرنی اس کے پاس ہی جائز ہے جب معلوم ہو کہ یہ عالم برا نہ مانے گا۔ ششم یہ کہ بڑے کے ہوتے ہوئے چھوٹے سے مسئلہ پوچھ لینا جائز ہے۔ ہفتم یہ کہ اگر سائل کو مسئلے کی سمجھ نہ آئے تو اس کو نرمی سے سمجھانا

چاہیے۔ ہشتم یہ کہ ہر شخص کا عیب چھپانا چاہیے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے اس عورت کو خوشبو استعمال کرنے کا حکم کیا واسطے دفع کرنے بدبو خون حیض کے اور صاف کھول کر بیان نہ فرمایا کہ تو اس کو اپنی شرمگاہ میں رکھ لے۔

بَابُ غَسْلِ الْمَحِيْضِ.

خون حیض کے دھونے کا بیان۔

٣٠٤ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ أُمِّهٖ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَغْتَسِلُ مِنَ الْمَحِيْضِ قَالَ خُذِىْ فِرْصَةً مُّمَسَّكَةً فَتَوَضَّئِىْ ثَلَاثًا ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَحْيَا فَأَعْرَضَ بِوَجْهِهٖ أَوْ قَالَ تَوَضَّئِىْ بِهَا فَأَخَذْتُهَا فَجَذَبْتُهَا فَأَخْبَرْتُهَا بِمَا يُرِيْدُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۳۰۴۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انصار کی ایک عورت نے حضرت ﷺ سے پوچھا کہ میں حیض سے کیسے غسل کروں (یعنی حیض سے فارغ ہو کر غسل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟) آپ نے فرمایا کہ روئی کا ایک ٹکڑا خوشبو آلودہ لے لے (یعنی بعد تر کرنے بدن کے اور بالوں سر کے) اور اپنے بدن کو تین بار دھو ڈال (اس عورت نے اسی طرح تین بار سوال کیا) پھر حضرت ﷺ کو اس سے شرم آگئی سو آپ نے اس سے منہ پھیر لیا یا یہ فرمایا کہ اس سے اپنے بدن کو دھو ڈال (اس پر اس عورت کو غسل کرنے کی سمجھ نہ آئی) سو عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا پس میں نے حضرت ﷺ کا مطلب سمجھا دیا۔

فائدہ: اس باب سے غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہے کہ عورت کو حیض سے پاک ہونے کے وقت غسل کرنا واجب ہے اور مناسبت اس حدیث کی باب سے اس عورت انصاریہ کے اس قول میں ہے جو اُس نے کہا کہ میں کیسے غسل کروں اس لیے کہ یہ قول اس کا دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ اصل غسل کرنا اس کے نزدیک مسلم الثبوت تھا اور سوائے اس کے نہیں کہ سوال اس کا غسل کی کیفیت سے تھا نہ اصل غسل سے اگر اصل غسل میں اس کو شک ہوتا تو غسل کے وجوب سے سوال کرتی اور حضرت ﷺ نے بھی اس کے قول پر سکوت فرمایا پس معلوم ہوا کہ اصل غسل واجب ہے۔

بَابُ امْتِشَاطِ الْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ.

عورت کے حیض سے غسل کرنے کے وقت کنگھی کرنے کا بیان۔

٣٠٥ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَهْلَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَكُنْتُ

۳۰۵۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں میں نے حضرت ﷺ کے ساتھ احرام باندھا سو میں ان لوگوں میں تھی جنہوں نے تمتع کا ارادہ کیا تھا اور ہدی (اس جانور کو کہتے ہیں کہ قربانی کے لیے خانہ کعبہ میں بھیجا جاتا ہے) نہیں بھیجی تھی۔

مِمَّنْ تَمَتَّعَ وَلَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا حَاضَتْ وَلَمْ تَطْهُرْ حَتّٰى دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ لَيْلَةُ عَرَفَةَ وَإِنَّمَا كُنْتُ تَمَتَّعْتُ بِعُمْرَةٍ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْقُضِيْ رَأْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَأَمْسِكِيْ عَنْ عُمْرَتِكِ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ فَأَعْمَرَنِيْ مِنَ التَّنْعِيْمِ مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِيْ نَسَكْتُ.

سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھ کو حیض آ گیا اور میں پاک نہ ہوئی یعنی میرا حیض بند نہ ہوا یہاں تک کہ عرفہ (نویں کے دن) کی رات آ گئی سو میں نے کہا یا حضرت یہ رات عرفہ کی ہے اور میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا سو حضرت ﷺ نے مجھ کو فرمایا کہ تو اپنے بالوں کو کھول ڈال اور کنگھی کر اور عمرے کو چھوڑ دے سو میں نے ایسا ہی کیا (یعنی عمرے کا احرام توڑ کر حج کا احرام باندھ لیا) سو جب میں حج کو ادا کر چکی تو آپ نے حصبہ کی رات میں عبدالرحمٰن (عائشہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے) کو فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جا کر اس کو عمرہ کروا لا سو اُس نے مجھ کو تنعیم (ایک جگہ کا نام ہے حرم سے خارج دو تین میل مکہ سے) جا کر عمرہ کروایا بدلے اس عمرے کے جس کے لیے میں نے پہلے احرام باندھا تھا۔

فائدہ: تمتع اس کو کہتے ہیں کہ میقات سے اول عمرے کا احرام باندھے اور مکہ میں جا کر خانہ کعبہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے حلال ہو جائے پھر آٹھویں ذی الحج کے دن نیا احرام باندھ کر حج ادا کرے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عورت حیض سے غسل کرے تو اپنے بالوں کو کنگھی کر لے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا کہ اپنے بالوں کو کھول ڈال اور کنگھی کر اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ غسل احرام کے لیے تھا سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب احرام کے غسل میں (جو مستحب ہے) کنگھی پھیرنا جائز ہوا تو حیض سے غسل (جو واجب ہے) کرنے میں بطریقِ اولیٰ جائز ہوگا اور حصبہ اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں تشریق کے دنوں میں کنکر مار کے منیٰ سے پھر کر رات گزارتے ہیں۔

بَابُ نَقْضِ الْمَرْأَةِ شَعَرَهَا عِنْدَ غُسْلِ الْمَحِيْضِ.

عورت کے حیض سے غسل کرنے کے وقت بال کھولنے کا بیان یعنی واجب ہے یا سنت۔

٣٠٦ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

٣٠٦۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم مدینہ سے حج کو چلے اور ہم نزدیک ہونے والے تھے ماہ ذی الحج کو (یعنی ذی الحج کا چاند قریب چڑھنے کے تھا صرف پانچ روز چڑھنے میں باقی رہتے تھے) سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو عمرے کا احرام

وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهْلِلْ فَإِنِّي لَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِحَجٍّ وَكُنْتُ أَنَا مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَأَدْرَكَنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَشَكَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِيْ عُمْرَتَكِ وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِحَجٍّ فَفَعَلْتُ حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِيْ أَخِي عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَخَرَجْتُ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِي قَالَ هِشَامٌ وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ هَدْيٌ وَلَا صَوْمٌ وَلَا صَدَقَةٌ.

باندھنا چاہے وہ اس کا احرام باندھے یعنی احرام حج کا فسخ کر ڈالے اور عمرہ کرنے کو اس زمانہ میں برا نہ سمجھے سو البتہ اگر میں ہدی نہ بھیجتا تو عمرے کا احرام باندھتا سو بعض صحابہ نے صرف عمرے کا احرام باندھا یعنی احرام حج کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور بعض نے حج کا احرام باندھا یعنی اسی سابق احرام حج پر باقی رہے (عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) اور میں نے صرف عمرے کا احرام باندھ لیا یعنی حج کا احرام توڑ ڈالا جس کی پہلے نیت کی ہوئی تھی سو عرفہ کے دن مجھ کو حیض آ گیا سو میں نے حضرت ﷺ سے شکایت کی (یعنی مجھ کو حیض آ گیا ہے اب میں کیا کروں) سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ عمرے کو چھوڑ دے اور اپنے سر کو کھول ڈال اور اپنے بالوں کو کنگھی کر اور حج کا احرام باندھ لے سو میں نے ایسے ہی کیا یہاں تک کہ جب ایام تشریق کے بعد منیٰ سے پھر کر مقام حصبہ میں آ کر رات رہی تو حضرت ﷺ نے میری بھائی عبدالرحمٰن کو میرے ساتھ بھیجا (یعنی عمرہ کرانے کو) سو میں اس کے ساتھ تنعیم کی طرف نکلی اور وہاں سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا بدلے اس عمرہ کے جس کا میں نے پہلے احرام باندھا تھا ہشام (راوی) نے کہا کہ ان چیزوں سے کسی چیز میں نہ ہدی واجب ہوئی اور نہ روزہ اور نہ صدقہ۔

فائدہ: جاہلیت کے زمانے میں حج کے دنوں میں عمرہ کرنے کو لوگ منع جانتے تھے اسی وجہ سے تمام صحابہ نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا اور سب کے دل میں یہ یہی نیت تھی سو حضرت ﷺ نے جاہلیت کا یہ اعتقاد توڑنے کے لیے فرمایا کہ جو عمرہ کرنا چاہے تو حج کا احرام توڑ کر عمرہ کا احرام باندھ لے یعنی ان دنوں میں عمرہ کرنا بھی جائز ہے منع نہیں جیسے کہ جاہلیت کا اعتقاد تھا اور یہ جو فرمایا کہ اگر میں اپنے ساتھ ہدی نہ لایا ہوتا تو حج کا احرام توڑ کر عمرے کا احرام باندھ لیتا تو یہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تسلی کے واسطے فرمایا تا کہ ظاہر کی مخالفت سے اندیشہ نہ کریں اور یہ جو فرمایا کہ ان چیزوں میں ہدی اور روزہ وغیرہ کچھ واجب نہ ہوا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قران نہیں تھا مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

متمتع پر خون دینا واجب نہیں ہے اور ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض سے غسل کے وقت عورت کو بالوں کا کھولنا واجب ہے اس لیے کہ اس میں امر وارد ہوا ہے اور مطلق امر وجوب کے لیے آتا ہے اور یہی مذہب ہے حسن اور طاؤس کا اور جمہور علماء کے نزدیک حیض سے غسل کے وقت بالوں کو کھولنا واجب نہیں ہے ان کی سند یہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ میرے بال سخت گوندے ہوئے ہیں پس کہا میں غسل حیض یا جنابت کے لیے ان کو کھول لیا کروں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ کھولا کر پس مراد اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے استحباب رکھا جائے گا تا کہ دونوں میں تطبیق ہو جائے یا اس عورت کے حق میں کھولنا بالوں کا واجب ہوگا جس کے بالوں میں سوائے کھولنے کے پانی نہ پہنچ سکے اور حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اس عورت کے حق میں محمول ہوگی جس کے بالوں میں بغیر کھولنے کے پانی پہنچ جائے پس یہ بھی تطبیق ہو سکتی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿مُخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ﴾.

باب ہے بیان میں تفسیر قول اللہ تعالیٰ بلند اور بزرگ شان والے کی اور وہ قول اللہ تعالیٰ کا یہ ہے مخلقة وغیر مخلقة یعنی ہم نے تم کو پیدا کیا بوٹی صورت بنائے گئے اور بن صورت بنائے گئے سے۔

۳۰۷ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا يَقُوْلُ يَا رَبِّ نُطْفَةٌ يَا رَبِّ عَلَقَةٌ يَا رَبِّ مُضْغَةٌ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثٰى شَقِيٌّ أَمْ سَعِيْدٌ فَمَا الرِّزْقُ وَالْأَجَلُ فَيُكْتَبُ فِيْ بَطْنِ أُمِّهٖ.

۳۰۷۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے عورت کے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے وہ کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار پیدا کیا ہے تو نے رحمیں عورت کے مرد کی منی سے نطفہ پیدا کیا ہے تو نے پھٹکی کو پیدا کیا ہے تو نے بوٹی کو (یعنی فرشتہ عرض کرتا ہے کہ اے بار الٰہ یہاں بوٹی تک تو اس نطفہ کی نوبت پہنچ چکی ہے اب اس سے آگے اس کے باب میں کیا حکم ہے اور فرق ان قولوں میں چالیس دن کا ہے) سو جب اللہ تعالیٰ اس نطفے مخلق اور غیر مخلق کی صورت کو پوری اور تمام کرنی چاہتا ہے اور ارادہ حق کا اس کے ساتھ متعلق ہو جاتا ہے تو اس وقت فرشتہ اللہ کی درگاہ میں عرض کرتا ہے کہ اس کی تصویر کیا ہے مرد ہے یا عورت بد بخت ہوگا یا نیک بخت پھر بعد ازاں عرض کرتا ہے کہ اس کی روزی کیا ہے یعنی کتنا طعام اور پانی اور کپڑا وغیرہ اس کی تقدیر میں

ہے جس سے اپنی زندگانی بسر کرے گا اور کتنی ہے حیاتی اس کی
یا کس وقت میں ہے موت اس کی سو ماں کے پیٹ میں یہ سب
کچھ لکھا جاتا ہے یعنی نیک بخت ہے یا بد بخت اور روزی اور
مدت حیاتی کی۔

فائدہ: بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ ہر ایک آدمی کا نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے پھر چالیس دن خون کی پھٹکی ہو جاتا ہے پھر چالیس دن گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے پھر اللہ اس کی طرف فرشتہ بھیجتا ہے وہ اس میں پھونکتا ہے اور اس کو چار باتوں کے لکھنے کا حکم ہوتا ہے آخر حدیث تک اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ سب حکم اس کی پیشانی پر لکھے جاتے ہیں اور مناسبت اس حدیث کی ساتھ ترجمہ کے اس جہت سے ہے کہ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس آیت کے بارے میں جو مخلقہ آیا تو مخلقہ اُس نطفے کو کہتے ہیں جس کا گوشت اور پوست اور ہڈیاں وغیرہ ضروری اعضاء سب تیار ہو جائیں اور روح بھی اس میں ڈال دی جائے اور اس سے پہلے اس کو غیر مخلقہ کہتے ہیں اور اس حدیث سے زیادہ تر واضح ہے وہ حدیث جو طبری نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب عورت کی رحم میں نطفہ پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو اس کی طرف بھیجتا ہے سو وہ فرشتہ اللہ کی درگاہ میں عرض کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار! اس کی صورت پوری بنائی جائے گی یا نہیں سو اگر حکم ہوتا ہے کہ اس کی صورت پوری نہیں بنائی جائے گی تو اس کو رحم خون بنا کر پھینک دیتا ہے اور اگر حکم ہوتا ہے کہ اس کی صورت تمام کی جائے گی تو فرشتہ عرض کرتا ہے کہ اے پروردگار میرے اس کی کیا صورت ہوگی؟ آخر حدیث تک پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے قول مخلقہ وغیر مخلقہ سے یہ مراد ہے جو اس حدیث میں ذکر ہوا ہے یعنی مخلقۃ اللہ تعالیٰ اس وقت فرماتا ہے جب اس کے پیدا کرنے کا ارادہ ہو یعنی اس کی صورت بنائے جائے اور غیر مخلقہ اس وقت فرماتا ہے جب کہ نطفے کے ناپیدا کرنے کا ارادہ ہو یعنی اس کی صورت نہ بنائی جائے اور مخلقہ کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی صورت پوری ہو چکی ہے یعنی اس کی آنکھ اور کان اور گوشت اور پوست اور ہڈیاں وغیرہ ضروری اعضاء سب بن چکے ہیں مگر اس میں ابھی جان نہ پڑی ہو اور غیر مخلقہ کا یہ معنی کیا جائے کہ ابھی اس کی صورت پوری نہ ہوئی ہو پس اندریں صورت حدیث انس رضی اللہ عنہ کا یہ معنی ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اس نطفے سے بھی انسان پیدا کرتا ہے جس کی صورت تمام ہو چکی ہو یعنی اس میں روح وغیرہ ڈالتا ہے اور اس نطفے سے بھی انسان پیدا کرتا ہے جس کی صورت ابھی پوری نہ ہوئی ہو اور بدن بھی تمام نہ ہوا ہو مگر یہ معنی سیاق آیت کے موافق معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ آیت میں مخلقہ وغیر مخلقۃ دونوں قسم کے نطفوں سے اللہ نے انسان کا پیدا کرنا بیان فرمایا ہے اور شارحین نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کی مراد اس حدیث کو حیض کے بابوں میں داخل کرنے سے یہ ہے کہ حاملہ عورت کو حمل کی حالت میں جو خون آتا ہے وہ حیض

نہیں ہے اس لیے کہ اس وقت رحم بچہ کی تربیت میں مشغول ہے ساتھ خون حیض کے پس جو کبھی کبھی اس کے رحم سے خون آ جاتا ہے وہ حیض نہیں بلکہ وہ بچہ کی غذا کا فضلہ ہے یا کسی بیماری سے ہے اور یہی مذہب ہے اہل کوفہ کا اور امام احمد اور اوزاعی اور ثوری اور شافعی کا قدیم قول بھی یہی ہے لیکن اس مذہب پر اس حدیث سے استدلال کرنا ٹھیک نہیں ہے کما بینه الشیخ الحافظ فی الفتح . مترجم عفی اللہ عنہ کہتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس حدیث کو کتاب الحیض میں اسی مناسبت کے لیے داخل کیا ہو کہ جیسے بچہ رحم میں پیدا ہوتا ہے ایسے ہی حیض بھی رحم میں آتا ہے پس اس کے واسطے اتنی مناسبت بھی کافی ہے واللہ اعلم۔

بَابٌ كَيْفَ تُهِلُّ الْحَآئِضُ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ.

حیض والی عورت کو حج اور عمرے کا احرام باندھنا کس طور سے جائز ہے۔

٣٠٨ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَقَدِمْنَا مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيُحْلِلْ وَمَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَأَهْدٰى فَلَا يُحِلُّ حَتّٰى يُحِلَّ بِنَحْرِ هَدْيِهِ وَمَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهُ قَالَتْ فَحِضْتُ فَلَمْ أَزَلْ حَائِضًا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَلَمْ أُهْلِلْ إِلَّا بِعُمْرَةٍ فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَنْقُضَ رَأْسِي وَأَمْتَشِطَ وَأُهِلَّ بِحَجٍّ وَأَتْرُكَ الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ حَتّٰى قَضَيْتُ حَجِّي فَبَعَثَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَمِرَ مَكَانَ عُمْرَتِي مِنَ التَّنْعِيمِ.

٣٠٨۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے (یعنی مدینہ سے مکہ کی طرف حج کی نیت سے) سو ہم میں سے بعضوں نے تو عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا اور بعضوں نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا سو ہم مکہ میں آئے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عمرے کا احرام باندھا ہو اور ہدی ساتھ نہ لایا ہو تو حلال ہو جائے یعنی احرام سے باہر آ جائے تا حج کے دنوں میں حج کے لیے علیحدہ احرام باندھے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور ہدی ساتھ لایا ہو تو وہ نہ حلال ہو (یعنی احرام سے باہر نہ آئے) یہاں تک کہ احرام سے باہر نکالے اس کو اپنی قربانی کا ذبح کرنا اور جس نے صرف حج کا احرام باندھا ہو تو اپنے حج کو پورا کرے (عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا) سو مجھ کو حیض آ گیا اور ہمیشہ آتا رہا یہاں تک کہ عرفہ کا دن آ گیا اور میں نے صرف عمرے کا احرام باندھا ہوا تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا کہ اپنے سر کے بالوں کو کھول ڈال اور کنگھی کر اور حج کا احرام باندھ اور عمرے کو چھوڑ دے سو میں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ میں اپنے حج کو تمام کر چکی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ

عبدالرحمٰن کو بھیجا اور مجھ کو تنعیم سے عمرہ کرنے کا حکم فرمایا بدلے
اس عمرے کے جس کا احرام میں نے پہلے باندھا ہوا تھا۔

فائدہ: مدینے سے نکلنے کے وقت اول سب لوگوں کا ارادہ صرف حج کا تھا اس لیے کہ عمرے کو ان دنوں میں جائز نہیں جانتے تھے سو جب حضرت ﷺ نے راہ میں لوگوں کو ان دنوں میں عمرے کا جائز ہونا بیان فرمایا تو بعضوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا اور بعضوں نے صرف حج کا احرام باندھا اور جب مکہ میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ جس نے صرف عمرے کا احرام باندھا ہو اور ہدی ساتھ لایا ہو تو وہ احرام سے باہر نہ آئے بلکہ تمام حج ادا کر کے اس سے باہر آئے اور جس نے عمرے کا احرام باندھا ہو اور ہدی ساتھ نہ لایا ہو تو وہ احرام سے باہر آجائے اور حج کے دنوں میں نیا احرام باندھ کر حج ادا کرے آخر حدیث تک اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ حیض والی عورت کو احرام باندھنا اور اسی حالت میں حج ادا کرنا جائز ہے اور بعضوں نے کہا کہ مراد اس باب سے حائضہ عورت کے احرام کی کیفیت بیان کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب وہ احرام باندھے تو پہلے غسل کرلے، واللہ اعلم۔

بَابُ إِقْبَالِ الْمَحِيْضِ وَإِدْبَارِهٖ وَكُنَّ نِسَآءٌ يَبْعَثْنَ إِلٰى عَائِشَةَ بِالدُّرَجَةِ فِيْهَا الْكُرْسُفُ فِيْهِ الصُّفْرَةُ فَتَقُوْلُ لَا تَعْجَلْنَ حَتّٰى تَرَيْنَ الْقَصَّةَ الْبَيْضَآءَ تُرِيْدُ بِذٰلِكَ الطُّهْرَ مِنَ الْحَيْضَةِ.

حیض کے آجانے اور چلے جانے کا بیان یعنی حیض کے آجانے کی نشانی کیا ہے اور اس کے ختم ہونے کی نشانی کیا ہے؟ اور عورتیں عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک ٹکڑا روئی کا بھیجا کرتی تھیں جس میں زردی ہوتی (یعنی جب حیض میں زرد خون آنے لگتا تو عورتیں ایک روئی کا ٹکڑا اس سے آلودہ کر کے عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا کرتی تھیں تاکہ معلوم کریں کہ حیض سے پاک ہوئی ہیں یا نہیں) سو عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں کہ جلدی مت کرو یعنی ابھی تمہارا حیض تمام نہیں ہوا ہے اس کے تمام ہونے کی نشانی یہ ہے کہ دیکھو تم ٹکڑے روئی کو سفید مثل نورہ کی یا دیکھو تم پانی سفید کو مراد، مراد عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس کلام سے یہ ہے کہ حیض سے پاکی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ روئی کا ٹکڑا (جو حیض کے وقت عورتیں اپنی شرمگاہ میں رکھتی ہیں تاکہ بدن اور کپڑے وغیرہ آلودہ نہ ہوں) نورہ کی طرح سفید رہے اور اس میں خون کا کچھ نشان نہ لگے۔

فائدہ: بعض کہتے ہیں کہ خون حیض کے ختم ہونے کے بعد رحم سے کچھ تھوڑا سا سفید پانی آتا ہے پس وہ نشانی ہے پاک ہونے کی حیض سے خلاصہ یہ کہ جب روئی کے ٹکڑے پر خون کا کچھ نشان نہ لگے بلکہ ویسے ہی خشک رہے یا خالص سفیدی آنے لگے تو بس یہی نشانی ہے بند ہو جانے حیض کی پس اس وقت عورت حیض سے پاک ہو جاتی ہے اور حیض کے آ جانے کی نشانی یہ ہے کہ جن دنوں میں حیض کا آنا ممکن ہو جب ان میں خون یکبارگی رحم سے جاری ہو جائے تو پس جان لینا چاہیے کہ حیض شروع ہو گیا ہے اور اس قول عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زرد رنگ کا خون اور سیاہ رنگ کا خون بھی حیض ہے۔

وَبَلَغَ بِنْتَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ نِسَآءً يَدْعُوْنَ بِالْمَصَابِيْحِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ يَنْظُرْنَ إِلَى الطُّهْرِ فَقَالَتْ مَا كَانَ النِّسَآءُ يَصْنَعْنَ هٰذَا وَعَابَتْ عَلَيْهِنَّ.

اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو یہ خبر پہنچی کہ عورتیں رات میں چراغ منگواتی ہیں اور خون کا رنگ دیکھتی ہیں (یعنی واسطے تحقیق کرنے اس بات کی کہ ابھی حیض سے پاکی حاصل ہوئی ہے یا نہیں) سو زید رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے کہا کہ صحابہ کی عورتیں ایسا نہیں کیا کرتی تھیں اور اُس نے (اس فعل پر) عیب پکڑا یعنی یہ محض تکلف بے فائدہ ہے اس لیے کہ چراغ کی روشنی میں سفیدی خالص اور نیم سرخی میں فرق نہیں ہو سکتا ہے۔

٣٠٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِيْ حُبَيْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ.

٣٠٩ـ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ ابی حبیش کی بیٹی استحاضہ کی جاتی تھی یعنی اس کو استحاضہ کا خون ہمیشہ جاری رہتا تھا سو اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حکم پوچھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خون کی ایک رگ سے آتا ہے یہ حیض کا خون نہیں جو نماز سے مانع ہو سو جب حیض آ جائے یعنی جن دنوں میں حیض آنے کی عادت ہے وہ آ جائیں تو نماز کو چھوڑ دے اور حیض کے دن گزر جائیں تو غسل کر یعنی حیض کی پلیدی سے پاک ہونے کے واسطے اور نماز پڑھ کہ اب نماز کے منع کا وقت گزر چکا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استحاضہ میں حیض کے آنے اور بند ہونے کی نشانی ہے کہ جو دن حیض کے مقرر رکھے ہوں یا جن دنوں میں استحاضہ سے پہلے حیض آنے کی عادت تھی وہ دن آ جائیں اور گزر جائیں، واللہ اعلم۔

بَابُ لَا تَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ.

عورت حیض کی حالت میں نماز کو چھوڑ دے اور پھر اس کو قضاء نہ کرے۔

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَبُوْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدَعُ الصَّلَاةَ.

یعنی جابر اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیض والی عورت نماز کو چھوڑ دے یعنی حیض بند ہو جانے کے بعد قضاء نہ کرے اس لیے کہ نماز اس کو معاف ہے۔

۳۱۰ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ مُعَاذَةُ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ لِعَائِشَةَ أَتَجْزِيْ إِحْدَانَا صَلَاتَهَا إِذَا طَهُرَتْ فَقَالَتْ أَحَرُوْرِيَّةٌ أَنْتِ كُنَّا نَحِيْضُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَأْمُرُنَا بِهِ أَوْ قَالَتْ فَلَا نَفْعَلُهُ.

۳۱۰۔ معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جب کوئی عورت حیض سے پاک ہو جائے تو کیا نماز کو قضاء کر کے پڑھ لے یعنی وہ نماز جو حیض کے دنوں میں فوت ہو چکی ہے سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا تو خارجیوں کی قوم سے ہے بے شک ہم کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حیض آیا کرتا تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو نماز قضاء کرنے کا حکم نہیں فرماتے تھے یا یہ فرمایا کہ ہم نماز کو قضاء نہیں کیا کرتے تھے (یہ راوی کا شک ہے)۔

فائدہ: حروریہ منسوب ہے طرف حرور کی اور حرورا شہر ہے دو میل پر کوفہ سے سب سے اول خارجیوں کی جماعت وہاں پیدا ہوئی جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغاوت کی سو جو خارجیوں کا مذہب کہتا ہو وہ اسی نام سے مشہور ہے سو ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جو حدیث ظاہر قرآن کی مخالف ہو وہ مردود ہے اور یہ مسئلہ بھی اسی قبیل سے ہے کہتے ہیں کہ حیض والی پر نماز کا قضاء کرنا واجب ہے اس لیے کہ ظاہر قرآن سے نماز کا قضاء کرنا معلوم ہوتا ہے حالانکہ یہ بات بالاجماع باطل ہے سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو جواب دیا کہ حیض کے دنوں میں فوت شدہ نمازوں کا قضا کرنا واجب نہیں اس لیے کہ اس حکم نماز کے بیان کرنے کی سخت حاجت تھی واسطے بار بار آنے حیض کے حیاتی میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جب کہ آپ نے باوجود بار بار آنے حیض کے نماز کا قضاء کرنا بیان نہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ نماز کا قضاء کرنا واجب نہیں ہے خاص کر ایسی حالت میں کہ آپ نے حیض کے فوت شدہ رزوں کے قضاء کرنے کا حکم فرما دیا اور لفظ قضاء کا معنی عمل کرنا ہے بعد گزر جانے اپنے وقت کے اور بھی اس لفظ کا معنی وقت پر ادا کرنے کا بھی آتا ہے جیسے کہ تقض الحائض المناسك میں ہے یعنی عورت حیض کی حالت میں حج کی عبادتوں کو ادا کرے۔

بَابُ النَّوْمِ مَعَ الْحَائِضِ وَهِيَ فِيْ ثِيَابِهَا.

حیض کی حالت میں عورت کے ساتھ سونے کا بیان جس

وقت کہ عورت اپنے حیض والے کپڑوں میں ہو۔

۳۱۱ ۔ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِيْ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ حِضْتُ وَأَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيْلَةِ فَانْسَلَلْتُ فَخَرَجْتُ مِنْهَا فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيْضَتِيْ فَلَبِسْتُهَا فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِيْ فَأَدْخَلَنِيْ مَعَهُ فِي الْخَمِيْلَةِ قَالَتْ وَحَدَّثَتْنِيْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَآئِمٌ وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَآءٍ وَاحِدٍ مِنَ الْجَنَابَةِ.

۳۱۱۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ کو حیض آ گیا اُس حالت میں کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی سو میں آہستہ سے سرک کر اُس چادر سے نکل گئی سو میں نے اپنے حیض کے کپڑے (جو خاص حیض کے دنوں کے لیے بنائے ہوئے تھے) لے کر پہن لیے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا کہ کیا تجھ کو حیض آ گیا ہے میں نے عرض کیا کہ ہاں حیض آ گیا ہے سو مجھ کو آپ نے بلایا اور اپنے ساتھ چادر میں داخل کیا اور دوسری حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بیان کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو روزہ کی حالت میں چوما کرتے تھے اور میں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں مل کر ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے جنابت کے سبب سے۔

فائدہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک جوڑا کپڑے خاص حیض کے لیے بنا رکھے تھے جب حیض کے دن آتے تو ان کو پہن لیتیں اور گزر جاتے تو اُتار کر رکھ دیتیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس وقت عورت کو حیض آتا ہو اور اُس نے اپنے حیض والے کپڑے پہن لیے ہوں تو اس حالت میں مرد کو اس کے ساتھ سونا جائز ہے۔

بَابُ مَنِ اتَّخَذَ ثِيَابَ الْحَيْضِ سِوٰى ثِيَابِ الطُّهْرِ.

حیض کے واسطے علیحدہ کپڑے بنا رکھنے کا بیان۔

۳۱۲ ۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعَةٌ فِيْ خَمِيْلَةٍ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيْضَتِيْ فَقَالَ أَنُفِسْتِ فَقُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِيْ فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيْلَةِ.

۳۱۲۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ یکا یک مجھ کو حیض آ گیا سو میں آہستہ سے سرک کر نکل گئی اور اپنے حیض کے کپڑے لے کر پہن لیے سو آپ نے فرمایا کیا تجھ کو حیض آ گیا ہے میں نے عرض کیا ہاں سو مجھ کو آپ نے بلایا سو میں آپ کے ساتھ مل کر چادر میں لیٹ گئی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض کے دنوں میں پہننے کے لیے ایک جوڑا علیحدہ کپڑے بنا رکھنا جائز ہے کسی قسم کا اس میں گناہ نہیں ہے۔

بَابُ شُهُوْدِ الْحَآئِضِ الْعِيْدَيْنِ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَيَعْتَزِلْنَ الْمُصَلّٰى.

حیض والی عورتوں کے عید گاہ جانے اور مسلمانوں کے ساتھ دعا میں شریک ہونے کا بیان اور عورتوں کے عید گاہ سے کنارے رہنے کا بیان۔

٣١٣ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَّخْرُجْنَ فِي الْعِيْدَيْنِ فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِيْ خَلَفٍ فَحَدَّثَتْ عَنْ أُخْتِهَا وَكَانَ زَوْجُ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ غَزْوَةً وَكَانَتْ أُخْتِيْ مَعَهٗ فِيْ سِتٍّ قَالَتْ كُنَّا نُدَاوِی الْكَلْمٰى وَنَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى فَسَأَلَتْ أُخْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعَلٰى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَّا تَخْرُجَ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ سَأَلْتُهَا أَسَمِعْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بِأَبِيْ نَعَمْ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُهٗ إِلَّا قَالَتْ بِأَبِيْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ أَوِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ وَالْحُيَّضُ وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى قَالَتْ حَفْصَةُ فَقُلْتُ الْحُيَّضُ

٣١٣۔ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم منع کیا کرتے تھے نوجوان عورتوں کو عیدوں میں نکلنے سے سو ایک عورت آئی بنی خلف کے محل (نام ہے ایک جگہ کا بصرہ میں) میں اتری سو اس نے حدیث بیان کی اپنی بہن سے اور اس کے بہنوئی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر (کافروں سے) بارہ لڑائیاں کی تھیں اس عورت نے کہا کہ چھ لڑائیوں میں میری بہن بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی (اس کی بہن کہتی ہے) سو ہم زخمیوں کا علاج کیا کرتی تھیں اور بیماروں کے سر پر کھڑی رہتیں تھیں یعنی ان کی خبر گیری کیا کرتی تھیں سو میری بہن نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جب ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا عید گاہ کی طرف نہ نکلنے میں اس کو کچھ گناہ ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاہیے کہ پہنا دے اس کو ساتھ والی اپنی چادر سے (یعنی اپنی چادر کا ایک کنارہ اس پر ڈال دے یا بطورِ عاریت کے کوئی دوسری فاضلہ چادر اس کو پہننے کے لیے دے دے اور چاہیے کہ حاضر ہونیکی کی مجلس میں اور مسلمانوں کی دعا میں (حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) سو جب ام عطیہ رضی اللہ عنہا آئی تو میں نے اس سے پوچھا کہ کیا یہ حدیث مذکور تو نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ اس نے کہا کہ میرا باپ آپ پر قربان ہو ہاں میں نے یہ حدیث آپ سے سنی ہے اور ام عطیہ رضی اللہ عنہا جب حضرت کا نام لیتی تھیں تو یہ کلمہ کہتی تھیں کہ میرا

فَقَالَتْ أَلَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ وَكَذَا وَكَذَا.

باپ آپ پر قربان ہو میں نے آپ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ (عید کے دن) باہر نکلیں نوجوان عورتیں اور پردہ نشین اور حیض والیاں اور چاہیے کہ حاضر ہوں نیکی کی مجلس میں اور مسلمانوں کی دعا میں اور حیض والی عورتیں عید گاہ سے کنارے اور دور رہیں۔ حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے (ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو) کہا کہ کیا حیض والی عورتیں بھی عید کے دن باہر نکلیں یعنی ان کو نکلنا نہیں چاہیے اُس نے جواب دیا کہ کیا حج کے دن عرفات میں حاضر نہیں ہوتے ہیں اور ایسی جگہ اور ایسی جگہ یعنی منیٰ ومزدلفہ وغیرہ میں یعنی جب عرفات وغیرہ میں حیض والی عورتیں حاضر ہوتی ہیں تو پھر عید گاہ کی طرف نکلنے میں کیا گناہ ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض والی عورتوں اور نوجوان عورتوں کو عید گاہ کی طرف نکلنا جائز بلکہ مستحب ہے اور حفصہ رضی اللہ عنہا ان عورتوں کو عید گاہ کی طرف نکلنے سے منع کیا کرتی تھیں سو جب ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی تو پھر منع کرنے سے باز آگئیں اور شاید یہ حدیث پہلے ان کو نہیں پہنچی ہوگی اور یہی مذہب ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ام عطیہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ عید گاہ کی طرف عورتوں کے نکلنے کو منع کرتے ہیں اور یہی مذہب ہے اکثر علماء شافعیہ اور حنفیہ کا مگر یہ حدیث سب پر مقدم ہے اور منع کی کوئی دلیل نہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکی کی مجلسوں میں جیسے علم اور ذکر اور وعظ وغیرہ کی مجلسوں میں حاضر ہونا بہت ضروری ہے اور حیض والی عورت بھی ان مجلسوں میں حاضر ہو اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر عورت کو چادر نہ ملے تو عید گاہ کی طرف نہ نکلے۔

بَابُ إِذَا حَاضَتْ فِيْ شَهْرٍ ثَلَاثَ حِيَضٍ وَمَا يُصَدَّقُ النِّسَآءُ فِي الْحَيْضِ وَالْحَمْلِ فِيْمَا يُمْكِنُ مِنَ الْحَيْضِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْ أَرْحَامِهِنَّ﴾.

باب ہے بیان میں اس کے کہ جب عورتوں کو ایک مہینے میں تین حیض آجائیں تو اس کا کیا حکم ہے اور عورتوں کی بات کو حیض اور حمل کے ظاہر کرنے کے باب میں سچا جاننا جہاں تک کہ ممکن ہو حیض سے ساتھ دلیل اس آیت کے اور نہیں حلال ہے واسطے طلاق والی عورتوں کے کہ چھپائیں اس چیز کو جو پیدا کیا ہے اللہ نے ان کے

شکموں میں فرزند یا حیض سے۔

فائدہ: یعنی حمل کے وقت اس کو یہ کہنا جائز نہیں کہ مجھ کو حیض آ گیا ہے اور حیض کے وقت اس کو یہ کہنا جائز نہیں کہ مجھ کو پاکی حاصل ہوگئی ہے اس لیے کہ اس میں عدت معلوم نہیں ہوگی اور حق رجعت کا باطل ہو جائے گا اور جب کہ حمل اور حیض ان کو چھپانا جائز نہ ہوا تو جو وہ کہیں گی پس لامحالہ قول ان کا اس باب میں معتبر ہوگا پس یہ آیت دلیل ہے اس پر کہ حیض اور حمل کے اظہار کرنے میں قول ان کا مقبول ہے والا ان کو منع کرنے میں کچھ فائدہ نہیں پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر عورت ایک مہینے میں تین حیض آ جانے کا دعویٰ کرے تو قول اس کا معتبر ہوگا اس لیے کہ یہ ممکن ہے اور ایک مہینے میں تین حیض آ سکتے ہیں پس یہی وجہ ہے مطابقت اس آیت کی ساتھ اس ترجمہ کے اور دوسری جزا ترجمہ کی آیت کے ساتھ مل کر بمنزلہ دلیل کے ہے پہلی خبر ترجمہ سے، واللہ اعلم۔

وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ وَشُرَيْحٍ إِنِ امْرَأَةٌ جَاءَتْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ بِطَانَةِ أَهْلِهَا مِمَّنْ يُرْضَى دِينُهُ أَنَّهَا حَاضَتْ ثَلَاثًا فِي شَهْرٍ صُدِّقَتْ.

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شریح قاضی سے روایت ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے خاص لوگوں سے کئی گواہ دیندار اور عادل پیش کرے اس بات پر کہ مجھ کو ایک مہینے میں تین حیض آ گئے ہیں تو اس کے اس قول میں تصدیق کی جائے گی اور اس قول کو قبول کیا جائے گا۔

فائدہ: مراد گواہوں سے عورتیں ہیں جو اس کے راز کی واقف ہوں پس اگر وہ عورتیں اس بات کی گواہی دیں کہ اس کو ایک مہینے میں تین حیض آ چکے ہیں تو ان کا قول مقبول ہوگا اور عدت گزر جائے گی اور پوری حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شریح کی یہ ہے جو دارمی میں شعبی سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے خاوند سے جھگڑتی ہوئی آئی کہ اس کے خاوند نے اس کو طلاق دے دی تھی پس اس عورت نے آ کر کہا کہ مجھ کو ایک مہینے میں تین حیض آ چکے ہیں پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شریح سے کہا کہ ان دونوں کا فیصلہ کر دے اُس نے جواب دیا کہ آپ کے ہوتے ہوئے مجھ کو فتویٰ دینا اور فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اُن کا فیصلہ کر دے پھر شریح نے یہ کلام کہی جس ابھی ترجمہ ہو چکا ہے لیکن دارمی میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ ہر حیض کے بعد غسل کرے اور نماز پڑھے پس شریح نے کہا کہ جائز ہے اس عورت کا نکلنا عدت سے اور نکاح کرنا دوسرے خاوند سے سو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شریح کا یہ فیصلہ سن کر فرمایا کہ خوب کیا ہے تم نے خوب کیا ہے تم نے یہ فیصلہ۔

وَقَالَ عَطَاءٌ أَقْرَاؤُهَا مَا كَانَتْ.

یعنی عطاء نے کہا کہ حیض اس کا وہی معتبر ہے جو پہلے طلاق سے تھا۔

فائدہ: یعنی اگر کسی عورت کو طلاق ملے تو اس کی عدت میں وہ حیض معتبر ہوگا جو طلاق سے پہلے عدت تھی تو پس اگر

طلاق سے پہلے مثلاً اس کی ہمیشہ کی یہ عادت کہ ہر مہینے میں اس کو ایک حیض آیا کرتا تھا تو اب اس کی عدت میں بھی یہی حیض معتبر ہوگا پس جب تین مہینے گزر جائیں گے تو اس کی عدت تمام ہوگی اور اگر اب اس نے طلاق کے بعد یہ دعویٰ کیا کہ مثلاً مجھ کو ایک مہینے میں تین حیض آ چکے ہیں تو اس کا یہ دعویٰ ہرگز مقبول نہیں ہوگا یہ عطا کا قول ہے۔

وَبِهٖ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ. یعنی ابراہیم نخعی کا قول بھی عطاء کے قول کے موافق ہے

وَقَالَ عَطَآءٌ الْحَيْضُ يَوْمٌ إِلٰى خَمْسَ عَشْرَةَ. یعنی عطاء نے کہا کہ اقل مدت حیض کی ایک دن رات ہے اور اکثر مدت اس کی پندرہ دن ہیں۔

فائدہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے اور یہ قول ابوحنیفہ کے مذہب کے مخالف ہے۔

وَقَالَ مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيْهِ سَأَلْتُ ابْنَ سِيْرِيْنَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى الدَّمَ بَعْدَ قُرْئِهَا بِخَمْسَةِ أَيَّامٍ قَالَ النِّسَآءُ أَعْلَمُ بِذٰلِكَ. یعنی معتمر اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اس نے کہا کہ میں نے ابن سیرین سے پوچھا اس عورت کا حکم جو حیض سے پانچ دن کے بعد جدید خون دیکھے (یعنی یہ خون حیض جدید ہوسکتا ہے اور یہ پانچ دن اقل طہر ہو سکتے ہیں یا نہیں) سو ابن سیرین نے کہا کہ عورتیں اس خون سے زیادہ تر واقف ہیں یعنی اگر عورتیں اس خون جدید کو حیض جدید ٹھہرا دیں تو اس کو قبول کرنا چاہیے۔

فائدہ: ان سب معلقات حدیثوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حیض کی کوئی حد معین نہیں ہے بلکہ وہ عورت کے کہنے پر موقوف ہے بشرطیکہ ممکن ہو اور جب کہ حیض کی کوئی حد مقرر نہ ہوئی اور عورت کے قول پر موقوف ہوا تو اب جو عورت کہے گی اس کو قبول کیا جائے پس اگر عورت کہے کہ ایک ماہ میں مجھ کو تین حیض آ گئے ہیں تو اس کا یہ قول ضرور قبول ہوگا اور اس کی عدت گزر جائے گی اور یہی وجہ مناسبت ان اقوال کی ترجمہ سے ہے اور مدت عدت طلاق کی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ساٹھ دن ہیں اس لیے کہ طلاق شرعی ابتدائی طہر میں ہوتی ہے اور عدت تین حیض ہیں اور اقل طہر پندرہ دن ہیں اور اقل حیض تین دن ہیں اور جب طلاق ابتداء طہر میں واقع ہو اور اقل حیض کو اعتبار کیا جائے تو اقل حیض کا وہاں اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ اقل طہر اور اقل حیض آپس میں جمع نہیں ہوتے ہیں بلکہ باعتبار غالب عادت کے نصف اکثر مدت حیض کا کہ پانچ دن میں لیے جائیں گے اسی طرح دو طہر اور لیے جائیں گے اور دو حیض پس جملہ ساٹھ دن ہوں گے اور صاحبین کے نزدیک انتالیس دن ہیں باعتبار اقل حیض کے اولاً اور اقل طہر کے پس تین حیض ہوں گے اور دو طہر ہوں گے اور یہی ہے مذہب امام نووی کا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدت عدت کی تین طہر ہیں اور اقل طہر پندرہ دن ہیں اور اقل حیض کے ایک دن رات ہے پس اگر ایسے طہر میں طلاق واقع ہو جس سے کہ

صرف ایک ہی لحظہ باقی رہتا ہو اس کو ایک طہر شمار کرتے ہیں اور ایک دن حیض لیتے ہیں اور پندرہ دن دوسرا طہر اور پھر ایک دن حیض اور پندرہ دن تیسرا طہر پس جملہ بتیس دن اور ایک لحظہ ہوئے اور یہ موافق ہے واسطے قصہ علی رضی اللہ عنہ اور شریح کے جب حمل کیا جائے ذکر شہر کا اس میں اوپر لغو کرنے کسرہ کے اور اہل مدینہ کے نزدیک عدت اکثر عورتوں کی عرف پر موقوف ہے ایک دو عورتوں کے حیض کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک اقل حیض اور اقل طہر کی کوئی حد معین نہیں مگر جو عورتیں بیان کریں۔

٣١٤ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ أَبِیْ رَجَآءٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَنِیْ أَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِیْ حُبَيْشٍ سَأَلَتِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنِّیْ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَ لَا إِنَّ ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلٰكِنْ دَعِی الصَّلَاةَ قَدْرَ الْأَيَّامِ الَّتِیْ كُنْتِ تَحِيْضِيْنَ فِيْهَا ثُمَّ اغْتَسِلِیْ وَصَلِّیْ.

٣١٤۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اس نے عرض کی کہ مجھ کو استحاضہ کا خون ہر وقت جاری رہتا ہے سو کیا میں چھوڑ دوں نماز کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کو نہ چھوڑ بے شک یہ خون ایک رگ کا ہے یعنی یہ حیض کا خون نہیں کہ نماز کو مانع ہو لیکن چھوڑ دے نماز کو مقدار ان دنوں کے جن میں تجھ کو حیض آیا کرتا تھا پھر غسل کر اور نماز پڑھ یعنی بعد گزر جانے دنوں حیض کے۔

فائدہ: اس حدیث میں مدت حیض کو اس کی امانت پر سپرد کیا اور اس کی عادت پر موقوف رکھا اور یہ مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاس اشخاص کے پس اگر وہ یہ کہے کہ مجھ کو ایک مہینے میں تین حیض آ گئے ہیں تو اس کو قبول کیا جائے گا۔

بَابُ الصُّفْرَةِ وَالْكُدْرَةِ فِیْ غَيْرِ أَيَّامِ الْحَيْضِ.

عورت کے رحم سے غیر دنوں حیض میں زرد پانی اور سیاہ پانی آنے کا بیان۔

٣١٥ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ شَيْئًا.

٣١٥۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم زرد پانی اور سیاہ پانی کو کوئی چیز نہیں گنا کرتے تھے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پس یہ حدیث حکما مرفوع ہے۔

فائدہ: یعنی حیض کے غیر دنوں میں عورت کے رحم سے زرد پانی اور سیاہ پانی آنا حیض نہیں ہے اور نماز روزہ کو منع نہیں کرتا ہے بلکہ اس میں نماز پڑھنی اور روزہ رکھنا جائز ہے اور غیر ایام حیض کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض کے دنوں میں جو زرد اور سیاہ پانی رحم سے آئے وہ حیض ہے جب تک کہ خالص سفید پانی نہ آئے۔

بَابُ عِرْقِ الْاِسْتِحَاضَةِ.

خون استحاضہ کی رگ کا بیان۔

٣١٦ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ اسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ فَسَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ فَقَالَ هٰذَا عِرْقٌ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ.

٣١٦۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک ام حبیبہ (زوجہ عبدالرحمٰن بن عوف) کو سات برس تک خون استحاضہ جاری رہا سو اُس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یعنی ہمیں نماز روزے کا کیا حکم ہے؟ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو غسل کرنا فرمایا اور فرمایا کہ یہ ایک رگ ہے (یعنی یہ خون اس سے آتا ہے) سو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہر نماز کے لیے غسل کیا کرتی تھی۔

فائدہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کو غسل کا حکم فرمایا تو اس سے ہر نماز کے لیے غسل کرنا ثابت نہیں ہوتا ہے اگر تسلیم کیا جائے تو اس کو استحباب پر حمل کیا جائے گا نہ وجوب پر اس لیے کہ فاطمہ بن قیس کو آپ نے ہر نماز کے لیے وضو کرنا فرمایا غسل کرنا نہیں فرمایا پس ام حبیبہ کی اس حدیث کو استحباب پر حمل کیا جائے گا تا کہ دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے یا اس کی عادت تھی ہر نماز کے ساتھ غسل کرنے کی واسطے ستھرائی بدن کے۔

بَابُ الْمَرْأَةِ تَحِيضُ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ.

یعنی طواف زیارت کر لینے کے بعد اگر عورت کو حیض آ جائے تو اس کا کیا حکم ہے طواف وداع سے منع کرتا ہے یا نہیں؟۔

فائدہ: طواف افاضہ کہتے ہیں طواف زیارت کو جو بعد تمام کرنے سب عبادتوں حج کے منیٰ سے پھر کر دسویں کے دن خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔

٣١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ قَدْ حَاضَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا

٣١٧۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا حضرت بے شک صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا ہے آپ نے فرمایا شاید وہ روک رکھے گی ہم کو یعنی مکہ سے نکلنے سے کیا تمہارے ساتھ مل کر اس نے طواف زیارت نہیں کیا تھا سب نے عرض کی ہاں کیا تھا سو فرمایا پس نکل چل مکہ سے یعنی طواف زیارت کر لینے سے طواف وداع ساقط ہو جاتا ہے۔

أَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ فَقَالُوْا بَلٰى قَالَ فَاخْرُجِيْ.

فائدہ: یہ حجۃ الوداع کا ذکر ہے کہ جب آپ اور آپ کی سب بیویاں ارکان حج سے فارغ ہو چکے تو آپ کی بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حال حضرت ﷺ سے بیان کیا آپ نے فرمایا کہ طواف زیارت کر لینے سے طواف وداع ساقط ہو جاتا ہے اب اس کے کرنے نہ کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ بغیر اس کے وطن کو چلے جانا جائز ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض والی عورت کو طواف وداع کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو حالت حیض میں طواف وداع کرنے سے منع فرمایا باوجودیکہ سنت ہے اور یہی ہے وجہ مناسبت اس کی ترجمہ سے۔

٣١٨ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رُخِّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا حَاضَتْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ فِيْ أَوَّلِ أَمْرِهٖ إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ ثُمَّ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ تَنْفِرُ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُنَّ.

٣١٨۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حیض والی عورت کو وطن کی طرف چلے جانے کی اجازت دی گئی ہے اگر طواف زیارت کر لینے کے بعد عورت کو حیض آ جائے تو بے طواف وداع کے وطن کی طرف پھر کر چلے جائے اور اس حالت میں طواف وداع کے ترک کرنے سے کچھ گناہ لازم نہیں آتا۔ یعنی طاؤس نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے زمانے میں کہا کرتے تھے کہ بے طواف وداع کے عورت کو وطن کی طرف جانا جائز نہیں پھر میں نے اُس سے سنا کہتے تھے بے طواف کے چلی جائے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے ان کو چلے جانے کی اجازت دے دی ہے۔

بَابُ إِذَا رَأَتِ الْمُسْتَحَاضَةُ الطُّهْرَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّيْ وَلَوْ سَاعَةً وَيَأْتِيْهَا زَوْجُهَا إِذَا صَلَّتِ الصَّلَاةُ أَعْظَمُ.

استحاضہ والی عورت جب پاکی کو دیکھے (یعنی خون استحاضہ کا بالکل بند ہو جائے یا حیض کے دن متعاد گزر جائیں اور جان لے کہ یہ استحاضہ کا خون ہے حیض کا خون نہیں ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟)

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا وہ عورت (اس حالت میں) غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ پاکی ایک ہی ساعت حاصل ہو اور صحبت کرے اس سے خاوند اس کا جب نماز پڑھے اس لیے کہ نماز بڑی عظیم الشان ہے یعنی جب

نماز پڑھنی اس کو جائز ہے تو اس کے ساتھ جماع کرنا
بطریق اولیٰ جائز ہو گا

فائدہ: اس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے معلوم ہوا کہ استحاضہ والی عورت کے ساتھ صحبت کرنی بعد دیکھنے طہر کے جائز ہے اورغرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس سے رد کرنا ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ استحاضہ والی عورت سے صحبت کرنی جائز نہیں۔

۳۱۹ ۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ عَنْ زُهَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي.

۳۱۹۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حیض کے دن آ جائیں تو نماز کو چھوڑ دے اور جب حیض کے دن گزر جائیں تو خون کو دھو ڈال اور نماز پڑھ۔

فائدہ: ترجمہ باب میں استحاضہ کا حکم ہے اور حدیث میں حیض کا حکم ہے تو گویا اس حدیث کے لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ استحاضے کے بند ہو جانے کا حکم حیض کے بند ہو جانے کی طرح ہے یعنی جب حیض کے بند ہو جانے سے نماز پڑھنی اور جماع کرنا جائز ہے تو استحاضہ کے بند ہو جانے سے بطریق اولیٰ جائز ہو گا اس لیے کہ استحاضہ مطلقاً نماز کو مانع نہیں ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النُّفَسَاءِ وَسُنَّتِهَا.

جو عورت جننی کے بعد نفاس کی حالت میں مر جائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھنے کا کیا حکم ہے اور اس پر جنازہ پڑھنے کا کیا طریقہ ہے یعنی امام کہاں پر کھڑا ہو اس کی کمر کے برابر یا اس کے سر کے برابر۔

۳۲۰ ۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شَبَابَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّ امْرَأَةً مَاتَتْ فِي بَطْنٍ فَصَلَّى عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ وَسَطَهَا.

۳۲۰۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک ایک عورت بچہ جن کر مر گئی یعنی حالت نفاس میں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی اور اس کی کمر کے برابر کھڑے ہوئے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو عورت بچہ جننے کے بعد نفاس کی حالت میں مر جائے تو اس پر نماز پڑھنی سنت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر جنازہ عورت کا ہو تو امام کے لیے سنت ہے کہ اس کی کمر کے برابر کھڑا ہو اور بعضوں نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد اس باب سے یہ ہے کہ نفاس والی عورت اگرچہ نماز نہیں پڑھتی لیکن اور عورتوں کی طرح اس کی وفات پاک ہے واسطے نماز پڑھنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر اور اس میں رد ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ

آدمی مرنے کے بعد ناپاک ہو جاتا ہے اس لیے کہ جب نفاس والی عورت مرنے کے بعد باوجود آلودہ ہونے کے خون سے ناپاک نہ ہوئی تو صرف موت سے بطریق اولیٰ ناپاک نہیں ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس سے یہ ہے کہ اگر چہ نفاس کی حالت میں مر جانے کو حکم شہادت کا ہے لیکن شہیدوں کی طرح نماز پڑھنے میں نہیں ہے بلکہ اس کا جنازہ پڑھا جائے گا اور بعضوں نے کہا غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ جس کی طرف نماز پڑھی جائے وہ چیز پاک ہونی چاہیے اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ متصل ہو کر اس کی طرف نماز پڑھی تو معلوم ہوا کہ نفاس والی کی ذات پاک ہے پلید نہیں اس لیے کہ اگر ذات اس کی پلید ہوتی تو نماز جائز نہ ہوتی خصوصاً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور نفاس اور حیض والی عورت کا ایک حکم ہے پس دونوں کا بدن پاک ہے مثل اور سب عورتوں کے اقبال اور اتصال میں واللہ اعلم خلاصہ یہ کہ یہ سب مسئلے اس حدیث سے ثابت ہوتے ہیں خواہ غرض مؤلف کی کچھ ہو۔

بَابٌ.

یہ باب ہے۔

۳۲۱ ـ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ اسْمُهُ الْوَضَّاحُ مِنْ كِتَابِهٖ قَالَ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا كَانَتْ تَكُوْنُ حَائِضًا لَا تُصَلِّيْ وَهِيَ مُفْتَرِشَةٌ بِحِذَاءِ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ عَلٰى خُمْرَتِهٖ إِذَا سَجَدَ أَصَابَنِيْ بَعْضُ ثَوْبِهٖ.

۳۲۱۔ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ کو حیض آیا کرتا تھا نماز نہیں پڑھتی تھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سجدہ گاہ کے برابر پاؤں دراز کر کے لیٹی رہتی اور حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصلے پر نماز پڑھتے تھے جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کے کپڑے کا کنارہ مجھ کو لگتا تھا یعنی آپ اُس کپڑے کو پلید نہ جانتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض والی عورت کا بدن پاک ہے اگر ناپاک ہوتا تو اس کی طرف منہ کر کے اور اس کے متصل ہو کے نماز پڑھنی جائز نہ ہوتی اور اس کے ساتھ کپڑے کا لگ جانا نقصان کرتا اور اس باب کو پہلے باب سے یہ مناسبت ہے کہ جیسے حائض کا بدن پاک ہے اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی جائز ہے ایسے ہی نفاس والی عورت کا بدن بھی پاک ہے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی بھی جائز ہے۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ التَّيَمُّمِ

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ﴾.
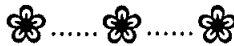
کتاب ہے تیمّم کے بیان میں

یعنی یہ کتاب ہے بیان میں تیمّم کے اور بیان میں سبب نزول اللہ بلند اور بزرگ شان والے کے کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی پائخانہ سے آئے یا عورتوں سے صحبت کرو اور پانی کو نہ پاؤ یا قدرت استعمال کرنے پانی کی نہ ہو تو قصد کرو زمین پاک کا یعنی اس سے تیمّم کر لو پس مسح کرو اور مل لو اپنے منہ اور ہاتھ اس سے۔

فائدہ: تیمّم کا معنی لغت میں قصد کرنے کا ہے اور شرع میں تیمّم کہتے ہیں پاک مٹی سے ہاتھ اور منہ کا مسح کرنا اور ملنا واسطے پاکی حاصل کرنے کی اس نیت سے کہ نماز جائز ہو جائے۔

٣٢٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهٖ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَآءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِّيْ فَأَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهٖ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ فَأَتَى النَّاسُ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ فَقَالُوْا أَلَا تَرٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ أَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ

٣٢٢۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے یعنی غزوہ بنی مصطلق میں یہاں تک کہ جب بیداء یا ذات الجیش (یہ دو جگہوں کا نام ہے مکہ اور مدینہ کے راہ میں) میں پہنچے یعنی جنگ سے لوٹ کر آئے تو میرا گلے کا ہار ٹوٹ کر گر پڑا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاش کے لیے وہاں ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے یعنی جو لوگ آپ کے ساتھ تھے حالانکہ وہاں پانی نہیں تھا یعنی جس سے وضو کریں سو لوگ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے (یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کی چغلی کرنے کے لیے) اور کہنے لگے دیکھ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سب لوگوں کو روک رکھا ہے حالانکہ پانی نہ تو ان کے ساتھ ہے اور نہ کہیں اس جگہ میں ہے سو ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

فَجَآءَ أَبُوْ بَكْرٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلٰى فَخِذِيْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ وَقَالَ مَا شَآءَ اللّٰهُ أَنْ يَّقُوْلَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِيْ بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِيْ فَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِيْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَآءٍ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوْا فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَأَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهٗ.

اپنے سر کو میری ران پر رکھ کر سو گئے تھے سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو کہا کہ تو نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سب لوگوں کو روک رکھا ہے حالانکہ پانی نہ تو کہیں اس جگہ میں ہے اور نہ اُن کے ساتھ ہے سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا سو ابو بکر نے مجھ کو سخت جھڑکا اور جو کچھ اللہ نے چاہا سو اُس نے کہا اور اپنے ہاتھ سے میرے بدن میں ٹھوکر مارنے لگے سو مجھ کو ہلنے سے کوئی چیز منع نہیں کرتی تھی مگر ہونا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا میری ران پر یعنی اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر میری ران پر نہ ہوتا تو میں اپنی جگہ سے ہل جاتی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت اٹھے حالانکہ وہاں پانی نہیں تھا سو اللہ نے تیمم کی آیت اُتاری سو لوگوں نے تیمم کیا اور نماز پڑھی پس اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابو بکر کی اولاد یہ تمہاری پہلی برکت نہیں یعنی اس قسم کی تمہاری اور بھی برکتیں بہت ہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا سو ہم نے اونٹ کو اٹھایا سو ہار کو اس کے نیچے پایا یعنی وہ ہار گم شدہ اس کے نیچے سے مل گیا۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس حدیث سے یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو یہ کہا ہے کہ اللہ نے آیت تیمم کی اتاری اُس آیت سے مراد آیت سورہ مائدہ کی ہے جو باب کی ابتداء میں اس حدیث سے پہلے گزر چکی ہے اور اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ جہاں پانی نہ ہو وہاں ٹھہرنا جائز ہے اور جس راہ میں پانی نہ ہو اس راہ میں چلنا جائز ہے۔ دوم یہ کہ امام کو رعیت کے حقوق کا لحاظ کرنا ضرور ہے اگرچہ تھوڑا ہو اور یہ کہ ضائع شدہ چیز کو تلاش کرنا چاہیے اور جو سفر میں پیچھے رہ جائے اس کے آنے تک انتظاری کرنی چاہیے اگر میت ہو تو اس کو دفن کرنا چاہیے۔ سوم یہ کہ کسی عورت کی شکایت اس کے باپ کی طرف کرنی جائز ہے۔ چہارم یہ کہ باپ کو اپنی بیٹی کے پاس جانا جائز ہے اگرچہ اس کا خاوند بھی اس کے پاس ہو بشرطیکہ صحبت کا وقت نہ ہو اور بیٹی بھی اس بات میں راضی ہو۔ پنجم یہ کہ باپ کا اپنی بیٹی کو ادب دینا جائز ہے اگرچہ اس کی شادی ہو چکی ہو اور اگرچہ بڑی ہو اور اپنے خاوند کے گھر میں چلی گئی ہو اور اسی طرح جو لوگ اپنے ہاتھ کے نیچے ہوں ان کو ادب سکھلانا جائز ہے بلا اذن امام کے۔ ششم یہ کہ جس بات میں سونے والے یا نماز پڑھنے والے یا قرآن پڑھنے والے یا علم کے ساتھ مشغول ہونے کو پریشانی حاصل ہو ایسی چیز اگر کسی کے سر پر آئے تو مستحب ہے کہ اس پر صبر کرے۔ ہفتم یہ کہ اس آیت سے پہلے وضو کرنا فرض تھا۔ ہشتم

یہ کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تیمم میں نیت کرنی واجب ہے اس لیے کہ معنی تیممو کا یہ ہے کہ قصد کرو اور یہی ہے مذہب تمام فقہاء کا سوائے اوزاعی کے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مٹی کو اٹھانا واجب ہے اور ہوا کا چلنا تیمم کے لیے کافی نہیں بخلاف وضو کے اس لیے کہ اگر مینہ برسا اور نیت وضو کی کر لے تو جائز ہے مگر اندھیرے میں اگر کوئی تیمم کی نیت کر لے تو تیمم جائز ہے اور یہ قصہ بعد قصہ افک کے واقع ہوا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہار عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا تھا اور آئندہ عروہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے وہ ہار اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً لیا ہوا تھا سو ان دونوں میں تطبیق اس طور سے ہے کہ نسبت کرنا اس ہار کا طرف عائشہ رضی اللہ عنہا کی باعتبار اس کے ہے کہ وہ اس وقت اس کے قبضہ اور تصرف میں تھا اور نسبت کرنا طرف اسماء رضی اللہ عنہا کی باعتبار اس کے ہے کہ وہ اس کی ملک تھا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو اپنے ساتھ سفر میں لے جانا جائز ہے اور عورتوں کو زیور بنانا خاوندوں کی زینت کرنے کے لیے جائز ہے اور یہ کہ عاریت کی چیزوں کو سفر میں لے جانا جائز ہے جب کہ چیز والے کی رضامندی ہو۔

۳۲۳ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ هُوَ الْعَوَقِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ ح وَحَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ النَّضْرِ قَالَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ هُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ الْفَقِيْرُ قَالَ أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِيْ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَّبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً.

۳۲۳ ـ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو پانچ نعمتیں ملیں کہ مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں ملیں مجھ کو فتح نصیب ہوئی وہاں سے مہینہ بھر کی راہ تک اور ساری زمین میرے واسطے مسجد گاہ اور پاک کرنے والی مقرر ہوئی یعنی ہر جگہ نماز اور تیمم درست ہے سو جس مرد کو میری امت سے جہاں نماز کا وقت ملے وہاں نماز پڑھ لے اور حلال ہوئے میرے واسطے غنیمت کے مال اور مجھ سے پہلے کسی کو حلال نہ تھے اور مجھ کو شفاعت کا رتبہ عنایت ہوا اور پیغمبر فقط اپنی قوم پر بھیجا جاتا تھا اور میں تمام عالم کے لوگوں پر بھیجا گیا۔

فائدہ: یعنی ان پانچ چیزوں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب پیغمبروں سے افضل ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب تھا کہ بادشاہ روم خوف کھاتا تھا اور نصاریٰ کو سوائے عبادت خانے کے اور جگہ نماز پڑھنا درست نہ تھا اور تیمم کا حکم تھا امت محمدی کو

تمام زمین پر نماز اور تیمّم کا حکم ہوا اور غنیمت کا مال بھی اسی امت کو درست ہوا اور قیامت میں اول حضرت ﷺ کے سوا کوئی پیغمبر شفاعت نہ کر سکے گا اور ہفت اقلیم کی نبوت کا رتبہ کسی کو حاصل نہیں ہوا بجز حضرت ﷺ کے اور بعض حدیثوں میں چھ چیزوں کا ذکر ہے سو شاید حضرت ﷺ کو اس پر پیچھے اطلاع ہوئی ہو گی اور بعضوں نے کہا ہے کہ نوح علیہ السلام کی نبوت بھی عام تھی اس لیے کہ اگر عام نہ ہوتی تو ان کی دعا سے کل خلقت غرق کیوں ہوتی سو جواب اس کا یہ ہے کہ احتمال ہے کہ اُن کے زمانے میں تمام دنیا کی تمام قوموں میں پیغمبر بھیجے گئے ہوں اور نوح علیہ السلام کو بھی اس کا علم حاصل ہو گیا ہو کہ وہ ایمان نہیں لائے اس لیے سب مخلوق پر بد دعاء کی پس اس سے اُن کی نبوت کا عام ہونا نہیں ثابت ہوتا ہے اور حضرت ﷺ کی نبوت کے عام ہونے کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کی شریعت قیامت تک قائم رہے گی بخلاف اور نبیوں کے کہ ان کی شریعت کو ایک دوسرے کی شریعت منسوخ کر دیتی تھی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نوح علیہ السلام کی پیغمبری کے وقت سوائے نوح علیہ السلام کی قوم کے کوئی قوم دنیا میں نہ ہو اور یہ جو فرمایا کہ میرا مہینے کی راہ تک پہنچتا ہے یہ رتبہ آپ کو تنہا ہی حاصل تھا یعنی اگر تنہا بھی ہوتے لشکر نہ ہوتا تو جب بھی آپ سے دشمن خوف کھاتے تھے اور یہ جو فرمایا کہ سب زمین میرے واسطے پاک کرنے والی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیمّم ناپاکی کو دور کر دیتا ہے اور یہ کہ تیمّم زمین کی تمام جزوں سے جائز ہے اور یہ جو فرمایا کہ مجھ کو شفاعت دی گئی ہے تو مراد اس سے یہ ہے کہ آپ کی تمام دعائیں مقبول ہیں اور بعضوں نے کہا کہ مراد اُن لوگوں کا نکالنا ہے آگ سے جن کے دل میں ذرے کے برابر ایمان ہو اس لیے کہ اس سے زیادہ میں تو اور نبی بھی شفاعت کریں گے اور بعضوں نے کہا کہ آپ کبیرہ گناہوں کی شفاعت کریں گے اور دوسرے نبیوں کو یہ رتبہ نہیں ملا ہے لیکن ٹھیک بات پہلے دونوں معنی میں ہیں واللہ اعلم اور ان خصلتوں کے سوا اور بھی بہت خصلتیں ہیں جو حضرت ﷺ کو عنایت ہوئی ہیں اور دوسرے نبیوں کو نہیں ملیں۔ ابوسعید نیسا پوری نے اپنی کتاب شرف المصطفیٰ میں لکھا ہے کہ جو نعمتیں حضرت ﷺ کو خاص کر دی گئی ہیں اور دوسرے پیغمبروں کو نہیں دی گئی ہیں وہ ساٹھ خصلتیں ہیں۔ **فالحمد لله ماجعلنا من امة هذا النبی الکریم الرحیم ونسأله ان یدخلنا فی شفاعة برحمته وفضله العمیم۔**

بَابُ إِذَا لَمْ يَجِدْ مَآءً وَّلَا تُرَابًا.

یعنی جب کہ آدمی کو نہ پانی ملے اور نہ خاک پاک میسر آئے تو اس کا کیا حکم ہے یعنی بے وضو اور بے تیمّم کے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟۔

٣٢٤ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّآءُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا

۳۲۴۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اُس نے اسماء رضی اللہ عنہا (اپنی بہن) سے ایک ہار مانگ کر لیا سو وہ کہیں گر پڑا اور گم ہو گیا سو حضرت ﷺ نے اس کی تلاش کے واسطے ایک مرد کو

اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَآءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَوَجَدَهَا فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلَاةُ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ فَصَلَّوْا فَشَكَوْا ذٰلِكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ لِعَائِشَةَ جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ تَكْرَهِيْنَهُ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكِ لَكِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ خَيْرًا.

بھیجا سو اس مرد نے اس کو پایا یعنی بعد تلاش کرنے کے سو لوگوں پر نماز کا وقت آیا اور حالانکہ اُن کے ساتھ پانی نہیں تھا سو لوگوں نے بے وضو نماز پڑھی اور اس بات کی حضرت ﷺ سے شکایت کی سو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت اُتاری سو اُسید نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا کہ اللہ تجھ کو نیکی کا بدلہ دے سو قسم اللہ کی تجھ پر کوئی کام ناگوار نہیں اترا مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں تیرے لیے اور مسلمانوں کے لیے بہتری کی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص پانی اور مٹی کو نہ پائے وہ شخص بے وضو اور بے تیمم کے نماز پڑھ لے اور اس پر اس کا دہرانا نہیں آتا ہے بلکہ وہ نماز واجب ہے اس لیے کہ جیسے تیمم نامشروع ہونے کے وقت بے وضو نماز پڑھ لینی جائز ہے ایسے ہی تیمم مشروع ہونے کے بعد خاک پاک نہ ملنے سے بے تیمم نماز پڑھ لینی بھی درست ہے اور جیسے کہ فقط پانی کے نہ ملنے سے ان کو بے وضو نماز پڑھ لینا درست ہوا ایسے ہی اگر دونوں نہ ملیں تو جب بھی بے وضو نماز پڑھ لینی جائز ہوگی اور یہی ہے وجہ مناسبت اس حدیث کی ساتھ ترجمہ کے پس اس سے ثابت ہوا کہ جو پانی اور مٹی کو نہ پائے اس پر نماز فرض ہے اس لیے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے واجب جان کر نماز پڑھی تھی سو اگر ایسی حالت میں نماز پڑھنی منع ہوتی تو حضرت ﷺ ان پر انکار فرماتے اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور احمد اور جمہور محدثین کا۔

بَابُ التَّيَمُّمِ فِي الْحَضَرِ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَآءَ وَخَافَ فَوْتَ الصَّلَاةِ وَبِهٖ قَالَ عَطَآءٌ.

اگر وضو کے لیے پانی نہ ملے اور نماز کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو اس وقت مقیم یعنی گھر میں رہنے والے کو بھی تیمم کرنا جائز ہے اور یہی قول ہے عطاء تابعی کا۔

فائدہ: یعنی جو آدمی کہ اپنے گھر میں رہتا ہو یعنی سفر میں نہ ہو تو اگر اس کو کسی وقت گھر میں وضو کے لیے پانی نہ ملے اور نماز کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو اس وقت اس کو اپنے گھر میں بھی تیمم سے نماز پڑھنی جائز ہے اور اسی طرح جو شخص کہ پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو اس کو بھی گھر میں تیمم کرنا جائز ہے اور یہی ہے مذہب امام شافعی رحمہ اللہ کا لیکن اُن کے نزدیک قضاء کرنا واجب ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک گھر میں تیمم کرنا کسی وقت جائز نہیں۔

وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْمَرِيْضِ عِنْدَهُ الْمَآءُ وَلَا يَجِدُ مَنْ يُّنَاوِلُهٗ يَتَيَمَّمُ وَأَقْبَلَ ابْنُ

یعنی اور حسن بصری نے کہا کہ اگر کسی بیمار کے پاس پانی ہو لیکن اس کو پانی پکڑانے والا وہاں کوئی موجود نہیں تو

عُمَرَ مِنْ أَرْضِهِ بِالْجُرُفِ فَحَضَرَتِ الْعَصْرُ بِمَرْبَدِ النَّعَمِ فَصَلَّى ثُمَّ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ فَلَمْ يُعِدْ.

اس وقت اس بیمار کو تیمّم کرنا جائز ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی زمین سے جو صرف (ایک جگہ کا نام تین میل مدینہ سے) میں تھے آئے یعنی اپنی زمین کو دیکھ کر مدینہ کو آئے سو مربد (یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے دو میل مدینہ سے یہاں چار پائے باندھنے جاتے تھے) میں نماز عصر کا وقت ہو گیا سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تیمّم سے وہاں نماز پڑھی پھر مدینہ میں آئے حالانکہ آفتاب بلند تھا سو نماز کو نہ دہرایا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما گھر میں تیمّم کر لینے کو جائز جانتے تھے کیونکہ دو تین میل کو بالاتفاق سفر نہیں کہا جاتا ہے اور یہی ہے وجہ مناسبت حدیث کی ترجمہ سے اور اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے وقت فوت ہو جانے کا کچھ لحاظ نہیں کیا ہے اس لیے کہ جب وہ مدینہ میں داخل ہوئے اُس وقت آفتاب بہت بلند تھا لیکن شاید ان کو گمان ہوا ہو گا کہ مدینہ میں جانے تک وقت نہیں رہے گا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی نماز نہ دہرانے سے قضاء کے ساقط کرنے پر استدلال نہیں ہو سکتا ہے اس لیے کہ بنا بر اس احتمال کے لازم آتا ہے کہ اس کی قضاء بالاتفاق ساقط ہو جائے حالانکہ علماء کو اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اس پر دہرانا واجب کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ شاید ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ظہر کا وضو باقی ہو گا انہوں نے چاہا ہو گا کہ جدید وضو کر لیں سو جب پانی نہ پایا تو صرف تیمّم ہی پر اکتفا کیا لیکن یہ توجیہہ ٹھیک نہیں ہے اس لیے کہ وضو کے ہوتے ہوئے تیمّم کرنا محض لغو بات ہے، واللہ اعلم۔

۳۲۵ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَيْرًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللهِ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى أَبِيْ جُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ أَبُو الْجُهَيْمِ الْأَنْصَارِيُّ أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

۳۲۵۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں اور عبداللہ بن یسار ہم دونوں ابوجہیم بن حارث کے پاس آئے سو ابوجہیم نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) بیر جمل (ایک کنواں ہے مشہور مدینہ میں) کی طرف سے تشریف لائے سو آپ کو ایک مرد راہ میں ملا سو اُس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہی سو آپ نے اس کو سلام کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ آپ ایک دیوار کے پاس آئے اور تیمّم کیا پھر اس کو سلام کا جواب دیا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ فَمَسَحَ بِوَجْهِهٖ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

فائدہ: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس حدیث سے یہ ہے کہ مقیم کو اپنے گھر میں پانی نہ ملنے کے وقت تیمم کر کے نماز پڑھ لینی جائز ہے اس لیے کہ جب باوجود بے وضو جائز ہونے جواب سلام کے آپ نے سلام رد کرنے کے لیے گھر میں تیمم کر لیا تو اب جو شخص کہ فوت ہو جانے نماز کا خوف کرتا ہو اس کو گھر میں تیمم کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا اس لیے کہ باوجود قدرت کے بے وضو کے نماز جائز نہیں ہے پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تیمم کے وقت نہ آپ کو پانی ملا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ﷺ کی غرض اس تیمم سے ناپاکی دفع کرنا اور نماز کا جائز ہونا نہیں تھا بلکہ آپ کی غرض یہ تھی کہ آپ صرف وضو کرنے والوں سے مشابہت حاصل کریں تا کہ ناپاکی ہلکی ہو جائے جیسے کہ جنبی کے واسطے وضو کرنے سے ناپاکی ہلکی ہو جاتی ہے پس اس صورت میں حدیث ترجمہ سے موافق ہوگی۔

بَابُ الْمُتَيَمِّمِ هَلْ يَنْفُخُ فِيهِمَا.

تیمم کے لیے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارنے کے بعد پھونک لینا کیسا ہے؟۔

۳۲۶ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى عَنْ أَبِيْهِ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ إِنِّيْ أَجْنَبْتُ فَلَمْ أُصِبِ الْمَآءَ فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَمَا تَذْكُرُ أَنَّا كُنَّا فِيْ سَفَرٍ أَنَا وَأَنْتَ فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكْتُ فَصَلَّيْتُ فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ هٰكَذَا فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ وَنَفَخَ فِيْهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ.

۳۲۶۔ عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے روایت ہے کہ ایک مرد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا سو اُس نے کہا کہ مجھ کو نہانے کی حاجت ہوگی ہے اور مجھ کو پانی نہیں ملا سو عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں ہے کہ ہم دونوں ایک سفر میں تھے سو ہم کو نہانے کی حاجت ہوگئی سو لیکن تو نے تو نماز نہیں پڑھی تھی اور لیکن میں تو زمین میں لیٹا جیسے کہ جانور لیٹتا ہے سو زمین پر لوٹ کر میں نے نماز پڑھ لی سو میں نے یہ قصہ حضرت ﷺ سے بیان کیا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تجھ کو تو بس یہی کفایت کرتا تھا کہ تو مارتا اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر اس طرح پھر حضرت ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ایک بار مارے اور اُن کو پھونکا اور پھر ملا اپنے منہ اور دونوں ہتھیلیوں کو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تیمم میں بھی واجب فقط ایک بار زمین پر ہاتھ مارنے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو

ملنا ہے چنانچہ اس حدیث میں مذکور ہے اور اس پر زیادہ کرنا یعنی دو بار زمین پر ہاتھ مارنے اور کہنیوں تک ہاتھوں کو ملنا اگر صریح امر سے ثابت ہوتا تو پہلی صورت منسوخ ہو جاتی اور اس کا قبول کرنا واجب ہو جاتا لیکن زمین پر دو بار ہاتھ مارنے فقط فعل سے ثابت ہوتا ہے پس اس سے وجوب ثابت نہیں ہو سکے گا پس اس کو افضلیت پر محمول کیا جائے گا اور یہی بات بہت ظاہر ہے دلیل کی اس سے (فتح) اور اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تیمّم میں تکرار مستحب نہیں اس لیے کہ تکرار عدم تخفیف کو مستلزم ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص وضو میں مسح سر کے بدلے سر کو دھو ڈالے تو کفایت کرتا ہے اس لیے کہ عمار رضی اللہ عنہ تیمّم کے لیے مٹی میں لیٹے اور ان کو یہ کافی ہو گیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب تیمّم کے لیے ہاتھوں کو زمین پر مارے اور ہاتھوں کو بہت مٹی لگ جائے تو بعد مارنے کے مستحب ہے کہ ان کو پھونک لے تاکہ ہاتھوں سے مٹی کم ہو جائے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

بَابُ التَّيَمُّمِ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ.

یعنی تیمّم میں فقط منہ اور دونوں ہتھیلیوں کا مسح کرنا کافی ہے اور کہنیوں تک مسح کرنا واجب نہیں۔

۳۲۷ ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى عَنْ أَبِيْهِ قَالَ عَمَّارٌ بِهٰذَا وَضَرَبَ شُعْبَةُ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ ثُمَّ أَدْنَاهُمَا مِنْ فِيْهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ وَقَالَ النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ ذَرًّا يَقُوْلُ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى قَالَ الْحَكَمُ وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ عَمَّارٌ.

۳۲۷۔ عبدالرحمٰن بن ابزی سے روایت ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی یعنی جو ابھی پہلے باب میں گزر چکی ہے لیکن اس روایت میں حجاج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ مذکور نہیں ہے۔ حجاج نے لکھا کہ شعبہ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے یعنی تعلیم کے واسطے پھر ملا اُن سے اپنے منہ اور دونوں ہتھیلیوں کو اور یہاں تعلیق بیان کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ غرض ہے کہ جیسے حکم راوی نے اس حدیث کو اپنے استاد ذر سے سنا ہے ایسے ہی اس کو ذر کے استاد سے بھی سنا ہے یعنی استاد الاستاد سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تیمّم سے فقط اپنے منہ اور دونوں ہتھیلیوں کو ملنا کافی ہے اس اس سے تیمّم جائز ہو جاتا ہے کہنیوں تک مسح کرنا لازم نہیں کہ بے اُس کے تیمّم جائز نہ ہو شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تیمّم کے بیان میں جس قدر حدیثیں ہیں سب کی سب ضعیف ہیں سوائے حدیث عمار اور ابوجہیم کے کوئی حدیث اُن سے صحیح نہیں ہے اور عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعض طریقوں میں جو نصب بازو یا بغلوں یا کہنیوں تک مسح کرنے کا ذکر ہے اس میں سے نصف بازو اور کہنیوں کی روایت تو صحیح نہیں اور بغلوں تک کی روایت اگر حضرت کے حکم سے ہے تو یہ سب کی ناسخ ہو گی جس سے مخالف کا قول بھی باطل ہو جائے گا اور اگر اس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں تو پھر حجت وہی ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا حکم ہے اور صرف منہ اور ہتھیلیوں پر مسح کرنے کی روایت کو تائید کرتا ہے یہ کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ پیغمبر کے بعد بھی یہی فتویٰ دیتے رہے اور راوی حدیث کا غیر سے زیادہ واقف ہوتا ہے خاص کر صحابی ہو اور مجتہد بھی ہو۔ (فتح)

٣٢٨ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ شَهِدَ عُمَرَ وَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ كُنَّا فِيْ سَرِيَّةٍ فَاَجْنَبْنَا وَقَالَ تفل فِيهِمَا.

٣٢٨۔عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا سو عمر رضی اللہ عنہ کو عمار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ ہم دونوں ایک لشکر میں تھے سو ہم دونوں کو نہانے کی حاجت ہوگی (پھر تمام حدیث بیان کی جو اوپر گزر چکی ہے) اور اس روایت میں کے نَفَخَ کے بدلے تَفَلَ کا لفظ آیا ہے معنی دونوں کا قریب قریب ہے یعنی پھر ہاتھوں کو پھونکا۔

٣٢٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى قَالَ قَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ تَمَعَّكْتُ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَكْفِيْكَ الْوَجْهَ وَالْكَفَّيْنِ.

٣٢٩۔عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں زمین میں لیٹا سو میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منہ اور دونوں ہتھیلیوں کو مل لینا تجھ کو کفایت کرتا تھا۔

حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى قَالَ شَهِدْتُ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ.

یہ بھی وہی حدیث ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔

٣٣٠ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ عَمَّارٌ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْاَرْضَ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ.

٣٣٠۔ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ فقط منہ اور دونوں ہتھیلیوں کو مل لینے سے تیمم جائز ہو جاتا ہے اس پر زیادہ کرنا واجب نہیں ہے اور یہی مذہب امام احمد اور اسحاق اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن خزیمہ کا اور یہی منقول ہے امام

مالک اور اہل حدیث سے اور بعضوں نے کہا کہ مراد اس سے صورت زمین پر ہاتھ مارنے کی ہے واسطے تعلیم کے یعنی آپ نے اشارے سے سکھلا دیا کہ تیمم کی صورت یہ ہے تیمم کے تمام احکام بتلانے آپ کی مراد نہیں تھی سو جواب اس کا یہ ہے کہ ظاہر سیاق اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کل تیمم اس کو بتلا دیا اگر تعلیم غرض ہوتی تو انما یکفیك نہ فرماتے اور بعض کہتے ہیں کہ وضو میں کہنیوں تک دھونا فرض ہے پس تیمم میں بھی اتنا ہی لازم ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ قیاس ہے مقابلہ نص کے اور قیاس نص کے مقابلہ میں مردود ہے اور معارض اس کے وہ قیاس ہے جو آیت سرقہ کے اطلاق سے ثابت ہے پس نص کے ہوتے ہوئے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ (فتح)

بَابُ الصَّعِيْدُ الطَّيِّبُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ يَكْفِيْهِ مِنَ الْمَآءِ وَقَالَ الْحَسَنُ يُجْزِئُهُ التَّيَمُّمُ مَا لَمْ يُحْدِثْ وَأَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَيَمِّمٌ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ لَا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ عَلَى السَّبَخَةِ وَالتَّيَمُّمِ بِهَا.

یعنی جب مسلمان پانی پر قادر نہ ہو تو اس کو خاک پاک سے تیمم کر لینا جائز ہے اور اس وقت خاک کا حکم مثل پانی کے ہے۔ اور حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ مسلمان کو تیمم کافی ہے جب تک کہ بے وضو نہ ہو یعنی جب تک اس کا تیمم نہ ٹوٹے تب تک جو نماز فرض و نفل وغیرہ چاہے پڑھے اور یہی ہے مذہب ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تیمم سے جماعت کرائی غرض اس سے یہ ہے کہ تیمم وضو کے برابر ہے اس لیے کہ اگر طہارت تیمم کی ضعیف ہوتی تو امامت نہ کرواتے اور یہی مذہب ہے کوفہ والوں اور جمہور کا اور یحییٰ بن سعید نے کہا کہ شورہ زمین پر نماز پڑھنی اور اس سے تیمم کرنا جائز ہے یعنی اس لیے کہ وہ بھی زمین کی جنس سے ہے۔

۳۳۱ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ رَجَآءٍ عَنْ عِمْرَانَ قَالَ كُنَّا فِيْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّا أَسْرَيْنَا حَتّٰى كُنَّا فِيْ اٰخِرِ اللَّيْلِ وَقَعْنَا وَقْعَةً وَلَا وَقْعَةَ أَحْلٰى عِنْدَ الْمُسَافِرِ مِنْهَا فَمَا أَيْقَظَنَا إِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ وَكَانَ أَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ

۳۳۱۔ عمران رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے سو ہم تمام رات چلتے رہے یہاں تک کہ جب رات کا اخیر آیا یعنی تھوڑی رات باقی رہ گئی تو یکا یک ہم اتر پڑے اور سو گئے اور مسافر کو پچھلی رات کے سونے سے کوئی چیز زیادہ ترشیریں نہیں ہے اس لیے تمام رات چلنے سے تھک جاتا ہے اور نیز وہ وقت ٹھنڈک کا ہوتا ہے سو نہ جاگ آئی ہم کو مگر آفتاب کی گرمی سے یعنی جب آفتاب خوب بلند چڑھ آیا

فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ يُسَمِّيهِمْ أَبُوْ رَجَآءٍ فَنَسِيَ عَوْفٌ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الرَّابِعُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَامَ لَمْ يُوْقَظْ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ يَسْتَيْقِظُ لِأَنَّا لَا نَدْرِيْ مَا يَحْدُثُ لَهٗ فِيْ نَوْمِهٖ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ عُمَرُ وَرَاٰى مَا أَصَابَ النَّاسَ وَكَانَ رَجُلًا جَلِيْدًا فَكَبَّرَ وَرَفَعَ صَوْتَهٗ بِالتَّكْبِيْرِ فَمَا زَالَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِالتَّكْبِيْرِ حَتّٰى اسْتَيْقَظَ بِصَوْتِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ شَكَوْا إِلَيْهِ الَّذِيْ أَصَابَهُمْ قَالَ لَا ضَيْرَ أَوْ لَا يَضِيْرُ ارْتَحِلُوْا فَارْتَحَلَ فَسَارَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ نَزَلَ فَدَعَا بِالْوَضُوْءِ فَتَوَضَّأَ وَنُوْدِيَ بِالصَّلَاةِ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلَاتِهٖ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُعْتَزِلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ أَصَابَتْنِيْ جَنَابَةٌ وَلَا مَآءَ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ فَإِنَّهٗ يَكْفِيْكَ ثُمَّ سَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَكٰى إِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ فَنَزَلَ فَدَعَا فُلَانًا كَانَ يُسَمِّيْهِ أَبُوْ رَجَآءٍ نَسِيَهٗ عَوْفٌ وَدَعَا عَلِيًّا فَقَالَ اذْهَبَا فَابْتَغِيَا الْمَآءَ فَانْطَلَقَا فَتَلَقَّيَا امْرَأَةً بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ أَوْ سَطِيْحَتَيْنِ مِنْ مَآءٍ عَلٰى بَعِيْرٍ لَهَا فَقَالَا لَهَا أَيْنَ الْمَآءُ قَالَتْ عَهْدِيْ بِالْمَآءِ أَمْسِ هٰذِهِ السَّاعَةَ وَنَفَرُنَا خُلُوْفًا

اور اس کی گرمی معلوم ہوئی تو اس وقت جاگ آئی سو سب سے پہلے فلاں آدمی کو جاگ آئی پھر اس کے بعد فلاں آدمی کو پھر فلاں آدمی کو ابو رجاء (راوی) ان سب کے نام لیتا تھا لیکن عوف (جو اس کا شاگرد ہے) اُن کو بھول گیا پھر بعد ازاں چوتھے عمر رضی اللہ عنہ کو جاگ آئی اور جب حضرت ﷺ سویا کرتے تھے تو آپ کو کوئی نہ جگاتا تھا یہاں تک کہ آپ اپنے آپ سے جاگتے اس لیے کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ کو خواب میں کیا نظر آتا ہے یعنی اس لیے کہ اکثر اوقات آپ کو وحی خواب میں بھی آتی تھی پس شاید کہ کسی کے جگانے سے وحی میں کوئی خلل پیدا ہو سو جب عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور لوگوں نے حال دیکھا کہ سوئے ہوئے صبح کی نماز فوت ہوگئی ہے اور پانی اس جگہ میں نہیں ملتا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ سخت کڑا آدمی تھا سو اُس نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا یعنی واسطے بڑے ہونے اس واقع کے اور واسطے جگانے حضرت ﷺ کے ساتھ طریقہ ادب کے سو ہمیشہ بلند آواز سے تکبیر کہتے رہے اور اس کے ساتھ چلاتے رہے یہاں تک کہ اُن کی آواز سے حضرت ﷺ کو جاگ آگئی۔(بعض لوگ یہاں یہ شبہ کرتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ سو جایا کرتے تھے اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا ہے تو ان دونوں حدیثوں میں تعارض واقع ہوا ہے سو جواب اس کا اول یہ ہے ہے کہ نہ سونے سے یہ ہے کہ جو محسوس چیزیں اس کے متعلق ہیں اُن کو وہ معلوم کر لیتا ہے جیسے کے بے وضو ہونا یا کسی درد الم کا پہنچنا یہ مراد نہیں کہ جو چیزیں آنکھ کے متعلق ہیں اُن کو بھی معلوم کر لیتا ہے بلکہ سونے کی حالت میں آنکھ کے متعلق

قَالَا لَهَا انْطَلِقِيْ إِذًا قَالَتْ إِلٰى أَيْنَ قَالَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ الصَّابِئُ قَالَا هُوَ الَّذِيْ تَعْنِيْنَ فَانْطَلِقِيْ فَجَآءَا بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَاهُ الْحَدِيْثَ قَالَ فَاسْتَنْزَلُوْهَا عَنْ بَعِيْرِهَا وَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِنَآءٍ فَفَرَّغَ فِيْهِ مِنْ أَفْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ أَوْ سَطِيْحَتَيْنِ وَأَوْكَأَ أَفْوَاهَهُمَا وَأَطْلَقَ الْعَزَالِيَ وَنُوْدِيَ فِي النَّاسِ اسْقُوْا وَاسْتَقُوْا فَسَقٰى مَنْ شَآءَ وَاسْتَقٰى مَنْ شَآءَ وَكَانَ اٰخِرُ ذَاكَ أَنْ أَعْطَى الَّذِيْ أَصَابَتْهُ الْجَنَابَةُ إِنَآءً مِنْ مَّآءٍ قَالَ اذْهَبْ فَأَفْرِغْهُ عَلَيْكَ وَهِيَ قَآئِمَةٌ تَنْظُرُ إِلٰى مَا يُفْعَلُ بِمَآئِهَا وَايْمُ اللّٰهِ لَقَدْ أُقْلِعَ عَنْهَا وَإِنَّهُ لَيُخَيَّلُ إِلَيْنَا أَنَّهَا أَشَدُّ مِلْأَةً مِنْهَا حِيْنَ ابْتَدَأَ فِيْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْمَعُوْا لَهَا فَجَمَعُوْا لَهَا مِنْ بَيْنِ عَجْوَةٍ وَدَقِيْقَةٍ وَسَوِيْقَةٍ حَتّٰى جَمَعُوْا لَهَا طَعَامًا فَجَعَلُوْهَا فِيْ ثَوْبٍ وَحَمَلُوْهَا عَلٰى بَعِيْرِهَا وَوَضَعُوا الثَّوْبَ بَيْنَ يَدَيْهَا قَالَ لَهَا تَعْلَمِيْنَ مَا رَزِئْنَا مِنْ مَّآئِكِ شَيْئًا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِيْ أَسْقَانَا فَأَتَتْ أَهْلَهَا وَقَدِ احْتَبَسَتْ عَنْهُمْ قَالُوْا مَا حَبَسَكِ يَا فُلَانَةُ قَالَتِ الْعَجَبُ لَقِيَنِيْ رَجُلَانِ فَذَهَبَا بِيْ إِلٰى هٰذَا الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ الصَّابِئُ فَفَعَلَ كَذَا وَكَذَا

چیزوں کو سونے کی حالت میں وہ معلوم نہیں کر سکتا ہے دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ دل کے نہ سونے سے یہ مراد ہے کہ وضو کا ٹوٹ جانا مجھ پر پوشیدہ نہیں رہتا ہے مگر یہ جواب ثانی ٹھیک نہیں ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ طلوع وغروب آفتاب کو معلوم کرنا آنکھ کا کام ہے نہ دل کا پس جب آنکھ خواب میں ہو تو طلوع وغروب معلوم نہیں ہو سکتا ہے اگرچہ دل بیدار ہو اور نیز ہو سکتا ہے کہ باوجود بیداری دل کے آپ کو ایسا استغراق حاصل ہوا ہو کہ سوائے اس کے کسی چیز کی طرف خیال نہ ہو جیسے کہ وحی کے بعض وقتوں میں ایسا ہی ہوا پس اس سے دل کا سونا لازم نہیں آتا ہے) سو جب حضرت ﷺ کو جاگ آئی تو صحابہ نے اپنے حال کی آپ سے شکایت کی سو آپ نے فرمایا کچھ نقصان نہیں یہاں سے کوچ کرو سو لوگوں نے وہاں سے کوچ کیا سو تھوڑی دور چل کر اتر پڑے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص سفر میں جائے اور سوتے سوتے اس کی نماز فوت ہو جائے سو جب اس کو جاگ آئے تو اس کو مستحب ہے کہ اس جگہ سے کوچ کر کے دوسری جگہ میں جا اترے اور اگر کوئی جنگل ہو تو اس سے باہر نکل جائے اور حضرت ﷺ کے اس جگہ سے کوچ کرنے کا یہ سبب تھا کہ آپ نے فرمایا یہ شیطان کی جگہ ہے یا اس واسطے کہ وہاں پانی نہیں تھا) سو آپ نے پانی منگوایا اور وضو کیا اور نماز کے لیے اذان کہی گئی سو آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ نمازوں کے لیے بھی اذان کہنا سنت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فوت شدہ نمازوں کی جماعت جائز ہے) سو جب حضرت ﷺ اپنی نماز سے پھرے یعنی نماز ادا کر چکے تو یکا یک ایک مرد کو کنارے کھڑے ہوئے دیکھا کہ اُس نے لوگوں کے ساتھ مل

فَوَاللّٰهِ إِنَّهُ لَأَسْحَرُ النَّاسِ مِنْ بَيْنِ هٰذِهِ وَهٰذِهِ وَقَالَتْ بِإِصْبَعَيْهَا الْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةِ فَرَفَعَتْهُمَا إِلَى السَّمَآءِ تَعْنِي السَّمَآءَ وَالْأَرْضَ أَوْ إِنَّهُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا فَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَ ذٰلِكَ يُغِيْرُوْنَ عَلٰى مَنْ حَوْلَهَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَلَا يُصِيْبُوْنَ الصِّرْمَ الَّذِيْ هِيَ مِنْهُ فَقَالَتْ يَوْمًا لِقَوْمِهَا مَا أُرٰى أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ يَدْعُوْنَكُمْ عَمْدًا فَهَلْ لَكُمْ فِي الْإِسْلَامِ فَأَطَاعُوْهَا فَدَخَلُوْا فِي الْإِسْلَامِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ صَبَأَ خَرَجَ مِنْ دِيْنٍ إِلٰى غَيْرِهِ وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ الصَّابِئِيْنَ فِرْقَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ يَقْرَءُ وْنَ الزَّبُوْرَ.

کر نماز نہیں پڑھی تھی آپ نے اُس کو فرمایا کہ اے فلاں مرد تو نے لوگوں کے ساتھ مل کر نماز کیوں نہیں پڑھی اس نے عرض کی کہ مجھ کو نہانے کی حاجت ہوگئی تھی اور غسل کے لیے مجھ کو پانی نہیں ملا اس لیے میں نے نماز نہیں پڑھی آپ نے فرمایا کہ خاک پاک سے تیمّم کر کہ بے شک وہ تجھ کو کفایت کرتا ہے۔(اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کو نہانے کی حاجت ہو اور پانی نہ ملے تو غسل اور وضو دونوں کے لیے تیمّم کافی ہو جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عالم کو کسی شخص کا حال دیکھ کر مسئلہ بتلانا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز جماعت سے پڑھنی چاہیے اور یہ کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے جماعت کو ترک کرے اُس کو ملامت کرنی جائز ہے اور یہ کہ انکار میں بھی نرمی سے پیش آنا چاہیے) پھر حضرت ﷺ وہاں سے چلے سو لوگوں نے آپ سے پیاس کی شکایت کی سو آپ اُتر پڑے اور ایک مرد کو بلایا (ابو رجاء راوی اس شخص کا نام لیتا تھا لیکن عوف کو یاد نہیں رہا) اور علی رضی اللہ عنہ کو بلایا سو دونوں کو کہا کہ جاؤ اور پانی تلاش کرو سو وہ دونوں چلے اور چلتے چلتے راہ میں ایک عورت کو ملے جو دو مشکیں پانی کی اپنے اونٹ پر لادے ہوئے اُن کے درمیان پاؤں لٹکا کر بیٹھی ہوئی تھی سو دونوں نے اُس عورت سے پوچھا کہ پانی کہاں ہے جہاں سے تو لائی ہے اُس نے کہا کہ گزرنا میرا پانی پر کل اس وقت تھا یعنی پانی یہاں سے آٹھ پہر کی راہ پر ہے اور مرد ہمارے پیچھے ہیں یعنی وہ بھی پانی لانے کے واسطے گھروں سے نکلے ہوئے ہیں اور غائب ہیں۔ سو اُن دونوں نے اُس عورت سے کہا کہ اب ہمارے ساتھ چل اُس نے کہا کہاں چلوں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چل اُس نے کہا وہ شخص جو کو صابی کہتے ہیں۔

(صابی اُس کو کہتے ہیں جو ایک دین کو چھوڑ کر دوسرے دین کو اختیار کرے اور حضرت ﷺ کو کافر اس لیے صابی کہتے ہیں کہ آپ نے قریش کا دین چھوڑ کر دین ابراہیمی اختیار کرلیا تھا) سو ان دونوں نے کہا کہ وہ وہی شخص ہے جو تیرے خیال میں ہے پس اس کے پاس چل سو وہ دونوں اس کو حضرت ﷺ کے پاس لے آئے اور آپ کو سب قصہ بیان کردیا سو حضرت ﷺ نے ایک برتن منگوایا اور مشکوں کے منہ سے اس میں پانی گرانے کا حکم فرمایا اور آپ نے اوپر کے دونوں مونہوں کو بند کردیا اور نیچے کے دونوں مونہوں کو کھول دیا اور لوگوں میں بلند آواز سے پکار دیا گیا کہ اپنے چارپایوں کو پانی پلالو اور خود بھی پیو اور مشکیں بھرلو سو جس نے چاہا پانی پلالیا اور جس نے چاہا خود پی لیا۔ (اس سے معلوم ہوا کہ مسافر پیاسا ہو یا اس کا چارپایہ پیاسا ہو تو ایسی حالت میں آپ پانی پینا اور اپنے چارپایہ کو پلانا مقدم ہے غسل جنابت وغیرہ پر اگر پینے سے کچھ پانی بچ جائے تو اس کے ساتھ غسل کرلے) اور سب کے بعد حضرت ﷺ نے اُس شخص کو پانی دیا جس کو نہانے کی حاجت ہوگئی تھی سو فرمایا اس کو لے جا اور اپنے سر پر گرادے اور غسل کر اور وہ عورت اپنے پانی کے اس سب معاملہ کو کھڑی دیکھ رہی تھی۔ (اگر کہا جائے کہ اس کا پانی لینا بلا اجازت کیسے جائز ہوگا جواب اس کا یہ ہے کہ وہ عورت کافرہ حربیہ تھی پس اس سے جبرًا پانی لینا جائز ہے اور اگر بالفرض ذمیہ بھی ہو تو کہا جائے گا کہ ضرورت پیاس کی وجہ سے مسلمانوں کو اس کا پانی لینا مباح ہوگیا۔) سو قسم اللہ کی بے شک سب لوگ اس مشک سے پانی پی کر چلے گئے اور حالانکہ ہم کو معلوم ہوتا تھا کہ وہ آگے سے زیادہ تر بھرا ہوا ہے۔ (اتنے آدمیوں کا پانی پینا اور

چار پایوں کو پلانا اور وضو کرنا اور مشکوں میں پانی بھر لینا اور پھر اس مشک کا ویسا ہی بھرا رہنا ایک بڑا معجزہ ہے اور دلیل قطعی ہے اوپر سچی ہونے نبوت آنحضرت ﷺ کے) سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس پانی کے بدلے اس کو کچھ کھانا جمع کر دو سو صحابہ نے اس کے لیے کھجور اور آٹا اور ستو کو جمع کرنا شروع کیا یہاں تک کہ انہوں نے اس کے لیے بہت سا طعام جمع کیا اور اس کو ایک کپڑے میں باندھ دیا اور اس عورت کو اس کے اونٹ پر سوار کر دیا اور اس کپڑے طعام والے کو اس کے آگے رکھا اور اس کو کہا کہ تجھ کو معلوم ہے کہ تیرا پانی ہم نے کچھ نقصان نہیں کیا لیکن ہم کو اللہ نے پانی پلایا ہے (اس سے معلوم ہوا کہ مشرکوں کے برتنوں کو استعمال کرنا جائز ہے جب تک کہ پلیدی کا یقین نہ ہو جائے) سو وہ عورت اپنی گھر والوں کے پاس آئی اور حالانکہ روکی گئی تھی اُن سے سو انہوں نے کہا کہ اے فلانی تجھ کو کس چیز نے روک رکھا تھا اُس نے جواب دیا کہ آج مجھ کو ایک عجیب معاملہ پیش آ گیا تھا جس کے سبب سے میں رک گئی وہ عجیب معاملہ یہ ہے کہ مجھ کو دو مرد ملے سو وہ دونوں مجھ کو اس پیغمبر (جس کو لوگ صابی کہتے ہیں) کے پاس لے گئے سو اُس نے ایسا ایسا کام کیا یعنی میری مشک سے اپنے سب لشکر کو پانی پلایا اور حالانکہ مشک میری ویسی کی ویسی ہی بھری رہی سو قسم اللہ کی البتہ وہ سب آدمیوں سے زیادہ تر جادو گر ہے درمیان زمین اور آسمان کے اور اُس نے سبابہ اور وسطے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور یا وہ اللہ کا سچا رسول ہے سو مسلمان لوگ بعد ازاں اس کے گرد گرد مشرکین پر لوٹ مار کیا کرتے تھے لیکن جس جماعت سے وہ عورت تھی اس کو کچھ نہ کہتے تھے یعنی واسطے امید اسلام کے سو اس عورت نے

ایک دن اپنی قوم سے کہا کہ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ یعنی صحابہ تم کو عمدًا چھوڑتے ہیں یعنی تمہارے گرد اگرد مشرکین پر جو یہ لوگ لوٹ مار کرتے ہیں اور تم کو دیدہ دانستہ کچھ نہیں کہتے ہیں تو یہ بوجہ سہو اور غفلت کی نہیں ہے اور نہ بوجہ خوف تمہارے کے بلکہ بوجہ امید اسلام تمہارے کے ہے سو کیا تم مسلمان ہونا چاہتے ہو انہوں نے اس عورت کا حکم مان لیا اور مسلمان ہو گئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ صابی کا معنی ہے ایک دین کو چھوڑ کر دوسرے دین کو اختیار کرنا اور ابو العالیہ نے کہا کہ صابئین (یہ لفظ قرآن میں واقع ہوا ہے) اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور پر عمل کرتے ہیں اور اَصب (یہ لفظ بھی قرآن کا ہے) کا معنی ایک طرف میل کرنا اور جھک جانا۔

فائدہ: غرض اس حدیث کے لانے سے اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ جب پانی نہ ملے تو اس وقت مٹی کے لیے پانی کا حکم ہے سو جب مٹی سے تیمم کر لے تو اس کے ساتھ فرض ونفل وغیرہ جو نماز چاہے سب کچھ پڑھنا جائز ہے جب تک کہ اس کا تیمم نہ ٹوٹے اور دلیل اس پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول ہے کہ آپ نے اس شخص جنبی کو فرمایا کہ تجھ کو مٹی سے تیمم کر لینا کفایت کرتا تھا اس لیے کہ ظاہرًا کفایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مٹی کا حکم پانی کا ہے اور نہ کفایت ناقص ہوتی باوجودیکہ مطلق سے مراد فرد کامل ہوتا ہے پس کفایت سے مراد کفایت کاملہ ہوگی نہ ناقصہ واللہ اعلم اور چونکہ اس حدیث میں صابی کا لفظ واقع ہوا ہے اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مطابقت کے لیے یہ تینوں لفظ قرآن سے نکال کر ان کا معنی بیان کر دیا کہ سب کا ایک ہی مادہ ہے۔

بَابٌ إِذَا خَافَ الْجُنُبُ عَلٰى نَفْسِهِ الْمَرَضَ أَوِ الْمَوْتَ أَوْ خَافَ الْعَطَشَ تَيَمَّمَ وَيُذْكَرُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ أَجْنَبَ فِيْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فَتَيَمَّمَ وَتَلَا ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ.

یعنی جب کسی کو نہانے کی حاجت ہو جائے اور وہ پانی کے ساتھ غسل کرنے سے بیماری کے زیادہ ہو جانے کا خوف کرے یا مرجانے کا خوف ہو یا اس سے خوف کرے کہ اگر پانی خرچ کر ڈالا تو پیاس سے مروں گا تو اس حالت میں اس کو تیمم کرنا جائز ہے اگرچہ پانی بھی موجود ہو۔ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک جاڑے کی رات میں اس کو نہانے کی حاجت ہوگئی سو

اس نے تیمّم کر لیا واسطے خوف ہلاک کے اور یہ آیت پڑھی یعنی اپنے اس کام کی تائید کے لیے ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ یعنی مت قتل کرو جانوں اپنی کو تحقیق اللہ تعالیٰ ہے ساتھ تمہارے رحم کرنے والا سو کسی نے اس قصہ کو حضرت ﷺ سے بیان کیا سو آپ نے اس کو کچھ ملامت نہ کی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر پانی کے استعمال کرنے سے خوف ہلاک کا ہو بہ سبب سردی وغیرہ کے تو اس حالت میں تیمّم کر لینا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت کی ساتھ ترجمہ کے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تیمّم والے کو وضو والوں کی امامت کرانا جائز ہے اس لیے کہ اس حدیث میں یہ لفظ بھی ہے کہ عمروؓ نے تیمّم سے اپنے یاروں کو امامت کروائی اور حضرت ﷺ کا عمرو کو اس فعل پر ملامت نہ کرنا تقریر ہے پس صحیح ہے حجت پکڑنا ساتھ اس کے اور وجہ استدلال عمرو کی اس آیت سے اس طور پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جانوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے سو جب پانی کی استعمال کرنے سے بوجہ سردی کے ہلاک ہو جانے کا خوف ہو تو اس وقت تیمّم کر لینا جائز ہوگا۔

۳۳۲ ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ غُنْدَرٌ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيْ وَآئِلٍ قَالَ قَالَ أَبُوْ مُوْسٰى لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَآءَ لَا يُصَلِّيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ رَخَّصْتُ لَهُمْ فِيْ هٰذَا كَانَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُهُمُ الْبَرْدَ قَالَ هٰكَذَا يَعْنِيْ تَيَمَّمَ وَصَلّٰى قَالَ قُلْتُ فَأَيْنَ قَوْلُ عَمَّارٍ لِعُمَرَ قَالَ إِنِّيْ لَمْ أَرَ عُمَرَ قَنِعَ بِقَوْلِ عَمَّارٍ.

۳۳۲۔ ابو وائل سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب جنبی کو پانی نہ ملے تو کیا نماز کو چھوڑ دے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اگر مجھ کو ایک مہینے تک پانی نہ ملے تو جب بھی میں نماز نہ پڑھوں (اس لیے کہ) اگر میں سردی کی حالت میں تیمّم کر کے نماز گزارنے کی لوگوں کو اجازت دے دوں تو جب کسی کو سردی لگے گی وہ تیمّم کر کے نماز پڑھ لے گا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا پس عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث کہاں گئی جو اس نے عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تھی (یہ حدیث اوپر گزر چکی ہے) یعنی عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تو پانی نہ ملنے کے وقت تیمّم کرنا جائز معلوم ہوتا ہے پس تو اس کو کیوں جائز نہیں رکھتا ہے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث کو نہیں مانا۔

۳۳۳ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا

۳۳۳۔ شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن

أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ شَقِيْقَ بْنَ سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَبِيْ مُوْسٰى فَقَالَ لَهُ أَبُوْ مُوْسٰى أَرَأَيْتَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِذَا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدْ مَآءً كَيْفَ يَصْنَعُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يُصَلِّيْ حَتّٰى يَجِدَ الْمَآءَ فَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ حِيْنَ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْفِيْكَ قَالَ أَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِذٰلِكَ فَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى فَدَعْنَا مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهٰذِهِ الْأٰيَةِ فَمَا دَرٰى عَبْدُ اللّٰهِ مَا يَقُوْلُ فَقَالَ إِنَّا لَوْ رَخَّصْنَا لَهُمْ فِيْ هٰذَا لَأَوْشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلٰى أَحَدِهِمُ الْمَآءُ أَنْ يَّدَعَهُ وَيَتَيَمَّمَ فَقُلْتُ لِشَقِيْقٍ فَإِنَّمَا كَرِهَ عَبْدُ اللّٰهِ لِهٰذَا قَالَ نَعَمْ.

مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا سو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ سے کہا کہ بھلا بتلاؤ تو اے ابوعبدالرحمٰن (یہ کنیت ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی) اگر کسی کو نہانے کی حاجت ہو جائے اور پانی نہ پائے تو کیا کرے سو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ شخص نماز نہ پڑے جب تک کہ پانی نہ پائے سو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا تو حدیث عمار رضی اللہ عنہ کو کس طرح کرے گا جب کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ تجھ کو تیمم کر لینا کفایت کرتا تھا یعنی وہ حدیث تیرے فتویٰ کے مخالف ہے پس تو اس کا کیا جواب دے گا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تجھ کو معلوم نہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث کو نہیں مانا سو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمار رضی اللہ عنہ کے قول کو چھوڑ دے یعنی اس سے ہم نے قطع نظر کی ہمارے پاس دوسری دلیل موجود ہے وہ یہ کہ تو آیت تیمم کا کیا جواب دے گا جو تیمم میں نص صریح ہے پس عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس وقت اس آیت کا کچھ جواب نہ آیا صرف اپنی رائے بیان کی سو کہا کہ اگر ہم لوگوں کو اس امر کی اجازت دے دیں کہ جنبی پانی نہ ملنے کے وقت تیمم کر لیا کرے تو جب کسی کو پانی سرد لگے گا وہ اس کو چھوڑ کر تیمم کر لے گا سو میں نے شقیق سے کہا (یہ اعمش کا قول ہے) کہ کیا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے صرف اسی واسطے تیمم کو ناجائز رکھا ہے اُس نے کہا ہاں صرف اسی لحاظ سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب جنبی کو پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پیاس اور بیماری کی صورت میں بھی پانی نہ ملنے میں داخل ہے اس لیے کہ جب بخوف بیماری اور پیاس کے اس کے استعمال کرنے پر قادر نہ ہوا تو گویا کہ اس نے پانی کو نہ پایا پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ساتھ ترجمہ باب کے، واللہ اعلم۔

اور مذہب عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ جب کسی کو نہانے کی حاجت ہو جائے اور غسل کے لیے پانی نہ پائے تو اس کو تیمم کرنا جائز نہیں ہے حالانکہ یہ مذہب ان کا نص قرآن وحدیث کے مخالف ہے سو بعض علماء نے اس کی

یہ تاویل کی ہے کہ اُن کے نزدیک آیت ﴿اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾ میں ملامست سے جماع مرادنہیں ہے بلکہ مباشرت فاحشہ مراد ہے جس سے وضو لازم آتا ہے یعنی آلت اور فرج کو ملانا پس اُن کے نزدیک تیمم وضو کا بدلہ ہے غسل کا بدلہ نہیں ہے مگر یہ جواب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے مخالف ہے جو اُس نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے جواب میں کہا اس لیے کہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک آیت مذکورہ میں ملامست سے مراد جماع ہے اس لیے اس نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی دلیل کا کچھ جواب نہ دیا ورنہ وہ کہہ سکتا تھا کہ مراد ملامست سے جماع نہیں بلکہ دونوں ختنوں کا ملنا ہے اور نیز جنبی کے لیے تیمم جائز ہونے پر بہت حدیثیں ناطق ہیں پس یہ تاویل اُن میں نہیں چل سکتی ہے بلکہ اس تاویل کو وہ حدیثیں باطل کرتی ہیں پس یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی محض رائے ہے اور ہم کسی رائے کے ساتھ مکلف نہیں ہیں بلکہ ہم پر لازم فقط اطاعت اللہ ورسول کی ہے وبس خواہ کوئی موافق ہو یا مخالف کسی سے سروکار نہیں اور یہ فتویٰ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بڑی پکی دلیل ہے اس پر کہ قول صحابی کا حجت نہیں ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث کو نہیں مانا اس میں بھی کلام ہے اس لیے کہ عمار رضی اللہ عنہ صحابی عادل اور ثقہ ہے اور اُس نے اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے پس کیسے ممکن ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ اس کو قبول نہ کرے حالانکہ عمر رضی اللہ عنہ سے کوئی لفظ اس کے انکار میں منقول نہیں ہے بلکہ مسلم کی روایت میں صاف آچکا ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ کو کہا ڈر اللہ سے تو عمار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تو ناراض ہوتا ہے تو میں اس حدیث کو کبھی بیان نہیں کروں گا سو عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں تجھ کو حدیث بیان کرنے سے منع نہیں کرسکتا ہوں اس لیے کہ میرے بھول جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حدیث نفس الامر میں بھی حق نہ ہو۔

بَابُ التَّيَمُّمِ ضَرْبَةٌ.

یعنی تیمّم میں فقط ایک ہی بار ہاتھوں کو زمین پر مار کر ہاتھ اور منہ کو مل لینا کافی ہے دوبار ہاتھوں کو زمین پر مارنے کی کچھ حاجت نہیں ہے۔

٣٣٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ فَقَالَ لَهُ أَبُوْ مُوْسَى لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَآءَ شَهْرًا أَمَا كَانَ يَتَيَمَّمُ وَيُصَلِّيْ فَكَيْفَ تَصْنَعُوْنَ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ فِيْ سُوْرَةِ الْمَآئِدَةِ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً

۳۳۴۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزر چکا ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو نے عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث نہیں سنی جو اُس نے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیان کی تھی وہ یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک کام کے لیے بھیجا سو مجھ کو نہانے کی حاجت ہوگئی اور میں نے پانی نہ پایا سو میں زمین پر لیٹا جیسے چارپایہ لیٹتا ہے یعنی عمار رضی اللہ عنہ یہ سمجھے کہ جیسے غسل میں پانی سب جگہ پہنچانا ضروری ہے ویسے ہی مٹی بھی

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ رُخِّصَ لَهُمْ فِيْ هٰذَا لَأَوْشَكُوْا إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَآءُ أَنْ يَّتَيَمَّمُوا الصَّعِيْدَ قُلْتُ وَإِنَّمَا كَرِهْتُمْ هٰذَا لِذَا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَآءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيْدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ أَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا فَضَرَبَ بِكَفِّهٖ ضَرْبَةً عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا ظَهْرَ كَفِّهٖ بِشِمَالِهٖ أَوْ ظَهْرَ شِمَالِهٖ بِكَفِّهٖ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَفَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ وَزَادَ يَعْلٰى عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَبِيْ مُوْسٰى فَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِيْ أَنَا وَأَنْتَ فَأَجْنَبْتُ فَتَمَعَّكْتُ بِالصَّعِيْدِ فَأَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ هٰكَذَا وَمَسَحَ وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ وَاحِدَةً.

ضروری ہوگی عمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ قصہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا سو آپ نے فرمایا کہ تجھ کو فقط یہی کفایت کرتا تھا کہ تو مارتا اپنے دونوں ہاتھوں کو اس طرح پر پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ایک بار زمین پر مارا پھر اس کو جھاڑا پھر اس سے ملا اپنے بائیں ہاتھ کو اپنی داہنی ہتھیلی پر یا ملا داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر پھر اُس سے ملا اپنے منہ کو اور دوسری روایت میں ہے کہ پھر ملا اپنے منہ اور دونوں ہتھیلیوں کو ایک بار۔

فائدہ: اس حدیث سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ تیمم میں فقط ایک بار زمین پر ہاتھ مارنا کفایت کرتا ہے ابن منذر نے کہا کہ یہی ہے مذہب جمہور علماء کا اور یہ کہ ہاتھوں کا مسح کرنا منہ پر مقدم ہے اور یہ کہ کہنیوں تک مسح کرنا واجب نہیں ہے اور یہ کہ ہاتھ کی مستعمل مٹی منہ کے لیے کفایت کرتی ہے بعض کہتے ہیں کہ یہاں حقیقت تیمم کی بیان کرنی مقصود

نہیں بلکہ صرف تعلیم مقصود ہے سو جواب اس کا اوپر گزر چکا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ واحدۃ صفت مسح کی ہے ضربۃ کی صفت نہیں ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ تاویل ظاہر حدیث کی سراسر مخالف ہے اور بغرض تسلیم ہم کہتے ہیں کہ جب بقول تمہارے تیمّم دو ضربیں ہیں تو پھر مسح بھی دو بار بیان کرنا لازم تھا پس مسح کو ایک بار کے ساتھ مقید کرنا محض لغو ہے اور نیز مسح کو ایک بار کے ساتھ مقید کرنے سے ظاہرا یہی لازم آتا ہے کہ زمین پر صرف ایک ہی بار ہاتھ مارے ہوں گے اور مراد امام نووی رحمہ اللہ کی دو بار کو اصح منصوص کہنے سے باعتبار نقل مذہب کے ہے نہ باعتبار دلائل کے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تیمّم میں ترتیب شرط نہیں ہے۔

بَابٌ.

یہ باب ہے۔

۳۳۵ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ أَبِيْ رَجَآءٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ الْخُزَاعِيُّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى رَجُلًا مُعْتَزِلًا لَمْ يُصَلِّ فِي الْقَوْمِ فَقَالَ يَا فُلَانُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ فِي الْقَوْمِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَصَابَتْنِيْ جَنَابَةٌ وَّلَا مَآءَ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ فَإِنَّهٗ يَكْفِيْكَ.

۳۳۵۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو کنارے ہوئے دیکھا کہ اُس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی سو آپ نے فرمایا اے مرد تو نے ہمارے ساتھ مل کر نماز کیوں نہیں پڑھی اُس نے عرض کیا کہ مجھ کو نہانے کی حاجت ہوگئی تھی اور پانی نہیں ملا کہ اُس سے غسل کرتا آپ نے فرمایا کہ مٹی سے تیمّم کر کہ بے شک وہ تجھ کو کفایت کرے گا۔

فائدہ: اس باب کا کوئی ترجمہ نہیں اور بعض نسخوں میں باب بھی نہیں ہے سو اس باب کو بلا ترجمہ لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس باب کو پہلے باب سے تعلق ہے اور وہ تعلق اس طور سے ہے کہ جیسے علیك بالصعید کا لفظ عام ہے مٹی کی سب قسموں کو شامل ہے ویسے ہی وہ باعتبار کیفیت تیمّم کے بھی عام ہے شامل دو ضربوں کو بھی اور ایک ضرب کو بھی پس یہی ہے وجہ مناسبت اس باب کی پہلے باب سے، واللہ اعلم۔

❀ ...... ❀ ...... ❀
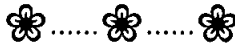
بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الصَّلٰوةِ

کتاب ہے بیان میں احکام نماز کے

فائدہ: لغت میں صلوۃ کا معنی دعا اور رحمت اور استغفار کا ہے اور شرع میں نماز کہتے ہیں ہیئت مخصوصہ کو جس میں قرأت اور رکوع اور سجود وغیرہ پایا جائے اور معنی لغوی نماز شرعی میں موجود ہیں اس لیے کہ دعا اور استغفار وغیرہ سب نماز میں پایا جاتا ہے اور بعد ایمان کے نماز سب عبادتوں سے افضل ہے اور تمام بندگیوں سے اشرف ہے اور کتاب الطہارت سے اس کو اس واسطے مؤخر کیا گیا کہ طہارت نماز کی شرط ہے اور شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر اور وسیلہ مقدم ہوتا ہے مقصود پر۔

بَابُ كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلَاةُ فِي الْإِسْرَآءِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي أَبُوْ سُفْيَانَ فِي حَدِيْثِ هِرَقْلَ فَقَالَ يَأْمُرُنَا يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ.

یعنی معراج کی رات میں نماز کس طرح فرض ہوئی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابوسفیان نے مجھ سے ہرقل کی حدیث بیان کی سو اس میں یہ بھی بیان کیا کہ وہ پیغمبر ہم کو نماز اور سچ بولنا اور حرام سے بچنا سکھلاتا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث باب بدء الوحی میں گزر چکی ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز مکہ میں ہجرت سے پہلے فرض ہوئی اس لیے کہ ابوسفیان نے ہجرت کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات نہیں کی ہے اس وقت تک کہ ہرقل سے ملا اور اسراء بالاجماع مکہ میں واقع ہوا ہے اور یہ بیان کرنا وقت نماز کا اگرچہ حقیقتاً کیفیت نہیں ہے لیکن فی الجملہ اس کے مقدمات سے ہے پس یہی ہے وجہ مناسبت کی ساتھ ترجمہ باب کے۔

٣٣٦ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ أَبُوْ ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَجَ

٣٣٦۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر کی چھت کھولی گئی اس حالت میں کہ میں مکہ میں تھا یعنی ام ہانی کے گھر میں تھا (چھت پھاڑ کر آنے سے یہ غرض کمال مبالغہ ہے جلدی پہنچنے میں اور تنبیہ ہے اس پر کہ کوئی چیز غیر معتاد طلب کی گئی ہے یا چھت پھاڑنے سے اور اس کے مل جانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کا سینہ بھی ویسے پھاڑ

صَدْرِیْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَآءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَآءَ
بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّإِيْمَانًا
فَأَفْرَغَهٗ فِيْ صَدْرِيْ ثُمَّ أَطْبَقَهٗ ثُمَّ أَخَذَ
بِيَدِيْ فَعَرَجَ بِيْ إِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَلَمَّا
جِئْتُ إِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيْلُ
لِخَازِنِ السَّمَآءِ افْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا
جِبْرِيْلُ قَالَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ قَالَ نَعَمْ مَعِيْ
مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أُرْسِلَ
إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَآءَ
الدُّنْيَا فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلٰى يَمِيْنِهٖ أَسْوِدَةٌ
وَعَلٰى يَسَارِهٖ أَسْوِدَةٌ إِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهٖ
ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَسَارِهٖ بَكٰى فَقَالَ
مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْإِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ
لِجِبْرِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اٰدَمُ وَهٰذِهِ
الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ نَسَمُ بَنِيْهِ
فَأَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوِدَةُ
الَّتِيْ عَنْ شِمَالِهٖ أَهْلُ النَّارِ فَإِذَا نَظَرَ عَنْ
يَّمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى
حَتّٰى عَرَجَ بِيْ إِلَى السَّمَآءِ الثَّانِيَةِ فَقَالَ
لِخَازِنِهَا افْتَحْ فَقَالَ لَهٗ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ
الْأَوَّلُ فَفَتَحَ قَالَ أَنَسٌ فَذَكَرَ أَنَّهٗ وَجَدَ فِي
السَّمٰوٰتِ اٰدَمَ وَإِدْرِيْسَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى
وَإِبْرَاهِيْمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُثْبِتْ
كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ غَيْرَ أَنَّهٗ ذَكَرَ أَنَّهٗ وَجَدَ اٰدَمَ
فِي السَّمَآءِ الدُّنْيَا وَإِبْرَاهِيْمَ فِي السَّمَآءِ

کر ملایا جائے گا) سو جبرائیل علیہ السلام اترا یعنی آسمان سے سو اس
نے میرا سینہ پھاڑا پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا پھر وہ
ایک سونے کا طشت ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا لایا پھر اس کو
میرے سینے میں گرایا پھر اس کو ملایا اور جوڑ دیا اور اس پر مہر کر
دی تا کہ وسوسہ شیطان سے محفوظ رہے۔ (مراد حکمت سے
کمال علم اور معرفت الٰہی ہے اور تہذیب نفس کی اور تحقیق حق
واسطے عمل کرنے کے اور اس کی ضد سے باز رہنا اور مراد طشت
سے حقیقی معنی ہے پس معنی یہ ہے کہ اس طشت میں کوئی ایسی چیز
ڈالی گئی تھی جس سے کہ ایمان اور حکمت کا کمال حاصل ہو پس
اس کو مجازاً حکمت اور ایمان کہا گیا اس صورت میں حکمت اور
ایمان سے حقیقت محسوسہ مراد ہو گی اور یا ایمان اور حکمت کو
صورت محسوسہ میں مشکل کر دیا گیا ہو گا جیسے کہ اعمال کو قیامت
کے دن شکل دی جائے گی وزن کے لیے یا موت کو مینڈھے کی
شکل دی جائے گی اور حضرت ﷺ کا سینہ چار دفعہ پھاڑا گیا
ہے اول شق صدر لڑکپن میں واقع ہوا ہے جب آپ حلیمہ دایہ
کے پاس تھے اس وقت آپ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے
کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ کو پکڑ کر زمین پر لٹا دیا اور آپ
کے سینہ کو پھاڑا اور اس سے خون جما ہوا نکالا جو مادہ فساد اور
گناہ کا تھا۔ دوم شق صدر دسویں سال ہوا۔ سوم شق صدر
رسالت نازل ہونے کے وقت ہوا۔ چہارم شق صدر معراج کی
رات میں ہوا کذا ذکرہ الشیخ ابن حجر نے الفتح۔) پھر جبرئیل علیہ السلام
نے میرا ہاتھ پکڑا سو مجھ کو لے چڑھا پہلے آسمان تک (اس
حدیث میں سواری براق اور سیر مسجد اقصیٰ تک مذکور نہیں ہے سو
شاید کہ راوی نے بوجہ اختصار کے اس کو ذکر نہیں کیا چنانچہ لفظ ثم
کا تراخی پر دلالت کرتا ہے) سو جب میں پہلے آسمان کے

السَّادِسَةِ قَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيْلُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِدْرِيْسَ قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا إِدْرِيْسُ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا مُوْسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيْسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا عِيْسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْإِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا إِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا حَبَّةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُوْلَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ بِيْ حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ فِيْهِ صَرِيْفَ الْأَقْلَامِ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى أُمَّتِيْ خَمْسِيْنَ صَلَاةً فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ حَتّٰى مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَكَ عَلٰى أُمَّتِكَ قُلْتُ فَرَضَ خَمْسِيْنَ صَلَاةً قَالَ فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى قُلْتُ وَضَعَ شَطْرَهَا فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ

پاس پہنچا تو جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کے چوکیدار سے کہا کہ آسمان کا دروازہ کھول چوکیدار فرشتے نے کہا یہ کون ہے جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میں جبرائیل ہوں اُس نے کہا کہ کیا تیرے ساتھ بھی کوئی ہے جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس چوکیدار نے کہا کیا بلایا گیا ہے جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ (اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی امیر یا رئیس وغیرہ کے دروازے پر چوکیدار ہو اس کو لازم ہے کہ اگر کوئی اجنبی آدمی اندر جانا چاہے تو اس سے خوب اچھی طرح تحقیق کر لے کہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اور اندر کیا کام ہے اور بلایا گیا ہے یا بن بلائے آیا ہے اگر بن بلائے آیا ہے تو بلا اجازت صاحب خانہ کے اس کو اندر نہ جانے دے اور اذن لینے والے کو لازم ہے کہ اپنا نام لے تا کہ دوسرے کے ساتھ مشتبہ نہ ہو جائے۔) سو جب دروازہ کھولا گیا تو ہم پہلے آسمان کے اوپر چڑھ گئے سو ناگہاں دیکھتا کیا ہوں کہ وہاں ایک مرد بیٹھا ہوا ہے اس کی داہنی طرف بہت سے آدمی ہیں اور اس کی بائیں طرف بھی بہت سے آدمی ہیں سو جب وہ مرد اپنی داہنی طرف دیکھتا ہے تو ہنستا ہے اور جب اپنی بائیں طرف دیکھتا ہے تو روتا ہے سو اس نے (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر) کہا کہ کیا اچھا نیک بیٹا اور نیک پیغمبر آیا (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون مرد ہے جو داہنی طرف دیکھ کر ہنستا ہے اور بائیں طرف دیکھ کر روتا ہے جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ آدم علیہ السلام ہے سب آدمیوں کا باپ ہے اور یہ آدمی جو اس کی داہنی طرف اور بائیں طرف ہیں یہ اس کی اولاد کی روح ہیں۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارواح کافروں اور مسلمانوں کے پہلے آسمان میں ہیں لیکن اس پر سخت اعتراض آتا ہے وہ

شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَاجَعْتُهٗ فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَّهِيَ خَمْسُوْنَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَقُلْتُ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّيْ ثُمَّ انْطَلَقَ بِيْ حَتّٰى انْتَهٰى بِيْ إِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَغَشِيَهَا أَلْوَانٌ لَا أَدْرِيْ مَا هِيَ ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيْهَا حَبَايِلُ اللُّؤْلُؤِ وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ.

یہ ہے کہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ ارواح کافروں کے سجین میں ہیں اور ارواح مومنوں کے بہشت میں ہیں نعمتیں کھاتے ہیں پھر پہلے آسمان پر ان کا ایک جگہ جمع ہونا کیسے صحیح ہوسکتا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ شاید گاہ گاہ سب کے ارواح حضرت ﷺ پر پیش کیے جاتے ہیں سو ارواح کا آدم پر پیش ہونا اور حضرت ﷺ کا آدم علیہ السلام سے ملاقات کرنا اتفاقا ایک ہی وقت میں واقع ہوا ہوگا اور اسی پر دلالت کرتی ہے یہ آیت ﴿النار يعرضون عليها غدوا وعشيا﴾ یعنی کفار آگ پر پیش کیے جاتے ہیں صبح اور شام پس اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ارواح کا بہشت اور دوزخ میں جانا گاہ ہوتا ہے گاہ نہیں ہوتا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ احتمال ہے کہ جنت آدم علیہ السلام کی داہنی طرف اور جہنم بائیں طرف ہو اور اس کے لیے دونوں سے پردہ اٹھایا گیا ہو اور تیسرا جواب یہ ہے کہ احتمال ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے داہنے اور بائیں وہ ارواح ہوں جو پیدا کیے گئے ہیں اور ابھی تک بدنوں میں داخل ہو کر دنیا میں نہیں آئے ہیں اور آدم علیہ السلام کو ان کی عاقبت کی خبر ہوگئی ہوگی کہ یہ جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں نہ وہ ارواح جو گزر چکے ہیں یا بدنوں میں داخل ہیں اور قرآن کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کے لیے آسمان کے دروازے کھولے نہیں جاتے ہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ مراد اس سے نہ کھولنا بطور تکریم اور رحمت کے ہے نہ مطلق) سو جو آدمی اس کی داہنی طرف ہیں وہ بہشت کے رہنے والے ہیں اور جو آدمی اس کی بائیں طرف ہیں وہ دوزخ کے رہنے والے ہیں یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام مجھ کو لے چڑھا دوسرے آسمان تک سو جبرائیل علیہ السلام نے اس کے چوکیدار سے کہا کہ آسمان کا

دروازہ کھول سو اس چوکیدار فرشتے نے جبرئیل علیہ السلام سے وہی بات کہی جو پہلے آسمان والے نے کہی تھی سو اس کا دروازہ کھولا گیا انس (راوی) نے کہا کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں میں آدم علیہ السلام اور ادریس اور موسیٰ اور عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام سے ملاقات کی لیکن ابو ذر رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہوں کو باترتیب ذکر نہیں کیا یعنی ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صرف مجمل طور سے ذکر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پیغمبروں سے ملاقات کی لیکن اس میں یہ تفصیل نہیں کہ کون پیغمبر کو کون کون آسمان میں دیکھا فقط اس میں ذکر ہے کہ آدم علیہ السلام کو پہلے آسمان میں دیکھا اور ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان میں دیکھا یعنی سوائے ان دونوں پیغمبروں کے ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کسی کا مقام بیان نہیں کیا ہے۔ (شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح میں لکھا ہے کہ سوائے روایت شریک کے سب روایتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم علیہ السلام کو ساتویں آسمان میں دیکھا سو اگر معراج کو کئی بار قرار دیا جائے تو اس میں کچھ تعارض نہیں اور اگر معراض صرف ایک ہی بار قرار دیا جائے تو کہا جائے گا کہ روایت جماعت کثیرہ کی راجح ہے روایت شریک پر اس لیے کہ جماعت کی روایت میں صاف آچکا ہے کہ آپ نے ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور کے ساتھ تکیہ لگائے ہوئے دیکھا اور بیت المعمور بالاتفاق ساتویں آسمان میں ہے اور درحقیقت معراج کی حدیثیں پیغمبروں کی جگہوں میں مختلف اور متعارض ہیں سو یہ تعارض یا تو بعض راویوں کے اشتباہ پر حمل کرنے سے دفع ہوسکتا ہے اور یا یہ کہ دونوں آسمانوں میں دیکھا ہوگا) انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب جبرائیل علیہ السلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر ادریس علیہ السلام پر گزرے تو اس نے مرحبا کہا یعنی کیا اچھا

نبی اور نیک پیغمبر آیا سو میں نے کہا یہ کون ہے جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ادریس علیہ السلام پیغمبر ہے (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) پھر میں موسیٰ علیہ السلام پر گزرا سو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا اچھا نیک پیغمبر اور نیک بھائی آیا میں نے کہا یہ کون ہے جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میں عیسیٰ علیہ السلام پر گزرا سو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا اچھا نیک پیغمبر اور نیک بھائی آیا ہے میں نے کہا یہ کون ہے جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہے۔ (لفظ ثم کا یہاں ترتیب کے واسطے نہیں ہے اس لیے کہ سب حدیثوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوئی ہے اگر تعدد معراج پر حمل کیا جائے تو ترتیب صحیح ہوسکتی ہے) پھر میں ابراہیم علیہ السلام پر گزرا سو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا اچھا نیک پیغمبر اور نیک بیٹا آیا ہے میں نے کہا یہ کون ہے جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ابن شہاب نے کہا کہ ابن حزم نے مجھ کو خبر دی کہ بے شک ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابوحبہ انصاری کہا کرتے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر مجھ کو اوپر چڑھایا گیا یہاں تک کہ میں ایک بلند جگہ پر پہنچا وہاں میں نے قلموں کے لکھنے کی آواز سنی یعنی جو احکام الٰہی وقضاء کہ فرشتے لکھتے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سو اللہ نے میری امت پر نماز فرض کی ہر ایک دن میں پچاس وقت کی پھر میں وہاں سے پلٹ آیا سو موسیٰ علیہ السلام کے پاس ہو کر نکلا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ نے تیری امت پر کیا فرض کیا ہے میں نے کہا اللہ نے میری امت پر ہر روز پچاس وقت کی نماز فرض کی ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا پس پلٹ جا اپنے رب کے پاس اور اس سے اپنی امت کے لیے آسانی طلب کر سو بے شک تیری امت سے ہر روز پچاس وقت کی نماز ادا نہ ہو سکے گی۔

(موسیٰ علیہ السلام نے یہ اس واسطے فرمایا کہ وہ اس بات کا تجربہ کر چکے ہوئے تھے اور بنی اسرائیل کو احکام الٰہی کے ساتھ امتحان کر چکے ہوئے تھے) سو میں اللہ کی طرف پھر گیا اور اس سے آسانی طلب کی اپنی امت کے واسطے سو اللہ نے میری امت سے بعض نمازیں اتار ڈالی پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پلٹ آیا سو میں نے کہا کہ اللہ نے میری امت سے کچھ نمازیں اتار ڈالی ہیں سو موسیٰ علیہ السلام نے کہا پلٹ جا اپنے رب کے پاس اس لیے کہ بے شک امت تیری سے ہر روز اتنی نمازیں ادا نہیں ہو سکیں گی سو میں اللہ کے پاس پلٹ گیا سو اللہ نے کچھ نمازیں اور اتار ڈالی پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پلٹ آیا سو اس نے کہا کہ پلٹ جا اپنے رب کے پاس سو بے شک امت تیری اس کے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی ہے کہ میں اللہ کے پاس پلٹ گیا سو اللہ نے فرمایا یعنی آخر بار میں بعد قبول کرنے غرض تخفیف نماز کے کہ ہر روز پانچ نمازیں ہیں لیکن اُن کا ثواب پچاس نمازوں کا ہے اس لیے کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے پس ایک نماز کے بدلے دس نمازوں کا ثواب ہوگا نہیں بدلایا جاتا قول نزدیک میری یعنی وعدہ اور وعید میں خلاف نہیں ہوتا ہے سو میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پلٹ آیا سو اُس نے کہا پلٹ جا اپنے رب کے پاس اور پانچ سے بھی تخفیف مانگ میں نے کہا میں اپنے رب سے شرما گیا ہوں یعنی اب عرض نہیں کر سکتا ہوں۔ (یہ حدیث مجمل ہے اس لیے کہ اسے معلوم نہیں ہوتا کہ کتنی بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پلٹ گئے اور ہر بار کتنی کتنی نمازیں تخفیف ہوگئیں لیکن دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بار میں پانچ پانچ نمازیں تخفیف ہوئیں اور یہ زیادتی معتمد علیہ ہے پس جن حدیثوں میں دس دس کا ذکر ہے یا شطر کا ذکر ہے

ان سب سے یہی مراد ہوگی شاید راوی نے اختصار کے واسطے
پانچ پانچ کو دس دس کر دیا ہوگا یا یہ کہ دو بار دس دس کی تخفیف
ہوئی ہوگی اور پانچ پانچ کی تخفیف ہوئی ہوگی پس اس سے بھی
سب حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے واللہ اعلم) حضرت ﷺ
نے فرمایا کہ پھر مجھ کو جبرئیل علیہ السلام نے چلایا یہاں تک کہ مجھ
کوسدرۃ المنتہیٰ یعنی سرے کی بیری کے درخت بلند کو لے پہنچا
اور چھپایا ہوا تھا اس کوطرح طرح کے رنگوں نے میں نہیں جانتا
کہ کیا تھی حقیقت اُن رنگوں کی یعنی عجب طرح کے خوبصورت
رنگ اس پر چھائے ہوئے تھے کہ حقیقت اُن کے سوائے اللہ
کے کوئی نہیں جانتا۔ (یہ بیری کا درخت ساتویں آسمان میں ہے
اور جڑ اس کی چھٹے آسمان میں ہے اور وہ ایک مقام ہے اور اس
کو منتہیٰ اس واسطے کہتے ہیں کہ مخلوقات کے علوم اور اعمال اس
جگہ تمام ہو جاتے ہیں اس سے آگے کسی کا علم نہیں بڑھتا ہے
یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام کا بھی مگر پیغمبر ﷺ اس سے بھی
آگے بڑھ گئے) پھر میں بہشت میں داخل کیا گیا سو ناگہاں کیا
دیکھتا ہوں کہ اس میں موتیوں کے گنبد ہیں اور ناگہاں اس کی
خاک مشک ہے یعنی اس کی خوشبو مشک کی خوشبو کی طرح تھی
اگرچہ وہ اعلیٰ قسم کی خوشبودار مٹی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ معراج کی رات اپنے گھر میں تھے اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ معراج کے وقت حطیم میں تھے اور حطیم اس مکان کا نام ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنایا تھا تو کعبہ میں داخل تھا جب قریش نے حضرت ﷺ کی نبوت سے پہلے کعبہ بنایا تو اس چند گز مکان کو کعبہ سے اُتر کی طرف علیحدہ کر دیا سو مطلب یہ ہے کہ اول حضرت ﷺ گھر میں تھے پھر جبرائیل علیہ السلام حضرت ﷺ کو حطیم میں لے گئے پھر وہاں سے آسمان کو چڑھ گئے تو اس وجہ سے کبھی حضرت ﷺ نے گھر کا ذکر کیا اور کبھی حطیم کا دونوں درست ہیں اور بعض روایتوں میں ام ہانی کا گھر مذکور ہے ام ہانی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن کا نام ہے حضرت ﷺ اور اس کا گھر ملا ہوا تھا گویا کہ ایک ہی تھا اس وجہ سے کبھی اس کا ذکر کر دیا اور معراج حضرت ﷺ کو مکے میں ہجرت سے

اول ایک برس ہوئی اور اس میں اختلاف ہے کہ معراج بدن سے ہوئی یا روح سے سوتے ہوئی یا جاگتے صحیح مذہب اہل سنت کا یہ ہے کہ بیداری میں روح اور بدن دونوں سے ہوئی چنانچہ صحیح حدیثوں سے صاف یہی معلوم ہوتا ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ معراج اُسی رات میں ہوا ہے جس رات میں آپ نے مسجد اقصیٰ تک سیر کیا یا دوسری رات میں بعض کہتے ہیں کہ دونوں ایک ہی رات میں واقع ہوئے ہیں خواب میں اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں دو راتوں میں واقع ہوئے ہیں ایک بیداری میں اور دوسرا خواب میں لیکن صحیح جمہور اہل علم کے نزدیک یہ ہے کہ اسراء اور معراج دونوں ایک ہی رات میں واقع ہوئے ہیں بیداری میں اور یہی مذہب ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس بات میں اختلاف کرنا جائز نہیں کہ بیت المقدس تک آپ کا ایک رات میں سیر کرنا بیداری میں تھا اس لیے کہ اس پر ظاہر قرآن ناطق ہے اور اس لیے کہ قریش نے اس کا انکار کیا پس اگر بیت المقدس تک سیر کرنا خواب میں ہوتا تو قریش انکار نہ کرتے اور معراج ہجرے سے ایک سال پہلے مکہ میں واقع ہوا ہے ربیع الآخر کی ستائیسویں رات میں اور بعض اور وقت میں کہتے ہیں واللہ اعلم اور جو مکے سے بیت المقدس تک جانے کا انکار کرے وہ کافر ہے اس لیے کہ قرآن میں اس کا صاف بیان ہے اور بیت المقدس سے آسمانوں کے چڑھنے کا جو انکار کرے تو وہ بدعتی ہے اور معراج کی رات میں نماز فرض ہونے کی یہ حکمت ہے کہ جب معراج کی رات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر اور باطن سے پاک کیے گئے اور زمزم کے پانی سے آپ کا سینہ دھویا گیا تو مناسب ہوا کہ ایسی حالت میں نماز فرض کی جائے اس لیے کہ نماز چاہتی ہے کہ آدمی پاک ہو اور اس واسطے کہ فرشتوں میں آپ کی بزرگی ظاہر ہو جائے اور غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث کو اس باب میں لانے سے یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج کی رات میں پہلے پچاس نمازوں کا حکم ہوا پھر اُن سے تخفیف کی گئی اور آخر پانچ نمازوں پر امر قرار پایا سو یہ ایک کیفیت ہے نماز فرض ہونے کی کیفیتوں سے اور یہی ہے وجہ مناسبت اس حدیث کی ساتھ ترجمہ کے واللہ اعلم۔

۳۳۷ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلَاةَ حِيْنَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ وَزِيْدَ فِيْ صَلَاةِ الْحَضَرِ.

۳۳۷۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب اللہ نے پہلے نماز کو فرض کیا سو دو دو رکعتیں فرض کیں حضر میں بھی اور سفر میں بھی یعنی سوائے نماز مغرب کے ہر وقت دو دو رکعت فرض پڑھنے کا حکم دیا سو سفر کی نماز تو اسی پہلے حال پر برقرار رکھی گئی یعنی دو ہی رکعت باقی رہی اور حضر کی نماز زیادہ کی گئی یعنی ہجرت کے بعد دو رکعتیں اُس میں زیادہ کردی گئیں مگر مغرب اور فجر۔

فائدہ: اس حدیث سے حنفیہ دلیل پکڑتے ہیں کہ سفر میں دوگانہ رخصت نہیں پیچھے جائز ہونے چار رکعت کے بلکہ سفر

میں اصل اسی قدر نماز مشروع ہوئی ہے پس دوگانہ پڑھنا واجب ہے جواب اس کا یہ ہے کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان اور بیہقی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ پہلے سفر اور حضر میں دو دو رکعتیں نماز فرض ہوئی پھر جب حضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو حضر کی نماز میں دو دو رکعت اور زیادہ کی گئی مگر صبح کی نماز طول ہونے قراءۃ کے سبب سے پہلے حال پر چھوڑی گئی اور مغرب کی نماز بھی اپنے پہلے حال پر رہی اس لیے کہ وہ دن کے وتر ہیں اور جب حضر کی نماز چار رکعتیں قرار پا چکی تو سفر کی نماز میں تخفیف ہوگئی وقت نازل ہونے آیت ﴿فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ﴾ کے اور تائید کرتا ہے اسی کی جو ابن کثیر نے شرح مسند میں ذکر کیا ہے کہ قصر کرنا نماز کا ہجرت سے بعد چوتھے سال میں واقع ہوا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول (کہ نماز سفر کی پہلے حال پر برقرار رکھی گئی) کا یہ معنی ہے کہ باعتبار ما آل الیہ الامر من التخفیف پر برقرار رکھی گئی نہ یہ معنی کہ جب سے فرض ہوئی تو اسی حال پر ہمیشہ رکھی گئی پس اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز سفر کا قصر کرنا واجب ہے اور اس مقام میں بہت طویل طویل بحث ہے حنفیہ قصر کو سفر میں واجب کہتے ہیں اور شافعیہ وغیرہ واجب نہیں کہتے ہیں بلکہ مستحب جانتے ہیں اور دونوں کے پاس دلیلیں ہیں لیکن اگر حنفیہ کی دلیلوں کو استحباب پر حمل کیا جائے اور قصر کو مستحب قرار دیا جائے مع جواز چہارگانہ کے تو سب حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور کوئی شے بیکار نہیں رہتی ہے بخلاف وجوب کے کہ اُس میں کئی حدیثیں متروک العمل رہ جاتی ہیں اور اس حدیث سے کیفیت فرض ہونے نماز کی معلوم ہوتی کہ پہلے دو دو رکعتیں فرض ہوئی پھر چار چار رکعتیں فرض ہوئی پھر سفر میں تخفیف ہوگئی پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ساتھ ترجمہ کے۔

بَابُ وُجُوْبِ الصَّلَاةِ فِي الثِّيَابِ.

یعنی نماز میں کپڑے پہننا اور اپنی شرمگاہ کو ڈھانکنا واجب ہے ننگے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ ستر کا ڈھانکنا نماز کی شرط ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾

اور بیان میں قول اللہ تعالیٰ کے کہ پکڑو زینت اپنی کو یا اپنی زینت کے کپڑوں کو یا اپنے کپڑوں کو نزدیک آنے ہر مسجد کے واسطے نماز کے یا طواف کے۔

فائدہ: یعنی طواف اور نماز ننگے ہو کر مت کرو بلکہ کپڑے پہن کر کرو پس یہ آیت دلیل ہے اس پر کہ نماز میں اپنی شرمگاہ کو کپڑے سے چھپانا واجب ہے بدون اس کے نماز درست نہیں۔

وَمَنْ صَلّٰى مُلْتَحِفًا فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ.

یعنی اور صرف ایک کپڑے کو بدن پر لپیٹ کر نماز پڑھنے کا بیان

فائدہ: مقصود ایک کپڑے میں پیچیدہ ہو کر نماز پڑھنے سے اس بات پر شہادت ہے کہ نماز میں ستر عورت کرنا واجب ہے اس لیے کہ کپڑے کو بدن پر لپیٹنا اسی وجہ سے تھا کہ رکوع اور سجود میں شرمگاہ کھل نہ جائے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَزُرُّهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ فِي إِسْنَادِهِ نَظَرٌ.

یعنی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا (جب کہ اُس نے آپ سے ایک کرتہ میں نماز پڑھنے کا حکم پوچھا) کہ بند کر اس کو اور تکمہ لگا اگرچہ کانٹے سے ہو یعنی جو چیز میسر ہو اس کے ساتھ اس کرتہ کو آگے سے بند کر لے تا کہ شرمگاہ نہ کھل جائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد میں کلام ہے۔

فائدہ: اس حدیث کے لانے میں اشارہ ہے اس طرف کہ آیت مذکورہ میں زینت سے مراد مطلق کپڑا ہے بڑی بیش قیمت کپڑوں سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا مراد نہیں ہے اور یہ اشارۃً اس میں ہے کہ اگر مقصود زینت ہوتی تو کانٹے سے کپڑے نہ بند کیے جاتے۔

وَمَنْ صَلَّى فِي الثَّوْبِ الَّذِيْ يُجَامِعُ فِيْهِ مَا لَمْ يَرَ أَذًى.

یعنی جس کپڑے میں جماع کرے اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنی جائز ہے جب تک کہ اس میں پلیدی نہ دیکھ لے۔

فائدہ: یہ باب اصل میں حدیث ہے جس جو ابو داؤد ونسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت جماع والے کپڑے میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے اُس نے کہا ہاں جب اس میں پلیدی نہ ہوتی مقصود اس باب سے یہ ہے کہ ایسے کپڑے سے بھی نماز میں شرمگاہ کو چھونا جائز ہے۔

وَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.

یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ طواف کرے اور نہ گھومے گرد کعبہ کے کوئی ننگا آدمی۔

فائدہ: یہ بھی ایک حدیث کا ٹکڑا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں ستر عورت واجب ہے اس لیے کہ خانہ کعبہ کا طواف نماز کا حکم رکھتا ہے اور جب کہ طواف ننگے ہو کر جائز نہ ہوا تو نماز ننگے پڑھنی بطریق اولیٰ جائز نہیں ہو گی اس لیے کہ جو طواف میں شرط ہے وہ نماز میں بھی شرط ہے۔

٣٣٨ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ

٣٣٨۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم کو حکم ہوا یہ کہ باہر نکالیں ہم دن عید کے حیض والی عورتوں کو اور پردہ نشین عورتوں کو سو مسلمانوں کی جماعت میں حاضر ہوں اور ان کی دعاء میں

الْعِيْدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ قَالَتِ امْرَأَةٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَآءٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ حَدَّثَتْنَا أُمُّ عَطِيَّةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

شریک ہوں اور حیض والی عورتیں عید گاہ سے کنارے رہیں ایک عورت نے عرض کی کہ یا حضرت اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا کرے یعنی باہر جائے یا نہ جائے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ والی اس کو اپنی چادر پہنائے یعنی اگر اس کے پاس کوئی دوسری چادر ہو تو اس کو پہننے کے لیے عاریتاً دے دے یا اپنی چادر کا ایک کنارہ اس پر ڈال دے۔

فائدہ: یہ حدیث کتاب الطہارت میں مفصل طور سے گزر چکی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں ستر عورت واجب ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے کپڑا پہننے میں نہایت تاکید کی یہاں تک کہ عید کی نماز کے واسطے کپڑا مانگ کر پہننے کا حکم فرمایا پس فرض نماز کے واسطے کپڑا پہننا بطریق اولیٰ واجب ہوگا۔

بَابُ عَقْدِ الْإِزَارِ عَلَى الْقَفَا فِي الصَّلَاةِ.

یعنی تہ بند کو گردن میں باندھ کر نماز پڑھنے کا بیان۔

فائدہ: اس کی صورت یہ ہے کہ تہ بند کے نیچے کے دونوں کونے چھوڑ دے اور اوپر کے دونوں کونوں میں سے داہنے کونے کو بائیں موہنڈے پر لا کر گردن کے پیچھے لے جائے اور بائیں کونے کو داہنے موہنڈے پر لا کر گردن کے پیچھے لے جائے اور پھر دونوں کو جمع کر کے گردن کے پیچھے گرہ دے دے۔

وَقَالَ أَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِيْ أُزْرِهِمْ عَلٰى عَوَاتِقِهِمْ.

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اپنے تہ بندوں کو گردن میں باندھ کر یعنی تاکہ رکوع وسجود میں شرمگاہ نہ کھل جائے اس لیے کہ صحابہ کے تہ بند اکثر سلے ہوئے نہیں ہوتے تھے اور یہ حال اہل صفہ کا تھا جن کا کوئی گھر بار مدینہ میں نہیں تھا۔

۳۳۹ ۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلّٰى

۳۳۹۔ محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے صرف تہ بند میں نماز پڑھی اور حالانکہ اُس کو اپنی گردن میں باندھا ہوا تھا اس حالت میں کہ اس کے کپڑے سہ پائے پر

جَابِرٌ فِي إِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهُ مَوْضُوعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ قَالَ لَهُ قَائِلٌ تُصَلِّي فِي إِزَارٍ وَاحِدٍ فَقَالَ إِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِكَ لِيَرَانِي أَحْمَقُ مِثْلُكَ وَأَيُّنَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رکھے تھے سو کسی شخص نے اس کو کہا یعنی بطریق انکار کے کہ تو صرف ایک تہ بند میں نماز پڑھتا ہے باوجود یکہ کپڑے تیرے پاس موجود ہیں سو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے صرف اسی واسطے ایک تہ بند میں نماز پڑھی ہے کہ تجھ جیسا بے وقوف مجھ کو دیکھے اور جانے کے فقط ایک کپڑے میں نماز پڑھنی جائز ہے یعنی میرا مقصود تعلیم کرنا ہے اور بندوں پر آسانی کرنا ہے کہ ایک کپڑے میں بھی نماز جائز ہے اگرچہ افضل دو کپڑوں میں نماز پڑھنا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہم میں سے کس کے دو کپڑے ہوتے تھے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو کسی کے پاس دو کپڑے نہیں ہوتے تھے صرف ایک ہی کپڑا ہوتا تھا اسی میں صحابہ رضی اللہ عنہم نماز پڑھا کرتے تھے پھر تو ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کو کیوں جائز نہیں رکھتا ہے اور مطابقت ان دونوں حدیثوں کی ترجمہ سے ظاہر ہے اور اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس واسطے بیان کیا ہے کہ معلوم ہو جائے کہ فعل جواز کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تاکہ جواز خوب دل میں جم جائے۔

فائدہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ ایک کپڑے میں نماز جائز نہیں ہے واسطے کثرت کپڑوں اس وقت میں سو جابر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس اعتقاد کو رد کر دیا کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنی جائز ہے اور یہی ہے مذہب اکثر علماء کا۔

٣٤٠ ۔ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ أَبُوْ مُصْعَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِيْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَقَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ.

٣٤٠۔ محمد سے روایت ہے کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا اور جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا۔

فائدہ: یہ وہی حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ہے جو ابھی گزر چکی ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے تہ بند کو اپنی گردن میں باندھا ہوا تھا پس مناسبت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ مُلْتَحِفًا بِهِ. یعنی بدن کو صرف ایک کپڑے میں لپیٹ کر نماز پڑھنے کا بیان۔

فائدہ: پہلے باب کی حدیثوں سے مطلق ایک کپڑے میں نماز پڑھنی جائز معلوم ہوتی تھی اب یہ باب امام بخاری رحمہ اللہ نے اس لیے باندھا ہے کہ مراد اس سے خاص وہ وقت ہے جس میں تنگی ہو اور دوسرا کپڑا نہ ملے یا مراد اس سے جواز ثابت کرنا ہے ہر حال میں۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْ حَدِيْثِهِ الْمُلْتَحِفُ الْمُتَوَشِّحُ وَهُوَ الْمُخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ وَهُوَ الْإِشْتِمَالُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ.

یعنی زہری نے اپنی حدیث میں بیان کیا کہ ملتحف کا معنی متوشح ہے اور متوشح اس کو کہتے ہیں جس نے اپنے کپڑے کے دونوں کناروں میں اپنے دونوں مونڈھوں پر مخالفت کی ہو یعنی کپڑے کی داہنی طرف کو جو داہنے مونڈھے پر ہو بائیں ہاتھ کے نیچے سے پکڑ کر بائیں مونڈھے پر ڈالے اور اس کی بائیں طرف کو جو بائیں مونڈھے پر ہو داہنے ہاتھ کے نیچے سے پکڑ کر داہنے مونڈھے پر ڈالے پھر اگر کنارے دراز ہوں تو دونوں طرفوں کو سینہ پر باندھ لے اور یہی معنی ہے اشتمال کا جو حدیثوں میں آیا ہے۔

قَالَ قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ الْتَحَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ وَخَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ.

یعنی ام ہانی نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے کو بدن پر لپیٹا سو اس کی دونوں طرفوں میں اپنے مونڈھوں پر مخالفت کی یعنی دونوں کناروں کو جدا جدا کیا۔

٣٤١ ۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِيْ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

٣٤١۔ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور اس کی دونوں طرفوں میں مخالفت کی۔

۳۴۲ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِيْ سَلَمَةَ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ فِيْ بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ قَدْ أَلْقٰى طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ.

۳۴۲۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ اس نے حضرت ﷺ کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نماز پڑھتے دیکھا۔

۳۴۳ ۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ أَبِيْ سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهٖ فِيْ بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ.

۳۴۳۔ ترجمہ اس کا بھی وہی ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔

۳۴۴ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِيْ طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِيْ طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَهَبْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ قَالَتْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ فَقُلْتُ أَنَا أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ قَامَ فَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ ابْنُ أُمِّيْ أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ أَجَرْتُهُ

۳۴۴۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں فتح مکہ کے دن حضرت ﷺ کے پاس گئی سو میں نے آپ کو غسل کرتے پایا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کو پردہ کر رہی تھیں سو میں نے آپ کو سلام کیا سو حضرت ﷺ نے فرمایا یہ کون عورت ہے میں نے عرض کی کہ میں ام ہانی ہوں بیٹی ابو طالب کی سو حضرت ﷺ نے فرمایا خوشا بحال ام ہانی سو جب آپ نہانے سے فارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے سو آپ نے آٹھ رکعتیں نماز پڑھی اس حال میں کہ آپ بدن کو ایک کپڑے میں لپیٹے ہوئے تھے سو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کی کہ یا حضرت میں نے فلاں بن ہبیرہ کو قتل سے پناہ اور امان دی ہے اور میرا بھائی علی رضی اللہ عنہ اس کو قتل کرنا چاہتا ہے سو آپ نے فرمایا کہ اے ام ہانی جس کو تو نے پناہ دی ہے اس کو ہم نے بھی پناہ دی یعنی اب اس کو کوئی قتل نہیں کرے گا ام ہانی نے کہا کہ

فُلَانَ ابْنَ هُبَيْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ يَا اُمَّ هَانِئٍ قَالَتْ اُمُّ هَانِئٍ وَذَاكَ ضُحًى.

یہ آٹھ رکعتیں چاشت کی نماز تھی۔

فائدہ: اس حدیث میں بدن کو کپڑے میں لپیٹنے سے یہ مراد ہے کہ آپ نے اس کی دونوں طرفوں میں مخالفت کی ہوئی تھی پس مناسبت ترجمہ سے ظاہر ہے اور ہبیرہ ام ہانی کے خاوند کا نام ہے فتح مکہ کے دن وہ بھاگ گیا تھا اور کفر کی حالت میں مرگیا تھا اور مراد فلاں بن ہبیرہ سے ام ہانی کا بیٹا ہے ہبیرہ کے نطفہ سے یا کوئی دوسرا فرزند اس کا ہوگا دوسری عورت سے۔

٣٤٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ سَآئِلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ.

٣٤٥۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم پوچھا کہ جائز ہے یا نہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سب کے پاس دو دو کپڑے ہیں۔

فائدہ: یعنی تم سب کے پاس دو دو کپڑے تو نہیں پس اگر ایک کپڑے میں نماز جائز نہ ہوتی تو تمہارے سے فرض نماز کیسے ادا ہوتی اور میں تم کو کس واسطے منع نہ کرتا کہ ایک کپڑے میں نماز جائز نہیں ہے پس تم کو کس واسطے معلوم نہیں کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے اور مذہب جمہور صحابہ اور تابعین ومن سواھم کا یہی ہے کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے بشرطیکہ شرمگاہ کو چھپالے لیکن اگر دوسرا کپڑا موجود ہو تو مستحب ہے کہ دو کپڑوں میں نماز پڑھے اور ان سب حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کپڑے میں بدن کو لپیٹ کر نماز پڑھنی جائز ہے اور یہ وجہ ہے مناسبت ان حدیثوں کی ساتھ ترجمہ کے۔

بَابٌ اِذَا صَلَّى فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلْيَجْعَلْ عَلٰى عَاتِقَيْهِ.

یعنی جب کوئی صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھنے لگے تو مستحب ہے کہ اس کے کسی کنارے کو اپنے مونڈھوں پر ڈال لے اُن کو ننگا نہ رکھے۔

٣٤٦ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

٣٤٦۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی تم میں کا نماز نہ پڑھا کرے ایک کپڑے میں اس طرح کہ کندھے پر اس کپڑے سے کچھ بھی نہ ہو۔

وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيْ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقَيْهِ شَيْءٌ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی ایک کپڑے میں نماز پڑھنی چاہے تو اس کا کوئی کنارہ کندھے پر ڈال لے کندھے کھلے نہ چھوڑے آدھے کا لنگ باندھے اور آدھے سے کندھے چھپائے اور اس حدیث میں نہی سے مراد نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں اس لیے کہ حضرت ﷺ کا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا صرف ایک ہی کپڑے میں کھلے کندھے نماز پڑھنا اوپر ثابت ہو چکا ہے پس معلوم ہوا کہ کندھے پر کپڑا ڈالنا نماز میں مستحب ہے واجب نہیں۔

٣٤٧ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ أَوْ كُنْتُ سَأَلْتُهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلْيُخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

٣٤٧۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں یقین سے کہتا ہوں کہ میں نے حضرت ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جو شخص صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھنی چاہے تو چاہیے کہ کپڑے کی دونوں طرفوں میں مخالفت کرے اور دونوں کناروں کو جدا جدا کرے۔

فائدہ: کپڑے کے دونوں طرفوں کی مخالفت کرنے کا طریقہ اوپر معلوم ہو چکا ہے لیکن پھر عام ہے خواہ التحاف کی صورت ہو خواہ کسی دوسری طرح سے مخالفت کرلے سب طرح جائز ہے اور مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اس طور پر ہے کہ کپڑے کی دونوں طرفوں میں مخالفت کرنی نہیں حاصل ہوتی مگر جب کہ کندھے پر کپڑا ڈالا جائے اور یہ امر واسطے استحباب کے ہے جیسے کہ مذہب جمہور کا ہے پس معلوم ہوا کہ کندھے پر نماز میں کپڑا ڈالنا مستحب ہے پس یہی وجہ ہے مناسبت حدیث کی ترجمہ سے۔

بَابٌ إِذَا كَانَ الثَّوْبُ ضَيِّقًا.

یعنی جب کپڑا تنگ ہو تو اس وقت نمازی کیا کرے۔

٣٤٨ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهٖ فَجِئْتُ لَيْلَةً لِبَعْضِ أَمْرِيْ فَوَجَدْتُهٗ يُصَلِّيْ وَعَلَيَّ ثَوْبٌ وَاحِدٌ فَاشْتَمَلْتُ بِهٖ وَصَلَّيْتُ

٣٤٨۔ سعید بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم پوچھا سو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں حضرت ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں نکلا یعنی حضرت ﷺ کو کوئی سفر پیش آ گیا تھا سو میں بھی حضرت ﷺ کے ساتھ گیا سو میں ایک رات حضرت ﷺ کے پاس کسی کام کو آیا سو میں نے آپ کو نماز پڑھتے پایا اور مجھ پر صرف ایک ہی کپڑا تھا سو میں نے اس کو بدن پر لپیٹ لیا اور

إِلٰى جَانِبِهٖ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَا السُّرَى يَا جَابِرُ فَأَخْبَرْتُهٗ بِحَاجَتِي فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ مَا هٰذَا الْاِشْتِمَالُ الَّذِيْ رَأَيْتُ قُلْتُ كَانَ ثَوْبٌ يَعْنِيْ ضَاقَ قَالَ فَإِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِهٖ وَإِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّزِرْ بِهٖ.

آپ کے پہلو میں نماز پڑھی سو جب آپ نماز سے پھرے تو فرمایا کہ اے جابر تو اس وقت رات میں کیوں آیا ہے سو میں نے آپ کو اپنے کام سے خبر دی کہ فلاں کام کے لیے آیا ہوں سو جب میں اپنے کام کو آپ سے عرض کر چکا تو فرمایا کہ یہ کپڑا لپیٹنا کیسا ہے جس کو میں نے دیکھا ہے میں نے کہا کہ میرے پاس صرف یہی کپڑا تھا سو آپ نے فرمایا کہ اگر کپڑا فراخ ہو تو اس کو نماز میں بدن پر لپیٹ لے اور اگر کپڑا تنگ ہو تو اس کا تہ بند باندھ لے کہ وہ ستر عورت کے لیے کافی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کپڑا تنگ ہو تو اس وقت مناسب ہے کہ اس کا تہ بند باندھ لے اور التحاف نہ کرے کہ وہ شرمگاہ کے کھل جانے کا سبب ہے اور حضرت ﷺ نے انکار اس واسطے کیا تھا کہ وہ کپڑا تنگ تھا اور اس کی دونوں طرفوں میں اس نے مخالفت کی ہوئی تھی لیکن اُس سے ستر عورت نہیں ہو سکتا تھا اس لیے اس پر جھک گیا تھا تا شرمگاہ نہ کھلے سو حضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ یہ اس وقت ہے جب کہ کپڑا فراخ ہو اور جب تنگ ہو تو اس کا تہ بند باندھ لے کہ وہ کافی ہے اس لیے کہ مقصود اصلی شرمگاہ کو چھپانا ہے سو وہ اس کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے۔

٣٤٩ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِيْ أُزْرِهِمْ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ كَهَيْئَةِ الصِّبْيَانِ وَيُقَالُ لِلنِّسَآءِ لَا تَرْفَعْنَ رُءُوْسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا.

۳۴۹۔ سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض لوگ حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اس حالت میں کہ لڑکوں کی طرح اپنے تہ بندوں کو گردن پر باندھنے والے تھے اور عورتوں کو کہا جاتا تھا یعنی جو عورتیں کہ مردوں کے پیچھے نماز پڑھا کرتیں کہ اپنے سروں کو سجدہ سے مت اٹھاؤ یہاں تک کہ مرد سیدھا ہو کر بیٹھ جائیں۔

فائدہ: حضرت ﷺ نے عورتوں کو مردوں سے پہلے سر اٹھانا اس واسطے منع کیا کہ عورتوں کی نظر مردوں کی شرمگاہ پر نہ پڑے اس لیے کہ جب بعض مرد تہ بند کو گردن میں باندھتے تھے تو نیچے سے ستر کھل جانے کا احتمال تھا پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر التحاف ممکن ہو تو تہ بند سے بہتر ہے اس لیے کہ اس میں ستر عورت اچھی طرح سے ہوتا ہے اور اس حدیث سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ تمام ستر عورت مردوں واجب نہیں تھا بلکہ ان کی شرمگاہ کے کھل جانے کا احتمال تھا اس لیے عورتوں کو ہمیشہ کے لیے منع کر دیا گیا، واللہ اعلم۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْجُبَّةِ الشَّامِيَّةِ.

یعنی شام کے کپڑے میں نماز پڑھنے کا بیان۔

فائدہ: مقصود اس باب کے باندھنے سے یہ ہے کہ جو کپڑا کافروں کے ہاتھ کا بنا ہوا ہو اس میں نماز پڑھنی جائز ہے جب تک کہ اس میں پلیدی کا یقین نہ ہو جائے اور شام کی تخصیص اس واسطے کی کہ حضرت ﷺ کے زمانے میں شام کے لوگ سب کافر تھے اور دار الاسلام میں اکثر کپڑا وہیں سے آتا تھا یا واسطے رعایت لفظ حدیث کے شام کی تخصیص کی ورنہ سب کافروں کا حکم ایک ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الثِّيَابِ يَنْسُجُهَا الْمَجُوسِيُّ لَمْ يَرَ بِهَا بَأْسًا.

یعنی حسن بصری نے کہا کہ جس کپڑے کو مجوسی لوگ بنتے ہیں اس میں نماز پڑھ لینی جائز ہے یعنی اگرچہ دھلا ہوا بھی نہ ہو۔

وَقَالَ مَعْمَرٌ رَأَيْتُ الزُّهْرِيَّ يَلْبَسُ مِنْ ثِيَابِ الْيَمَنِ مَا صُبِغَ بِالْبَوْلِ.

یعنی معمر نے کہا کہ میں نے زہری کو یمن کے کپڑے پہنتے دیکھا جو حیوانوں کے پیشاب سے رنگے گئے تھے یعنی اُن حیوانوں کے پیشاب سے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اس لیے کہ زہری کے نزدیک اُن کا پیشاب پاک ہے اور یہ کہنا کہ زہری بقدر امکان اس کو دھولیا کرتے تھے غلط ہے اس لیے کہ پھر اس میں زہری کی کیا تخصیص ہے۔

وَصَلّٰى عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ فِيْ ثَوْبٍ غَيْرِ مَقْصُوْرٍ.

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نئے بنے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھی جو دھلا ہوا نہیں تھا۔

فائدہ: ان تینوں اثروں سے معلوم ہوا کہ جو کپڑا کافروں کے ہاتھ کا بنا ہوا ہو اس میں نماز پڑھ لینی جائز ہے جس تک اس میں پلیدی کا یقین نہ ہو جائے۔

۳۵۰ ـ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ مُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَقَالَ يَا مُغِيْرَةُ خُذِ الْإِدَاوَةَ فَأَخَذْتُهَا فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَارٰى عَنِّيْ فَقَضٰى

۳۵۰۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا یعنی جنگ تبوک میں سو آپ نے فرمایا کہ اے مغیرہ پانی کا برتن پکڑ لے سو میں نے اس کو پکڑ لیا سو حضرت ﷺ چلے گئے یہاں تک کہ میری نظر سے چھپ گئے یعنی پاخانہ کے لیے بہت دور چلے گئے سو آپ جائے ضرور سے فارغ ہوئے اور اس وقت آپ شام کا جبہ پہنے ہوئے

حَاجَتَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَأْمِيَّةٌ فَذَهَبَ لِيُخْرِجَ يَدَهُ مِنْ كُمِّهَا فَضَاقَتْ فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَتَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلّٰى.

تھے سو آپ اپنے ہاتھ کو آستین سے نکالنے لگے یعنی وضو کے لیے سو آستین تنگ ہوگئی یعنی اس سے ہاتھ باہر نہ نکل سکا سو آپ نے ہاتھ کو جبے کے نیچے کی طرف سے نکالا سو میں نے آپ پر پانی گرایا سو آپ نے اپنی نماز کے وضو کی مانند وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا پھر نماز پڑھی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافروں کے بنے ہوئے کپڑوں میں بدون دھوئے نماز پڑھنی جائز ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے شام کا جبہ پہنا اور اس کی پاکی پلیدی کا کچھ حال دریافت نہ کیا۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّعَرِّيْ فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا.

یعنی نماز وغیرہ میں ننگا ہونا منع ہے۔

٣٥١ ـ حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ إِزَارُهُ فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ يَا ابْنَ أَخِيْ لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ فَجَعَلْتَ عَلٰى مَنْكِبَيْكَ دُوْنَ الْحِجَارَةِ قَالَ فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ فَمَا رُئِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ عُرْيَانًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٣٥١۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضرت ﷺ قریشیوں کے ساتھ پتھر کو اٹھا اٹھا کر لے جاتے تھے واسطے بناء کرنے خانہ کعبہ کے (یہ حضرت ﷺ کے رسول ہونے سے پندرہ سال پہلے کا ذکر ہے تب حضرت ﷺ کی عمر پینتیس برس کی تھی اس وقت قریش نے کعبہ کو نئے سرے سے تعمیر کیا تھا سو حضرت ﷺ بھی اس کی تعمیر کے لیے قریش کے ساتھ پتھروں کو اٹھا اٹھا کر لے جاتے تھے) اور آپ پر اس وقت تہ بند بندھا تھا (یعنی آپ اس وقت صرف تہ بند باندھے ہوئے تھے آپ کے سر اور کندھوں پر کوئی کپڑا نہیں تھا) سو عباس رضی اللہ عنہما (حضرت ﷺ کے چچا تھے) نے آپ کو کہا کہ اے بھتیجے اگر تو اپنی تہ بند کو کھول کر اپنے کندھوں پر ڈال لے اور اس پر پتھر کو اٹھا اٹھا کر لے جایا کرے تو بہت خوب ہو یعنی اس لیے کہ اس میں بدن کو تکلیف نہیں پہنچتی ہے سو حضرت ﷺ نے تہ بند کو کھول کر اپنے کندھے پر ڈال لیا سو اسی وقت آپ بیہوش ہو کر گر پڑے یعنی ننگے ہونے کے سبب سے ایسے پریشان ہوئے کہ بے ہوش ہو گئے سو بعد اس کے کبھی کسی نے حضرت ﷺ کو ننگا نہیں دیکھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعد اس وقت کے حضرت ﷺ کبھی ننگے نہیں ہوئے یہاں تک کہ بعد نبوت کے بھی پس اس عموم احوال سے ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کو ننگا ہونا منع ہے خواہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر ہو پس یہ یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آدمیوں کے روبرو ننگا ہونا جائز نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ قبیح باتوں سے ہمیشہ محفوظ رہے ہیں پہلے نبوت سے اور پیچھے بھی اور عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ﷺ کو ننگا ہونا اس واسطے فرمایا کہ جاہلیت کے زمانے میں ننگے ہونے کو عیب نہیں جانتے تھے بلکہ ننگے ہو کر کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے لیکن حضرت ﷺ کو فطرتی حیا تھا اسی واسطے آپ ننگے ہونے سے بیہوش ہو گئے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْقَمِيصِ وَالسَّرَاوِيلِ وَالتُّبَّانِ وَالْقَبَاءِ.

یعنی کرتہ اور پائجامے اور جھانگی اور قبا میں نماز پڑھنے کا بیان۔

فائدہ: یعنی ان کپڑوں میں سے اگر ایک کپڑے میں نماز پڑھ لے تو جائز ہے لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہو اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ ان کپڑوں میں سے دو کو پہن کر نماز پڑھے ورنہ ایک میں بھی جائز ہے۔

۳۵۲ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ أَوَكُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ ثُمَّ سَأَلَ رَجُلٌ عُمَرَ فَقَالَ إِذَا وَسَّعَ اللّٰهُ فَأَوْسِعُوا جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابَهُ صَلَّى رَجُلٌ فِي إِزَارٍ وَرِدَاءٍ فِي إِزَارٍ وَقَمِيصٍ فِي إِزَارٍ وَقَبَاءٍ فِي سَرَاوِيلَ وَرِدَاءٍ فِي سَرَاوِيلَ وَقَمِيصٍ فِي سَرَاوِيلَ وَقَبَاءٍ فِي تُبَّانٍ وَقَبَاءٍ فِي تُبَّانٍ وَقَمِيصٍ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ فِي تُبَّانٍ وَرِدَاءٍ.

۳۵۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد حضرت ﷺ کے پاس آیا سو اس نے آپ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم پوچھا سو آپ نے فرمایا کیا تم سب دو دو کپڑوں کو پاتے ہو یعنی تم سب کے پاس دو دو کپڑے تو نہیں ہوتے اگر نماز ایک کپڑے میں جائز نہ ہوتی تو تمام لوگ بے نماز رہتے۔ پھر ایک مرد نے یہ مسئلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے یا نہیں سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب اللہ رزق میں فراخی کرے تو تم بھی کپڑوں میں فراخی کرو اور تنگی اختیار نہ کرو اور مرد کو چاہیے کہ اپنے اوپر کپڑے جمع نہ کرے یعنی ایک کپڑے میں اگرچہ نماز جائز ہے لیکن صاحب وسعت کے لیے مستحب ہے کہ کپڑے میں وسعت کرے اور دو یا زیادہ کپڑوں میں نماز پڑھے۔ پس بہتر ہے کہ یا تو چادر اور تہ بند میں نماز پڑھے یا تہ بند اور کرتہ میں یا تہ بند اور قبا میں پڑھے یا پائجامہ اور تہ بند میں پڑھے یا پائجامہ اور کرتہ میں پڑھے یا پائجامہ اور قبا میں پڑھے اور یا جھانگی اور قبا میں پڑھے یا جھانگی اور کرتہ

میں پڑھے یا جھانگی اور تہ بند میں پڑھے یعنی وسعت کے
وقت مستحب ہے کہ دو دو کپڑوں میں نماز پڑھے۔

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد ان قسموں کے بیان کرنے سے حصر نہیں ہے بلکہ جس قسم کے دو کپڑے ہوں جائز ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تنگی کے وقت ان کپڑوں میں سے ایک ایک کپڑے میں بھی نماز پڑھنی جائز ہے پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

۳۵۳ ۔ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيْصَ وَلَا السَّرَاوِيْلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ وَلَا وَرْسٌ فَمَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُوْنَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ.

۳۵۳۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ احرام باندھنے والے کو احرام کی حالت میں کیا کیا کپڑا پہننا جائز ہے سو آپ نے فرمایا کہ نہ پہنے حج کا احرام باندھنے والا کرتہ اور نہ پائجامہ اور نہ بران کوٹ یا کن ٹوپ اور نہ وہ کپڑا جس میں ورس ہو یعنی زرد خوشبو دار گھاس یا زعفران لگی ہو سو جو شخص جوتا نہ پائے تو موزے پہن لے اور موزوں کو وہاں تک کاٹ لے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

فائدہ: اس حدیث پر سب اماموں کا عمل ہے کہ احرام والے کو یہ چیزیں درست نہیں اور مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اس طور پر ہے کہ اس حدیث سے بے سلے ہوئے کپڑے میں بھی نماز پڑھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے اور مناسبت اس حدیث کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ احرام کی حالت کے سوا اور وقت میں پائجامہ اور کرتہ وغیرہ میں نماز پڑھنی جائز معلوم ہوتی ہے اور یہی مطلب ہے ترجمہ سے لیکن اس وجہ کو شارحین سے کسی نے نہیں لکھا ہے۔

بَابُ مَا يَسْتُرُ مِنَ الْعَوْرَةِ.

یعنی شرم گاہ کے ڈھانکنے کا بیان یعنی نماز سے باہر کس کس جگہ کو پردہ کرنا واجب ہے۔

فائدہ: ظاہر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہ ہے کہ نماز سے باہر ناف کے نیچے کے تمام بدن کو پردہ کرنا واجب نہیں بلکہ صرف قبل اور دبر یعنی آگے کی شرمگاہ اور پیچھے کی شرمگاہ کو پردہ کرنا واجب ہے۔

۳۵۴ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا

۳۵۴۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّهٗ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اِشْتِمَالِ الصَّمَّآءِ وَأَنْ يَّحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ لَيْسَ عَلٰى فَرْجِهٖ مِنْهُ شَيْءٌ.

نے منع فرمایا ہے نماز میں کپڑا لپیٹنے سے اس طرح کہ اس سے ہاتھ باہر نہ نکل سکیں اور منع فرمایا ہے ایک کپڑے میں زانو اٹھا کر بیٹھنے سے کہ اُس کی شرمگاہ پر کوئی چیز نہ ہو۔

فائدہ: اشتمال کہتے ہیں اس کو کہ تمام بدن پر کپڑا لپیٹ لے اس طرح پر کہ نماز یا کسی اور کام کے واسطے ہاتھ باہر نہ نکال سکے اور اس سے منع اس واسطے فرمایا کہ اگر نماز میں کوئی حاجت یا عارضہ پیش آ جائے تو اس کے دفع کے واسطے ہاتھ باہر نہ نکال سکے گا پس اس کو اس میں نقصان پہنچے گا پس یہ نہی تنزیہی ہے اور صماء اس پتھر کو کہتے ہیں جس میں کوئی سوراخ نہ ہو اور اس طرح کپڑا لپیٹنے کو اس واسطے صماء نام رکھا ہے کہ اس میں بھی کوئی راہ باقی نہیں رہتی ہے جس میں سے آدمی ہاتھ باہر نکال سکے اور اِحتبا کہتے ہیں اس کو کہ آدمی اپنے دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے اپنے چوتڑوں پر بیٹھے اور اپنی پیٹھ اور دونوں زانوں پر حلقہ کرے اپنے ہاتھوں سے یا چادر سے یا کسی اور چیز سے اور شرمگاہ کو کھلی چھوڑ دے پس اس طرح کا بیٹھنا ناجائز ہے لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اپنی شرمگاہ کو پردہ کر رکھے تو اس شکل سے بیٹھنا منع نہیں پس اس سے ثابت ہوا کہ سوائے دونوں شرمگاہوں کے اور بدن کو پردہ کرنا واجب نہیں ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے لیکن نماز کے اندر ناف سے نیچے سب بدن کو پردہ کرنا واجب ہے جیسے کہ مفصل طور سے اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

٣٥٥ ـ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ وَأَنْ يَّشْتَمِلَ الصَّمَّآءَ وَأَنْ يَّحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ.

٣٥٥۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے دو طرح کی خرید وفروخت سے یعنی بیع کے ہاتھ لگانے سے اور اس کو ایک دوسرے کی طرف پھینک دینے سے۔ اور حضرت ﷺ نے منع فرمایا نماز میں کپڑا لپیٹنے سے اس طرح پر کہ اس سے ہاتھ باہر نہ نکل سکے اور منع فرمایا گھٹنے کھڑے کر کے چوتڑ زمین پر رکھ کر ایک کپڑے میں حلقہ کر کے بیٹھنے سے اس طرح پر کہ شرمگاہ کھلی رہے۔

فائدہ: جاہلیت کے زمانے میں یہ دونوں طرح بیع ہوا کرتی تھی پہلی صورت اس طور سے کہ بیچنے والا خریدار کو کہتا تھا کہ مثلاً یہ کپڑے کا تھان اور یہ اس کی قیمت ہے خواہ خرید خواہ نہ خرید لیکن اگر تو اس تھان کو ہاتھ لگائے گا تو بیع لازم ہو جائے گی فسخ بیع کا اختیار باقی نہیں رہے گا مثلاً ایک تھان ہے اور خریدار نے اس کو کھول کر نہیں دیکھا ہے تو صرف

ہاتھ لگانے سے بیع لازم ہو جاتی تھی اور دوسری صورت پھینک دینے کی یہ ہے کہ بائع خریدار کو کہتا کہ اگر میں تیری طرف اس چیز کو پھینک دوں تو بس لازم ہو چکی خیار فسخ باقی نہیں رہے گا سو ان دونوں طرح کی بیع میں خریدار کو بہت دھوکا ہوتا تھا اس لیے حضرت ﷺ نے اس سے منع فرما دیا تھا۔

۳۵٦۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِي أَبُوْ بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي مُؤَذِّنِيْنَ يَوْمَ النَّحْرِ نُؤَذِّنُ بِمِنًى أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ أَرْدَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَآءَةٌ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.

۳۵٦۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو اس حج میں یعنی جس حج میں کہ حجۃ الوداع سے پہلے ایک سال حضرت ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا کر کے مکے میں بھیجا تھا اور آپ خود تشریف نہیں لائے تھے۔ مؤذنوں کی جماعت میں بھیجا کہ ہم دسویں کے دن سب خلقت میں پکار کر کہہ دیں کہ نہ حج کرے اس برس کے بعد کوئی کافر شرک کرنے والا اور نہ طواف کرے گرد کعبہ کے کوئی ننگا آدمی پھر حضرت ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے سے علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور اس کو فرمایا کہ بلند آواز سے سورہ براءت خلقت کو پڑھ کر سناؤ سو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے ساتھ مل کر دسویں کے دن لوگوں میں پکار دیا کہ نہ حج کرے اس برس کے بعد کوئی کافر شرک کرنے والا اور نہ طواف کرے گرد کعبہ کے کوئی ننگا آدمی۔

فائدہ: نویں سال ہجری میں حضرت ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاجیوں کا سردار کر کے مکے میں حج کو بھیجا اور فرمایا کہ سب کو یہ حکم پہنچاؤ کہ دوسرے سال کوئی کافر حج کو نہ آئے کافروں کا دستور تھا کہ طواف ننگے کرتے تھے اُن کا گمان یہ تھا کہ کپڑوں میں ہم نے گناہ کیے ہیں ان سے کیا طواف کریں اور حضرت ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو سورہ براءۃ پڑھ کر سنانے کو اس واسطے بھیجا تھا کہ اس سورۃ میں عہد توڑنے کا ذکر ہے اور عرب میں یہ بات مقرر تھی کہ عہد کو وہی شخص توڑے جس نے عہد کیا ہے یا کوئی اس کا قرابتی ہو اور اہل بیت سے ہو اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ننگا ہونا حرام ہے اور ننگے ہو کر طواف کرنا منع ہے پس معلوم ہوا کہ ناف سے نیچے گھٹنوں تک سب بدن کو ستر کرنا صرف نماز میں ہے نماز سے بعد شرمگاہ کو اور بدن کو پردہ کرنا واجب نہیں ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ بِغَيْرِ رِدَآءٍ.

بے چادر کے نماز پڑھنے کا بیان یعنی صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھنی جائز ہے اگرچہ چادر بھی پاس موجود ہو۔

۳۵۷ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي الْمَوَالِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ مُلْتَحِفًا بِهٖ وَرِدَاؤُهٗ مَوْضُوْعٌ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ تُصَلِّيْ وَرِدَاؤُكَ مَوْضُوْعٌ قَالَ نَعَمْ أَحْبَبْتُ أَنْ يَّرَانِيَ الْجُهَّالُ مِثْلُكُمْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ هٰكَذَا.

۳۵۷۔ محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور حالانکہ وہ بدن کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر نماز پڑھ رہے تھے اور اُن کی چادر پاس رکھی تھی سو جب نماز سے پھرے تو ہم نے کہا کہ اے ابو عبداللہ تو نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی ہے حالانکہ تیرے پاس چادر موجود تھی یعنی باوجود چادر کے صرف تہ بند میں تو نے نماز کیوں پڑھی ہے جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں میں نے یہ کام عمدا کیا ہے میں نے اس بات کو درست جانا کہ تم جیسے بے وقوف مجھ کو دیکھیں (یعنی میں نے یہ کام اس واسطے کیا ہے کہ ناواقف لوگوں کو مسئلہ معلوم ہو جائے کہ صرف ایک کپڑے میں بھی نماز پڑھنی جائز ہے۔) اس لیے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بے چادر کے نماز پڑھنی جائز ہے۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ.

باب ہے ران کے بیان میں کہ اُس کا پردہ کرنا واجب ہے یا نہیں۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَرْهَدٍ وَّمُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَخِذُ عَوْرَةٌ وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ حَسَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَخِذِهٖ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَدِيْثُ أَنَسٍ أَسْنَدُ وَحَدِيْثُ جَرْهَدٍ أَحْوَطُ حَتّٰى يُخْرَجَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ.

یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور جرہد اور محمد بن جحش سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ران عورت ہے اس کو پردہ کرنا واجب ہے۔ اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران کو کھول دیا۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ کی زیادہ تر صحیح ہے اور زیادہ تر قوی ہے از روئے سند کے اور جرہد کی حدیث پر عمل کرنے میں بہت احتیاط ہے یعنی جرہد کی حدیث پر عمل کرنے سے آدمی صحابہ رضی اللہ عنہم کے اختلاف سے نکل جاتا ہے اس لیے کہ انس رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ ران کو کھولنا واجب ہے جو نہ کھولے وہ گنہگار

ہے پس جرہد کی حدیث پر عمل کرنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مخالف نہیں ہے۔

فائدہ: اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کہا جائے کہ یہاں قول اور فعل میں تعارض واقع ہوا ہے پس قول کو ترجیح ہوگی اس لیے کہ فعل خصوصیت کا احتمال رکھتا ہے۔

وَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى غَطَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُكْبَتَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ.

یعنی ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے دونوں گھٹنوں کو چھپا لیا۔

فائدہ: یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کے جانے سے پہلے اپنے گھٹنوں کو کھولا ہوا تھا اور کئی صحابہ بھی وہاں آپ کے پاس اس وقت موجود تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ گھٹنے عورت کا حکم نہیں رکھتے ہیں اس لیے کہ عورت کا سب کے نزدیک کھولنا حرام ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کام سے معصوم ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ سے شاید اس واسطے زانو چھپا لیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حیا کمال غالب تھا اُن کے حیا کے لحاظ سے آپ نے زانو چھپا لیے اگرچہ وہ عورت نہیں تھے۔

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتّٰى خِفْتُ أَنْ تَرُضَّ فَخِذِيْ.

یعنی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتاری اور حالانکہ آپ کی ران میری ران پر تھی سو مجھ پر اتنا بوجھ پڑ گیا کہ مجھ کو خوف ہوا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ران عورت نہیں ہے اس لیے کہ اصل یہی ہے کہ درمیان میں کوئی پردہ نہیں ہوگا۔

۳۵۸ ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلَاةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ فَرَكِبَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ أَبُوْ طَلْحَةَ وَأَنَا رَدِيْفُ أَبِيْ طَلْحَةَ فَأَجْرٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ زُقَاقِ خَيْبَرَ وَإِنَّ رُكْبَتِيْ لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَسَرَ

۳۵۸۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کے لیے خیبر پر چڑھائی کی سو ہم چلے یہاں تک کہ ہم نے صبح کی نماز خیبر کے پاس جا کر اندھیرے میں پڑھی یعنی اول شروع صبح صادق کے وقت۔ (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی اس واسطے کہ بے خبر خیبر والوں پر سر پر جا پڑیں) سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے اور آپ کے پیچھے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سوار ہوا اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے میں سوار ہوا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری کو خیبر کے کوچوں میں دوڑایا او بے شک میری ران حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے لگ رہی تھی پھر آپ نے اپنی ران کو تہ بند سے کھول دیا یہاں تک کہ میں

الْإِزَارَ عَنْ فَخِذِهٖ حَتّٰى إِنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى بَيَاضِ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ وَخَرَجَ الْقَوْمُ إِلٰى أَعْمَالِهِمْ فَقَالُوْا مُحَمَّدٌ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا وَالْخَمِيْسُ يَعْنِي الْجَيْشَ قَالَ فَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً فَجُمِعَ السَّبْيُ فَجَآءَ دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَعْطِنِيْ جَارِيَةً مِّنَ السَّبْيِ قَالَ اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ فَجَآءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ قَالَ ادْعُوْهُ بِهَا فَجَآءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ جَارِيَةً مِّنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا قَالَ فَأَعْتَقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ لَهٗ ثَابِتٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ مَا أَصْدَقَهَا قَالَ نَفْسَهَا أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيْقِ جَهَّزَتْهَا لَهٗ أُمُّ سُلَيْمٍ فَأَهْدَتْهَا لَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوْسًا فَقَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهٖ وَبَسَطَ نِطَعًا فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالتَّمْرِ وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ

آپ کی ران کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں سو جب آپ خیبر میں داخل ہوئے تو فرمایا اللہ سب سے بڑا ہے خیبر خراب ہوا یعنی یہ غیب کی خبر دی یا اُن پر بد دعا کی کہ اللہ ان کو خراب کرے اس واسطے کہ جب ہم کسی قوم کی ڈانڈ میں اتریں تو بری ہوتی ہیں صبح ڈرائے گئے لوگوں کی یعنی وہ لوگ مغلوب اور ذلیل ہو جاتے ہیں اور ہماری فتح ہو جاتی ہے یہ کلمہ آپ نے تین بار فرمایا یعنی اللہ اکبر الخ سو خیبر کے لوگ اپنے کاموں کے لیے نکلے اس لیے کہ وہ حضرت ﷺ کے آنے سے بے خبر تھے سو جب انہوں نے حضرت ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ محمد ﷺ اور اس کا لشکر پہنچا یعنی وہ لوگ حضرت ﷺ کو اور آپ کے لشکر کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور کچھ بن نہ آئی۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا سو ہم نے خیبر کو قہر اور زبردستی سے فتح کیا یا صلح اور نرمی سے۔ (علماء کو اس میں اختلاف ہے کہ خیبر زبردستی سے فتح ہوا یا صلح سے سو بعضوں نے کہا کہ کچھ تو زبردستی سے فتح ہوا تھا اور کچھ صلح سے فتح ہوا تھا) سو قیدیوں کو جمع کیا گیا یعنی ان کی عورتوں اور بال بچوں سب کو گرفتار کیا گیا سو دحیہ کلبی آیا اور عرض کی کہ یا حضرت ان قیدیوں سے مجھ کو ایک لونڈی عطا فرمائیے سو آپ نے اس کو فرمایا جا اور ایک لونڈی کو لے لے سو اُس نے جا کر صفیہ بیٹی حیی کو پکڑ لیا سو ایک مرد حضرت ﷺ کے پاس آیا اور اُس نے عرض کی یا حضرت آپ نے دحیہ کو صفیہ بخش دی ہے جو قبیلے قریظہ اور نضیر کی سردار ہے۔ (خیبر میں یہود کے دو قبیلے رہتے تھے ایک کا نام قریظہ تھا اور ایک نام نضیر تھا سو یہ صفیہ جو بندی میں پکڑی آئی ان دونوں قبیلوں کے سردار کی بیٹی تھی اور حسن اور جمال میں بے نظیر تھی) سو وہ آپ کے سوا کسی کے لائق نہیں ہے سو آپ نے

بِالسَّمْنِ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَدْ ذَكَرَ السَّوِيْقَ قَالَ فَحَاسُوْا حَيْسًا فَكَانَتْ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

فرمایا دحیہ اور اس عورت کو میرے سامنے لاؤ سو دحیہ اس کو لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا سو جب حضرت ﷺ نے اس عورت کی طرف نظر کی تو فرمایا کہ اس کو چھوڑ دے اور اس کے بدلے نبدیوں سے اور لونڈی پکڑ لو۔ (حضرت ﷺ نے دحیہ سے صفیہ کو اس واسطے واپس لیا کہ تا کہ دوسرے لوگ جو اس سے افضل ہیں اس پر رشک اور غیرت نہ کریں) سو حضرت ﷺ نے صفیہ کو آزاد کر دیا پھر اس سے نکاح کر لیا سو ثابت نے انس رضی اللہ عنہ کو کہا کہ یا ابا حمزہ حضرت ﷺ نے اس کو مہر کیا دیا تھا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے اس کی جان کو آزاد کر دیا اور پھر اس سے نکاح کر لیا یعنی اس کا آزاد کرنا ہی مہر تھا۔ (بعض کہتے ہیں یہ حضرت ﷺ کا خاصہ تھا مگر یہ بات محض بے دلیل ہے اس پر کوئی دلیل نہیں اور اکثر اماموں کا اس حدیث پر عمل ہے۔) یہاں تک کہ جب حضرت ﷺ مدینہ کو واپس آتے ہوئے ایک جگہ میں پہنچے یعنی شدا روحا میں کہ چالیس میل مدینہ سے ہے تو ام سلیم (یعنی انس رضی اللہ عنہ کی ماں) نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو تیار کیا اور دلہن بنایا اور اسی رات میں اس کو حضرت ﷺ کے پاس بھیج دیا پس آپ نے صبح کی اُس دن حالت عروسی میں یعنی اس صبح کو آپ دولہا بنے سو فرمایا کہ جس کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہو تو اس کو میرے پاس لے آئے اور آپ نے ایک چمڑے کو بچھا دیا سو کوئی مرد تو کھجور لے آیا اور کوئی گھی لایا اور کوئی ستو لے آیا۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سب چیزوں کو ملا کر حلوا بنایا اور لوگوں کو کھلایا سو یہ حضرت ﷺ کا ولیمہ تھا۔

فائدہ: ولیمہ اس طعام کو کہتے ہیں کہ زفاف یعنی مرد اور عورت کے جمع ہونے کے وقت کرتے ہیں۔

فائدہ: اس باب کی بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ران کا پردہ کرنا واجب نہیں جیسے کہ یہ حدیث انس رضی اللہ عنہ کی

ہے اس لیے کہ اس سے ظاہرًا یہی معلوم ہوتا ہے کہ درمیان کوئی پردہ نہیں تھا پس اگر ران کو شرمگاہ کا حکم ہوتا تو بدون پردے کے اس کو چھونا جائز نہ ہوتا اور مسلم کی روایت میں جو بے قصد کھل جانے کا ذکر ہے تو اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ران کو پردہ کرنا واجب نہیں اس لیے کہ آپ اس پر قائم رہے پس اگر یہ امر ناجائز ہوتا تو اس پر قائم نہ رہتے واسطے معصوم ہونے کے بلکہ اسی وقت اس کو بند کر لیتے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رانوں کا پردہ کرنا واجب ہے سو ظاہر ان حدیثوں میں تعارض ہے سو وجہ تطبیق کی ان حدیثوں میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کلام سے اوپر مذکور ہو چکی ہے کہ پردہ کرنے میں کچھ تعارض باقی نہیں رہتا ہے اور ایک وجہ تطبیق کی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جن لوگوں کی بہت کثرت سے آمد و رفت ہو ان کی نسبت سے ران کو عورت کا حکم نہیں اور جو لوگ کبھی کبھی اتفاقًا آتے ہوں اُن کی نسبت سے ران کو شرمگاہ کا حکم ہے پس اس طور سے عثمان رضی اللہ عنہ کے داخل ہونے کے وقت آپ کا ران کو پردہ کر لینا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے نزدیک پردہ نہ کرنا سب ایک جگہ متفق ہو جائے گا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مزدور لوگ اور اونٹ چرانے والے اور جو اس قسم کے لوگ ہیں ان کو ران کھول کر نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ کہ قبل اور دبر کو پردہ کیا ہوا ہو اس بات کے صحیح ہونے میں کچھ شک نہیں ہے اس لیے کہ اس بات کا علم یقینی حاصل ہو چکا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام کرنے والوں اور اونٹ چرانے والوں وغیرہ کو نماز میں ران ڈھانکنے کی تکلیف نہیں دی اور یہاں ایک قاعدہ یاد رکھنا چاہیے وہ یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو دو قسم بنایا ہے ایک نماز خاص لوگوں کی جو زیادہ پرہیزگار ہیں اور ایک نماز عام لوگوں کی سو آپ نے بہت چیزوں کو عام لوگوں کی نماز میں جائز رکھا ہے اور خاصوں کی نماز میں جائز نہیں رکھا ہے سو اس قاعدہ سے نماز کے باب میں اکثر متناقض جگہوں سے تناقض دفع ہو جاتا ہے۔ (شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

بَابٌ فِيْ كَمْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي الثِّيَابِ.

عورت کو کتنے کپڑوں میں نماز پڑھنی جائز ہے؟۔

فائدہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ عورت کو دو کپڑے پیراہن اور اوڑھنی کفایت کرتی ہے اس سے کم جائز نہیں اور عطاء کے نزدیک تین کپڑے کافی ہیں تیسرا تہ بند اور ابن سیرین کے نزدیک چار کپڑے لازم ہیں چوتھی چادر کہ اپنے بدن کو اس میں لپیٹ لے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ لَوْ وَارَتْ جَسَدَهَا فِيْ ثَوْبٍ لَأَجْزَتْهُ.

یعنی عکرمہ نے کہا کہ اگر عورت اپنے بدن کو ایک کپڑے میں چھپالے تو اس کی نماز جائز ہے۔

۳۵۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى

۳۵۹۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے سو مسلمان عورتیں آپ کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتیں درحالیکہ اپنی چادروں سے بدنوں کو لپیٹنے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْفَجْرَ فَيَشْهَدُ مَعَهٗ نِسَآءٌ مِّنَ الْمُؤْمِنَاتِ مُتَلَفِّعَاتٍ فِيْ مُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ يَرْجِعْنَ إِلٰى بُيُوْتِهِنَّ مَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ.

والی ہوتیں تھیں پھر وہ عورتیں اپنے گھروں کو پلٹ جاتیں اس حالت میں کہ اُن کو کوئی نہیں پہچان سکتا تھا یعنی اندھیرے کی وجہ سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں صرف ایک ہی چادر میں نماز پڑھا کرتی تھیں اس لیے کہ اصل عدم زیادۃ ہے مذکور پر جیسے کہ عکرمہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے پس اگر کوئی عورت ایک چادر میں سر سے پاؤں تک اپنے بدن کو لپیٹ لیتی ہے تو اس میں اس کی نماز جائز ہے اس لیے کہ مقصود اصلی تمام بدن کو چھپانا ہے سوائے منہ اور پاؤں کے ایک کپڑے سے ہو یا دو سے ہو چنانچہ عکرمہ کے قول نقل کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جو کہا کہ عورت ایک پیراہن اور سر بند میں نماز پڑھے تو وہ فقط اسی غرض سے کہا ہے کہ اس میں تمام بدن کا ستر ہو جاتا ہے نہ اس لحاظ سے کہ دو کپڑوں سے کم میں نماز جائز نہیں سو اگر ایک چادر سے تمام بدن کا ستر حاصل ہو جائے تو عورت کو اس میں نماز پڑھنی جائز ہے۔

بَابُ إِذَا صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ لَهٗ أَعْلَامٌ وَنَظَرَ إِلٰى عَلَمِهَا.

یعنی جب کوئی شخص نقشدار کپڑے میں نماز پڑھے اور نماز میں اس کے نشانوں کو دیکھ لے تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

٣٦٠ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ خَمِيْصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَنَظَرَ إِلٰى أَعْلَامِهَا نَظْرَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اذْهَبُوْا بِخَمِيْصَتِيْ هٰذِهٖ إِلٰى أَبِيْ جَهْمٍ وَأْتُوْنِيْ بِأَنْبِجَانِيَّةِ أَبِيْ جَهْمٍ فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِيْ اٰنِفًا عَنْ صَلَاتِيْ.

٣٦٠۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نقش دار چادر میں نماز پڑھی سو آپ نے اس کے نقشوں کو ایک نظر سے دیکھا سو جب آپ نماز سے پھرے تو فرمایا کہ میری اس چادر دھاری دار کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ یعنی اس لیے کہ یہ چادر اسی نے آپ کو بطورِ ہدیہ کے دی تھی اور اس کی موٹی کملی میرے پاس لے آؤ کہ اُس میں نشان نہیں ہیں۔ اس لیے کہ اس نے مجھ کو ابھی نماز سے غافل کر دیا تھا۔

فائدہ: مراد یہ ہے کہ نزدیک تھا کہ مجھ کو نماز سے باز رکھے جیسے کہ آئندہ ہشام کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور چونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ عالی ہے اس سے کہ آپ کو کوئی چیز نماز میں حضور سے باز رکھے اس وجہ سے یہ ہوسکتا ہے کہ حضورِ حق کے درجے غیر متناہی ہوں سو جو مرتبہ خاص آپ کو حاصل تھا اگر اس سے تنزل بھی ہو جائے تو جب بھی آپ کو وہ مرتبہ باقی رہے کہ اگر دوسرے مقرب تمام عمر عبادت کریں تو جب بھی اس مرتبہ کو نہ پہنچ سکیں اور باوجود اس

کے حضرت ﷺ نے اس سے بھی تنزل روا نہ کیا اور اگر کوئی سوال کرے کہ جب آپ نے اُس چادر کو نہ پہنا تو دوسرے کے واسطے دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ چادر ابوجہم نے آپ کو ہدیہ دی ہوئی تھی تو آپ نے اسی کو واپس کر دی کہ اس کو بیچ ڈالے اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ ابوجہم نابینا تھا اس کو حضور سے مانع نہ ہوگی اور دوسری چادر اس سے اس واسطے طلب کی کہ ہدیہ کا رد کرنا لازم نہ آئے۔

وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ أَنْظُرُ إِلٰى عَلَمِهَا وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ فَأَخَافُ أَنْ تَفْتِنَنِيْ.

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں اُس کے نقشوں کو دیکھ رہا تھا سو میں ڈر گیا اس سے کہ مجھ کو فتنہ میں ڈالے اور کمال حضور سے باز رکھے یعنی پس اسی وجہ سے میں نے اس کو واپس کر دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نقشدار چادر کو پہن کر نماز پڑھے اور نماز کے اندر اُس کے نقشوں اور علموں کو دیکھ لے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے لیکن ایسے کپڑوں کو بدن سے اتار ڈالے اور یہی وجہ ہے مناسبت حدیث کی ترجمہ سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے دوستوں وغیرہ سے ہدیہ قبول کرنا اور ان کی طرف ہدیہ بھیجنا جائز بلکہ سنت ہے۔

بَابُ إِنْ صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ مُصَلَّبٍ أَوْ تَصَاوِيْرَ هَلْ تَفْسُدُ صَلَاتُهُ وَمَا يُنْهٰى عَنْ ذٰلِكَ.

یعنی جس کپڑے میں صلیب کی شکل نقش کی ہوئی ہو یا تصویریں کھینچی ہوئی ہوں اگر اس کو پہن کر کوئی نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں اور حکم اُن تصویروں کا جن سے منع کیا گیا ہے۔

٣٦١ - حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمِيْطِيْ عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيْرُهُ تَعْرِضُ فِيْ صَلَاتِيْ.

٣٦١۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک نقش دار اور مصور پردہ تھا کہ اس نے اس سے اپنے گھر کی ایک طرف کو پردہ کیا تھا یعنی زینت کے واسطے سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ دور کر اپنے اس نقش دار پردے کو ہمارے آگے سے اس لیے کہ بے شک اس کی تصویریں مجھ کو نماز میں ہمیشہ پیش ہوتی ہیں یعنی اس کی تصویریں مجھ کو نماز میں نظر آتی رہتی ہیں۔

فائدہ: مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اس طور پر ہے کہ جب ایسے کپڑے کو نماز میں صرف دیکھنا منع ہے تو اس کو نماز میں پہننا بطریق اولیٰ منع ہوگا اور صلیب والے کپڑے کا بھی یہی حکم ہے اس لیے کہ اللہ کے سوا معبود ہونے میں

دونوں شریک ہیں اور اس کے دور کرنے کے حکم فرمانے سے معلوم ہوا کہ اس کے استعمال مطلق منع ہے لیکن اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنے سے فاسد نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے اپنی نماز کو نہ درمیان سے توڑا اور نہ اس کو نئے سرے سے دوہرایا لیکن ایسی صورت میں نماز کے مکروہ ہونے میں کچھ شک نہیں پس مناسبت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَنْ صَلّٰى فِيْ فَرُّوْجِ حَرِيْرٍ ثُمَّ نَزَعَهٗ.

یعنی جو شخص کہ ریشمی قبا میں نماز پڑھے پھر اس کو اتار ڈالے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟۔

۳۶۲ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ أُهْدِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُّوْجُ حَرِيْرٍ فَلَبِسَهٗ فَصَلّٰى فِيْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهٗ نَزْعًا شَدِيْدًا كَالْكَارِهِ لَهٗ وَقَالَ لَا يَنْبَغِيْ هٰذَا لِلْمُتَّقِيْنَ.

۳۶۲۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت ﷺ کو ایک ریشمی قبا ہدیہ بھیجا سو آپ نے اس کو پہن لیا اور اس میں نماز پڑھی پھر نماز سے پھرے پھر اس کو جلدی سے اتار ڈالا جیسے کہ کسی کو برا معلوم ہوتا ہے اور فرمایا کہ پرہیز گاروں کو اس کا پہننا لائق نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ کا ریشمی قبا میں نماز پڑھنا حرام ہونے سے پہلے تھا اس لیے کہ مسلم کی حدیث میں صاف موجود ہے کہ جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھ کو اس سے منع کر دیا ہے اور یہی بات معلوم ہوتی ہے پرہیز گاروں کی قید لگانے سے اس لیے کہ حرمت میں پرہیز گار وغیرہ سب برابر ہیں پس آپ کا یہ فرمانا تحریم سے پہلے تھا اور احتمال ہے کہ مراد پرہیز گاروں سے عام مسلمان ہوں یعنی کفر سے پرہیز کرنے والے اور یہی سبب اتارنے کا ہوگا پس یہ ابتداء تحریم کی ہوگی پس اس حدیث سے ریشم میں نماز کا جائز ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ آپ کا نماز کو نہ دوہرانا حرمت سے پہلے تھا۔ (فتح) اگر اب کوئی شخص ریشمی کپڑے میں نماز پڑھے تو جمہور علماء کے نزدیک کافی ہے مگر حرام ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر وقت باقی ہو تو نماز کو دوہرائے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْأَحْمَرِ.

سرخ کپڑے میں نماز پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے۔

۳۶۳ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَرُ بْنُ أَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ

۳۶۳۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کو ایک سرخ چمڑے کے قبہ میں بیٹھے دیکھا اور بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ کے وضو کے لیے پانی پکڑے کھڑا ہے اور آپ وضو کر رہے ہیں اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ آپ کے وضو

أَدَمٍ وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُوْنَ ذَاكَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ وَمَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ عَنَزَةً فَرَكَزَهَا وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ مُشَمِّرًا صَلَّى إِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّوْنَ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ الْعَنَزَةِ.

کے پانی پر جلدی کر رہے ہیں یعنی ایک دوسرے پر گر گر پڑتے ہیں اور پیشدستی کرتے ہیں تا کہ حضرت ﷺ کے وضو سے کوئی قطرہ پانی کا ہاتھ آ جائے۔ سو جس کو کوئی قطرہ اُس پانی سے مل جاتا یعنی جو پانی کہ حضرت ﷺ کے ہاتھوں سے وضو کرتے ہوئے گرتا تھا وہ اس کو اپنی منہ اور بدن پر مل لیتا اور جس کو اس سے کوئی قطرہ ہاتھ نہ آتا وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ سے کچھ تراوٹ لے کر اپنے منہ پر مل لیتا پھر میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اُس نے ایک برچھی پکڑی سو اس کو زمین میں گاڑ دیا اور حضرت ﷺ دو سرخ کپڑے پہنے ہوئے باہر نکلے یعنی چادر اور تہ بند در حالیکہ آپ تہ بند کو پنڈلیوں سے چڑھائے ہوئے تھے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی برچھی کی طرف دو رکعتیں اور میں نے لوگوں اور چارپایوں کو دیکھا کہ برچھی کے آگے سے آتے جاتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سرخ کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنی جائز ہے بلا کراہت بشرطیکہ کسنب سے نہ رنگا ہوا ہو مگر حنفیہ کے نزدیک سرخ کپڑے میں نماز پڑھنی مکروہ ہے وہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ وہ چادر تمام سرخ نہیں تھی بلکہ اس میں خط سرخ تھے باقی سوت اور رنگ کا تھا اور وہ ترمذی کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے ایک سرخ کپڑے والے کو سلام کا جواب نہ دیا سو اول تو وہ حدیث ضعیف ہے دوم اس کے معارض اس سے بڑھ کر قوی موجود ہے سوم وہ ایک واقعہ کا ذکر ہے احتمال ہے کہ کسی اور سبب سے اس کو سلام کا جواب نہ دیا ہو اور بیہقی نے کہا کہ وہ کپڑا بننے کے بعد رنگا گیا تھا اور جو بننے سے پہلے رنگا جائے اس کا پہننا جائز ہے بلا کراہت۔ (فتح) مترجم کہتا ہے کہ جو چادر سرخ حضرت ﷺ نے پہنی تھی وہ تمام سرخ نہیں تھی بلکہ اس میں خطوط سرخ تھے اور جس میں خطوط سرخ ہوں وہ دور سے تمام سرخ معلوم ہوتا ہے اسی وجہ سے اس کو راوی نے سرخ بیان کیا درحقیقت وہ تمام سرخ نہیں تھے۔ (مولانا)

بَابُ الصَّلَاةِ فِي السُّطُوْحِ وَالْمِنْبَرِ وَالْخَشَبِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا أَنْ يُّصَلّٰى عَلَى الْجُمْدِ

یعنی چھت اور منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ حسن بصری نے کہا کہ جمی ہوئی برف پر اور پلوں پر نماز پڑھنی جائز ہے اگرچہ

وَالْقَنَاطِرِ وَإِنْ جَرٰى تَحْتَهَا بَوْلٌ أَوْ فَوْقَهَا أَوْ أَمَامَهَا إِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ.

اُن کے نیچے بول جاری ہو یا ان کے اوپر جاری ہو یا اُن کے آگے بول جاری ہو بشرطیکہ نمازی اور بول کے درمیان یا پل اور بول کے درمیان کوئی پردہ ہو جو پلیدی لگنے سے مانع ہو۔

فائدہ: غرض اس سے یہ ہے کہ پلیدی کا دور کرنا اسی وقت لازم ہے جب کہ نمازی کو لگ جائے اور جب کہ درمیان کوئی پردہ ہو تو اس وقت دور کرنا لازم نہیں ہے۔

وَصَلّٰى أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَلٰى سَقْفِ الْمَسْجِدِ بِصَلَاةِ الْإِمَامِ.

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے مسجد کی چھت پر نماز پڑھی امام کے ساتھ مل کر یعنی امام نیچے تھا اور وہ تنہا اوپر تھے۔

فائدہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک اگر امام تنہا بلندی پر ہو یا مقتدی تنہا بلندی پر ہو اور امام نیچے ہو تو دونوں صورتوں میں نماز مکروہ ہے مگر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقتدی تنہا بلندی پر ہو تو نماز جائز ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

وَصَلّٰى ابْنُ عُمَرَ عَلَى الثَّلْجِ.

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جمی ہوئی برف پر نماز پڑھی۔

فائدہ: غرض ان آثار سے یہ ہے کہ جیسے جمی ہوئی برف پر اور پلوں پر نماز پڑھنی جائز ہے ویسے ہی چھت اور لکڑی وغیرہ پر بھی نماز پڑھنی جائز ہے اس لیے کہ نیچے سے خالی ہونے میں آپس میں سب شریک ہیں۔

٣٦٤ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ حَازِمٍ قَالَ سَأَلُوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ الْمِنْبَرُ فَقَالَ مَا بَقِيَ بِالنَّاسِ أَعْلَمُ مِنِّيْ هُوَ مِنْ أَثْلِ الْغَابَةِ عَمِلَهُ فُلَانٌ مَوْلٰى فُلَانَةَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عُمِلَ وَوُضِعَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ كَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهُ فَقَرَأَ وَرَكَعَ وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ عَادَ إِلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ

۳۶۴۔ ابو حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر کس لکڑی سے بنایا گیا تھا سو سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ منبر کا حال جیسے مجھ کو معلوم ہے ویسے اب کسی کو معلوم نہیں وہ غابہ جنگل کی لکڑی سے بنایا گیا تھا۔ (غابہ ایک جنگل کا نام ہے مدینہ کی بلندیوں سے وہاں ایک درخت ہوتا ہے پلچھی کی طرح اس کو کانٹا نہیں ہوتا اس کو گز کہتے ہیں اس کی لکڑی بہت عمدہ ہوتی ہے اس سے پیالے اور برتن بناتے ہیں) فلاں مرد فلاں عورت کے غلام یعنی میمون عائشہ انصاریہ کے غلام نے اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تیار کیا تھا سو جب تیار ہو گیا تو اُٹھا کر مسجد میں رکھا گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے سو آپ نے قبلے کی طرف

رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى حَتّٰى سَجَدَ بِالْأَرْضِ فَهٰذَا شَأْنُهُ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ سَأَلَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَإِنَّمَا أَرَدْتُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَعْلٰى مِنَ النَّاسِ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَّكُوْنَ الْإِمَامُ أَعْلٰى مِنَ النَّاسِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَقُلْتُ إِنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ كَانَ يُسْأَلُ عَنْ هٰذَا كَثِيْرًا فَلَمْ تَسْمَعْهُ مِنْهُ قَالَ لَا.

منہ کیا اور تکبیر کہی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے سو آپ نے قرأۃ پڑھی اور رکوع کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ رکوع کیا پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا پھر آپ پیچھے کو پلٹ آئے یعنی منبر سے نیچے اتر آئے سو آپ نے زمین پر سجدہ کیا پھر آپ منبر پر چڑھ گئے پھر قرأۃ پڑھی اور رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا پھر پیچھے کو پلٹ گئے یہاں تک کہ آپ نے زمین پر سجدہ کیا پس (سہل رضی اللہ عنہ نے کہا) کہ یہ ہے حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یا حال منبر کا جو لوگوں نے پوچھا تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ علی بن عبداللہ مدینی (امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ ہیں) نے بیان کیا کہ احمد بن حنبل نے مجھ سے اس حدیث کا حال پوچھا یعنی اس حدیث سے تمہارا کیا مطلب ہے (علی بن عبداللہ نے) کہا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے بلند جگہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی سو اگر امام مقتدیوں سے بلند جگہ میں کھڑا ہو اور مقتدی اس سے نیچے کھڑے ہوں تو اس میں کوئی خوف نہیں بلکہ جائز ہے اس حدیث کی دلیل سے علی بن عبداللہ نے کہا کہ میں نے امام احمد کو کہا کہ سفیان بن عیینہ سے لوگ یہ حدیث بہت پوچھا کرتے تھے سو کیا تم نے یہ حدیث اس سے کبھی نہیں سنی اُس نے کہا کہ میں نے اس سے یہ حدیث کبھی نہیں سنی۔

فائدہ: حسن بصری وغیرہ سے روایت ہے کہ لکڑی پر نماز پڑھنی مکروہ ہے اور مسروق جب کشتی میں سوار ہوا کرتے تو سجدہ کے لیے اپنے ساتھ ایک اینٹ اٹھا لیا کرتے تھے سو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنی جائز ہے بلا کراہت (اور یہی قول معتمد ہے اور یہی مذہب امام احمد وغیرہ کا ہے) اور یہی وجہ ہے مناسبت حدیث کی ترجمہ سے اور اس حدیث سے اور بھی کوئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ امام کا مقتدیوں سے بلند ہو کر کھڑے ہونا جائز ہے دوم یہ کہ نماز میں کئی قدم چلنے سے نماز نہیں ٹوٹتی ہے اور اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلے یا دوسرے درجہ پر کھڑا ہونا فرض کیا جائے تو جب بھی تمام نماز میں بہت قدموں کا جمع ہونا لازم آئے گا سو حنفیہ کے پاس اس حدیث کا کوئی جواب

معقول نہیں ہے۔

۳٦٥ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرَسِهٖ فَجُحِشَتْ سَاقُهٗ أَوْ كَتِفُهٗ وَآلٰى مِنْ نِّسَآئِهٖ شَهْرًا فَجَلَسَ فِيْ مَشْرُبَةٍ لَهٗ دَرَجَتُهَا مِنْ جُذُوْعٍ فَأَتَاهُ أَصْحَابُهٗ يَعُوْدُوْنَهٗ فَصَلّٰى بِهِمْ جَالِسًا وَهُمْ قِيَامٌ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَإِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَنَزَلَ لِتِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّكَ اٰلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ.

۳٦٥۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار گھوڑے سے گر پڑے سو آپ کی پنڈلی یا مونڈھے کا گوشت چھل گیا (یہ راوی کا شک ہے) سو آپ نے اپنی بیویوں کے پاس جانے سے ایک مہینہ کی قسم کھائی اور ایک بالا خانے میں جا بیٹھے جس کی سیڑھیاں کھجور کی شاخوں سے تھیں سو اصحاب آپ کا حال پوچھنے کو آئے سو آپ نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور اصحاب سب کھڑے نماز پڑھ رہے تھے سو جب آپ نے نماز سے سلام پھیرا تو فرمایا کہ امام تو صرف اسی واسطے مقرر ہے کہ اس کی پیروی کی جائے سو جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور اگر امام کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور آپ انتیسویں دن بالا خانے سے اُتر آئے پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ آپ نے ایک مہینے کی قسم کھائی تھی اور ابھی مہینے سے ایک دن باقی ہے سو آپ نے فرمایا کہ مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے یا یہ مہینہ اتفاقاً انتیس روز کا ہو گیا اور میں نے اسی مہینے کی قسم کھائی تھی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چھت پر نماز پڑھنی جائز ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ اس بالا خانہ میں نماز پڑھی حالانکہ وہ چھت تھی پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر امام کسی عذر سے بیٹھ کر نماز پڑھائے اور مقتدی کھڑے ہوں تو جائز ہے لیکن مقتدیوں کو سوائے عجز کے امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز نہیں ہے اور اس بات میں امام کی پیروی جائز نہیں اور یہ حکم پہلے تھا پیچھے منسوخ ہو گیا اس حدیث سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

بَابٌ إِذَا أَصَابَ ثَوْبُ الْمُصَلِّيْ امْرَأَتَهٗ إِذَا سَجَدَ.

جب نمازی کا کپڑا اپنی بیوی کو لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

۳۶۶ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَأَنَا حِذَآءَهٗ وَأَنَا حَآئِضٌ وَرُبَّمَا أَصَابَنِيْ ثَوْبُهٗ إِذَا سَجَدَ قَالَتْ وَكَانَ يُصَلِّيْ عَلَى الْخُمْرَةِ.

۳۶۶۔ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور حالانکہ میں آپ کے پہلو میں حیض سے ہوتی سو جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کپڑا بہت دفعہ مجھ کو لگ جایا کرتا اور آپ کھجور کے بوریئے پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر نماز میں نمازی کا کپڑا اس کی عورت کو لگ جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں اور اس سے نماز نہیں ٹوٹتی ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حیض والی کا بدن پاک ہے اور یہ کہ پاک بدن والی سے چھونا اور اس کے کپڑے سے چھونا نماز کو فاسد نہیں کرتا ہے اگرچہ اس میں نجاست حکمیہ ہو اور یہ عورت کا پہلو میں ہونا نماز کو نقصان نہیں پہنچاتا ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَصِيْرِ وَصَلّٰى جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَبُوْ سَعِيْدٍ فِي السَّفِيْنَةِ قَآئِمًا وَقَالَ الْحَسَنُ قَآئِمًا مَا لَمْ تَشُقَّ عَلٰى أَصْحَابِكَ تَدُوْرُ مَعَهَا وَإِلَّا فَقَاعِدًا.

بوریے پر نماز پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے۔ اور جابر اور ابو سعید رضی اللہ عنہما نے نماز پڑھی کشتی میں کھڑے ہو کر۔ اور حسن بصری نے کہا (جب کہ لوگوں نے ان سے کشتی میں نماز پڑھنے کا حکم پوچھا کہ بیٹھ کر پڑھنی چاہیے یا کھڑے ہو کر) کہ اگر ساتھیوں کو رنج نہ پہنچے تو کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنی چاہیے جس طرف وہ گھومے اس کے ساتھ نمازی بھی گھومتا جائے یعنی اگر کشتی غیر قبلہ کی طرف گھوم جائے تو یہ بھی غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھتا رہے اور اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں ساتھیوں کو رنج پہنچے تو بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہیے اور مناسبت ان دونوں اثروں کی ترجمہ سے اس طور پر ہے کہ بوریے پر نماز پڑھنی اور کشتی میں نماز پڑھنی دونوں غیر زمین ہونے میں شریک ہیں یعنی وہ نماز بھی زمین پر نہیں اور یہ نماز بھی زمین پر نہیں بلکہ ایک بوریے پر ہے اور دوسری کشتی پر۔

فائدہ: حدیث جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا اور حدیث ترب وجھک سے وہم پیدا ہوتا تھا کہ زمین پر نماز پڑھنی

شرط ہے سو مقصود اس حدیث اور اثروں کے لانے سے یہ ہے کہ زمین پر نماز پڑھنی شرط نہیں اور ابن ابی شیبہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ نے بوریے پر کبھی نماز نہیں پڑھی سو یہ حدیث ضعیف ہے اور معارض ہے اس حدیث صحیح کے پس اُس سے استدلال کرنا جائز نہیں۔

٣٦٧ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَلِأُصَلِّ لَكُمْ قَالَ أَنَسٌ فَقُمْتُ إِلٰى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَآءٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ وَالْيَتِيْمَ وَرَآءَهُ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَرَآئِنَا فَصَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ.

٣٦٧۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کی دادی (ملیکہ) نے حضرت ﷺ کی دعوت کی اور آپ کو کھانے کے لیے بلایا سو آپ نے اس سے کھانا کھایا پھر فرمایا کھڑے ہو جاؤ تا کہ میں تم کو نماز پڑھاؤں انس رضی اللہ عنہ نے کہا سو میں ایک بوریا لایا جو بہت استعمال سے سیاہ ہو گیا ہوا تھا سو میں نے اس کو پانی سے دھویا سو حضرت ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور میں نے اور ایک یتیم نے آپ کے پیچھے صف باندھی اور بڑھیا ہم سے پیچھے کھڑی ہوئی سو حضرت ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی دو رکعتیں پھر نماز سے فارغ ہوئے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بوریے پر نماز پڑھنی جائز ہے اور اس باب میں علماء سے کسی کو اختلاف نہیں مگر جو عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ وہ زمین کے سوا اور چیز پر نماز پڑھنے کو مکروہ جانتا تھا اور اس حدیث سے اور بھی کوئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک دعوت قبول کرنی ثابت ہوتی ہے اگر چہ کوئی عورت ہی دعوت کرے لیکن فتنہ سے امن ہو اور یہ کہ دعوت کے طعام کھانا مستحب ہے اور یہ کہ گھروں میں جماعت کے ساتھ نفل پڑھنے جائز ہیں اور یہ کہ نماز پڑھنے کی جگہ کو پاک صاف رکھنا چاہیے اور یہ کہ لڑکے کو مردوں کی صف میں کھڑے ہونا جائز ہے اور یہ کہ عورت کو مردوں کے پیچھے کھڑے ہونا چاہیے اور یہ کہ عورت کو تنہا صف کے پیچھے کھڑے ہونا جائز ہے جب کہ اس کے ساتھ دوسری عورت نہ ہو اور یہ کہ دن کے نفل دو رکعت پڑھنے جائز ہیں۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْخُمْرَةِ.

بوریے پر نماز پڑھنے کا بیان۔

٣٦٨ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ

٣٦٨۔ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلَى الْخُمْرَةِ.

فائدہ: یہ باب مکرر ہے اس اس کا مطلب پہلے باب میں گزر چکا ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہاں اس واسطے نقل کیا ہے کہ اس کی اسناد دوسری ہے اور اس میں راوی بھی اور ہیں پس گویا کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کو کئی طریقوں سے پہنچی ہے اور پہلی حدیثیں جو امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کی ہیں تو وہ اور سندوں سے نقل کی ہیں اس حدیث کے راوی اُن کی سندوں میں نہیں ہیں۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْفِرَاشِ وَصَلّٰى أَنَسٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ وَقَالَ أَنَسٌ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْجُدُ أَحَدُنَا عَلٰى ثَوْبِهٖ.

فرش اور بچھونے پر نماز پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے بچھونے پر نماز پڑھی اور کہا کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے سو ایک ہم میں سے اپنے بچھونے پر سجدہ کرتا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بچھونے پر نماز پڑھنی جائز ہے۔

٣٦٩ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهٖ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ.

٣٦٩۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سوئے رہتی اور میرے پاؤں آپ کے سجدہ کی جگہ میں ہوتے سو جب آپ سجدہ میں جاتے تو مجھ کو ٹھوکر مارتے سو میں اپنے پاؤں کو کھینچ لیتی اور جب سجدہ سے کھڑے ہوتے تو میں پاؤں کو دراز کر لیتی اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس وقت گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے یعنی اگر چراغ ہوتا تو میں ایسا نہ کرتی بلکہ ٹھوکر مارنے سے پہلے اپنے پاؤں کو کھینچ لیا کرتی۔

فائدہ: مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اس طور پر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچھونے پر نماز پڑھی اور اس پر دلیل یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا جو سوتی تھیں تو ضرور ہے کہ کسی بچھونے پر سوتی ہوں گی اور آپ اس کے سونے کی جگہ میں نماز پڑھتے پس معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرش پر نماز پڑھتے تھے پس مناسبت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

٣٧٠ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ

٣٧٠۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی کے بچھونے پر نماز پڑھا کرتے تھے اور وہ آپ کے اور قبلہ کے درمیان سوئے رہتی جیسے کہ نمازی کے آگے جنازہ پڑا ہوتا ہے۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ وَهِيَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلٰى فِرَاشِ أَهْلِهٖ اعْتِرَاضَ الْجَنَازَةِ.

فائدہ: حضرت ﷺ کی یہ نماز بھی اسی بچھونے پر تھی جس پر آپ سویا کرتے تھے چنانچہ دوسری روایت میں ہے صریح موجود ہے۔

٣٧١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ وَعَائِشَةُ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِيْ يَنَامَانِ عَلَيْهِ.

٣٧١۔ عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ جس فرش پر رات کو سویا کرتے اُسی پر نماز پڑھا کرتے تھے اور حالانکہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلہ کے درمیان سوئی رہتی۔

فائدہ: اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ جس بچھونے پر بیوی کے ساتھ مل کر سویا کرتے اسی پر نماز پڑھتے پس ثابت ہوا کہ بچھونے پر نماز پڑھنی جائز ہے اور مقصود امام بخاری رحمہ اللہ کا اس باب سے اس وہم کو دفع کرنا ہے جو حدیث جعلت لی الارض الخ سے پیدا ہوتا تھا کہ زمین کے سوا اور کسی چیز پر نماز پڑھنی جائز نہیں ہے۔

بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الثَّوْبِ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَقَالَ الْحَسَنُ كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُوْنَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِيْ كُمِّهٖ.

سخت گرمی میں کپڑے پر سجدہ کرنے کا بیان یعنی جائز ہے۔ اور حسن بصری نے کہا کہ صحابہ پگڑیوں پر سجدہ کیا کرتے تھے اور ہاتھ ہر ایک کے آستین میں ہوتے یعنی سخت گرمی کی وجہ سے اپنی پیشانی کو زمین پر نہ رکھ سکتے تھے بلکہ اپنی پگڑیوں اور ٹوپیوں پر سجدہ کرتے اور ہاتھوں کو اپنی آستینوں میں رکھتے پس یہی ہے وجہ مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

٣٧٢ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنِيْ غَالِبٌ الْقَطَّانُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ أَحَدُنَا طَرَفَ

٣٧٢۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے سو ایک ہم میں سے گرمی کے سبب سے کپڑے کا کنارہ سجدہ کی جگہ میں رکھ لیتا تھا یعنی تا کہ گرمی سے پیشانی بچ جائے۔

الثَّوْبِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ فِيْ مَكَانِ السُّجُوْدِ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سخت گرمی ہو اور گرمی کی وجہ سے زمین پر سجدہ نہ کر سکے تو اس حالت میں اگر کپڑے کے کنارے کو سجدے کی جگہ میں رکھ کر اس پر سجدہ کر لے تو جائز ہے اور یہی مذہب ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور جمہور کا اور شافعیہ کے نزدیک جس کپڑے کو پہنے ہو اس کے کنارہ پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے اور وہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ اس کپڑے کا ذکر ہے جو بدن سے علیحدہ پہنے ہو مگر اس قدر فراخ ہو کہ نمازی کے ملنے سے وہ نہ ہل سکے مگر یہ تاویل بالکل غلط ہے اس لیے کہ حدیث میں صریح موجود ہے کہ اُسی کپڑے کے کنارے کو سجدہ کی جگہ میں رکھتے تھے جو کپڑے پہنے ہوئے ہوتے اور یہ بات ظاہر ہے کہ صحابہ کے پاس علیحدہ جائے نماز موجود نہیں تھے اور نہ اُن کے پاس ایسے کپڑے فراخ تھے کہ ملنے سے نہ ہل سکیں اور اگر سخت سردی ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے بلکہ بعضوں کے نزدیک بلاضرورت بھی کپڑے پر سجدہ کرنا جائز ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھنی چاہیے اور جو حدیثیں کہ ظہر کی نماز سرد کر کے پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں وہ اس کے معارض ہیں سو اگر ابراد کو رخصت پر حمل کیا جائے تو اس میں کوئی تعارض باقی نہیں رہتا ہے اور جو شخص ابراد کو سنت کہتا ہے سو وہ یا تو تقدیم کو رخصت کہے گا اور یا اس کو منسوخ کہے گا ساتھ حکم ابراد کے اور بہت خوب بات ان دونوں سے یہ ہے کہ کہا جائے کہ سخت گرمی کبھی سردی کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے پس اس وقت کپڑے پر سجدہ کرنے کی حاجت پڑے گی اس لیے کہ کبھی گرمی ابراد کے بعد بھی بہت دیر تک باقی رہتی ہے اور اس وقت فائدہ ابراد کا یہ ہوگا کہ دیواروں کا کچھ سایہ ہو جائے تا کہ نمازی اس سایہ میں چل کر مسجد کی طرف جائے یا مسجد میں جا کر سایہ میں نماز پڑھ سکے پس تعارض کے دعویٰ کرنے سے یہ تطبیق بہت خوب ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي النِّعَالِ.

جوتا پہن کر نماز پڑھنے کا بیان۔

٣٧٣ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ مَسْلَمَةَ سَعِيْدُ بْنُ يَزِيْدَ الْأَزْدِيُّ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ نَعْلَيْهِ قَالَ نَعَمْ.

٣٧٣۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتوں میں نماز پڑھا کرتے تھے انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: جوتوں میں نماز پڑھنا اس وقت جائز ہے جب کہ اُس میں کوئی پلیدی نہ ہو اور پھر جب اُس میں پلیدی نہ ہو تو اس میں اختلاف ہے کہ آیا اُس میں نماز پڑھنی رخصت ہے یا مستحب ہے سو بعض کے نزدیک تو رخصت ہے مستحب نہیں اور صحیح بات یہی ہے کہ مستحب ہے واسطے اس حدیث کے کہ یہودیوں سے مخالفت کرو وہ جوتوں میں نماز

نہیں پڑھتے تم جوتوں میں نماز پڑھو لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں مخالفت کی نیت ہو اور اگر اس میں پلیدی لگ جائے تو شافعیوں کے نزدیک سوائے پانی کے پاک نہیں ہوتی ہے خواہ خشک ہو یا تر اور حنفیہ کے نزدیک اگر پلیدی خشک ہو تو کھرچ ڈالنا کافی ہے اور اگر تر ہو تو دھوڈالنا چاہیے لیکن شافعیہ کا قول ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْخِفَافِ. موزوں کو پہن کر نماز پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے۔

٣٧٤ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيْمَ يُحَدِّثُ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ رَأَيْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى فَسُئِلَ فَقَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ هٰذَا قَالَ إِبْرَاهِيْمُ فَكَانَ يُعْجِبُهُمْ لِأَنَّ جَرِيْرًا كَانَ مِنْ اٰخِرِ مَنْ أَسْلَمَ.

۳۷۴۔ ہمام سے روایت ہے کہ میں نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اس نے بول کیا پھر وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا پھر کھڑا ہوا اور نماز پڑھی سو کسی نے اس سے پوچھا کہ کیا یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے سو اُس نے جواب دیا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے سو ابراہیم نے کہا کہ یہ حدیث اُن کو بہت پسند آئی تھی اس لیے کہ جریر اخیر میں اسلام لایا ہے۔

فائدہ: جس سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اُسی سال میں جریر رضی اللہ عنہ اسلام لایا تھا تو گویا کہ اسلام اس کا سورہ مائدہ کے اترنے کے بعد واقع ہوا ہے پس ثابت ہوا کہ موزوں پر مسح کرنے کا حکم باقی ہے غسل رجلین کی آیت سے منسوخ نہیں ہوا بلکہ یہ حدیث اس آیت کی مخصص ہے یعنی حکم غسل کا موزوں کی غیر صورت میں ہے اور یہی معنی سبب خوش ہونے یاروں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تھا اور سبب اُن کے خوش ہونے کا یہ تھا کہ بعض گمان کرتے تھے کہ مسح موزوں کا منسوخ ہوگیا ہے ساتھ اس آیت کے جس میں وضو میں پاؤں کے دھونے کا ذکر ہے سو جب جریر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا ہے اور نیز یہ آیت غسل رجلین کی فرضیت وضو میں نازل ہوئی ہے پس اس کو ناسخ ٹھہرانا مسح خفین کی سبق فرضیت کو مقتضی ہے حالانکہ اس باب میں کوئی چیز ثابت نہیں ہوئی۔

٣٧٥ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّأْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ وَصَلّٰى.

۳۷۵۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا سو آپ نے موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ موزوں میں نماز پڑھنی جائز ہے اور عرب کے لوگوں کو موزے جوتوں کی طرح ہوتے تھے اُنہی سے وہ لوگ بازاروں وغیرہ میں چلتے پھرتے تھے سو اُن کو پہنے نماز پڑھنے میں شبہ پیدا ہوتا تھا اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب باندھا اس غرض سے کہ اُن میں نماز پڑھنی جائز ہے اُس میں کچھ ڈر نہیں۔

بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُوْدَ.

جب نمازی سجدہ کو پورا نہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

٣٧٦ ـ أَخْبَرَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا مَهْدِيٌّ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَأٰى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ قَالَ لَهٗ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ قَالَ وَأَحْسِبُهٗ قَالَ لَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۳۷۶۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُس نے ایک مرد کو نماز پڑھتے دیکھا کہ نہ رکوع پورا کرتا ہے اور نہ سجدہ پورا کرتا ہے سو جب وہ مرد اپنی نماز کو تمام کر چکا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اُسے کہا کہ تیری نماز نہیں ہوئی سو اگر تو اسی حال میں مرگیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر نہیں مرے گا یعنی مسلمانی کے طریقہ سے باہر ہو کر مرے گا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود میں ٹھہرنا واجب ہے اگر نہ ٹھہرے تو نماز نہیں ہوتی ہے۔

بَابُ يُبْدِيْ ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِيْ فِي السُّجُوْدِ.

باب ہے اس بیان میں کہ نمازی سجدے میں بازوں کو ظاہر کرے یعنی بازؤں کو بغلوں سے دور رکھے اور رانوں کو پیٹ سے دور رکھے کہ سنت ہے۔

فائدہ: ضبع درمیان بازؤں کو کہتے ہیں یا اس گوشت کو کہتے ہیں جو بغلوں سے نیچے ہے۔

٣٧٧ ـ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلّٰى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ نَحْوَهٗ.

۳۷۷۔ عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے تو اپنے دونوں بازؤں کو کشادہ کرتے تھے یعنی دونوں بازؤں کو دونوں پہلوؤں سے دور کرتے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدہ ظاہر ہوتی۔

فائدہ: یہ دونوں باب صحیح بخاری میں مکرر ہیں ایک بار یہاں ہیں اور ایک بار باب صفة الصلوة میں آئیں گے سو یہ کسی ناقل کی غلطی ہے اُس سے دو بار سہوًا لکھی گئی ہیں۔

بَابُ فَضْلِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ قَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ عَنِ

قبلے کی طرف منہ کرنے کی فضیلت کا بیان نمازی اپنے پاؤں کی انگلیوں کے سر کو قبلے کی طرف کرے اس

النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حدیث کو حضرت ﷺ سے ابوحمید نے روایت کیا ہے۔

۳۷۸ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمَهْدِيّ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ سِيَاهٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَأَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِيْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِيْ ذِمَّتِهٖ.

۳۷۸۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو ہماری طرح نماز پڑھے اور نماز کے وقت ہمارے قبلے کی طرف منہ کرے اور ہمارا حلال کیا ہوا جانور کھائے سو وہ ایسا مسلمان ہے کہ جس کے واسطے اللہ اور اس کے رسول کی پناہ ہے سو اللہ کا قول واقرار نہ توڑو اس کی دی امان میں یعنی اُس کو کچھ تکلیف نہ دو اللہ کا قول نہ توڑو اس کی پناہ دی ہوئی کو نہ چھیڑو۔

فائدہ: جب مسلمانوں کا قبلہ مکے کی طرف ہوا تو یہودی ان کو برا کہتے تھے اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے سے منع کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے کام ظاہر پر محمول ہیں سو جس نے ظاہر میں احکام شرع کو قائم کیا اس پر شرع کا حکم جاری ہوگا یعنی اس کے ساتھ مسلمانوں کی طرح سب معاملہ کیا جائے گا جب تک کہ اُس سے کوئی کام اُس کے برخلاف وقوع میں نہ آئے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبلے کی طرف منہ کرنے کی بڑی فضیلت ہے اس لیے کہ آپ نے اس کو ان خصلتوں سے بیان فرمایا جن سے اسلام اور کفر میں جدائی ہوتی ہے۔

۳۷۹ ـ حَدَّثَنَا نُعَيْمٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَإِذَا قَالُوْهَا وَصَلَّوْا صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا وَذَبَحُوْا ذَبِيْحَتَنَا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَآؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ.

۳۷۹۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو لوگوں سے لڑنے کا حکم ہوا ہے یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں یعنی کلمہ پڑھیں سو جب انہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور ہماری طرح نماز پڑھی اور نماز کے وقت ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارا حلال کیا ہوا جانور کھایا ہماری طرح حلال کیا یعنی اللہ کے نام سے تو اُن کے مال اور جانیں ہم پر حرام ہوگئیں مگر دین کی حق تلفی کا بدلہ ہے اور اُس کا حساب اللہ کے ذمہ پر ہے۔

فائدہ: یعنی جب آدمی مسلمان ہوا اور کلمہ پڑھا تو اس کا جان اور مال لینا حرام ہے لیکن اگر ناحق خون کرے گا تو اس کے بدلے مارا جائے گا یا مال ضامن ہوگا تو اُس سے مال دلایا جائے گا اور اگر وہ خوف سے ظاہر میں مسلمان ہوا اور دل میں کافر رہا تو اُس سے اللہ حساب کرے گا دلوں کے حال معلوم کرنے کا حاکم اور قاضی کو حکم نہیں ہے۔

قَالَ ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ

میمون سے روایت ہے کہ اُس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے

حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ قَالَ سَأَلَ مَیْمُوْنُ بْنُ سِیَاهٍ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ یَا أَبَا حَمْزَةَ مَا یُحَرِّمُ دَمَ الْعَبْدِ وَمَالَهٗ فَقَالَ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَصَلّٰی صَلَاتَنَا وَأَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَهُوَ الْمُسْلِمُ لَهٗ مَا لِلْمُسْلِمِ وَعَلَیْهِ مَا عَلَی الْمُسْلِمِ.

پوچھا کہ اے ابوحمزہ (یہ انس رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کہ آدمی کی جان اور مال لینے کو کیا چیز حرام کر دیتی ہے سو انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص گواہی دے اس بات کی کہ سوائے اللہ کے کوئی لائق بندگی کے نہیں اور نماز کے وقت ہمارے قبلے کی طرف منہ کرے اور ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارا حلال کیا ہوا جانور کھائے تو وہ مسلمان ہے اور واسطے اُس کے وہ چیز ہے جو مسلمان کے لیے ہے اور اس پر وہ چیز ہے جو مسلمان پر ہے یعنی اگر اُس نے ایسا کام کیا جس میں کہ مسلمان کو فائدہ ہوتا ہے تو اس کو بھی اس میں پہنچے گا اور اگر اُس نے ایسا کام کیا جس میں مسلمان کو نقصان ہے جیسے مثلاً چوری کی تو اس کو بھی اس میں نقصان پہنچے گا یعنی اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبلے کی طرف منہ کرنے کی بڑی فضیلت ہے کہ اس سے آدمی کا مال اور جان بچ جاتا ہے اور آخرت کا فائدہ علاوہ ہے۔

بَابُ قِبْلَةِ أَهْلِ الْمَدِیْنَةِ وَأَهْلِ الشَّامِ وَالْمَشْرِقِ لَیْسَ فِی الْمَشْرِقِ وَلَا فِی الْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ لِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَآئِطٍ أَوْ بَوْلٍ وَلٰکِنْ شَرِّقُوْا أَوْ غَرِّبُوْا.

یعنی مدینہ والوں اور شام والوں اور مشرق والوں کے قبلہ کا بیان اور قبلہ نہ مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں واسطے فرمانے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ قبلے کی طرف منہ نہ کیا کرو نہ جائے ضرور کے وقت نہ پیشاب کے وقت بلکہ پورب یا پچھّم بیٹھا کرو یعنی جب جائے ضرور اور پیشاب کے وقت مدینہ والوں کے قبلے کی طرف منہ کرنا منع فرما کر پورب اور پچھّم کی طرف منہ کرنا فرمایا تو معلوم ہوا کہ قبلہ اس کا پورب اور پچھّم میں نہیں ہے بلکہ دکھن میں ہے۔

فائدہ: یہ حکم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص مدینہ اور شام والوں کے لیے ہے اس لیے کہ مدینہ والوں اور شام والوں کا قبلہ نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف ہے بلکہ جنوب کی طرف ہے یعنی دکھن میں اور جو لوگ مشرق کے ملکوں میں رہتے ہیں جیسے ہندوستان وغیرہ تو اس کا قبلہ مغرب میں ہے اور جو مغرب میں رہتے ہیں ان کا قبلہ مشرق کی طرف ہے تو یہاں جائے ضرور اتر یا دکھن بیٹھنا چاہیے اور جب کہ مدینہ اور شام والوں کا قبلہ دکھن میں ہے تو معلوم

ہوا کہ مشرق والوں کا قبلہ مغرب میں ہے اور برعکس اس کے۔

۳۸۰ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَآئِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا أَوْ غَرِّبُوْا قَالَ أَبُوْ أَيُّوْبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيْضَ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰى وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَآءٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أَيُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ.

۳۸۰۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جائے ضرور کو جایا کرو تو قبلے کے سامنے نہ بیٹھا کرو اور نہ اس کو پیٹھ دیا کرو بلکہ پورب یا پچھم کی طرف منہ کر کے بیٹھا کرو۔ ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم شام کے ملک میں گئے سو ہم نے پائخانوں کو قبلے کی طرف بنے ہوئے پایا یعنی ان میں پائخانہ بیٹھنے سے منہ قبلے کی طرف ہو جاتا تھا سو ہم اُس سے منہ پھیر لیتے تھے اور اللہ سے استغفار کرتے تھے یعنی پائخانے بنانے والے کے واسطے یا اس بات سے کہ ہم قبلے کی طرف منہ کریں۔

فائدہ: ابو ایوب رضی اللہ عنہ کا منہ پھیرنا اور اس سے استغفار کرنا یہ اُن کا اپنا اجتہاد ہے ورنہ عمارتوں میں قبلے کی طرف منہ کر کے جائے ضرور بیٹھنا جائز ہے جیسے کہ بہت حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾.

باب ہے بیان میں قول اللہ تعالیٰ کے کہ پکڑو مقام ابراہیم کو جائے نماز یا جائے دعاء یعنی اس جگہ سے قبلے کی طرف منہ کرو۔

فائدہ: مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں قدموں کے نشان ہیں جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کو بنایا تو اس پتھر پر کھڑے ہو کر بنایا تھا سو اُس پر آپ کے دونوں قدموں کا نشان پڑ گیا ہے اور وہ پتھر اب تک موجود ہے اور مراد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے یہ ہے کہ اس آیت میں امر وجوب کے لیے نہیں ہے بلکہ استحباب کے لیے ہے اس لیے کہ کعبہ کی تمام طرفوں میں نماز پڑھنی بالا جماع جائز ہے۔

۳۸۱ ۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ الْعُمْرَةَ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

۳۸۱۔ عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اگر کسی شخص نے عمرہ کا احرام باندھ کر صرف خانہ کعبہ کا طواف کیا ہو اور صفا اور مروہ کے درمیان نہ دوڑا ہو تو اس کو احرام سے باہر آنا اور اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے یا

امْرَأَتَهُ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتّٰى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

نہیں؟ (عمرہ میں صفا اور مروہ کی سعی کرنی فرض ہے اور رکن ہے اگر اس کو نہ کرے تو عمرہ جائز نہیں ہوتا ہے) سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں تشریف لائے سو آپ نے خانہ کعبہ کے گرد سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے اور تحقیق ہے واسطے تمہارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیروی نیک اور عمرو بن دینار نے کہا کہ ہم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس شخص کا حال پوچھا سو اس نے کہا کہ وہ عورت کے پاس نہ جائے یہاں تک کہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے۔

فائدہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس آیت سے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب کہا ہے مگر اس سے لازم آتا ہے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنا بھی واجب ہے لیکن اس کے بہت لوگ قائل ہیں اور مقام ابراہیم کے پیچھے آپ کا نماز پڑھنا یہی وجہ مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے ہے۔

۳۸۲ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سَيْفٍ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ فَقِيْلَ لَهُ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَأَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ وَأَجِدُ بِلَالًا قَائِمًا بَيْنَ الْبَابَيْنِ فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقُلْتُ أَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ قَالَ نَعَمْ رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلٰى يَسَارِهٖ إِذَا دَخَلْتَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى فِيْ وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ.

۳۸۲۔ مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کسی نے آ کر کہا کہ یہ دیکھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر داخل ہوئے ہین یعنی جا کر دیکھ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر کیا کرتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا سو میں کعبہ کی طرف آیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے آنے سے پہلے ہی کعبہ سے باہر نکل آئے تھے اور میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دروازے کی دونوں طرفوں میں کھڑے ہوئے پایا سو میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے یا نہیں؟ اُس نے کہا ہاں آپ نے دو رکعت نماز پڑھی ہے درمیان دونوں ستونوں کے جو داخل ہونے کے وقت بائیں طرف رہتے ہیں پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ سے باہر نکلے اور کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقام ابراہیم کا استقبال کرنا واجب نہیں اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی سو اگر مقام کی طرف منہ کرنا واجب ہوتا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز صحیح نہ ہوتی اس لیے کہ کعبہ کے اندر

آپ کا منہ مقام کی طرف نہیں تھا اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

٣٨٣ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَآءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ دَعَا فِيْ نَوَاحِيْهِ كُلِّهَا وَلَمْ يُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَ مِنْهُ فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ قُبُلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ هٰذِهِ الْقِبْلَةُ.

٣٨٣۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر داخل ہوئے تو آپ نے اس کی تمام طرفوں میں دعا کی اور اس کے اندر نماز پڑھی یہاں تک کہ آپ باہر نکل آئے سو جب آپ باہر آئے تو کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ یہ کعبہ ہے۔

فائدہ: یعنی اب بیت المقدس کا قبلہ ہونا موقوف ہوا یا یہ معنی ہے کہ جو کعبہ کو آنکھ سے دیکھے اس پر واجب ہے کہ اس کو ٹھیک اپنے منہ کے سامنے کرے بخلاف غائب لوگوں کے اور یا یہ معنی ہے کہ جس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہے وہ نہ مکہ ہے اور نہ حرم اور نہ مسجد حرام ہے جو گرد کعبہ کے ہے بلکہ وہ فقط کعبہ کا گھر ہے اور یہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز نہیں پڑھی سو یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرسل ہے اس لیے کہ وہ اس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھے اور بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھا بلکہ حدیث بلال رضی اللہ عنہ کی راجح ہوگی اور مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اس طور پر ہو سکتی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دو رکعت نماز پڑھنا مقام ابراہیم میں نہیں تھا پس معلوم ہوا کہ مقام کے سامنے نماز پڑھنی واجب نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ التَّوَجُّهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ حَيْثُ كَانَ. نمازی کے قبلے کی طرف منہ کرنے کا بیان جس جگہ میں ہو۔

فائدہ: یعنی نمازی خواہ مشرق میں ہو یا مغرب میں ہو سفر میں ہو یا حضر میں ہو جب نماز پڑھنے لگے تو قبلے کی طرف منہ کرنا واجب ہے اور مراد نماز سے فرضی نماز ہے نہ نفلی جیسے کہ دوسرے باب میں حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَكَبِّرْ.

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے وقت قبلے کی طرف منہ کر اور تکبیر تحریمہ کہہ۔

٣٨٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَآءٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَآئِيْلُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٣٨٤۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے رہے بیت المقدس کی طرف سولہ مہینے یا سترہ مہینے تک اور آپ کو پسند آتا تھا یہ کہ آپ کو کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ

صَلّٰى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ أَنْ يُوَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ﴾ فَتَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ وَقَالَ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ وَهُمُ الْيَهُوْدُ ﴿مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ فَصَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ مَا صَلّٰى فَمَرَّ عَلٰى قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فِيْ صَلَاةِ الْعَصْرِ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ تَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ فَتَحَرَّفَ الْقَوْمُ حَتّٰى تَوَجَّهُوْا نَحْوَ الْكَعْبَةِ.

وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ﴾ یعنی تحقیق دیکھتے ہیں ہم پھرنا منہ تیرے کا طرف آسمان کی یعنی واسطے انتظار وحی کے کہ قبلہ کعبہ کی طرف ہو جائے۔ (یہ اس لیے تھا کہ کعبہ افضل ہے بیت المقدس سے اور نیز وہ آپ کے دادے ابراہیم علیہ السلام کا کعبہ تھا) سو آپ نے کعبہ کی طرف منہ پھیرا اور اس کی طرف نماز پڑھنے لگے سو بے وقوف لوگوں (کہ یہودیوں میں) نے کہا کہ کس چیز نے پھیرا ہے ان کو اس قبلہ سے جو تھے وہ اُس پر اے پیغمبر تو کہہ دے کہ واسطے اللہ کے ہے مشرق اور مغرب یعنی ذاتی خصوصیت کسی جگہ کو نہیں ہے بلکہ حکم الٰہی کے سب تابع ہیں ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے طرف راہ سیدھی کی سو ایک مرد نے حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی یعنی کعبہ کی طرف منہ کر کے پھر وہ شخص نماز پڑھ کر نکلا اور انصار کی ایک جماعت پر گزرا جو عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف پڑھ رہے تھے سو اُس نے کہا میں اللہ کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ﷺ کے ساتھ مکے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے یعنی آپ کا قبلہ مکے کی طرف ہو گیا ہے سو وہ لوگ اُسی حالت میں پھر گئے اور مکے کی طرف منہ کر لیا۔

فائدہ: جب حضرت ﷺ مکے سے ہجرت کر کے مدینہ میں گئے تو وہاں اکثر یہودی رہتے تھے اور ان کا قبلہ بیت المقدس کی طرف تھا سو اللہ تعالیٰ نے حضرت ﷺ کو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا پس اس سے یہودیوں کو بہت خوشی ہوئی سو آپ نے سترہ مہینے تک اس طرف نماز پڑھی پھر آپ کو کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ہوا اور کعبہ کی طرف نماز پڑھنا اس واسطے پسند آتا تھا کہ یہودی کہتے تھے کہ محمد ﷺ ہمارے دین میں مخالف ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہے سو یہ آیت اتری جو مذکور ہو چکی ہے اور بعض حدیثوں سے صبح کی نماز معلوم ہوتی ہے لیکن صحیحین میں یہی عصر کی نماز آئی ہے پس اسی کو ترجیح ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المقدس مدینہ سے اتر کی طرف واقع ہے اور کعبہ دکھن کی طرف واقع ہے پس نماز کے اندر کعبہ کی طرف پھر جانے سے یہ لازم ہے کہ امام اور مقتدیوں کی صفیں کئی قدم نماز میں چلی ہوں اس لیے کہ اگر سب لوگ اپنی اپنی جگہ میں کھڑے ہوئے

پھر جاتے تو امام مقتدیوں کی صف کے پیچھے ہو جاتا اور عورتوں کی صف مردوں کی صف کے آگے ہو جاتی پس ثابت ہوا کہ کئی قدم متواتر نماز میں چلے ہوں گے اور حنفیہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے لیکن نسخ کی کوئی دلیل نہیں اور نہ تاخر ناسخ کا منسوخ سے ثابت ہوتا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ نے کعبہ کی طرف نماز پڑھی اور صحابہ نے بھی جس جگہ تھے اُس جگہ سے مکے کی طرف منہ پھیر لیا پس اسی طرح سے ہر شخص پر لازم ہے کہ جس جگہ ہو نماز کے وقت مکے کی طرف منہ کر لے پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

٣٨٥ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ فَإِذَا أَرَادَ الْفَرِيْضَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

٣٨٥۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ اپنی سواری پر نماز پڑھا کرتے تھے جس طرف کو وہ جاتی یعنی جس طرف سواری جاتی اُسی طرف منہ کر کے آپ بھی نفلی نماز اس کے اوپر پڑھتے چلے جاتے سو جب آپ فرض پڑھنے چاہتے تو سواری سے نیچے اتر آتے اور کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ جب کوئی فرض نماز پڑھنے لگے تو اس کو لازم ہے کہ کعبہ کی طرف منہ کرے خواہ کسی ملک میں ہو مگر سخت خوف کے وقت استقبال ترک کرنا جائز ہے۔

٣٨٦ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ لَا أَدْرِيْ زَادَ أَوْ نَقَصَ فَلَمَّا سَلَّمَ قِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَحَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا فَثَنٰى رِجْلَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمَّا أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ إِنَّهٗ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ لَنَبَّأْتُكُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ

٣٨٦۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے نماز پڑھی اور آپ کو اس میں سہو ہو گیا ابراہیم (راوی) نے کہا کہ مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ آپ اُس میں کوئی رکعت زیادہ پڑھ گئے یا کم پڑھی سو جب آپ نے سلام کہی تو کسی نے عرض کی کہ یا حضرت کیا نماز میں کوئی نیا حکم پیدا ہوا ہے آپ نے فرمایا نئی کیا چیز ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپ نے ایسی ایسی نماز پڑھی ہے یعنی نماز میں کچھ زیادہ پڑھا گیا ہے یا کم پڑھا گیا ہے سو آپ نے اپنے دونوں پاؤں کو پھیرا اور قبلے کی طرف منہ کیا اور دو سجدے کیے پھر سلام پھیری سو جب آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا اگر نماز میں کوئی نیا حکم آتا تو البتہ میں تم کو اس کی خبر دیتا لیکن میں تو آدمی ہوں مثل

وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ.

تمہاری بھول جاتا ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو سو جب میں بھول جاؤں تو مجھ کو یاد کراؤ یعنی سبحان اللہ وغیرہ سے سو جب کوئی شک کرے اپنی نماز میں تو چاہیے کہ تلاش کرے ٹھیک بات کو تا تردد اور شک دفع ہو جائے اور یقین حاصل ہو پھر اسی پر نماز تمام کرے پھر سلام کہے پھر دو سجدے کرے۔

فائدہ: اس حدیث میں ہے کہ حضرت ﷺ نے پاؤں کو پھیر کر قبلے کی طرف کیا پس اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں استقبال قبلہ کو ترک کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے اور یہی ہے وجہ مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبیوں سے احکام میں بھول ہو جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تاخیر بیان کے وقت حاجت سے جائز نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کو مقتدیوں کے قول کی پیروی کرنی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بھول کر نماز میں قبلہ سے منہ پھیر لینا یا بھول کر نماز میں کلام کر لینا نماز کو نہیں توڑتا اور باقی بحث اس حدیث کی اپنے موقع پر آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقِبْلَةِ وَمَنْ لَّمْ يَرَ الْإِعَادَةَ عَلٰى مَنْ سَهَا فَصَلّٰى إِلٰى غَيْرِ الْقِبْلَةِ.

قبلے کی حدیثوں اور اس کی طرف منہ کرنے کا بیان یعنی سوائے اس کے جو مذکور ہوا ہے اور جو بھول کر قبلے کے سوا دوسری طرف نماز پڑھ لے تو اس کے نماز کے نہ دوہرانے کا بیان۔

فائدہ: یعنی اندھیری رات میں اگر کسی کو قبلہ معلوم نہ ہو اور خوب کوشش اور فکر کر کے اُس نے ایک طرف کو قبلہ ٹھہرا کر نماز پڑھ لی اور نماز پڑھنے سے بعد ظاہر ہوا کہ اس نے قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی بلکہ قبلہ کے سوا دوسری طرف نماز پڑھی ہے تو اس صورت میں اس پر نماز کا دوہرانا لازم نہیں ہے بلکہ وہ نماز اس کی جائز ہے اور یہ ہے مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر نماز دوہرانا لازم ہے۔

وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَكْعَتَيِ الظُّهْرِ وَأَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهٖ ثُمَّ أَتَمَّ مَا بَقِيَ.

یعنی تحقیق حضرت ﷺ نے ظہر کی دو رکعت پڑھ کر سلام کہا یعنی بھول کر چار کی جگہ دو پڑھیں پھر لوگوں کی طرف منہ کیا یعنی قبلے کی طرف پیٹھ کی پھر باقی دو رکعت پڑھیں۔

فائدہ: یہ حدیث ذوالیدین کا ایک ٹکڑا ہے اور پوری حدیث آگے آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ اور اس سے غرض یہ ہے کہ بعد ظاہر ہونے خطاء کے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کے آپ نے نماز کو نہ دوہرایا بلکہ باقی ماندہ کو پڑھ لیا اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ آپ کا پہلی نماز پر بنا کرنا اس پر دلالت کرتا

ہے کہ آپ قبلے کی طرف پیٹھ کرنے کے وقت نماز میں تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ جو بھول کر غیر قبلے کی طرف نماز پڑھ جائے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی ہے اور یہی ہے وجہ مناسبت حدیث کی ترجمہ سے۔

۳۸۷ ۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَافَقْتُ رَبِّيْ فِيْ ثَلَاثٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى فَنَزَلَتْ ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ وَاٰيَةُ الْحِجَابِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ أَمَرْتَ نِسَآئَكَ أَنْ يَّحْتَجِبْنَ فَإِنَّهُ يُكَلِّمُهُنَّ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ الْحِجَابِ وَاجْتَمَعَ نِسَآءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُنَّ عَسٰى رَبُّهٗ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُّبْدِلَهٗ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ و حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا بِهٰذَا.

۳۸۷۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تین باتوں میں اپنے رب سے موافق ہو گیا یعنی اللہ نے میری رائے کے موافق حکم اتارا ایک یہ کہ میں نے کہا یا حضرت اگر ہم مقام ابراہیم کو جائے نماز ٹھہرادیں تو بہتر ہو سو اس وقت یہ آیت اتری ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ یعنی پکڑو مقام ابراہیم کو جائے نماز اور دوسرا یہ کہ موافقت کی میں اللہ کو آیت پردہ میں وہ یہ کہ میں نے کہا یا حضرت اگر آپ اپنی عورتوں کو پردہ کراؤ تو بہت بہتر ہو اس لیے کہ بھلا اور برا آدمی اُن سے کلام کرتا ہے یعنی ہر قسم کا آدمی اُن سے کلام کرتا ہے سو یہ بات لائق نہیں سو اُس وقت پردہ کرانے کی آیت اتری یعنی ﴿يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ﴾ اور تیسرا یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب بیویاں جمع ہو کر آپ پر غصے ہوئیں اور آپ سے زیادہ خرچ مانگنے لگیں اور آپ کو تنگ کیا سو میں نے آپ کی بیویوں کو کہا کہ نزدیک ہے کہ پروردگار آپ کا اگر طلاق دیں تم کو یہ کہ بدلہ دیے اس کو بیویں بہتر تم سے سو موافق میری رائے کے یہ آیت اتری غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس سے قوت دینا ہے پہلے اسناد کو اس لیے کہ یہ اسناد اس سے زیادہ تر قوی ہے۔

فائدہ: پردہ کا مسئلہ اور طلاق کا بیان سورہ احزاب میں اور سورہ نجم میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تین چیزوں کو خاص کرنا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ کسی اور چیز میں موافقت نہ ہوئی ہو اس لیے کہ اس کے سواء اور بہت حکموں میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق وحی اتری چنانچہ بعضوں نے لکھا ہے کہ وہ پندرہ حکم ہیں اور موافقت اس حدیث کی ترجمہ کے پہلے جزء سے ہے اور وہ اس طور پر ہے کہ مقام ابراہیم کو جائے نماز ٹھہرانے کا یہ معنی ہے کہ مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے درمیان رکھ کر نماز پڑھو پس یہ آیت دلالت

کرتی ہے اس پر کہ کعبہ قبلہ ہے۔

۳۸۸ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَآءٍ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ إِذْ جَآءَ هُمْ اٰتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ وَّقَدْ أُمِرَ أَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا إِلَى الْكَعْبَةِ.

۳۸۸۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ لوگ مسجد قبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے یکا یک ان کے پاس کوئی شخص آیا سو اُس نے آ کر کہا کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن اُتارا گیا ہے یعنی ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ﴾ الآیۃ سو آپ کو یہ حکم ہوا ہے کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کریں سو تم بھی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو اور حالانکہ اُن کے منہ شام کی طرف تھے یعنی پہلے حکم کے موافق بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے سو وہ لوگ اسی حالت نماز میں کعبہ کی طرف پھر گئے۔

فائدہ: پہلے گزر چکا ہے کہ یہ خبر ان کو نماز عصر میں پہنچی تھی اور اس حدیث میں ہے کہ یہ خبر ان کو صبح کی نماز میں پہنچی تھی سو ان دونوں میں تطبیق اس طور سے ہے کہ عصر کی نماز میں مدینہ کے لوگوں کو خبر پہنچی تھی اور مسجد قبا مدینہ سے دور ہے ان کو یہ خبر صبح کی نماز میں پہنچی تھی پس ان میں کوئی منافات نہیں ہے اور مناسبت اس حدیث کی ترجمہ کے اول جزء سے اس طور پر ہے کہ آپ کو قبلے کی طرف منہ پھیر کر نماز پڑھنے کا حکم ہوا اور دوسرے جزء سے اس طور پر ہے کہ ان لوگوں نے پہلے کچھ نماز منسوخ قبلے کی طرف پڑھی اس لیے کہ ان کو پہلے قبلے سے منہ پھیر لینا واجب تھا لیکن بے خبری سے انہوں نے نماز پڑھ لی اور ان کو اس نماز کے دوہرانے کا حکم نہ ہوا پس اس سے معلوم ہوا کہ اگر بھول کر غیر قبلے کی طرف نماز پڑھ جائے تو اس کا حکم بھی یہی ہے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ حکم ناسخ کا ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ پہنچ نہ جائے اس لیے کہ اہل قبا کو نماز دہرانے کا حکم نہیں ہوا باوجودیکہ سابق قبلہ اُن کی اس نماز سے پہلے منسوخ ہو چکا تھا اور کہ کہ خبر واحد پر عمل کرنا واجب ہے اور یہ کہ جو نماز سے باہر ہو اگر نمازی کو کوئی حکم تعلیم کرے تو جائز ہے اور یہ کہ نمازی اگر نماز سے باہر والے کی کلام سن لے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے۔

۳۸۹ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ خَمْسًا فَقَالُوْا أَزِيْدَ فِي

۳۸۹۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھی یعنی بھول کر چار کے بدلے پانچ پڑھ گئے سو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا نماز زیادہ ہوگئی ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے اس پوچھنے کا کیا سبب ہے یا وہ زیادتی

الصَّلاةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا صَلَّيْتَ خَمْسًا فَثَنٰى رِجْلَيْهِ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

کیا چیز ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھی ہے سو آپ نے اپنے دونوں پاؤں کو پھیرا یعنی قبلے کی طرف منہ پھیرا اور دو سجدے کیے۔

فائدہ: جس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا اس وقت آپ قبلے کی طرف پیٹھ دیے بیٹھے تھے جیسے کہ اوپر کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے پھر آپ نے اپنی پہلی نماز پر بنا کی پس اس سے معلوم ہوا کہ جو بھول کر غیر قبلے کی طرف نماز پڑھی جائے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے اور حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں یہ حکم ہے کہ اُن کے ساتھ ایک رکعت اور جوڑ کر ان کو چھ رکعت پوری کرے لیکن اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف پانچ رکعتیں پڑھیں اور فقط لوگوں سے سن کر سجدہ سہو کر لیا۔

بَابُ حَكِّ الْبُزَاقِ بِالْيَدِ مِنَ الْمَسْجِدِ.

مسجد سے ہاتھ کے ساتھ تھوک دور کرنے کا بیان۔

فائدہ: بصاق اور بزاق اُس تھوک کو کہتے ہیں جو منہ سے آئے بلغم ہو یا کچھ اور اور مخاط اس کو کہتے ہیں جو سینڈھ ناک سے آئے اور نخامہ اس کو کہتے ہیں جو سر سے آئے یا سینہ سے آئے اب یہاں سے احکام مسجد کا بیان ہے اور جو اس کے متعلق ہے استقبال قبلہ وغیرہ کے احکام سے۔

۳۹۰ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتّٰى رُئِيَ فِيْ وَجْهِهٖ فَقَامَ فَحَكَّهٗ بِيَدِهٖ فَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِيْ صَلَاتِهٖ فَإِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ أَوْ إِنَّ رَبَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَلَا يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهٖ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَآئِهٖ فَبَصَقَ فِيْهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ أَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا.

۳۹۰۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے قبلہ کی دیوار میں سینڈھ لگا ہوا دیکھا سو یہ دیکھنا آپ پر بہت دشوار گزرا یعنی آپ غصے ہوئے یہاں تک کہ اُس کا اثر آپ کے چہرہ مبارک میں ظاہر ہوا یعنی آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا سو آپ کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھ سے اس کو کھرچ ڈالا سو فرمایا کہ بے شک جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات اور عرض کرتا ہے یعنی قرآن اور تسبیح اور ذکر وغیرہ پڑھتا ہے اور یا رب اس کا اس کے اور قبلے کے درمیان ہے یعنی حاضر اور شاہد ہے سو کوئی آدمی کہکھار کے اپنے قبلے کے سامنے نہ تھوکے لیکن اپنی بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے تلے تھوکے پھر آپ نے اپنے کپڑے کے کنارے کو پکڑا اور اس میں تھوکا پھر اس کو مل ڈالا اور فرمایا اس طرح کرے جیسے کہ میں نے کیا ہے۔

فائدہ: قبلے کی طرف تھوکنا اس واسطے منع ہے کہ نمازی اللہ سے عرض معروض کرتا ہے اور اللہ سامنے قبلہ کے حاضر ہے اور داہنی طرف فرشتہ ہے پس اگر نماز کے اندر تھوک آ جائے تو کپڑے میں لے اور اس کو مل ڈالے اور بائیں پاؤں کے تلے تھوکنے کا حکم جو فرمایا تو یہ حکم مسجد کے سوا اور جگہ کا ہے اس لیے کہ آگے آئے گا کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور کفارہ اس کا اس کو دفن کر دینا ہے اور مناسبت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

۳۹۱ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى بُصَاقًا فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ فَحَكَّهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَلَا يَبْصُقُ قِبَلَ وَجْهِهٖ فَإِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ إِذَا صَلّٰى.

۳۹۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے قبلے کی دیوار میں تھوک لگا دیکھا سو اس کو کھرچ ڈالا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے سو فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہو تو اپنے منہ کے سامنے نہ تھوکے اس لیے کہ جب کوئی نماز پڑھتا ہے تو اللہ اُس کے منہ کے سامنے ہوتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبلے کی طرف تھوکنا حرام ہے خواہ مسجد میں ہو یا نہ ہو خاص کر نمازی کے لیے تو بہت ہی برا ہے۔

۳۹۲ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا أَوْ بُصَاقًا أَوْ نُخَامَةً فَحَكَّهُ.

۳۹۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلے کی دیوار میں تھوک یا سینڈھ لگا دیکھا سو آپ نے اس کو کھرچ ڈالا۔

فائدہ: مناسبت ان حدیثوں کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

بَابُ حَكِّ الْمُخَاطِ بِالْحَصٰى مِنَ الْمَسْجِدِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنْ وَطِئْتَ عَلٰى قَذَرٍ رَطْبٍ فَاغْسِلْهُ وَإِنْ كَانَ يَابِسًا فَلَا.

مسجد سے پتھر کے ساتھ سینڈھ کھرچنے کا بیان اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر تو تر پلیدی پر چلے اور تیرے پاؤں کو لگ جائے تو اس کو پانی سے دھو ڈالا اور اگر خشک ہو تو دھونے کی کچھ حاجت نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر تر پلیدی جیسے کہ بول وغیرہ ہے جوتی کو لگ جائے تو سوائے دھونے کے پاک نہیں ہوتی ہے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ اور جن حدیثوں میں نہ دھونے کا ذکر ہے وہ خشک پلیدی پر محمول

ہیں اور اس حدیث میں اشارہ ہے اس طرف کہ منع کی علت محض تعظیم قبلہ کی ہے نہ محض ایذاء پانا اس لیے کہ تر اور خشک میں کچھ فرق نہیں بخلاف اُس کے جس میں علت محض پلیدی ہے کہ اُس میں خشک سے کچھ نقصان نہیں ہے۔

۳۹۳ ۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيْدٍ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِيْ جِدَارِ الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَ حَصَاةً فَحَكَّهَا فَقَالَ إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْهِهٖ وَلَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَّسَارِهٖ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى.

۳۹۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار میں سینڈھ لگا دیکھا سو آپ نے ایک پتھر سے اس کو کھرچ ڈالا سو فرمایا کہ جب کوئی کھنکھار کے تھوکے تو اپنے منہ کے سامنے نہ تھوکے اور نہ اپنے داہنے اور چاہیے کہ اپنی بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے تلے تھوکے۔

فائدہ: اس باب کو مکرر لانے کے کئی سبب ہیں بعض لوگ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ سینڈھ ناپاک ہے اور کہتے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کھرچ ڈالنا واسطے جگہ پاک کرنے کے تھا نہ واسطے صاف کرنے کے سو امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس سے اس مذہب کو ثابت کرنا ہے اور احتمال ہے کہ بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس مذہب کو باطل کرنے کی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد امام بخاری رحمہ اللہ کی ایک حدیث کے کئی طریق پر بیان کرنے کی ہو اس لیے کہ یہ اُس کی عادت ہے کہ ایک حدیث کو کئی بار دہرا کر لاتا ہے لیکن اس کی سند دوسری ہوتی ہے سو جو لفظ حدیث میں واقع ہو اُسی لفظ سے ترجمہ باندھتا ہے اور اُس سے فقط غرض یہ ہوتی ہے کہ اس حدیث کے بہت طریق ہیں اور یہ حدیث کئی سندوں سے آئی ہے اور اس وجہ سے بخاری کی بہت مشکل جگہیں حل ہو جاتی ہیں اور یا یہ کہ اس باب اور سابق باب میں فرق ہے اس لیے کہ مخاط اس کو کہتے ہیں جو جرم دار اور لیس دار ہو پس اس کو تھوکنے میں تکلیف کرنی پڑتی ہے بخلاف بزاق کے کہ اُس کا جرم نہیں اور نہ اُس میں تکلیف کرنی پڑتی ہے اور اس باب میں مخاط کا لفظ ہے اور حدیث میں نخامہ کا لفظ ہے سو درحقیقت ان دونوں میں کچھ فرق نہیں پس اسی وجہ سے یہ حدیث ترجمہ سے مناسب ہے۔

بَابُ لَا يَبْصُقْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فِي الصَّلَاةِ.

نماز میں جب کوئی کھنکھار کے تھوکے تو اپنے داہنے نہ تھوکے بلکہ بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے تلے تھوکے۔

۳۹۴ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ

۳۹۴۔ ترجمہ اس حدیث کا کئی بار گزر چکا ہے۔

حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيْدٍ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى نُخَامَةً فِيْ حَآئِطِ الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَصَاةً فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَخَّمْ قِبَلَ وَجْهِهٖ وَلَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَّسَارِهٖ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى.

٣٩٥ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتْفِلَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهٖ أَوْ تَحْتَ رِجْلِهٖ.

٣٩٥۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی تم میں سے کھکھار کے اپنے منہ کے سامنے نہ تھوکے اور نہ اپنے داہنے لیکن اپنی بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے تلے تھوکے۔

فائدہ: اس باب کا مطلب پہلے بابوں میں آ چکا ہے اب اس باب کو دوبارہ لانے سے غرض یہ ہے کہ جو بعض حدیثوں میں اپنے آگے اور داہنی طرف تھوکنے کی مطلق ممانعت آئی ہے وہ مقید ہے ساتھ حالت نماز کے یعنی تھوکنا فقط نماز کی حالت میں منع ہے نماز سے باہر آگے اور داہنی طرف تھوکنا منع نہیں جیسے کہ آئندہ باب کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اکثر عادت ہے کہ بہت جگہ حدیث باب سے ترجمہ معلوم نہیں ہوتا لیکن اس ترجمہ سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ اس حدیث کے بعض طریقوں سے ثابت ہے امام نووی نے لکھا ہے کہ آگے اور داہنے طرف تھوکنا ہر حال میں منع ہے خواہ نماز میں ہو یا باہر ہو مسجد میں ہو یا باہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر بائیں طرف کوئی آدمی نہ ہو تو نہ بائیں تھوکے نہ داہنے لیکن پاؤں کے تلے یا کپڑے میں اور اگر پاؤں تلے کوئی فرش ہو تو فقط کپڑے میں تھوکے اور اگر کپڑا موجود نہ ہو تو تھوک کو نگل جائے اور نیز حدیث ابوسعید اور ابو ہریرہ کی جو یہاں مکرر لایا ہے تو اس کی سند دوسری ہے اور صرف اتنی ہی مغایرت کافی ہے جیسے کہ ہم کئی بار اس پر تنبیہ کر چکے ہیں۔

بَابُ لِيَبْزُقْ عَنْ يَّسَارِهٖ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى.

چاہیے کہ اپنی بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے

٣٩٦ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ

٣٩٦۔ ترجمہ اس حدیث کا اوپر گزر چکا ہے۔

حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يُنَاجِيْ رَبَّهٗ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهٖ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ.

۳۹۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْصَرَ نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَّهَا بِحَصَاةٍ ثُمَّ نَهٰى أَنْ يَّبْزُقَ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَيْهِ أَوْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهٖ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى وَعَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ حُمَيْدًا عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ نَحْوَهٗ.

۳۹۷۔ ترجمہ اس حدیث کا اوپر گزر چکا ہے۔

فائدہ: دو بار اس حدیث کو لانے سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ سماع زہری کا حمید سے ثابت ہے پہلے طریقوں میں یہ حدیث معنعن ہے اُس میں سماع کا ذکر نہیں اور نیز یہ سند بھی دوسری ہے پس اتنا ہی فرق کافی ہے۔

بَابُ كَفَّارَةِ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ.

مسجد میں تھوکنے کے کفارہ کا بیان۔

۳۹۸ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَّكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا.

۳۹۸۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کو مٹی سے دبا دینا اُس گناہ کا کفارہ ہے۔

فائدہ: مٹی سے دبا دینا اُس وقت ہے جب کہ مسجد میں خاک ہو اور اگر مسجد سنگین ہو یا اس میں گچ لگی ہو تو تھوک کو پونچھ ڈالنا چاہیے اور بعضوں نے کہا کہ مسجد میں تھوکنا اُس شخص کو جائز ہے جو کسی عذر سے مسجد سے باہر نکلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو بشرطیکہ اُس کو دفن کر دے اور جس کو کوئی عذر نہ ہو اس کو مسجد میں تھوکنا جائز نہیں ہے واللہ اعلم۔

بَابُ دَفْنِ النُّخَامَةِ فِي الْمَسْجِدِ.

مسجد میں سینڈھ ڈالنے کے دفن کرنے کا بیان۔

۳۹۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا

۳۹۹۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَبْصُقْ أَمَامَهُ فَإِنَّمَا يُنَاجِي اللّٰهَ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ مَلَكًا وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ فَيَدْفِنُهَا.

جب کوئی نماز کی طرف کھڑا ہوتو اپنے منہ کے سامنے نہ تھوکے اس لیے کہ نمازی اللہ سے عرض معروض کرتا ہے جب تک کہ اپنی نماز کی جگہ ٹھہرا رہے اور نہ اپنے داہنے تھوکے اس لیے کہ اس کی داہنی طرف فرشتہ ہے اور چاہیے کہ اپنی بائیں طرف یا اپنے بائیں پاؤں کے تلے تھوکے اور اس کو مٹی سے دبا دے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں تھوک دفن کرنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور پہلے باب میں کفارے کا ذکر کیا اور اس باب میں دفن کا ذکر کیا تو شاید غرض یہ ہے کہ پہلے باب میں وہ شخص مراد ہے جو جان کر بلا حاجت مسجد میں تھوکے اور اس باب میں وہ شخص مراد ہے جس پر تھوک غلبہ کرے سو پہلے کو گناہ ہے اور دوسرے کو گناہ نہیں ہے۔

بَابُ إِذَا بَدَرَهُ الْبُزَاقُ فَلْيَأْخُذْ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ.

جب تھوک نماز پر غلبہ کرے اور اس کو روک نہ سکے تو اپنے کپڑے میں لے۔

٤٠٠ ـ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَحَكَّهَا بِيَدِهِ وَرُئِيَ مِنْهُ كَرَاهِيَةٌ أَوْ رُئِيَ كَرَاهِيَتُهُ لِذٰلِكَ وَشِدَّتُهُ عَلَيْهِ وَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَإِنَّمَا يُنَاجِي رَبَّهُ أَوْ رَبُّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قِبْلَتِهِ فَلَا يَبْزُقَنَّ فِي قِبْلَتِهِ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَآئِهِ فَبَزَقَ فِيهِ وَرَدَّ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ قَالَ أَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا.

۴۰۰۔ ترجمہ اس حدیث کا اوپر گزر چکا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اس کی سند دوسری ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں تھوک کے غلبہ کرنے کی قید مذکور نہیں بلکہ بلا غلبہ کرنے کے بھی تھوکنا جائز معلوم ہوتا ہے سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے موافق اس باب باندھنے سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں تھوک غلبہ کرنے کی قید مذکور ہے چنانچہ صحیح مسلم میں یہ لفظ صریح آ چکا ہے اور اس حدیث سے ثابت ہوتا

ہے کہ حسن وقبیح چیزوں کا شرع سے ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ داہنے کو بائیں پر فضیلت ہے اور ہاتھ کو پاؤں پر فضیلت ہے اور یہ کہ نیکیوں کو بہت جمع کرنا چاہیے اگرچہ آدمی بڑا ہی بزرگ ہو اس لیے کہ حضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ سے تھوک کو کھرچ ڈالا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تھوک اور سینڈھ پاک ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے اپنے کپڑے میں تھوک کو مل ڈالا اور غلبہ کے وقت کپڑے میں تھوک لینے کا حکم فرمایا پس اگر تھوک ناپاک ہوتی تو آپ کپڑے میں لینے کا حکم نہ فرماتے اور نہ آپ کرتے خاص کر نماز کی حالت میں تو بطریق اولیٰ جائز نہ ہوتا۔

بَابُ عِظَةِ الْإِمَامِ النَّاسَ فِيْ إِتْمَامِ الصَّلَاةِ وَذِكْرِ الْقِبْلَةِ.

امام کا لوگوں کو تمام کرنے نماز کی نصیحت کرنا اور بیان قبلہ کا۔

۴۰۱ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هَا هُنَا فَوَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ إِنِّيْ لَأَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ.

۴۰۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کیا تم دیکھتے ہو کہ منہ میرا ادھر ہے یعنی تم گمان کرتے ہو کہ میں نماز میں تمہارے کاموں کو نہیں دیکھتا ہوں صرف آگے کی طرف سے دیکھتا ہوں واسطے ہونے منہ میرے کے طرف قبلے کی سو ایسا نہیں بلکہ میں ہر طرف دیکھتا ہوں سو قسم اللہ کی مجھ پر تمہارا رکوع اور سجدہ چھپا نہیں رہتا تحقیق میں تم کو دیکھتا ہوں اپنی پس پشت سے یعنی تمہاری نماز کا حال سب مجھ کو معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ: مراد حضرت ﷺ کی اپنی پیٹھ پیچھے دیکھنے سے حقیقی دیکھنا ہے اپنی آنکھ سے اور یہ حضرت ﷺ کے لیے خارق عادت تھی کی آگے کی آنکھوں سے آپ کو اپنے پیچھے کی طرف سے بھی نظر آتا تھا اس لیے کہ اہل سنت کے نزدیک حق یہی قول ہے کہ دیکھنے کے واسطے کوئی عضو مخصوص ہونا اور سامنے ہونا شرط نہیں بلکہ اس کے سوا بھی ہوسکتا ہے اور مناسبت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

۴۰۲ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ فِي الصَّلَاةِ وَفِي الرُّكُوْعِ إِنِّيْ لَأَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآئِيْ كَمَا أَرَاكُمْ.

۴۰۲۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ہم کو ایک نماز پڑھائی پھر آپ منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ میں تم کو نماز اور رکوع میں اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں جیسے کہ تم کو آگے سے دیکھتا ہوں۔

فائدہ: یہاں بھی مراد رؤیت بصری ہے علم کشفی نہیں ہے اور رکوع کو اس واسطے خاص کیا کہ اکثر آدمیوں کی عادت ہے کہ رکوع میں اہتمام نہیں کرتے اور طمانیت کو ترک کر دیتے ہیں یا اتفاقاً خاص اسی نماز میں مقتدیوں سے سستی ہو گئی ہوگی اس واسطے فرمایا کہ نماز کو اچھی طرح پڑھا کرو اس میں قصور نہ کیا کرو۔

بَابٌ هَلْ يُقَالُ مَسْجِدُ بَنِيْ فُلَانٍ.

یہ کہنا کہ یہ مسجد فلاں کی ہے کیسا ہے یعنی مسجد کو کسی شخص بانی وغیرہ کی طرف نسبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟۔

٤٠٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ أُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَآءِ وَأَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ لَمْ تُضْمَرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلٰى مَسْجِدِ بَنِيْ زُرَيْقٍ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ فِيْمَنْ سَابَقَ بِهَا.

۴۰۳۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑ دوڑ میں آگے بڑھ گئے اُن گھوڑوں میں جو گھاس سے خوب پالے ہوئے تھے حفیہ سے ثنیۃ الوداع تک اور آگے بڑھ گئے اُن گھوڑوں میں جو پالے ہوئے تھے ثنیہ سے مسجد بنی زریق تک اور بے شک عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی آگے بڑھ جانے والوں میں سے تھے۔

فائدہ: حفیہ اور ثنیۃ الوداع دو جگہوں کا نام ہے نزدیک مدینہ کے ان دونوں کے درمیان چھ یا سات میل کا فاصلہ ہے اور تضمیر کا یہ معنی ہے کہ لوگ گھوڑ دوڑ کے واسطے پہلے گھاس کھلا کر گھوڑے کو خوب موٹا کرتے ہیں پھر اس کو اپنی معمولی خوراک دیتے ہیں اس سے وہ بہت ہلکا ہو جاتا ہے اور خوب دوڑتا ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حفیہ سے ثنیۃ الوداع تک مقرر کر کے ایسے پلے ہوئے گھوڑوں کے ساتھ گھوڑ دوڑ کی کہ دیکھیں کس کا گھوڑا آگے بڑھ جاتا ہے سو آپ اپنے ساتھی سے آگے بڑھ گئے اسی طرح آپ نے نہ پلے ہوئے گھوڑوں سے ثنیہ سے مسجد زریق تک حد مقرر کر کے گھوڑ دوڑ کی سو اُس میں بھی اپنے ساتھی سے آگے بڑھ گئے اور اس طرح کی گھوڑ دوڑ کرنی شرع میں جائز ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کو بانی یا متولی وغیرہ کی طرف نسبت کرنا اور یہ کہنا کہ یہ مسجد فلانے شخص مثلاً زید یا عمرو کی ہے جائز ہے اور غرض اس سے رد کرنا ہے ابراہیم نخعی کے قول کو کہ وہ کسی کی طرف مسجد کی نسبت کرنے کو مکروہ رکھتا ہے۔

بَابُ الْقِسْمَةِ وَتَعْلِيْقِ الْقِنْوِ فِي الْمَسْجِدِ.

مسجد میں مال تقسیم کرنے اور کھجور کے گچھے لٹکانے کا بیان یعنی جائز ہے۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْقِنْوُ الْعِذْقُ وَالْاِثْنَانِ قِنْوَانِ وَالْجَمَاعَةُ أَيْضًا قِنْوَانٌ مِثْلَ صِنْوٍ

یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قنو کا معنی عذق ہے یعنی خوشہ کھجور کا اور قنو صیغہ واحد کا ہے اور تثنیہ اس کا قنوان

وَصِنْوَانٍ. ہے اور جمع بھی قنوان ہے مثل صنو اور صنوان کے یعنی اس کا تثنیہ اور جمع ایک وزن پر آتا ہے۔

فائدہ: چونکہ قنو قرآن کا لفظ ہے اور یہاں اُس کا ذکر آ گیا تھا اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا معنی بیان کر دیا۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ انْثُرُوْهُ فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ أَكْثَرَ مَالٍ أُتِيَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهِ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ جَآءَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ فَمَا كَانَ يَرٰى أَحَدًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِذْ جَآءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَعْطِنِيْ فَإِنِّيْ فَادَيْتُ نَفْسِيْ وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ فَحَثَا فِيْ ثَوْبِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهٗ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ عَلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ احْتَمَلَهٗ فَأَلْقَاهُ عَلٰى كَاهِلِهٖ ثُمَّ انْطَلَقَ فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال لایا گیا سو فرمایا کہ اس کو مسجد میں ڈال دو اور بکھیر دو اور تھا وہ زیادہ تر اس مال کا جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے باہر آئے اور اس کا کچھ خیال نہ کیا سو جب آپ نماز ادا کر چکے تو اُس مال کے پاس تشریف لائے اور اُس کے پاس بیٹھ گئے (اور تقسیم کرنے لگے) سو آپ جس شخص کو دیکھتے تھے اس کو کچھ مال دے دیتے تھے کہ اچانک حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے سو اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھ کو بھی اس مال سے کچھ دیجیے اس لیے کہ بے شک میں نے بدلہ دیا تھا اپنی جان کا اور بدلہ دیا تھا عقیل کا دن بدر کے جب کہ ہم قید ہو کر آئے تھے یعنی میں نے اُس دن بہت مال خرچ کیا تھا یا میں اس کے سبب سے بہت قرض دار ہو گیا ہوں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ جس قدر تو اٹھا سکے اتنے مال کو اٹھا لے سو اُس نے دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر مال کو اپنے کپڑے میں ڈالا پھر اس کو اٹھانے لگا سو نہ اٹھا سکا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ کسی کو فرمائیے کہ مجھ کو مال اٹھانے میں مدد دے آپ نے فرمایا میں کسی کو نہ کہوں گا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم آپ ہی اٹھا کر میرے سر پر رکھ دو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں اٹھوں گا سو عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے کچھ مال نکال ڈالا تاکہ بوجھ ہلکا ہو جائے

وَسَلَّمَ يُتْبِعُهُ بَصَرَهُ حَتّٰى خَفِيَ عَلَيْنَا عَجَبًا مِنْ حِرْصِهِ فَمَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ.

پھر اس کو اٹھانے لگا سو پھر بھی نہ اٹھا سکا سو حضرت ﷺ سے عرض کی کہ یا حضرت کسی کو فرمایئے کہ مجھ کو یہ بوجھ اٹھوا دے حضرت ﷺ نے فرمایا میں کسی کو نہیں کہوں گا اس نے کہا کہ تم آپ ہی اس کو اٹھا کر مجھ پر رکھ دو آپ نے فرمایا نہ سو عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے کچھ مال اور نکال ڈالا پھر اس کو اٹھایا اور اپنی پیٹھ پر ڈال لیا پھر وہاں سے چلا سو حضرت ﷺ اس کو ہمیشہ دیکھتے رہے یہاں تک کہ آنکھ سے چھپ گیا اس کی حرص سے تعجب کرنے کے لیے سو حضرت ﷺ وہاں سے اُسی وقت کھڑے ہوئے جب کہ وہاں ایک درہم بھی نہ رہا۔

فائدہ: یہ مال زکوۃ کا نہیں تھا اس لیے کہ اگر زکوۃ کا مال ہوتا تو حضرت ﷺ عباس رضی اللہ عنہ کو نہ دیتے اس لیے کہ زکوۃ بنی ہاشم پر حرام ہے بلکہ یہ مال خراج کا تھا جو سب سے پہلے حضرت ﷺ کے پاس آیا تھا اور بحرین ایک شہر کا نام ہے نزدیک عمان کے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ مال لاکھ درہم تھا اور درہم ساڑھے تین ماشہ چاندی کا ہوتا ہے سو جب وہ مال آیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو مسجد میں بکھیر دو پھر اُس کو لوگوں میں تقسیم کر دیا اور عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ جس قدر اٹھا سکے اس مال سے اٹھا لے سو وہ جس قدر اٹھا سکا اٹھا لیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مال خاص حضرت ﷺ کا حق تھا، اس کو تقسیم کرنا آپ کی رائے پر موقوف تھا اس لیے کہ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو زیادہ دیا اور تقسیم میں کمی بیشی کی ورنہ سب کو برابر دینا چاہیے تھا اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوۃ اور صدقہ اور خراج اور غنیمت وغیرہ کے مال کو جس میں سب مسلمان شریک ہوں مسجد میں رکھنا اور اس میں بانٹنا جائز ہے اور یہ وجہ ہے مناسبت حدیث کی ترجمہ سے لیکن شرط یہ ہے کہ نماز پڑھنے کو مانع نہ ہو اور دوسری جزء ترجمہ کی یعنی مسجد میں گچھا لٹکانا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو تقسیم مال پر قیاس کیا ہے اس لیے کہ مسجد میں مال رکھنا محتاجوں کے لیے تھا سو وہ معنی گچھا لٹکانے میں موجود ہے یا اس ترجمہ سے اشارہ کر دیا کہ اس باب میں حدیث آتی ہے لیکن چونکہ اس کی شرط پر نہیں تھی اس کو کتاب میں نہ لایا اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس چیز سے سب لوگوں کو فائدہ پہنچے اس کو مسجد میں رکھنا جائز ہے جیسے کہ پیاس کے لیے پانی رکھنا۔

بَابُ مَنْ دَعَا لِطَعَامٍ فِي الْمَسْجِدِ وَمَنْ أَجَابَ فِيْهِ.

مسجد کے اندر کسی کی دعوت کرنا اور دعوت قبول کرنا کیسا ہے یعنی جائز ہے یا نہیں؟۔

٤٠٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ سَمِعَ أَنَسًا قَالَ وَجَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ مَعَهُ نَاسٌ فَقُمْتُ فَقَالَ لِيْ اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لِطَعَامٍ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لِمَنْ مَعَهُ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ.

۴۰۴۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی آدمیوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھے پایا سو میں کھڑا ہوا سو آپ نے مجھ کو فرمایا کہ کیا تجھ کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے میں نے عرض کی ہاں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے آپ نے فرمایا کھانے کے لیے بلایا ہے میں نے عرض کی ہاں سو آپ نے اپنے گرد بیٹھنے والوں کو فرمایا کھڑے ہو جاؤ سو آپ ہمارے گھر کی طرف چلے اور میں آپ کے آگے آگے چلا۔

فائدہ: بعض کہتے ہیں کہ مسجد میں دنیا کی کلام کرنی منع ہے اس لیے کہ وہ عبادت کے لیے بنائی گئی ہے سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص مسجد میں بیٹھے بیٹھے دوسرے شخص کو کہے کہ میں نے دعوت کی اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کی تو جائز ہے پس غرض اس باب سے یہ ہے کہ اس قسم کی کلام مسجد میں کرنی جائز ہے یہ لغو اور بیہودہ کلام نہیں جس کے مسجد میں کرنے کی ممانعت آئی ہے پس مناسبت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑے کو تھوڑے طعام کی طرف بلانا جائز ہے اور یہ کہ جب معلوم ہو کہ دعوت کنندہ برا نہیں مانے گا تو اپنے ساتھ کسی دوسرے کو لے جانا جائز ہے گو اس کی اجازت صریح نہ ہو۔

بَابُ الْقَضَآءِ وَاللِّعَانِ فِي الْمَسْجِدِ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ.

مردوں اور عورتوں کے درمیان مسجد میں فیصلہ اور لعان کرنا جائز ہے۔

٤٠٥ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ.

۴۰۵۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک ایک مرد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عرض کی کہ یا حضرت بھلا بتلاؤ تو اگر کوئی مرد اپنی عورت کے پاس کسی غیر مرد کو پائے یعنی زنا کرتے ہوئے تو کیا اس کو قتل کر ڈالے یا کیا کرے سو دونوں مرد اور عورت نے مسجد میں لعان کیا اور میں اس وقت وہاں حاضر تھا (یہ سہل کا قول ہے)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں فیصلہ کرنا اور لعان کرنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور یہ حدیث بہت لمبی ہے جیسے کہ باب اللعان میں انشاء اللہ آئے گی لیکن چونکہ مقصود اس جگہ فقط یہی ہے کہ مسجد میں کچہری کرنی جائز ہے اس لیے اسی قدر ضروری اکتفا کیا۔

بَابُ إِذَا دَخَلَ بَيْتًا يُصَلِّيْ حَيْثُ شَآءَ أَوْ

جب کوئی کسی کے گھر میں آئے تو کیا اس کو ہر جگہ میں

حَيْثُ أُمِرَ وَلَا يَتَجَسَّسُ.

نماز پڑھنی جائز ہے یعنی اذن عام کی وجہ سے یا جس جگہ میں کہ گھر والا کہے اور نہ تحقیق کرے کہ یہ جگہ پلید ہے یا پاک ہے۔

٤٠٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ فِيْ مَنْزِلِهٖ فَقَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ لَكَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ فَأَشَرْتُ لَهٗ إِلٰى مَكَانٍ فَكَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

۴۰۶۔ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے گھر میں تشریف لائے سو فرمایا کہ میرا نماز پڑھنا تجھ کو کس جگہ پسند ہے عتبان نے کہا کہ میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا یعنی اس جگہ میں آپ نماز پڑھیے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور ہم صف باندھ کر آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے سو آپ نے دو رکعتیں نماز پڑھی۔

فائدہ: عتبان ایک صحابی تھا اور اندھا ہو گیا تھا مسجد میں نہیں آ سکتا تھا سو اُس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ میرے گھر میں تشریف لاؤ اور ایک جگہ میرے واسطے مقرر کر دو اور آپ بھی وہاں نماز پڑھو تا کہ میں تبرک کے لیے اُس جگہ نماز پڑھا کروں سو اس واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ جس جگہ تجھ کو پسند ہے اُسی جگہ میں نماز پڑھوں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مہمان کو دعوت کنندہ کے گھر میں ہر جگہ نماز پڑھنی جائز ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے اذن لیا کہ گھر والے کو آپ کی نماز کی جگہ سے تبرک حاصل کرنا مقصود تھا اس لیے آپ نے اس سے اس جگہ کی تخصیص پوچھی پس یہی وجہ ہے مناسبت حدیث کی ترجمہ سے۔

بَابُ الْمَسَاجِدِ فِي الْبُيُوْتِ وَصَلَّى الْبَرَآءُ بْنُ عَازِبٍ فِيْ مَسْجِدِهٖ فِيْ دَارِهٖ جَمَاعَةً.

گھروں میں مسجدیں بنانے کا بیان یعنی جائز ہے اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں نماز کے لیے مسجد بنانی جائز ہے۔

٤٠٧ ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ

۴۰۷۔ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ (یہ بدری صحابی ہیں) سے روایت ہے کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا حضرت میں آنکھ سے اندھا ہو گیا ہوں مجھ کو نظر نہیں آتا ہے اور میں اپنی قوم کا امام ہوں سو جب مینہ برستا ہے تو پانی کا نالا

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّهٗ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَنْكَرْتُ بَصَرِىْ وَاَنَا اُصَلِّىْ لِقَوْمِىْ فَاِذَا كَانَتِ الْاَمْطَارُ سَالَ الْوَادِىَ الَّذِىْ بَيْنِىْ وَبَيْنَهُمْ لَمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اٰتِىَ مَسْجِدَهُمْ فَاُصَلِّىَ بِهِمْ وَوَدِدْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَّكَ تَأْتِيْنِىْ فَتُصَلِّىَ فِىْ بَيْتِىْ فَاَتَّخِذَهٗ مُصَلًّى قَالَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَفْعَلُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ قَالَ عِتْبَانُ فَغَدَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ حِيْنَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنْتُ لَهٗ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى دَخَلَ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّىَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ فَاَشَرْتُ لَهٗ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ فَقُمْنَا فَصَفَّنَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالَ وَحَبَسْنَاهُ عَلٰى خَزِيْرَةٍ صَنَعْنَاهَا لَهٗ قَالَ فَاٰبَ فِى الْبَيْتِ رِجَالٌ مِنْ اَهْلِ الدَّارِ ذَوُوْ عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوْا فَقَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْشِنِ اَوِ ابْنُ الدُّخْشُنِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذٰلِكَ اَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

میرے اور اُن کے درمیان بہتا ہے سو میں نہیں طاقت رکھتا ہوں کہ اُن کی مسجد میں جاؤں اور اُن کو نماز پڑھاؤں سو میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس تشریف لائیں اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں تا کہ میں اُس جگہ کو جائے نماز ٹھہرالوں اور ہمیشہ اُس جگہ میں نماز پڑھا کروں سو حضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ انشاء اللہ ایسا کروں گا یعنی تیرے گھر میں آؤں گا سو حضرت ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دوسرے دن چاشت کے وقت میرے پاس تشریف لائے سو آپ نے اندر آنے کے لیے اذن چاہا سو میں نے آپ کو اذن دیا سو جب آپ گھر کے اندر تشریف لائے تو ابھی بیٹھے نہ تھے کہ فرمایا کہ میرا نماز پڑھنا تجھ کو اپنے گھر میں کس جگہ پسند آتا ہے اُس نے کہا سو میں نے آپ کو گھر کی ایک طرف میں اشارہ کیا سو حضرت ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی سو ہم بھی کھڑے ہوئے اور آپ کے پیچھے صف باندھی سو آپ نے دو رکعتیں نماز پڑھی پھر سلام کہی عتبان نے کہا کہ ہم نے آپ کو خزیرہ کے کھانے پر روک رکھا جس کو ہم نے آپ کے واسطے تیار کیا تھا عتبان نے کہا کہ محلّہ کے چند آدمی وہاں جمع ہو گئے سو کسی نے ان میں سے کہا کہ مالک بن دخیشن کہاں ہے یعنی وہ حضرت ﷺ کی خبر سن کر کیوں نہیں حاضر ہوا سو ان میں سے بعض نے کہا کہ وہ منافق ہے اللہ اور رسول سے محبت نہیں رکھتا ہے اس واسطے نہیں آیا سو حضرت ﷺ نے سن کر فرمایا کہ ایسا مت کہو کیا تو نے اس کو نہیں دیکھا کہ بے شک اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے واسطے چاہنے رضا مندی اللہ کے سو اس شخص نے کہا کہ اللہ اور رسول اُس کا زیادہ تر جاننے والا ہے اور اُس نے کہا کہ تحقیق ہم اس کی توجہ اور خیر خواہی منافقوں کی طرف

يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّا نَرٰى وَجْهَهٗ وَنَصِيْحَتَهٗ إِلَى الْمُنَافِقِيْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ وَهُوَ أَحَدُ بَنِيْ سَالِمٍ وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ عَنْ حَدِيْثِ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ الْأَنْصَارِيِّ فَصَدَّقَهٗ بِذٰلِكَ.

دیکھتے ہیں یعنی وہ منافقوں کی خیر خواہی بہت کرتا ہے سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے حرام کر دیا ہے آگ پر اس شخص کو جو کہے لا الہ الا اللہ یعنی نہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے چاہتا ہو ساتھ اس کے رضامندی اللہ کی۔

فائدہ: خزیرہ اُس کھانے کو کہتے ہیں کہ پہلے گوشت کو قیمہ کر کے پکاتے ہیں جب وہ خوب گل جائے تو اس میں آٹا ملا دیتے ہیں پس وہ بہت عمدہ ہو جاتا ہے اور حضرت ﷺ نے مالک بن دخیشن کی شہادت اور نفاق سے بری ہونے کی تصدیق اس واسطے کی کہ آپ کو وحی سے معلوم ہوا تھا کہ وہ اس سے بری ہے اور یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کے سب گناہ بخش دیے ہیں پس اُن سب سے نفاق نہیں ہوسکتا ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھروں میں نماز کے لیے مسجد بنانا جائز ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے عتبان کو گھر میں نماز کے لیے ایک جگہ مقرر کر دی اور اسی کو مسجد کہتے ہیں اور اس حدیث سے اور بھی کوئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ اندھے کی امامت جائز ہے اور یہ کہ مدینہ میں حضرت ﷺ کی مسجد کے سوا اور بھی کئی مسجدیں تھیں اور یہ کہ اندھیرے اور مینہ کے عذر سے جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اور یہ کہ ایک جگہ نماز کے لیے مقرر کر رکھنی جائز ہے اور جو حدیث کہ مسجد میں ایک خاص جگہ معین کر رکھنے کی ممانعت میں آئی ہے وہ محمول ہے ریاء پر اور یہ کہ صفوں کو برابر کرنا چاہیے اور یہ کہ غیر جگہ میں جا کر امامت کرانے کی ممانعت کا عموم مخصوص ساتھ اس کے جب کہ زائد امام اعظم ہو اس لیے کہ اس کو امامت مکروہ نہیں ہے اور اسی طرح جس کو گھر والا اذن دے اور یہ کہ جس جگہ میں حضرت ﷺ نے نماز پڑی یا چلے ہیں اس جگہ سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے اور یہ کہ بڑے کو چھوٹے کی دعوت قبول کرنی جائز ہے اور یہ کہ وعدہ کو وفا کرنا چاہیے اور یہ کہ دعوت کنندہ سے گھر میں داخل ہونے کے لیے اذن لینا چاہیے اور یہ کہ جب کوئی امام یا عالم محلہ میں کسی کے گھر آئے تو اہلِ محلہ سب وہاں جمع ہوں تا کہ اس سے کوئی مسئلہ پوچھیں اور فائدہ اٹھائیں اور یہ کہ جس شخص سے دین میں فساد کا گمان ہو اس کو امام کے نزدیک ذکر کرنا اور لوگوں کو خبر دینا جائز ہے اور یہ غیبت نہیں اور یہ کہ جو جماعت سے بلا عذر غائب ہو اس کو تلاش کرنا چاہیے اور یہ کہ زبان سے کلمہ پڑھنا کچھ فائدہ نہیں دیتا ہے جب تک کہ دل میں یقین نہ ہو اور یہ کہ

جو شخص توحید پر مرجائے وہ آگ میں ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ کچھ مدت عذاب بھگت کر بہشت میں داخل ہوگا اور یہ کہ جو کام آئندہ کرنا ہو اس میں انشاء اللہ کہنا چاہیے۔

بَابُ التَّيَمُّنِ فِيْ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهٖ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْيُمْنٰى فَإِذَا خَرَجَ بَدَأَ بِرِجْلِهِ الْيُسْرٰى.

مسجد میں اندر داخل ہونے کے وقت اور غیر کام میں داہنے ہاتھ سے شروع کرنے کا بیان اور ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مسجد میں داخل ہونا چاہتے تو پہلے داہنے پاؤں کو داخل کرتے اور جب مسجد سے نکلنا چاہتے تو پہلے بائیں پاؤں کو نکالتے۔

٤٠٨ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِيْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ فِيْ طُهُوْرِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَتَنَعُّلِهٖ.

۴۰۸۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند آتا تھا داہنی طرف سے شروع کرنا اپنے سب کاموں میں جہاں تک طاقت رکھتے پاکی کرنے میں اور کنگھی دینے اور جوتا پہننے میں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں داخل ہونے کے وقت اور وضو وغیرہ میں داہنی طرف سے شروع کرنا سنت ہے لیکن پائخانے میں داخل ہونے کے وقت اور مسجد سے نکلنے کے وقت اور استنجاء کرنے کے وقت اور ناک جھاڑنے کے وقت داہنی طرف سے شروع کرنا جائز نہیں ہے۔

بَابُ هَلْ تُنْبَشُ قُبُوْرُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ وَيُتَّخَذُ مَكَانُهَا مَسَاجِدَ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ.

کافروں کی قبروں کو کھود کر اس جگہ مسجد بنانا جائز ہے واسطے فرمانے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ اللہ لعنت کرے یہود پر کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجدیں بنایا

فائدہ: اور استدلال کرنا اس حدیث سے اس مسئلہ باب پر اس طرح سے ہے کہ سبب لعنت یہود اور نصاریٰ کا دو امر ہیں ایک یہ کہ اُن کی قبروں کو تعظیم اور غلو کے طور سے مسجد ٹھہرایا جائے اور اُسی کو سجدہ کیا جائے دوم یہ کہ ان پیغمبروں کی قبروں کو اُکھاڑ کر اہانت کے طور سے اُن کی ہڈیاں پھینک دی جائیں اور وہاں مسجد بنائی جائے سو پیغمبروں کی قبریں ان دونوں کاموں کے لائق نہیں نہ تعظیم کے نہ اہانت کے اور چونکہ کافر لوگ مستحق اہانت اور ذلت کے ہیں پس ان کی قبروں کو کھود کر اُن کی ہڈیوں کو پھینک دینا جائز ہے اور نیز اس حدیث میں سبب لعنت کا یہ ہے کہ قبر کو مسجد بنانے

سے قبر کی تعظیم مقصود ہو اور کافروں کی قبروں کو اکھاڑ کے اُن کی جگہ مسجد بنانے سے اُن قبروں کی تعظیم مقصود نہیں بلکہ وہ برائی کو نیکی کے ساتھ بدلنا ہے پس کافروں کی قبروں کو کھود کر اُن کی جگہ مسجد بنانی جائز ہے۔

وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلَاةِ فِي الْقُبُوْرِ.

اور قبروں میں نماز کے مکروہ ہونے کا بیان یعنی جو قبریں کہ صحیح سالم ہوں کھودی گئی نہ ہوں ان میں نماز پڑھنی مکروہ ہے خواہ قبر نمازی کے آگے ہو یا قبر کے اوپر ہو یا قبروں کے درمیان ہو لیکن اگر پڑھ لے تو اس نماز کا دوہرانا واجب نہیں اور دلیل اس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے۔

وَرَاٰى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُصَلِّيْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ الْقَبْرَ الْقَبْرَ وَلَمْ يَأْمُرْهُ بِالْإِعَادَةِ.

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ایک قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا پس کہا کہ بچ قبر سے بچ قبر سے لیکن اس کو نماز کا دوہرانا نہ فرمایا۔

فائدہ: پس اس سے معلوم ہوا کہ قبر کے پاس نماز پڑھنا موجب کراہت ہے نہ موجب فساد و بطلان اور یہ بات اس سے معلوم ہوتی ہے کہ انس رضی اللہ عنہ اسی حالت میں نماز پڑھتے رہے اور اس کو قطع نہ کیا پس اگر قبر کے پاس نماز پڑھنی باطل ہو جاتی تو البتہ اس کو قطع کر دیتے اور نئے سرے سے شروع کرتے۔

٤٠٩ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّ أُمَّ حَبِيْبَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيْسَةً رَأَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَذَكَرَتَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أُولٰٓئِكَ إِذَا كَانَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ فَأُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

٤٠٩ ۔ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حبشہ میں نصاریٰ کا گرجا دیکھا کہ اُس میں تصویریں بنی تھیں سو ان دونوں نے اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا سو آپ نے فرمایا کہ البتہ وہ لوگ جب ان میں کوئی نیک بخت مرتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد بناتے تھے اور اس مسجد میں یہ تصویریں بناتے تھے وہی لوگ اللہ کے نزدیک قیامت میں بدترین خلق ہیں۔

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض الموت ہوا تو ایک بی بی نے حبش کے عبادت خانے کی تعریف کی یعنی اگر حکم ہو تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر بھی ویسا ہی بنایا جائے تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

حدیث فرمائی کہ وہ لوگ برا کرتے ہیں تم میری قبر کو سجدہ گاہ نہ ٹھہرانا اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہود اور نصاریٰ اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے اور ان کی تعظیم کرتے تھے اور اُن پر مسجدیں بنا کر اُن کی طرف نماز پڑھتے تھے اس لیے اللہ نے ان کو لعنت کی اور مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا پس سبب لعنت کا صرف یہ ہے کہ اُن قبروں پر مسجد بنانے سے اُن قبروں کی تعظیم مقصود ہو اور ظاہر ہے کہ کافروں کی قبروں کی جگہ مسجد بنانے سے اُن قبروں کی تعظیم مقصود نہیں بلکہ اس سے اُن کی اہانت ہوتی ہے پس یہ جائز نہ ہوگا پس یہ نہی میں داخل نہ ہوگا پس جائز ہوگا او ریہی ہے وجہ مطابقت حدیث کی ترجمہ سے۔

٤١٠ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ أَعْلَى الْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَأَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَجَآءُوْا مُتَقَلِّدِي السُّيُوْفِ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَأَبُوْ بَكْرٍ رِدْفُهٗ وَمَلَأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهٗ حَتّٰى أَلْقٰى بِفِنَآءِ أَبِيْ أَيُّوْبَ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يُّصَلِّيَ حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ وَيُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَأَنَّهٗ أَمَرَ بِبِنَآءِ الْمَسْجِدِ فَأَرْسَلَ إِلٰى مَلَإٍ مِّنْ بَنِي النَّجَّارِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِيْ بِحَآئِطِكُمْ هٰذَا قَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ فَقَالَ أَنَسٌ فَكَانَ فِيْهِ مَا أَقُوْلُ لَكُمْ قُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ وَفِيْهِ خَرِبٌ وَفِيْهِ نَخْلٌ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ ثُمَّ

۴۱۰۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے سو مدینہ کے اوپر کی طرف ای محلّہ میں اترے جس کو محلّہ بنو عمرو بن عوف کہا جاتا تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں چوبیس دن تک ٹھہرے پھر آپ نے کسی کو قبیلہ بنی نجار کے بلانے کو بھیجا سو وہ لوگ آئے در حالیکہ تلواروں کو گلوں میں لٹکائے ہوئے تھے۔ (یہ قبیلہ بنی نجار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے ننھیال تھے اس لیے کہ عبدالمطلب کی ماں سلمیٰ انہی کے قبیلہ میں تھیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ ان میں جا اتریں اور تلواروں کو اس واسطے لٹکائے ہوئے کہ مبادا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ دے۔) سو آپ اس جگہ سے سوار ہوئے پس گویا کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سواری پر دیکھ رہا ہوں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے سوار تھے اور بنی نجار کی جماعت آپ کے گرد تھی سو آپ اسی طرح سے اُن کے ساتھ چلے گئے یہاں تک کہ آپ نے اپنے اسباب کو ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر کے صحن میں ڈال دیا یعنی وہاں اتر پڑے اور دستور آپ کا یہ تھا کہ جس جگہ نماز کا وقت آ جاتا اُسی جگہ نماز پڑھنے کو پسند رکھتے تھے اور آپ نماز پڑھتے تھے بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ میں اور بے شک آپ نے حکم دیا مسجد بنانے کا سو آپ نے کسی کو بنی نجار کے بلانے کے لیے بھیجا (سو وہ لوگ آپ

بِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ وَجَعَلُوْا عِضَادَتَيْهِ الْحِجَارَةَ وَجَعَلُوْا يَنْقُلُوْنَ الصَّخْرَ وَهُمْ يَرْتَجِزُوْنَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ وَهُوَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْأٰخِرَةْ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةْ.

کے پاس حاضر ہوئے) سو آپ نے ان کو فرمایا کہ اے نجار کی اولاد تم اپنا یہ باغ مجھ سے بیچ ڈالو انہوں نے کہا قسم اللہ کہ ہم اس کی قیمت نہیں چاہتے مگر اللہ سے یعنی یہ باغ ہم نے آپ کو للہ دے دیا۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس باغ میں مشرکوں کی قبریں تھیں اور کچھ ویران زمین تھی اور کچھ کھجوریں تھیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کی قبروں کو اُکھاڑنے کا حکم فرمایا سو کھودی گئیں پھر ویران زمین کے برابر اور صاف کرنے کا حکم فرمایا سو برابر کی گی اور کھجوروں کے کاٹنے کا حکم دیا سو کاٹی گئیں سو لوگوں نے کھجوروں کو مسجد کے قبلہ کی طرف صف کر کے کھڑا کیا اور مسجد کے دونوں طرف پتھر کھڑے کر دیے اور پتھروں کو اُٹھا اُٹھا کر لانے لگے اور شعر پڑھتے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ پتھر لاتے اور شعر پڑھتے اور فرماتے کہ اے پروردگار سچے بہتری نہیں مگر آخرت کی بہتری سو بخش انصار اور مہاجرین کو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین کی قبروں کو اُکھاڑ کر اُن کی جگہ مسجد بنانی جائز ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس باغ سے مشرکوں کی قبروں کو کھدوا کر وہاں مسجد بنوائی پس یہی ہے وجہ مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مقبرہ ہبہ یا بیع سے ملک میں آیا ہو اس میں تصرف کرنا جائز ہے اور پرانی قبروں کو وہاں سے اکھاڑ دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ قبریں تعظیم کے لائق نہ ہوں اور یہ کہ مشرکین کی قبروں میں نماز پڑھنی بعد کھود ڈالنے کے جائز ہے اور یہ کہ میوہ دار درختوں کو حاجت کے لیے کاٹنا جائز ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ.

بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز پڑھنے کا بیان۔

۴۱۱ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ ثُمَّ سَمِعْتُهُ بَعْدُ يَقُوْلُ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ

۴۱۱۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ میں پھر میں نے بعد اس کے انس رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز پڑھا کرتے تھے مسجد بننے سے پہلے۔

قَبْلَ أَنْ يُّبْنَى الْمَسْجِدُ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کا بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز پڑھنا مسجد بننے سے پہلے تھا بعد مسجد بننے کے آپ نے بکریوں کی جگہ میں نماز نہیں پڑھی مگر کبھی ضرورت کے وقت اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بکریوں کا پیشاب اور پائخانہ پاک ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَوَاضِعِ الْإِبِلِ.

اونٹوں کی جگہ نماز پڑھنے کا بیان۔

٤١٢ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّيْ إِلٰى بَعِيْرِهٖ وَقَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ.

۴۱۲۔ نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے اونٹ کی طرف نماز پڑھتے دیکھا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے حضرت ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔

فائدہ: یعنی اونٹ کو اپنے قبلے کے سامنے بٹھلا کر اُس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا تھا اور اونٹ کو اپنے سامنے سترہ کے لیے بٹھلایا تھا تا کہ لوگ آگے سے نہ گزریں اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اونٹوں کی جگہ میں نماز پڑھنی منع ہے اس لیے کہ اونٹ شیطان ہیں سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ یہ علت نماز کی ممانعت کے لیے نہیں ہوسکتی ہے اس لیے کہ اگر نماز کے نہ جائز ہونے کی یہ علت ہوتی تو اونٹ کو اپنے آگے کر کے اس کی طرف بھی نماز پڑھنی جائز نہ ہوتی حالانکہ حضرت ﷺ نے ایسا کیا ہے اور اسی طرح اونٹ پر سوار ہو کر نفل پڑھنے بھی ناجائز ہوتے حالانکہ حضرت ﷺ نے اپنے اونٹ پر نفل پڑھے ہیں۔

بَابُ مَنْ صَلّٰى وَقُدَّامَهٗ تَنُّوْرٌ أَوْ نَارٌ أَوْ شَيْءٌ مِّمَّا يُعْبَدُ فَأَرَادَ بِهِ اللّٰهَ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ وَأَنَا أُصَلِّيْ.

جو شخص نماز پڑھے اور اس کے آگے تنور ہو یا آگ ہو یا کوئی ایسی چیز ہو جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہو پس ارادہ کرے نمازی ساتھ اس کے رضامندی اللہ کی یعنی آگ وغیرہ کی تعظیم مقصود نہ ہو بلکہ محض اللہ کی رضامندی مطوب ہو تو اس صورت میں نماز مکروہ نہیں ہے اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ میرے سامنے لائی گئی اور حالانکہ میں نماز پڑھتا تھا۔

فائدہ: یہ ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے جو باب وقت الظہر میں آگے آئے گی غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے

دفع کرنا ہے اس وہم کو کہ اگر نمازی آگ وغیرہ کو سامنے رکھ کر نماز پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ اس میں مجوسیوں کے ساتھ تشبیہ ہے اور وجہ استدلال کی اس حدیث سے اس طرح پر ہے کہ اگر نمازی کے آگے آگ کا ہونا اللہ کو پسند نہ ہوتا اور نماز کا مفسد ہوتا تو اللہ اپنے پیغمبر کے سامنے نماز میں آگ کو نہ کرتا اور پیغمبر کے حق میں یہ بات جائز نہ ہوتی اور حنفیہ اس صورت میں نماز کو مکروہ کہتے ہیں گو بے اختیاری سے ہے لیکن یہ کلام اُن کے شارحین کے سراسر مخالف ہے اس لیے کہ شارحین اس صورت میں نماز کو مکروہ نہیں کہتے ہیں گو حالت اختیاری میں ہو جائز نہیں رکھتے ہیں اور شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس صورت میں نماز مکروہ نہیں اس لیے کہ حضرت ﷺ کا باطل پر ٹھہرنا جائز نہیں پس اختیار وعدم اختیار اس میں برابر ہے پس حالت عدم اختیار میں اُس کو جائز کہنا مستلزم ہے جواز کو حالت اختیار میں اور یہ کہنا کہ یہ حضرت ﷺ کا خاصہ ہے محض بے دلیل بات ہے پس مردود ہے اور محض احتمال مفید نہیں ہے۔

٤١٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ أُرِيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ.

۴۱۳۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (حضرت ﷺ کے زمانہ میں) سورج کو گہن لگا اور سیاہ اور بے نور ہو گیا سو حضرت ﷺ نے نماز پڑھی یعنی سورج گہن کی پھر فرمایا کہ مجھ کو دوزخ دکھائی گئی سو میں نے آج کے دن جیسی بڑی چیز کبھی نہیں دیکھی۔

فائدہ: مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اس طور پر ہے جو ابھی مذکور ہے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ فِي الْمَقَابِرِ.

قبروں میں نماز کے مکروہ ہونے کا بیان۔

٤١٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا.

۴۱۴۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھروں میں کچھ نماز پڑھا کرو اور اُن کو قبریں نہ ٹھہراؤ۔

فائدہ: اس حدیث میں ظاہرًا تشبیہ دی ہے ان گھروں کو جن میں نماز نہیں پڑھی جاتی ساتھ قبروں کے یعنی جیسے کہ قبروں میں نماز نہیں پڑھی جاتی ویسے گھروں کو مت ٹھہراؤ کہو کہ ان قبروں میں بھی نماز نہ پڑھو پس معلوم ہوا کہ قبروں میں نماز پڑھنی مکروہ ہے پس یہی ہے وجہ مناسبت حدیث کی ترجمہ سے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِيْ مَوَاضِعِ الْخَسْفِ

زمین دھنس جانے کی جگہ اور عذاب نازل ہونے کی جگہ

وَالْعَذَابِ وَيُذْكَرُ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَرِهَ الصَّلَاةَ بِخَسْفِ بَابِلَ.

میں نماز پڑھنے کا بیان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُس نے بابل میں نمرود کے ہلاک ہونے کی جگہ میں نماز کو مکروہ جانا۔

فائدہ: مجمل طور سے یہ قصہ اس طرح پر ہے کہ نمرود نے شہر بابل (یہ شہر کوفہ کے پاس ہے) میں ایک محل تیار کیا واسطے دریافت کرنے حالات اور حرکات آسمانی کے بلندی اُس کی پانچ ہزار گز تھی سو جب وہ تمام ہو چکا تو اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا کو بھیجا کہ اس کو جڑ سے اکھاڑ کر نمرود اور اُس کی قوم پر گرا دیا پس اُس سے وہ سب قوم ہلاک ہوگئی اور مناسبت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

٤١٥ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُوا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ لَا يُصِيبُكُمْ مَا أَصَابَهُمْ.

۴۱۵۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مت جاؤ اُس قوم کے پاس جس پر عذاب نازل ہوا مگر یہ کہ ہو تم رونے والے اور اگر تم رونے والے نہ ہو تو مت جاؤ تم اُن کے پاس تا کہ نہ پہنچے تم کو وہ عذاب جو پہنچا اُن کو یعنی اگر تم بے روتے وہاں جاؤ تو جو عذاب اُن پر اترا تھا وہ تم پر بھی اترے گا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن جن جگہوں میں عذابِ الٰہی اترا ہے وہاں جانا جائز نہیں مگر روتے ہوئے جانا جائز ہے اور مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اس طور پر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس زمین سے آگے بڑھ گئے اور وہاں نہ اترے جیسے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں آیا ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں نہ اترنے سے معلوم ہوا کہ ایسی جگہ میں نماز مکروہ ہے اور روتے ہوئے وہاں جانے سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ اگر اس جگہ کے درمیان سے گزرنا ہو تو اس جگہ سے روتے ہوئے گزر جاؤ نہ یہ کہ وہاں ٹھہرو اور مراد اس قوم عذاب کردہ سے قوم صالح علیہ السلام کی ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْبِيعَةِ وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنَّا لَا نَدْخُلُ كَنَائِسَكُمْ مِنْ أَجْلِ التَّمَاثِيلِ الَّتِي فِيهَا الصُّوَرُ.

نصاریٰ کے گرجا گھر میں نماز پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم تمہارے گرجے میں اس واسطے داخل نہیں ہوتے کہ اُس میں تصویریں ہیں۔

فائدہ: پوری حدیث اس طور پر ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں گئے تو نصاریٰ کے ایک بڑے رئیس نے اُن کی دعوت کی اور اُن کے لیے کھانا تیار کیا اور کہا کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ آپ میرے مکان میں تشریف لاؤ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا اور عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس میں تصویریں نہ ہوں تو اس کے اندر

داخل ہونا اور نماز پڑھنی جائز ہے پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَلِّيْ فِي الْبِيْعَةِ إِلَّا بِيْعَةً فِيْهَا تَمَاثِيْلُ.

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نصاریٰ کے گرجے میں نماز پڑھا کرتے تھے مگر جس میں تصویریں ہوتیں وہاں نہ پڑھتے

٤١٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنِيْسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ فَذَكَرَتْ لَهُ مَا رَأَتْ فِيْهَا مِنَ الصُّوَرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُولٰٓئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ أَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ أُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ.

۴۱۶۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حبش میں ایک گرجا دیکھا جس کو ماریہ کہتے تھے یعنی نصاریٰ کا عبادت خانہ سو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اُس کا حال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا اور جو تصویریں اس میں دیکھیں تھیں اُن کا ذکر کیا یعنی اُس کی تعریف کی سو آپ نے فرمایا کہ البتہ وہ لوگ جب اُن میں کوئی نیک بخت مرد مر جاتا تھا تو اس کو قبر پر مسجد بناتے تھے اور اس مسجد میں یہ تصویریں بناتے تھے وہ لوگ اللہ کے نزدیک قیامت میں سب خلق سے بدتر ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرجے میں نماز پڑھنی منع ہے لیکن ظاہراً علت نہی کی یہ ہے کہ وہ گرجا قبروں پر بناتے تھے اور اُس میں تصویریں کھینچتے تھے اگر یہ دونوں امر نہ ہوں تو اُس میں نماز جائز ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت کی اس باب سے ولکن لم یتعرض له احد۔

٤١٧ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَا لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَهُ عَلٰى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا.

۴۱۷۔ عائشہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر موت اتری یعنی جب آپ کو مرض الموت ہوا تو آپ اپنے منہ پر ایک چادر ڈالنے لگے سو جب آپ اُس سے گرم ہوتے تو اُس کو منہ سے دور کرتے اور منہ کھول لیتے سو آپ نے اُسی حالت میں فرمایا کہ اللہ کی لعنت پڑے یہود اور نصاریٰ پر کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اُن کے اس فعل سے ڈراتے تھے تا کہ آپ کی قبر شریف پر ایسا کام نہ کیا جائے جیسے کہ انہوں نے کیا یہ جملہ جواب ہے سوال کا گویا کہ کسی راوی

سے اس کی حکمت پوچھی کہ آپ نے اس وقت میں یہ حدیث
کیوں فرمائی تو راوی نے یہ جواب دیا۔

فائدہ: یہ باب ترجمہ سے خالی ہے اس واسطے کہ اس کو پہلے باب سے تعلق ہے اس وجہ سے کہ دونوں بابوں میں قبروں پر مسجد بنانے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

٤١٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ.

۴۱۸۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ لعنت کرے یہود پر کہ اُن لوگوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجدیں بنایا۔

فائدہ: اس حدیث میں یہود کی تخصیص اس واسطے کی کہ ابتداء اس کام کی انہوں نے کی اور نصاریٰ نے اُن کے اس کام میں پیروی کی اور نبیوں کی جن قبروں کو یہود نے پوجا اُن کو نصاریٰ نے بھی پوجا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا.

باب ہے بیان میں قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ساری زمین میرے واسطے سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی مقرر ہوئی یعنی جس جگہ میں کوئی چاہے اُسی جگہ نماز پڑھ لے۔

فائدہ: پہلی امتوں میں سوائے عبادت خانوں کے اور جگہ نماز پڑھنا درست نہ تھا معلوم نہیں کیا کرتے تھے شاید عبادت خانے میں آ کر قضا کر لیتے ہوں گے واللہ اعلم اور پاک کرنے والے سے مراد تیمّم ہے یعنی مٹی پاک سے تیمّم جائز ہے اگلی امتوں میں تیمّم کا حکم نہ تھا۔

٤١٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ هُوَ أَبُو الْحَكَمِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ الْفَقِيْرُ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَآءِ قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِيْ أَدْرَكَتْهُ

۴۱۹۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو پانچ نعمتیں عنایت ہوئیں کہ مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں ملیں مجھ کو فتح نصیب ہوئی دھاک سے مہینے بھر کی راہ تک اور ساری زمین میرے واسطے سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی مقرر ہوئی سو جس مرد کو میری امت سے جہاں نماز کا وقت ملے وہاں نماز پڑھ لے اور حلال ہوئی میرے واسطے غنیمت اور لوٹ کا مال اور پیغمبر فقط اپنی قوم پر بھیجا جاتا تھا اور میں تمام عالم کے لوگوں پر بھیجا گیا ہوں یعنی میں تمام جہان کا نبی ہوں

الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَآئِمُ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ.

اور مجھ کو شفاعت کا رتبہ عنایت ہوا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث بعینہٖ کتاب التیمم کے ابتدا میں مذکور ہو چکی ہے لیکن اس جگہ میں اس حدیث کو لانے سے شاید یہ غرض ہے کہ جو کراہت پہلے بابوں میں مذکور ہو چکی ہے وہ کراہت تحریمی نہیں اس لیے کہ اس حدیث کے عموم سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین کے ہر جزء اور ہر جگہ نماز کی صلاحیت رکھتی ہے اور ہر جگہ میں نماز کے لیے مسجد بنانی جائز ہے۔

بَابُ نَوْمِ الْمَرْأَةِ فِي الْمَسْجِدِ.

عورت کو مسجد میں سونا جائز ہے اگرچہ حیض آ جانے خوف کا خوف ہو۔

٤٢٠ ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ وَلِيْدَةً كَانَتْ سَوْدَآءَ لِحَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ فَأَعْتَقُوْهَا فَكَانَتْ مَعَهُمْ قَالَتْ فَخَرَجَتْ صَبِيَّةٌ لَهُمْ عَلَيْهَا وِشَاحٌ أَحْمَرُ مِنْ سُيُوْرٍ قَالَتْ فَوَضَعَتْهُ أَوْ وَقَعَ مِنْهَا فَمَرَّتْ بِهٖ حُدَيَّاةٌ وَهُوَ مُلْقًى فَحَسِبَتْهُ لَحْمًا فَخَطِفَتْهُ قَالَتْ فَالْتَمَسُوْهُ فَلَمْ يَجِدُوْهُ قَالَتْ فَاتَّهَمُوْنِيْ بِهٖ قَالَتْ فَطَفِقُوْا يُفَتِّشُوْنَ حَتّٰى فَتَّشُوْا قُبُلَهَا قَالَتْ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَقَائِمَةٌ مَعَهُمْ إِذْ مَرَّتِ الْحُدَيَّاةُ فَأَلْقَتْهُ قَالَتْ فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ قَالَتْ فَقُلْتُ هٰذَا الَّذِيْ اتَّهَمْتُمُوْنِيْ بِهٖ زَعَمْتُمْ وَأَنَا مِنْهُ بَرِيْئَةٌ وَهُوَ ذَا هُوَ قَالَتْ فَجَآءَتْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَ لَهَا خِبَآءٌ فِي الْمَسْجِدِ أَوْ حِفْشٌ قَالَتْ فَكَانَتْ تَأْتِيْنِيْ فَتَحَدَّثُ

۴۲۰۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عرب کے ایک قبیلے کی ایک سیاہ رنگ لونڈی تھی سو اُس کے مالکوں نے اس کو آزاد کر دیا سو وہ انہیں کے ساتھ رہا کرتی تھی سو اُن کی ایک لڑکی کھیلنے کو باہر نکلی اور اس پر سرخ موتیوں کا ایک ہار تھا یعنی ایک سرخ موتیوں سے جڑا ہوا ہار پہنے ہوئے تھی اس لونڈی نے کہا سو اُس لڑکی نے اس کو خود اتار کر رکھ دیا اور بھول گئی یا اس سے گر پڑا (یہ راوی کا شک ہے) سو ایک چیل وہاں پر گزری اور حالانکہ وہ گرا ہوا تھا سو اُس نے اس کو گوشت سمجھا یعنی سرخ ہونے کی وجہ سے وہ چیل اس کو اچک لے گئی سو ان لوگوں نے اُس ہار کو تلاش کیا مگر ان کو کہیں نہ ملا اس لونڈی نے کہا سو انہوں نے مجھ کو چوری کی تہمت لگائی کہ تو نے چرایا ہے سو میری تلاشی لینے لگے یہاں تک کہ انہوں نے میری شرمگاہ کی تلاشی لی اُس نے کہا قسم اللہ کی کہ میں اُن کے ساتھ وہیں کھڑی تھی کہ ناگہاں چیل اڑتی ہوئی وہاں گزری سو اُس نے ہار کو پھینک دیا وہ ہار اُن کے درمیان گر پڑا سو میں نے کہا یہ ہے وہ ہار جس کی تم مجھ کو تہمت لگاتے تھے اور حالانکہ میں اس سے بری تھی اور وہ ہار یہ ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا سو وہ لونڈی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

عِنْدِیْ قَالَتْ فَلَا تَجْلِسُ عِنْدِیْ مَجْلِسًا إِلَّا قَالَتْ وَیَوْمَ الْوِشَاحِ مِنْ أَعَاجِیْبِ رَبِّنَا أَلَا إِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ أَنْجَانِیْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا مَا شَأْنُكِ لَا تَقْعُدِيْنَ مَعِیْ مَقْعَدًا إِلَّا قُلْتِ هٰذَا قَالَتْ فَحَدَّثَتْنِیْ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ.

پاس آئی اور مسلمان ہوگئی سو اُس نے مسجد میں جھونپڑی ڈال رکھی تھی اس میں رہا کرتی تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ میرے پاس آیا کرتی تھی اور بات چیت کرتی رہتی سو جب وہ میرے پاس بیٹھتی تو یہ بات ضرور کہتی کہ ہار کا دن ہمارے رب کے عجائب کاموں سے ہے خبردار ہو بے شک اس دن مجھ کو نجات دی کفر کے شہر سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے اس کو کہا کہ تیرا کیا حال ہے اور یہ ہار کا قصہ کس طرح پر ہے کہ جب تو میرے پاس آ کر بیٹھتی ہے تو یہی کہتی ہے اور یہی ذکر کرتی ہے سو اُس وقت اس لونڈی نے مجھ کو یہ تمام قصہ سنایا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا مسجد میں قیلولہ کرنا اور رات گزارنا اور سونا جائز ہے جب کہ اس کا کوئی گھر نہ ہو بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو لیکن اگر مسجد میں حیض آ جائے تو مسجد سے باہر نکل جائے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں خیمہ یا سائبان کھڑا کرنا سایہ کے لیے جائز ہے اور یہ کہ جس شہر میں آدمی کو تکلیف پہنچے وہاں سے دوسری جگہ جا رہے اور یہ کہ دار الکفر سے ہجرت کرنی افضل ہے اور یہ کہ مظلوم کی اجابت اور مدد کرنی جائز ہے اگرچہ کافر ہے۔

بَابُ نَوْمِ الرِّجَالِ فِی الْمَسْجِدِ وَقَالَ أَبُوْ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُكْلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانُوْا فِی الصُّفَّةِ.

مرد کو مسجد میں سونا جائز ہے اگرچہ خوف احتلام ہو جانے کا ہے اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند آدمی قبیلہ عکل سے سو صفہ میں رہنے لگے۔

فائدہ: یہ عرنیین کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے اور پوری حدیث کتاب الطہارت میں گزر چکی ہے اور صفہ ایک جگہ تھی چھتی ہوئی مسجد نبوی کے آخر میں وہاں مساکین مسلمان رہتے تھے اور وہیں سوتے اور بیٹھتے تھے پس معلوم ہوا کہ مردوں کو مسجد میں سونا جائز ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِیْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ كَانَ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَآءَ.

یعنی عبدالرحمٰن نے کہا کہ صفہ میں رہنے والے فقیر لوگ تھے ان لوگوں کا کوئی گھر بار نہیں تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی ہدیہ بھیجتا تو آپ اُن کو دے دیتے۔

۴۲۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ

۴۲۱۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں سویا کرتا تھا

عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّهٗ كَانَ يَنَامُ وَهُوَ شَابٌّ أَعْزَبُ لَا أَهْلَ لَهٗ فِيْ مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حالانکہ وہ کنوارا تھا اس کی بیوی نہیں تھی۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی مسجد میں سونا ثابت ہوا۔

۴۲۲ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ قَالَتْ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ شَيْءٌ فَغَاضَبَنِيْ فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِنْسَانٍ انْظُرْ أَيْنَ هُوَ فَجَآءَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهٗ عَنْ شِقِّهٖ وَأَصَابَهٗ تُرَابٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهٗ عَنْهُ وَيَقُوْلُ قُمْ أَبَا تُرَابٍ قُمْ أَبَا تُرَابٍ.

۴۲۲۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف لائے سو آپ نے علی رضی اللہ عنہ کو گھر میں نہ پایا سو آپ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ تیرے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ سو اُس نے کہا کہ میرے اور اس کے درمیان کچھ بات چیت ہو گئی تھی یعنی کچھ جھگڑا ہو گیا تھا سو مجھ پر غصے ہو کر باہر نکل گیا ہے اور آج دوپہر کو میرے پاس نہیں سویا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ دیکھ تو وہ کہاں گیا ہے سو وہ شخص آیا اور آ کر کہا کہ وہ مسجد میں لیٹا ہوا ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور حالانکہ علی رضی اللہ عنہ اپنے ایک پہلو پر لیٹے تھے اور چادر مونڈھے سے تلے گری ہوئی تھی اور مونڈھے کو مٹی لگ گئی تھی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مٹی کو اس کے مونڈھے سے جھاڑنے لگے اور فرماتے تھے کہ اٹھ کھڑا ہو اے باپ مٹی کے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کو مسجد میں سونا جائز ہے لیکن اس سے عام طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو مسجد میں سونا جائز ہے خواہ اُس کا گھر ہو یا نہ ہو سو اس میں اتنا فرق ہو سکتا ہے کہ مسجد میں رات کو سونا اسی کے لیے جائز ہے جس کا گھر نہ ہو اور دوپہر کو سونا ہر شخص کے لیے جائز ہے مگر اس فرق کی کوئی وجہ معقول نہیں رات اور دوپہر کے سونے میں کچھ فرق نہیں پس اولیٰ یہ ہے کہ کہا جائے کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تخصیص معلوم نہیں ہوتی کہ مسجد میں صرف اسی کو سونا جائز ہے جس کا گھر نہ ہو اس لیے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا گھر وہاں موجود تھا پس ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اپنے باپ کے گھر میں ٹھہر سکتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چچا کی بیٹی نہ تھی بلکہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی تھے

پس معلوم ہوا کہ باپ کے چچیرے بھائی کو بیٹی کا چچیرا بھائی کہنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں دوپہر کو سونا جائز ہے اور یہ کہ کنیت رکھنی بغیر اولاد کے بھی جائز ہے اور یہ کہ اپنے داماد کو راضی کرنا مستحب ہے اور یہ کہ باپ کو اپنی بیٹی کے گھر میں بلا اذن جانا جائز ہے بشرطیکہ اُس کا خاوند ناراض نہ ہو۔

٤٢٣ ـ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَآءٌ إِمَّا إِزَارٌ وَإِمَّا كِسَآءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِيْ أَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهٗ بِيَدِهٖ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرٰى عَوْرَتُهٗ.

۴۲۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک میں نے اصحاب صفہ کے ستر آدمیوں کو دیکھا کہ ان میں سے کسی پر چادر نہ تھی یا تو تہ بند تھا اور یا اس سے بھی چھوٹا کپڑا وہ لوگ اس کو اپنی گردن میں باندھتے تھے سو ان میں سے بعض کے کپڑے تو آدھی پنڈلی تک پہنچتے تھے اور بعض کو ٹخنوں تک پہنچتے تھے سو ہر شخص کپڑے کے دونوں طرفوں کو اکٹھا کر لیتا تھا واسطے اس خوف کے کہ اُس کی شرمگاہ نہ کھل جائے۔

فائدہ: مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اس طور پر ہے کہ اس میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو صفہ میں رہا کرتے تھے اور اُسی میں سوتے تھے اور صفہ مسجد کے اندر تھا پس مسجد میں سونا جائز ہوا۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ.

جب سفر سے پلٹ کر آئے تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے مسجد میں جا کر نماز پڑھے کہ مستحب ہے اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے پلٹ کر آتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور اس میں نماز پڑھتے۔

٤٢٤ ـ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ مِسْعَرٌ أُرَاهُ قَالَ ضُحًى فَقَالَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لِيْ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ.

۴۲۴۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور حالانکہ آپ مسجد میں تھے چاشت کے وقت سو آپ نے فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ لے اور میرا آپ پر کچھ قرض آتا تھا سو آپ نے مجھ کو ادا کر دیا یعنی مجھ کو دے دیا اور کچھ اس پر زیادہ کر دیا۔

فائدہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے ایک اونٹ خرید کیا تھا اس کی قیمت باقی رہتی تھی اور یہ قیمت ادا کرنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر سے آنے کے وقت تھا اس وقت آپ مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آئے تھے اور یہی وجہ ہے

مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

بَابُ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ.

جب کوئی مسجد میں جائے تو دو رکعتیں پڑھے بیٹھنے سے پہلے۔

٤٢٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ.

۴۲۵۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے مسجد میں جائے تو دو رکعتیں نفل پڑھے بیٹھنے سے پہلے۔

فائدہ: اس نماز کا نام تحیۃ المسجد ہے سنت یہ ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو اول تحیۃ المسجد پڑھے تب مسجد میں بیٹھے اور یہ نماز واسطے تعظیم مسجد کے مقرر ہوئی ہے اس لیے کہ یہ اللہ کا گھر ہے اور ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت اس نماز کا بیٹھنے سے پہلے ہے لیکن اگر بھول کر بیٹھ جائے اور پھر کھڑا ہو کر پڑھ لے تو جب بھی جائز ہے اور بعض لوگوں کی عادت ہے کہ اول عمداً تھوڑا سا بیٹھ لیتے ہیں پھر کھڑے ہو کر تحیۃ المسجد پڑھتے ہیں سو یہ جائز نہیں اور سب علماء کا اتفاق ہے اس پر کہ یہ دو رکعت مستحب ہیں لیکن بعض اہل ظاہر اس کو واجب کہتے ہیں اور یہ حدیث معارض ہے اس حدیث کی جو اوقات منہی عنہا میں نماز پڑھنے کے ناجائز ہونے پر دلالت کرتی ہے سو شافعیہ تو پہلی حدیث سے اس کے عموم کی تخصیص کرتے ہیں اور حنفیہ اور مالکیہ اس کے برعکس دعویٰ کرتے ہیں۔

بَابُ الْحَدَثِ فِي الْمَسْجِدِ.

مسجد کے اندر وضو ٹوٹنے کا بیان۔

٤٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي صَلَّى فِيهِ مَا لَمْ يُحْدِثْ تَقُولُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ.

۴۲۶۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بے شک فرشتے دعا کرتے ہیں ایک تمہارے پر جب تک کہ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ میں بیٹھا رہے جب تک اس کا وضو نہ ٹوٹے فرشتے کہتے ہیں اے اللہ اس کو بخش دے اس پر رحمت کر۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں وضو ٹوٹ جانا سینڈھ ڈالنے سے بھی سخت ہے اس لیے کہ اس کے لیے کفارہ ہے اور اس کے لیے کفارہ مذکور نہیں بلکہ وہ شخص فرشتوں کی دعا سے محروم رہتا ہے۔

بَابُ بُنْيَانِ الْمَسْجِدِ.

مسجد کے بنانے کا بیان یعنی سنت یہ ہے کہ مسجد کو لکڑی وغیرہ سے بنایا جائے اور اس میں زینت نہ کی جائے۔

وَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ كَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ وَأَمَرَ عُمَرُ بِبِنَآءِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ أَكِنَّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ وَإِيَّاكَ أَنْ تُحَمِّرَ أَوْ تُصَفِّرَ فَتَفْتِنَ النَّاسَ.

یعنی ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مسجد نبوی کی چھت کھجور کی چھڑیوں سے تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے بنانے کا حکم دیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ بچاؤں آدمیوں کو مینہ سے اور رنج سے اس سے کہ سرخ رنگ کرے تو مسجد کو یا زرد رنگ کرے سو لوگوں کو فتنے میں ڈالے۔

فائدہ: یعنی لوگ اس کے دیکھنے میں مشغول ہو جائیں اور نماز میں حضور قلب سے محروم رہیں یا یہ کہ مبتلا کرے تو لوگوں کو ساتھ نقش کرنے مسجدوں کے کہ مسجد نبوی کی سند پکڑیں۔

فائدہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد نبوی کی چھت ایسی نہیں تھی کہ لوگوں کو مینہ سے بچائے سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اس کو مضبوط کر دیا تھا تا کہ لوگ مینہ سے محفوظ رہیں۔

وَقَالَ أَنَسٌ يَتَبَاهَوْنَ بِهَا ثُمَّ لَا يَعْمُرُوْنَهَا إِلَّا قَلِيْلًا.

یعنی انس رضی اللہ عنہ نے کہا (کہ پچھلے زمانے میں) لوگ فخر کے لیے بڑی بڑی مسجدیں بنائیں گے لیکن ان کو عبادت کے ساتھ آباد نہیں کریں گے مگر تھوڑے لوگ۔

فائدہ: یعنی ان میں عبادت کوئی نہیں کرے گا مگر تھوڑے لوگ۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى.

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مسجدوں کو نقش دار مت بناؤ جیسے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے عبادت خانوں کو زینت دار بنایا ہے۔

٤٢٧ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهٗ أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَسَقْفُهُ الْجَرِيْدُ وَعُمُدُهٗ خَشَبُ النَّخْلِ فَلَمْ يَزِدْ فِيْهِ أَبُوْ بَكْرٍ شَيْئًا

۴۲۷۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک مسجد نبوی کی دیواریں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کچی اینٹوں سے بنی ہوئی تھیں اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنی تھی اور اس کے ستون کھجور کی لکڑی سے تھے سو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس میں کچھ زیادہ نہ کیا بلکہ اس کو سابق حال پر قائم رکھا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس میں کچھ زیادہ کیا اور جو بنیاد اس کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رکھی گئی تھی اسی پر اس کو کچھ

وَزَادَ فِيهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلٰى بُنْيَانِهٖ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيْدِ وَأَعَادَ عُمُدَهٗ خَشَبًا ثُمَّ غَيَّرَهٗ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيْهِ زِيَادَةً كَثِيْرَةً وَبَنٰى جِدَارَهٗ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوْشَةِ وَالْقَصَّةِ وَجَعَلَ عُمُدَهٗ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوْشَةٍ وَسَقَفَهٗ بِالسَّاجِ.

اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے پھر کر بنایا اور اس کے ستونوں کو بھی دوہرایا یعنی پرانے نکال کر ان کی جگہ نئے ستونوں کو کھڑا کیا پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو بدلایا سو اُس نے اس میں بہت زیادتی کی یعنی اس کی لمبائی اور چوڑائی میں اور اس کی دیواروں کو نقش دار پتھروں اور گچ سے بنوایا اور اس کے ستونوں کو نقش دار پتھروں سے بنوایا اور سال کی لکڑی سے اس پر چھت ڈالی

فائدہ: پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کے بنانے میں میانہ روی کی جائے اور اس کی زیب زینت میں زیادتی نہ کی جائے اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باوجود کثرت مال کے اور فتح ہونے بہت ملکوں کے اس میں کچھ زیادتی نہ کی بلکہ اس کو سابق حال پر رہنے دیا صرف تجدید کر دی سو وہ بھی اس غرض سے کہ شاخیں کھجور کی پرانی ہوگئیں تھیں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اس کو پتھروں سے بنوایا لیکن اس میں ایسے نقش ونگار نہیں تھے کہ آدمی کا دل اس کی طرف دیکھ کر لگ جائے ومع ذلک بعض صحابہ نے عثمان رضی اللہ عنہ پر اس میں بھی سخت انکار کیا پس معلوم ہوا کہ سنت وہی ہے کہ لکڑی اور کچی اینٹوں سے سیدھی سادی مسجد بنائی جائے اور اس میں کچھ تکلف نہ کرے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس میں زیادتی کرنے سے یہ مراد ہے کہ انہوں نے اس میں مضبوطی زیادہ کر دی یا بلندی میں زیادتی کر دی تھی۔

بَابُ التَّعَاوُنِ فِيْ بِنَآءِ الْمَسْجِدِ ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَاٰتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰى أُولٰٓئِكَ أَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾.

مسجد کے بنانے میں مدد لینے کا بیان اور بیان میں قول اللہ تعالیٰ کا کہ مشرکوں کا کام نہیں کہ آباد کریں اللہ کی مسجدیں یعنی عمارت کریں ساتھ اخلاص کے اور نیت تقرب کے آخر آیت تک۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس آیت کے لانے سے یہ ہے کہ مراد اس آیت میں مسجد آباد کرنے سے مسجد کی در و دیوار کو بنانا ہے پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکوں سے مسجد کے بنانے میں امداد لینی جائز نہیں ہے واللہ اعلم۔

٤٢٨ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ

۴۲۸۔ عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ کو

الْعَزِيْزِ بْنُ مُخْتَارٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّآءُ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ لِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهٖ عَلِيٍّ انْطَلِقَا إِلٰى أَبِيْ سَعِيْدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيْثِهٖ فَانْطَلَقْنَا فَإِذَا هُوَ فِيْ حَآئِطٍ يُصْلِحُهٗ فَأَخَذَ رِدَآئَهٗ فَاحْتَبٰى ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا حَتّٰى أَتٰى ذِكْرُ بِنَآءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً وَعَمَّارٌ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ فَرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ وَيَقُوْلُ وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ يَدْعُوْهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُوْنَهٗ إِلَى النَّارِ قَالَ يَقُوْلُ عَمَّارٌ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ.

اور اپنے بیٹے علی کو کہا کہ تم دونوں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ سو اُس سے حدیث کو سنو سو ہم دونوں (اس کی طرف) چلے سو نا گہاں وہ ایک باغ میں تھا کہ اس کو سنوار رہا تھا سو اُس نے اپنی چادر کو لیا اور بیٹھ گیا اس صورت سے کہ اپنے گھٹنوں کو کھڑا کیا اور چوتڑوں کو زمین پر رکھا اور چادر سے اپنی پشت اور گھٹنوں کو حلقہ کیا پھر ہم کو حدیثیں سنانے لگا یہاں تک کہ مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر کرنے لگا سو اُس نے کہا کہ ہم ایک ایک اینٹ کو اٹھا کر لاتے تھے اور عمار دو دو اینٹوں کو اٹھا کر لاتے تھے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا کہ دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے ہیں سو آپ اس کے مونڈھے سے مٹی کو جھاڑنے لگے اور فرماتے تھے کہ افسوس ہے عمار پر اس کو بڑی سختی ہونی ہے کہ اس کو باغی گروہ قتل کرے گا وہ تو ان کو بہشت کی طرف بلائے گا اور وہ گروہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمار رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں پناہ پکڑتا ہوں اللہ کی فتنوں سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کے بنانے میں دوسرے آدمیوں سے مدد لینا جائز ہے اس لیے کہ صحابہ اینٹوں کو اٹھا اٹھا کر لے جاتے تھے اور مسجد کو بناتے تھے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ علم کو کسی نے احاطہ نہیں کیا ہے اس لیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے باوجود فراخی علم کے اپنے بیٹے کو ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حدیث پڑھنے کو بھیجا جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یاد نہ تھی اور یہ کہ سلف کے لوگ تواضع کرتے تھے اور تکبر نہیں کرتے تھے اور اپنی معاش کا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے اور یہ کہ طالب علموں کی تعظیم کی جائے اور ان کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم کیا جائے اور یہ کہ مسجد کے بنانے میں بڑی فضیلت ہے اور یہ کہ حدیث بیان کرنے کے وقت اطمینان اور ادب کے ساتھ بیٹھنا چاہیے اور کام کے وقت میں حدیث بیان نہ کرنی چاہیے اور یہ کہ جو اللہ کے راہ میں کام کرنے والا ہو اس کی تعظیم کرنی چاہیے۔

فائدہ: عمار رضی اللہ عنہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے رفیق تھے جب معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان صفین کی لڑائی ہوئی تب عمار رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام بحق علی مرتضی رضی اللہ عنہ تھے اور معاویہ کا لشکر باغی تھا اور مراد جنت

اور آگ سے اس کا سبب ہے یعنی طاعت امام کی سو دونوں طرف کے لوگ مجتہد تھے اپنے اپنے اجتہاد میں اپنے تئیں ہر کوئی حق جانتا تھا لیکن امام بحق علی مرتضی رضی اللہ عنہ تھے اور معاویہ کا لشکر باغی تھا اور وہ اپنے اجتہاد میں مخطی تھے اُن سے اجتہاد میں خطا واقع ہوئی پس ان کو کچھ طعن کرنا جائز نہیں اور سلامتی اسی میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ان لڑائیوں اور تنازعوں میں سکوت کیا جائے اور ان کے واقعات میں بحث اور گفتگو کرنے سے اپنی زبان کو بند کیا جائے اور اُن کے اس معاملہ کو اللہ کی طرف سپرد کیا جائے پس اس مقام میں یہی بات ٹھیک ہے اور بس۔

بَابُ الْاِسْتِعَانَةِ بِالنَّجَّارِ وَالصُّنَّاعِ فِي أَعْوَادِ الْمِنبَرِ وَالْمَسْجِدِ.

منبر کی لکڑیوں اور مسجد کے بنانے میں بڑھیوں اور کاری گروں سے مدد لینے کا بیان۔

٤٢٩ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى امْرَأَةٍ مُرِيْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ يَعْمَلْ لِيْ أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ.

۴۲۹۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو ایک عورت کی طرف کہلا بھیجا کہ تو اپنے بڑھئی غلام سے کہہ دے کہ میرے واسطے لکڑیوں سے منبر بنائے کہ میں اس پر بیٹھ کر لوگوں کو وعظ سنایا کروں۔

٤٣٠ ۔ حَدَّثَنَا خَلَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ فَإِنَّ لِيْ غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ إِنْ شِئْتِ فَعَمِلَتِ الْمِنبَرَ.

۴۳۰۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا حضرت کیا میں آپ کے لیے لکڑیوں سے کوئی چیز ایسی نہ بناؤں جس پر آپ بیٹھا کریں اس لیے کہ میرا ایک غلام ہے وہ بڑھئی کا کام کیا کرتا ہے سو آپ نے فرمایا کہ اگر تیری مرضی ہو تو بنا سو اُس نے منبر تیار کروایا۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں میں مسجد اور صناع کا ذکر نہیں صرف منبر اور بڑھئی کا ذکر ہے سو ان کو ان دونوں پر قیاس کیا ہے یعنی جب منبر میں بڑھئی سے مدد لینی جائز ہے تو ایسے ہی مسجد میں بھی کاریگر سے امداد لینی جائز ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کاریگر سے مراد عام ہو جو بڑھئی کو بھی شامل ہو اور مسجد منبر کو شامل ہو پس گویا کہ منبر کا بنانا مسجد کا بنانا ہے اور ظاہر ان دونوں حدیثوں میں مخالفت ہے اس لیے کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر بنانے کی خود فرمائش کی اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت نے پہلے درخواست کی سو تطبیق ان میں اس طور سے ہے کہ پہلے عورت نے اس بات کی درخواست کی تھی کہ سو وہ کچھ دن اُس کو بھول گئی پھر کئی دن کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وہ یاد دلایا پس اُس سے منبر تیار کروایا پس مخالفت دفع ہوگئی پس حاصل یہ ہے کہ منبر اور مسجد

کے کام میں کاریگروں اور بڑھئیوں سے مدد لینا جائز ہے۔

بَابُ مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا.

اللہ کے واسطے مسجد کے بنانے والے کی فضیلت کا بیان

۴۳۱ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيَّ أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَقُوْلُ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيْهِ حِيْنَ بَنٰى مَسْجِدَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ أَكْثَرْتُمْ وَإِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا قَالَ بُكَيْرٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ يَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِي الْجَنَّةِ.

۴۳۱۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں زیادتی کی اور اُس کی دیواروں اور ستونوں کو پتھروں سے بنوایا تو لوگوں نے اُس کے حق میں انکار کیا یعنی جب خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا تکلف نہیں کیا تو اب اُس کو پتھروں سے بنوانا جائز نہیں ہے تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا کہ تم نے (میرے حق میں) بہت انکار کیا ہے اور بے شک میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ کے واسطے مسجد بنائے اور اس سے صرف اللہ ہی کی رضامندی چاہے نام اور فخر غرض نہ ہو تو اللہ اس کے لیے ویسا گھر بہشت میں بنا دے گا۔

فائدہ: یعنی جس قدر بلند اور فراخ اور محکم زیادہ ہو اسی قدر بہتر ہے پس اس زیادتی کا بدلہ بھی ویسا ہی ہے کہ کوئی ابتدا سے مسجد بنا دے اور ظاہرًا یہ حدیث مخالف ہے اس آیت کے ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ یعنی ایک نیکی کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی سو اس کا جواب یہ ہے کہ مراد مثل سے مثلیت باعتبار کمیت اور اندازہ کے ہے اور زیادتی حاصل ہے باعتبار کیفیت اس لیے کہ ایک گھر ایسا ہوتا ہے کہ وہ دس بلکہ سو گھر سے بھی بہتر ہوتا ہے اور یا یہ کہ اس کو گھر کے بدلے گھر ملے گا نہ دوسری چیز قطع نظر اس سے کہ دس ہوں یا زیادہ باوجودیکہ فرق حاصل ہے اس طور کہ دنیا تنگ ہے اور بہشت فراخ ہے اور ایک بالشت کی جگہ وہاں کی تمام دنیا سے بہتر ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ يَأْخُذُ بِنُصُوْلِ النَّبْلِ إِذَا مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ.

جب کوئی مسجد میں جائے تو چاہیے کہ تیر کے پھل کو ہاتھ سے پکڑ لے تا کہ کسی کو ایذا نہ پہنچے۔

۴۳۲ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرٍو أَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَرَّ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهٗ سِهَامٌ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۴۳۲۔ سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے عمر کو کہا کہ کیا تو نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا ہے کہ ایک مرد مسجد میں آیا اور اس کے پاس تیر تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ اس کے پھل کو پکڑ رکھ تا کہ کسی کو لگ نہ جائے سو عمرو نے کہا کہ ہاں

وَسَلَّمَ أَمْسِكْ بِنِصَالِهَا. میں نے یہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔

فائدہ: بعض طریقوں میں نعم کا لفظ واقع نہیں ہوا سو اُس میں عمرو کا سکوت ہاں کے قائم مقام ہے جیسے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ استاد کا نعم کہنا شرط نہیں بلکہ اگر کبر دار ہو تو سکوت کافی ہے۔

بَابُ الْمُرُوْرِ فِي الْمَسْجِدِ. یعنی اگر تیر کے پھل کو ہاتھ سے پکڑا ہو تو تیر ساتھ لیے ہوئے مسجد میں آنا جائز ہے۔

٤٣٣ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَرَّ فِيْ شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا أَوْ أَسْوَاقِنَا بِنَبْلٍ فَلْيَأْخُذْ عَلٰى نِصَالِهَا لَا يَعْقِرْ بِكَفِّهٖ مُسْلِمًا.

۴۳۳۔ ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہماری مسجد یا بازار میں تیر کو ساتھ لیے آئے تو چاہیے کہ اُس کے پھل کو پکڑ رکھے تا کہ کسی مسلمان کو زخم نہ کرے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں میں کچھ فرق نہیں صرف اسناد دوسری ہونے کی وجہ سے یہ حدیث دوبارہ لائی گئی ہے اور نیز پہلی حدیث میں مسجد سے گزرنے کا لفظ شارع سے مروی نہیں اور اس میں یہ لفظ شارع سے مروی ہے۔

بَابُ الشِّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ. مسجد میں شعر پڑھنے جائز ہیں۔

٤٣٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهٗ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ يَسْتَشْهِدُ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْشُدُكَ اللّٰهَ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَا حَسَّانُ أَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ نَعَمْ.

۴۳۴۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو گواہ کر کے کہتے تھے کہ میں تجھ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تو نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اے حسان رسول کی طرف سے کافروں کو جواب دے یا الٰہی اس کو روح پاک سے مدد کر (یعنی جبرئیل علیہ السلام سے) کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہاں۔

فائدہ: کفار قریش حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہجو اور مذمت بیان کیا کرتے تھے اور اس میں شعر جوڑ جوڑ کر پڑھتے کافروں کی طرف سے شاعر ابو سفیان تھے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان کو فرمایا کہ تو کافروں کی ہجو کر اور

شعروں میں اُن کی مذمت بیان کر سو مسلمانوں کی طرف سے حسان رضی اللہ عنہ کافروں کی ہجو کیا کرتے تھے اور بعض طریقوں میں اس حدیث کے آیا ہے کہ حسان رضی اللہ عنہ مسجد میں کافروں کی ہجو میں شعر پڑھ رہے تھے سو عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہاں آئے اور حسان رضی اللہ عنہ کو شعر پڑھنے سے منع کیا سو حسان رضی اللہ عنہ نے کہا میں اسی مسجد میں شعر پڑھا کرتا تھا اور حالانکہ اس میں وہ شخص تھا جو تجھ سے بہتر تھا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تو میں آپ کے سامنے مسجد میں شعر پڑھا کرتا تھا اور آپ مجھ کو کبھی منع نہیں کرتے تھے سو تو کیوں منع کرتا ہے پس حسان رضی اللہ عنہ نے ایک نظر کی تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وہاں دیکھا سو اُس کو گواہ کیا اور اس وقت یہ حدیث بیان کی پس مسئلہ باب کا اس حدیث سے ثابت ہو گیا اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ مسجد میں شعر پڑھنا منع ہے سو ان میں تطبیق یہ ہے کہ منع وہ شعر ہیں جو جاہلیت اور جھوٹوں اور غالیوں کے ہیں اور جو حق ہوں وہ جائز ہیں۔

بَابُ أَصْحَابِ الْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ.

برچھی بازوں کو مسجد میں آنا اور اس میں کھیلنا جائز ہے۔

٤٣٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلٰى بَابِ حُجْرَتِيْ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَآئِهٖ أَنْظُرُ إِلٰى لَعِبِهِمْ زَادَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ بِحِرَابِهِمْ.

۴۳۵۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک میں نے ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھا اور حالانکہ حبشی لوگ مسجد میں برچھوں سے کھیل رہے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اپنی چادر سے چھپائے ہوئے تھے درحالیکہ میں اُن کو دیکھ رہی تھی۔

فائدہ: اس باب کے لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ مسجد میں تیروں کے ساتھ گزرنے کی جو ممانعت آ چکی ہے تو وہ مخصوص ہے ساتھ اس باب کے اس لیے کہ اس صورت میں تیروں سے محفوظ رہنا آسان ہے کہ ہر کسی کا دھیان اسی میں ہوتا ہے بخلاف اس کے کہ بے خبر تیر کو لیے مسجد میں چلا آئے اس لیے کہ اس میں ایذا کا خوف ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مباح کھیل کی طرف دیکھنا جائز ہے اور عورت کا غیر مردوں کو دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ آپ

کو اُن سے چھپایا ہوا ہو اور اگر کوئی کہے ہ یہ کھیلنا مسجد میں کیسے جائز ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ کھیلنا درحقیقت بندگی ہے اس لیے کہ کافروں کے جہاد میں کام آتا ہے اگر نیت نیک ہو تو ثواب ہے۔

بَابُ ذِكْرِ الْبَيْعِ وَالشِّرَآءِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي الْمَسْجِدِ.

مسجد میں منبر پر خرید و فروخت کے ذکر کرنے کا بیان یعنی مسجد میں اس کو ذکر کرنا اور اس کا حکم بیان کرنا جائز ہے لیکن اس کو مسجد میں منعقد کرنا جائز نہیں ہے۔

٤٣٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَتَتْهَا بَرِيْرَةُ تَسْأَلُهَا فِيْ كِتَابَتِهَا فَقَالَتْ إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتُ أَهْلَكِ وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لِيْ وَقَالَ أَهْلُهَا إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتِهَا مَا بَقِيَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً إِنْ شِئْتِ أَعْتَقْتِهَا وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لَنَا فَلَمَّا جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَّرَتْهُ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَاعِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَصَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهٗ وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيٰى وَعَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَمْرَةَ نَحْوَهٗ وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ يَحْيٰى قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ

۴۳۶۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بریرہ اس کے پاس آئی اور وہ اس سے کتابت کے باقی درہموں کے ادا کرنے کا سوال کرتی تھی سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر تو چاہے تو میں باقی مال کتابت کا تیرے مالکوں کو دے دوں اور آزادی کا حق میرے لیے ہوگا اور اس کے مالکوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اگر تو چاہے تو اس کو آزاد کر دے اور آزادی کا حق ہمارے لیے ہوگا یعنی خواہ آزاد کر یا نہ کر آزادی کے حق کے ہم وارث ہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا سو جب حضرت گھر میں تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو اُس لونڈی کو مول لے پھر اس کو آزاد کر دے اس واسطے کہ آزاد لونڈی غلام کے مال کا وہی وارث ہوتا ہے جو آزاد کرے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے سو فرمایا کیا حال ہے اُن لوگوں کا جو خرید و فروخت میں ایسی شرطیں کرتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں جو شخص ایسی شرط کرے جو اللہ کی کتاب میں نہ ہو تو وہ شرط اس کو کچھ فائدہ نہیں دیتی اور اُس کا وہ مستحق نہیں ہو سکتا ہے اگر چہ ایسی سو شرط کرے۔

عَمْرَةَ أَنَّ بَرِيْرَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ صَعِدَ الْمِنْبَرَ.

فائدہ: ایک لونڈی تھی اس کا نام بریرہ تھا اپس کے مالکوں نے اس کو لکھ دیا تھا کہ اگر تو مثلاً اتنے درہم کما کر ہم کو دے دے تو آزاد ہو جائے گی سو اُس نے کچھ درہم کما کر اپنی کتابت میں ادا کر دیے تھے اور کچھ باقی رہتے تھے سو اُس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بات کا آ کر سوال کیا کہ تو باقی درہموں کو میرے سر سے ادا کر کے مجھ کو آزاد کر دے سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں اس شرط سے خریدتی ہوں کہ تیری وراثت کا حق مجھ کو ملے اور اُس کے مالکوں نے کہا کہ ہم اس شرط پر بیچتے ہیں کہ اس کی وراثت کا حق ہم کو ملے تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وراثت کا حق ادا کرنے والے کو چاہے اُس کے مالک ناحق شرط کرتے ہیں اور وارث کا حق یہ ہے کہ جب غلام آزاد ہو گیا اور کچھ مدت بعد مر گیا تو وہ جو مال چھوڑ کر مر جائے اُس کا وارث آزاد کرنے والا ہوتا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بیع شراء کا ذکر کرنا اور اُس کا حکم بیان کرنا یا کوئی اس باب کا مسئلہ بیان کرنا جائز ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا حال ہے اُن لوگوں کا الخ اس لیے کہ اس میں اشارہ ہے طرف اس قصہ مذکورہ کی جس میں بیع وشراء وعتق وولاء کا ذکر ہے لیکن مسجد میں خود بیع وشراء کرنا جائز نہیں اور بعض نے اس کو جائز رکھا ہے لیکن اگر مسجد میں کسی چیز کی بیع ہو جائے تو وہ بیع بالاتفاق صحیح ہو جاتی ہے اور منعقد ہو جاتی ہے۔ (فتح الباری)

بَابُ التَّقَاضِيِّ وَالْمُلَازَمَةِ فِي الْمَسْجِدِ.

مسجد میں کسی قرض دار سے اپنا قرض مانگنا اور اس کو تقاضا کرنا اور تقاضے کو لازم پکڑنا جائز ہے۔

٤٣٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ كَعْبٍ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ فَنَادٰى يَا كَعْبُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هٰذَا وَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَيِ الشَّطْرَ قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ

۴۳۷۔ کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُس کا کچھ قرض ابن ابی حدرد کے سر پر تھا سو کعب نے اس سے مسجد میں اپنا قرض چاہا اور اس کا تقاضا کیا سو اُن دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں یعنی دونوں آپس میں جھگڑنے لگے یہاں تک کہ ان کی آواز کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور حالانکہ آپ اپنے گھر میں تھے سو آپ ان کی طرف نکلے یہاں تک کہ اپنے حجرے کے پردے کو کھولا اور آواز دی کہ اے کعب اُس نے عرض کی میں حاضر ہوں یارسول اللہ فرمایا کہ اپنا آدھا قرض اس کو معاف کر دے سو اُس نے عرض کی کہ البتہ میں نے اس کو آدھا چھوڑ دیا یارسول اللہ سو آپ نے ابن حدرد کو فرمایا کہ کھڑا ہو اور باقی آدھے کو ادا کر دے۔

قُمْ فَاقْضِهِ.

فائدہ: اس حدیث سے مسجد میں قرض دار سے اپنے قرضے کا مطالبہ اور تقاضا کرنا ثابت ہوا لیکن اس کے ساتھ ہر وقت رہنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا ہے سو اس سے غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اشارہ کرنا ہے طرف اس بات کی کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں اس کو ہر وقت لازم پکڑنے کا بیان آ چکا ہے جیسے کہ باب الصلح میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور یہ اکثر عادت ہے امام بخاری رحمہ اللہ کی اس کتاب میں جیسے کہ کئی بار مذکور ہو چکا ہے۔

بَابُ كَنْسِ الْمَسْجِدِ وَالْتِقَاطِ الْخِرَقِ وَالْقَذٰى وَالْعِيْدَانِ.

مسجد کو جھاڑو دینا اور اس میں سے دھجیوں اور میلی چیز او رلکڑیوں کو اٹھانا یعنی اس کی کیا فضیلت ہے؟۔

٤٣٨ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيْ رَافِعٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا أَسْوَدَ أَوْ امْرَأَةً سَوْدَآءَ كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ قَالَ أَفَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِيْ بِهٖ دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ أَوْ قَالَ قَبْرِهَا فَأَتٰى قَبْرَهَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا.

۴۳۸۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سیاہ عورت مسجد کو جھاڑو دیا کرتی تھی سو وہ مر گئی (اور لوگوں نے اس کو دفن کر دیا) سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حال پوچھا کہ وہ کہاں ہے سو لوگوں نے عرض کی کہ وہ مر گئی ہے سو فرمایا کہ تم نے مجھ کو اس کی اطلاع کیوں نہیں دی مجھ کو اس کی قبر بتلاؤ سو آپ اس کی قبر پر آئے اور اس پر نماز پڑھی۔

فائدہ: اس حدیث سے مسجد میں جھاڑو دینے کا مسئلہ ثابت ہوا ہے لیکن دھجیوں اور لکڑیوں وغیرہ کے اٹھانے کا اس حدیث میں ذکر نہیں ہے سو ان چیزوں کو ترجمہ میں ذکر کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں ان چیزوں کا بھی ذکر آ گیا ہے۔

بَابُ تَحْرِيْمِ تِجَارَةِ الْخَمْرِ فِي الْمَسْجِدِ.

مسجد میں تجارت شراب کی حرمت کا بیان۔

٤٣٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِيْ حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتِ الْاٰيَاتُ مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ تِجَارَةَ الْخَمْرِ.

۴۳۹۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سورۂ بقرہ کی آیتیں سود کے حرام کرنے میں اتریں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آئے سو آپ نے وہ آیتیں لوگوں کو پڑھ کر سنائیں پھر آپ نے فرمایا کہ شراب کی سوداگری کرنی حرام ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تجارت شراب کی حرمت کو اور اس کے اور احکام کو مسجد میں بیان کرنا جائز ہے۔

بَابُ الْخَدَمِ لِلْمَسْجِدِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا لِلْمَسْجِدِ يَخْدُمُهَا.

مسجد کی خدمت کے لیے خدمتگار رکھنے کا بیان اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ﴿نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا﴾ یعنی عمران کی عورت نے کہا کہ نظر کی میں واسطے اللہ کے جو میرے شکم میں ہے درحالیکہ آزاد کیا گیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مراد اس عورت کی یہ تھی کہ میں نے اس کو مسجد کے لیے آزاد کر دیا ہے تا کہ مسجد کی خدمت کیا کرے اور میں اس سے کوئی دنیا کا کام نہیں لوں گی۔

فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجد کے لیے خادم رکھنا جائز ہے اس لیے کہ اس عورت نے مسجد کی خدمت کے لیے نذر مانی اور وہ نذر اس کی صحیح ہوئی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو ثابت رکھا اس کی اس نذر کو منع نہ فرمایا۔

٤٤٠ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيْ رَافِعٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً أَوْ رَجُلًا كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ وَلَا أُرَاهُ إِلَّا امْرَأَةً فَذَكَرَ حَدِيْثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلّٰى عَلٰى قَبْرِهَا.

۴۴۰۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت مسجد کو جھاڑو دیا کرتی تھی پھر اُس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ آپ نے اس کی قبر پر نماز پڑھی۔

بَابُ الْأَسِيْرِ أَوِ الْغَرِيْمِ يُرْبَطُ فِي الْمَسْجِدِ.

قیدی اور قرض دار کو مسجد میں باندھنا جائز ہے۔

٤٤١ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنَا رَوْحٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عِفْرِيْتًا مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ فَأَمْكَنَنِي

۴۴۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنوں میں سے ایک سرکش جن رات کو میرے آگے گھس پڑا میری نماز توڑ دینے کو سو اللہ نے اس کو میرے قابو میں کر دیا پھر میں نے اس کو پکڑ لیا سو میں نے چاہا کہ اس کو مسجد کے کھمبوں میں سے کسی کھمبے میں باندھ دوں تا کہ تم سب لوگ اس کو دیکھو پھر مجھ کو یاد آ گئی اپنے سلیمان بھائی کی دعا وہ دعا

اللّٰهُ مِنهُ فَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى تُصْبِحُوْا وَتَنظُرُوْا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِيْ سُلَيْمَانَ رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّهُ خَاسِئًا.

یہ تھی کہ اے میرے رب مغفرت کر اور دے مجھ کو ایسی بادشاہی کہ میرے بعد پھر کسی کو ویسی نہ ملے پھر حضرت ﷺ نے اس کو دھکیل دیا دھتکار کر۔

فائدہ: جن اور دیو حضرت سلیمان علیہ السلام کے قابو میں تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ ایسی بادشاہی میرے بعد کسی کو نہ ملے اس لیے حضرت ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا اور سلیمان علیہ السلام کی دعا کی رعایت کی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مراد اس دعا سے یہی تھی کہ جن اور دیو میرے قابو میں ہو جائیں اور ان پر میرا قبضہ ہو جائے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیدی کو مسجد میں باندھنا جائز ہے ورنہ حضرت ﷺ اُس جن کو مسجد میں باندھنے کو جائز نہ رکھتے اور قرض دار کا حکم اس حدیث میں مذکور نہیں سو اس کو قیدی پر قیاس کر لیا ہے۔

بَابُ الْاِغْتِسَالِ إِذَا أَسْلَمَ وَرَبْطِ الْأَسِيْرِ أَيْضًا فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ شُرَيْحٌ يَأْمُرُ الْغَرِيْمَ أَنْ يُّحْبَسَ إِلٰى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ.

جب کافر مسلمان ہو جائے تو اس کے غسل کرنے کا بیان اور نیز قیدی کے مسجد میں باندھنے کا بیان۔ اور شریح قاضی حکم کیا کرتے تھے کہ قرض دار کو مسجد کے کھنبوں میں باندھا جائے۔

٤٤٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ سَعِيْدٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَآءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ إِلٰى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا اللّٰهِ.

۴۴۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ایک لشکر کو نجد کی طرف بھیجا (نجد ایک ملک کا نام ہے عراق کی طرف) سو وہ لوگ بنی حنیفہ کے ایک مرد کو پکڑ کر لے آئے کہ اُس کا نام ثمامہ تھا سو انہوں نے اس کو مسجد کے کھنبوں سے ایک کھنبے میں باندھ دیا سو حضرت ﷺ اس کے پاس آئے سو فرمایا کھول دو ثمامہ کو (سو لوگوں نے اس کو کھول دیا) سو وہ کھجوروں کی طرف چلا جو مسجد کے قریب تھیں سو اُس نے غسل کیا پھر مسجد میں آیا اور کہا کہ گواہی دیتا ہوں میں اس بات کی کہ نہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

فائدہ: یہ ترجمہ اکثر نسخوں میں نہیں ہے صرف باب کا لفظ واقع ہوا ہے اس لیے کہ اس کو پہلے باب سے بہت مناسبت ہے کو دونوں بابوں کا مطلب ایک ہے اور کافر کا مسلمان ہو کر نہانا مسجد سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا اور یہ کتاب احکام مسجد کے بیان میں ہے اس کی توجیہ اس طور سے ہو سکتی ہے کہ کافر اکثر جنبی ہوتا ہے اور جنبی مسجد سے ممنوع ہے مگر ضرورت کے لیے سو جب وہ اسلام لے آیا تو اس کے لیے مسجد میں ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہ رہی پس اُس نے غسل کر لیا تا کہ اس کو مسجد میں ٹھہرنا جائز ہو۔

بَابُ الْخَيْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَرْضٰى وَغَيْرِهِمْ.

بیماروں وغیرہ کے واسطے مسجد میں خیمہ کھڑا کرنا جائز ہے۔

٤٤٣ ـ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُصِيْبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِي الْأَكْحَلِ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُوْدَهُ مِنْ قَرِيْبٍ فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِّنْ بَنِيْ غِفَارٍ إِلَّا الدَّمُ يَسِيْلُ إِلَيْهِمْ فَقَالُوْا يَا أَهْلَ الْخَيْمَةِ مَا هٰذَا الَّذِيْ يَأْتِيْنَا مِنْ قِبَلِكُمْ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُوْ جُرْحُهُ دَمًا فَمَاتَ فِيْهَا.

۴۴۳۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جنگ خندق کے دن سعد رضی اللہ عنہ کو رگ ہفت اندام میں تیر لگا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے مسجد میں خیمہ کھڑا کیا تا کہ پاس سے اُس کو پوچھتے رہیں اور مسجد میں ایک اور خیمہ تھا بنی غفار کا سو نہ گھبراہٹ میں ڈالا اُن کو مگر خون نے جو اُن کی طرف بہہ کر گیا سو وہ کہنے لگے کہ اے خیمہ والو! یہ کیا چیز ہے جو ہمارے پاس تمہاری طرف سے آتی ہے پس یکا یک دیکھا انہوں نے کہ وہ سعد رضی اللہ عنہ ہے کہ اُس کی رگ سے خون جوش مار کر بہہ رہا ہے سو سعد رضی اللہ عنہ اسی زخم کے سبب سے مر گئے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیمار وغیرہ کے واسطے مسجد میں خیمے کو کھڑا کرنا جائز ہے۔

بَابُ إِدْخَالِ الْبَعِيْرِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْعِلَّةِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَعِيْرٍ.

بیماری وغیرہ کسی سبب کے واسطے اونٹ کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا۔

فائدہ: یہ حجۃ الوداع کا ذکر ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کا طواف سوار ہو کر اونٹ پر کیا تھا کہ سب لوگ آپ کو دیکھیں اور آپ سے دین کے احکام پوچھیں اور چونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کوبہ کی مسجد میں اونٹ کو داخل کیا تھا تو معلوم ہوا کہ اونٹ کو حاجت کے لیے مسجد میں داخل کرنا جائز ہے۔

٤٤٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ

۴۴۴۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِيْ سَلَمَةَ بَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ شَكَوْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّيْ أَشْتَكِيْ قَالَ طُوْفِيْ مِنْ وَّرَآءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ إِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ.

سے شکایت کی اس بات کی کہ میں بیمار ہوں اور پیادے طواف کرنے کی طاقت نہیں رکھتی ہوں سو آپ نے فرمایا کہ تو طواف کر لوگوں کے پیچھے سوار ہو کر۔

فائدہ: مسئلہ باب کا اس حدیث سے بھی اُسی طرح ثابت ہوتا ہے جیسے کہ پہلی حدیث سے ثابت ہوا۔

٤٤٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ يُضِيْئَانِ بَيْنَ أَيْدِيْهِمَا فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰى أَتٰى أَهْلَهٗ.

۴۴۵۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک دو صحابی حضرت ﷺ کے پاس سے اندھیری رات میں نکلے یعنی عشاء کی نماز کے بعد اپنے گھر کو چلے ایک کا نام عباد بن بشر تھا اور دوسرے کا نام اسید تھا اور حالانکہ نور کی دو مشعلیں دو چراغوں کی طرح دونوں کے ساتھ ساتھ جلتی جاتی تھیں سو جب وہ دونوں جدا جدا ہوئے تو دونوں سے ایک ایک مشعل ہر ایک کے ساتھ ہوگئی یہاں تک کہ وہ دونوں اپنے اپنے گھر آئے۔

فائدہ: اس حدیث کو کتاب المساجد میں لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ دونوں صحابی عشاء کی نماز پڑھ کر حضرت ﷺ کے پاس بہت رات تک بیٹھے رہے جب اٹھ کر گھر کو جانے لگے تو رات بہت اندھیری تھی سو نور کی دو مشعلیں دونوں کے ساتھ ساتھ جلتی گئیں یہاں تک کہ وہ اپنے گھر جا پہنچے اور یہ نور ان کو دو وجہ سے حاصل ہوا تھا ایک تو حضرت ﷺ کی صحبت سے دوسرا مسجد میں بیٹھنے سے سو اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو احکام المساجد میں لایا ہے اور بعضوں نے کہا کہ جب وہ حضرت ﷺ کے ساتھ بہت رات مسجد میں کلام کرتے رہے تو اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں کلام کرنی جائز ہے۔

بَابُ الْخَوْخَةِ وَالْمَمَرِّ فِي الْمَسْجِدِ.

مسجد میں طاقی رکھنے اور اس میں سے گزرنے کا بیان۔

فائدہ: جن صحابہ کے گھر مسجد کی دیواروں کے ساتھ تھے ان سب نے مسجد میں طاقیں رکھی ہوئی تھیں تا کہ جماعت وغیرہ کی ان کو اطلاع ہو جایا کرے اور بعضوں نے مسجد میں دروازے رکھے ہوئے تھے کہ اُس میں سے اندر باہر آتے جاتے تھے سو وحی آئی کہ تمام دوازوں اور طاقیوں بند کیا جائے لیکن بعض اُس سے مخصوص ہو گئے تھے جیسے کہ آئندہ معلوم ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

٤٤٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ فَبَكٰى أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ مَا يُبْكِيْ هٰذَا الشَّيْخَ إِنْ يَّكُنِ اللّٰهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْعَبْدَ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ أَعْلَمَنَا قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا تَبْكِ إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ أَبُوْ بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا مِنْ أُمَّتِيْ لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهٗ لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابُ أَبِيْ بَكْرٍ.

۴۴۶۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا سو فرمایا بے شک اللہ نے مختار کیا اپنے بندے کو دنیا اور آخرت میں سو اس بندے نے آخرت کو اختیار کیا سو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے سو میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ بوڑھا کس سبب سے روتا ہے اگر اللہ نے مختار کیا ایک بندے کو دینا اور آخرت میں سو اس بندے نے آخرت کو اختیار کیا یعنی ابو سعید رضی اللہ عنہ کو تعجب آیا کہ یہ رونے کا کون مقام ہے سو وہ بندہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ عالم تھے وہ سمجھ گئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کی خبر دی ہے یعنی جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تب ہم اس کا مطلب سمجھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کی خبر دی تھی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر مت رو سب لوگوں میں رفاقت جان اور مال کے راہ سے تیرا مجھ پر احسان زیادہ ہے یعنی آپ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تسلی دی ساتھ ظاہر کرنے کمال خصوصیت کے اور اگر یہ اللہ کے سوا جانی دوستی کسی اور سے کرتا تو تجھ ہی سے کرتا لیکن ہماری تیری اسلام کی برادری اور محبت ہے مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہ رہے مگر بند کیا جائے سوئے دروازے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے۔

فائدہ: خلت کا معنی صفائی دوستی کا ہے جو مراد اسرار قبول کرنے سے اور وہ محبت سے بلند ہے اور نیز خلیل اس کو کہتے ہیں کہ اس کے دل میں سوائے دوست کے اور کسی کی گنجائش نہ ہو اور چونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مبارک محبت اور دوستی خدائی سے پر تھا اس لیے سوائے اللہ کے دوست پکڑنے کی گنجائش نہ تھی اور محبت قلبی جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض کے

ساتھ تھی تو وہ محض اللہ کے واسطے تھی سو یہ بھی اللہ کی محبت کی ایک شاخ ہے پس اس کی منافی نہیں ہے اور نیز محبت کہتے ہیں دل کے تعلق کو ساتھ محبوب کے اور کسی چیز کا تمام دل کو پکڑ لینا دوسری چیز ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں طاقی رکھنی جائز نہیں ہے اور یہی ہے مسئلہ باب کا۔

٤٤٧ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ يَعْلَى بْنَ حَكِيْمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ عَاصِبٌ رَأْسَهٗ بِخِرْقَةٍ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّهٗ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَمَنَّ عَلَيَّ فِيْ نَفْسِهٖ وَمَالِهٖ مِنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَبِيْ قُحَافَةَ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنَ النَّاسِ خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا وَلٰكِنْ خُلَّةُ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ سُدُّوْا عَنِّيْ كُلَّ خَوْخَةٍ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ أَبِيْ بَكْرٍ.

۴۴۷۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اُس بیماری میں جس میں آپ نے انتقال کیا اور آپ اپنے سر کو ایک کپڑے سے باندھے تھے سو آپ آ کر منبر پر بیٹھ گئے سو اللہ کی تعریف کی اور اس پر ثناء کہی پھر فرمایا کہ سب لوگوں میں رفاقت اور احسان کرنے والا جان اور مال کے راہ سے مجھ پر ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کوئی شخص زیادہ نہیں اور اگر سوائے اللہ کے جانی دوستی میں کسی اور سے کرتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی سے کرتا لیکن اسلام کی برادری اور محبت اس کے ساتھ سب سے زیادہ ہے یا سب دوستوں سے افضل ہے سو مسجد کے اندر سے آنے جانے کی سب طاقیوں کو بند کر دو سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کہ وہ کھلی رہے کہ وہ میرے اسرار اور بھید کا واقف ہے۔

فائدہ: اس حدیث کا مطلب بھی وہی ہے جو اوپر گزرا۔

بَابُ الْأَبْوَابِ وَالْغَلَقِ لِلْكَعْبَةِ وَالْمَسَاجِدِ.

خانہ کعبہ اور مسجدوں کے لیے دروازے رکھنے اور کواڑ لگانے کا بیان یعنی جائز ہے۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ لِيَ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ يَا عَبْدَ الْمَلِكِ لَوْ رَأَيْتَ مَسَاجِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبْوَابَهَا.

ابن جریج سے روایت ہے کہ مجھ کو ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ اے عبدالملک (یہ ابن جریج کا نام ہے) اگر تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مسجدوں اور اُن کے دروازوں کو دیکھے تو ان سے متعجب ہو جائے یعنی وہ مسجدیں بہت عمدہ ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کے لیے دروازے رکھنے جائز ہیں۔

٤٤٨ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ فَدَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ فَفَتَحَ الْبَابَ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِلَالٌ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ ثُمَّ أَغْلَقَ الْبَابَ فَلَبِثَ فِيْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَجُوْا قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَبَدَرْتُ فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقَالَ صَلّٰى فِيْهِ فَقُلْتُ فِيْ أَيٍّ قَالَ بَيْنَ الْأُسْطُوَانَتَيْنِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَذَهَبَ عَلَيَّ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلّٰى.

۴۴۸۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فتح مکہ کے دن) مکے میں تشریف لائے تو آپ نے عثمان بن طلحہ کو بلایا اس لیے کہ کعبے کی چابی اُس کے پاس تھی سو اُس نے کعبے کا دروازہ کھولا سو آپ اور بلال اور اسامہ بن زید اور عثمان بن طلحہ چاروں کعبہ کے اندر داخل ہوئے پھر آپ نے دروازے کو بند کروادیا سو آپ ایک گھڑی تک اس میں ٹھہرے رہے پھر باہر نکل آئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے جلدی سے جا کر بلال کو پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر کیا کیا ہے؟ سو بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے سو میں نے کہا کہ آپ نے کعبے کی کس طرف نماز پڑھی ہے کہا کہ درمیان دو کھمبوں کے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں بلال رضی اللہ عنہ سے یہ بات پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعتیں نماز پڑھی۔

فائدہ: یہ حدیث پہلے بھی مذکور ہوئی ہو چکی ہے اس سے معلوم ہوا کہ خالی کعبے کا دروازہ بھی تھا اور اس کے کواڑ بھی تھے جس سے وہ بند کیا جاتا تھا پس معلوم ہوا کہ مسجد کا دروازہ رکھنا اور اس کو کواڑ لگانا جائز ہے اور یہی ہے مسئلہ باب کا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کعبہ کے اندر جا کر دروازے کو بند کروا دیا تھا تو اس کا سبب یہ تھا کہ تمام لوگ اندر نہ گھس آئیں آپ کے افعال دیکھنے کو یا یہ تھا کہ آپ بے فکر خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھیں یا یہ تھا کہ آپ اس کی تمام طرفوں میں نماز پڑھیں اس لیے کہ کھلے دروازے کی طرف نماز پڑھنی جائز نہیں۔

بَابُ دُخُوْلِ الْمُشْرِكِ الْمَسْجِدَ.

مشرک کو مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔

٤٤٩ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَآءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ.

۴۴۹۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کو نجد کی طرف بھیجا سو وہ قبیلے بنی حنیفہ کے ایک مرد کو قید کر کے لے آئے اُس کا نام ثمامہ تھا سو انہوں نے اس کو مسجد کے کھمبوں میں سے ایک کھمبے کے ساتھ باندھ دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرک کا مسجد میں آنا جائز ہے سوائے مسجد کعبہ کے کہ ہو اس سے مخصوص ہے اور غرض اس سے رد کرنا ہے امام مالک پر کہ وہ مطلق منع کرتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک مطلق جائز ہے۔

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ فِي الْمَسَاجِدِ. مسجد میں چلا کر بولنا اور آواز کو بلند کرنا کیا حکم رکھتا ہے۔

٤٥٠ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْجُعَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنْتُ قَآئِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِيْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا قَالَ مَنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّآئِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۴۵۰۔ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں کھڑا ہوا تھا سو مجھ کو ایک شخص نے کنکر مارا سو میں نے اس کی طرف پھر نظر کی تو ناگہاں کیا دیکھتا ہوں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں سو اُس نے کہا کہ جا اور اِن دونوں آدمیوں کو میرے پاس پکڑ لا سو میں ان دونوں کو اس کے پاس پکڑ لایا سو فرمایا کہ تم کس قبیلے سے ہو یا یہ فرمایا کہ تمہارا گھر کہاں ہے انہوں نے کہا کہ ہمارا گھر طائف میں ہے (کہ نام ہے ایک جگہ کا نزدیک مکے کے) سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم مدینہ کے لوگوں سے ہوتے یعنی اگر تمہارا گھر یہاں ہوتا تو میں تم کو سزا دیتا کہ تم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں چلا چلا کر بولتے ہو اور مسجد کا کچھ ادب نہیں کرتے ہو۔

فائدہ: مسجد نبوی میں دو مرد آپس میں چلا چلا کر گفتگو کر رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ فرمایا اور ان کو نو وارد ہونے کی وجہ سے معذور رکھا ورنہ ان کو سزا دیتے اور یہ ان کو اس واسطے کہا کہ اگر آپ سنیں گے تو ناراض ہوں گے۔

٤٥١ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا لَهُ عَلَيْهِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

۴۵۱۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کا کچھ قرض ابن ابی حدرد کے اوپر تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سو اُس نے ابن ابی حدرد سے مسجد میں اپنا قرض طلب کیا سو ان دونوں کی آواز بلند ہوئی یعنی آپس میں جھگڑنے لگے یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی آواز کو اپنے گھر میں سنا سو آپ ان کی طرف نکلے یہاں تک کہ اپنے حجرے کا پردہ کھولا سو آپ نے فرمایا کہ اے کعب اُس نے کہا کہ حاضر ہوں میں یارسول اللہ سو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آدھا قرض چھوڑ دے سو اُس نے عرض کی کہ یا حضرت میں اس کو

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ وَنَادٰى كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ يَا كَعْبُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَشَارَ بِيَدِهٖ أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ فَاقْضِهٖ.

چھوڑ دیا سو آپ نے ابن ابی حدرد کو فرمایا کہ کھڑا ہو اور باقی آدھا قرض جا کر ادا کر دے۔

فائدہ: پہلی حدیث سے مسجد میں آواز بلند کرنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے اور دوسری سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے سو اس سے معلوم ہوا کہ منع وہی کلام ہے جو لغو اور بے فائدہ ہو اور جس کی ضرورت ہو اور فائدہ ہو وہ جائز ہے۔

بَابُ الْحِلَقِ وَالْجُلُوْسِ فِي الْمَسْجِدِ.

مسجد میں حلقہ باندھ کر بیٹھنے کا بیان اور اس میں ذکر اور مذاکرہ علم کے لیے بیٹھنے کا بیان۔

٤٥٢ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ مَا تَرٰى فِيْ صَلَاةِ اللَّيْلِ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيَ الصُّبْحَ صَلّٰى وَاحِدَةً فَأَوْتَرَتْ لَهٗ مَا صَلّٰى وَإِنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلَاتِكُمْ وِتْرًا فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِهٖ.

۴۵۲۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرد نے حضرت ﷺ سے پوچھا اور حالانکہ آپ منبر پر تھے اور احکام دینی بیان کر رہے تھے کہ آپ رات کے نفلوں میں کیا فرماتے ہیں دو دو رکعت پڑھی جائیں یا چار چار رکعتیں پڑھی جائیں آپ نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہیں سو جب کوئی فجر ہونے سے خوف کرے تو ایک رکعت وتر پڑھ لے سو وہ اس کی پہلی نماز کو وتر کر دے گی یعنی اگر کسی کو پچھلی رات میں تہجد پڑھتے پڑھتے یہ معلوم ہوا کہ صبح نکلنے کے قریب ہے تو صرف ایک رکعت علیحدہ پڑھ لے اس لیے کہ وہ ایک رکعت پہلی سب نماز کو جو پڑھ چکا ہے وتر یعنی طاق بنا دے گی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنی رات کی نماز میں پچھلی نماز وتر کو کرو۔

فائدہ: یہ اس شخص کے لیے ہے جو پچھلی رات کو اٹھتا ہو اور جو پچھلی رات کو نہ اٹھ سکے اس کو چاہیے کہ وتر کو عشاء کے ساتھ پڑھ لیا کرے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف ایک رکعت وتر پڑھنے جائز ہے اور حنفیہ کہتے ہیں آپ نے اس ایک رکعت کو دو کے ساتھ جوڑ کر پڑھا تھا مگر یہ تاویل ظاہر حدیث کی سراسر مخالف ہے اور تفصیل اس مسئلہ کی

باب الوتر میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ اور حضرت ﷺ کے مسجد میں منبر پر بیٹھ کر احکام بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ مسجد میں علم بیان کرنے کے لیے بیٹھنا جائز ہے اور یہی ہے مسئلہ باب کا۔

٤٥٣ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا جَآءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ فَقَالَ كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ فَقَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ تُوْتِرُ لَكَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ قَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَجُلًا نَادَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ.

۴۵۳۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرد حضرت ﷺ کے پاس آیا اور حالانکہ آپ خطبہ پڑھ رہے تھے سو اُس نے پوچھا کہ رات کی نماز کی کتنی رکعتیں پڑھنی چاہییں سو آپ نے فرمایا کہ دو دو رکعت پڑھنی چاہییں سو جب تو صبح صادق کا خوف کرے تو ایک رکعت وتر کر کہ وہ تیری پہلی نماز کو وتر کردے گی یعنی طاق بنادے گی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک مرد نے حضرت ﷺ کو پکارا اور حالانکہ آپ مسجد میں تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس شخص کا مسئلہ پوچھنا اور حضرت ﷺ کا اس کو بتلانا یہ سب کچھ مسجد میں واقع ہوا ہے اور حلقہ باندھنا اس طور سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت ﷺ مسجد میں منبر پر احکام دین بیان کر رہے تھے تو ضرور ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے گرد میں بیٹھے ہوں گے پس اس سے ثابت ہوا کہ مسجد میں عالم کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھنا جائز ہے۔

٤٥٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى عَقِيْلِ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيْ وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأٰى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ وَأَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ

۴۵۴۔ ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ حضرت ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگہاں تین مرد سامنے سے آئے سو دو تو حضرت ﷺ کی طرف آگے آئے اور ایک پلٹ کر چلا گیا سو اُن دونوں میں سے ایک نے تو مسجد میں خالی جگہ دیکھی پس وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا اُن سب سے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پلٹ کر چلا گیا سو جب حضرت ﷺ (وعظ سے) فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ہاں میں خبر دیتا ہوں تم کو تینوں شخصوں کے حال سے پس ان میں سے ایک نے تو اللہ کی طرف ٹھکانا پکڑا سو اللہ نے اس کو جگہ دی اور لیکن دوسرا سو وہ

فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاَوٰى اِلَى اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ.

شرمایا پس اللہ بھی اس سے شرمایا یعنی اللہ نے اس کو اپنے غضب سے بچایا اور لیکن تیسرے نے منہ پھیرا سو اللہ نے بھی اُس سے منہ پھیر لیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں عالم کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھنا جائز ہے اور یہی مسئلہ ہے باب کا اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ نے مسجد میں حلقہ باندھنے کو مکروہ جانا ہے سو وہ حدیث محمول ہے اس حال پر جس میں کچھ فائدہ نہ ہو اور جس میں کچھ فائدہ ہو جیسے کہ علم سیکھنا اور وعظ سننا تو یہ جائز ہے پس دونوں حدیثوں میں کچھ منافات نہیں ہے۔

بَابُ الْاِسْتِلْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ وَمَدِّ الرِّجْلِ.

مسجد میں چت لیٹنے کا بیان یعنی جائز ہے۔

٤٥٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ كَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ.

۴۵۵۔ عباد بن تمیم رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتا ہے کہ اُس نے حضرت ﷺ کو مسجد میں چت لیٹے دیکھا اس حال میں کہ آپ نے اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھا ہوا تھا۔

فائدہ: مناسبت اس حدیث کی مسئلہ باب سے ظاہر ہے اور ایک حدیث میں ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھنا منع آیا ہے سو وہ نہی محمول ہے اس حالت پر جس میں کہ ستر کھل جانے کا خوف ہو اور جہاں خوف نہ ہو وہاں جائز ہے پس دونوں حدیثوں میں کچھ منافات نہیں ہے۔

بَابُ الْمَسْجِدِ يَكُوْنُ فِي الطَّرِيْقِ مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ بِالنَّاسِ وَبِهٖ قَالَ الْحَسَنُ وَاَيُّوْبُ وَمَالِكٌ.

راہ میں مسجد بنانی جائز ہے جب کہ لوگوں کو اُس میں ضرر نہ پہنچے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں حسن بصری اور ایوب اور مالک (اور جمہور علماء)۔

٤٥٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ

۴۵۶۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ماں باپ کو نہیں دیکھا مگر کہ وہ مسلمان تھے یعنی میرے ماں باپ نے

أَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً ثُمَّ بَدَا لِأَبِیْ بَكْرٍ فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَآءِ دَارِهٖ فَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ فَيَقِفُ عَلَيْهِ نِسَآءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَأَبْنَآؤُهُمْ يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّآءً لَا يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ إِذَا قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَأَفْزَعَ ذٰلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ.

میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی اسلام کو قبول کیا ہوا تھا اور کوئی دن خالی نہیں گزرتا تھا مگر کہ حضرت ﷺ ہمارے گھر میں تشریف لایا کرتے تھے صبح کو بھی اور شام کو بھی یعنی دونوں وقت آیا کرتے تھے پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خیال آیا سو اُس نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی سو وہ اس میں نماز پڑھا کرتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے سو مشرکوں کی عورتیں اور بچے اُن کے پاس قرآن سننے کو کھڑے ہو جاتے اور سُن سُن کر خوش ہوتے اور اس کو دیکھتے اور ابو بکر بہت رونے والے تھے سو جب قرآن کو پڑھتے تو اُن کے آنسو نہ رکتے سو قریش کے رئیس اس معاملے سے بہت گھبرائے اور ڈر گئے کہ مبادا ہماری عورتیں اور بچے مسلمان نہ ہو جائیں۔

فائدہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کے صحن میں سے راہ جاتی تھی اس راہ میں انہوں نے مسجد بنائی سو جب مشرکوں کی عورتیں اور بچے اس راہ سے آتے جاتے تو قرآن کو سن کر کھڑے ہو جاتے الخ اور یہ اصل قصہ اس طور سے ہے کہ جب کافر لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایذا دینے لگے تو صدیق رضی اللہ عنہ مکے سے کوچ کر کے دوسرے ملک کو روانہ ہوئے تب مکہ کے رئیسوں نے مشورہ کیا کہ جس شہر سے ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسا آدمی چلا جائے وہ خراب ہو جائے گا سو کافر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پلٹا کر کے پھیر لائے اور یہ شرط کی کہ اپنے گھر میں جس طرح تیرے جی میں آئے عبادت کیا کر کوئی تجھ کو کچھ نہیں کہے گا سو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنا لی اس میں عبادت اور قراۃ قرآن میں مشغول رہتے تھے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ راہ میں مسجد بنانی جائز ہے اس لیے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فعل حجت ہے خاص کر ایسی حالت میں کہ حضرت ﷺ نے اس کو اس پر قائم رکھا پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی باب سے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اپنے ملک میں مسجد بنانی بالاجماع جائز ہے اور غیر کے ملک میں بالاجماع منع ہے اور جو جگہیں کسی ملک میں نہ ہوں جیسے راہ وغیرہ تو جمہور کے نزدیک اس میں بھی جائز ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِيْ مَسْجِدِ السُّوْقِ وَصَلّٰى ابْنُ عَوْنٍ فِيْ مَسْجِدٍ فِيْ دَارٍ يُغْلَقُ عَلَيْهِمُ الْبَابُ.

بازار کی مسجد میں نماز پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے، اور ابن عون نے ایک گھر کے اندر کی مسجد میں نماز پڑھی جس کا دروازہ ابن عون اور اس کے ساتھیوں پر بند کیا جاتا تھا یعنی کسی کی حویلی میں ایک مسجد تھی سو وہ حویلی

کا دروازہ بند کر دیتے تھے اور وہ مسجد کے اندر نماز پڑھتے رہتے تھے۔

فائدہ: بعض کہتے ہیں کہ یہ اثر معلق ترجمہ میں داخل ہے ترجمہ کی دلیل نہیں اندریں صورت اس حدیث میں گھر کی مسجد میں نماز پڑھنے کا ذکر صریح موجود ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ تعلیق ترجمہ کی دلیل ہے اس صورت میں مسئلہ ترجمۃ الباب کا اس سے اس طور پر ثابت ہے کہ کسی جگہ کا بند ہونا نماز کو نہیں روکتا ہے اس لیے کہ ابن عون نے بند حویلی میں نماز پڑھی اس بندش نے اس کے اندر مسجد بنانے کو منع نہ کیا اسی طرح بازار اگرچہ بند ہوتا ہے لیکن اس میں مسجد بنانا جائز ہے لیکن اس توجیہ سے پہلی توجیہ ظاہر ہے اس میں اتنا تکلف کرنا نہیں پڑتا ہے۔

٤٥٧ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْجَمِيْعِ تَزِيْدُ عَلٰى صَلَاتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ وَصَلَاتِهٖ فِيْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وَأَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيْدُ إِلَّا الصَّلَاةَ لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ خَطِيْئَةً حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِيْ صَلَاةٍ مَا كَانَتْ تَحْبِسُهٗ وَتُصَلِّيْ يَعْنِيْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا دَامَ فِيْ مَجْلِسِهِ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ.

۴۵۷۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی نماز اس کے گھر اور بازار کی نماز سے بیس اور پانچ درجے زیادہ ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب کسی نے وضو کیا اور اس کو سنوارا پھر مسجد میں آیا اس حالت میں کہ سوائے نماز کے اس کے جنبش کا کوئی سبب نہ ہو تو ایسا شخص کوئی قدم نہ چلے گا مگر کہ اللہ اس قدم کے سبب سے اس کا ایک درجہ بلند کرے گا اور اس کی جہت سے اس کا ایک گناہ دور کرے گا یہاں تک کہ مسجد میں آئے پھر جب مسجد میں آیا تو نماز میں داخل ہوا جب تک کہ اس کو نماز روکے رہے یعنی جو مدت کہ نماز کی انتظار مین گزرے گی وہ نماز میں شمار ہوگی نماز پڑھنے کے برابر انتظار کا ثواب ملے گا اور فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں جب تک کہ اُس مکان میں بیٹھا رہے گا جس میں نماز پڑھ چکا فرشتے کہتے ہیں الٰہی اس پر رحم کر اُس کی مغفرت کر یہ وعدہ اس پر شرط ہے جب تک کہ مسجد میں کسی کو تکلیف نہ دے جب تک کہ مسجد میں دنیا کی بات نہ کہے یا وضو نہ ٹوٹے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا ہوتا ہے کہ اپنے گھر اور بازار میں نماز پڑھنی جائز ہے اور جب نماز جائز ہوئی تو مسجد بنانی بھی جائز ہوئی یا ترجمہ میں مسجد سے مراد سجدہ کی جگہ ہے نہ وہ مسجد کہ ایک خاص مکان نماز کے لیے تیار

کرتے ہیں پس اس صورت میں مسئلہ باب کا حدیث سے ثابت ہے۔

بَابُ تَشْبِيْكِ الْأَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ.

مسجد وغیرہ میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو قینچی کرنا اور آپس میں ڈالنا جائز ہے۔

٤٥٨ ـ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ عَنْ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ حَدَّثَنَا وَاقِدٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَوِ ابْنِ عَمْرٍو شَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابِعَهُ وَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ أَبِيْ فَلَمْ أَحْفَظْهُ فَقَوَّمَهُ لِيْ وَاقِدٌ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ وَهُوَ يَقُوْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو كَيْفَ بِكَ إِذَا بَقِيْتَ فِيْ حُثَالَةٍ مِنَ النَّاسِ بِهٰذَا.

۴۵۸۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو قینچی کیا یعنی قینچی کی طرح ان کو آپس میں ڈالا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن عمر تو کیا کرے گا جب کہ تو باقی رہ جائے گا کوڑا ناقص لوگوں میں۔

٤٥٩ ـ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَشَبَّكَ أَصَابِعَهٗ.

۴۵۹۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ایماندار دوسرے ایماندار کے حق میں ایسا ہے جیسے عمارت کی بنیاد کہ اس کا ایک دوسرے کو مضبوط کیے رہتا ہے اور آپ نے اس مسئلہ کی مثال کے واسطے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو قینچی کیا۔

فائدہ: یعنی جیسے عمارت میں مضبوطی ایک اینٹ کی دوسری اینٹ سے ہوتی ہے اسی طرح مسلمانوں کو لازم ہے کہ مدد کریں اور آپس میں اتفاق اور محبت رکھیں اختلاف کر کے جدا جدا نہ ہو جائیں کہ جب دیورا کی اینٹیں جدا جدا ہو جائیں تو دیوار گر پڑتی ہے۔

٤٦٠ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

۴۶۰۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دوپہر کے بعد کی دونمازوں میں سے ایک نماز پڑھائی یعنی ظہر کی یا عصر کی۔ ابن سیرین (راوی) نے کہا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدٰى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ سَمَّاهَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيْتُ أَنَا قَالَ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ إِلٰى خَشَبَةٍ مَعْرُوْضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَأَنَّهُ غَضْبَانُ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْأَيْمَنَ عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَخَرَجَتِ السَّرَعَانُ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوْا قَصُرَتِ الصَّلَاةُ وَفِي الْقَوْمِ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ فَهَابَا أَنْ يُكَلِّمَاهُ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِيْ يَدَيْهِ طُوْلٌ يُقَالُ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَسِيْتَ أَمْ قَصُرَتِ الصَّلَاةُ قَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ أَكَمَا يَقُوْلُ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالُوْا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ فَرُبَّمَا سَأَلُوْهُ ثُمَّ سَلَّمَ فَيَقُوْلُ نُبِّئْتُ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ.

نے اس نماز کا نام لیا تھا لیکن میں اس کو بھول گیا ہوں سو آپ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی پھر سلام پھیرا پھر ایک لکڑی کی طرف کھڑے ہوئے جو مسجد میں رکھی تھی یعنی اس پر تکیہ لگایا گویا کہ آپ غصے میں تھے اور اپنے داہنے ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو قینچی کیا اور اپنے داہنے رخسار کو اپنے بائیں ہتھیلی کی پیٹھ پر رکھا اور جلد باز لوگ مسجد کے دروازے سے باہر نکلے یعنی عوام اور کاروبار والے اور کہنے لگے کہ کیا نماز چھوٹی کی گئی ہے اور قوم حاضرین میں ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے سو وہ دونوں خوف کے مارے آپ سے کلام نہ کر سکے اور ان لوگوں میں ایک مرد تھا کہ اُس کے ہاتھ لمبے تھے اس کو لوگ ذوالیدین کہا کرتے تھے اس نے کہا کہ یا حضرت کیا نماز چھوٹی کی گئی ہے یا کہ آپ بھول گئے ہو آپ نے فرمایا کہ نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز چھوٹی کی گئی ہے سو آپ نے حاضرین سے فرمایا کی کیا ایسا ہی ہوا ہے جیسے کہ ذوالیدین کہتا ہے یعنی کیا میں بھول گیا ہوں سو سب حاضرین نے عرض کی کہ ہاں آپ بھول گئے ہیں سو آپ آگے بڑھے یعنی مصلے پر سو آپ نے جو نماز چھوڑی تھی اس کو پڑھا پھر سلام کہی اور سجدہ کیا مثل پہلے سجدہ کی یا اس سے بہت لمبا پھر آپ نے سر سجدہ سے اٹھایا اور تکبیر کہی پھر تکبیر کہی یعنی سجدہ میں جانے کے وقت اور سجدہ کیا مانند پہلے سجدہ اپنے کی یا اس سے بہت لمبا پھر سجدے سے اپنے سر کو اٹھایا اور تکبیر کہی پھر سلام پھیری۔

فائدہ: یہ آخر کی کلام پہلے پہلے اجمال کی تفصیل ہے جو فَصَلّٰى مَاتَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ میں پہلے مذکور ہوا اور غرض ان دونوں حدیثوں سے یہاں یہ ہے کہ مسجد میں ہاتھوں کی انگلیوں کو قینچی کی طرح آپس میں ڈالنا جائز ہے سو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تو یہ مسئلہ عام طور پر ثابت ہوتا ہے خواہ مسجد میں ہو یا کسی اور جگہ میں ہو اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

سے صرف مسجد میں تشبیک کرنا ثابت ہوتا ہے لیکن جب مسجد میں جائز ہوا تو اور جگہ میں بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

بَابُ الْمَسَاجِدِ الَّتِيْ عَلٰى طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ وَالْمَوَاضِعِ الَّتِيْ صَلّٰى فِيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

بیان اُن مسجدوں کا جو مکے سے مدینے کو جاتے ہوئے راہ میں آتی ہیں اور بیان اُن جگہوں کا جن میں حضرت ﷺ نے نماز پڑھی ہے لیکن وہاں مسجد نہیں بنائی گئی۔

٤٦١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَتَحَرّٰى أَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيْقِ فَيُصَلِّيْ فِيْهَا وَيُحَدِّثُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْهَا وَأَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ وَحَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ وَسَأَلْتُ سَالِمًا فَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا وَافَقَ نَافِعًا فِي الْأَمْكِنَةِ كُلِّهَا إِلَّا أَنَّهُمَا اخْتَلَفَا فِيْ مَسْجِدٍ بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ.

۴۶۱۔ موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سالم بن عبداللہ کو دیکھا کہ مدینہ کے راہ میں کئی جگہوں کو معین کرتا اور ان میں نماز پڑھتا تھا اور حدیث بیان کرتا کہ میرے باپ نے حضرت ﷺ کو ان جگہوں میں نماز پڑھتے دیکھا ہے اور نافع نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان جگہوں میں نماز پڑھا کرتے تھے موسیٰ نے کہا کہ میں نے سالم سے ان جگہوں کی تفصیل پوچھی سو اُس کی حدیث نافع کی حدیث کے موافق نکلی مگر مسجد روحا مختلف ہوگئی یعنی ایک نے کہا کہ حضرت ﷺ نے اس میں نماز پڑھی ہے اور دوسرے نے کہا کہ نہیں پڑھی اور ان جگہوں کی تفصیل دوسری حدیث میں نافع کی ابھی آتی ہے۔

٤٦٢ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حِيْنَ يَعْتَمِرُ وَفِيْ حَجَّتِهِ حِيْنَ حَجَّ تَحْتَ سَمُرَةٍ فِيْ مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَكَانَ إِذَا رَجَعَ مِنْ غَزْوٍ كَانَ فِيْ تِلْكَ الطَّرِيْقِ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ هَبَطَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ فَإِذَا ظَهَرَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ أَنَاخَ

۴۶۲۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ذوالحلیفہ میں اترا کرتے تھے جب کہ آپ عمرہ کا احرام باندھتے اور حجۃ الوداع میں جب کہ آپ نے حج کیا سو اُترتے تلے اس درخت خار دار کے جو ذوالحلیفہ کی مسجد میں ہے (ذوالحلیفہ ایک جگہ کا نام ہے قریب مدینہ کے مدینہ والے حج کا احرام وہاں سے باندھتے ہیں) اور تھے حضرت ﷺ جب کسی لڑائی سے اس راہ میں پلٹ کر آتے یا حج یا عمرہ کے واسطے آتے جاتے تو بطن وادی (یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان) میں اترتے سو جب بطن وادی سے آگے بڑھتے تو اپنی سواری کو بطحاء میں بٹھلاتے (بطحاء اس

بِالْبَطْحَآءِ الَّتِیْ عَلٰی شَفِیْرِ الْوَادِی الشَّرْقِیَّةِ فَعَرَّسَ ثَمَّ حَتّٰی یُصْبِحَ لَیْسَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الَّذِیْ بِحِجَارَةٍ وَلَا عَلَی الْاَکَمَةِ الَّتِیْ عَلَیْهَا الْمَسْجِدُ کَانَ ثَمَّ خَلِیْجٌ یُصَلِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ عِنْدَهٗ فِیْ بَطْنِهٖ کُثُبٌ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَمَّ یُصَلِّیْ فَدَحَا السَّیْلُ فِیْهِ بِالْبَطْحَآءِ حَتّٰی دَفَنَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ الَّذِیْ کَانَ عَبْدُ اللّٰهِ یُصَلِّیْ فِیْهِ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی حَیْثُ الْمَسْجِدُ الصَّغِیْرُ الَّذِیْ دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِیْ بِشَرَفِ الرَّوْحَآءِ وَقَدْ کَانَ عَبْدُ اللّٰهِ یَعْلَمُ الْمَكَانَ الَّذِیْ کَانَ صَلّٰی فِیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ثَمَّ عَنْ یَّمِیْنِكَ حِیْنَ تَقُوْمُ فِی الْمَسْجِدِ تُصَلِّیْ وَذٰلِكَ الْمَسْجِدُ عَلٰی حَافَةِ الطَّرِیْقِ الْیُمْنٰی وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰی مَکَّةَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْمَسْجِدِ الْاَکْبَرِ رَمْیَةٌ بِحَجَرٍ اَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ وَاَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ یُصَلِّیْ اِلَی الْعِرْقِ الَّذِیْ عِنْدَ مُنْصَرَفِ الرَّوْحَآءِ وَذٰلِكَ الْعِرْقُ انْتِهَآءُ طَرَفِهٖ عَلٰی حَافَةِ الطَّرِیْقِ دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِیْ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْمُنْصَرَفِ وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰی مَکَّةَ وَقَدِ ابْتُنِیَ ثَمَّ مَسْجِدٌ فَلَمْ یَکُنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ یُصَلِّیْ فِیْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ کَانَ یَتْرُکُهٗ عَنْ یَّسَارِهٖ وَوَرَآئَهٗ وَیُصَلِّیْ

زمین کو کہتے ہیں جو سنگستانی ہو) جو وادی سے پورب کی طرف ہے سو پچھلی رات کو وہاں اتر کر آرام کرتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی اور یہ آپ کا پچھلی رات کو اترنا اُس مسجد کے پاس نہیں تھا جو پتھروں سے بنی ہوئی ہے اور نہ اُس ٹیلے پر جس پر مسجد ہے وہاں ایک میدان گھیرا تھا سو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اُس کے پاس نماز پڑھا کرتے تھے اور اُس میدان کے درمیان بالو (ریت کا ٹبہ) بہت جمع ہو گیا ہوا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں نماز پڑھا کرتے تھے پس سیلاب نے اس میں بہت کنکروں کو ڈال دیا یہاں تک کہ وہ مکان نا معلوم ہو گیا جس میں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھا کرتے تھے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے اُس چھوٹی مسجد میں جو شرف روحا (ایک گاؤں کا نام ہے دو دن کی راہ پر مدینہ سے) کی مسجد سے کم ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو وہ مکان معلوم تھا یا خبر دیتے تھے جس میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے کہ ہو مکان تیری داہنی طرف رہتا ہے جب کہ تو مسجد میں نماز پڑھنے کو کھڑا ہو اور یہ مسجد مکہ کو جاتے ہوئے راہ کی داہنی طرف رہتی ہے اور اس مسجد اور بڑی مسجد کے درمیان پتھر پھینکنے کا فاصلہ ہے یا مثل اس کی اور بے شک عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز پڑھا کرتے تھے طرف اس چھوٹی پہاڑی کی جو روحا کے انتہا میں ہے اور یہ پہاڑی اس مسجد کے اخیر طرف ہے راہ کے کنارہ پر نزدیک اس مسجد کے کہ درمیان اس کے اور درمیان اخیر طرف روحا کے ہے مکہ کو جاتے ہوئے اور بے شک وہاں ایک مسجد بنائی گئی ہے سو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اُس میں نماز نہیں پڑھا کرتے تھے کہ بلکہ وہ اس مسجد کو اپنی بائیں طرف اور پیٹھ پیچھے چھوڑ دیتے اور اس کے آگے ہو کر پہاڑی کی طرف نماز پڑھتے اور رہتے

أَمَامَهُ إِلَى الْعِرْقِ نَفْسِهِ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَرُوْحُ مِنَ الرَّوْحَاءِ فَلَا يُصَلِّي الظُّهْرَ حَتّٰى يَأْتِيَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ فَيُصَلِّيْ فِيْهِ الظُّهْرَ وَإِذَا أَقْبَلَ مِنْ مَكَّةَ فَإِنْ مَرَّ بِهٖ قَبْلَ الصُّبْحِ بِسَاعَةٍ أَوْ مِنْ اٰخِرِ السَّحَرِ عَرَّسَ حَتّٰى يُصَلِّيَ بِهَا الصُّبْحَ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ حَدَّثَهٗ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ تَحْتَ سَرْحَةٍ ضَخْمَةٍ دُوْنَ الرُّوَيْثَةِ عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ وَوِجَاهَ الطَّرِيْقِ فِيْ مَكَانٍ بَطْحٍ سَهْلٍ حَتّٰى يُفْضِيَ مِنْ أَكَمَةٍ دُوَيْنَ بَرِيْدِ الرُّوَيْثَةِ بِمِيْلَيْنِ وَقَدِ انْكَسَرَ أَعْلَاهَا فَانْثَنٰى فِيْ جَوْفِهَا وَهِيَ قَائِمَةٌ عَلٰى سَاقٍ وَفِيْ سَاقِهَا كُثُبٌ كَثِيْرَةٌ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ طَرَفِ تَلْعَةٍ مِنْ وَرَاءِ الْعَرْجِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلٰى هَضْبَةٍ عِنْدَ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ قَبْرَانِ أَوْ ثَلَاثَةٌ عَلَى الْقُبُوْرِ رَضَمٌ مِنْ حِجَارَةٍ عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ عِنْدَ سَلَمَاتِ الطَّرِيْقِ بَيْنَ أُولٰئِكَ السَّلَمَاتِ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَرُوْحُ مِنَ الْعَرْجِ بَعْدَ أَنْ تَمِيْلَ الشَّمْسُ بِالْهَاجِرَةِ فَيُصَلِّي الظُّهْرَ فِيْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عِنْدَ سَرَحَاتٍ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيْقِ فِيْ مَسِيْلٍ دُوْنَ هَرْشٰى ذٰلِكَ الْمَسِيْلُ لَاصِقٌ بِكُرَاعِ هَرْشٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ

عبداللہ رضی اللہ عنہ کہ روحا سے چل کر سیر کیا کرتے تھے سو ظہر کی نماز نہ پڑھتے جب تک کہ اُس مکان میں نہ آتے سو اُس مکان میں ظہر کی نماز پڑھتے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ جب مکہ سے مدینے کو آتے سو اگر صبح سے ایک گھڑی پہلے وہاں آتے یا آخر شب میں پہنچتے تو وہاں اُترتے اور آرام کرتے یہاں تک کہ صبح کی نماز وہاں پڑھتے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے درخت کے تلے اُترا کرتے تھے جو رویثہ (ایک گاؤں کا نام ہے سترہ فرسخ مدینہ سے) کے پاس ہے راہ سے داہنی طرف اور اس کے سامنے فراخ اور برابر نرم زمین میں یہاں تک کہ باہر آتے اُس بلندی سے جو رویثہ کے راہ سے قریب ہے دو میل پر اور بے شک ٹوٹ گئی ہے بلندی اس درخت کی اور ٹھہری ہوگئی ہے کمر اُس کی اور وہ ایک جڑ پر کھڑا ہوا ہے اور اس کی شاخوں میں بہت بالو (ریت کا ٹیلہ) بھرا ہوا ہے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے سیلاب کی جگہ میں جہاں پانی اوپر سے تلے گرتا ہے پیچھے عرج کے (عرج ایک جگہ کا نام ہے جو روثیہ سے تیرہ میل ہے) اور حالانکہ تو جانے والا ہو طرف بڑے پتھر کی اس مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں اور قبروں پر پتھر جوڑ کر رکھے ہوئے ہیں راہ کی داہنی طرف پتھروں کے پاس درمیان ان پتھروں کے اور تھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سیر کیا کرتے تھے عرج سے آفتاب ڈھلنے کے بعد سخت گرمی میں سو ظہر کی نماز کو اس مسجد میں پڑھتے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم راہ کی بائیں طرف درختوں میں اُترے پانی بہنے کی جگہ میں پاس اس پہاڑ کے جہاں کہ شام اور مدینہ کی راہ آکر مل جاتی ہے اور وہ سیلاب کی جگہ ملی ہوئی ہے ساتھ ایک

الطَّرِيقِ قَرِيبٌ مِنْ غَلْوَةٍ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّي إِلٰى سَرْحَةٍ هِيَ أَقْرَبُ السَّرَحَاتِ إِلَى الطَّرِيقِ وَهِيَ أَطْوَلُهُنَّ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ فِي الْمَسِيلِ الَّذِي فِي أَدْنٰى مَرِّ الظَّهْرَانِ قِبَلَ الْمَدِينَةِ حِينَ يَهْبِطُ مِنَ الصَّفْرَاوَاتِ يَنْزِلُ فِي بَطْنِ ذٰلِكَ الْمَسِيلِ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيقِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلٰى مَكَّةَ لَيْسَ بَيْنَ مَنْزِلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ إِلَّا رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي طُوًى وَيَبِيتُ حَتّٰى يُصْبِحَ يُصَلِّي الصُّبْحَ حِينَ يَقْدَمُ مَكَّةَ وَمُصَلّٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ عَلٰى أَكَمَةٍ غَلِيظَةٍ لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي بُنِيَ ثَمَّ وَلٰكِنْ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى أَكَمَةٍ غَلِيظَةٍ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبَلَ فُرْضَتَيِ الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَبَلِ الطَّوِيلِ نَحْوَ الْكَعْبَةِ فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ الَّذِي بُنِيَ ثَمَّ يَسَارَ الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الْأَكَمَةِ وَمُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْأَكَمَةِ السَّوْدَاءِ تَدَعُ مِنَ الْأَكَمَةِ عَشَرَةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا ثُمَّ تُصَلِّي

کنارہ اُس پہاڑ کے اُس کے اور راہ کے درمیان ایک تیر چلانے کا فاصلہ ہے اور تھے عبداللہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھا کرتے طرف اُس درخت کی جو سب درختوں سے راہ کی طرف زیادہ نزدیک ہے اور اوہ سب سے لمبا ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اترا کرتے اس نیچی جگہ میں جو مرالظہران (ایک جگہ کا نام ہے) کے پاس ہے طرف مدینہ کی جب کہ کوئی مسافر کوہستان سے تلے آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اترتے اس پانی بہنے کی جگہ کے درمیان مکہ کو جاتے ہوئے راہ کی بائیں طرف نہیں ہے درمیان اترنے کی جگہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور راہ کے مگر فاصلہ پتھر پھینکنے کا او رعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذی طویٰ (ایک جگہ کا نام ہے پاس مکے کے) میں اترا کرتے تھے او روہاں رات گزارتے تھے یہاں تک کہ آپ وہاں صبح کی نماز پڑھتے ایسا جب کرتے جب کہ مکے میں تشریف لاتے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے نماز وہاں سخت پہاڑی پر تھی نہ اس مسجد میں جو وہاں بنائی گئی ہے لیکن اس سے تلے سخت پہاڑی پر اور عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سامنے آئے راہ میں اس پہاڑ کی جس کے درمیان اور لمبے پہاڑ کے درمیان کعبے کی مثل فاصلہ ہے سو کیا اس مسجد کو جو وہاں بنائی گئی ہے بائیں اس مسجد کے جو چھوٹی پہاڑی کی طرف پر ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے نماز اس سے تلے ہے سیاہ پہاڑی پر چھوڑ دے تو پہاڑی سے دس گز یا مثل اس کی پھر نماز پڑھے تو سامنے راہ کے جو پہاڑ سے آتی ہے وہ پہاڑ جو درمیان تیرے اور درمیان کعبہ کے ہے۔

مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِیْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ.

فائدہ: یہ مسجدیں مدت سے نامعلوم ہیں اب ان کا پتہ نشان کسی کو معلوم نہیں ہے سوائے مسجد ذوالحلیفہ اور مسجد روحا کے سوان کو بھی صرف وہی لوگ جانتے ہیں جو خاص عرب کے باشندے ہیں اور ہفت پشت سے وہاں رہتے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ کے آثار اور نماز کی جگہوں کو تلاش کرنا اور اُن سے تبرک لینا مستحب ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن مسجدوں کا ذکر نہیں کیا جو خاص مدینہ میں تھیں شاید کہ ان کی اسناد اس کی شرط پر نہ ہوگی مگر بہت اہل علم سے منقول ہے کہ مدینہ کی سب مسجدیں نقش دار پتھروں سے بنی ہوئی نہیں اور سب میں حضرت ﷺ نے نماز پڑھی ہے لیکن اکثر مسجدیں ان میں سے نامعلوم ہوگئی ہیں اور جو مسجدیں حضرت ﷺ کے زمانے کی آج کل باقی ہیں وہ یہ ہیں۔ اول مسجد قبا ہے۔ دوم مسجد فضیح ہے اور وہ قباء سے مشرق کی طرف ہے۔ سوم مسجد بنی قریظہ۔ چہارم بالا خانہ ام ابراہیم اور وہ مسجد بنی قریظہ سے اتر کی طرف ہے۔ پنجم مسجد بنی ظفر بقیع سے مشرق کی طرف ہے اور اب وہ مسجد بغلہ کے ساتھ مشہور ہے۔ ششم مسجد بنی معاویہ اور اس کو مسجد اجابہ کہتے ہیں۔ ہفتم مسجد فتح۔ ہشتم مسجد القبلتین بنی سلمہ میں ہے۔

بَابُ سُتْرَةِ الْإِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهُ.

سترہ امام کا مقتدیوں کے لیے کافی ہے یعنی جب میدان میں نماز پڑھی جائے تو اس حالت میں اگر صرف امام اپنے آگے کسی چیز کو کھڑی کر لے اور مقتدی کوئی چیز اپنے آگے کھڑی نہ کریں تو امام کا سترہ مقتدیوں کو کفایت کرتا ہے۔

فائدہ: جب کوئی آدمی میدان میں نماز پڑھنے لگے تو سنت ہے کہ کسی چیز کو مثل لکڑی وغیرہ کے اپنے آگے کھڑی کر لے تاکہ نمازی کی نظر سجدہ گاہ سے اور طرف نہ جائے اور آگے سے گزرنے والا گناہ گار نہ ہو اور اس کو سترہ کہتے ہیں کہ وہ نمازی اور اس کے آگے سے گزرنے والے کے درمیان پردہ ہوتا ہے اور اگر بے سترہ نماز پڑھتا ہو تو اس کے آگے سے گزرنا گناہ ہے اور مقدار جگہ گزرنے کا یہ ہے کہ اگر نمازی اپنی نظر کو سجدہ گاہ میں رکھے تو گزرنے والا اس کی نظر میں نہ آئے اس مقدار میں گزرنے والا گناہ گار نہیں ہوتا ہے اور اگر نمازی کی نظر میں آ جائے تو گناہ گار ہوتا ہے۔

٤٦٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

۴۶۳۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں گدھے پر سوار ہو کر حضرت ﷺ کے پاس آیا اور حالانکہ میں بلوغت کے قریب پہنچا ہوا تھا اور حضرت ﷺ منیٰ میں لوگوں کو بغیر

عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ اَتَانٍ وَّاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ اَحَدٌ.

سترہ کے نماز پڑھا رہے تھے سو میں بعض صفوں کے آگے سے گزرا اور میں نے گدھے کو چھوڑ دیا وہ چرنے لگے اور میں صف میں داخل ہوا یعنی جماعت میں شریک ہو گیا سو حضرت ﷺ نے مجھ پر انکار نہ کیا یعنی خود میں بھی بعض صفوں کے آگے سے گزر گیا اور میرے گدھے بھی آگے سے گزر گئے لیکن حضرت ﷺ نے مجھ کو اس سے منع نہ فرمایا۔

فائدہ: ظاہر اس حدیث سے مسئلہ باب کا ثابت نہیں ہوتا ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو مشہور امر پر محمول کیا ہے اس لیے کہ مشہور عادت حضرت ﷺ کی یہی تھی کہ میدان میں سوائے سترہ کے نماز نہیں پڑھا کرتے تھے اور اسی کی تائید کرتی ہیں دونوں حدیثیں جو اس باب میں آتی ہیں یا یہ کہ کہا جائے کہ حضرت ﷺ کا انکار نہ کرنا اس وجہ سے تھا کہ آپ کے آگے سترہ کھڑا کیا ہوا تھا جیسے کہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ کے آگے چھوٹا نیزہ کھڑا کیا ہوا تھا اور سترہ امام کا مقتدی کا ہے پس اس صورت میں مناسبت حدیث کی باب سے ظاہر ہے یا یہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے موافق اشارہ کر دیا ہے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں لفظ سترہ کا آ گیا ہے، واللہ علم۔

٤٦٤ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ مَنْصُوْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ اَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّيْ اِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَآءَهٗ وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْاُمَرَآءُ.

۴۶۴۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک تھے حضرت ﷺ جب عید کے دن نماز پڑھنے کو باہر نکلتے تو خادم کو برچھی اُٹھانے کا حکم فرماتے سو برچھی آپ کے آگے گاڑ دی جاتی تھی سو آپ اس کی طرف نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے اور آپ سفر میں ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے پس اسی وجہ سے امیروں نے نیزہ لگانے کو لازم پکڑ لیا ہے۔

٤٦٥ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ بِالْبَطْحَآءِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ الظُّهْرَ

۴۶۵۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے لوگوں کو بطحا (ایک میدان برابر ہموار کا نام ہے قریب مکے کے) میں نماز پڑھائی اور آپ کے آگے برچھی گاڑی ہوئی تھی ظہر دو رکعتیں اور عصر دو رکعتیں اور آپ کے آگے سے عورتیں

رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ تَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ.

اور گدھے آتے جاتے تھے۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے ورنہ عورتوں کے گزرنے سے مقتدیوں کی نماز ٹوٹ جاتی اور حضرت ﷺ مقتدیوں کو اپنے اپنے آگے سترہ کھڑا کرنے کا حکم فرماتے پس آپ کا صرف اپنے سترہ پر کفایت کرنا اور لوگوں کو اس کا حکم نہ فرمانا صریح دلیل ہے اس پر کہ امام کا سترہ مقتدیوں کو کافی ہے اس لیے کہ اگر امام کا سترہ لوگوں کو کافی نہ ہوتا تو حضرت ﷺ لوگوں کو اپنے اپنے آگے سترہ کھڑا کرنے کا حکم ضرور فرماتے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترہ کے وقت گدھے کا آگے سے گزر جانا نماز کو نہیں توڑتا ہے لیکن اگر آگے سترہ نہ ہو تو اس حالت میں گدھے کا آگے سے گزر جانا اور اُس سے نماز کا نہ ٹوٹنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوا ہے۔

بَابُ قَدْرِ كَمْ يَنْبَغِي أَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ الْمُصَلِّيْ وَالسُّتْرَةِ.

نمازی اور سترہ کے درمیان کتنے ہاتھ جگہ ہونی چاہیے۔

٤٦٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ.

۴۶۶۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کے سجدہ کرنے کی جگہ اور دیوار کے درمیان مقدار گزرنے بکری کا تھا۔

٤٦٧ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ مَا كَادَتِ الشَّاةُ تَجُوْزُهَا.

۴۶۷۔ سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد کے آگے کی دیوار جو منبر کے پاس تھی اتنی مقدار تھی یعنی آپ کے سجدہ کی جگہ سے کہ اس کے درمیان سے بکری گزر سکتی تھی۔

فائدہ: مسئلہ باب کا ان دونوں حدیثوں سے اس طور پر ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے سترے کو قبلہ کی دیوار اور اُس کے فاصلہ پر قیاس کیا ہے یعنی جب کہ حضرت ﷺ کے درمیان اور دیوار کے درمیان بکری کے گزرنے کا مقدار تھا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سترے اور نمازی کے درمیان بھی اسی قدر فاصلہ رہنا چاہیے کہ اُس کے آگے سے بکری گزر جائے اور ایک حدیث میں آگے آئے گا کہ آپ اور دیوار کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ تھا تو اس صورت میں آپ کے سجدے کی جگہ سے دیوار تک تقریباً اتنا فاصلہ باقی رہتا ہے جس میں سے بکری گزر جائے لیکن بہر صورت سترہ سے نزدیک رہنا بہتر ہے بلکہ مستحب ہے کہ اس سے اتنا نزدیک رہے کہ صرف سجدہ ہی ہو سکے اور

غرض اس قدر فاصلہ ثابت کرنے سے یہ ہے کہ نمازی کو چاہیے کہ اپنے اور سترہ کے درمیان اس سے زیادہ فاصلہ نہ رکھے تاکہ لوگوں کی راہ تنگ نہ ہو۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْحَرْبَةِ.

برچھی کی طرف نماز پڑھنے کا بیان۔

٤٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرْكَزُ لَهُ الْحَرْبَةُ فَيُصَلِّيْ إِلَيْهَا.

۴۶۸۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے برچھی گاڑی جاتی تھی سو آپ اس کو سامنے رکھ کر نماز پڑھتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ برچھی کو سترہ بنا کر اُس کی طرف نماز پڑھنی جائز ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْعَنَزَةِ.

چھوٹی برچھی کی طرف نماز پڑھنے کا بیان۔

٤٦٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ أَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ فَأُتِيَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ فَصَلّٰى بِنَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ وَالْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ يَمُرُّوْنَ مِنْ وَّرَآئِهَا.

۴۶۹۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن سخت گرمی میں ہمارے پاس تشریف لائے سو آپ کے پاس وضو کا پانی لایا گیا سو آپ نے وضو کیا اور ہم کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی اور آپ کے آگے برچھی گاڑی ہوئی تھی او رعورتیں اور گدھے برچھی کے پیچھے سے آتے جاتے تھے۔

٤٧٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ أَبِيْ مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ تَبِعْتُهُ أَنَا وَغُلَامٌ وَمَعَنَا عُكَّازَةٌ أَوْ عَصًا أَوْ عَنَزَةٌ وَمَعَنَا إِدَاوَةٌ فَإِذَا فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ نَاوَلْنَاهُ الْإِدَاوَةَ.

۴۷۰۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جائے ضرور کو جاتے تو میں اور ایک لڑکا برچھی اور پانی کی چھاگل کو آپ کے ساتھ اٹھا کر لے جاتے سو جب آپ جائے ضرور سے فارغ ہوتے تو ہم پانی کی چھاگل آپ کو پکڑا دیتے تاکہ آپ اس سے استنجاء کریں۔

فائدہ: مناسبت پہلی حدیث کی مسئلے باب سے تو ظاہر ہے اور دوسری حدیث سے بھی ظاہر یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ برچھی آپ کے ساتھ صرف اسی واسطے اُٹھائی جاتی تھی تاکہ حاجت کے وقت آپ اس کو سترہ بنالیں، واللہ اعلم۔

بَابُ السُّتْرَةِ بِمَكَّةَ وَغَيْرِهَا.

مکہ وغیرہ جگہوں میں سترہ بنانے کا بیان یعنی مستحب ہے

۴۷۱ ۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ فَصَلّٰى بِالْبَطْحَآءِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَنَصَبَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةً وَتَوَضَّأَ فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْءِهٖ.

۴۷۱۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن سخت گرمی میں ہمارے پاس تشریف لائے سو آپ نے بطحا میدان میں ظہر اور عصر کی نماز دو رکعتیں پڑھی اور آپ کے آگے برچھی گاڑی گئی تھی اور آپ نے وضو کیا سو لوگ آپ کے وضو کا مستعمل پانی لے لے کر اپنے سر اور منہ کو ملتے تھے واسطے امید حاصل کرنے تبرک کے۔

فائدہ: بطحا کہتے ہیں سنگستانی زمین کو اور مراد اس سے زمین مکہ کی ہے یعنی آپ نے مکے کی سنگستانی زمین میں نماز پڑھی اور آپ نے آگے برچھی سے سترہ بنایا پس معلوم ہوا کہ مکے میں بھی سترہ بنانا جائز ہے اور مقصود اس سے رد کرنا ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ مکے میں جب کعبہ سامنے ہو تو اس وقت کسی چیز کو سترہ بنانا ضروری نہیں اور اس سے اُس شخص کا قول بھی رد ہو گیا جو کہتا ہے کہ اگر کوئی مسجد حرام میں نماز پڑھے تو وہاں اپنے آگے سترہ بنانا ضروری نہیں ہے اس لیے کہ اس میں لوگوں پر تنگی ہوتی ہے جو نماز اور طواف وغیرہ میں مشغول ہیں اور اسی سے یہ قول بھی رد ہو گیا کہ مکے میں اگر کوئی آگے سے گزر جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْأُسْطُوَانَةِ.

کھنبوں کو آگے رکھ کر نماز پڑھنے کا بیان۔

وَقَالَ عُمَرُ الْمُصَلُّوْنَ أَحَقُّ بِالسَّوَارِيْ مِنَ الْمُتَحَدِّثِيْنَ إِلَيْهَا وَرَاٰى عُمَرُ رَجُلًا يُصَلِّيْ بَيْنَ أُسْطُوَانَتَيْنِ فَأَدْنَاهُ إِلٰى سَارِيَةٍ فَقَالَ صَلِّ إِلَيْهَا.

یعنی عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز پڑھنے والے کھنبوں کے زیادہ تر حق دار ہیں ان کے ساتھ تکیہ لگا کر باتیں کرنے والوں سے اس لیے کہ وہ عبادت میں ہیں اور یہ باتوں میں، اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرد کو دو کھنبوں کے درمیان نماز پڑھتے دیکھا سو اس کو پکڑ کر ایک کھنبے کے پاس کر دیا اور کہا کہ اس کو سامنے رکھ کر نماز پڑھ۔

فائدہ: ان دونوں اثروں سے ثابت ہوا کہ مسجد میں سترے کو پکڑنا جائز بلکہ اولیٰ ہے اس لیے کہ مسجد میں آگے سے آدمی کے گزرنے کا زیادہ احتمال ہے بہ نسبت میدان کے اور جب کہ میدان میں سترہ بنانا مستحب ہے تو مسجد میں بطریق اولیٰ مستحب ہو گا۔

۴۷۲ ۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ كُنْتُ اٰتِيْ مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ

۴۷۲۔ یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ساتھ آیا کرتا تھا یعنی مسجد نبوی میں سو وہ اس کھنبے کے پاس نماز پڑھتے تھے جو قرآن رکھنے کی جگہ کے نزدیک ہے سو میں

الْأُسْطُوَانَةِ الَّتِي عِنْدَ الْمُصْحَفِ فَقُلْتُ يَا أَبَا مُسْلِمٍ أَرٰى تَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَ هٰذِهِ الْأُسْطُوَانَةِ قَالَ فَإِنِّيْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَهَا.

نے اس کو کہا (یہ یزید کا قول ہے) کہ اے ابو مسلم (یہ سلمہ کی کنیت ہے) میں تجھ کو دیکھتا ہوں کہ تو اس کھنبے کو سامنے رکھ کر نماز پڑھنے کے لیے بہت قصد کرتا ہے یعنی اس کا کیا سبب ہے کہ تو اس کے نزدیک نماز پڑھتا ہے اُس نے کہا کہ میں نے حضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ اس کھنبے کے پاس نماز پڑھنے کے واسطے قصد کیا کرتے تھے یعنی اس کو سامنے رکھ کر نماز پڑھتے تھے۔

فائدہ: عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک ستون تھا کہ قرآن مجید صندوق میں بند کر کے اس کے پاس رکھا ہوا تھا اس وجہ سے اس کا نام ستونِ مصحف مشہور تھا۔

٤٧٣ ـ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ كِبَارَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ وَزَادَ شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَنَسٍ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۴۷۳۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ کو دیکھا کہ مغرب کے وقت کھنبوں کی طرف جلدی کیا کرتے تھے یعنی جس کا قابو چلتا جلدی سے دوڑ کر کھنبے کو اپنے آگے کر لیتا تا کہ اس کو سترہ بنا کر اس کی طرف نفل گزارے یہاں تک کہ حضرت ﷺ گھر سے تشریف لاتے۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مسجد میں کھنبوں وغیرہ کو سترہ بنانا مستحب ہے اور مراد حضرت ﷺ کے اس کھنبے کے پاس نماز پڑھنے سے یہ ہے کہ آپ اس کو اپنے آگے رکھ کر نماز پڑھتے تھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ بَيْنَ السَّوَارِيْ فِيْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ.

اکیلے آدمی کو کھنبوں کے درمیان نماز پڑھنی جائز ہے یعنی اس طور سے کہ ایک کھنبا داہنی طرف ہو اور ایک بائیں طرف ہو۔

٤٧٤ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ وَبِلَالٌ وَأَطَالَ ثُمَّ خَرَجَ وَكُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ دَخَلَ

۴۷۴۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ اور اسامہ اور بلال اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم چاروں کعبے کے اندر داخل ہوئے پس آپ اس کے اندر دیر تک ٹھہرے رہے پھر باہر نکل آئے اور میں آپ کے پیچھے سب لوگوں سے پہلے وہاں آیا سو میں نے آتے ہی بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت ﷺ نے

عَلٰی اَثَرِهٖ فَسَأَلْتُ بِلَالًا اَیْنَ صَلّٰی قَالَ بَیْنَ الْعَمُوْدَیْنِ الْمُقَدَّمَیْنِ.

کس جگہ نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا کہ اگلے دونوں کھنبوں کے درمیان نماز پڑھی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی تنہا ہو تو اس کو کھنبوں میں نماز پڑھنی جائز ہے لیکن اگر جماعت ہوتی ہو تو بعض کے نزدیک ستونوں کے درمیان نماز پڑھنی مکروہ ہے اس لیے کہ اس میں صفوں کا اتصال اور کندھے کے ساتھ کندھے کا ملنا حاصل نہیں ہوتا ہے۔

٤٧٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ وَاُسَامَةُ بْنُ زَیْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِیُّ فَاَغْلَقَهَا عَلَیْهِ وَمَكَثَ فِیْهَا فَسَأَلْتُ بِلَالًا حِیْنَ خَرَجَ مَا صَنَعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَعَلَ عَمُوْدًا عَنْ یَّسَارِهٖ وَعَمُوْدًا عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَثَلَاثَةَ اَعْمِدَةٍ وَرَآئَهٗ وَكَانَ الْبَیْتُ یَوْمَئِذٍ عَلٰی سِتَّةِ اَعْمِدَةٍ ثُمَّ صَلّٰی وَقَالَ لَنَا اِسْمَاعِیْلُ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ وَقَالَ عَمُوْدَیْنِ عَنْ یَّمِیْنِهٖ.

۴۷۵۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسامہ اور بلال اور عثمان رضی اللہ عنہم کعبہ میں داخل ہوئے سو عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ پر کعبے کے دروازہ کو بند کر دیا سو آپ وہاں ٹھہرے رہے سو جب آپ باہر آئے تو میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر کیا کام کیا بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے ایک کھنبے کو اپنے داہنے کیا اور ایک کو اپنے بائیں کیا اور تین کھنبوں کو اپنے پیچھے کیا اور اس وقت کعبے کے چھ کھنبے تھے پھر آپ نے نماز پڑھی۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ کھنبوں میں نماز پڑھنی جائز ہے بلا کراہت اور یہی ہے مسئلہ باب کا۔

٤٧٦ ـ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشٰی قِبَلَ وَجْهِهٖ حِیْنَ یَدْخُلُ وَجَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهٖ فَمَشٰی حَتّٰی یَكُوْنَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجِدَارِ الَّذِیْ قِبَلَ وَجْهِهٖ قَرِیْبًا مِّنْ ثَلَاثَةِ اَذْرُعٍ صَلّٰی یَتَوَخّٰی

۴۷۶۔ نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ بے شک عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبے میں داخل ہوا کرتے تو سیدھے اپنے منہ کے سامنے چلے جاتے اور دروازے کو اپنی پیٹھ پیچھے کرتے سو چلے جاتے یہاں تک کہ جب اس کے اور سامنے کی دیوار کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا تو نماز پڑھتے اور قصد کرتے تھے اس جگہ کو جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا بلال رضی اللہ عنہ نے اس کو بتلایا تھا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اور نہیں کسی پر کچھ

اَلْمَكَانَ الَّذِیْ اَخْبَرَهٗ بِهٖ بِلَالٌ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْهِ قَالَ وَلَيْسَ عَلٰى اَحَدِنَا بَأْسٌ اِنْ صَلّٰى فِیْ اَیِّ نَوَاحِی الْبَيْتِ شَآءَ.

گناہ کہ کعبے کی جس طرف میں چاہے نماز پڑھے۔

فائدہ: اس باب کا ترجمہ نہیں یہ باب پہلے سے بمنزلہ فصل کے ہے اور وجہ مناسبت کی پہلے باب سے یہ ہے کہ اگر چہ اس میں کھنبوں کے درمیان نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے لیکن جو اس کے اور دیوار کے درمیان فاصلہ تھا اس کا بیان اس میں مذکور ہے تو اس کو اس کے ساتھ اس وجہ سے علاقہ ہے کہ یہ بھی اسی واقعہ کا ذکر ہے یا یہ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دو کھنبوں کے درمیان نماز پڑھی تھی پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھنبوں کے درمیان نماز پڑھی اور آپ کے اور سامنے کی دیوار کے درمیان اتنا فاصلہ تھا۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ وَالْبَعِيْرِ وَالشَّجَرِ وَالرَّحْلِ.

سواری اور اونٹ اور درخت اور کجاوے کی پچھلی لکڑی کو سامنے رکھ کر نماز پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے۔

۴۷۷ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِیُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يُعَرِّضُ رَاحِلَتَهٗ فَيُصَلِّیْ اِلَيْهَا قُلْتُ اَفَرَاَيْتَ اِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ قَالَ كَانَ يَأْخُذُ هٰذَا الرَّحْلَ فَيُعَدِّلُهٗ فَيُصَلِّیْ اِلٰى اٰخِرَتِهٖ اَوْ قَالَ مُؤَخَّرِهٖ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يَفْعَلُهٗ.

۴۷۷۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو اپنے سامنے چوڑائی میں بٹھلالیا کرتے تھے اور اس کی طرف نماز پڑھتے تھے میں نے کہا (نافع کا قول ہے) بھلا بتلاؤ تو جب سواری ہلنے لگتی یا کھڑی ہو جاتی تو کیا کرتے؟ اُس نے کہا کہ اس وقت کجاوے کو پکڑتے اور اس کو برابر کر کے اپنے آگے لیتے سو اس کی پچھلی لکڑی کی طرف نماز پڑھتے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے صرف سواری اور کجاوے کی طرف نماز پڑھنی ثابت ہوتی ہے اونٹ اور درخت کی طرف نماز پڑھنے کا اس میں ذکر نہیں لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اونٹ کو سواری میں داخل کیا ہے اور درخت کو کجاوے پر قیاس کیا ہے کہ وہ معنی اس میں بطریق اولیٰ پائے جاتے ہیں۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى السَّرِيْرِ.

چار پائی کی طرف نماز پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے۔

۴۷۸ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ

۴۷۸۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اُس نے کہا کہ تم نے ہم کو کتے اور گدھے کے ساتھ برابر کیا ہے اور البتہ میں نے

الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ مُضْطَجِعَةً عَلَى السَّرِيْرِ فَيَجِيْءُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيْرَ فَيُصَلِّيْ فَاَكْرَهُ اَنْ اُسَنِّحَهٗ فَاَنْسَلُّ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيِ السَّرِيْرِ حَتّٰى اَنْسَلَّ مِنْ لِحَافِيْ.

اپنے آپ کو چار پائی پر لیٹے دیکھا سو حضرت ﷺ آتے اور چار پائی کو اپنے اور قبلہ کے درمیان کرتے اور نماز پڑھتے پس میں برا جانتی اس بات کو کہ آپ کے سامنے کھڑی ہوں سو میں چار پائی کے پاؤں کی طرف سے آہستہ سرکتی یہاں تک کہ اپنے لیف سے باہر نکل جاتی۔

فائدہ: بعض صحابہ کہتے تھے کہ اگر نمازی کے آگے سے عورت یا کتا یا گدھا گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے سو اس کلام کو عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تب یہ حدیث بیان کی کہ تم نے ہم کو کتوں کے ساتھ ملا دیا ہے حالانکہ حضرت ﷺ میری چار پائی کو سامنے رکھ کر نماز پڑھا کرتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چار پائی کو سامنے رکھ کر نماز پڑھنی جائز ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی چار پائی کو اپنے سامنے رکھ کر اس کی طرف نماز پڑھی۔

بَابٌ يَرُدُّ الْمُصَلِّيْ مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ.

جب کوئی شخص نمازی کے آگے سے گزرنے لگے تو نمازی کو چاہیے کہ اس کو رد کرے اور روکے خواہ آدمی ہو یا کوئی اور جانور ہو۔

وَرَدَّ ابْنُ عُمَرَ فِي التَّشَهُّدِ وَفِي الْكَعْبَةِ وَقَالَ اِنْ اَبٰى اِلَّا اَنْ تُقَاتِلَهٗ فَقَاتِلْهُ.

یعنی رد کیا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آگے گزرنے والے کو التحیات میں اور کعبہ میں التحیات سے مراد غیر کعبہ ہے یعنی کعبہ اور غیر کعبہ میں یا یہ معنی کیا جائے کہ رد کیا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے التحیات میں در حالیکہ وہ کعبہ میں تھے یعنی کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے جب اخیر التحیات میں بیٹھے تو کوئی آدمی آگے سے گزرنے لگا تب انہوں نے اس کو روک دیا باوجودیکہ وہاں آدمیوں کا بہت ہجوم ہوتا ہے اور بے لڑائی کے باز نہ آئے تو اس سے لڑائی کر اور مار کر پیچھے ہٹا دے۔

۴۷۹ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ

۴۷۹۔ ابو صالح سے روایت ہے کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو جمعہ کے دن دیکھا کہ نماز پڑھتے تھے طرف ایک چیز کی جو اس کو لوگوں سے پردہ کرے یعنی کسی چیز سے

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ الْمُغِیْرَۃِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَیْدُ بْنُ ہِلَالٍ الْعَدَوِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحِ السَّمَّانُ قَالَ رَاَیْتُ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ فِیْ یَوْمِ جُمُعَۃٍ یُصَلِّیْ اِلٰی شَیْءٍ یَسْتُرُہٗ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ شَابٌّ مِّنْ بَنِیْ اَبِیْ مُعَیْطٍ اَنْ یَّجْتَازَ بَیْنَ یَدَیْہِ فَدَفَعَ اَبُوْ سَعِیْدٍ فِیْ صَدْرِہٖ فَنَظَرَ الشَّابُّ فَلَمْ یَجِدْ مَسَاغًا اِلَّا بَیْنَ یَدَیْہِ فَعَادَ لِیَجْتَازَ فَدَفَعَہٗ اَبُوْ سَعِیْدٍ اَشَدَّ مِنَ الْاُوْلٰی فَنَالَ مِنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ ثُمَّ دَخَلَ عَلٰی مَرْوَانَ فَشَکَا اِلَیْہِ مَا لَقِیَ مِنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَدَخَلَ اَبُوْ سَعِیْدٍ خَلْفَہٗ عَلٰی مَرْوَانَ فَقَالَ مَا لَکَ وَلِابْنِ اَخِیْکَ یَا اَبَا سَعِیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ اِلٰی شَیْءٍ یَسْتُرُہٗ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ یَّجْتَازَ بَیْنَ یَدَیْہِ فَلْیَدْفَعْہُ فَاِنْ اَبٰی فَلْیُقَاتِلْہُ فَاِنَّمَا ہُوَ شَیْطَانٌ۔

سترہ بنا کر اس کی طرف نماز پڑھ رہے تھے سو بنی معیط کے ایک جوان نے چاہا کہ اس کے آگے سے گزرے سو ابو سعید رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے میں ایک تھپڑ مارا سو اس جوان نے پلٹ کر نگاہ کی یعنی کوئی اور راہ دیکھنے لگا سو اُس نے کوئی راہ نہ پائی مگر اس کے آگے سے سو پھر دوبارہ اس کے آگے سے گزرنے لگا سو ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس کو پہلے سے زیادہ سخت مارا سو اس کو ابوسعید رضی اللہ عنہ سے نہایت ایذا پہنچی پھر وہ جوان مروان کے پاس فریادی گیا سو اُس نے مروان کے آگے ابوسعید کی شکایت کی اور ابوسعید رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے سے مروان کے پاس جا پہنچے سو مروان نے کہا کہ اے ابوسعید رضی اللہ عنہ تمہارا آپس میں چچے بھتیجے کا کیا قصہ ہے ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جب کوئی آدمی کسی ایسی چیز کی طرف نماز پڑھے کہ اس نے لوگوں سے سترہ بنایا ہو سو اگر کوئی اس کے آگے سے گزرنا چاہے تو چاہیے کہ اس کو دفع کرے اور روکے اور اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے لڑے سوائے اس کے نہیں کہ وہ شیطان ہے کہ نمازی کو حضور دل سے باز رکھتا ہے۔

فائدہ: مراد لڑنے سے اس حدیث میں دفع کرنا ہے اور روک دینا نہ حقیقی لڑائی اس لیے کہ اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ ہتھیاروں سے لڑنا اس پر لازم نہیں اس واسطے کہ وہ ارکان نماز کے بالکل مخالف ہے پھر وہ نماز کیسے رہی پس پہلی بار اس کے سینے میں ہاتھ مارے اگر باز نہ آئے تو دوبارہ اس سے زیادہ سخت مارے اور اگر پھر بھی باز نہ آئے تو اور زیادہ سخت مارے اور اگر اس کے قتل تک نوبت پہنچے اور اس کو قتل کر ڈالے تو اس پر قصاص یا دیت لازم نہیں ہے اور اس پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ اُس کو بھی اپنی جگہ سے دفع کرنے کے لیے آگے بڑھنا اور اس کے دفع کرنے میں عمل کثیر کرنا جائز نہیں اس لیے کہ یہ اُس گزرنے سے زیادہ گناہ رکھتا ہے اور اگر کوئی آگے سے گزر جائے تو اس کو پلٹنا جائز نہیں اور اس پر ہی سب کا اتفاق ہے کہ یہ دفع کرنا مستحب ہے واجب نہیں لیکن بعض اہل ظاہر اس کو واجب کہتے

ہیں اور یہ دفع کرنا اسی شخص پر لازم ہے جس نے اپنے آگے سترہ رکھا ہوا ہو اور جس کے آگے سترہ نہ ہو یا اس سے دور ہو تو اس صورت میں اس کو دفع کرنا جائز نہیں واسطے قصور کرنے کے اس کے ابتداء سے اور اس وقت آگے سے گزرنا حرام نہیں لیکن ترک اولیٰ ہے۔

بَابُ إِثْمِ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ.

جو شخص نمازی کے آگے سے چلا جائے اس کے لیے کیا گناہ ہوتا ہے؟۔

٤٨٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ أَرْسَلَهُ إِلٰى أَبِيْ جُهَيْمٍ يَسْأَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ فَقَالَ أَبُوْ جُهَيْمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَّقِفَ أَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ أَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ أَبُو النَّضْرِ لَا أَدْرِيْ أَقَالَ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا أَوْ سَنَةً.

۴۸۰۔ بسر سے روایت ہے کہ یزید بن خالد نے اس کو ابوجہیم کی طرف بھیجا تا کہ اس سے پوچھے کہ تو نے نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے حق میں حضرت ﷺ سے کیا سنا ہے یعنی اس کو کتنا گناہ ہوتا ہے؟ سو ابوجہیم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر نمازی کے آگے سے چلنے والا جانتا کہ اس پر کتنا عذاب ہوگا تو بے شک اس کو وہاں کا کھڑا ہونا چالیس برس یا چالیس مہینے یا چالیس دن اس کے آگے چلنے سے بہتر معلوم ہوتا۔

فائدہ: اس حدیث میں راوی نے بیان نہیں کیا کہ حضرت ﷺ نے چالیس برس فرمائے ہیں یا چالیس مہینے یا چالیس دن ہیں لیکن طحاوی وغیرہ نے کہا ہے کہ مراد اس سے چالیس برس ہیں سو معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے چلنے کا بڑا گناہ ہے کہ چالیس برس تک کھڑے ہو رہنا اس سے بہتر ہے بلکہ حرام ہے اور کبیرہ ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ گناہ خاص اُسی شخص کے لیے ہے جو آگے سے چلا جائے نہ اُس کے لیے جو آگے کھڑا ہو جائے جان کر لیکن اگر نمازی کو اس سے پریشانی حاصل ہو تو اس کو بھی گزرنے والے کا گناہ ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نہی سب کو شامل ہے خواہ امام ہو خواہ مقتدی ہو خواہ اکیلا ہو سب کے آگے سے گزرنا گناہ ہے اور اگر دوسری راہ کوئی نہ ملے تو جب بھی نمازی کے آگے سے نہ گزرے بلکہ وہاں کھڑا رہے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جائے لیکن آگے سے گزرنے والے کو یہ گناہ اُسی وقت ہوتا ہے جب کہ نمازی کے آگے کوئی سترہ یا آڑ وغیرہ نہ ہو اور جب کہ نمازی آگے کوئی سترہ یا آڑ ہو تو اس وقت اس کے آگے سے چلنے میں گناہ نہیں ہے جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ

کی حدیث سے اوپر معلوم ہو چکا ہے۔

بَابُ اِسْتِقْبَالِ الرَّجُلِ صَاحِبَهٗ اَوْ غَيْرَهٗ فِیْ صَلَاتِهٖ وَهُوَ يُصَلِّیْ وَكَرِهَ عُثْمَانُ اَنْ يُّسْتَقْبَلَ الرَّجُلُ وَهُوَ يُصَلِّیْ وَاِنَّمَا هٰذَا اِذَا اشْتَغَلَ بِهٖ فَاَمَّا اِذَا لَمْ يَشْتَغِلْ فَقَدْ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَالَيْتُ اِنَّ الرَّجُلَ لَا يَقْطَعُ صَلَاةَ الرَّجُلِ.

اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہوتو دوسرے آدمی کو اس کے آگے سامنے ہو کر بیٹھنے کا کیا حکم ہے اور نمازی کے سامنے ہو کر بیٹھنے کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مکروہ رکھا ہے لیکن مکروہ اسی وقت ہے جب کہ نمازی کا دل اس کے ساتھ مشغول ہو جائے اور حضور قلب فوت ہو جائے اور جب کہ نمازی اس کے ساتھ مشغول نہ ہو اور اس کی نماز میں خلل پیدا نہ ہو تو مکروہ نہیں جیسے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نمازی کے سامنے ہو کر بیٹھنے میں کوئی ڈر نہیں جانتا اس لیے کہ ایک شخص کی نماز کو دوسرا آدمی نہیں توڑتا ہے یعنی اس کے سامنے بیٹھنے سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے۔

فائدہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اثر آپس میں ظاہرا مخالف تھا سو امام بخاری رحمہ اللہ نے دونوں میں تطبیق دے دی ہے بایں طور کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اثر اس حالت پر محمول ہے جب کہ نماز میں خلل پیدا ہو اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اثر اس حالت پر محمول ہے کہ نماز میں خلل پیدا نہ ہو

٤٨١ ـ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ يَعْنِیْ ابْنَ صُبَيْحٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهٗ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ فَقَالُوْا يَقْطَعُهَا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ قَالَتْ لَقَدْ جَعَلْتُمُوْنَا كِلَابًا لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ وَاِنِّیْ لَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ وَاَنَا مُضْطَجِعَةٌ عَلَى السَّرِيْرِ فَتَكُوْنُ لِیَ الْحَاجَةُ فَاَكْرَهُ اَنْ اَسْتَقْبِلَهٗ فَاَنْسَلُّ انْسِلَالًا وَعَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ

۴۸۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اُس کے نزدیک ذکر ہوا اس بات کا کہ نمازی کے آگے کس چیز کا چلنا نماز کو توڑ دیتا ہے سو بعض لوگوں نے کہا کہ توڑ دیتا ہے اس کو آگے سے چلنا کتے کا اور گدھے کا اور عورت کا سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ البتہ تم نے ہم کو کتوں کو حکم میں کر دیا ہے بے شک میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نماز پڑھتے تھے اور حالانکہ میں آپ کے اور قبلے کے درمیان چار پائی پر سوئی رہتی سو مجھ کو اُٹھنے کی حاجت ہوتی یعنی کسی ضروری کام کے لیے سو میں برا جانتی اس بات کو کہ آپ کے سامنے کھڑی ہوں سو میں چار پائی کے پاؤں کی طرف سے آہستہ سرک کر نکل جاتی۔

الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ.

فائدہ: مطلب اس حدیث سے یہ ہے کہ جب نمازی کے آگے عورت لیٹی ہوئی ہو تو اس کا دل اس کی طرف زیادہ مشغول ہوتا ہے مرد کے سامنے ہونے سے حالانکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ہونے سے حضرت ﷺ کی نماز کو کچھ خلل نہ ہوا اس لیے کہ آپ کا دل اس کی طرف مشغول نہیں تھا اور آپ کا خیال بھی اس طرف نہیں تھا پس اسی طرح اگر نمازی کے سامنے عورت ہو اور اس کا خیال اس کی طرف نہ ہو تو اس کی نماز میں کچھ نقصان نہیں آتا ہے اور مرد کے سامنے ہونے سے بطریق اولیٰ نماز میں خلل نہیں ہوگا۔

بَابُ الصَّلَاةِ خَلْفَ النَّائِمِ.

اگر کوئی آدمی پیٹھ دے کر سویا ہوا ہو تو اس کو سامنے رکھ کر اس کی طرف نماز پڑھنی جائز ہے۔

۴۸۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُّوْتِرَ أَيْقَظَنِيْ فَأَوْتَرْتُ.

۴۸۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے اور حالانکہ میں آپ کے آگے جنازے کی طرح لیٹی رہتی سو جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھ کو جگا دیتے سو میں آپ کے ساتھ مل کر وتر پڑھتی۔

فائدہ: سونے والے سے مراد عالم ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت ہو یا حکم شرعی میں مرد اور عورت برابر ہے سو جو حکم عورت پر ثابت ہو وہ مرد پر بھی ثابت ہوگا بلکہ بطریق اولیٰ ثابت ہوگا پس مطابقت حدیث کی مسئلہ باب سے ظاہر ہے اور غرض اس سے یہ کہ سوئے ہوئے اور جاگتے میں کچھ فرق نہیں گویا کہ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ سونے والے کی طرف نماز پڑھنے کی ممانعت میں جو حدیث آئی ہے وہ ضعیف ہے۔

بَابُ التَّطَوُّعِ خَلْفَ الْمَرْأَةِ.

عورت کے پیچھے نفل پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے۔

۴۸۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهٖ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ

۴۸۳۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضرت ﷺ کے آگے سوئی رہتی اور میرے پاؤں آپ کے سجدہ کی جگہ میں ہوتے سو جب آپ سجدہ کرتے تو مجھ کو ٹھوکر مارتے سو میں اپنے پاؤں کو کھینچ لیتی سو جب آپ سجدے سے کھڑے ہوتے تو میں پاؤں کو دراز کر دیتی اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس وقت گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے یعنی اگر چراغ ہوتا تو میں سجدہ کے وقت دیکھ کر پاؤں کو خود کھینچ لیا کرتی آپ کے ہر بار

فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ.

ٹھوکر مارنے کی حاجت نہ ہوتی۔

فائدہ: یہ نماز نفل تھی اس لیے کہ حضرت ﷺ کی ہمیشہ کی عادت تھی کہ فرضوں کو آپ مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ نماز تہجد کی تھی اس لیے کہ نفل اس کو شامل ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر عورت نمازی کے سامنے بیٹھی ہو تو اس کی طرف نماز پڑھنی جائز ہے خواہ کسی طرح اس کا آگے ہونا ثابت ہو یعنی خواہ فقط سر اُس کا سامنے ہو یا دھڑ اس کا یا پاؤں اس کے۔

بَابُ مَنْ قَالَ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ.

اگر نمازی کے آگے سے کوئی چیز چلی جائے تو اس سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی۔

فائدہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر نمازی کے آگے سے کتا یا عورت یا گدھا گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس قول کو رد کرنے کے واسطے یہ باب باندھا ہے اور اس بات کو ثابت کیا کہ اگر نمازی کے آگے سے عورت چلی جائے تو اس کی نماز میں کچھ نقصان نہیں آتا ہے اور پہلی حدیث سے اس باب کی صرف عورت کا مسئلہ معلوم ہوتا ہے گدھے اور کتے کا اس میں ذکر نہیں ہے لیکن جب نمازی کے آگے سے عورت کا گزرنا قاطع نماز نہیں باوجودیکہ نفس کو عورت کی بڑی خواہش ہے تو اسی طرح کتے اور گدھے کا گزرنا بھی قاطع نماز نہیں ہوگا اور دوسری حدیث باب کے تمام ترجمہ پر دلالت کرتی ہے۔

٤٨٤ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ ح قَالَ الْأَعْمَشُ وَحَدَّثَنِيْ مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ شَبَّهْتُمُوْنَا بِالْحُمُرِ وَالْكِلَابِ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَإِنِّيْ عَلَى السَّرِيْرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةً فَتَبْدُوْ لِيَ الْحَاجَةُ فَأَكْرَهُ أَنْ أَجْلِسَ فَأُوْذِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۴۸۴۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس کے پاس اس چیز کا ذکر ہوا جو نمازی کی نماز کو توڑ دیتی ہے سو بعضوں نے کہا کہ عورت اور گدھے اور کتے کا نمازی کے آگے سے گزرنا اس کی نماز توڑ دیتا ہے سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم نے ہم کو گدھوں اور کتوں کے ساتھ برابر کر دیا ہے البتہ میں نے حضرت ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ نماز پڑھتے تھے اور حالانکہ میں آپ کے اور قبلے کے درمیان چارپائی پر لیٹی رہتی سو مجھ کو کوئی حاجت بشری پیش آتی سو میں برا جانتی اس بات کو کہ آپ کے سامنے اٹھ کر بیٹھوں اور آپ کو ایذا دوں سو میں چارپائی کے پاؤں کی طرف سے آہستہ سرک کر نکل جاتی۔

وَسَلَّمَ فَأَنسَلُّ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر عورت نمازی کے آگے سے گزر جائے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے جیسے کہ بارہا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

٤٨٥ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ سَأَلَ عَمَّهُ عَنِ الصَّلَاةِ يَقْطَعُهَا شَيْءٌ فَقَالَ لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ فَيُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَإِنِّي لَمُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ.

۴۸۵۔ یعقوب سے روایت ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے بھتیجے ابن شہاب نے کہ اس نے اپنے چچا سے پوچھا کہ کیا کسی چیز کا نمازی کے آگے سے گزرنا نماز کو توڑ دیتا ہے ابن شہاب نے کہا کہ کسی چیز کا آگے سے گزرنا اس کی نماز کو نہیں توڑتا اس لیے کہ مجھ کو عروہ نے خبر دی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھا کرتے تھے سو نماز پڑھتے اور حالانکہ میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان فرش پر لیٹی رہتی۔

فائدہ: صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں بعض لوگ اس بات کے قائل تھے کہ اگر نمازی کے آگے سے عورت یا کتا یا گدھا چلا جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے اور دلیل اُن کی یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورت اور گدھا اور سیاہ کتا نماز کو توڑ دیتا ہے سو اس ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بہت علماء نے انکار کیا ہے او رطحاوی نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے ساتھ ان حدیثوں عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سامنے رکھ کر نماز پڑھتے رہے لیکن نسخ ثابت نہیں ہوتا ہے واسطے عدم علم تاریخ کے اور واسطے ممکن ہونے تطبیق کے اور وہ اس طور سے ہوسکتی ہے کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نماز ٹوٹنے سے مراد اس کے خشوع اور خضوع کا ٹوٹنا ہو اس لیے کہ جب صحابہ نے کالے کتے کی حکمت پوچھی تو اس کے جواب میں کہا گیا کہ وہ شیطان ہے حالانکہ اگر شیطان نمازی کے آگے سے چلا جائے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے پس دعویٰ نسخ سے یہ تطبیق اولیٰ ہے۔

بَابُ إِذَا حَمَلَ جَارِيَةً صَغِيرَةً عَلَى عُنُقِهِ فِي الصَّلَاةِ.

جب کوئی شخص نماز کے اندر کسی چھوٹی لڑکی کو اپنے مونڈھے پر اٹھا لے تو کیا جائز ہے یا نہیں۔

٤٨٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ

۴۸۶۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے اور حالانکہ آپ اپنی نواسی امامہ بنت زینب کو نماز میں اٹھائے ہوتے اور وہ امامہ ابو العاص کی بیٹی تھی (جو

أَبِيْ قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِأَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا.

آپ کا داماد تھا) سو جب آپ سجدہ کرتے تو اس کو زمین پر رکھ دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اس کو اٹھا لیتے۔

فائدہ: حضرت ﷺ نے نبوت سے پہلے اپنی بیٹی زینب کا نکاح ابو العاص سے کر دیا تھا اور وہ اسلام ظاہر ہونے کے بعد کافروں کے ساتھ رہا یہاں تک کہ جنگ بدر کے دن قیدیوں میں پکڑا آیا پس مسلمان ہو گیا اور ہجرت کر کے مدینے میں چلا آیا سو حضرت ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا کو اس کے حوالہ کر دیا اور حضرت ﷺ نے اس کی دامادی کی بہت تعریف کی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوا اور زینب رضی اللہ عنہا بھی اسی کے نکاح میں انتقال کر گئی پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں چھوٹی لڑکی کو اپنے مونڈھے پر اٹھا لینے سے نماز نہیں ٹوٹتی ہے اور یہ فعل آپ کا تشریع کے لیے تھا اور واسطے بیان جواز کے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں اکثر ائمہ مجتہدین اور جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ عمل کثیر ہے سو اُن لوگوں نے اس حدیث کی بہت تاویلیں کی ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ واسطے ضرورت کے تھا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت ﷺ کا خاصہ تھا اور بعض کچھ اور تاویل کرتے ہیں لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ سب تاویلیں جھوٹی اور باطل ہیں اور اس حدیث میں کوئی ایسی چیز نہیں جو قواعد شرع کے مخالف ہو اور یہ عمل قلیل تھا اور متفرق تھا سو ایسا عمل نماز کو باطل نہیں کرتا ہے اور شرع میں دلیلیں اس پر غالب ہیں اور یہ حضرت ﷺ کا فعل واسطے بیان جواز کے تھا، انتہی۔

بَابٌ إِذَا صَلّٰى إِلٰى فِرَاشٍ فِيْهِ حَائِضٌ.

جب کوئی شخص ایسے بچھونے کی طرف نماز پڑھے جس میں حیض والی عورت ہو تو نماز جائز ہے۔

٤٨٧ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ أَخْبَرَتْنِيْ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ فِرَاشِيْ حِيَالَ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُبَّمَا وَقَعَ ثَوْبُهُ عَلَيَّ وَأَنَا عَلٰى فِرَاشِيْ.

۴۸۷۔ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرا بچھونا حضرت ﷺ کے سجدہ گاہ کے پہلو میں تھا سو بہت وقت آپ کا کپڑا مجھ پر پڑ جاتا یعنی سجدے کے وقت اور حالانکہ میں اپنے بچھونے میں حیض سے ہوتی۔

فائدہ: مراد اس سے یہ ہے کہ اگر نمازی کے پہلو میں حیض والی عورت ہو اور اس کا کپڑا اس پر پڑ جائے تو اس کی نماز صحیح ہے اور باب میں مراد طرف سے عام ہے خواہ آگے ہو خواہ داہنے ہو خواہ بائیں ہو پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

٤٨٨ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُوْنَةَ تَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَأَنَا إِلٰى جَنْبِهٖ نَائِمَةٌ فَإِذَا سَجَدَ أَصَابَنِيْ ثَوْبُهٗ وَأَنَا حَائِضٌ وَزَادَ مُسَدَّدٌ عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ وَأَنَا حَائِضٌ.

۴۸۸۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

بَابٌ هَلْ يَغْمِزُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ عِنْدَ السُّجُوْدِ لِكَيْ يَسْجُدَ.

اگر مرد اپنی عورت کو سجدہ گاہ خالی کرنے کے لیے ٹھوکر مارے تو کیا جائز ہے یا نہیں؟۔

٤٨٩ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ بِئْسَمَا عَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّسْجُدَ غَمَزَ رِجْلَيَّ فَقَبَضْتُهُمَا.

۴۸۹۔ ترجمہ اور مطلب اس حدیث کا بارہا اوپر گزر چکا ہے۔

فائدہ: اس ترجمہ اور ترجمہ سابق میں یہ فرق ہے کہ سابق ترجمہ میں یہ تھا کہ اگر نمازی کا کپڑا عورت کو چھو جائے تو نماز جائز ہے اور اس میں یہ ہے کہ اگر نمازی کا بعض بدن عورت کو لگ جائے تو بھی نماز صحیح ہے۔

بَابُ الْمَرْأَةِ تَطْرَحُ عَنِ الْمُصَلِّيْ شَيْئًا مِنَ الْأَذٰى.

اگر عورت نمازی کے اوپر سے کچھ پلیدی کو دور کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

فائدہ: مطلب اس باب سے یہ ہے کہ اگر مرد کو حالت نماز میں عورت کا ہاتھ لگ جائے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے۔

٤٩٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ السُّوْرَمَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَآئِيْلُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَآئِمٌ يُصَلِّيْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ وَجَمْعُ قُرَيْشٍ فِيْ مَجَالِسِهِمْ إِذْ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ أَلَا تَنْظُرُوْنَ إِلٰى هٰذَا الْمُرَآئِيْ أَيُّكُمْ يَقُوْمُ إِلٰى جَزُوْرِ اٰلِ فُلَانٍ فَيَعْمِدُ إِلٰى فَرْثِهَا وَدَمِهَا وَسَلَاهَا فَيَجِيْءُ بِهٖ ثُمَّ يُمْهِلُهٗ حَتّٰى إِذَا سَجَدَ وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَانْبَعَثَ أَشْقَاهُمْ فَلَمَّا سَجَدَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا فَضَحِكُوْا حَتّٰى مَالَ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ مِّنَ الضَّحِكِ فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ إِلٰى فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَهِيَ جُوَيْرِيَةٌ فَأَقْبَلَتْ تَسْعٰى وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا حَتّٰى أَلْقَتْهُ عَنْهُ وَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثُمَّ سَمّٰى اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِيْ مُعَيْطٍ

۴۹۰۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ایک گروہ قریش کے بدبخت وہاں مجلس لگائے بیٹھے تھے جب کہ ایک شریر نے اُن میں سے کہا کہ کیا تم کو یہ ریا کرنے والا نظر نہیں آتا تم میں ایسا کون ہے جو آل فلاں کی ذبح کے اونٹ کی طرف جائے سو اس کی لید اور خون اور اوجھڑی کو لائے پھر اس کو مہلت دے یہاں تک کہ جب سجدہ کرے تو اس اوجھڑی کو اس کو دونوں مونڈھوں پر رکھ دے سو کھڑا ہوا زیادہ تر بدبخت قوم سے اور اوجھڑی کو لایا سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے اُس بدبخت نے اس کو آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھ دیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں پڑے رہے اس سے اٹھ نہ سکے سو وہ شریر سب ہنسنے لگے یہاں تک کہ ہنسی کے مارے بعض بعض پر گرتے تھے سو کسی نے فاطمہ رضی اللہ عنہا (آپ کی صاحبزادی) کو جا کر خبر دی سو وہ دوڑتی آئیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک سجدے میں پڑے تھے یہاں تک کہ اُس نے اوجھڑی کو آپ کی پیٹھ سے گرایا اور اُن کافروں کی طرف متوجہ ہو کر اُن کو گالیاں دینے لگیں سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو ادا کر چکے تو آپ نے کافروں کے حق میں بددعا کی اور فرمایا الٰہی! پکڑ لے قریش کو یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا (یہ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمل طور سے سب قریش کو بددعا دی پھر بڑے بڑے موذیوں کے مفصل نام لے کر علیحدہ علیحدہ ہر ایک کے حق میں بددعا کی) سو فرمایا الٰہی! پکڑ لے عمرو بن ہشام کو اور عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور پکڑ لے ولید بن عتبہ کو اور امیہ بن خلف کو اور عقبہ بن ابی معیط کو اور عمارہ بن ولید کو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا سو قسم اللہ کی (کہ جن کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

وَعُمَارَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَرْعٰى يَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ سُحِبُوْا إِلَى الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُتْبِعَ أَصْحَابُ الْقَلِيْبِ لَعْنَةً.

نے نام لیا تھا) بے شک میں نے ان کی لاشیں پڑی دیکھیں دن بدر کے پھر کھینچ کر کنوئیں میں ڈالی گئیں بدر کے کنوئیں میں یعنی جنگ بدر میں وہ لوگ سب مارے گئے اور کنوئیں میں ڈالے گئے پھر حضرت ﷺ نے فرمایا اور کنوئیں والوں کے پیچھے لعنت لگائی گئی یعنی جیسے کہ دنیا میں خواری اور ذلت کے ساتھ ہلاک ہوئے ویسے ہی آخرت میں اللہ کی رحمت سے مردود اور محروم ہوگئے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مرد کو نماز کی حالت میں عورت کا ہاتھ لگ جائے تو مرد کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے لیکن اوجھڑی اُٹھانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خواہ مخواہ بدن کو ہاتھ لگ جائے نہ ہوسکتا ہے کہ اوجھڑی کو اوپر کی طرف سے اٹھا کر پھینک دیا جائے اور نیز اس بات کا ثابت ہونا بھی مشکل ہے کہ اس وقت حضرت ﷺ کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں تھا۔

تَمَّ الْجُزْءُ الثَّانِيْ مِنْ فَيْضِ الْبَارِيْ فِيْ تَرْجَمَةِ فَتْحِ الْبَارِيْ بِعَوْنِ اللّٰهِ الْبَارِيْ

الحمدللہ کہ پارہ دوم صحیح بخاری کا ترجمہ تمام ہوا اسی طرز سے تمام صحیح بخاری کا ترجمہ کیا جائے گا انشاءاللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

یہ کتاب ہے غسل کے بیان میں

یہ کتاب ہے حیض کے بیان میں

یہ کتاب ہے تیمم کے بیان میں

یہ کتاب ہے احکام نماز کے بیان میں

فیض الباری

علامہ محمد ابو الحسن سیالکوٹی

اردو ترجمہ

فتح الباری

ابن حجر العسقلانی

شرح صحیح بخاری

جلد ۳

تصدیر
حافظ محمد اسماعیل الخطیب

تقدیم
حافظ محمد اسماعیل اسد حافظ آبادی

بحسن اہتمام
عبد اللطیف ربانی مدیر

مکتبہ اصحاب الحدیث
حافظ پلازہ مچھلی منڈی
نیو اردو بازار لاہور
042-37321823
0301-4227379

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَهٰذِهٖ تَرْجَمَةُ لِلْجُزْءِ الثَّالِثِ مِنْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ وَفَّقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى لِخَتْمِهٖ وَانْتِهَآئِهٖ كَمَا وَفَّقَنَا لِشُرُوْعِهٖ وَابْتِدَآئِهٖ.

كِتَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ

یہ کتاب ہے بیان میں وقتوں نماز کے

بَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلَاةِ وَفَضْلِهَا وَقَوْلِهٖ ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ مُوَقَّتًا وَقَّتَهٗ عَلَيْهِمْ.

یہ نماز کے وقتوں کا بیان اور اس کی فضیلت اور ثواب کا بیان اور اس آیت کی تفسیر کا بیان کہ تحقیق یہ نماز ہے مسلمانوں پر فرض وقت مقرر کیا ہوا۔(امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں کہا) کہ مراد اس آیت میں موقوتا سے یہ ہے کہ نماز کا وقت مسلمانوں پر مقرر کر دیا گیا ہے اپنے وقت معین سے اس کو نکال کر پڑھنا کسی حال میں جائز نہیں۔

فائدہ: اس کتاب اور باب میں یہ فرق ہے کہ کتاب سے مراد مطلق نماز ہے اور باب سے مراد یہ ہے کہ یہ نماز اجتہاد سے فرض ہوئی ہے یا وحی سے اور اس آیت سے مجمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے لیے وقت مقرر ہے پس وجہ مناسبت اس آیت کی باب سے ظاہر ہے۔

٤٩١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَأَخْبَرَهٗ أَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا وَّهُوَ بِالْعِرَاقِ فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا مُغِيْرَةُ أَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ

۴۹۱۔ ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز (خلیفہ) نے ایک دن نماز عصر کو دیر سے پڑھا یعنی اس قدر تاخیر کی کہ وقت مستحب نکل گیا سو عروہ اس کے پاس آیا اور اس کو یہ حدیث بتلائی کہ بے شک مغیرہ بن شعبہ صحابی نے ایک دن ملک عراق میں نماز کو دیر سے پڑھا سو ابو مسعود صحابی انصاری اُس کے پاس آیا اور اس کو آ کر کہا کہ اے مغیرہ یہ کیسی تاخیر ہے یعنی تو نے نماز کو اس قدر دیر سے کیوں پڑھا

جِبْرِيْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَصَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا أُمِرْتُ فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَةَ اعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ أَوَأَنَّ جِبْرِيْلَ هُوَ أَقَامَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الصَّلَاةِ قَالَ عُرْوَةُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ.

ہے کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ بے شک جبرئیل علیہ السلام (آسمان سے) اترے یعنی شب معراج کی صبح کو) سو جبرئیل علیہ السلام نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر جبرئیل علیہ السلام نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر جبرئیل علیہ السلام نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے ساتھ نماز پڑھی پھر جبرئیل علیہ السلام نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے ساتھ نماز پڑھی پھر جبرئیل علیہ السلام نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُن کے ساتھ نماز پڑھی پھر جبرئیل علیہ السلام نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی یعنی جبرئیل علیہ السلام نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کی اور آپ کو پانچ وقتوں میں پانچ نمازیں تعلیم کے واسطے پڑھائیں تا کہ امت کو اسی طرح تعلیم کریں پھر جبرئیل علیہ السلام نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ نماز کو ان پانچ وقتوں میں ادا کروں یا یہ کہ ان وقتوں میں آپ کو نماز پڑھاؤں سو عمر نے عروہ سے کہا کہ اس حدیث کو سوچ کر کہو یعنی کیا یہ حدیث سچ ہے کیا تجھ کو معلوم ہے کہ ٹھیک جبرئیل علیہ السلام ہی نے حالت میں بیان کرنے وقتوں نماز کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھائی تھی عروہ نے کہا ہاں جبرئیل علیہ السلام نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امامت کرائی تھی اسی طرح سے۔ بشیر بن ابو مسعود اس حدیث کو اپنے باپ سے روایت کیا کرتا تھا (پھر) عروہ نے (اپنی شہادت کے لیے عمر سے) کہا کہ بے شک مجھ سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اس حالت میں کہ سایہ آفتاب کا میرے حجرے میں ہوتا دیوار پر چڑھنے سے پہلے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب عصر کی نماز پڑھتے تو اس وقت سایہ آفتاب کا بہت بلند ہوتا تھا اس لیے کہ

عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے صحن میں آفتاب کا سایہ اسی وقت
ہوتا تھا جب کہ آفتاب بہت بلند ہوتا اور جب کہ آفتاب نیچے
جاتا تو اس وقت سایہ اس کا حجرے کی دیوار پر چڑھ جاتا خاص
کر ثابت ہو چکا ہے کہ ازواج مطہرات کے حجروں کا صحن بہت
تنگ تھا جیسے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے۔

فائدہ: جب مروان کا پوتا ولید بن عبدالملک تخت پر بیٹھا تو اس زمانے میں عمر بن عبدالعزیز اس کی طرف سے مدینہ منورہ پر حاکم ہوا اور اس وقت احکام شرع میں کچھ سستی ہوگئی تھی اور بنی امیہ نماز کو دیر کر کے پڑھا کرتے تھے سو ایک دن اُس نے بھی نماز عصر کو دیر کر کے پڑھا تو عروہ نے اس پر انکار کیا اور اس کو یہ حدیث سنائی لیکن فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد دیر کرنے سے یہ ہے کہ وقت مستحب یعنی اول وقت نہیں رہا تھا یہ مراد نہیں کہ آفتاب بالکل غروب ہو گیا تھا اس لیے کہ اس حدیث کے دوسرے طریق میں صریحاً آ گیا ہے کہ اُس نے نماز عصر میں تھوڑی سی دیر کی تھی اور اعتراض عروہ کا عمر پر اور اعتراض ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا مغیرہ پر بھی اسی وجہ سے تھا کہ اول وقت سے نماز کی دیر ہوگئی تھی اور عروہ نے جو حدیث جبرئیل علیہ السلام کی عمر کے آگے بیان کی تو اس حدیث سے عمر پر کوئی الزام نہیں آ سکتا ہے اس واسطے کہ اس میں نماز کے وقتوں کی تعیین نہیں ہے مگر شاید عمر کو تفصیل وقتوں نماز کی پہلے سے معلوم ہوگی عمل مستمر ہونے کی وجہ سے اس وجہ سے اُس نے اس کے آگے یہ حدیث جبرئیل علیہ السلام کی بیان کی اور انکار عمر سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ وہ نماز کے وقتوں کو مطلق نہیں پہنچانتا تھا بلکہ اس سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز کے وقتوں کو تو جانتا تھا لیکن اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اصل تعیین اوقات نماز کی جبرئیل علیہ السلام کے فعل سے ثابت ہو رہی ہے یا کہ اجتہاد سے سو عروہ نے یہ حدیث اس کے پیش کی یعنی اصل تعیین اوقات کی جبرئیل علیہ السلام کے فعل سے ثابت ہے اور اسی واسطے اُس نے عروہ سے یہ حدیث دوہرا کر پوچھی اور شاید اس کی یہ رائے بھی تھی کہ اول وقت اور آخر وقت میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ برابر ہے اور یہی تاویل ہے فعل مغیرہ کی پس ظاہر ہوگئی وجہ مناسبت بیان کرنے عروہ کی اس حدیث کو اور نیز اس حدیث کے بعض طریقوں میں تعیین اوقات کا بیان صاف آ چکا ہے جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ میں موجود ہے پس وجہ الزام کی ظاہر ہوگئی اور عروہ کا اس حدیث سے دلیل پکڑنا صحیح ہو گیا اور اس حدیث جبرئیل علیہ السلام کے یہاں لانے میں اشارہ ہے اس طرف کہ اس کے بعض طریقوں میں تفصیل اوقات کی آ چکی ہے جیسے کہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے اور چونکہ عمر نے نماز عصر کو تاخیر کیا تھا اس واسطے عروہ نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیان کیا اس لیے کہ وہ صریح ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کو اول وقت میں پڑھا کرتے تھے پس عروہ کی غرض اول حدیث سے یہ ہے کہ اصل بیان اوقات کا جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے ہے اور دوسری سے یہ غرض ہے کہ نماز کو اول وقت پڑھنا چاہیے پس وجہ مناسبت کی دونوں

حدیثوں میں ظاہر ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ اسی حدیث کے بعض طریقوں میں آیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوروز امامت کرائی پہلے دن اول وقتوں میں اور دوسرے دن اخیر وقتوں میں پھر فرمایا کہ وقت نماز کا ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اخیر وقت مختار میں بھی نماز جائز ہے مکروہ نہیں پس استدلال ابومسعود اور عروہ کا اس سے صحیح نہیں ہوگا اور اسی طرح اعتراض عروہ کا عمر پر بھی صحیح نہیں ہوگا سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس انکار سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے وقت مکروہ میں نماز ادا کی تھی اس لیے کہ احتمال ہے کہ انکار عروہ کا اس وجہ سے ہوا کہ اس نے وقت مختار یعنی دو مثل کے بعد عصر کی نماز پڑھی ہو یا وجہ انکار کی یہ ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول وقت پر ہمیشگی کی ہے اور تو نے اول وقت سے تاخیر کی ہے سو انکار کی وجہ مواظبت نبوی کی مخالفت ہے اور اس سے نماز کے وقتوں کا معین ہونا ثابت ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اصل تعیین اوقات نماز کی وحی سے ثابت ہے پس اس سے ثابت ہوگئی وجہ مناسبت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور دوسرا مسئلہ باب کا اس سے لزوما ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ نماز پڑھنے کو ثواب لازم ہے واللہ اعلم۔ اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ عالم کا امیر کے پاس جانا جائز ہے۔ دوم یہ کہ حاکم سے کوئی کام خلاف سنت کے واقع ہو تو اس کو اس کام سے منع کرنا چاہیے۔ سوم یہ کہ اگر کوئی نیا مسئلہ عالم سے سنے تو اس کو دوہرا کر تحقیق کرنا جائز ہے۔ چہارم یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں جھگڑا پڑے تو حدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ پنجم یہ ہے کہ اول وقت میں نماز پڑھنے میں ثواب ہے اور خبر واحد کی مقبول ہے۔ ششم یہ کہ اگر کوئی آدمی قضا فرض پڑھتا ہو تو اس کے پیچھے وقتی فرض کی نیت کر کے کھڑے ہو جانا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حجت وہی حدیث ہوتی ہے جو متصل ہو منقطع حجت نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ عمر نے مرسل سے انکار کیا پھر عروہ نے اس کا اتصال ثابت کیا چنانچہ کہا كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ اور اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ جب عروہ نے اس حدیث کو عمر کے آگے بیان کیا تو عمر نے اس کو مان لیا یا انکار کیا لیکن ظاہرا یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انکار کیا تھا آخر کو تحقیق کے بعد مان لیا چنانچہ دوسری روایتوں سے ثابت ہوتا ہے اور اسی طرح سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ جب ابومسعود نے مغیرہ کے آگے یہ حدیث بیان کی تو اس نے اس کا کیا جواب دیا ظاہر یہی ہے کہ اُس نے بھی اس کو مان لیا اور اپنے فعل سے رجوع کیا یا سکوت کیا اور وہ بھی دلیل تسلیم کی ہے اور یہ جو عروہ نے ابومسعود کا مغیرہ پاس آنا عمر کے آگے بیان کیا تو یہ اس وقت کا ذکر ہے جب کہ مغیرہ معاویہ کی طرف سے کوفہ کا حاکم تھا اور عراق سے یہاں مراد عراق عرب ہے جس کا طول عبادان سے موصل تک ہے اور چوڑائی اس کی قادسیہ سے حلوان تک، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ

اللہ تعالیٰ کے اس قول کا بیان (جو مسلمانوں کے حق میں وارد ہے) کہ در حالیکہ رجوع کرنے والے ہیں طرف

الْمُشْرِكِيْنَ﴾.

اس کے اور قطع کرنے والے ہیں غیر اس کے سے اور ڈرو اس سے اور قائم رکھو نماز کو اور نہ ہو جاؤ شرک کرنے والوں سے بلکہ ہو جائے موحدین جو نرالے رب کی عبادت کرتے ہیں۔

٤٩٢ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ هُوَ ابْنُ عَبَّادٍ عَنْ أَبِيْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا إِنَّا مِنْ هٰذَا الْحَيِّ مِنْ رَبِيْعَةَ وَلَسْنَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذْهُ عَنْكَ وَنَدْعُوْ إِلَيْهِ مَنْ وَّرَآئَنَا فَقَالَ اٰمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيْتَآءُ الزَّكَاةِ وَأَنْ تُؤَدُّوْا إِلَيَّ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهٰى عَنِ الدُّبَّآءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُقَيَّرِ وَالنَّقِيْرِ.

۴۹۲۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عبدالقیس (عرب کے ایک قبیلے کا نام ہے) کے ایلچی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے (سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کون قوم سے ہو؟) سو انہوں نے عرض کی کہ ہم ربیعہ کی قوم سے ہیں اور ہم آپ کے پاس آنے کی طاقت نہیں پاتے ہیں مگر مہینے حرام میں (یعنی ذی قعد اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب میں) سو آپ ہم کو کوئی امر (حق اور باطل میں فرق کرنے والا) فرما دیجیے جس کو ہم آپ سے سیکھ جائیں اور اپنے پیچھے والوں کو اس کی طرف بلائیں یعنی اپنی قوم کو جو وطن میں چھوڑ آئے ہیں اسلام کی طرف بلائیں) سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو حکم کرتا ہوں چار چیزوں کا اور منع کرتا ہوں چار چیزوں سے پھر آپ نے ان کو وہ چار چیزیں بیان فرمائیں۔ اس کی گواہی دینا کہ سوائے اللہ کے کوئی معبودِ برحق نہیں اور میں اس کا رسول ہوں اور نماز کا قائم کرنا اور زکوۃ کا دینا اور لوٹ کے مال سے پانچواں حصہ میرے پاس ادا کرنا اور میں تم کو منع کرتا ہوں کدو کے تونبے سے اور لاکھے برتن سے اور روغنی رال والے برتن سے اور چوبی برتن سے۔

فائدہ: ابتدائے اسلام میں شراب مباح ہونے کے وقت لوگ شراب کو ان چار قسم کے باسنوں میں بنایا کرتے تھے سو جب شراب حرام ہوگئی تو سدِ باب کے لیے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار قسم کے باسنوں کے استعمال کرنے سے بھی منع فرمایا تا کہ لوگ اس سے بالکل باز رہیں پھر بعد اس کے جب شراب کی حرمت لوگوں کے دلوں میں خوب جم گئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باسنوں کے استعمال کرنے کی اجازت فرمائی اب ان باسنوں کو استعمال کرنا جائز ہے اور

عبدالقیس ربیعہ کی قوم سے ایک گروہ کا نام ہے جب وہ حضرت ﷺ کی خدمت میں مسلمان ہونے کو آئے تب آپ نے ان کو یہ احکام سکھلائے اور مناسبت اس حدیث کی آیت سے اس طور پر ہے کہ جیسے اس آیت میں نفی شرک کے ساتھ اقامت نماز کا ذکر ہے ویسے ہی اس حدیث میں بھی اثبات توحید کے ساتھ اقامت نماز کا ذکر ہے اس لیے کہ نفی شرک اور اثبات توحید درحقیقت ایک ہی چیز ہے اور کتاب کے ساتھ اس باب کی مناسبت اس طور سے ہے کہ مراد اقامت نماز سے اپنے وقت پر پڑھنا ہے پس مجمل طور سے وقت نماز کا اس حدیث سے ثابت ہے، واللہ اعلم۔
اور یہ جوانہوں نے عرض کی کہ ہم مہینے حرام کے سوا آپ کے پاس نہیں آ سکتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں کافر لوگ آٹھ مہینے آپس میں سکھ شاہی کی طرح لوٹ مار کرتے تھے جب یہ چار مہینے آتے تو کوئی شخص کسی راہی اور مسافر کو نہ چھیڑتا ملک میں امن ہو جاتا ان چار مہینوں کی وہ لوگ بہت تعظیم کرتے تھے ان کے دلوں میں ان مہینوں کی بڑی عظمت بیٹھی ہوئی تھی اور یہ حدیث اول پارے میں بھی گزر چکی ہے۔

فائدہ ثانیہ: بعض لوگ اس آیت سے دلیل پکڑتے ہیں اس پر کہ تارک نماز کافر ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ ترک صلوۃ مشرکین کے فعلوں سے ہے پس غرض یہ ہے کہ اُن کے ساتھ تشبیہ پیدا نہ کرو اور اُن کی مانند نہ ہو جاؤ نہ یہ کہ جو نماز ترک کرے وہ کافر ہو جاتا ہے واللہ اعلم۔

بَابُ الْبَيْعَةِ عَلٰى إِقَامِ الصَّلَاةِ. نماز کے قائم کرنے پر بیعت کرنے کا بیان۔

فائدہ: مراد بیعت سے بیعت اسلام کی ہے یعنی جب حضرت ﷺ کسی سے اسلام کی بیعت لیتے تو بعد تعلیم توحید کے سب سے پہلے قائم کرنے نماز کی شرط کرتے اس لیے کہ وہ سب عبادتوں بدنیہ کی جڑ ہے پھر زکوۃ کے دینے کی شرط کرتے اس لیے کہ وہ سب عبادتوں مالیہ کی جڑ ہے پھر بعد اس کے جس کام کی کسی کو سخت حاجت ہوتی اس کام کی تعلیم کرتے چنانچہ جریر کو آپ نے ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی اس لیے کہ وہ اپنی قوم کا سردار تھا تو گویا اس کو فرمایا کہ اپنی قوم کی خیر خواہی کیا کرو اور وفد عبدالقیس کو لوٹ کے مال سے پانچواں حصہ ادا کرنے کی تاکید کی اس لیے کی کہ قبیلہ مضر وغیرہ آس پاس والے کافروں سے ان کی لڑائی رہتی تھی۔

٤٩٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

۴۹۳۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ سے بیعت کی نماز کے قائم کرنے پر اور زکوۃ کے دینے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر یعنی میں نے حضرت ﷺ کے ہاتھ پر اقرار کیا کہ نماز کو قائم رکھوں گا اور زکوۃ دیتا رہوں گا اور ہر مسلمان کے حق میں بھلائی کرتا رہوں گا۔

فائدہ: جریر نے فقط انہی حکموں پر حضرت ﷺ سے بیعت نہیں کی بلکہ یقین ہے کہ اسلام کے سب احکام اور ارکان پر بیعت کی ہوگی اور صرف انہی تین حکموں کی تخصیص اس واسطے کہ ان کا شان زیادہ ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ كَفَّارَةٌ.

نماز گناہ کا کفارہ ہے۔

٤٩٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِيْ شَقِيْقٌ قَالَ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ قُلْتُ أَنَا كَمَا قَالَهُ قَالَ إِنَّكَ عَلَيْهِ أَوْ عَلَيْهَا لَجَرِيْءٌ قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ وَالنَّهْيُ قَالَ لَيْسَ هٰذَا أُرِيْدُ وَلٰكِنِ الْفِتْنَةَ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا قَالَ أَيُكْسَرُ أَمْ يُفْتَحُ قَالَ يُكْسَرُ قَالَ إِذًا لَا يُغْلَقَ أَبَدًا قُلْنَا أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ كَمَا أَنَّ دُوْنَ الْغَدِ اللَّيْلَةَ إِنِّيْ حَدَّثْتُهُ بِحَدِيْثٍ لَيْسَ بِالْأَغَالِيْطِ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَ حُذَيْفَةَ فَأَمَرْنَا مَسْرُوْقًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ الْبَابُ عُمَرُ.

۴۹۴۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم (کئی صحابہ رضی اللہ عنہم) عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کون تم میں ایسا ہے کہ یاد رکھتا ہو حدیث حضرت ﷺ کی فتنہ کے باب میں یعنی جس حدیث میں حضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد ایک بڑا فتنہ فساد پیدا ہوگا وہ حدیث کس کو یاد ہے) میں نے کہا کہ وہ حدیث مجھ کو بعینہ یاد ہے جیسے کہ آپ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک تو حضرت ﷺ پر یا اس حدیث پر (راوی کو شک ہے) بڑا دلیر ہے کہ بھول چوک ہو جانے کا تجھ کو خوف نہیں ہے میں نے کہا کہ قصور مرد کا اس کی بیوی کے حق میں ہے اور اس کے مال اور لڑکے اور ہمسایہ میں ہے اور ان سب کو نماز اور روزہ اور صدقہ یعنی زکوۃ وغیرہ کا دینا اور نیکیات بتلانا اور برے کام سے روکنا دور کر ڈالتا ہے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری مراد یہ فتنہ نہیں ہے بلکہ میں اس بڑے فتنے کا حال دریافت کرنا چاہتا ہوں جو موج مارے گا جیسے کہ دریا موج مارتا ہے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین! تجھ کو اس سے کچھ خوف نہیں ہے یعنی تیری زندگی میں وہ فتنہ ظاہر نہیں ہوگا بے شک تیرے اور فتنے کے درمیان ایک دروازہ ہے بند کیا ہوا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ دروازہ ٹوٹ جائے گا یا کھل جائے گا یعنی میرے مرنے کے بعد حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ٹوٹ جائے گا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر وہ ٹوٹ گیا تو پھر کبھی بند نہیں ہو سکے گا ہم نے (یہ قول شقیق کا ہے) (حذیفہ رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ کیا عمر رضی اللہ عنہ اس دروازے کو جانتا تھا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے

کہا ہاں وہ اس کو جانتا تھا جیسے کہ کل کے دن سے رات قریب ہے (حذیفہ رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث ایسی سنائی ہے کہ غلط نہیں ہے یعنی یہ حدیث سچی ہے (شقیق نے کہا) کہ ہم حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دروازے کا حال پوچھنے سے ڈرے یعنی دروازہ سے کون آدمی مراد ہے سو ہم نے مسروق کو (حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھنے کا) حکم کیا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ دروازہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

فائدہ: اصل فتنے کا معنی ہے جانچنا اور امتحان لینا اور یہاں مراد قصور ہے سو فتنہ مرد کا اس کے بیوی بال بچوں میں یہ ہے کہ اُن کے حقوق کو جو اس پر واجب ہیں ادا نہ کرے یا اس کے سبب سے گناہ میں گرفتار ہو اور اس کے مال میں فتنہ یہ ہے کہ اس کو ناجائز طور سے کمائے اور بیجا صرف کرے اور اولاد میں فتنہ یہ ہے کہ اُن کی محبت میں مشغول ہو کر نیک کاموں سے باز رہے اور ہمسایہ کا فتنہ یہ ہے کہ اس کے ملک میں ناحق تصرف کرے پس مطلب حذیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ یہ سب چیزیں اہل و مال و اولاد وغیرہ آدمی کے لیے امتحان کا مقام ہیں اگر آدمی سے ان کے حق میں کچھ قصور یا ناانصافی ہو جائے تو وہ گناہ نماز وروزہ وغیرہ نیک کاموں سے معاف ہو جاتے ہیں اور یہی ہے وجہ مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے لیکن معاف صرف وہی گناہ ہوتے ہیں جو صغیرہ ہوں کبیرہ گناہ اس سے معاف نہیں ہوتے ہیں اس لیے کہ دوسری حدیث میں صاف آچکا ہے کہ اگر ایک نماز سے دوسری نماز تک کبیرے گناہوں سے بچتا رہے تو صغیرے معاف ہو جاتے ہیں اور یہ جو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ درمیان تیرے اور درمیان فتنے کے ایک دروازہ بند کیا ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ فتنہ تیری حیاتی میں ظاہر نہیں ہوگا بلکہ تیری موت کے بعد پیدا ہوگا سو ایسا ہی وقوع میں آیا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ ظالموں کے ہاتھ سے ناحق شہید ہوئے تو اس دن سے فتنے کا دروازہ ایسا کھل گیا کہ قیامت تک بند نہیں ہوگا فتنے پر فتنے پیدا ہوتے چلے جائیں گے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ میں کیا کیا لڑائیاں وقوع میں آئیں اور حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت کیا کیا فساد ظاہرا ہوا وغیرہ وغیرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اول یہ کہا کہ درمیان تیرے اور درمیان فتنے کے ایک دروازہ ہے اور پھر یہ کہا کہ وہ دروازہ خود عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے تو ان دونوں قولوں میں کوئی مخالفت نہیں ہے اس لیے کہ مطلب پہلے قول کا یہ ہے کہ درمیان زمانے تیرے اور زمانے فتنے کے دروازہ تیری حیاتی ہے سو جب وہ دروازہ ٹوٹ گیا یعنی تیری حیاتی ہو چکی تو فتنے ظاہر ہو جائیں گے اور لڑائی اور جھگڑے قیامت تک قائم رہیں گے پس مطلب دونوں قولوں کا ایک ہی ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ اُس دروازے کو جانتے تھے تو پھر حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کیوں پوچھا تو جواب اس کا یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ

بیشک اس دروازے کو جانتے تھے لیکن شدت خوف سے اُن کو اس بات کا ڈر ہوا کہ مبادا میں اس کو بھول نہ جاؤں اس واسطے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ واللہ اعلم۔ اور مناسبت اس حدیث کی کتاب سے اس طور پر ہے کہ نماز سے مراد وقت پر قائم کرنا ہے پس وقت نماز کا اس سے مجمل طور پر ثابت ہے اور یہ جو عمر رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو بڑا دلیر ہے تو یہ حدیث کا انکار نہیں ہے بلکہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کے اس دعوے پر انکار ہے کہ میں اس کو ویسے ہی یاد رکھتا ہوں جیسے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعنی جب حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ دعویٰ کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا کہ ایسا دعویٰ کیوں کرتا ہے کہ مجھ کو بعینہ ویسے ہی یاد ہے بندہ بشر ہے بھول چوک ہو جاتی ہے احتمال ہے کہ کوئی لفظ بھول گیا ہو یا الفاظ حدیث میں کوئی تغیر وتبدل ہوگیا ہو اس سے معلوم ہوا کہ روایت حدیث بالمعنیٰ جائز ہے واللہ اعلم۔

٤٩٥ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ قُبْلَةً فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلِيْ هٰذَا قَالَ لِجَمِيْعِ أُمَّتِيْ كُلِّهِمْ.

۴۹۵۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے کسی بیگانی عورت کا بوسہ لیا پھر وہ مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو یہ حال بتایا سو اللہ نے (اس کے حق میں) یہ آیت اُتاری کہ قائم رکھ نماز کو دونوں طرفوں میں دن کے یعنی صبح کی نماز اور ظہر اور عصر کی نماز اور کچھ گھڑیوں میں رات کے یعنی مغرب اور عشاء کے نماز) (اس لیے) کہ بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں سو اس مرد نے عرض کی کہ یا حضرت (یہ انعام باری) خاص میرے لیے ہے یا سب کے لیے ہے آپ نے فرمایا (یہ انعام تیرے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ) میری تمام امت کے لیے ہے۔

فائدہ: جو نیکیاں کہ برائیوں کو دور کر دیتی ہیں ان میں نماز بھی داخل ہے پس گناہوں کے لیے نماز کا کفارہ ہونا ثابت ہوگیا اور یہی ہے وجہ مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور فرقہ مرجیہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں اس پر کہ نیکیوں سے کبیرے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں اور جمہور اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ حدیث مطلق مقید ہے ساتھ دوسری حدیثوں کے یعنی مراد اس سے وہی گناہ ہیں جو صغیرے ہوں اور کبیرے گناہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں اور اس کا بیان آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کی بڑی فضیلت ہے کہ علاوہ اس کے ادا کے اور گناہوں کو بھی مٹا دیتی ہے۔

بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ لِوَقْتِهَا.

وقت پر نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان۔

٤٩٦ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ

۴۹۶۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے

الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ الْعَيْزَارِ أَخْبَرَنِيْ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ وَأَشَارَ إِلٰى دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّهٗ لَزَادَنِيْ.

حضرت ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک زیادہ پیارا کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو وقت پر پڑھنا اس نے عرض کیا پھر بعد اس کے کون سا عمل اللہ کے نزدیک بہت پیارا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا اس نے عرض کی کہ پھر اس کے بعد کون سا افضل ہے آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ﷺ نے مجھے یہ تین عمل بیان فرمائے اور اگر میں آپ سے کچھ زیادہ پوچھتا تو آپ بیان فرماتے یعنی میں نے آپ سے صرف یہی تین عمل پوچھے سو آپ نے بیان فرما دیے اور اگر میں کوئی اور مسئلہ پوچھتا تو آپ اس کو بھی بیان فرما دیتے۔

فائدہ: اور بہت حدیثوں صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ سب عملوں سے بہتر بھوکے کو کھانا کھلانا ہے اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ سب عملوں سے افضل جہاد ہے اور بعض حدیثوں میں دوسرے عملوں کا بہتر ہونا آیا ہے سو ان حدیثوں میں تطبیق کئی طور سے ہو سکتی ہے کہ یا تو یہ اختلاف جواب کا باعتبار مختلف ہونے حال سائلوں کے ہے اس طور سے کہ جس قوم کو جس عمل کی زیادہ ضرورت دیکھی ان کو وہی فرمایا کہ تمہارے حق میں یہ عمل سب عملوں سے بہتر ہے یا جس کام کی طرف ان کی زیادہ رغبت دیکھی یا اُن کے لائق دیکھا تو ان کو وہی افضل فرمایا یا یہ اختلاف افضلیت کا باعتبار اختلاف وقتوں کے ہے اس طور سے کہ یہ عمل اس وقت میں افضل ہے اور عملوں سے جیسے کہ مثلاً جہاد ابتدائے اسلام میں سب عملوں سے افضل تھا اس لیے کہ یہ عملوں کے قائم کرنے کا وسیلہ ہے اور اس سے ان کے ادا کرنے کی قوت حاصل ہوتی ہے وعلی ہذا القیاس۔ نماز صدقے سے بہتر ہے ومع ذلک آدمیوں کی تنگی اور اضطراب کی حالت میں صدقہ افضل ہے اُس سے یا یہ اسم تفضیل اپنے معنی میں نہیں ہے بلکہ مراد اس سے مطلق فضیلت ہے پس معنی یہ ہے کہ سب عمل بہتر اور اچھے ہیں یا یہ کہ جو عمل زیادہ فضیلت رکھتے ہیں یہ عمل بھی ان عملوں سے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ مراد اُن عملوں سے اعمال بدنیہ ہیں پس جس حدیث میں ایمان افضل ہونے کا ذکر ہے اس کے ساتھ تطبیق ہو جائے گی اس لیے کہ ایمان فعل دل کا ہے اور یہ جو فرمایا کہ نماز کو وقت پر پڑھنا بہت بہتر ہے اس سے معلوم ہو کہ جو نماز غیر وقت میں ادا کی جائے جیسے کہ سو جانے والا اور بھول جانے والا غیر وقت میں ادا کرتا ہے یا مکروہ وقت میں ادا کی جائے تو ایسی نماز کا ثواب کم ہے اس کو افضل نہیں کہا جائے گا اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ ماں باپ کی تعظیم کرنے میں بڑا ثواب ہے اور یہ کہ نیکی کے کام ایک دوسرے سے افضل ہیں۔ دوم یہ کہ

ایک وقت میں مختلف مسئلوں کا سوال کرنا جائز ہے اور یہ کہ عالم سے بہت مسئلے نہ پوچھے جس میں کہ اُس کو رنج ہوا اور یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ سوم یہ کہ اشارہ بمنزلہ تصریح کے ہوتا ہے جب کہ مشارا الیہ معین ہو اس لیے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دوسری اور تیسری بار اشارہ سے سوال کیا کہ پھر کون ہے عملوں کا صریح ذکر نہ کیا۔ واللہ اعلم اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو کہ نماز وقت پر پڑھنی سب عملوں سے بہتر ہے۔

بَابُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسُ كَفَّارَةٌ لِلْخَطَايَا إِذَا صَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ فِي الْجَمَاعَةِ وَغَيْرِهَا.

پانچوں نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ ان کو وقت پر پڑھا جائے جماعت سے یا اکیلے۔

٤٩٧ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيْدَ يَعْنِي ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا مَا تَقُوْلُ ذٰلِكَ يُبْقِيْ مِنْ دَرَنِهِ قَالُوْا لَا يُبْقِيْ مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا قَالَ فَذٰلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا.

۴۹۷۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ بتاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر ندی ہو کہ وہ اس میں سے ہر روز پانچ بار نہائے کیا اس کی میل سے کچھ باقی رہے گا اصحاب نے عرض کی کہ کچھ اس کی میل سے باقی نہ رہے گا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی حال ہے پانچ نمازوں کا کہ اُن کے سبب سے حق تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

فائدہ: یہ تمثیل ہے نماز کی ساتھ پانی ندی کے یعنی جیسے کہ ہر روز پانچ وقت نہانے سے بدن پر میل نہیں رہتا ہے اسی طرح پنجگانہ نماز سے گناہ نہیں رہتے ہیں پس معلوم ہوا کہ نماز گناہ کا کفارہ ہے وفیه مطابقة للترجمة اور فائدہ اس تمثیل کی تاکید ہے اور معقول کو محسوس کی طرح کر دینا ہے اور ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کل گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ کبیرے ہوں خواہ صغیرے لیکن مراد اس سے فقط صغیرے گناہ ہیں اس لیے کہ اس کو میل سے تشبیہ دی گئی ہے اور میل ادنیٰ ہے بہ نسبت بڑے زخموں اور جراحات کے اور امام شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ حالات آدمی کے بہ نسبت اس کے گناہوں کے پانچ قسم ہیں اول یہ کہ اس سے کوئی چیز صادر نہ ہو سو یہ معارض ہے ساتھ رفع درجات کے۔ دوم یہ کہ صغیرے گناہ اس سے صادر ہوں اور اس پر اصرار نہ ہو تو یہ یقیناً نماز سے معاف ہو جائیں گے۔ سوم یہ کہ گناہ صغیرے ہوں لیکن اُن پر اصرار اور ہٹ کرے تو یہ نماز سے معاف نہیں ہوں

گے۔ چہارم یہ کہ گناہ کبیرہ ایک ہو اور صغیرے بہت ہوں۔ پنجم یہ کہ کبیرے گناہ بھی بہت ہوں اور صغیرے بھی بہت ہوں تو یہ دونوں قسم کے گناہ بھی معاف نہیں ہوں گے انتہی۔ اور جس گناہ میں حق العبد ہو یعنی آدمی کی تقصیر کی ہو تو اس کا معاف ہونا اس کی بخشش پر موقوف ہے۔

بَابُ تَضْيِيعِ الصَّلَاةِ عَنْ وَقْتِهَا.

نماز کو وقت سے نکالنا منع ہے۔

٤٩٨ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ عَنْ غَيْلَانَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ الصَّلَاةُ قَالَ أَلَيْسَ ضَيَّعْتُمْ مَا ضَيَّعْتُمْ فِيْهَا.

۴۹۸۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ جو جو نیک عمل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کیے جاتے تھے اُن میں سے ایک عمل کو بھی نہیں پاتا ہوں یعنی اب ان مین سے کوئی نیک عمل باقی نہیں رہا لوگوں نے غفلت کی وجہ سے سب عمل چھوڑ دیے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ صرف کلمہ لا الہ الا اللہ باقی رہے کسی نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نماز تو باقی ہے (پس تو کیوں کہتا ہے کہ کوئی چیز باقی نہیں رہی) انس رضی اللہ عنہ نے کہا کیا یہ شان نہیں ہے کہ ضائع کی تم نے وہ چیز جو ضائع کی ہے تم نے نماز میں۔

فائدہ: نماز کے ضائع کرنے سے مراد یہ ہے کہ اُس کو اپنے وقت سے نکال دیا جائے اور وقت نماز کا بالکل باقی نہ رہے چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تم نے ظہر کو مغرب کے ساتھ نہیں ملا دیا ہے پس وجہ مناسبت اس حدیث کی ترجمہ باب سے ظاہر ہے اور اس وقت میں روزہ' حج وزکوۃ بھی باقی تھے لیکن اس نے نماز کی تخصیص اس واسطے کی کہ یہ سب عبادتوں میں عمدہ ہے۔

٤٩٩ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ وَاصِلٍ أَبُوْ عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِيْ رَوَّادٍ أَخِيْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ أَبِيْ رَوَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقَ وَهُوَ يَبْكِيْ فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكَ فَقَالَ لَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا أَدْرَكْتُ إِلَّا هٰذِهِ الصَّلَاةَ وَهٰذِهِ الصَّلَاةُ قَدْ ضُيِّعَتْ وَقَالَ بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ

۴۹۹۔ زہری سے روایت ہے کہ میں انس رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق میں آیا اس حال میں کہ وہ رو رہے تھے میں نے کہا کہ کس سبب سے روتے ہو انہوں نے کہا میں ارکان اسلام سے کسی چیز کو باقی نہیں پاتا ہوں مگر نماز کو اور یہ نماز بھی ضائع ہو چکی ہے یعنی اس کو بھی اپنے وقت سے نکال دیتے ہیں وقت پر ادا نہیں کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي رَوَّادٍ نَحْوَهُ.

فائدہ: جب ولید بن عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوا تو اُس نے ملک شام اور بصرے میں اپنی طرف سے نائب بھیجے اور حجاج نابکار کو ملک عرب پر حاکم کر کے بھیجا اور یہ حجاج نہایت ظالم تھا اور دین میں بڑا سست تھا نماز کو ہمیشہ قضا کر دیتا تھا کبھی وقت پر نہیں پڑھتا تھا تو انس رضی اللہ عنہ اس کی شکایت کرنے کو ولید حاکم وقت کے پاس دمشق میں گئے مگر چونکہ ولید خود بھی نماز کو قضا کر دیا کرتا تھا اس لیے اُس نے انس رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ سنی اور اسی طرح ملک شام اور بصری میں اس کی طرف سے جو نائب رہتے تھے وہ بھی نماز کو قضا کر دیتے تھے سو انس رضی اللہ عنہ اُن کا حال دیکھ کر ایک دن رو رہے تھے کہ زہری تابعی اُن کے پاس ملاقات کو گیا اور اُن سے اُن کے رونے کا سبب پوچھا تب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث فرمائی اور مراد نماز کے ضائع کرنے سے یہی ہے کہ وہ نماز بالکل قضا کر دیتے تھے جیسے کہ مصنف عبدالرزاق میں عطا سے روایت ہے کہ ولید نے جمعہ میں یہاں تک دیر کی شام ہوگئی سو میں نے پہلے ظہر پڑھی پھر بیٹھے بیٹھے اشارے سے عصر پڑھی اور حالانکہ ولید ابھی جمعے کا خطبہ پڑھ رہا تھا اور عطا نے اشارہ سے نماز اس واسطے پڑھی کہ اگر کھڑا ہو کر پڑھوں گا تو ولید مجھ کو قتل کر ڈالے گا پس اس سے ظاہر ہوگئی مطابقت درمیان باب کے اور درمیان اس حدیث کے اور انس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ارکانِ اسلام سے کوئی چیز باقی نہیں رہی تھی اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ ارکانِ اسلام کے سب باقی تھے مگر نماز نہیں تھی تو ظاہراً ان دونوں قولوں میں تعارض ہے سو وجہ تطبیق کی یہ ہے کہ پہلا قول اُن کا امیروں شام اور بصری کے حق میں وارد ہوا ہے اور دوسرا قول اُن کا خاص مدینہ والوں کے حق میں وارد ہوا ہے مدینہ میں اس وقت عمر بن عبدالعزیز حاکم تھے وہ صرف نماز میں سستی کیا کرتے تھے سو جب عروہ نے ان کو حدیث تعیین اوقات کی سنائی تو اس دن سے وہ وقت کی نہایت محافظت کیا کرتے تھے، واللہ اعلم۔

بَابُ الْمُصَلِّيْ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ.

نمازی نماز میں اپنے رب سے بات چیت کرتا ہے۔

٥٠٠ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلّٰى يُنَاجِيْ رَبَّهٗ فَلَا يَتْفِلَنَّ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَلٰكِنْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ لَا يَتْفِلُ قُدَّامَهٗ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهٖ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ

٥٠٠۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے بات چیت کرتا ہے سو اپنی داہنے طرف نہ تھوکے لیکن اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اپنے آگے یا اپنے سامنے نہ تھوکے لیکن اپنے بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ قبلے کی طرف نہ

وَقَالَ شُعْبَةُ لَا يَبْزُقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ وَقَالَ حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْزُقُ فِي الْقِبْلَةِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ.

تھوکے اور نہ اپنے داہنے لیکن اپنے بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔

۵۰۱ ۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَا يَبْسُطْ ذِرَاعَيْهِ كَالْكَلْبِ وَإِذَا بَزَقَ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ فَإِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ.

۵۰۱۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درست اور ٹھیک ہو جایا کرو اپنے سجدے میں اور تم میں سے کوئی اپنے دونوں ہاتھوں کو نہ بچھایا کرے کتے کی طرح اور جب کوئی (نماز میں) تھوکے تو اپنے سامنے نہ تھوکے اور نا اپنے داہنے اس لیے کہ بیشک وہ اپنے رب سے بات چیت کرتا ہے۔

فائدہ: اگر نماز میں تھوک آ جائے تو آگے نہ تھوکے اس واسطے کہ قبلہ ہے اور داہنے فرشتہ ہے تو بائیں قدم کے نیچے تھوکے اگر جنگل میں ہو اور اگر مسجد میں یا بائیں طرف کوئی نمازی کھڑا ہو تو اپنے کپڑے میں تھوک لے اور مناسبت اس باب کی پہلے بابوں سے اس طور پر ہے کہ پہلے بابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو آدمی نماز کو وقت پر ادا کرے اس کے لیے بڑا ثواب ہے اور جو شخص نماز کو وقت سے نکال دے اس کو بڑا گناہ ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ کلام کرنے سے آدمی کا درجہ بلند ہوتا ہے سو امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس باب سے نماز کو وقت پر پڑھنے کی ترغیب دینا ہے یعنی نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا چاہیے تا کہ یہ مرتبہ مناجات کا حاصل ہو پس یہی وجہ ہے مناسبت اس باب کی باب مواقیت الصلوۃ سے، واللہ اعلم۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدے میں کہنیوں کو زمین سے اور پیٹ کو رانوں سے ملانا منع ہے علیحدہ رکھے۔

بَابُ الْإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ.

سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا۔

۵۰۲ ۔ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ حَدَّثَنَا الْأَعْرَجُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَغَيْرُهٗ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَنَافِعٌ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

۵۰۲۔ ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سخت گرمی ہوا کرے تو ٹھنڈے وقت نماز پڑھا کرو اس واسطے کہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے۔

عُمَرَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

٥٠٣ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فَقَالَ أَبْرِدْ أَبْرِدْ أَوْ قَالَ انْتَظِرْ انْتَظِرْ وَقَالَ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ.

۵۰۳۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے ظہر کی اذان دی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کو) فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دے ٹھنڈا ہونے دے یا یوں فرمایا انتظار کر انتظار کر اور فرمایا کہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے سو جب سخت گرمی ہوا کرے تو نماز ٹھنڈے وقت پڑھا کرو (ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈے کرنے کا حکم فرمایا) یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا۔

٥٠٤ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَدِيْنِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَكَتِ النَّارُ إِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ يَا رَبِّ أَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَآءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ فَهُوَ أَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَأَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ.

۵۰۴۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ آگ نے اللہ کے آگے شکوہ کیا اور عرض کی کہ اے رب! میرے بعض نے بعض کو کھا لیا ہے یعنی نہایت گرمی اور شدت جوش سے سو اللہ تعالیٰ نے اس کو دو بار دم لینے کا اذن کیا ایک بار سردی کے موسم میں اور ایک بار گرمی کے موسم میں سو جو گرمی کہ تم گرمی کے موسم میں پاتے ہو وہ اُسی سانس کی سخت گرمی سے ہے اور جو سردی کہ تم سردی کے موسم میں پاتے ہو وہ اُسی سانس کی نہایت سردی سے ہے۔

٥٠٥ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُوْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

۵۰۵۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔

اللہِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ تَابَعَهُ سُفْيَانُ وَيَحْيٰی وَأَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ.

فائدہ: ان حدیثوں سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھنا چاہیے اس لیے کہ جوش گرمی کا غضب کا وقت ہے وَفیہ مطابقة للترجمة اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ جمہور اہل علم کے نزدیک سخت گرمی میں ظہر میں تاخیر کرنی مستحب ہے یہاں تک کہ وقت ٹھنڈا ہو جائے اور گرمی ٹوٹ جائے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر جماعت ہو تو ٹھنڈے وقت میں ظہر پڑھے اور اگر اکیلا ہو تو اس کے لیے اول وقت میں نماز پڑھنی افضل ہے اور یہی قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر مالکیہ کا لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ ٹھنڈا کرنے کا حکم صرف اسی جگہ میں ہے جہاں شہر گرم ہو اور جماعت کے واسطے لوگ دور دور سے آئیں اور اگر ایک جگہ جمع ہوں تو ان کے لیے اول وقت نماز پڑھنی افضل ہے ٹھنڈا کرنا افضل نہیں ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر حال میں ابراد افضل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ظہر کو اول وقت پڑھنا ہر حال میں افضل ہے اور وہ لوگ اس حدیث ابراد کا یہ معنی کرتے ہیں کہ مراد ٹھنڈا کرنے سے اول وقت پڑھنا ہے لیکن یہ تاویل ضعیف ہے رد کرتا ہے اس تاویل کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ شدت گرمی کی دوزخ کے جوش سے ہے اس لیے کہ یہ علت دلالت کرتی ہے اس پر کہ مراد اسی نماز کا تاخیر کرنا ہے ورنہ یہ علت لغو ہو جائے گی اور یہ حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ کی جو عنقریب آتی ہے صریح ہے اس کے ضعیف ہونے پر اس لیے کہ اس میں صاف موجود ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انتظار کر انتظار کر اور جو لوگ کہ گرمی میں بھی اول وقت نماز پڑھنے کو افضل کہتے ہیں اُن کی ایک دلیل حدیث خباب رضی اللہ عنہ کی ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ ہم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سخت گرمی کی شکایت کی کہ ہمارے ہاتھ اور پیشانی گرمی سے جل جاتے ہیں یعنی سجدہ کرنے کے وقت (پس آپ ہم کو نماز ٹھنڈا کرنے کی اجازت دیجیے) سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ٹھنڈا کرنے کی اجازت نہ دی سو اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ابراد کی حدیثوں سے منسوخ ہے اس لیے کہ ابراد کی حدیثیں مؤخر ہیں اور یا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اصل ابراد کے وقت سے زیادہ تاخیر چاہتے تھے یعنی جس وقت کہ بالکل گرمی دفع ہو جائے سو کبھی کبھی ایسی تاخیر میں ظہر کا اصل وقت بھی جاتا رہتا ہے اس لیے آپ نے اُن کو تاخیر کا اذن نہ دیا اور جو لوگ کہ ظہر اول وقت پڑھنے کو افضل جانتے ہیں دوسری دلیل اُن کی وہ حدیثیں ہیں جو اول وقت ظہر پڑھنے کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں سو جواب ان کا یہ ہے کہ وہ حدیثیں مطلق اور عام ہیں اور حدیث ٹھنڈا کرنے کی خاص ہے پس یہ حدیث مقدم کی جائے گی اُن پر اس لیے کہ تخصیص عام کی خاص سے بالاتفاق جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اول وقت ظہر پڑھنی افضل ہے اس واسطے کہ اس میں مشقت زیادہ ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ افضلیت اس میں منحصر نہیں ہے بلکہ کبھی آسان کام زیادہ افضل ہوتا ہے مشکل کام سے جیسے کہ سفر

میں نماز کا قصر کرنا افضل ہے پوری پڑھنے سے اور امام احمد سے روایت ہے کہ دونوں امروں سے آخری فعل حضرت ﷺ کا یہی ہے کہ آپ نے گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھی ہے اور بعض نے دونوں طرف کی حدیثوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ اول وقت افضل ہے اور ابراد رخصت اور جائز ہے اور بعض اس کے برعکس کہتے ہیں کہ ٹھنڈا کرنا افضل ہے اور اول وقت پڑھنا جائز ہے انتہی۔

مترجم کہتا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے پارہ میں ان حدیثوں میں یہ تطبیق دی تھی کہ ٹھنڈا کرنا اول وقت کے منافی نہیں ہے بلکہ دونوں آپس میں جمع ہو جاتی ہیں اس لیے کہ حد ٹھنڈا کرنے کی یہ ہے کہ دیواروں کا سایہ اس قدر ہو جائے کہ اس میں آدمی چل کر مسجد کی طرف جا سکے اور بعض لوگ اس حدیث سے سند لاتے ہیں اس پر کہ ظہر کا وقت دو مثل تک باقی رہتا ہے اس لیے کہ بالو کے ٹیلے زمین پر بچھے ہوئے ہوتے ہیں اور اُن کی بلندی کم ہوتی ہے پس اس کا سایہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کہ سایہ ہر چیز کا دو مثل ہو جائے سو جواب اُس کا یہ ہے کہ جب سایہ ہر چیز کے دو مثل سایہ ہونے تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ ٹیلوں کے دو مثل ہونے تک بھی ظہر کا وقت باقی رہتا ہے حالانکہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہایت اور حد تاخیر ظہر کی اسی وقت تک ہے جب کہ سایہ ٹیلوں کا ابتداء شروع ہو پس یہ حدیث اُن کے بھی مخالف ہے ہاں یہ بات مسلم ہے کہ سایہ ٹیلوں کا دیر کے بعد ظاہر ہوتا ہے مگر اس کی حد یہی ہے کہ ایک مثل کے اندر ہوتا ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ جب شدت گرمی کی وجہ سے نماز کی تاخیر جائز ہے تو نہایت سردی کی وجہ سے بھی تاخیر نماز کی جائز ہوگی اس لیے کہ وہ بھی آگ کے جوش سے ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ نہایت سردی اکثر صبح ہی کے وقت ہوتی ہے اور وہ آفتاب نکلنے کے سوا دور نہیں ہوتی ہے سو اگر یہاں بھی نماز کو تاخیر کیا جائے تو صبح کا وقت باقی نہیں رہے گا پس تاخیر جائز نہ ہوگی اور یہ جو فرمایا کہ آگ نے اللہ کے نزدیک اپنی شدت کا گلہ کیا سو اکثر کہتے ہیں کہ یہ گلہ حقیقی زبان سے ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حیوانوں کی طرح اس میں بھی حیاتی پیدا کی ہوئی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ گلہ زبان حال سے واقع ہوا ہے یعنی شدت گرمی سے آگ کا جوش خروش کرنا گویا کہ یہ گلہ ہے لیکن پہلی بات صحیح ہے اس لیے کہ جب پیغمبر صادق کسی امر ممکن کی خبر دے تو اس کی تاویل کی کچھ حاجت نہیں ہے بلکہ اس کو حقیقی معنی پر محمول کرنا اولیٰ ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہی بات صواب ہے یعنی مراد اس سے حقیقی کلام ہے اس لیے کہ آگ کی گفتگو پیغمبر کے ساتھ اور مسلمانوں کے ساتھ بہت واقع ہو چکی ہے چنانچہ مومن جب پل صراط پر سے گزرے گا تو دوزخ کہے گی کہ اے مومن! میرے اوپر سے جلدی گزر جا کہ تیرے نور نے میرے جوش کو بجھا دیا ہے واللہ اعلم اور آگ میں سردی کے ہونے کا یہ مطلب ہے کہ دوزخ ان دونوں کی جگہ ہے بعض طبقوں میں اُس کے آگ ہے اور ایک طبقہ اُس میں زمہریر ہے کہ اس میں اس شدت کی سردی ہے کہ اس کی حد سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں پس مراد آگ سے اس حدیث میں دوزخ ہے۔

فائدہ ثانیہ: فرقہ معتزلہ کہتے ہیں کہ دوزخ قیامت کے دن پیدا کی جائے گی اس وقت پیدا نہیں ہو چکی ہے سو یہ حدیث صریح ہے ان کے رد میں اس لیے کہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دوزخ پیدا ہوئی ہے اور اب موجود ہے۔

بَابُ الْإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِي السَّفَرِ.

سفر میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا بیان۔

٥٠٦ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُهَاجِرٌ أَبُو الْحَسَنِ مَوْلٰى لِبَنِيْ تَيْمِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُّؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ حَتّٰى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلَاةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَتَفَيَّأُ تَتَمَيَّلُ.

٥٠٦۔ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے سو مؤذن نے چاہا کہ ظہر کی اذان دے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کو) فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دے پھر اس نے اذان دینے کا ارادہ کیا سو آپ نے فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دے (سو آپ نماز کو ٹھنڈا کرنا فرماتے رہے) یہاں تک کہ جب ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا (تو اس وقت آپ نے نماز پڑھی) اور فرمایا کہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے سو جب سخت گرمی ہوا کرے تو نماز ٹھنڈے وقت پڑھا کرو اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت ﴿يَتَفَيَّؤُ ظِلَالُهُ﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ معنی یتفیؤ کا یہ ہے کہ مائل ہو اور جھک جائے سایہ اس کا ایک طرف سے دوسری طرف۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ ظہر ٹھنڈا کرنے کی حد میں علماء کو اختلاف ہے سو بعض نے کہا کہ ایک ہاتھ سایہ ہونے تک ہے اور بعض نے کہا کہ آدمی کے قد کی چوتھائی تک ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کی تہائی تک ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے نصف تک اور بعض نے کہا کہ وہ مختلف ہے باعتبار اختلاف وقتوں کے لیکن شرط یہ ہے کہ آخر وقت قضا نہ ہو جائے اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ ٹیلوں کا سایہ اُن کے برابر ہو گیا تھا سو مراد اُس سے یہ ہے کہ پہلے ظاہر نہیں تھا پھر ظاہر ہو گیا نہ یہ کہ ایک مثل ہو گیا تھا یا شاید اس واسطے تاخیر کیا ہو گا کہ عصر کے ساتھ جمع کا ارادہ ہو گا اور مراد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے یہ ہے کہ گرمی کے موسم میں نماز ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا صرف گھر کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سفر میں بھی ٹھنڈا کرنا جائز ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ مسافر کسی منزل پر اترا ہوا ہو اور جب چلتا ہو یا سواری پر تو اس وقت نماز جمع کر لینی چاہیے تقدیم ہو یا تاخیر جیسے بیان اس کا آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور مناسبت ترجمہ کی حدیث سے ظاہر ہے۔

بَابُ وَقْتِ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ظہر کی نماز کا وقت آفتاب ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے

يُصَلِّيْ بِالْهَاجِرَةِ.

وقت سخت گرمی میں نماز پڑھا کرتے تھے یعنی بعد زوال کے

فائدہ: غرض اس باب سے رد کرنا اُن کوفیوں پر جو کہتے ہیں کہ نماز اول وقت میں فرض نہیں ہوتی ہے۔

۵۰۷ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ فَذَكَرَ أَنَّ فِيْهَا أُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ فَلَا تَسْأَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ مَّا دُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا فَأَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَآءِ وَأَكْثَرَ أَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ أَبِيْ قَالَ أَبُوْكَ حُذَافَةُ ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ فَبَرَكَ عُمَرُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ آنِفًا فِيْ عُرْضِ هٰذَا الْحَآئِطِ فَلَمْ أَرَ كَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ.

۵۰۷۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھلنے کے وقت گھر سے باہر تشریف لائے سو آپ نے اول وقت ظہر کی نماز پڑھی پھر آپ نے (بعد نماز ظہر کے) منبر پر خطبہ پڑھا اور قیامت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ قیامت سے پہلے بڑی بڑی مصیبتیں ہونے والی ہیں پھر فرمایا کہ جو کچھ کوئی پوچھنا چاہے سو پوچھے سو مجھ سے جو کچھ پوچھو گے بتلا دوں گا جب تک کہ میں اپنے اس مقام میں ہوں یعنی منبر پر سو اصحاب بے اختیار قیامت کے خوف سے رونے لگے سو آپ نے بہت بار لوگوں سے یہ کلمہ فرمایا کہ مجھ سے جو کچھ چاہو پوچھو سو عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا کہ حذافہ ہے پھر بہت بار فرمایا کہ جو کچھ چاہو سو مجھ سے پوچھو یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بہت غضب میں آ گئے سو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر عرض کیا کہ ہم راضی ہیں اللہ کی خدائی سے اور اسلام کے دین ہونے سے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری سے یہ سن کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ دور ہوا اور آپ چپ ہو گئے پھر فرمایا کہ بہشت اور دوزخ اس وقت میرے سامنے لائے گئے اس دیوار کی طرف سے سو میں نے بھلائی اور برائی کی مثل کوئی چیز نہیں دیکھی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابتداء وقت ظہر کا زوال سے شروع ہوتا ہے اس لیے کہ حضرت رضی اللہ عنہ نے آفتاب ڈھلنے کے وقت نماز پڑھی پس معلوم ہوا کہ اول وقت ظہر کا آفتاب کا ڈھلنا ہے اور یہی وجہ مناسبت حدیث کی ترجمہ سے ہے اور یہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زوال سے پہلے نماز پڑھی ہو اور اس پر اب تمام امت کا اجماع ہو چکا ہے اور قدیم زمانے میں بعض صحابہ سے اس باب میں اختلاف تھا کہ ظہر کو آفتاب ڈھلنے سے پہلے بھی جائز رکھتے تھے اور اسی طرح امام احمد رحمہ اللہ علیہ اور اسحاق بھی جمعہ پڑھنے کو زوال سے پہلے جائز رکھتے ہیں جیسے آئندہ

آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور زوال کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی سیدھی چیز کو برابر زمین میں سیدھا کھڑا کیا جائے اور صبح کو آفتاب نکلنے کے وقت اس چیز کے سایہ کو جو مغرب کی طرف ہو دیکھتا رہے سو جس قدر آفتاب بلند ہوتا جائے اسی قدر اس کا سایہ بھی کم ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ جب آفتاب اپنے نہایت حد کی بلندی پر پہنچے اور عین سر پر آجائے تو اس وقت ایک لحظہ ٹھہرا رہتا ہے اور اس وقت اس کا سایہ بھی ٹھہر جاتا ہے نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ پس یہ وقت آدھے دن کا ہے اور اسی وقت کو استواء کہتے ہیں پھر ایک لحظہ کے بعد آفتاب وہاں سے ڈھل جاتا ہے پس جو اول درجہ ڈھلنے کا ہے یعنی اپنے نہایت درجہ کی بلندی سے ڈھل کر جس درجہ میں اول اول آئے وہی وقت زوال کا ہے اور وہی ہے اول وقت ظہر کا اور یہ وقت وہ ہے جب کہ سایہ اس چیز کا مشرق کی طرف میں ذرا سا ظاہر ہو کر نظر آنے لگے اور قسطلانی میں حدیث نقل کی ہے کہ جتنی دیر میں آدمی زبان سے لا نعم کہتا ہے اتنی دیر میں آفتاب پانچ سو برس کی راہ قطع کر جاتا ہے اور حضرت ﷺ غصے اس وجہ سے ہوئے تھے کہ منافقوں نے کہا تھا کہ پیغمبر ہمارے سوال میں عاجز ہے جو کچھ ہم پوچھتے ہیں اس کا جواب نہیں دے سکتا ہے سو حضرت ﷺ نے منافقوں کی یہ کلام سن لی تھی اس واسطے حضرت ﷺ غصے سے بار بار فرماتے تھے اُن کی طرف اشارہ کر کے کہ پوچھیے جس کا جی چاہے عبداللہ بن حذافہ اس مطلب کو نہ سمجھے عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ بات بوجھ گئے کہ کلام حضرت ﷺ کا اصحاب سے نہیں ہے منافقوں سے ہے تب وہ بات عرض کی جس سے حضرت ﷺ غصہ گیا اور رونا اصحاب کا یا تو اس خوف سے تھا کہ پہلی امتوں کی طرح ہم پر بھی عذاب نازل نہ ہو جائے کہ پہلی امتوں نے بھی پیغمبروں کو ایذاء دی تھی اور حضرت ﷺ کو بھی منافقوں سے ایذاء پہنچی ہے اور یا رونا ان کا قیامت کے حالات سننے کی وجہ سے تھا اور حذافہ رضی اللہ عنہ نے اپنا باپ اس واسطے پوچھا کہ لوگ اس کو کسی اور شخص کا بیٹا کہتے تھے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ بہشت اور دوزخ اس وقت میرے سامنے لائے گئے سو یہ سامنے لانا یا تو اس طرح سے تھا کہ جو پردہ کہ درمیان بہشت اور دوزخ اور درمیان آدمیوں کے ہے وہ درمیان سے اٹھا دیا گیا تھا اور یا بہشت اور دوزخ کے لوگ آپ کو دکھلائے گئے تھے یا ان دونوں کی مثال حضرت ﷺ کو دکھلائی گئی تھی واللہ اعلم۔ اور آپ نے جو یہ فرمایا کہ میں نے بھلائی اور برائی کی طرح کوئی چیز نہیں دیکھی ہے سو مراد اس سے یا تو یہ ہے کہ میں نے بہشت جیسی بہتر جگہ اور دوزخ جیسی بری جگہ کوئی نہیں دیکھی اور یا یہ مراد ہے کہ میں نیکی اور گناہ کی مثل کوئی چیز نہیں دیکھی ہے کہ نیکی سے آدمی بہشت میں داخل ہوتا ہے اور گناہ کے سبب سے آدمی دوزخ میں داخل ہوتا ہے اور اس حدیث سے بڑی بزرگی اور نہایت تیز فہمی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بدون حاجت کے بے فائدہ سوال عالم سے کرنا منع ہے۔

۵۰۸ ۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو الْمِنْهَالِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ

۵۰۸۔ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ صبح کی نماز ایسے وقت میں پڑھا کرتے تھے کہ ہم میں سے ہر ایک

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَأَحَدُنَا يَعْرِفُ جَلِيْسَهُ وَيَقْرَأُ فِيْهَا مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ وَيُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَأَحَدُنَا يَذْهَبُ إِلٰى أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَلَا يُبَالِيْ بِتَأْخِيْرِ الْعِشَآءِ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ ثُمَّ قَالَ إِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَةُ لَقِيْتُهُ مَرَّةً فَقَالَ أَوْ ثُلُثِ اللَّيْلِ.

آدمی اپنے پاس والے کو پہچان لیتا تھا اور نماز میں ساٹھ آیت سے لے کر سو آیت تک پڑھتے تھے یعنی جب آپ نماز صبح سے فارغ ہوتے تو اس وقت ایسی روشنی ہوجاتی کہ ایک دوسرے کو پہچان لیتا جیسے دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے نہ یہ کہ ایسے وقت میں نماز شروع کرتے تھے اور ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے جب کہ آفتاب ڈھل جاتا اور عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ ہم میں سے کوئی عصر پڑھ کر مدینے کی پرلی طرف اپنے گھر میں پلٹ جاتا اور حالانکہ ابھی آفتاب خون سفید ہوتا تھا یعنی اُس کی گرمی اور رنگ نہ بدلتا (ابو المنہال کہتا ہے کہ) میں بھول گیا ہوں اس کو جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز مغرب کے حال میں کہا اور عشاء کی نماز کو تہائی رت تک یا کہا آدھی رات تک تاخیر کرتے تھے (یہ راوی کا شک ہے) یعنی وقت مستحب عشاء کا تہائی یا آدھی رات تک ہے والاً اور حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ وقت عشاء کا صبح صادق تک باقی رہتا ہے۔

فائدہ: عشاء کی نماز کے چار وقت میں اول وقت فضیلت کا ہے اور تہائی رات تک مختار وقت ہے اور صبح صادق تک جواز کا وقت ہے اور مغرب کے ساتھ جمع کرنا عذر کا وقت ہے اور غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث سے یہ ہے کہ ظہر کا اول وقت وہ ہے جب کہ آفتاب ڈھل جائے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے۔

٥٠٩ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنِيْ غَالِبٌ الْقَطَّانُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظَّهَآئِرِ فَسَجَدْنَا عَلٰى ثِيَابِنَا اتِّقَآءَ الْحَرِّ.

٥٠٩۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت گرمی میں ظہر کی نماز پڑھا کرتے تو اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے گرمی سے بچنے کے لیے یعنی گرمی کی شدت سے زمین ایسی گرم ہوجاتی تھی کہ اس پر سجدہ کرنے سے پیشانی جل جاتی پس گرمی سے بچنے کے واسطے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔

فائدہ: جب حضرت ﷺ نے گرمی میں ظہر کی نماز پڑھی تو معلوم ہوا کہ زوال کے بعد ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اس لیے کہ شدت گرمی کی زوال کے سوا اور کسی وقت میں نہیں ہوتی ہے پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور یہ حدیث ابراد کی حدیث کے مخالف نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اول وقت جائز ہے اور ابراد افضل ہے واللہ اعلم اور یہ حدیث دوسرے پارے میں بھی گزر چکی ہے۔

بَابُ تَأْخِيْرِ الظُّهْرِ إِلَى الْعَصْرِ. ظہر کی نماز کو عصر تک تاخیر کرنا جائز ہے۔

فائدہ: مراد اس سے یہ ہے کہ ظہر کی نماز کو ایسے وقت میں ادا کرے کہ اُس سے فارغ ہوتے ہی عصر کا وقت داخل ہو جائے اور اس کو جمع صوری کہتے ہیں یعنی ظاہر میں دونوں نمازیں ایک وقت میں معلوم ہوتی ہیں اور درحقیقت اپنے اپنے وقت پڑھی جاتی ہیں اور غرض امام بخاری کی اس باب سے یہ ہے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اپنے ظاہری معنی میں نہیں ہے بلکہ وہ محمول ہے جمع صوری پر یعنی ظہر کو آخر وقت میں ادا کیا اور عصر کو اول وقت میں ادا کیا بایں طور کہ جب ظہر سے فارغ ہوئے تو شاید عصر کا وقت داخل ہو گیا۔

٥١٠ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِالْمَدِيْنَةِ سَبْعًا وَثَمَانِيًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ فَقَالَ أَيُّوْبُ لَعَلَّهٗ فِيْ لَيْلَةٍ مَطِيْرَةٍ قَالَ عَسٰى.

٥١٠۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے مدینہ میں نماز پڑھی سات رکعتیں اکٹھی اور آٹھ رکعتیں اکٹھی ظہر اور عصر کی آٹھ رکعتیں اور مغرب اور عشاء کی سات رکعتیں یعنی چار فرض ظہر کے اور چار فرض عصر کے آٹھ رکعتیں جمع کر کے ایک وقت میں پڑھیں اور تین فرض مغرب کے اور چار فرض عشاء کے یہ سات رکعتیں ایک وقت میں جمع پڑھیں سو ایوب نے کہا کہ شاید حضرت ﷺ کا یہ جمع کرنا مینہ کے دن میں ہوگا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا امید ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عذر کے وقت گھر میں بھی دو نمازوں کو جمع کرنا درست ہے لیکن اس حدیث کی لوگوں نے کئی تاویلیں کی ہیں امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شاید حضرت ﷺ کا جمع کرنا مینہ کے سبب سے تھا مگر یہ تاویل ضعیف ہے اس لیے کہ مسلم کے ایک طریق میں صاف آ گیا ہے کہ اس وقت نہ مینہ تھا اور نہ کوئی خوف تھا پس معلوم ہوا کہ یہ جمع کرنا نہ خوف کے سبب سے تھا اور نہ سفر اور مینہ کے سبب سے تھا اور بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ یہ جمع کرنا بیماری کے سبب سے تھا مگر یہ تاویل بھی ضعیف ہے اس لیے کہ اگر مرض کے عذر سے جمع ہوتی تو آپ کے ساتھ وہی لوگ جمع کرتے جن کو بیماری ہوتی حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صریح آ چکا ہے کہ حضرت ﷺ نے وہ نماز بہت اصحاب کے ساتھ پڑھی تھی اور بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ پہلے ابر تھا سو حضرت ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر

آسمان صاف ہو گیا اُس وقت معلوم ہوا کہ عصر کا وقت آ گیا ہے پس آپ نے عصر کی نماز پڑھی مگر یہ تاویل بھی ضعیف ہے اس لیے کہ یہ احتمال ظہر اور عصر کی نماز میں تو ہو سکتا ہے مگر مغرب اور عشاء کی نماز میں یہ احتمال بالکل نہیں ہو سکتا کہ کہا جائے گا پھر اندریں صورت مغرب اور عشاء کو کیوں جمع کیا اور بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ یہ جمع صوری ہے جمع حقیقی نہیں ہے جیسے کہ بیان اس کا ابھی ہو چکا ہے اور یہی مذہب ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حنفیہ کا لیکن یہ احتمال بھی ضعیف ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ احتمال باطل ہے اس لیے کہ ظاہر حدیث کے مخالف ہے اور نیز جابر رضی اللہ عنہ راوی حدیث کا کہتا ہے کہ یہ مینہ کے عذر سے تھا لیکن حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ احتمال جمع صوری کا قوی ہے اس لیے کہ اس حدیث کے کسی طریق میں جمع کے وقت کا ذکر نہیں آیا ہے کہ آپ نے ظہر اور عصر کو کس وقت جمع کیا اور مغرب اور عشاء کو کس وقت میں جمع کیا اور ظاہرًا کوئی عذر بھی نہیں بن سکتا ہے جیسے کہ ابھی بیان عذروں کا گزر چکا ہے کہ سب عذر ضعیف ہیں پس اندریں صورت اگر مراد مطلق جمع جائز رکھی جائے جیسے کہ مثلاً ظہر کو عصر کے وقت میں جمع کرنا یا بالعکس اس کے تو لازم آئے گا نکالنا نماز کا اپنے وقت مقرر سے بلا عذر اور یہ جائز نہیں ہے جیسے کہ بیان اس کا اوپر گزر چکا ہے کہ نماز کا وقت معین اور مقرر ہے اپنے وقت سے اس کو نکالنا جائز نہیں ہے اور اگر مراد اس سے جمع صوری رکھی جائے تو نماز کو وقت سے نکالنا لازم نہ آئے گا اور نیز سب حدیثوں کی آپس میں تطبیق ہو جائے گی پس معلوم ہوا کہ اس کو جمع صوری پر حمل کرنا اولیٰ ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے لیکن صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی حدیث میں یہ لفظ آ چکا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازوں کو اس ارادہ سے جمع کیا کہ آپ کی امت سے کسی کو کوئی حرج نہ ہو اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے طبرانی میں روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جمع اس واسطے کیا ہے کہ میری امت کو حرج نہ ہو سو یہ حدیث صریح ہے کہ مراد اس سے جمع حقیقی ہے جمع صوری نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ جمع صوری کی تاویل اس حدیث میں نہیں بن سکتی ہے اس لیے کہ جمع صوری حرج سے خالی نہیں ہے اور نیز نفی حرج کی رو سے صورت میں صادق آتی ہے جب کہ جمع حقیقی ہو اور نیز جمع صوری میں وقت نکل جانے کا خوف ہے خاص کر عوام لوگ کہ اُن کو وقت ظہر کے آخر جزء اور وقت عصر کے اول جزء میں بالکل تمیز نہیں ہو سکتی ہے پس اس میں حرج ہے اور نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس نے بصرہ میں نماز ظہر اور عصر کو جمع کیا اور ان کے درمیان کوئی نفل نہ پڑھے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمع حقیقی ہے اس لیے کہ نوافل کا ان کے درمیان نہ پڑھنا صرف جمع حقیقی میں ہوتا ہے صوری کے درمیان نوافل پڑھ لیتے ہیں اور زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی مترجم نے کلام المتین میں کر دی ہے شائق اس کا مطالعہ کرے غرضیکہ اس حدیث میں جمع صوری بھی مراد نہیں ہو سکتی ہے اور اماموں کی ایک جماعت نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے اور ضرورت کے وقت گھر میں بھی دو نمازوں کو جمع کرنا جائز رکھا ہے بشرطیکہ عادت نہ ٹھہرا رکھے اور ساتھ

اسی کے قائل ہیں ابن سیرین اور ربیعہ اور اشہب اور ابن منذر اور قفال کبیر اور ساتھ اسی کے قائل ہے ایک جماعت محدثین کی اور دلیل ان کی یہی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے جس میں حرج کے واسطے جمع کرنا آیا ہے۔

.مترجم کہتا ہے افسوس ہے کہ شارحین خاص کر امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں بہت طویل کلام کی اور سب تاویلوں کو رد کر دیا لیکن آخر کوئی معنی اس حدیث کا بیان نہ کیا اور کوئی بات محقق مقرر نہ کی جس پر آدمی عمل کرے لیکن جمع کرنے کا آپ نے یہ سبب تو بیان فرمایا ہے کہ میری امت کو کوئی حرج نہ ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں جمع کرنے کا کوئی سبب ضرور تھا اور کسی عذر کی وجہ سے آپ نے نمازوں کو جمع کیا تھا گو شارحین نے عذروں کو رد کر دیا ہے لیکن یہ علت بالکل لغو جائے گی کہ حرج بدون کسی عذر کے متصور نہیں پس ظاہر معنی اس حدیث کے یہی ہیں کہ گھر میں بھی عذر کے واسطے دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ آدمی اس کو عادت نہ ٹھہرا رکھے کبھی کبھی ضرورت کے وقت کر لیا کرے جیسے کہ ایک جماعت محدثین کا یہی مذہب ہے کما مر واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ وَقْتِ الْعَصْرِ. نماز عصر کے وقت کا بیان۔

۵۱۱ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا وَقَالَ أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ مِنْ قَعْرِ حُجْرَتِهَا.

۵۱۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور حالانکہ آفتاب میرے حجرے سے ابھی باہر نہ نکلتا۔

فائدہ: مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ سایہ آفتاب کا میرے حجرے کے صحن میں ہوتا یعنی آفتاب بہت بلند ہوتا تھا اس لیے کہ چھوٹے حجرے کے صحن میں آفتاب کا سایہ اسی وقت ہوتا ہے جب کہ آفتاب خوب بلند ہو اور جب آفتاب نیچے چلا جائے تو اس وقت اس کا سایہ صحن میں نہیں رہتا ہے بلکہ دیواروں پر چڑھ جاتا ہے جیسے کہ مشاہدہ سے یہ بات ظاہر ہے اور بعض دشمن عقل کے اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا دروازہ مغرب کی طرف تھا پس جب آفتاب آسمان کے کنارہ پر جاتا یعنی غروب کے نزدیک ہوتا تو اس کی روشنی دروازے سے حجرے کے اندر چلی جاتی تھی پس آفتاب کے حجرے سے نہ نکلنے کی یہی مراد ہے پس معلوم ہوا کہ عصر کا وقت دو مثلوں کے بعد ہوتا ہے جواب اس کا کئی وجہ سے ہے۔

اول: یہ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا مغرب کی طرف دروازہ ہونا مسلم نہیں ہے۔

دوم: یہ کہ حجرہ کے دروازہ پر پردہ پڑا رہتا تھا جیسے کہ شیخ نے جذب القلوب میں بیان کیا ہے پس دروازہ سے روشنی کا

اندر جانا ممکن نہیں تھا۔

سوم: کتاب المواقیت کے اول میں یہی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی گزر چکی ہے اس میں صریح موجود ہے کہ آفتاب دیوار کے سایہ پر چڑھنے سے پہلے آپ عصر پڑھتے تھے اور آئندہ حدیثیں بھی اس باب میں صریح ہیں پس اگر روشنی آفتاب کے دروازہ سے اندر جاتی تھی تو پھر دیوار پر سایہ چڑھنے اور نہ چڑھنے کا کیا معنی ہوا پس اس حدیث سے یہ قید بالکل لغو ہو جائے گی۔

چہارم: یہ کہ جب آفتاب غروب کے نزدیک ہوتا ہے تو وہ وقت بالاتفاق مکروہ ہے اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اکثر اوقات یہی عادت تھی پس ایسے وقت میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا کبھی ممکن نہیں ہے پس اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ عصر کا وقت دومثل کے بعد ہوتا ہے **فمن ادعی ذلك فعلیه البیان.**

٥١٢ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا.

۵۱۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی اور حالانکہ آفتاب ابھی میرے حجرے میں تھا اس کا سایہ بلند نہیں ہوا تھا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ تہ زمین سے سایہ بلند نہ ہوا ہوتا۔

٥١٣ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلَاةَ الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِيْ حُجْرَتِيْ لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ بَعْدُ وَقَالَ مَالِكٌ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَشُعَيْبٌ وَابْنُ أَبِيْ حَفْصَةَ وَالشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ.

۵۱۳۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور حالانکہ آفتاب میرے حجرے میں ہوتا تھا اس کا سایہ ابھی بلند نہ ہوا ہوتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ مالک اور یحییٰ اور شعیب اور ابن ابی حفصہ کی روایت میں یہ ہے کہ آفتاب اس کے حجرے میں ہوتا دیوار پر چڑھنے سے پہلے۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس معلق حدیث کے لانے سے یہ ہے کہ اس روایت میں نسبت بلند ہونے کی آفتاب کی طرف کی ہے اور پہلی روایت میں نسبت بلند ہونے کی سایہ کی طرف کی ہے سو وجہ تطبیق کی ان دونوں حدیثوں میں یہ ہے کہ مراد آفتاب کے نہ بلند ہونے سے یہ ہے کہ اس کی روشنی ابھی حجرے سے باہر نہیں نکلتی تھی اور سایہ کے نہ بلند ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ابھی تک اس کا سایہ صحن حجرے میں چوڑا اور فراخ نہ ہوا ہوتا پس دونوں روایتوں میں کوئی مخالفت نہیں ہے اس لیے کہ سایہ اسی وقت چوڑا ہوتا ہے جب کہ آفتاب کی روشنی حجرے سے باہر نکل

جائے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر کی نماز میں بہت جلدی کرنی چاہیے اور اس کو اول وقت پڑھنا چاہیے اس لیے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے یہی سمجھا ہے اور اسی طرح عروہ راوی حدیث نے بھی یہی سمجھا ہے اسی واسطے اُس نے عمر بن عبدالعزیز پر اس حدیث سے دلیل پکڑی لیکن امام طحاوی حنفی نے کہا ہے کہ اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے عصر کا اول وقت پر پڑھنا ثابت نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ حجرے کی دیواریں بہت چھوٹی تھیں سو آفتاب اسی وقت پوشیدہ ہوتا جب کہ غروب کے نزدیک جاتا پس معلوم ہوا کہ عصر کو اول وقت نہیں پڑھتے تھے بلکہ دیر کر کے پڑھتے تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ احتمال طحاوی کا اس وقت پیدا ہوسکتا ہے جب کہ حجرے کا صحن فراخ اور چوڑا ہو حالانکہ استفاضہ اور مشاہدے سے معلوم ہو چکا ہے کہ ازواجِ مطہرات کے حجرے فراخ نہیں تھے بلکہ تنگ اور بہت چھوٹے تھے اور چھوٹے حجرے کے صحن میں آفتاب کی روشنی اسی وقت باقی رہتی ہے جب کہ آفتاب خوب بلند ہو وَ اِلاَّ جب آفتاب غروب کے قریب چلا جائے تو اس وقت اسی روشنی حجرے کے صحن میں بالکل نہیں رہتی بلکہ بلند ہو جاتی ہے اگرچہ حجرے کی دیواریں چھوٹی ہوں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حجرے کا میدان بہت تنگ تھا اور اس کی دیواریں بھی چھوٹی تھیں بایں طور کہ لمبائی دیواروں کے صحن کی چوڑائی سے کچھ ہی کم تھی سو جب سایہ دیوار کا ایک مثل ہو جاتا تو آفتاب کی روشنی صحن کے اخیر میں چلی جاتی تھی اور گویا کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مثل کے بعد وقت عصر ہونے پر کوئی حدیث صریح اپنی شرط پر نہ پائی تو صرف اسی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا پر اکتفا کیا اور اسی سے اول وقت عصر کا استنباط کیا اور صحیح مسلم میں اس قسم کی حدیثیں بہت ہیں جو اس باب میں صریح ہیں کہ وقت عصر کا بعد ایک مثل کے شروع ہو جاتا ہے اور کسی اہل علم سے اس کا خلاف منقول نہیں ہوا مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ وہ کہتے ہیں وقت عصر کا بعد دو مثل کے شروع ہوتا ہے امام قرطبی نے کہا کہ تمام جہان کے علماء اس کے مخالف ہیں یعنی کہتے ہیں کہ وقت عصر کا ایک مثل کے بعد ہو جاتا ہے یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی اس کے مخالف ہو گئے ہیں لیکن امام صاحب کے بعض مقلدین متاخرین نے ابراد وغیرہ کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ ظہر کا وقت دو مثل تک باقی رہتا ہے مگر یہ استدلال ان کا ٹھیک نہیں ہے کہ ابراد کی حدیث سے یہی مراد ہے کہ ہر چیز کا سایہ ظاہر ہو جائے وقد مر بیانہ مرارًا امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس استدلال کی حکایت کرنی اس کی رو سے مستغنی کر دیتی ہے۔

٥١٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِيْ عَلٰى أَبِيْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهُ أَبِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي

۵۱۴۔ سیار سے روایت ہے کہ میں اور میرا باپ (ہم دونوں) ابو برزہ رضی اللہ عنہ صحابی کے پاس آئے سو میرے باپ نے ان سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کس وقت پڑھا کرتے تھے سو اس نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز (جس کو تم پیشیں کہتے ہو) اس وقت پڑھا کرتے تھے جب کہ آفتاب ڈھل جاتا یعنی

الْمَكْتُوبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولٰى حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلٰى رَحْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَآءَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ وَيَقْرَأُ بِالسِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ.

جب کہ آسمان کے درمیان سے مغرب کی طرف ذرا سا جھک جاتا اور عصر کی نماز پڑھے (یعنی ایسے وقت میں) کہ ہم میں سے کوئی عصر پڑھ کر مدینہ کے پرے اپنے گھر میں پلٹ جاتا اور حالانکہ آفتاب سفید زندہ ہوتا تھا یعنی اس کے رنگ میں کچھ تغیر نہ آتا (راوی نے کہا) کہ میں بھول گیا ہوں اس کو جو ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے نماز مغرب کے باب میں کہا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز (جس کو تم اندھیرے کی نماز کہتے ہو) میں دیر کر کے پڑھنے کو پسند رکھتے تھے یعنی دیر کر کے پڑھا کرتے تھے اور نماز عشاء سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو برا جانتے تھے اور صبح کی نماز سے (ایسے وقت میں) فارغ ہوتے کہ ہر ایک مرد اپنے پاس والے کو پہچان لیتا اور آپ نماز میں ساٹھ آیت سے لے کر سو آیت تک پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کی نماز اول وقت پڑھا کرتے تھے سو یہ ٹھنڈے وقت میں ظہر پڑھنے کے مخالف نہیں ہے اس لیے کہ احتمال ہے کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اول وقت میں پڑھنا سردی کے موسم میں ہو یا حدیث ابراد سے پہلے کا یہ واقعہ ہو یا شدت گرمی کی نہ ہو یا بیان جواز کے لیے کیا ہو یعنی اول وقت میں بھی ظہر پڑھنی جائز ہے لیکن جمہور کے نزدیک ابراد افضل ہے جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ سخت گرمی میں مستحب ہے کہ ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھے اور یہی قول ہے جمہور علماء کا اور ساتھ اسی کے قائل ہیں جمہور صحابہ اس لیے کہ احادیث صحیحہ اس میں وارد ہو چکی ہیں اور بہت جگہوں میں آپ نے اس کے ساتھ حکم فرمایا ہے لیکن حد ابراد کی یہ ہے کہ دیواروں کا سایہ اس قدر ہو جائے کہ اس میں لوگ چل سکیں اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ نماز عصر میں ابراد کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں مگر اشہب مالکی کے نزدیک اور جمعہ کی نماز میں ابراد کرنا بھی جمہور علماء کے نزدیک جائز نہیں اور ظہر نماز کو پیشیں اس واسطے کہتے ہیں کہ دن کی سب نمازوں سے یہ پہلے نماز ہے یا یہ کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے یہی نماز پڑھائی تھی اور ظہر اور عشاء کو پیشیں اور اندھیرے کی نماز کہنا شاید اس وجہ سے ہے کہ ظہر کو اول وقت میں پڑھنا چاہیے اور عشاء میں تاخیر کرنی چاہیے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں اس واسطے دیر کرتے تھے کہ سب نمازی جمع ہو جائیں جیسے کہ آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور مراد آفتاب کے زندہ ہونے سے یہ

ہے کہ اس کی گرمی اور روشنی کی تاثیر اور قوت باقی ہو اور اس کا رنگ قائم ہو اور یہ نہیں ہوتا ہے مگر بعد ایک مثل کے واللہ اعلم ۔ اور یہ جو راوی نے کہا کہ حضرت ﷺ صبح کی نماز سے ایسے وقت میں فارغ ہوتے تھے کہ ہر ایک آدمی اپنے پاس والے کو پہچان لیتا تھا تو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کی نماز اول وقت اندھیرے میں پڑھنی چاہیے اس لیے کہ اپنے پاس والے کو پہچاننے کی ابتداء اندھیرے کے آخر میں شروع ہوتی ہے اور اس وقت میں حضرت ﷺ نماز سے فارغ ہو جاتے تھے اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حضرت ﷺ کی عادت قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کی تھی اور نماز کے اور رکنوں میں بھی بہت اطمینان کرتے تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ صبح کی نماز غلس یعنی اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی عالم سے مسئلہ پوچھے اور اس کو وہ جانتا ہو تو سائل کو جلدی جواب دینا چاہیے۔

٥١٥ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَخْرُجُ الْإِنْسَانُ إِلٰى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَنَجِدُهُمْ يُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ.

٥١٥ ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے پھر کوئی آدمی (عصر کی نماز پڑھ کر) قبیلہ بنی عمرو کی طرف جاتا سو ان کو عصر کی نماز پڑھتے پاتا۔

فائدہ: امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ علماء کہتے ہیں کہ مدینہ سے بنی عمرو کا گاؤں دو میل کے فاصلہ پر تھا اور وہ لوگ عصر کی نماز میانہ وقت میں پڑھتے تھے اس لیے کہ وہ اپنے کاموں اور کھیتوں میں مشغول رہتے تھے اور حضرت ﷺ عصر کی نماز اول وقت میں پڑھا کرتے تھے سو جو لوگ وہاں کے حضرت ﷺ کے ساتھ اول وقت نماز پڑھ کر اپنے گھروں کی طرف پلٹ جاتے اور دو میل چل کر جاتے تو اس وقت قوم کے اور لوگوں کو نماز پڑھتے پاتے پس معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ عصر کی نماز اول وقت پڑھا کرتے تھے کہ آدمی عصر کی نماز پڑھ کر دو میل چلا جاتا تب عصر کا درمیانہ وقت ہوتا تھا اور یہ حدیث تو ظاہر میں موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے۔

٥١٦ ۔ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ يَقُوْلُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَقُلْتُ يَا

٥١٦ ۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر ہم وہاں سے نکل کر انس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے سو ہم نے اس کو عصر کی نماز پڑھتے پایا سو جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اُن سے کہا کہ اے چچا تم نے یہ کون سی نماز پڑھی ہے یعنی ظہر ہے یا عصر؟ انس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ عصر کی نماز ہے اور یہ وہ نماز ہے جس کو ہم حضرت ﷺ

عَمِّ مَا هٰذِهِ الصَّلَاةُ الَّتِیْ صَلَّيْتَ قَالَ الْعَصْرُ وَهٰذِهٖ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِیْ كُنَّا نُصَلِّیْ مَعَهٗ.

کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عصر کی نماز اول وقت پڑھنی چاہیے اور اس کا اول وقت وہ ہے جب کہ ظہر کا وقت تمام ہو جائے اسی وجہ سے ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے انس رضی اللہ عنہ کی نماز میں شک کیا کہ یہ ظہر ہے یا عصر پس معلوم ہوا کہ دونوں وقتوں کے درمیان فاصلہ نہیں ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عصر کا وقت بعد ایک مثل کے ہو جاتا ہے اس لیے کہ اگر ان کی نماز ظہر کی بعد دو مثل کے ہوتی تو پھر انس رضی اللہ عنہ سے نماز پوچھنے کا کوئی معنی نہ تھا اور اُس نے انس رضی اللہ عنہ کو چچا اس واسطے کہا کہ وہ عمر میں اُس سے بڑے تھے حقیقی چچا نہیں تھے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چھوٹی عمر والا بڑی عمر والے کو نام سے نہ بلائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ سے بڑے کو چچا یا ماموں وغیرہ کہنا جائز ہے اگرچہ کوئی غیر ہو۔

۵۱۷ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِیْ فَيَأْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِیْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوِهٖ.

۵۱۷۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور حالانکہ آفتاب بلند اور روشن ہوتا سو کوئی جانے والا عوالی کی طرف جاتا سو وہاں کے لوگوں کے پاس جاتا اور حالانکہ آفتاب ابھی بلند ہوتا تھا اور بعض گاؤں مدینہ سے چار میل پر ہیں یا مثل اس کی۔

فائدہ: بعض روایتوں میں آیا ہے کہ مدینے سے عوالی چھ میل ہیں اور بعض میں دو یا تین میل کا ذکر آیا ہے سو تطبیق ان میں یہ ہے کہ جو سب سے زیادہ قریب ہیں وہ دو میل ہیں اور جو سب سے زیادہ دور ہیں وہ چھ میل ہیں اور میل چھ ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے کما سیاتی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اس حدیث میں لفظ عوالی کا آیا ہے اور عوالی کہتے ہیں ان گاؤں کو جو مدینہ کے آس پاس نجد کی طرف واقع ہیں اور یہ طرف مدینہ کی اونچی اور بلند ہے اس لیے کہ ان گاؤں کو عوالی کہتے ہیں یعنی اونچی طرف اور بلندی پر واقع ہیں اور جو گاؤں کہ مدینہ سے تہامہ کی طرف واقع ہیں اُن کو سافلہ کہتے ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عصر کی نماز اول وقت پڑھنی چاہیے اس لیے کہ عصر کی نماز پڑھ کر دو یا تین میل چلنا اور پھر بھی آفتاب کا بلند اور روشن رہنا ممکن نہیں مگر جب کہ عصر کو ایک مثل کے بعد پڑھا جائے اور یہ حاصل نہیں ہوتا ہے مگر لمبے دنوں میں پس یہ حدیث دلیل ہے واسطے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور

شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کے کہ وقت عصر کا ایک مثل کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور جب کہ عصر دو مثل کے بعد پڑھی جائے تو پھر دو تین میل چل کر آفتاب کا روشن رہنا ممکن نہیں ہے جیسے کہ مشاہدہ سے یہ بات حاصل ہوتی ہے جس کو شک ہو تجربہ کر کے دیکھ لے غرض کہ ان حدیثوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت باقی نہیں رہتا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ حدیث ابراد میں ٹھنڈا کرنے کی حد یہی ہے کہ ایک مثل سے پہلے ظہر کی نماز ادا ہو جائے یا دیواروں کا سایہ اس قدر ہو جائے کہ آدمی اس میں چل سکے پس اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی، واللہ اعلم۔

۵۱۸ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا إِلٰى قُبَاءٍ فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ.

۵۱۸۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے پھر (بعد نماز کے) ہم میں سے کوئی آدمی قبا کی طرف جاتا سو وہ قبا والوں کے پاس آتا اس حالت میں کہ آفتاب ابھی بلند ہوتا تھا۔

فائدہ: قبا ایک جگہ کا نام ہے تین یا چار میل مدینہ سے سو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز میں بہت جلدی کیا کرتے تھے اس لیے کہ بعد عصر کے چار میل چل کر جانا اور پھر بھی آفتاب کا بلند رہنا اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ عصر کو بعد ایک مثل کے پڑھے۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ.

جس کی عصر کی نماز جاتی رہے اُس کو کیا گناہ ہوتا ہے؟۔

۵۱۹ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِيْ تَفُوْتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ كَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَتِرَكُمْ وَتَرْتُ الرَّجُلَ إِذَا قَتَلْتَ لَهُ قَتِيْلًا أَوْ أَخَذْتَ لَهُ مَالًا.

۵۱۹۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی عصر کی نماز جاتی رہے تو جیسے اس کے جورو لڑکے اور مال چھن گیا۔

فائدہ: یعنی اس نماز کے فوت ہونے کا ایسا غم کرنا چاہیے جیسے کہ آدمی اپنے بیوی بچے اور مال کے ہلاک ہو جانے کا غم کرتا ہے یا اس نماز کے فوت ہو جانے سے ایسا ڈرے جیسے کہ اہل اور مال کے ہلاک ہو جانے سے ڈرتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یَتِرَكُمْ (یہ اشارہ ہے طرف آیت ﴿وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾ کے) یعنی ہرگز نہ ناقص کرے گا تمہارے عملوں کو دوسری کلام امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمائی "وَتَرْتُ الرَّجُلَ إِذَا قَتَلْتَ لَهُ قَتِيْلًا أَوْ أَخَذْتَ لَهُ

مَالًا'' یہ عرب کا محاورہ ہے جب کوئی کسی کے بھائی بند یا مددگار کو مار ڈالے اور اس کے اسباب کو چھین لے تو اس وقت یہ کلمہ بولتا ہے وَتَرْتُ الرَّجُلَ یعنی میں نے اس کو ناقص کر دیا اور اکیلا کر دیا اور غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس آیت اور عرب کے لوگوں کے محاوہ سے یہ ہے کہ لفظ اَهْلَهٗ وَمَالَهٗ کے لام پر پیش اور زبر دونوں جائز ہیں اور وتر کا باب کبھی دو مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے اور کبھی ایک مفعول کی طرف سو آیت دو مفعول کی طرف متعدی ہونے کی شہادت ہے اور محاورہ عرب کا ایک مفعول کی شہادت ہے۔

فائدہ: مراد فوت ہو جانے سے یہ ہے کہ بے عذر نماز کو وقت جواز سے نکال دے پس ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کی عصر کی نماز جاتی رہے اُسکو بڑا گناہ ہوتا ہے کہ اس کے سب عمل اکارت اور برباد ہو جاتے ہیں پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور نماز عصر کی خاص کر تاکید اس واسطے ہے کہ یہ وقت غفلت کا ہے لوگ اس وقت بازار میں مشغول ہوتے ہیں نماز عصر قضاء ہو جاتی ہے اور یا اس واسطے اس کو خاص کیا کہ ہر روز فرشتے عصر کے وقت نامۂ اعمال آسمان پر لے جاتے ہیں اور آمد و رفت کے فرشتے اس وقت میں جمع ہوتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ فجر کا بھی یہی حال ہے کہ اُس میں بھی فرشتے جمع ہوتے ہیں لیکن اس میں سو جانے کا عذر ہے اور اس میں عذر نہیں اس لیے کہ یہ جاگنے کا وقت ہے اور وہ سونے کا وقت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تفضیل کا کلی ہونا لازم نہیں بلکہ بنسبت اکثر نمازوں کے یہی ہو سکتا ہے اور احتمال ہے کہ تخصیص باعتبار سوال سائل کے ہے کہ اُس نے فقط اسی نماز کا سوال کیا ہو اور یا کاشتکار لوگ زراعت میں مشغول ہوتے ہیں یا کوئی اور وجہ تخصیص کی ہو گی لیکن اصل تخصیص کی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس نماز کو چاہتا ہے فضیلت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے وجہ تخصیص کی سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا ہے اور بعض نے اس حدیث کو بھول جانے پر محمول کیا ہے یعنی جس کی عصر کی نماز بھول سے جاتی رہے اُس کا یہ ذکر ہے سو اس تقدیر پر اس کا یہ معنی ہو گا کہ جس کی نماز عصر کی بھول سے جاتی رہے تو جب کسی عصر پڑھنے والے کے ثواب کو دیکھتا ہے تو اس کو ایسا غم حاصل ہوتا ہے جیسے کہ جورو لڑکے وغیرہ چھن جانے والے کو غم حاصل ہوتا ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو نماز عمدًا چھوڑ دے تو اس کو بہت زیادہ غم ہوتا ہے ایک اس وجہ سے کہ اُس کے ہاتھ سے ثواب فوت ہوا دوسرا اس وجہ سے کہ اس کو گناہ حاصل ہوا اور اس حدیث میں یہ بھی اشارہ ہے کہ دنیا بہت حقیر ہے تھوڑا عمل بہتر ہے بہت دنیا سے اور بعض نے کہا کہ اس حدیث کے برابر کوئی حدیث نہیں ہے اس لیے کہ کیفیت محافظت عصر کی اس کے سوا کسی حدیث میں پائی نہیں جاتی ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ. جو عصر کی نماز کو جان کر چھوڑ دے تو اس کو کیا گناہ ہوتا ہے؟

۵۲۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي

۵۲۰۔ ابوالملیح سے روایت ہے کہ ہم بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک لڑائی میں تھے مینہ کے دن میں سو بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز عصر

كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ غَزْوَةٍ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ فَقَالَ بَكِّرُوْا بِصَلَاةِ الْعَصْرِ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ.

کے پڑھنے میں جلدی کرو یعنی اول وقت پڑھو اس لیے کہ بے شک حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑی یعنی جان کر تو اس کا عمل اکارت ہوا یعنی اس کا ثواب باطل ہو گیا معلوم ہوا کہ عصر کی نماز کے چھوڑنے کا بڑا گناہ ہے۔

فائدہ: امام احمد رحمہ اللہ اور ان کے اہلِ مذہب اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں اس پر کہ جو شخص جان کر نماز چھوڑ دے وہ کافر ہو جاتا ہے اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ اس حدیث کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں اس لیے کہ مقرر ہو چکا ہے کہ سوائے شرک کے کسی چیز سے عمل اکارت نہیں ہوتے ہیں پس اس حدیث کی انہوں نے بہت تاویلیں کی ہیں بعض کہتے ہیں کہ مراد اکارت ہونے سے یہ ہے کہ نزدیک ہے کہ اکارت ہو جائیں اور بعض کہتے ہیں کہ مراد عمل سے صرف وہی نماز ہے یعنی خاص اس نماز کا اس کو ثواب نہیں ملے گا نہ یہ کہ کل عمل اس کے اکارت ہو جائیں اور بعض کہتے ہیں کہ عمل سے مراد کام دنیا کے ہیں جس کے سبب سے نماز چھوٹی یعنی ایسے کام سے اس کو فائدہ اور نفع حاصل نہیں ہوگا وعلی ہذا القیاس بعضوں نے اس کی کچھ اور تاویلیں کی ہیں لیکن سب سے عمدہ یہ تاویل ہے کہ یہ حدیث زجر کے مقام میں واقع ہوئی ہے ظاہر معنی اس کے مراد نہیں ہیں اور وجہ تاویل کی یہ ہے کہ قرآنِ مجید میں وارد ہے ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ﴾ یعنی جس نے کفر کیا ساتھ ایمان کے تو اس کا عمل اکارت ہوا پس اس آیت کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ایمان کے ساتھ کفر نہ کرے اس کا عمل اکارت نہیں ہوتا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا عمل اکارت ہے پس اس آیت اور حدیث میں تطبیق کے واسطے یہ تاویل کی گئی اس لیے کہ تطبیق جب تک ممکن ہو اولیٰ ہے ترجیح سے اور یہی ہے جواب امام احمد رحمہ اللہ کی دلیل سے اور اگر کوئی سوال کرے کہ ابر کے دن میں بریدہ کو اول وقت کا داخل ہونا کیسے معلوم ہوا تھا تو جواب اس کا یہ ہے کہ احتمال ہے کہ بریدہ کو اول وقت معلوم ہو گیا ہو اس لیے کہ ابر کے دن میں کبھی کبھی آفتاب ظاہر بھی ہو جاتا ہے اور اگر بالفرض آفتاب بالکل ظاہر نہ ہو تو اس میں یقین شرط نہیں ہے بلکہ اس میں اجتہاد کرنا بھی کافی ہو جاتا ہے اور اس ترجمہ اور سابق ترجمہ میں یہ فرق ہے کہ فوت ہو جانا ترک عمد میں صریح نہیں ہے اور ترک کرنا عمد میں صریح ہے۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْعَصْرِ. نمازِ عصر کی فضیلت کا بیان۔

٥٢١ ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ

۵۲۱۔ جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے سو آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا کہ بیشک تم قیامت میں دیکھو گے اپنے رب کو جیسا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً يَعْنِي الْبَدْرَ فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَأَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ قَالَ إِسْمَاعِيْلُ افْعَلُوْا لَا تَفُوْتَنَّكُمْ.

کہ اس کو دیکھتے ہو یعنی چاند کو ہجوم نہ کر سکو گے اس کے دیکھنے میں یعنی خلقت کے ہجوم اور کثرت سے اس کے دیدار میں کچھ حجاب اور آڑ نہ ہو گی جیسے چاند کے دیکھنے میں ہجوم خلل نہیں ڈالتا ہے سو اگر تم سے ہو سکے کہ غافل نہ ہو نماز سے سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے تو کیا کرو پھر حضرت ﷺ نے قرآن سے اس کی دلیل پڑھی کہ پاکی کہہ تعریف کے ساتھ رب اپنے کے سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے۔

فائدہ: مراد سورج نکلنے سے پہلے فجر کی نماز ہے اور ڈوبنے سے پہلے عصر کی نماز ہے اور اِن دو وقتوں کو اس واسطے خاص کیا کہ فرشتے آمد ورفت کے ان میں جمع ہوتے ہیں اور ان دونوں وقتوں میں آدمیوں کے نامہ اعمال آسمان پر لے جاتے ہیں پس معلوم ہوا کہ عصر کی نماز کی بڑی فضیلت ہے کہ اخبار نویس فرشتے اس میں جمع ہوتے ہیں و فیہ مطابقة للترجمة اور یہی وجہ ہے مناسبت وارد کرنے حدیث اجتماع فرشتوں کی بعد اس حدیث کے لیکن یہ فضیلت ان دونوں نمازوں کی جماعت کے ساتھ ادا کرنے پر موقوف نہیں بلکہ ظاہر حدیث سے مطلق نماز ثابت ہوتی ہے جماعت سے ہو یا تنہا ہو اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کا دیدار قیامت میں ایمانداروں کو نصیب ہو گا اور یہی مذہب ہے سب اہلِ سنت کا مگر شیعہ اور معتزلہ دیدار کے منکر ہیں یہ دولت ان کے نصیب میں نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازِ فجر اور عصر کو دیدار اللہ کے حاصل کرنے میں بڑا دخل ہے اور ان دونوں نمازوں پر محافظت کرنے میں اللہ کے دیدار کی امید ہے اور مناسبت ذکر ان دونوں نمازوں کی اللہ کے دیدار کے ساتھ یہ ہے کہ جیسے یہ دونوں نمازیں سب نمازوں سے افضل ہیں ایسے ہی مناسب ہے کہ ان کا ثواب بھی سب ثوابوں سے افضل ہو اور وہ دیدارِ الٰہی ہے پس عصر کی نماز کی فضیلت ثابت ہو گئی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

٥٢٢ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ

٥٢٢۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں آگے پیچھے آ جایا کرتے ہیں فرشتے ہر ایک رات اور دن میں اور جمع ہوتے ہیں عصر کی نماز اور فجر کی نماز میں پھر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں وہ فرشتے جو رات کو تمہارے درمیان رہے تو اللہ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ تمہارا حال ان سے زیادہ تر جانتا ہے کہ کس حال میں تم نے میرے

الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْکُمْ فَیَسْأَلُهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ فَیَقُوْلُوْنَ تَرَکْنَاهُمْ وَهُمْ یُصَلُّوْنَ وَاَتَیْنَاهُمْ وَهُمْ یُصَلُّوْنَ.

بندوں کو چھوڑا تو فرشتے کہتے ہیں کہ ہم اُن کو چھوڑ آئے ہیں نماز پڑھتے اور جاتے وقت پایا اُن کو ہم نے نماز پڑھتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر شب و روز اخبار نویس فرشتوں کی دو بار بدلی ہوتی ہے اور بندوں کا حال دو بار دربارِ الٰہی میں عرض ہوتا ہے جو فرشتے دن کو بندوں میں رہتے ہیں وہ ان کا حال عصر کے وقت جا کر عرض کر دیتے ہیں اور جو فرشتے رات کو بندوں میں رہتے ہیں وہ ان کا حال صبح کو دربارِ الٰہی میں عرض کر دیتے ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ فرشتے کہتے ہیں یاالٰہی ان کو قیامت میں بخش دے اور یہ بدلی والے فرشتے وہ فرشتے نہیں جو آدمی کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں بلکہ یہ اُن سے علیحدہ ہیں اور فرشتوں سے بندوں کا حال پوچھنے کی یہ حکمت ہے کہ فرشتوں کی زبان سے بندوں پر نیکی کی شہادت دلائی جائے واسطے اظہار حکمت کے انسان کی پیدائش میں یعنی چونکہ انسان کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے انکار کیا تھا کہ کیا تو ایسے شخص کو پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے؟ تو اس واسطے اللہ چاہتا ہے کہ ان فرشتوں سے انسان پر شہادت دلائے یعنی خود تمہاری شہادت سے ثابت ہو گیا کہ انسانوں میں بھی ایسے آدمی ہیں جو مثل تمہاری اللہ کی پاکی بولتے ہیں اور فرشتوں نے صرف نماز کا جواب دیا اور چیز کا ذکر نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ نماز سب عملوں سے افضل ہے اور جو گناہ نمازوں کے درمیان ہوں وہ سب معاف ہو جاتے ہیں اسی واسطے فرشتوں نے گناہ کا ذکر نہ کیا اور اسی واسطے اسی کا سوال ہوا اور اسی کا جواب ہوا اور یہ جو فرشتوں نے عرض کیا کہ ہم اُن کو چھوڑ آئے ہیں نماز پڑھتے سو اس سے لازم آتا ہے کہ فرشتے نماز پڑھنے سے پہلے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں حالانکہ حدیث میں صاف آ چکا ہے کہ وہ نماز میں اُن کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ وہ قول فرشتوں کا محمول ہے اس پر کہ جن لوگوں نے اول وقت میں نماز پڑھی ہے فرشتے اُن کے ساتھ حاضر تھے اور جنہوں نے بعد اس کے نماز شروع کی ہے یا ابھی نماز کی تیاری میں ہیں اس وقت بھی حاضر تھے پس یہ قول اُن کا بہ نسبت اور لوگوں کے صادر ہوا ہے جو بعد اس کے نماز میں داخل ہوئے یا تیاری میں ہیں۔ اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے نکلتے ہیں ایک یہ کہ جب کوئی چیز انسان کے بدن سے جدا ہو تو مستحب ہے کہ آدمی اس وقت پاکی سے ہو جیسے کہ بالوں کا منڈانا اور ناخنوں کا کٹوانا اور کپڑے کا بدلنا وغیرہ اور دوم یہ کہ نماز سب عبادتوں سے افضل ہے اس لیے کہ اسی کا سوال ہوا اور اسی کا جواب ہوا اور سوم یہ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں وقت بڑی فضیلت کے وقت ہیں کہ ان میں فرشتے جمع ہوتے ہیں ایک روایت میں آیا ہے کہ صبح کے بعد رزق تقسیم کیا جاتا ہے اور عصر کے بعد اعمال آسمان پر اٹھائے جاتے ہیں سو جو شخص کہ ایسے وقت عبادت میں ہو اس کے رزق اور عمل میں برکت کی جاتی ہے اور اس کا رزق بڑھ جاتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ نماز عصر کی بڑی فضیلت ہے پس یہی

وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور یہی حکمت ہے ان دونوں نمازوں پر محافظت کرنے کی حکم میں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ امت سب امتوں سے افضل ہے پس اس کا نبی بھی سب نبیوں سے افضل ہوگا اور یہ غیب کی خبر ہے جس کی وجہ سے ایمان زیادہ ہوتا ہے اور یہ کہ ان وقتوں میں خوش ہونا چاہیے اس سے کہ اللہ کے رسول ہمارے پاس اس وقت آتے ہیں اور اللہ ان سے ہمارا حال پوچھتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے ہمارے ساتھ بہت محبت رکھتے ہیں پس ہم کو بھی اُن کے ساتھ محبت رکھنی چاہیے تا کہ ہم کو اس وجہ سے اللہ کے نزدیک مرتبہ حاصل ہو اور یہ کہ اللہ اپنے فرشتوں سے کلام کرتا ہے اور بعض حنفیہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نماز عصر کی دیر کے ساتھ پڑھنی مستحب ہے تا کہ فرشتوں کا آسمان پر چڑھنا نماز سے بعد آخر دن میں واقع ہو سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس سے عصر کا تاخیر کرنا لازم نہیں آتا ہے اس لیے کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے کہ فرشتے نماز سے فارغ ہونے کے وقت آسمان پر چڑھتے ہیں بلکہ احتمال ہے کہ نماز اول وقت میں پڑھی جائے اور وہ بعد اس کے آخر دن تک ٹھہرے رہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ دن کے فرشتے چڑھ جائیں اور کچھ دن ابھی باقی ہو اور رات کے فرشتے ٹھہرے رہیں اور یہ ٹھہرنا ان کا رات رہنے کے مخالف نہیں ہے اس لیے کہ رات رہنا اُن پر صادق آتا ہے اگر چہ وہ کچھ دن رہے آئے ہوں، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوْبِ.

جب کوئی ایک رکعت عصر کی نماز سورج ڈوبنے سے پہلے پائے تو اس کی نماز جائز ہو جاتی ہے یعنی وہ نماز ادا ہو جاتی ہے قضا کرنے کی حاجت نہیں۔

۵۲۳ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَدْرَكَ أَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِّنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِّنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ.

۵۲۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی ایک رکعت عصر کی نماز سورج ڈوبنے سے پہلے پائے تو اپنی نماز پوری کر لے یعنی تین رکعتیں باقی غروب کے وقت پڑھے اور جب ایک رکعت فجر کی نماز سورج نکلنے سے پائے تو اپنی باقی نماز کو پورا کرے یعنی باقی ایک رکعت سورج نکلنے کے وقت پڑھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص ایک رکعت نمازِ عصر یا فجر سورج ڈوبنے یا نکلنے سے پہلے پائے تو وہ اپنی باقی نماز کو پورا کر لے اور یہ نماز اس کی ادا ہے قضا نہیں ہے دوبارہ قضا کر کے اس کو پڑھنے کی کچھ حاجت نہیں ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے اور ابوسعید اصطخری کہتے ہیں کہ عصر کی نماز دو مثل کے بعد قضا

ہو جاتی ہے سو یہ حدیث صریح ہے اس کے رد میں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے رکعت کا لفظ بڑھا دیا ہے تو اس سے یہ غرض ہے کہ اس حدیث میں جو لفظ سجدہ کا واقع ہوا ہے تو اس سے مراد رکعت ہے تو گویا یہ ترجمہ تفسیر ہے اس حدیث کی اور عصر کے پانچ وقت میں ایک وقت مستحب ہے اور وہ بعد ایک مثل کے ہے متصل اس کے اور دوم وقت مختار ہے اور وہ دو مثل تک ہے سوم وقت محض جواز کا ہے اور وہ دو مثل سے لے کر سورج کے زرد ہونے تک ہے چہارم وقت ضرورت کا ہے اور وہ بعد زرد ہونے سورج کے ڈوبنے تک مگر جو اس وقت تک تاخیر کرے وہ گنہگار ہوتا ہے۔ پنجم وقت عذر کا ہے اور وہ عصر کو ظہر کے ساتھ جمع کر کے پڑھنا ہے واسطے سفر کے یا مینہ کے انتہی۔ پس معلوم ہوا کہ عصر کا وقت غروب آفتاب تک باقی رہتا ہے سو مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ اگر ضرورت کے وقت میں ایک رکعت پائے تو نماز ادا ہو جائے گی لیکن تاخیر کے سبب سے گنہگار ہو گا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک رکعت نماز فجر کی سورج نکلنے سے پہلے پائے تو وہ نماز صحیح ہو جاتی ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ سب اماموں کا لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عصر کی نماز تو درست ہے مگر فجر کی نماز سورج نکلنے کے وقت درست نہیں ہے باطل ہو جاتی ہے اور حنفیہ امام صاحب کی طرف سے یہ دلیل بیان کرتے ہیں کہ غروب اور طلوع اور دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت میں کئی حدیثیں آ چکی ہیں اور وہ عام ہیں پس وہ اس حدیث کے ساتھ معارض ہیں اور حکم تعارض کا یہ ہے کہ قیاس کی طرف رجوع کیا جائے اور قیاس نے عصر کی نماز کو ایسے وقت میں جائز رکھا ہے اور فجر کی نماز کو قیاس نے جائز نہیں رکھا یعنی فجر کا وقت کامل ہے پس ادا ناقص نہ ہونی چاہیے سو اس کا جواب مترجم نے اپنی کتاب کلام المتین میں کافی شافی دیا ہے شائق اس کا مطالعہ کرے اور یہاں اس کا جواب فقط اتنا ہی کافی ہے کہ حدیثیں ممانعت کی عام ہیں اور یہ حدیث خاص ہے اور تخصیص عام کی ساتھ خاص کے ائمہ اربعہ وغیرہ کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے پس تخصیص کو ناجائز کہنا دلیل ناواقفی کی ہے کتب اصول سے اور نیز یہ قیاس مقابلے میں نص کے ہے اور قیاس نص کے مقابلے میں بالاجماع مقبول نہیں اور نیز حدیث جواز کی نص ہے معنی جواز میں اور حدیث نہی کی ظاہر ہے معنی عدم جواز میں اور تعارض کے وقت نص مقدم ہوتی ہے ظاہر پر اور نیز عصر کی نماز کو جو قیاس سے جائز رکھتے ہیں تو یہ قیاس بھی حدیث نہی کے مقابلہ میں ہے فما ھو جوابنا فھو جوابکم اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری کی منسوخ ہے نہی کی حدیثوں سے سو جواب اس کا یہ ہے کہ ناسخ کا مؤخر ہونا شرط ہے سو مدعی نسخ کو لازم ہے کہ ناسخ کا اس حدیث جواز سے مؤخر ہونا ثابت کرے بعدہٗ دعوے نسخ زبان پر لائے ورنہ خرط القتاد اور باقی تفصیل اس مسئلے کی کلام المتین میں مذکور ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صریح دلیل ہے اس پر کہ اگر کوئی شخص عصر یا فجر کی نماز سے ایک رکعت کا وقت پائے پھر سورج نکل آئے تو اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے باقی نماز کو پورا کرلے اور عصر کی جائز ہونے میں تو سب علماء کا اجماع ہے اور امام مالک رحمہ اللہ اور

امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور تمام علماء کے نزدیک صبح کی نماز بھی جائز ہے مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں اور یہ حدیث حجت ہے اس پر انتہی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اگر نفل اس سے مخصوص ہوتے تو فوت شدہ نمازوں کا پڑھنا بھی جائز ہوتا سو جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے ظہر کی سنتوں کو عصر کے بعد قضا کر کے پڑھا پس قضا شدہ نمازوں کو اس وقت پڑھنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا پس یہ استحالہ بالکل غلط ہے۔

٥٢٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِيْمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ أُوْتِيَ أَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ فَعَمِلُوْا حَتّٰى إِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوْا فَأُعْطُوْا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا ثُمَّ أُوْتِيَ أَهْلُ الْإِنْجِيْلِ الْإِنْجِيْلَ فَعَمِلُوْا إِلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوْا فَأُعْطُوْا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا ثُمَّ أُوْتِيْنَا الْقُرْاٰنَ فَعَمِلْنَا إِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ فَأُعْطِيْنَا قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ فَقَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ أَيْ رَبَّنَا أَعْطَيْتَ هٰؤُلَاءِ قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ وَأَعْطَيْتَنَا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا وَنَحْنُ كُنَّا أَكْثَرَ عَمَلًا قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ أَجْرِكُمْ مِنْ شَيْءٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَهُوَ فَضْلِيْ أُوْتِيْهِ مَنْ أَشَاءُ.

۵۲۴۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ سوائے اس کے کوئی مثل نہیں ہو سکتی کہ عمریں اور مدت تمہاری اے مسلمانوں کیا گلی امتوں کی عمری اور مدت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے کہ عصر کی نماز سے شام تک یعنی اگلی امتوں کی زندگی زیادہ تھی جیسے صبح سے عصر تک اور مسلمانوں کی عمر کم ہے جیسے عصر سے شام تک مثلا اگلی امتوں کی عمر ہزار برس اور اس سے بھی زیادہ ہوتی تھی اور اس امت کی عمر سو برس تک بھی نہیں ہے سو یہود کو تورات دی گئی سو کام کیا یہود نے یہاں تک کہ جب دوپہر ہوئی تو عاجز ہو گئے یعنی تمام دن کام نہ کر سکے سو ان کو ایک ایک قیراط مزدوری ملی پھر نصاریٰ کو انجیل دی گئی سو نصاریٰ نے (دوپہر سے) عصر تک کام کیا پھر عاجز ہو گئے سو اُن کو بھی ایک ایک قیراط مزدوری ملی پھر ہم کو یعنی امت محمدی کو قرآن ملا سو ہم نے عصر سے) شام تک کام کیا سو ہم کو دو دو قیراط مزدوری ملی سو یہود اور نصاریٰ قیامت میں کہیں گے کہ اے رب ہمارے تو نے ان کو یعنی امت محمدی کو دو دو قیراط مزدوری دی اور ہم کو ایک ایک قیراط دی اور ہم کام میں زیادہ ہیں (پس عجب بات ہے کہ کام بہت اور محنت کم) اللہ فرمائے گا کیا میں نے تم پر کچھ ظلم کیا یعنی جو مزدوری ٹھہر گئی تھی اس سے کچھ کم دیا کہیں گے جو ٹھہرا تھا اس سے کم نہیں ملا اللہ فرمائے گا سو یہ تو یعنی دونی مزدوری دنیا میں میرا فضل ہے جس کو چاہوں

اس کو دوں۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ یہ ماجرا قیامت میں ہوگا اور حضرت ﷺ نے وحی سے معلوم کر کے اُس کی خبر دی جیسے کہ آپ نے اور علامات قیامت کی خبر دی ہے اور قیراط کہتے ہیں آدھے دانگ کو سونے کی ہوتی ہے وزن میں پانچ جو کے برابر ہوتی ہے ملک مصر میں اُس کی بہت چال ہے اور اصلی معنی قیراط کے یہاں مرادنہیں بلکہ یہ صرف ایک تمثیل ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ کی ہر چند عمریں زیادہ تھیں اور عبادت بہت لیکن امت محمدی کو باوجود کم عمری اور قلت عبادت کے اُن سے ثواب دونا ہے یہ اللہ کا فضل ہے اپنے حبیب کی ضعیف امت پر الٰہی! ہزار ہزار شکر تیرے احسان کا کہ اپنے حبیب کی امت میں ہم کو پیدا کیا اور یہود ونصاریٰ کے کام کرنے اور عاجز آنے سے یہ مراد ہے کہ اُنہوں نے تورات اور انجیل پر عمل کیا اور اسی پر ایمان کے ساتھ مر گئے اور اسلام کے زمانے کو اُنہوں نے نہ پایا کہ اُس کا اجر بھی اُن کو ملتا تو گویا کہ وہ عاجز آ گئے کہ اسلام کے ثواب سے محروم رہے، واللہ اعلم۔ اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی ابن عمر اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم کی ان دونوں حدیثوں کے یہاں لانے سے یہ ہے کہ کبھی آدمی کو بعض عمل کرنے سے کل کا ثواب مل جاتا ہے جیسے کہ عصر سے شام تک کام کرنے والے کو کل دن کی مزدوری دی گئی پس یہ نظیر ہے اس کی جس کو ایک رکعت پانے سے ساری نماز کا ثواب ملے پس یہی وجہ ہے مناسبت ان حدیثوں کی ترجمہ باب سے اور یہ جو انہوں نے کہا کہ ہمارا کام بہت ہے اور محنت کم اس قول سے دلیل پکڑی ہے بعض احناف نے ابو زید کی طرح اس پر کہ وقت عصر کا دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے اس لیے کہ اگر ایک مثل کے بعد شروع ہو تو ظہر کے وقت کے برابر ہو جائے گا اور یہ مخالف ہے اُن کے قول کی کہ ہمارا کام بہت ہے اس واسطے کہ بہت کام کے لیے بہت وقت چاہیے پس معلوم ہوا کہ عصر کا وقت ظہر کے وقت سے کم ہے سو جواب اس کا دو وجہ سے ہے۔ اول یہ کہ وقت عصر کا وقت ظہر کے برابر ہونا مسلم نہیں ہے بلکہ وقت ظہر کا وقت عصر سے بہت ہے اور یہ بات اہل علم میں مشہور ہے اور بعض حنابلہ سے جو منقول ہے کہ وقت عصر کا چوتھائی دن کی ہے تو اس سے مراد تقریباً ہے نہ حقیقتاً یعنی قریب چوتھائی دن کے ہوتا ہے مگر یہ بھی اسی وقت ممکن ہے جب کہ وقت عصر کا ایک مثل کے بعد شروع ہو جیسے کہ جمہور کا مذہب ہے لیکن حنفیوں کا مذہب یہ ہے کہ عصر کا وقت بعد دو مثل کے شروع ہوتا ہے پس حنفی مذہب کی رو سے تو ظہر کا وقت عصر کے وقت سے قطعاً بہت لمبا ہے اور عصر کا وقت یقیناً اُس سے چھوٹا ہے۔ دوم یہ کہ اگر دونوں وقتوں کا برابر ہونا تسلیم بھی کیا جائے تو ہر وجہ سے مساوات لازم نہیں آتی ہے۔ سوم یہ کہ جب کوئی حدیث کسی معنی مقصود میں وارد ہو تو اُس سے معارضہ نہ کیا جائے گا ساتھ اس چیز کے جو خاص اُسی معنی میں وارد ہوئی ہو مقصود دوسرے امر میں۔ چہارم یہ کہ اس حدیث میں کوئی نص نہیں کہ ہر ایک دونوں گروہوں سے کام میں بہت ہیں اس لیے کہ یہ بات صادق آتی ہے کہ دونوں گروہ مل کر مسلمانوں سے کام میں بہت ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ تغلیباً بولا گیا ہو اور یہ بھی احتمال

ہے کہ یہ قول صرف یہود کا ہو پس اس سے یہ اعتراض جڑ سے اکھڑ جائے گا کہا جائے گا کہ دونوں گروہ کا کام مراد نہیں بلکہ یہ عموم ہے کہ اس سے خصوص مراد ہے یا تغلیبًا بولا گیا ہے۔ پنجم یہ کہ اُن کے کام بہت ہونے سے یہ لازم نہیں آیا کہ اُن کا وقت اور زمانہ بھی بہت ہو اس لیے کہ احتمال ہے کہ اُن کے زمانے میں عمل مشکل اور سخت ہو اور اسی کی تائید کرتی ہے یہ آیت ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا﴾ پس معلوم ہوا کہ مراد اس سے کام کا مشکل ہونا ہے اُن کے زمانے میں نہ وقت کا بہت ہونا اور اسی امر کی تائید کرتی ہے یہ دلیل کے تمام اہلِ اخبار اور سب اہلِ تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کا زمانہ بہت کم ہے اس زمانے سے جو ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے درمیان ہے اس لیے کہ جمہور اہلِ تاریخ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک چھ سو برس گزرے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ ایک سو پچیس برس ہیں اور اسلام کا زمانہ اس سے قطعًا بہت ہے جیسا کہ مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے سو اگر حنفی اس سے دلیل پکڑیں کہ مراد دونوں زمانوں کا بہت اور چھوٹا ہونا ہے تو اس سے قطعًا لازم آئے گا کہ وقت عصر کا وقت ظہر سے بڑا ہو حالانکہ یہ بات بالاجماع باطل ہے پس ثابت ہو گیا کہ مراد اس سے عمل کا بہت اور تھوڑا ہونا ہے نہ زمانے کا لمبا اور چھوٹا ہونا واللہ اعلم پس اس حدیث سے دلیل پکڑنی باطل ہوگئی۔

٥٢٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُوْنَ لَهٗ عَمَلًا إِلَى اللَّيْلِ فَعَمِلُوْا إِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ لَنَا إِلٰى أَجْرِكَ فَاسْتَأْجَرَ اٰخَرِيْنَ فَقَالَ أَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَلَكُمُ الَّذِيْ شَرَطْتُ فَعَمِلُوْا حَتّٰى إِذَا كَانَ حِيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَالُوْا لَكَ مَا عَمِلْنَا فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا فَعَمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ وَاسْتَكْمَلُوْا أَجْرَ الْفَرِيْقَيْنِ.

٥٢٥۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مثل مسلمانوں کی اور مثل یہود اور نصاریٰ کی مثل اُس مرد کی ہے جس نے ایک گروہ کو مزدور پکڑا جو اس کا کام کریں صبح سے شام تک سو انہوں نے صبح سے دوپہر تک کام کیا سو کہنے لگے کہ ہم کو تیری مزدوری کی کچھ حاجت نہیں (پھر) اُس مرد نے دوسرے مزدور رکھے اور کہا کہ تم باقی دن پورا کرو اور جو مزدوری میں نے مقرر کی ہے وہ تم کو ملے گی سو انہوں نے کام کیا یہاں تک کہ جب عصر کا وقت ہوا تو کہنے لگے کہ ہم نے تجھ کو اپنی مزدوری چھوڑی یعنی ہم تجھ سے اپنی مزدوری نہیں چاہتے ہیں سو اُس نے کہا اب تھوڑا دن باقی رہ گیا ہے اس کو پورا کرو اور اپنی مزدوری لے لو سو اُنہوں نے انکار کیا سو (پھر) اُس نے اور مزدور رکھے سو انہوں نے باقی دن کام کیا یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا سو انہوں نے پہلے دونوں

گروہوں کی پوری مزدوری لی۔

فائدہ: اس حدیث میں مراد یہود اور نصاریٰ سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دین کی تحریف کی اور اپنے پیغمبر کے سوا اور کسی پیغمبر کو نہ مانا اور دین محمدی کو قبول نہ کیا اور اپنے کفر اور گمراہی پر اڑے رہے اور بے عذر عمل سے باز رہے سو چونکہ انہوں نے ان مزدوروں کی طرح جنہوں نے بعض دن کام کر کے باقی دن کام کرنے سے انکار کیا اور اپنی مزدوری چھوڑ گئے تھے اپنے پیغمبر کو مانا اور اُس کے حکموں پر عمل کیا اور باقی دن یعنی باقی پیغمبروں کو نہ مانا اور ان حکموں پر عمل کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں گروہ کی مزدوری یعنی اُن کے عملوں کا ثواب جو اُن کو اپنے پیغمبروں کے احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہوا تھا بھی مسلمانوں کو دے دیا اس لیے کہ انہوں نے باقی دن پوار کیا اور سب پیغمبروں کو مانا (وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ) اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مذکور میں وہ یہودی اور نصاریٰ مراد ہیں جو اپنے دین کے منسوخ ہونے سے پہلے مر گئے اور دوسرے پیغمبر کا زمانہ نہ پایا اور غرض ان دونوں حدیثوں سے یہ ہے کہ پہلے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اہل عذر کی مثال ہے اس لیے کہ اس میں عمل سے عاجز ہو جانے کا ذکر ہے پس اس میں اشارہ ہے کہ جو شخص پورا عمل کرنے سے عاجز ہو جائے اور عذر ہو تو اس کو پورا ثواب ملتا ہے اور حدیث ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی اُس شخص کی مثال ہے جو بے عذر کام سے باز رہے پس اس کو بالکل کچھ مزدوری نہیں ملتی ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ. نماز شام کے وقت کا بیان۔

فائدہ: مغرب کے وقت کے انتہا میں اختلاف ہے امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام اوزاعی رحمہ اللہ اور جمہور فقہاء اور اہل سنت وغیرہ تابعین کہتے ہیں کہ مغرب کا آخر وقت سرخی ڈوبنے تک ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ بعض کہتے ہیں کہ اس کا وقت سفیدی ڈوبنے تک ہے یعنی جب تک سفیدی باقی رہے تب تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے اور یہی مروی ہے ابو بکر صدیق اور عائشہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم وغیرہ سے اور ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے لیکن راجح اور مختار پہلا قول ہے اور ابن منذر نے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور اوزاعی رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ مغرب کا وقت فقط غروب کے بعد ہے اور طاؤس اور عطاء سے روایت ہے کہ مغرب اور عشاء کا وقت صبح تک باقی رہتا ہے، واللہ اعلم۔

وَقَالَ عَطَآءٌ يَجْمَعُ الْمَرِيضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ. یعنی عطاء نے کہا کہ بیمار کو نماز شام اور عشاء جمع کر کے پڑھ لینا جائز ہے۔

فائدہ: نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بیمار کو شام اور عشاء جمع کر کے پڑھنا جائز ہے اور یہی مختار قول ہے اور یہی ہے مذہب بعض شافعیہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق رحمہ اللہ کا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سفر اور مینہ اور بیماری سب میں جمع کرنا جائز ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مطلق کسی صورت میں جمع جائز نہیں اور مشہور قول شافعیہ کا بھی یہی

ہے لیکن صحابہ سے اس باب میں کچھ منقول نہیں ہوا ہے اور مناسبت اس قول کی عطاء کے ترجمہ باب سے اس طور پر ہے کہ وقت مغرب کا عشاء تک دراز ہوتا ہے اور آخر وقت اُس کا اول وقت عشاء کے ساتھ متصل ہے اس لیے کہ اگر اس کا وقت تنگ ہوتا تو اس کے اور عشاء کے درمیان فصل ہوتا پس دونوں نمازوں کو اس میں جمع کرنا جائز نہ ہوتا جیسے کہ صبح اور ظہر کی نماز میں جائز نہیں اور نیز جمع فی الحضر سے مراد بخاری کی جمع صوری ہے گو مرض کے عذر سے ہو اور جن حدیثوں سے بعض شافعیہ وقت مغرب کے تنگ ہونے پر استدلال کرتے ہیں سو اُن حدیثوں سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ اول قوت سب نمازوں کو پڑھا کرتے تھے جیسے کہ آئندہ حدیثوں سے ثابت ہے اور حضرت ﷺ کی سب نمازوں میں یہ عادت تھی مگر جن میں خلاف ثابت ہو چکا ہے جیسے کہ سخت گرمی میں ٹھنڈے وقت نماز پڑھنے اور لوگوں کے انتظار کے واسطے عشاء میں دیر کرنی سو اِن حدیثوں سے نماز شام کا تنگ وقت ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے محققین اسی قول کو ترجیح دیتے ہیں کہ مغرب کو سرخی ڈوبنے تک تاخیر کرنا جائز ہے اس میں کچھ گناہ نہیں اور یہی صحیح اور صواب بات ہے جس کا خلاف کرنا جائز نہیں اور جبرائیل علیہ السلام کی حدیث میں ہے کہ اُس نے مغرب کو دونوں روز ایک وقت میں پڑھا جب کہ سورج غروب ہوا سو جواب اس کا تین طور پر ہے ایک یہ کہ جبرائیل علیہ السلام نے فقط مختار وقت پر اقتصار کیا اور وقت جواز کو استیعاب نہیں کیا اور یہ امر ظہر کے سوا سب نمازوں میں جائز ہے۔ دوم یہ کہ حدیث جبرئیل علیہ السلام کی مکی ہے اور یہ حدیثیں مغرب کے وقت دراز ہونے کی مدنی ہیں سو ان پر اعتماد کرنا واجب ہے۔ سوم ان حدیثوں کی اسناد جبرئیل علیہ السلام کی حدیث سے سے زیادہ ترصحیح ہے سو ان کا مقدم کرنا واجب ہے۔

٥٢٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَاشِيِّ صُهَيْبٌ مَوْلٰى رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ يَقُوْلُ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ.

۵۲۶۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ﷺ کے ساتھ مغرب نماز پڑھا کرتے تھے سو ہم میں سے کوئی (نماز پڑھ کر) پھر جاتا (اور تیر اندازی کرتا) اور بے شک وہ تیر گرنے کی جگہ دیکھتا تھا یعنی نماز شام ایسی جلدی پڑھتے تھے کہ بعد نماز کے بہت روشنی ہوتی تھی اور جس جگہ تیر گرتا اس جگو کو تیر انداز پہچان لیتا تھا۔

٥٢٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ

۵۲۷۔ محمد بن عمرو سے روایت ہے کہ حجاج مدینے میں آیا اور نمازوں کو بہت دیر سے پڑھا کرتا تھا سو ہم نے جابر رضی اللہ عنہ سے (نماز کے وقتوں کا حال) پوچھا سو اُس نے کہا کہ حضرت ﷺ

الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَدِمَ الْحَجَّاجُ فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَآءَ أَحْيَانًا وَأَحْيَانًا إِذَا رَاٰهُمُ اجْتَمَعُوْا عَجَّلَ وَإِذَا رَاٰهُمْ أَبْطَوْا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ كَانُوْا أَوْكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهَا بِغَلَسٍ.

ظہر کی نماز دوپہر کے وقت پڑھا کرتے تھے یعنی بعد زوال کے اور عصر کی نماز پڑھتے اور حالانکہ آفتاب سفید ہوتا تھا اور مغرب کی نماز پڑھتے جب کہ آفتاب ڈوب جاتا اور نمازِ عشاء کو مختلف وقتوں میں پڑھتے تھے جب لوگ جمع ہو جاتے تو جلدی پڑھتے اور جب لوگ آنے میں دیر کرتے تو دیر سے پڑھتے اور حضرت ﷺ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: حجاج بن یوسف ایک مشہور ظالم تھا کہ عبدالملک بن مروان نے اس کو ملکِ عرب پر حاکم کر کے بھیجا تھا اور اس وقت مکے میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حاکم تھے سو اس ظالم نے عبدالملک کے حکم سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر ڈالا اور بعد اس کے ۷۴ھ ہجری میں عبدالملک نے اس کو حرمین وغیرہ پر حاکم کر دیا اور اسی وقت وہ مدینہ میں گیا تھا اور اس کی عادت یہ تھی کہ نمازوں کو دیر سے پڑھا کرتا تھا سو جب مدینہ میں گیا اور نمازوں میں دیر کرنے لگا تو لوگوں نے جابرؓ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ صحابی سے نمازوں کے وقتوں کا حال پوچھا سو اُس وقت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ﷺ اول وقت نماز پڑھا کرتے تھے اور وقت نماز کے تو سب کو معلوم تھے لیکن شاید زیادہ تحقیق کے واسطے انہوں نے پوچھا ہو گا یا غرض اُس سے حجاج کو سنانے کی ہو گی تا کہ وہ نمازوں کو اول وقت پڑھا کرے اور حضرت ﷺ کا ظہر کو اول وقت پڑھنا ابراد کے مخالف نہیں ہے جیسے کہ تطبیق اس کی اوپر گزر چکی ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کثرت جماعت کے واسطے نمازیوں کا انتظار کرنا اول وقت نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور یہی مذہب ہے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا لیکن انتظار کرنا اسی وقت تک ہے جب تک بہت دیر نہ ہو جائے اور نمازی بیٹھے بیٹھے تنگ نہ ہو جائیں اور ابن بطال نے کہا کہ اب اماموں کو نماز عشاء کی تاخیر کرنی لائق نہیں اس لیے کہ آپ نے اماموں کو نماز میں تخفیف کرنے کا حکم فرمایا ہے اور فرمایا کہ مقتدیوں میں ضعیف اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں پس انتظار اور تطویل کو ترک کرنا اولیٰ ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ اگر قوم ضعیف ہوں تو تعجیل مستحب ہے اور اگر اہلِ رغبت ہوں تو تاخیر مستحب ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب سورج ڈوب جائے تو نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ دیکھنے والے کے درمیان اور سورج کے درمیان کوئی آڑ نہ ہو۔

۵۲۸ ۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ

۵۲۸۔ سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ﷺ کے ساتھ

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ.

شام کی نماز پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج چھپ جاتا یعنی آسمان کے کنارہ میں پوشیدہ ہو جاتا۔

۵۲۹ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعًا جَمِيْعًا وَثَمَانِيًا جَمِيْعًا.

۵۲۹۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی سات رکعتیں کٹھی اور آٹھ رکعتیں اکٹھی یعنی ظہر اور عصر کو جمع کیا اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔

فائدہ: بیان اس حدیث کا پہلے ہو چکا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر وقت مغرب کا اول وقت عشاء کے ساتھ متصل ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دو نمازوں کو جمع کرنا گھر میں تھا اس دلیل سے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعتیں ایک بار اکٹھی پڑھیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر عادت شریف سفر میں یہ تھی کہ ظہر اور عصر میں قصر کیا کرتے تھے یعنی دو فرض ظہر کے اور دو فرض عصر کے پڑھتے تھے سو اس حساب سے کل چار رکعتیں ہوتی ہیں پس معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں دونوں نمازوں کو جمع کیا تھا اسی وجہ سے آٹھ رکعتیں پڑھی اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اس حدیث میں جمع صوری ہے یعنی ظہر کو آخر وقت پڑھا اور عصر کو اول وقت پڑھا جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے پس ثابت ہوا کہ نماز مغرب کا آخر وقت اول وقت عشاء تک باقی رہتا ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت ترجمہ باب کی اس حدیث سے۔

بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يُّقَالَ لِلْمَغْرِبِ الْعِشَآءُ.

مغرب کو عشاء کہنا منع ہے۔

۵۳۰ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمُ الْمَغْرِبِ قَالَ الْأَعْرَابُ وَتَقُوْلُ هِيَ الْعِشَآءُ.

۵۳۰۔ عبداللہ مزنی سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر غلبہ نہ کرنے پائیں عرب کے جنگلی لوگ تمہاری مغرب کی نماز کے نام پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنگلی لوگ مغرب کو عشاء کہتے ہیں یعنی مغرب کا نام عشاء رکھتے ہیں۔

فائدہ: ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ تمہاری نماز کا نام عشاء ہے سو البتہ اُس نماز کا نام اللہ کی کتاب میں عشاء

ہے اور جنگلی لوگ اندھیرے میں اونٹوں کا دودھ دوھتے ہیں اور عرب کے جنگلی لوگ نمازِ مغرب کو عشاء کہتے تھے اور عشاء کی نماز کو عتمہ کہتے تھے عتمہ کا معنی اندھیرا ہے یعنی اندھیرے کے دودھ دوھنے والی نماز اس واسطے کہ عشاء کے وقت وہ لوگ اپنے اونٹوں کا دودھ دوھتے تھے سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کہیں نہ ہو کہ اس کا نام بدل جائے اور جنگلی لوگوں کی بولی مشہور ہو جائے اور مغرب کو عشاء کہنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ عشاء کہتے ہیں اس اندھیرے کو جو اول رات میں مغرب کے بعد پیدا ہوتا ہے اور ابتداء اس کی سرخی کے غائب ہونے سے ہوتی ہے سو اگر مغرب کو بھی عشاء کہا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ مغرب کا وقت بھی سرخی غائب ہونے کے بعد شروع ہوا اور بعض نے کہا کہ وجہ ممانعت کی یہ ہے کہ اگر لفظ عشاء کا مغرب پر بولا جائے اور لوگوں میں مشہور ہو جائے تو لفظ عشاء کا جو قرآن میں واقع ہوا ہے اس میں شبہ پڑ جائے گا کہ آیا اس لفظ سے مراد مغرب ہے یا عشاء پس قرآن میں خرابی لازم آئے گی اس واسطے اس سے منع کیا گیا اور مغرب کو مغرب اس واسطے کہا گیا کہ اپنے مسمی کی خبر دیتا ہے یا اس واسطے کہ وہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ ابتداء وقت شام کا غروب سے ہوتا ہے لیکن اگر مغرب کو عشاء اول کہا جائے یا تغلیبًا دونوں کو عشائین کہا جائے تو جائز ہے۔

بَابُ ذِكْرِ الْعِشَآءِ وَالْعَتَمَةِ وَمَنْ رَاٰهُ وَاسِعًا قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَثْقَلُ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ الْعِشَآءُ وَالْفَجْرُ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالْفَجْرِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْاِخْتِيَارُ أَنْ يَّقُوْلَ الْعِشَآءُ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَآءِ﴾ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنَّا نَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلَاةِ الْعِشَآءِ فَأَعْتَمَ بِهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةُ أَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَآءِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَائِشَةَ أَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَةِ وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ

نماز خفتین کو عشاء اور عتمہ کہنا جائز ہے یعنی خواہ اس کو عشاء کہے خواہ اس کا نام عتمہ رکھے دونوں جائز ہیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا منافقوں پر بہت بھاری نماز عشاء کی اور فجر کی نماز ہے اور فرمایا کہ اگر وہ لوگ جانیں جو کہ ان میں ثواب ہے تو بے شک ان کے واسطے آئیں گھسٹتے ہی سہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مختار یہ ہے کہ اُس کا نام عشاء بلائیں اس واسطے کہ اللہ نے فرمایا ہے ﴿مِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ﴾ یعنی بعد نماز عشاء کے یعنی اللہ کی کتاب میں اُس نماز کا نام عشاء ہے پس بہتر یہی ہے کہ اس کو عشاء کہا کریں اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ﷺ کے پاس عشاء کے وقت باری باری سے حاضر ہوا کرتے تھے سو آپ اس میں دیر کرتے یہاں تک کہ بہت اندھیرا ہو جاتا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعِشَآءَ وَقَالَ أَبُوْ بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَخِّرُ الْعِشَآءَ وَقَالَ أَنَسٌ أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ الْاٰخِرَةَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُوْ أَيُّوْبَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ.

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت ﷺ نے نماز عشاء میں تاخیر کی اور بعض نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ نے نماز عتمہ کو دیر سے پڑھا۔

فائدہ: یہ سب حدیثیں معلق ہیں لیکن دوسری جگہ میں سب مسند ہیں اور بعض میں نماز خفتن کو عشاء کہا گیا ہے اور بعض میں عتمہ کہا گیا ہے سو غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی ان سب حدیثوں سے صرف یہی ہے کہ نماز خفتن کو عشاء کہنا بھی جائز ہے اور عتمہ بولنا بھی جائز ہے اور ان دونوں نام سے اس کو بلانا درست ہے لیکن مختار اور افضل یہی ہے کہ اس کو عشاء ہی کہا جائے اس لیے کہ اس کا نام اللہ کی کتاب میں عشاء ہے اور نیز حضرت ﷺ نے بھی اکثر اس نماز کا نام عشاء ہی فرمایا ہے اور نیز اس کو عشاء نام رکھنا دلالت کرتا ہے اول وقت پر اور لفظ عتمہ کا دلالت کرتا ہے تاخیر کرنے پر اور نیز امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ میں خلاف کی طرف اشارہ کیا ہے سو جو خلاف کا ناقل ہوا اس کو جائز ہے کہ ایک قول کو اختیار کر لے۔

٥٣١ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً صَلَاةَ الْعِشَآءِ وَهِيَ الَّتِيْ يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ أَحَدٌ.

۵۳۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ہم کو ایک رات عشاء کی نماز پڑھائی اور وہ نماز وہ ہے جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں یعنی اندھیرے کی نماز پھر نماز سے فارغ ہو کر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ بھلا تم بتلاؤ تو اپنی اس رات کے حال کو سو البتہ حال تو یوں ہے کہ اس رات سے سو برس کے سرے تک جو آدمی زمین پر ہے کوئی باقی نہ رہے گا۔

فائدہ: یعنی سو برس سے زیادہ اس وقت میں کسی کی عمر نہ ہوگی سو مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ جب عمر ایسی کم ٹھہری تو دنیا کا لالچ کرنا بے فائدہ ہے اور دوسرا فائدہ اس کا یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے جانا تھا کہ میرے بعد بعض جھوٹے

لوگ میری صحبت کا دعویٰ کریں گے کہیں گے کہ ہم حضرت ﷺ کے صحابی ہیں جیسے کہ ہندوستان میں کئی سو برس کے بعد بابا رتن ہندی حضرت ﷺ کی صحبت کا دعویٰ کرتا تھا سو اس حدیث سے اس کا دعویٰ غلط ہوگیا اس واسطے کہ حضرت ﷺ کے زمانے کے لوگ سو برس کے اندر گزر چکے اور تیسرا فائدہ اس کا یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ خضر اب تک زندہ نہیں ہیں لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح خضر بھی اس حدیث سے مخصوص ہے کما مر اور جن بھی اس حدیث سے مخصوص ہیں ان کو یہ حکم شامل نہیں ہے اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کی اس حدیث کے یہاں لانے سے یہ ہے کہ نمازِ عشاء کو عتمہ کہنا بھی جائز ہے اور جن حدیثوں میں عشاء کو عتمہ کہنا منع آیا ہے سو اس سے مراد نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے پس جواز کے منافی نہ ہوگی یا یہ کہ جو لوگ عشاء کے نام کو نہیں جانتے تھے ان کو عتمہ کے نام سے خطاب کیا ہوگا۔

بَابُ وَقْتِ الْعِشَآءِ إِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ أَوْ تَأَخَّرُوْا.

وقت عشاء کا وہ ہے جب کہ آدمی جمع ہو جائیں جلدی جمع ہو جائیں یا دیر سے آئیں یعنی جب نمازی جمع ہو جائیں اسی وقت نماز عشاء کی پڑھی جائے۔

٥٣٢ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو هُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَآءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَإِذَا قَلُّوْا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ.

٥٣٢۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ظہر کی نماز آدھے دن میں پڑھا کرتے تھے یعنی بعد زوال کے اور عصر کی نماز پڑھتے اس حال میں کہ سورج سفید ہوتا اور مغرب کی نماز پڑھتے جب کہ آفتاب ڈوب جاتا اور عشاء کی نماز میں اگر لوگ جمع ہو جاتے تو جلدی کرتے اور اگر لوگ دیر کرکے آتے تو آپ نماز میں تاخیر کرتے۔

فائدہ: بعض لوگ ان دونوں میں یہ فرق کرتے ہیں کہ جب نماز خفتن کی جلدی پڑھی جائے تو اس کو عشاء کہتے ہیں اور جب دیر کرکے پڑھی جائے تو اس کو عتمہ کہتے ہیں سو امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ ان دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے اس لیے کہ اس حدیث میں اس نماز کو تقدیم اور تاخیر کی دونوں حالتوں میں عشاء کہا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ فرق غلط ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ فَضْلِ الْعِشَآءِ.

نمازِ عشاء کی فضیلت کا بیان۔

٥٣٣ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا

٥٣٣۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ایک

اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَآءِ وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يَّفْشُوَ الْإِسْلَامُ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى قَالَ عُمَرُ نَامَ النِّسَآءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ لِأَهْلِ الْمَسْجِدِ مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرَكُمْ.

رات نمازِ عشاء میں بہت دیر کی اور یہ واقعہ اسلام کے ظاہر ہونے سے پہلے تھا سو حضرت ﷺ گھر سے تشریف نہ لائے یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر عرض کیا کہ عورتیں اور لڑکے سو گئے ہیں سو (پھر) آپ باہر آئے اور فرمایا کہ نہیں انتظار کرتا عشاء کی نماز کا زمین کے رہنے والوں سے تمہارے سوا کوئی۔

فائدہ: اسلام ظاہر نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس وقت تک اسلام مدینہ منورہ کے سوا اور شہروں میں نہیں پھیلا تھا بلکہ بعد فتح مکہ کے اور ملکوں میں اسلام ظاہر ہوا سو مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ ایک رات حضرت ﷺ نے نماز عشاء میں بہت دیر کی آپ نماز کے لیے گھر سے باہر نہ آئے لوگ بہت دیر تک آپ کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ بعض لوگ سو گئے سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر عرض کیا کہ لوگ انتظار کرتے کرتے سو گئے ہیں تو اس وقت باہر تشریف لائے اور یہ حدیث فرمائی یعنی اس وقت تک زمین پر تمہارے سوا نماز پڑھنے والوں سے کوئی باقی نہیں رہا یعنی سب نماز پڑھ چکے ہیں صرف تم ہی منتظر بیٹھے ہو تو تم کو دو سبب سے ثواب زیادہ ہوا ایک تو انتظار کرنے کا ثواب دوسرا خالی وقت عبادت کا ثواب کہ تمہارا کوئی شریک نہیں معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز دیر کر کے پڑھنا اور اس کا انتظار کرنا افضل ہے کہ اس میں بہت ثواب ملتا ہے پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازِ عشاء اس امت کا خاصہ ہے۔

٥٣٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنْتُ أَنَا وَأَصْحَابِيَ الَّذِيْنَ قَدِمُوْا مَعِيَ فِي السَّفِيْنَةِ نُزُوْلًا فِيْ بَقِيْعِ بُطْحَانَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ فَكَانَ يَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلَاةِ الْعِشَآءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرٌ مِّنْهُمْ فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَأَصْحَابِيْ وَلَهٗ بَعْضُ الشُّغْلِ فِيْ

۵۳۴۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے ساتھ (جو کشتی میں میرے ساتھ آئے تھے) بطحان (مدینہ میں ایک میدان کا نام ہے) کے میدان میں اترے ہوئے تھے سو اُن میں سے چند آدمی ہر رات عشاء کے وقت باری باری سے حضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے سو میں اور میرے بعض ساتھی ایک رات حضرت ﷺ کے پاس آئے یعنی اپنی باری کے دن اور حالانکہ آپ کسی کام میں مشغول تھے یعنی کوئی کام کر رہے تھے سو آپ نے نمازِ عشاء میں بہت دیر کی یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی پھر آپ باہر نکلے اور لوگوں کو نماز

بَعْضِ أَمْرِهٖ فَأَعْتَمَ بِالصَّلَاةِ حَتّٰى ابْهَارَّ اللَّيْلُ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهٗ عَلٰى رِسْلِكُمْ أَبْشِرُوْا إِنَّ مِنْ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ أَنَّهٗ لَيْسَ أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يُصَلِّيْ هٰذِهِ السَّاعَةَ غَيْرُكُمْ أَوْ قَالَ مَا صَلّٰى هٰذِهِ السَّاعَةَ أَحَدٌ غَيْرُكُمْ لَا يَدْرِيْ أَيَّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ قَالَ أَبُوْ مُوْسٰى فَرَجَعْنَا فَفَرِحْنَا بِمَاسَمِعْنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

پڑھائی سو جب آپ نماز ادا کر چکے تو حاضرین سے فرمایا کہ جلدی نہ کرو ٹھہرو میں تم کو سکھلاتا ہوں اور خوشخبری دیتا ہوں کہ البتہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ تمہارے سوا کوئی ایسا آدمی نہیں جس نے اس گھڑی نماز پڑھی ہو یا حضرت ﷺ نے یوں فرمایا کہ تمہارے سوا اس گھڑی میں کسی نے نماز نہیں پڑھی (یہ شک راوی کا ہے) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم حضرت ﷺ کے پاس سے (اپنے مکان کی طرف پلٹ گئے اور ہم خوش تھے اس حدیث سے جو ہم نے حضرت ﷺ سے سنی۔

فائدہ: یعنی ایک بار حضرت ﷺ نے آدھی رات گئے نماز پڑھی بعد اس کے یہ حدیث فرمائی کہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس وقت کی عبادت تمہارے ہی واسطے خاص کی اور آدمی عبادت میں اس وقت تمہارے شریک نہیں ہیں پس معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز دیر کر کے پڑھنا افضل ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور یہ اول وقت کی حدیث کے معارض نہیں اس لیے کہ انتظار میں ثواب زیادہ ہے لیکن نماز عشاء کی دیر کر کے پڑھنا اس شخص کے حق میں افضل ہے جو دیر کرنے کی قوت رکھتا ہو اور نیند اس پر غالب نہ آ جائے اور مقتدیوں پر بھی نماز بھاری نہ ہو اور جس کو نیند غلبہ کرے تو اس کو اول وقت نماز پڑھنا بہتر ہے اور علماء کا اس باب میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ نماز عشاء کو تہائی رات تک دیر کر کے پڑھنا مستحب ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک رحمہ اللہ اور احمد رحمہ اللہ اور بہت صحابہ اور تابعین کا اور امام شافعی رحمہ اللہ کا جدید قول بھی یہی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تہائی رات سے پہلے پڑھنا افضل ہے اور یہ مذہب ہے لیث اور اسحاق کا اور بعض کہتے ہیں کہ نصف رات تک تاخیر کرنا افضل ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَآءِ. عشاء کی نماز سے پہلے سونا مکروہ ہے۔

فائدہ: عشاء کی نماز سے پہلے سونا اس واسطے مکروہ ہے کہ مبادا سوتے سوتے عشاء کا وقت افضل یا جائز فوت نہ ہو جائے اور نیز لوگ سستی کر کے نماز سے غافل نہ ہو جائیں۔

٥٣٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّآءُ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ أَبِيْ بَرْزَةَ أَنَّ

۵۳۵۔ ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت ﷺ مکروہ رکھتے تھے نماز عشاء سے پہلے سونے کو اور اُس سے پیچھے بات چیت کرنے کو۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَآءِ وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا.

(اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز سے پہلے سونا مکروہ ہے، وفیہ المطابقۃ للترجمۃ)۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ ترمذی نے کہا کہ نماز عشاء سے پہلے سونا اکثر اہل علم کے نزدیک مکروہ ہے اور یہی قول ہے ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور مالک رحمہ اللہ اور جمہور علماء کوفہ والوں کا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن سیرین اور عروہ وغیرہ سے روایت ہے کہ وہ عشاء کی نماز سے پہلے سوتے تھے اور اپنے لوگوں کو کہتے تھے کہ نماز کے وقت ہم کو جگا دینا پس معلوم ہوا کہ مراد کراہت سے کراہت تحریمی نہیں بلکہ غرض یہی ہے واسطے خوف فوت ہونے وقت کے اور بعض کہتے ہیں کہ فقط رمضان کے مہینے میں عشاء سے پہلے سونا جائز ہے اور دنوں میں جائز نہیں سو جب کوئی جگانے والا ہو یا خود بخود اس کو وقت مختار میں جاگ آ جاتی ہو تو اس وقت عشاء سے پہلے سونا جائز ہے ورنہ نہیں اور یہی قول ٹھیک معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ علت کراہت کی یہ ہے کہ مبادا وقت جاتا رہے اور طحاوی نے لکھا ہے کہ وقت عشاء کے داخل ہونے سے پہلے جائز ہے اور بعد دخول وقت کے مکروہ ہے اور بعد نماز عشاء کے بات چیت کرنا اسی وقت مکروہ ہے جب کہ بے فائدہ اور لغو ہو اور جب کہ کوئی مصلحت ہو یا دینی امر کی بحث ہو جیسے علم کی تعلیم وغیرہ تو یہ جائز ہے جیسے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آئے گا۔ اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کرنی اس واسطے مکروہ ہے کہ وہ بیداری کا سبب ہے اور خوف ہے کہ آدمی نیند میں غرق ہو کر رات کے قیام اور صبح کی نماز سے غافل ہو جائے اور فجر کا وقت افضل یا جائز فوت ہو جائے اور نیز جب آدمی رات کو جاگے گا تو دن کو کاروبار دینی اور دنیاوی میں سست ہو جائے گا اور حقوق واجبہ کو ادا نہ کر سکے گا پس اس واسطے شارع نے اس سے منع فرمایا ہے۔

بَابُ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَآءِ لِمَنْ غُلِبَ.

جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کو عشاء کی نماز سے پہلے سونا جائز ہے۔

٥٣٦ ـ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ هُوَ ابْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ هُوَ ابْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَآءِ حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ الصَّلَاةَ نَامَ النِّسَآءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ مَا

٥٣٦۔ ترجمہ اس کا اوپر گزر چکا ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ ان دنوں مدینہ کے سوا کسی جگہ میں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی یعنی اس واسطے کہ اس وقت اسلام اور جگہ میں پھیلا نہیں تھا اور راوی نے کہا کہ عشاء کی نماز سرخی ڈوبنے اور تہائی رات کے درمیان میں پڑھا کرتے تھے۔ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب۔

يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرُكُمْ قَالَ وَلَا يُصَلّٰى يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْمَا بَيْنَ أَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ.

فائدہ: اس باب میں اشارہ ہے اس طرف کہ عشاء کی نماز سے پہلے سونا اس شخص کے حق میں مکروہ ہے جو اپنے اختیار سے سو جائے نیند نے اس پر غلبہ نہ کیا ہو اور جس پر نیند غلبہ کر جائے تو اس کو سو جانا جائز ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر گھر میں سو جائے تو مکروہ ہے اور اگر مسجد میں جماعت کے انتظار میں سو جائے تو جائز ہے اس لیے کہ جو لوگ حضرت ﷺ کے انتظار میں سو گئے تھے آپ نے ان پر انکار نہیں کیا اور مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے مگر یہ وقت مختار کا ذکر ہے اور جس حدیث میں آدھی رات تک نماز تاخیر کرنے کا ذکر ہے تو وہ اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے معارض نہیں اس لیے کہ یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی اکثر عادت پر محمول ہے اور کبھی کبھی آدھی رات تک بھی دیر کی ہے۔

٥٣٧ ـ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ يَعْنِي ابْنَ غَيْلَانَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخَّرَهَا حَتّٰى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُبَالِيْ أَقَدَّمَهَا أَمْ أَخَّرَهَا إِذَا كَانَ لَا يَخْشٰى أَنْ يَّغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَقْتِهَا وَكَانَ يَرْقُدُ قَبْلَهَا قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَآءٍ وَقَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَآءِ حَتّٰى رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوْا

۵۳۷۔ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات حضرت ﷺ نماز عشاء میں گھر سے تشریف نہ لائے آپ نے بہت دیر کی یہاں تک کہ ہم سب مسجد میں سو گئے پھر جاگے پھر سو گئے پھر جاگے پھر حضرت ﷺ گھر سے تشریف لائے پھر فرمایا کہ نہیں انتظار کرتا عشاء کی نماز کا زمین والوں سے تمہارے سوا کوئی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز عشاء کے اول وقت پڑھنے اور دیر کر کے پڑھنے کو دونوں طرح جائز رکھتے تھے جب کہ اُن کو غلبہ نیند سے وقت نکل جانے کا خوف نہ ہوتا اور نماز عشاء سے پہلے سولیا کرتے تھے۔ ابن جریج (اس حدیث کا روای ہے) نے کہا کہ میں نے یہ حدیث (نافع سے سن کر) عطاء کے آگے بیان کی اس نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ہے کہ ایک رات حضرت ﷺ نے عشاء کی نماز دیر کر کے پڑھی یہاں تک کہ لوگ سو گئے پھر جاگے پھر سو گئے پھر جاگے سو عمر رضی اللہ عنہ حضرت ﷺ کے پاس گئے اور عرض کی کہ نماز میں بہت دیر ہوگئی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ پھر حضرت ﷺ باہر

وَرَقَدُوْا وَاسْتَيْقَظُوْا فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ الصَّلَاةَ قَالَ عَطَآءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَخَرَجَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ الْاٰنَ يَقْطُرُ رَأْسُهٗ مَآءً وَاضِعًا يَدَهٗ عَلٰى رَأْسِهٖ فَقَالَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُّصَلُّوْهَا هٰكَذَا فَاسْتَثْبَتُّ عَطَآءً كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَأْسِهٖ يَدَهٗ كَمَا أَنْبَأَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ فَبَدَّدَ لِيْ عَطَآءٌ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ شَيْئًا مِّنْ تَبْدِيْدٍ ثُمَّ وَضَعَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهٖ عَلٰى قَرْنِ الرَّأْسِ ثُمَّ ضَمَّهَا يُمِرُّهَا كَذٰلِكَ عَلَى الرَّأْسِ حَتّٰى مَسَّتْ إِبْهَامُهٗ طَرَفَ الْأُذُنِ مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ عَلَى الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ اللِّحْيَةِ لَا يُقَصِّرُ وَلَا يَبْطُشُ إِلَّا كَذٰلِكَ وَقَالَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُّصَلُّوْا هٰكَذَا.

تشریف لائے جیسے کہ میں آپ کو اب دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ کو سر پر رکھا ہوا ہے سو آپ نے (اس وقت) فرمایا کہ اگر میں اپنی امت پر مشکل اور کٹھن نہ جانتا تو میں اُن کو واجب کر کے حکم کرتا کہ عشاء کی نماز اسی طرح پڑھا کریں (ابن جریج نے) کہا کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ حضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ کو کس طرح سر پر رکھا ہوا تھا سو عطاء نے (میرے دکھانے کے لیے) اپنی انگلیوں کو تھوڑا سا کھولا پھر انگلیوں کو سر کی ایک طرف پر رکھا پھر ان کو آپس میں ملایا اس حالت میں کہ اُن کو اسی طرح سر سے نیچے کھینچتے تھے یہاں تک کہ گھمایا انگوٹھا اس کا کنارہ کان کو جو کنپٹی اور ڈاڑھی کی طرف منہ کے متصل ہے اور نہ نچوڑتے اور نہ جمع کرتے تھے بالوں کو مگر اسی طرح یعنی بالوں کو ہاتھ میں جمع کر کے نہ نچوڑتے تھے بلکہ بالوں کو نچوڑنا ہاتھ کی سختی سے تھا اور فرمایا کہ اگر میں اپنی امت پر مشکل نہ جانتا تو میں اُن کو وجوبًا حکم کرتا کہ عشاء کی نماز اسی وقت پڑھا کریں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ نچوڑنے میں نہ جلدی کرتے اور نہ دیر کرتے۔

فائدہ: اس حدیث میں جو عشاء میں دیر کر کے پڑھنا مذکور ہے تو مراد اس دیر سے وہ دیر ہے جو کسی کام کی وجہ سے ہوئی تھی اور جو دیر جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے اس سے مراد وہ دیر ہے جو نمازیوں کے انتظار کے واسطے ہوئی تھی اور اس حدیث سے بعض نے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے اس لیے کہ احتمال ہے کہ سونا ان کا بیٹھے بیٹھے ہو باقدرت اور یہ بھی احتمال ہے کہ کروٹ پر لیٹ گئے ہوں لیکن نیند سے اٹھ کر پھر وضو کر لیا ہو اس لیے کہ یہ بات معلوم ہے کہ صحابہ بے وضو نماز نہیں پڑھتے تھے خاص کر حدیث اس سے ساکت ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عشاء سے پہلے سونا جو آیا ہے تو اس سے مراد وہی سونا ہے کہ غلبہ نیند سے وقت مختار نکل جانے کا خوف نہ ہو جیسے کہ ابھی اوپر گزر چکا ہے غرض ان حدیثوں سے صاف معلوم ہوا کہ اگر نیند غلبہ کر جائے تو عشاء کی نماز سے پہلے سونا جائز ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اِن حدیثوں کی ترجمہ باب سے۔

بَابُ وَقْتِ الْعِشَآءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ وَقَالَ أَبُوْ بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ تَأْخِيْرَهَا.

یعنی نماز عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے۔ اور ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز دیر کر کے پڑھنے کو پسند رکھتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث میں آدھی رات تک کا ذکر نہیں ہے لیکن اس حدیث کے دوسرے طریق مین (جو اوپر گزر چکا ہے) صاف آ گیا ہے کہ آدھی رات تک نماز عشاء کو تاخیر کرتے تھے پس معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کو آدھی رات تک تاخیر کرنا جائز ہے وفیه المطابقة للترجمة.

۵۳۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا زَآئِدَةُ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعِشَآءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ صَلّٰى ثُمَّ قَالَ قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوْا أَمَا إِنَّكُمْ فِيْ صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوْهَا وَزَادَ ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهِ لَيْلَتَئِذٍ.

۵۳۸۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عشاء کو آدھی رات تک دیر کیا پھر نماز پڑھی پھر فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں اور سو گئے ہیں خبردار ہو کہ تم نماز ہی میں ہو جب تک کہ اس کا انتظار کرو یعنی نماز کے انتظار کرنے کا ثواب بھی پڑھنے کے برابر ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جیسے میں آپ کی خاتم النبوۃ کی طرف دیکھ رہا ہوں یعنی جس رات میں آپ نے نماز عشاء کی دیر کر کے پڑھی وہ رات مجھ کو ایسی یاد ہے جیسے کہ میں اب دیکھ رہا ہوں۔

فائدہ: ظاہر اس حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی حد آدھی رات تک ہے اس کے بعد وقت باقی عشاء کا نہیں رہتا ہے اور یہی مذہب ہے امام بخاری رحمہ اللہ اور اصطخری کا کہ بعد آدھی رات کے ان کے نزدیک عشاء کی نماز قضا ہو جاتی ہے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث صحیح صریح نہیں آئی کہ عشاء کا وقت صبح صادق تک باقی رہتا ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک عشاء کا وقت صبح صادق تک باقی رہتا ہے امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ دلیل جمہور کی یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گناہ صرف اُس شخص کو ہوتا ہے جو نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے اور جمہور کے نزدیک انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ مختار اور مستحب وقت آدھی رات تک ہے اور لیکن اس کے جواز کا وقت صبح صادق تک باقی رہتا ہے اور جبرئیل علیہ السلام کی حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عشاء کی نماز صبح صادق تک جائز ہے اور اس کے سوا اور کئی حدیثیں بھی اس باب میں آ چکی ہیں اور نیز یہ حدیث انس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی اس باب میں نص نہیں ہے کہ عشاء کا وقت آدھی رات کے بعد باقی نہیں رہتا ہے اور نہ اس سے حد اور انتہا وقت عشاء کا ذکر ہے بلکہ اُس سے صرف اتنا معلوم ہوتا

ہے کہ آپ نے آدھی رات تک نماز کو تاخیر کیا سو جائز ہے کہ وقت عشاء کا اس کے بعد بھی باقی رہے اس لیے کہ معین وقت سوائے تعیین دوسری ہم مثل کے دور نہیں ہوسکتا ہے پس جیسے کہ کوئی حدیث عشاء کے وقت کی صبح تک رہنے میں صریح نہیں اسی طرح ہی کوئی حدیث اس باب میں بھی ثابت نہیں جو صریح ہو کہ وقت عشاء کی حد اور انتہاء آدھی رات تک ہے اور اس کے بعد نہیں ہے۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ.

نمازِ فجر کی فضیلت کا بیان۔

٥٣٩ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ لِيْ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا لَا تُضَامُّوْنَ أَوْ لَا تُضَاهُوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَالَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا.

۵۳۹۔ جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ﷺ کے پاس بیٹھے تھے حضرت ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا خبردار ہو کہ بیشک تم قیامت میں دیکھو گے اپنے رب کو جیسا کہ اس کو دیکھتے ہو یعنی چاند کو ہجوم نہ کرسکو گے اس کے دیکھنے میں یعنی خلقت کے ہجوم سے اس کے دیدار میں کچھ حجاب اور آڑ نہ ہوگی جیسے کہ چاند کے دیکھنے میں ہجوم خلل نہیں ڈالتا ہے سو اگر تم سے ہو سکے کہ غافل نہ ہو نماز سے سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے تو کیا کرو پھر حضرت ﷺ نے قرآن سے اس کی دلیل پڑھی کہ پاکی کہہ تعریف کے ساتھ اپنے رب کی سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے۔

فائدہ: مراد سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے فجر اور عصر کی نماز ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز فجر اور عصر کو دیدار الٰہی کے حاصل ہونے میں دخل ہے جیسے کہ بیان اس کا اوپر گزر چکا ہے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

٥٤٠ ـ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ جَمْرَةَ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَبِيْ مُوْسٰى عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَقَالَ ابْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ أَبِيْ جَمْرَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ أَخْبَرَهٗ بِهٰذَا حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا

۵۴۰۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو دونوں ٹھنڈے وقت یعنی فجر اور عصر کی نماز پڑھے گا وہ بہشت میں جائے گا۔

حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا أَبُوْ جَمْرَةَ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ.

فائدہ: ان دونوں نمازوں کو اس واسطے خاص کیا گیا کہ اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں جیسے کہ اوپر گزرا یا اس واسطے کہ فجر کو نیند غالب ہوتی ہے اور عصر کو دنیا کے کام بہت درپیش آتے ہیں تو اس واسطے ان دونوں نمازوں کا بہت بڑا ثواب ہے کہ ان دونوں کے سبب سے آدمی بہشت میں داخل ہوگا پس معلوم ہوا کہ نماز فجر کی سبب ہے داخل ہونے بہشت کا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے، مقصود ان دونوں معلق حدیثوں سے یہ ہے کہ ابو رجا نے دونوں کو مرسل روایت کیا ہے اور اسحاق نے مرفوع بیان کیا ہے پس اس میں اسناد مذکور کی تقویت ہے۔

بَابُ وَقْتِ الْفَجْرِ.

نماز فجر کے وقت کا بیان۔

٥٤١ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهٗ أَنَّهُمْ تَسَحَّرُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامُوْا إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ أَوْ سِتِّيْنَ يَعْنِيْ اٰيَةً.

۵۴۱۔ زید بن ثابت سے روایت ہے کہ اصحاب نے حضرت ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر نماز کی طرف کھڑے ہوئے میں نے کہا کہ نماز اور سحری کھانے کے درمیان کس قدر دیر ہوئی تھی اس نے کہا کہ مقدار پچاس یا ساٹھ آیت کے یعنی جتنی دیر میں پچاس یا ساٹھ آیت پڑھی جائے اتنی دیر اُن کے درمیان ہوئی تھی۔

٥٤٢ ـ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ سَمِعَ رَوْحَ بْنَ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلّٰى قُلْنَا لِأَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا وَدُخُوْلِهِمَا فِي الصَّلَاةِ قَالَ قَدْرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً.

۵۴۲۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ﷺ نے ایک رات مل کر سحری کھائی سو جب دونوں سحری کھا چکے تو حضرت ﷺ نماز کی طرف کھڑے ہوئے پس آپ نے نماز پڑھی ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ان دونوں کی سحری اور نماز کے درمیان کس قدر دیر ہوئی تھی اس نے کہا جتنی دیر میں آدمی پچاس آیتیں پڑھے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اول وقت نماز فجر کا طلوع صبح صادق ہے اس لیے کہ اس میں کھانا پینا

حرام ہو جاتا ہے اور جتنی دیر میں پچاس آیتیں پڑھی جائیں وہ ایک گھڑی کے تین خمس ہوتے ہیں سو اس قدر میں صرف وضو ہی ہو سکتا ہے پس ثابت ہوا کہ اول وقت فجر کا طلوع صبح صادق ہے اور حضرت ﷺ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو ابواب ستر العورات میں مذکور ہو چکی ہے وہ اس باب میں بڑی صریح ہے کہ حضرت ﷺ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ ہمیشہ اسی وقت پڑھا کرتے تھے اور سب سے زیادہ صریح یہ حدیث ہے جو ابو داود میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ایک بار فجر کی نماز روشنی میں پڑھی ہے بعد اس کے آپ ﷺ ہمیشہ اندھیرے میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ نے اس جہان سے انتقال فرمایا اور یہ حدیث جو آئی ہے کہ صبح کی نماز روشن کر کے پڑھو کہ اس میں ثواب زیادہ ہے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جمہور نے کہا کہ مراد اس سے صبح صادق کے طلوع کا تحقق ہے یعنی جب اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ صبح صادق ہوگئی ہے تو اس وقت نماز پڑھے اس کا یہ معنی نہیں کہ بہت روشن کر کے پڑھو اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مراد روشن کرنے سے یہ ہے کہ اس میں قراءۃ لمبی پڑھے یہاں تک کہ نماز سے فراغت روشنی میں واقع ہو اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث جو بخاری میں ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کو دن مزدلفہ کے سوا اور کسی دن میں صبح کی نماز غیر وقت پڑھتے نہیں دیکھا یعنی اس دن آپ نے فجر کو اول وقت پڑھا تھا سو مراد اس سے یہ ہے کہ ہمیشہ حضرت ﷺ طلوع صبح کے بعد ایک لحظہ دیر کیا کرتے تھے جیسے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ایک لحظہ دیر معلوم ہوتی ہے سو اس دن مطلق کچھ دیر نہ کی یہ مراد نہیں کہ اس دن طلوع صبح صادق سے پہلے نماز پڑھی تھی یہ بات بالاجماع باطل ہے اور جو غلس کو منسوخ کہتا ہے وہ شرائط نسخ کی بیان کرے اور بعض کہتے ہیں کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو ابو داؤد سے منقول ہو چکی ضعیف ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر اس کا ضعیف ہونا تسلیم بھی کیا جائے گا تو اور بہت حدیثوں صحیحہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے رہے پس اس کے ضعیف ہونے سے کچھ حرج نہیں اور نیز اسی طرح حدیث اسفروا بالفجر بھی ضعیف ہے پس اس سے بھی استدلال صحیح نہیں ہوگا کما ذکر نافی کلام المتین پس تطبیق دینی بہت بہتر ہے جیسے کہ طحاوی نے کہا ہے اور حنفیہ کی دلیل ایک یہ ہے جو کہ ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کے اصحاب کسی چیز پر جمع نہیں ہوئے جیسے کہ صبح کی نماز روشن کر کے پڑھنے پر ہوئی ہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر اُن کی مراد کل یا اکثر اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں تو یہ بات صحیح نہیں اس لیے کہ جمہور صحابہ سے ان کو ملاقات حاصل نہیں بلکہ فقط ایک دو صحابی سے اُن کو ملاقات حاصل ہے چنانچہ تقریب میں ان کو طبقہ خامسہ میں لکھا ہے اور اس طبقے والے وہ لوگ ہیں جن کو فقط ایک دو صحابی سے ملاقات حاصل ہوئی ہے بلکہ بعض کو ان میں سے کسی صحابی سے سماع ثابت نہیں ہے اور نیز صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ سے تغلیس میں نماز پڑھنی ثابت ہو چکی ہے

پھر دعویٰ اجماع کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اور شیخ سلام اللہ حنفی نے شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ جب ان صحابہ سے تغلیس ثابت ہو چکی ہے تو ابراہیم نخعی کا قول محمول ہوگا اس پر کہ مراد اس سے وہ اصحاب ہیں جن کے ساتھ اس نے اہل عراق سے ملاقات کی نہ کل اصحاب۔

٥٤٣ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ عَنْ أَخِيْهِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُوْلُ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِيْ أَهْلِيْ ثُمَّ يَكُوْنُ سُرْعَةٌ بِيْ أَنْ أُدْرِكَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۵۴۳۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے گھر میں سحری کھایا کرتا تھا پھر مجھ کو آنے میں بہت جلدی ہوتی یعنی بہت جلدی سے نماز کی طرف آتا کہ میں صبح کی نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پاؤں۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز اول وقت پڑھا کرتے تھے اور یہ احتمال کہ شاید سہل رضی اللہ عنہ کا گھر گاؤں میں ہوگا بالکل لغو ہے اس لیے کہ سحری کھا کر نماز کی طرف آنا اول وقت پر دلالت کرتا ہے ورنہ ان کے خبر دینے میں کچھ فائدہ نہیں۔

٥٤٤ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ كُنَّ نِسَآءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلٰى بُيُوْتِهِنَّ حِيْنَ يَقْضِيْنَ الصَّلَاةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الْغَلَسِ.

۵۴۴۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مسلمان عورتیں صبح کی نماز میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا کرتیں تھیں یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جماعت میں آ کر نماز پڑھتیں اس حالت میں کہ اپنی چادروں کو لپیٹنے والی ہوتی تھیں پھر نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھروں کو پلٹ جاتیں اندھیرے کے سبب سے اُن کو کوئی نہ پہچانتا تھا۔

فائدہ: معنی اس کا یہ ہے کہ اندھیرے کے سبب سے معلوم نہ ہوتا کہ یہ مرد ہے یا عورت دیکھنے والے کو صرف ایک جسم معلوم ہوتا اور بعض نے کہا کہ اُن کے جسموں میں تمیز نہ ہوتی کہ کیا مثلاً یہ خدیجہ ہے یا زینب یا کوئی اور ہے پس ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز اول وقت اندھیرے میں پڑھنی چاہیے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو رات کے وقت نماز کے واسطے مسجد میں جانا جائز ہے اور جب رات کو مسجد میں جانا جائز ہوا تو دن کو مسجد میں آنا بطریق اولیٰ جائز ہے اس لیے کہ رات زیادہ شک کا وقت ہے دن سے لیکن مسجد میں جانا اُن کا اسی وقت جائز ہے جب کہ فتنہ کا خوف نہ ہو اور چونکہ اب اس زمانے میں فتنے کا بہت خوف ہے اس لیے عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کرنا

چاہیے اور وہ حدیث ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی جو پہلے گزر چکی ہے کہ نماز فجر سے ایسے وقت میں فارغ ہوتے تھے کہ ہر آدمی اپنے پاس والے کو پہچانتا تو وہ حدیث اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی معارض نہیں اس لیے کہ اس میں اُن عورتوں کا ذکر ہے جو دور سے دیکھی جاتی تھیں پس معنی ان دونوں کا یہ ہے کہ آدمی اپنے پاس والے کو پہچانتا تھا اور آپ سے دور والے کو نہ پہچانتا تھا، واللہ اعلم۔

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً.

یعنی جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت پائی اس کا کیا حکم ہے؟۔

٥٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ وَعَنِ الْأَعْرَجِ يُحَدِّثُوْنَهُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ.

۵۴۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نمازِ فجر سے ایک رکعت پائی سورج نکلنے سے پہلے تو اس نے البتہ فجر کی سب نماز پائی اور جس نے نمازِ عصر کی ایک رکعت پائی سورج ڈوبنے سے پہلے تو اس نے البتہ عصر کی سب نماز پائی۔

فائدہ: ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک رکعت ہی اس کو کافی ہو جاتی ہے باقی نماز پڑھنے کی اس کو کچھ حاجت نہیں ہے لیکن یہ معنی بالا جماع باطل ہے بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جس نے ایک رکعت جماعت میں پائی تو اس نے جماعت کی نماز کا ثواب پایا اور جس نے ایک رکعت نہ پائی اس کو جماعت کا ثواب نہیں اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ جس نے بقدر ایک رکعت کے بقدر نماز کا وقت پایا تو اس کی باقی نماز ادا ہے قضا نہیں ہے جیسے کہ فجر کی نماز میں ایک رکعت کے بعد سورج نکل آیا یا عصر کی نماز کے وقت ایک رکعت کے بعد سورج ڈوب گیا تو نماز ہو گئی اور یہی وجہ ہے مطابقت حدیث کی ترجمہ سے اور اس حدیث میں صریح رد ہے طحاوی پر کہ اس نے کہا ہے کہ یہ حدیث ان آدمیوں کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ لڑکا جو اس وقت بالغ ہو۔ دوم عورت جو حیض سے پاک ہو۔ سوم کافر جو اس وقت میں مسلمان ہو اور جو ان کی مثل ہیں اور غرض اس کی اس سے اپنے مذہب کی تائید کرنی ہے کہ جو فجر کی نماز سے ایک رکعت پائے تو اس کی نماز باطل ہوتی ہے جیسے کہ بیان اس کا مذکور ہو چکا ہے اور یہ تاویل اُس کی اس پر مبنی ہے کہ جو حدیثیں سورج نکلنے کے وقت نماز کی ممانعت میں وارد ہیں وہ فرضوں اور نفلوں سب کو شامل ہیں پس سورج نکلنے کے وقت کوئی نماز جائز نہیں لیکن تطبیق ان دونوں حدیثوں میں ممکن ہے بایں طور کہ مراد ممانعت کی حدیثوں سے وہ

نفل ہیں جو بلا سبب پڑھے جائیں اور یہ حدیث اس پر محمول ہے جس نماز کا کوئی سبب ہو اور بعضوں نے کہا کہ یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی منسوخ ہے نہی کی حدیثوں سے لیکن یہ دعویٰ بالکل باطل ہے اس لیے کہ شرائط نسخ کا یہاں پایا جانا ممکن نہیں نہ ہے مدعی نسخ شرائط نسخ بیان کرے کہ محض احتمال سے نسخ کا دعویٰ کرنا جائز نہیں ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو پوری رکعت نہ پائے اس کی نماز نہیں ہوتی اور اس پر اجماع ہو چکا ہے اور مقدار اس رکعت کا یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کہے اور فاتحہ پڑھے اور رکوع کرے اور دو سجدے کرے ساتھ شرائط کے لیکن یہ اُن لوگوں کے حق میں ہے جن کو کوئی عذر نہ ہو کہ اُن کو پوری رکعت پانی ضرور ہے اور جو لوگ عذر والے ہیں جیسے کہ بیہوش کہ اس وقت ہوش میں آیا یا حائض جو کہ اُس وقت پاک ہوئی یا مثل اُن کی اور کوئی تو ان لوگوں کو اگر اتنا وقت مل جائے تو اُن کی سب نماز ادا ہو جائے گی اُن کو ایک رکعت پوری پانی لازم نہیں صرف اس قدر وقت پالینا کافی ہے اور یہ فضل اللہ کا ہے جس کو چاہے دے اور بعضوں نے کہا کہ اجماع ہے اس بات پر کہ جس کو عذر نہ ہو اس کو ایسے وقت تک نماز کی تاخیر جائز نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا ہو اور مقتدیوں نے ابھی نہ اٹھایا ہو تو جب بھی رکعت ہو جاتی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر امام کو سجدے میں پائے تو جب بھی رکعت ہو جاتی ہے بعد نماز کے اٹھ کر رکوع کر لے لیکن یہ سب قول ظاہر حدیث کے مخالف ہیں۔

لطیفہ: امام بخاری رحمہ اللہ جس جگہ حدیث کے لفظ سے ترجمہ باندھتا ہے تو جو حدیث اس باب میں لاتا ہے اس کا لفظ اس ترجمہ سے بعینہ موافق ہوتا ہے یا اس حدیث کے کسی اور طریق میں وہ لفظ ترجمہ کا موجود ہوتا ہے۔

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً.

جس نے نماز سے ایک رکعت پائی اس کا کیا حکم ہے؟۔

٥٤٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ.

۵۴۶۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز کی ایک رکعت پائی تو اس نے البتہ سب نماز پائی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت پانے سے نماز ہو جاتی ہے اور دونوں بابوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے میں صرف نمازِ فجر اور عصر کے وقت پانے کا ذکر ہے اور اس میں مطلق نماز پانے کا ذکر ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس حدیث سے مراد جماعت کے ساتھ ایک رکعت پانا ہے یا جمعہ سے ایک رکعت پانا ہے اور پہلے میں اس قدر وقت کا پانا مراد ہے پس مغایرت ظاہر ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ

نماز فجر سے بعد سورج بلند ہونے تک اور نماز پڑھنے کا

الشَّمْسُ.

کیا حکم ہے؟۔

٥٤٧ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ رِجَالٌ مَّرْضِيُّوْنَ وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِيْ عُمَرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَاسٌ بِهٰذَا.

۵۴۷۔ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے نماز پڑھنے سے بعد نماز صبح کے یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو جائے اور منع فرمایا ہے نماز سے بعد نماز عصر کے یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کئی لوگوں نے مجھ کو حدیث (جو اوپر گزری) سنائی۔

فائدہ: اس باب میں فجر کو اس واسطے خاص کیا کہ عصر کی نماز کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا ثابت ہو چکا ہے بخلاف فجر کے کہ اس کے بعد آپ کا کوئی نماز پڑھنا ثابت نہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز درست نہیں لیکن اس نہی کا عموم اور اطلاق سب نمازوں کو شامل نہیں اس لیے کہ علماء کو اس میں اختلاف ہے اور حنفی اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ بعد نماز فجر اور عصر کے کوئی نماز پڑھنی جائز نہیں ہے خواہ فرض ہو یا نفل ہو یا قضا ہو لیکن عصر کی نماز کے بعد قضا نماز کو پڑھنا جائز رکھتے ہیں اور حدیث میں دونوں نمازوں کی ممانعت برابر ہے پس اس حدیث سے استدلال ان کا غلط ہے کہ ایک کے بعد منع کرتے ہیں اور ایک کے بعد جائز رکھتے ہیں اور باقی بیان اس کا اوپر گزر چکا ہے اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ فجر اور عصر کی نماز سے پیچھے اور دوپہر کے وقت اور آفتاب نکلنے اور ڈوبنے کے وقت بلا سبب نماز پڑھنی مکروہ ہے اور ایک جماعت علماء سے کہتے ہیں کہ بلا سبب نماز پڑھنی بھی ان وقتوں میں جائز ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیثیں نہی کی منسوخ ہیں یا نہی سے مراد نہی تنزیہی ہے اور یہی مذہب ہے داؤد وغیرہ اہل ظاہر کا اور یہی قول ہے ابن حزم کا اور نیز اکثر علماء کہتے ہیں کہ ان وقتوں میں ادا فرض پڑھنے جائز ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ کوئی نماز پڑھنی جائز نہیں خواہ فرض ہوں خواہ نفل خواہ قضا ہو یا ادا ہو اور جو نفل کہ حدیثوں میں آ چکے ہیں جیسے کہ تحیۃ المسجد اور عید اور کسوف اور جنازے کی نماز اور فوت شدہ نماز ہے سو امام شافعی رحمہ اللہ ان کو ان وقتوں میں پڑھنا جائز رکھتے ہیں بلا کراہت اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی سنتیں عصر کے بعد پڑھیں پس حاضر سنتیں اور قضا نماز پڑھنا ان وقتوں میں بطریق اولیٰ جائز ہو گا اور بعض کہتے ہیں کہ بلا سبب نفل پڑھنے بھی جائز ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کسی نماز کو ان وقتوں میں پڑھنا جائز نہیں ہے سو اس دن کی عصر کے اور امام

مالک رحمہ اللہ کے نزدیک فرض پڑھنے جائز ہیں نفل پڑھنے جائز نہیں اور یہی ہے مذہب امام احمد رحمہ اللہ کا لیکن احمد نے طواف کی دو رکعتوں کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ نہی کی حدیثوں میں وہ نماز مراد ہے جو بلا سبب ہو اور جائز وہ نماز ہے جس کا کوئی سبب ہو اور اس میں سب حدیثوں کی تطبیق ہو جاتی ہے اور یہی بات صحیح ہے واللہ اعلم۔

٥٤٨ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا وَقَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَرْتَفِعَ وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَغِيْبَ تَابَعَهُ عَبْدَةُ.

۵۴۸۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ قصد کیا کرو نماز کا سورج نکلتے اور نہ ڈوبتے اور فرمایا کہ جب سورج کا کنارہ ظاہر ہو تو نماز نہ پڑھو دیر کرو جب تک کہ سب نکل آئے اور جب سورج کا ایک کنارہ ڈوب جائے تو نماز نہ پڑھو دیر کرو جب تک کہ سب ڈوب جائے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ فجر اور عصر کے بعد صرف اُسی شخص کو نماز پڑھنی منع ہے جو اس کا قصد کرے اور اس کا وقت عمداً تلاش کرے اور جس شخص کی نماز اس وقت میں اتفاقاً واقع ہو اس کو منع نہیں ہے جیسے کہ خواب سے بیدار ہو یا نماز کو بھول گیا ہو یا یہ حدیث خاص ہے عام نہیں یعنی صرف اسی وقت نماز پڑھنی منع ہے جب کہ آفتاب کا کنارہ ظاہر ہو جائے یا اس کا کنارہ ڈوب جائے پس یہ حدیث تفسیر ہے پہلی حدیث عمر رضی اللہ عنہ کی اور اس کی مبین ہے اور اس سے تطبیق ہو جائے گی درمیان اس حدیث کے اور ان حدیثوں کے جو ایک رکعت پانے سے نماز کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور اکثر کے نزدیک قصد اور عدم قصد برابر ہے اور کوئی کہے کہ جو شخص خواب سے بیدار ہوا ہے اس کا اس نماز کو پورا کرنا تو قصد سے ہے پس تناقض باقی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے ہی عصر کی نماز کے تمام کرنے میں بھی قصد موجود ہے پس وہ بھی جائز نہیں ہوگی حالانکہ تم اس کے جائز ہونے کے قائل ہو۔

٥٤٩ ۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ أَبِيْ أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۵۴۹۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے دو قسم کی خرید و فروخت سے اور دو قسم کے لباس سے اور دو نمازوں سے آپ نے منع فرمایا نماز پڑھنے سے بعد نمازِ فجر کے یہاں تک کہ سورج نکل آئے اور بعد نمازِ عصر کے

وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعَتَيْنِ وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ صَلَاتَيْنِ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّآءِ وَعَنِ الْاِحْتِبَآءِ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ يُفْضِيْ بِفَرْجِهٖ إِلَى السَّمَآءِ وَعَنِ الْمُنَابَذَةِ وَالْمُلَامَسَةِ.

یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے اور منع فرمایا ہے سب بدن پر کپڑا لپیٹ کر اوڑھنے سے کہ نماز یا کسی اور کام میں ہاتھ باہر نہ نکل سکیں اور منع فرمایا ایک کپڑے میں زانو اٹھا کر بیٹھنے سے کہ ستر اوپر کی طرف سے کھلا رہے اور منع فرمایا پھینکنے کی بیع سے اور ہاتھ لگانے کی بیع سے۔

فائدہ: بیع پھینکنے کی یہ ہے کہ بیچنے والا اپنے کپڑے کو خریدار کی طرف پھینک دے پہلے اس سے کہ خریدار اس کو کھول کر دیکھ لے یا اس کی طرف نظر کرے اور بیع ملامست کی یہ ہے کہ بدون دیکھے خریدار اس کو ہاتھ لگا دے سو یہ دونوں قسم کی بیع منع ہے اور دوسرے پارے میں اس کا ذکر ہو چکا ہے اور کتاب البیع میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا اور مطابقت ان حدیثوں کی ترجمہ باب سے ظاہر ہے کہ اُن سے بعد نماز صبح کے نماز پڑھنے کی ممانعت ہے ثابت ہوتی ہے سوائے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ اس سے صرف عین طلوع اور غروب کے وقت ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

بَابُ لَا تُتَحَرَّى الصَّلَاةُ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ.

نہ قصد کرے کوئی نماز کا سورج ڈوبنے سے پہلے۔

۵۵۰ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَحَرّٰى أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا.

۵۵۰۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ قصد کیا کرے تم میں سے کوئی کہ نماز پڑھے سورج نکلتے اور نہ سورج ڈوبتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج ڈوبتے نماز پڑھنی منع ہے وفيه المطابقة.

۵۵۱ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَآءُ بْنُ يَزِيْدَ الْجُنْدَعِيُّ أَنَّهٗ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى

۵۵۱۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں نماز ہوتی بعد نماز فجر کے یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو جائے اور نہیں نماز ہوتی بعد نماز عصر کے یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے۔

تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ.

فائدہ: یہ نفی بمعنی نہی ہے یعنی بعد نماز فجر اور عصر کے نماز نہ پڑھو اور بعض علماء سلف نے کہا ہے کہ یہ اخبار ہے کہ ان دونوں وقتوں کے بعد نفل نہیں اور یہ مراد نہیں کہ اس وقت نماز پڑھنی منع ہے جیسے کہ عین طلوع اور غروب کے وقت منع ہے اور اس قول کو قوی کرتا ہے جو ابوداؤد میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نماز نہ پڑھا کرو مگر یہ کہ آفتاب سفید اور بلند ہو پس اس حدیث سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعدیت عام نہیں ہے بلکہ خاص ہے ساتھ عین طلوع اور غروب کے پس اس حدیث سے سب جھگڑا فیصلہ ہو گیا واللہ اعلم بالصواب اور مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے یہ ہے کہ ممنوع نماز صحیح نہیں ہوتی ہے پس لازم ہے کہ آدمی اس کا قصد نہ کرے کہ عاقل بے فائدہ چیز کے ساتھ مشغول نہیں ہوتا ہے۔

۵۵۲ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ أَبَانَ يُحَدِّثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ إِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلَاةً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيْهَا وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

۵۵۲۔ معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک تم ایک نماز پڑھتے ہو اور البتہ ہم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی سو ہم نے آپ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا اور آپ نے منع فرمایا اس نماز سے یعنی عصر کے بعد دو رکعت سنت پڑھنے سے۔

۵۵۳ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

۵۵۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا دو نمازوں سے ایک تو بعد نماز فجر کے یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو اور دوسری بعد نمازِ عصر کے یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔

فائدہ: معاویہ رضی اللہ عنہ کی نفی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن کو اس نے خطاب کیا تھا وہ لوگ ہمیشہ عصر کے بعد دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے جیسا کہ ظہر کے بعد پڑھتے ہیں لیکن جس چیز کی معاویہ رضی اللہ عنہ نے نفی کی ہے اس کو اور لوگوں نے ثابت کیا ہے اور مثبت کو ترجیح ہوتی ہے نافی پر کما تقرر فی الاصول اور آئندہ باب میں آئے گا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے

فرمایا کہ حضرت ﷺ اُن کو مسجد میں نہیں پڑھا کرتے تھے بلکہ گھر میں پڑھا کرتے تھے اور جس حدیث میں بعد عصر کے دو رکعت پڑھنے کا ثبوت ہے وہ نہی کی حدیثوں کے معارض نہیں ہے اس لیے کہ ثبوت کی روایت کے واسطے سبب ہے جیسے کہ آئندہ آئے گا اور جس نماز میں سبب ہے وہ بھی پڑھنی جائز ہو گی اور اس کے ماسوا اور نماز نہی کے عموم میں داخل رہے گی اور نہی محمول ہو گی اُس نماز پر جس کا کوئی سبب نہ ہو اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو آگے آئے گی کہ حضرت ﷺ بعد عصر کے دو رکعت ہمیشہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ نے اس جہان سے انتقال فرمایا اس نے راہ نسخ کی بند کر دی ہے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَكْرَهِ الصَّلَاةَ إِلَّا بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ رَوَاهُ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ وَأَبُوْ سَعِيْدٍ وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ.

کسی وقت میں نماز پڑھنی مکروہ نہیں مگر بعد نماز فجر اور عصر کے روایت کیا ہے اس حکم کو عمر اور ابن عمر اور ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے یعنی حضرت ﷺ سے ان چار صحابہ نے یہ حکم نقل کیا ہے۔

٥٥٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أُصَلِّيْ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِيْ يُصَلُّوْنَ لَا أَنْهٰى أَحَدًا يُصَلِّيْ بِلَيْلٍ وَّلَا نَهَارٍ مَا شَآءَ غَيْرَ أَنْ لَّا تَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا.

۵۵۴۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ میں ویسی نماز پڑھتا ہوں جیسے کہ میں نے اپنے اصحاب کو پڑھتے دیکھا ہے میں کسی کو منع نہیں کرتا ہوں کہ نماز پڑھے رات میں یا دن میں یعنی سب وقتوں میں جائز ہے جس وقت کوئی چاہے پڑھے لیکن نہ قصد کیا کرو نماز کا سورج نکلتے اور نہ ڈوبتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوپہر کے وقت نفل وغیرہ پڑھنے منع نہیں ہیں اور عین دوپہر کا وقت مکروہ وقتوں میں داخل نہیں ہے پس حاصل اس باب کا یہ ہے کہ جن وقتوں میں نماز پڑھنی منع ہے وہ پانچ وقت ہیں۔ ایک سورج نکلنے کا وقت۔ اور دوم سورج ڈوبنے کا وقت۔ اور سوم نمازِ فجر کے بعد۔ اور چہارم نمازِ عصر کے بعد۔ اور پنجم عین دوپہر کے وقت۔ سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اول چار وقتوں میں نماز کا مکروہ ہونا ثابت کیا سو اول دو وقتوں میں نہ پڑھنا تو حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت کیا اور دوسرے دو وقتوں میں چار صحابہ کی حدیثوں سے ثابت کیا جیسے کہ اوپر گزر چکا ہے اور دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کو جائز رکھا ہے جیسے کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہوتا ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کا کہ ہر روز عین دوپہر کے وقت نماز کو جائز رکھتے ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور جمہور کے نزدیک دوپہر کے وقت بھی نماز پڑھنی مکروہ ہے جیسے کہ اور حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے اور یہی روایت ہے عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہ اور سعید بن مقبری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے لوگوں کو پایا کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے سے بچتے تھے مگر شاید وہ حدیثیں بخاری کے نزدیک صحیح نہیں ہوئی ہوں گی اس

واسطے دوپہر کے وقت میں نماز جائز رکھی لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے صرف جمعہ کو دوپہر کے وقت جائز رکھا ہے اور اس باب میں حدیثیں بھی آ چکی ہیں گو ضعیف ہیں لیکن سب مل کر قوت پا جاتی ہیں اور بعضوں نے ان نمازوں میں یہ فرق کیا ہے کہ اول دو صورتوں میں نماز پڑھنی حرام ہے اور اخیر دو صورتوں میں نماز مکروہ ہے اور یہی قول محمد بن سیرین اور محمد بن جریر کا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صبح کے بعد نماز پڑھنی حرام ہے اور عصر کے بعد مباح ہے اور یہی قول ہے ابن حزم کا لیکن مشہور تمام میں کراہت ہے بعضوں کے نزدیک کراہت تحریمی اور بعضوں کے نزدیک کراہت تنزیہی ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ مَا يُصَلّٰى بَعْدَ الْعَصْرِ مِنَ الْفَوَآئِتِ وَنَحْوِهَا قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ شَغَلَنِيْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ.

نمازِ عصر کے بعد قضا شدہ وغیرہ نمازوں کا پڑھنا، ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور فرمایا کہ عبدالقیس کے ایلچیوں نے مجھ کو ظہر کے بعد کی دو رکعتوں سے باز رکھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نماز کا کوئی سبب ہو اس کو عصر کے بعد پڑھنا جائز ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت علماء کا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ مداومت تھا نہ اصل قضا۔

٥٥٥ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ قَالَتْ وَالَّذِيْ ذَهَبَ بِهِ مَا تَرَكَهُمَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ وَمَا لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى حَتّٰى ثَقُلَ عَنِ الصَّلَاةِ وَكَانَ يُصَلِّيْ كَثِيْرًا مِّنْ صَلَاتِهِ قَاعِدًا تَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِمَا وَلَا يُصَلِّيْهِمَا فِي الْمَسْجِدِ مَخَافَةَ أَنْ يُثَقِّلَ عَلٰى أُمَّتِهِ وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ.

٥٥٥۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اُس اللہ کی قسم! جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جہان سے لے گیا آپ نے عصر کے بعد دو رکعتوں کو کبھی نہیں چھوڑا یہاں تک کہ آپ اللہ سے ملے یعنی آپ نے انتقال فرمایا اور نہ انتقال کیا آپ نے یہاں تک کہ آپ کو نماز بھاری معلوم ہونے لگی اس لیے آپ اکثر نماز بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے مراد عائشہ رضی اللہ عنہا کی نماز سے عصر کے بعد کی دو رکعتیں ہیں یعنی باوجودیکہ آخر عمر میں نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھاری ہوگئی تھی مگر تاہم پھر بھی ان دو رکعتوں کو آپ نے نہیں چھوڑا ہمیشہ پڑھتے رہے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو پڑھا کرتے تھے اور ان کو مسجد میں نہیں پڑھتے تھے اس خوف سے کہ آپ

کی امت پر مشکل نہ ہو جائے یعنی بوجہ لازم ہونے متابعت کے امت پر۔ اور دوست رکھتے تھے اس چیز کو جس میں امت کو تخفیف اور آسانی ہو۔

٥٥٦ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِىْ أَبِىْ قَالَتْ عَائِشَةُ ابْنَ أُخْتِىْ مَا تَرَكَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِىْ قَطُّ.

۵۵۶۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس نے عروہ سے کہا کہ اے میرے بھانجے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد کی دو رکعتیں میرے نزدیک کبھی نہیں چھوڑی یعنی جب میرے گھر میں ہوتے تو ضرور پڑھتے۔

٥٥٧ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِىُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُهُمَا سِرًّا وَّلَا عَلَانِيَةً رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

۵۵۷۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے نہ ظاہر میں نہ پوشیدہ دو رکعتیں تو نمازِ فجر سے پہلے اور دو رکعتیں بعد نماز عصر کے۔

٥٥٨ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِىْ إِسْحَاقَ قَالَ رَأَيْتُ الْأَسْوَدَ وَمَسْرُوْقًا شَهِدَا عَلٰى عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْنِىْ فِىْ يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

۵۵۸۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عصر کے بعد جب کبھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آتے تو دو رکعتیں نماز پڑھتے۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عصر کی نماز کے بعد ہر قسم کے نفل پڑھنے جائز ہیں جب تک کہ آفتاب نکلنے اور ڈوبنے کا قصد نہ کرے یعنی خواہ مخواہ عمداً یہ عادت نہ ٹھہرا رکھے کہ جب طلوع اور غروب کا وقت ہو تو اس وقت ان کو پڑھے اور یہی مذہب ہے داؤد اور اہل ظاہر کا لیکن حنفیہ وغیرہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ خاصہ مداومت ہے نہ اصل قضا پس قضا جائز ہوگی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس سے یہی سمجھا ہے کہ نہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص ہے ساتھ اس شخص کے جو عین طلوع اور غروب کے وقت نماز کا قصد کرے نہ عام اور نیز جامع الاصول میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نماز پڑھنے کی

رخصت دی اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی عصر کے بعد ہمیشہ نفل پڑھا کرتی تھیں۔ وَقَالَ بَعْضُهُمْ حَدِيْثُ النَّهْيِ قَوْلٌ وَهٰذَا فِعْلٌ وَالْقَوْلُ مُقَدَّمٌ عَلَى الْفِعْلِ عِنْدَ التَّعَارُضِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ هٰذَا مُثْبِتٌ وَّحَدِيْثُ النَّهْيِ نَافٍ وَّالْمُثْبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِيْ فَتَدَبَّرْ. لیکن ترجیح سے تطبیق مقدم ہے جب تک تطبیق ممکن ہو ترجیح جائز نہیں ہے اور تطبیق یہاں ممکن ہے کہ نہی سے مراد وہ نماز ہے جو بلا سبب ہو جیسے کہ ظاہر ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے اور ان حدیثوں سے مراد وہ نماز ہے جس کا کوئی سبب ہو جیسے کہ فوت شدہ نمازیں یا نماز جنازہ یا سنتیں مؤکدہ ظہر وغیرہ کی ہیں پس ایسی نمازوں کو فجر اور عصر کے بعد پڑھنا جائز ہے اور یہ ہے غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے کہ نہی کی حدیثوں سے یہ نمازیں مخصوص ہیں اسی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب کو نہی حدیثوں کے بعد لایا ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت ان حدیثوں کی ترجمہ باب سے اور اسی قول کو ترجیح ہے۔

فائدہ: عصر کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنی دو قسم کی تھی ایک تو وہ نماز تھی جو آپ سے کبھی کبھی کسی کام کی وجہ سے قضا ہو جاتی تھی جیسے سنت مؤکدہ ظہر کی تو اس کو بعد عصر کے آپ پڑھتے تھے اور ایک وہ نماز تھی جس کو آپ ہمیشہ عصر کے بعد پڑھا کرتے تھے اور وہ دو رکعتیں نفل تھے پس یہ دو رکعتیں نفل جن کو ہمیشہ پڑھا کرتے تھے غیر ہیں ان سنتوں کی جن کو عصر کے بعد قضا کر کے پڑھتے تھے اور یہی معلوم ہوتا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا کی ان حدیثوں سے پس ان حدیثوں میں حنفیہ کی کوئی تاویل نہیں چل سکتی ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ التَّبْكِيْرِ بِالصَّلَاةِ فِيْ يَوْمِ غَيْمٍ. ابر کے دن نماز کو اول وقت پڑھنے کا بیان۔

فائدہ: ظاہر اس باب سے معلوم ہوتا ہے کہ ابر کے دن ہر نماز کو اول وقت پڑھنا چاہیے لیکن حدیث باب سے صرف نماز عصر معلوم ہوتی ہے اسی واسطے علماء نماز عصر کو ابر کے دن اول وقت پڑھنا مستحب کہتے ہیں۔

۵۵۹ ۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى هُوَ ابْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ أَنَّ أَبَا الْمَلِيْحِ حَدَّثَهٗ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ فَقَالَ بَكِّرُوْا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهٗ.

۵۵۹۔ ابوالملیح سے روایت ہے کہ ہم بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ابر کے دن میں سو اس نے کہا کہ نماز کو اول وقت پڑھو اس لیے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑی اس کا کیا اکارت ہوا۔

فائدہ: اس حدیث کا بیان اوپر ہو چکا ہے اور ظاہر یہ حدیث باب کے مطابق نہیں ہے لیکن اس حدیث کے بعض طریقوں میں آ چکا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابر کے دن نماز عصر میں جلدی کیا کرو تو گویا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس باب میں لانے سے اشارہ کیا ہے اس طرف کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں معنی ترجمہ کا

ثابت ہے اور یہ عادت ہے امام بخاری رحمہ اللہ کی جیسے کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ وہ بہت جگہ باب باندھتا ہے اور اس میں ایسی حدیث لاتا ہے جو ظاہر میں اس باب کے مطابق نہیں ہوتی تو اس کی اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں ترجمہ ثابت ہے اگرچہ وہ خود اس طریق کو روایت نہ کرے اور گو وہ طریق اس کی شرط پر نہ ہو پس اس سے امام بخاری رحمہ اللہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا ہے کہ حدیث ترجمہ کے مطابق نہیں ہے اور یہ توجیہ بخاری میں اکثر جگہ کام آتی ہے اور اس سے اکثر ترجمہ بخاری حل ہو جاتے ہیں وباللہ التوفیق۔

بَابُ الْأَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ.

قضا نماز کے واسطے اذان دینے کا بیان۔

٥٦٠ ـ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَخَافُ أَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ بِلَالٌ أَنَا أُوْقِظُكُمْ فَاضْطَجَعُوْا وَأَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهْرَهُ إِلٰى رَاحِلَتِهِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ يَا بِلَالُ أَيْنَ مَا قُلْتَ قَالَ مَا أُلْقِيَتْ عَلَيَّ نَوْمَةٌ مِّثْلُهَا قَطُّ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حِيْنَ شَآءَ وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِيْنَ شَآءَ يَا بِلَالُ قُمْ فَأَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلَاةِ فَتَوَضَّأَ فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَاضَّتْ قَامَ فَصَلّٰى.

٥٦٠۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک رات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے رہے یعنی سفر کیا سو جب تھوڑی رات رہی تو بعض لوگوں نے عرض کی کہ یا حضرت اگر آپ ٹھہریں تو لوگ تھوڑا سا سو لیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ تم نماز سے سو جاؤ یعنی کہیں نماز قضا نہ ہو جائے تب بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا حضرت میں جاگتا رہوں گا آپ کو نماز کے وقت جگا دوں گا سو حضرت لیٹ گئے (اور لوگ بھی سو گئے اور بلال رضی اللہ عنہ جاگتے رہے جب نیند کا غلبہ ہوا) تو کجاوے کو ٹیک لگا کر بیٹھ گئے سو غلبہ نیند سے ان کی دونوں آنکھیں بند ہوگئیں پھر سو گئے (پھر سب کی فجر کی نماز قضا ہوگئی) سو جب آفتاب کا کنارہ ظاہر ہوا اور دھوپ نکلی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سب سے جاگے پھر فرمایا کہ اے بلال کدھر گیا جو تو نے کہا تھا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا حضرت ایسی نیند مجھ کو کبھی نہیں آئی تھی یعنی میرے کچھ اختیار نہیں رہا پھر فرمایا کہ بے شک اللہ نے بند کر رکھا تمہاری جانوں کو جب چاہا اور چھوڑ دیا جب چاہا اے بلال! اٹھ اور لوگوں کو خبر دے نماز کی یعنی اذان کہو سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا سو جب آفتاب بلند ہوا اور خوب روشن ہوگیا تو کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی یعنی قضا کر کے نماز جماعت سے پڑھی۔

فائدہ: حضرت ﷺ جہاد سے پلٹ کر مدینہ کو آ رہے تھے سو ایک بار تمام رات چلے جب تھوڑی رات رہی تو حضرت ﷺ اترے اور سو گئے اور اُس رات کو لیلۃ التعریس کہتے ہیں کہ رات کے آخر وقت میں اترے تھے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قضا نماز کے واسطے اذان کہنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابو ثور اور ابن منذر کا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اوزاعی کے نزدیک قضا نماز کے لیے اذان کہنی جائز نہیں ہے اور ایک قول شافعی کا بھی یہی ہے لیکن شافعی کے اکثر اصحاب کے نزدیک یہی بات مختار ہے کہ قضا نماز کے واسطے بھی اذان کہی جائے اس لیے کہ یہ حدیث صحیح صریح ہے اس باب میں اور اگر کوئی سوال کرے کہ اذان اس واسطے مشروع ہوئی ہے کہ لوگوں کو نماز کے وقت سے اطلاع ہو جائے اور جماعت سے نماز پڑھی جائے اور قضا نماز میں ان دونوں امروں سے کسی کی حاجت نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ اذان نماز کی سنت ہے جیسے کہ جماعت سنت ہے اور مقصود اس سے فقط اطلاع نہیں بلکہ اس کے سوا ثواب بھی مقصود ہے ساتھ ذکر کرنے ان کلمات کے اور ظاہر کرنے اشعار اسلام کے اسی واسطے افضل ہے کہ اکیلا آدمی بھی اذان کہے تاکہ جماعت کی شکل پر نماز ادا ہو اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ اگر تابعدار کوئی ایسے کام کی التماس کرے جس میں دینی مصلحت ہو تو جائز ہے۔ دوم یہ کہ امام پر لازم ہے کہ مصلحت دینی کی زیادہ رعایت رکھے اور جس کام سے نماز فوت ہو جانے کا خوف ہو اس سے بچتا رہے اور یہ کہ خادم کو ایسے کام کی چوکیداری لازم کر لینا جائز ہے اور یہ کہ بڑے کاموں میں ایک آدمی کی چوکی کافی ہے اور یہ کہ اگر کوئی شخص ایک عذر جائز کو پیش کرے تو اس کے عذر کو قبول کرنا چاہیے اور یہ کہ جو شخص کسی کام کا التزام کر لے اس سے اس کام کے پورا کرنے کا مطالبہ کرنا جائز ہے اور آپ نے بلال رضی اللہ عنہ سے اس واسطے مطالبہ کیا تاکہ اُن کو تنبیہ ہو جائے کہ ایسا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے اور نفس پر کچھ بھروسہ نہیں ہے۔ سوم یہ کہ اگر امام خود بخود جہاد میں لشکر کے ساتھ جائے تو جائز ہے۔ چہارم یہ کہ قضا نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے اور یہ کہ قضا نماز کو جاگنے کے وقت سے تاخیر کر کے پڑھنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کا اس نماز کو آفتاب بلند ہونے تک دیر کرنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ کراہت کا وقت نکل جائے بلکہ اپنے اور کاموں میں مشغول رہے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ قضا نماز کے لیے اذان نہیں ہے اور وہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اذان سے یہاں اقامت ہے مگر یہ تاویل صحیح نہیں محض تکلف لایعنی ہے اس واسطے کہ اس حدیث میں صریح موجود ہے کہ اذان کے بعد آپ نے وضو کیا پھر سورج بلند ہونے تک ٹھہرے رہے پس اگر اقامت مراد ہوتی تو نماز کو اس سے تاخیر نہ کرتے۔ اور روح کا قبض ہونا دو قسم ہے ایک یہ کہ ظاہر اور باطن میں روح بدن سے جدا ہو جائے سو وہ موت ہے اور ایک یہ کہ ظاہر میں صرف جدا ہو باطن میں نہ ہو اور وہ سونا ہے پس روح قبض سے موت لازم نہیں ہے۔

بَابُ مَنْ صَلّٰى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ.

قضا نماز کو جماعت سے پڑھنے کا بیان۔

٥٦١ ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَآءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كِدْتُ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَقُمْنَا إِلٰى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ.

۵۶۱۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ خندق کے دن آئے سو کفار قریش کو گالی دینے لگے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نہیں نزدیک تھا کہ گزاروں نماز عصر کو یہاں تک کہ سورج ڈوبنے لگا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اللہ کی میں نے بھی نماز عصر کی نہیں پڑھی ہے سو ہم بطحان کہ (ایک میدان ہے مدینہ میں) کی طرف گئے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے وضو کیا اور ہم نے بھی وضو کیا سو آپ نے عصر کی نماز پڑھی سورج ڈوبنے سے پیچھے یعنی جماعت سے پھر بعد اس کے مغرب کی نماز پڑھی۔

فائدہ: چوتھے سال ہجری میں مکے وغیرہ تمام ملک کے کافروں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہجوم کیا اور مدینہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ کے واسطے مدینہ کے گرد خندق یعنی کھائی کھدوائی تاکہ کوئی کافر مدینہ کے اندر نہ آ سکے اصحاب کے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خندق سے مٹی نکالتے تھے اس واسطے اس کو خندق کی لڑائی کہتے ہیں کہ اس میں خندق کھودی گئی تھی اس میں کافر دس ہزار تھے اور مسلمان تین ہزار تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قضا نماز کو جماعت سے پڑھنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھائی اور جماعت کرانا اگرچہ صریحًا اس حدیث میں مذکور نہیں ہے لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کہ ہم بطحان کی طرف گئے اور ہم نے وضو کیا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جماعت سے نماز پڑھائی تھی اور نیز ایک طریق میں اس حدیث کے یہ لفظ آیا ہے کہ فَصَلّٰى بِهِمْ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی پس یہ صریح ہے جماعت میں پس مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے ظاہر ہوگئی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کہ میں نہیں نزدیک تھا کہ پڑھوں نماز کو الخ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینے سے پہلے اس نے نماز عصر کی پڑھ لی تھی پھر نماز کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور اگر کوئی سوال کرے کہ ظاہر یہی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس ان کا اپنے آپ کو نماز کے لیے خاص کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ سو جواب اس کا یہ ہے کہ احتمال ہے کہ شاید کافروں کے ساتھ لڑائی سورج ڈوبنے کے وقت لگی ہو اور عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے وضو کیا ہوا

تھا سونماز پڑھ کر حضرت ﷺ کو جا کر حضرت ﷺ کو ایسے وقت میں اطلاع دی کہ آپ نماز کی تیاری کر رہے تھے اسی واسطے اطلاع دینے کے وقت حضرت ﷺ اور اصحاب وضو کی طرف کھڑے ہو گئے اور حضرت ﷺ نے اس نماز کو تاخیر اس واسطے کیا تھا کہ آپ لڑائی میں رہے اور نماز کی فرصت نہ ملی اس واسطے نماز میں تاخیر کی خاص کر دوسری حدیث نسائی سے ثابت ہوتا ہے کہ خوف کی نماز کے نازل ہونے سے پہلے یہ واقعہ ہوا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک ہی عصر کی نماز خندق کی لڑائی میں قضا ہو گئی تھی اور دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تین نمازیں قضا ہوئی تھیں سو ان میں تطبیق اس طور سے ہے کہ خندق کی لڑائی کئی دن تک ہوتی رہی تھی سو یہ نمازیں کئی دنوں مختلف وقتوں میں قضا ہوئی تھیں یعنی ایک دن عصر کی دوسری دن ظہر کی وعلی ہذا القیاس اور اب بھی یہ حکم باقی ہے یا نہیں سو اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہے اور بعض کہتے ہیں نہیں کما سیاتی اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ قضا نمازوں کو باترتیب پڑھنا چاہیے اکثر علماء کہتے ہیں کہ اگر یاد ہو تو ترتیب واجب ہے اور اگر نمازیں یاد نہ ہوں تو واجب نہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ترتیب واجب نہیں ہے اور اگر وقتی نماز باقی ہو اور قضا نماز یاد آئے اور وقت ایسا تنگ ہو کہ اگر قضا پڑھے گا تو وقتی قضا ہو جائے گی تو اس میں اختلاف ہے مالک کہتے ہیں کہ پہلے قضا کو پڑھے پھر وقتی پڑھے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اہل رائے اور اکثر اہل حدیث کہتے ہیں کہ پہلے وقتی پڑھے پھر قضا پڑھے لیکن اختلاف اسی وقت تک ہے جب تک قضا نمازیں بہت نہ ہوں اور اگر بہت ہو جائیں تو پھر اتفاق ہے کہ پہلے وقتی پڑھے پھر بعد اس کے قضا پڑھے اور حد قلیل ہونے کی یہ ہے کہ ایک دن کی نمازیں ہوں یا چار نمازیں ہوں اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو ان کو بہت کہا جائے گا۔ اور دوم یہ کہ بدون چاہنے دوسرے کے قسم کھانی جائز ہے جب کہ کوئی مصلحت ہو جیسے کہ اطمینان کا زیادہ ہونا ہے اور وہم کا دفع کرنا اور یہ کہ قضا نمازوں میں جماعت کرانی جائز ہے اور یہی مذہب ہے اکثر اہل علم کا مگر لیث اس کو جائز نہیں کہتے باوجود یکہ نمازِ جمعہ کی فوت شدہ میں جماعت کو جائز رکھتا ہے اور یہ کہ حضرت ﷺ کے مکارم اخلاق اصحاب کے ساتھ نہایت تک تھے اور اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے بعض نے کہ قضا نماز کے لیے اذان دینی جائز نہیں ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ وقتی نماز کے لیے اذان دینا آپ کی ہمیشہ عادت تھی اور نمازِ مغرب وقتی تھی پس آپ نے اذان ضرور دی ہو گی راوی نے شاید اس کو ذکر نہیں کیا، واللہ اعلم۔

بَابُ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَ وَلَا يُعِيْدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةَ.

جو نماز کو بھول جائے تو چاہیے کہ پڑھے جب یاد کرے اور نہ دہرائے مگر اسی نماز کو یعنی اگر کوئی ایک نماز کو بھول گیا اور اسی بھول کی حالت میں اور بہت نمازیں وقتیہ پڑھ گیا اور پھر اس کو وہ نماز یاد آئے تو اب صرف اسی

ایک نماز کو قضا کر لے اور جو نمازیں کہ درمیان میں پڑھ گیا ہے اُن کو نہ دہرائے۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً وَّاحِدَةً عِشْرِيْنَ سَنَةً لَمْ يُعِدْ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةَ الْوَاحِدَةَ.

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے بیس برس تک ایک نماز چھوڑی تو وہ صرف اسی ایک نماز کو دوہرائے یعنی اگر کوئی مثلاً فجر کی نماز یا ظہر کی نماز پڑھنی بھول گیا اور بیس برس تک وہ نماز اس کو یاد نہ آئی بعد اس کے یاد آئی تو وہ صرف اسی ایک نماز کو دوہرائے اور جو نمازیں کہ اس نے بیس برس کے اندر بعد اس کے پڑھی ہیں ان کو نہ دوہرائے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس ترجمہ کی حدیث سے۔

٥٦٢ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ وَمُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِيْ قَالَ مُوْسٰى قَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ بَعْدُ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِلذِّكْرٰى قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

٥٦٢۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی نماز کو بھول جائے یعنی نماز قضا ہو جائے تو چاہیے کہ قضا کی نماز پڑھے جب کہ اس کو یاد کرے اور نہیں ہے کفارہ اس کا مگر دوہرانا۔ اللہ نے فرمایا ہے قائم کر نماز کو وقت یاد دلانے میرے کے تجھ کو۔ ہمام راوی نے کہا کہ میں نے قتادہ سے بعد اس حدیث کے آیت کو سنا ہے یعنی جس وقت میں نے اس سے یہ حدیث سنی اس وقت یہ آیت قتادہ نے بیان نہیں کی تھی بلکہ بعد اس کے اور وقت بیان کی تھی۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے یہ ہے کہ وقتیہ نماز دن میں اور قضا نمازوں میں ترتیب واجب نہیں ہے اور یہی ثابت ہوتا ہے اس حدیث انس رضی اللہ عنہ سے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اس کو یاد کرے تو پڑھ لے سو آپ نے اس میں کسی اور نماز کا ذکر نہیں کیا کہ اگر مثلاً دوسرے یا تیسرے دن کسی کو وہ نماز یاد آئی جیسے کہ اِذا کے عموم سے ثابت ہے تو جو نمازیں کہ اُن کے درمیان پڑھ چکا ہے اُن کو بھی دوہرائے اور نیز آپ نے فرمایا کہ اس کا کفارہ صرف یہی ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ اور کسی نماز کا دوہرانا واجب نہیں پس اگر درمیان اور نمازیں وقتیہ پڑھ جائے تو ان کے دوہرانے سے یہ کفارہ حاصل نہیں ہوگا پس معلوم ہوا کہ وقتیہ نمازوں اور قضا نمازوں میں ترتیب

واجب نہیں اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر کسی نے کوئی نماز وقتی پڑھی پھر اس کو یاد آ گیا کہ اس سے پہلی نماز میری قضا ہے تو اس کو چاہیے کہ پہلے اس نماز قضا شدہ کو پڑھے اور پھر بعد اس کے وقتی نماز کو دوہرائے جو پہلے پڑھ چکا تھا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر پانچ نمازیں متواتر قضا ہو جائیں اور اس کو یاد ہوں تو پہلے اُن قضا شدہ نمازوں کو پڑھے پھر وقتی نماز کو پڑھے اور اگر باوجود یاد کے قضا نمازوں کو نہ پڑھے اور وقتی نماز کو پڑھے تو اُن کو دوہرانا واجب ہے اس لیے کہ ترتیب واجب ہے اور اگر پانچ نمازوں سے زیادہ ہوں تو دفع حرج کے واسطے اس حالت میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

فائدہ ثانیہ: جو شخص کہ عمداً جان بوجھ کر نماز قضا کرے تو اس کے باب میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس نماز کو قضا کرنا واجب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں ہے صرف استغفار کرے لیکن جمہور علماء کے نزدیک اُس نماز کا قضا کرنا واجب ہے اور اسی قول کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ جان کر چھوڑنے والے کے حق میں نماز فرض ہو چکی ہے اور اس کے ذمے میں اس کا ادا کرنا لازم تھا تو یہ اس پر قرض تھا اور قرض نہیں ساقط ہوتا ہے مگر ساتھ ادا کرنے کے جو اس کو قضا کرے گا تو اُس قضا کرنے کا گناہ اس کے ذمہ رہے گا اور جب اس کو قضا کر کے پڑھ لے گا تو طلب اُس سے ساقط ہو جائے گی لیکن وقت سے نکالنے کی وجہ سے گناہ اس کے ذمہ باقی رہے گا اور اسی قول کو ترجیح معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم۔

بَابُ قَضَآءِ الصَّلَاةِ الْأُوْلٰى فَالْأُوْلٰى. قضا شدہ نمازوں میں ترتیب کا بیان یعنی پہلی نماز کو پہلے پڑھے اور پچھلی کو پیچھے پڑھے۔

فائدہ: اگر فوت شدہ نماز یاد ہو تو اکثر علماء کے نزدیک اس میں ترتیب واجب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ترتیب واجب نہیں اور اگر وقتی نماز کا وقت تنگ ہو اور قضا نماز یاد آ جائے تو امام شافعی رحمہ اللہ اور حنفیہ اور اکثر علمائے حدیث کے نزدیک پہلے وقتی کو پڑھے اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پہلے قضا کو پڑھے اگرچہ وقتی نماز قضا ہو جائے اور بعض کہتے ہیں کہ اختیار ہے خواہ پہلے وقتی کو پڑھے خواہ قضا کو پڑھے مگر یہ سب اختلاف اسی صورت میں ہے کہ قضا نمازیں بہت نہ ہوں اور اگر بہت ہوں تو سب علماء کا اتفاق ہے کہ پہلے وقتی کو پڑھے پھر قضا کو پڑھے اور حد قلیل کی بعضوں کے نزدیک چار نمازیں ہیں اور بعض کہتے ہیں ایک دن کی نمازیں ہیں اس سے زیادہ ہوں تو وہ بہت شمار کی جائیں گی۔

٥٦٣ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى الْقَطَّانُ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ ابْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ

٥٦٣۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خندق کے دن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کفار قریش کو گالی دینے لگے اور کہا کہ نزدیک نہیں تھا میں کہ گزاروں نماز عصر کی یہاں تک کہ آفتاب

عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَعَلَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَسُبُّ كُفَّارَهُمْ وَقَالَ مَاكِدْتُّ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتّٰى غَرَبَتْ قَالَ فَنَزَلْنَا بُطْحَانَ فَصَلّٰى بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ.

ڈوبنے لگا اس نے کہا کہ ہم بطحان میں گئے سو حضرت ﷺ نے سورج ڈوبنے کے بعد عصر کی نماز پڑھی پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی۔

فائدہ: یعنی پہلے حضرت ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی اور بعد اس کے مغرب کی نماز پڑھی پس معلوم ہوا کہ قضا شدہ نمازوں میں ترتیب کا لحاظ رکھنا چاہیے یعنی باترتیب پڑھنا چاہیے جیسے پہلے فجر پھر ظہر پھر عصر وعلی ہذا القیاس اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے لیکن اس حدیث سے تریب کا واجب ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے مگر جب یہ تسلیم کیا جائے کہ مجرد فعل وجوب پر دلالت کرتا ہے حالانکہ مجرد فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ. مگر اس حدیث کے عموم سے دلیل پکڑی جائے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھو جیسے کہ مجھ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہو تو البتہ ممکن ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اُس دن نماز مغرب کی بھی قضا ہو چکی تھی جیسے کہ ابو سعید اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَآءِ. نمازِ عشاء کے بعد بات چیت کرنا مکروہ ہے۔

فائدہ: مراد اس سے مباح امر کا ذکر کرنا ہے نہ حرام کا کہ وہ سب وقتوں میں حرام ہے اور مستحب ذکر بھی مراد نہیں کہ وہ مکروہ نہیں جیسے کہ آئندہ باب میں آئے گا اور لفظ سَامَر کا سَمَر سے مشتق ہے اور معنی اس کا رات کے وقت قصے کہانیاں بیان کرنے کا ہے اور جمع سَامَر کی سُمَّار ہے جیسے کہ طالب جمع طُلّاب کی ہے اور سامر کو جمع اور واحد دونوں پر بولا جاتا ہے اس جگہ جمع واقع ہوا ہے۔

فائدہ: مراد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے آیت ﴿مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سَامِرًا تَهْجُرُوْنَ﴾ کی تفسیر کرنا ہے یعنی سامر کا لفظ جو اس آیت میں آیا ہے تو یہ جمع ہے مفرد نہیں اور ایسا صحیح بخاری میں بہت جگہ واقع ہوا ہے کہ جب کسی حدیث میں کوئی لفظ قرآن کے لفظ کے مطابق آجائے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اُس لفظ کی تفسیر کر دیتا ہے اور جب کوئی لفظ قرآن کا کہیں آجائے تو اس کا معنی بھی بیان کر دیتا ہے۔

٥٦٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمِنْهَالِ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِيْ إِلٰى أَبِيْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهٗ أَبِيْ حَدِّثْنَا كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي

۵۶۴۔ ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ظہر کی نماز کہ جس کو تم نماز پیشیں کہتے ہو اس وقت پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج ڈھل جاتا یعنی آسمان کی بلندی سے مغرب کی طرف میل کرتا اور نماز عصر کو ایسے وقت پڑھتے کہ ہم میں سے کوئی آدمی پرلی طرف مدینہ کے اپنے گھر میں پلٹ جاتا اور

الْمَكْتُوبَةَ قَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ وَهِيَ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْأُوْلَى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى أَهْلِهِ فِيْ أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ قَالَ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَآءَ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيْسَهُ وَيَقْرَأُ مِنَ السِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ.

حالانکہ آفتاب سفید اور روشن ہوتا اور میں بھول گیا ہوں اس چیز کو جو کہا ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے نماز مغرب کے باب میں اور نماز عشاء میں دیر کر کے پڑھنے کو پسند رکھتے تھے اور مکروہ رکھتے تھے سونے کو پہلے عشاء سے اور بات چیت کرنے کو بعد اس کے اور فجر کی نماز سے ایسے وقت فارغ ہوتے کہ ہر ایک آدمی اپنے پاس والے کو پہچانتا اور نماز میں ساٹھ آیت سے لے کر سو آیت تک پڑھتے۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز عشاء کے بعد بات چیت کرنا اور قصے کہانیاں بیان کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ اُس کی وجہ سے کبھی نماز فجر کی قضا ہو جاتی ہے یا مستحب وقت نکل جاتا ہے یا قیام رات میں قصور ہو جاتا ہے اور تہجد وغیرہ نوافل میں قصور آتا ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے لیکن بعد عشاء کے اگر کسی مصلحت کے لیے بات چیت ہو تو وہ مکروہ نہیں جیسے کہ آئندہ باب میں آتا ہے۔

بَابُ السَّمَرِ فِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ بَعْدَ الْعِشَآءِ.

نماز عشاء کے بعد علم دین اور نیک کام میں بات چیت کرنا جائز ہے۔

٥٦٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ انْتَظَرْنَا الْحَسَنَ وَرَاثَ عَلَيْنَا حَتّٰى قَرُبْنَا مِنْ وَقْتِ قِيَامِهِ فَجَآءَ فَقَالَ دَعَانَا جِيْرَانُنَا هٰؤُلَاءِ ثُمَّ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ انْتَظَرْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتّٰى كَانَ شَطْرُ اللَّيْلِ يَبْلُغُهُ فَجَآءَ فَصَلّٰى لَنَا ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ أَلَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوْا وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوْا فِيْ صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ قَالَ

٥٦٥۔ قرہ سے روایت ہے کہ ہم نے حسن بصری کا انتظار کیا اور اس نے ہم پر بہت دیر کی تا کہ نزدیک ہوئے ہم اسکے قیام سے یعنی جس وقت وہ مسجد سے اٹھ کر سونے کے لیے گھر کو جایا کرتے تھے وہ وقت آ گیا سو حسن بصری ہمارے پاس آئے اور کہا کہ ہم کو ان ہمسایوں نے بلایا تھا یعنی ان کے ساتھ بات چیت کرنے کی وجہ سے میرے آنے میں دیر ہو گئی پھر حسن بصری نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات ہم نے حضرت کا انتظار کیا یعنی اس واسطے کہ عشاء کی نماز کے لیے گھر سے باہر نہ آئے یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی سو بعد اس کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور ہم کو نماز پڑھائی پھر

الْحَسَنُ وَإِنَّ الْقَوْمَ لَا يَزَالُوْنَ بِخَيْرٍ مَا انْتَظَرُوا الْخَيْرَ قَالَ قُرَّةُ هُوَ مِنْ حَدِيْثِ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم کو خطبہ سنایا اور فرمایا کہ خبر دار ہو کہ بے شک سب لوگ نماز پڑھ چکے اور سو گئے ہیں اور تم ہمیشہ نماز ہی میں ہو جب تک کہ اس کا انتظار کرتے رہو گے یعنی خواہ کوئی جماعت کے لیے انتظار کرے یا ایک نماز پڑھ کر دوسری نماز کے لیے مسجد میں بیٹھ کر انتظار کرتا رہے تو اس انتظار کا ثواب بھی ویسا ہی ہے جیسے کہ نماز پڑھنے کا۔ حسن بصری نے کہا کہ ہمیشہ لوگ نیکی میں ہیں جب تک کہ نیکی کا انتظار کرتے رہیں گے۔ قرۃ (راوی) نے کہا کہ یہ کلام آخر کی انس رضی اللہ عنہ کی کلام ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نماز عشاء کے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو وعظ سنایا پس اس سے معلوم ہوا کہ نماز عشاء کے بعد علم دین میں گفتگو کرنا اور مسائل بیان کرنا جائز ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے اور حسن بصری نے اپنے یاروں کے لیے یہ حدیث اس واسطے بیان کی کہ اُن کو اطمینان ہو جائے اس لیے کہ وہ اس سے علم دین سیکھا کرتے تھے یعنی اگرچہ تم کو آج دین کے سیکھنے کا ثواب نہیں ملا لیکن تم کو انتظاری کا ثواب ملے گا کہ جو نیکی کی انتظاری کرے اس کو بھی ثواب ملتا ہے۔

٥٦٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَأَبُوْ بَكْرِ ابْنُ أَبِيْ حَثْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعِشَآءِ فِيْ اٰخِرِ حَيَاتِهِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهِ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةٍ لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فَوَهِلَ النَّاسُ فِيْ مَقَالَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى مَا يَتَحَدَّثُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ عَنْ مِائَةِ سَنَةٍ وَإِنَّمَا قَالَ

٥٦٦۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر عمر میں ہم کو عشاء کی نماز پڑھائی سو جب آپ نے نماز سے سلام پھیرا تو کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بھلا تم بتلاؤ تو اپنی اس رات کے حال کو سو البتہ حال تو یوں ہے کہ اس رات سے سو برس کے سرے تک جو آدمی زمین پر ہے کوئی باقی نہ رہے گا (یعنی تمہاری عمر اگلی امتوں کی عمروں کی طرح بہت نہیں پس دنیا کا لالچ کرنا بے فائدہ ہے نیک عمل کرو) سو لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کلام کے سمجھنے میں خطا کی طرف اس چیز کے جو گفتگو کرتے ہیں ان باتوں سے یعنی تاویل کیا انہوں نے ساتھ ان تاویلوں کے سو برس سے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام میں واقع ہے یعنی سو برس کا مطلب نہ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَبْقٰی مِمَّنْ هُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ یُرِیْدُ بِذٰلِكَ اَنَّهَا تَخْرِمُ ذٰلِكَ الْقَرْنَ.

سمجھ سکے بلکہ اس میں اور اور تاویلیں کرنے لگے سو بعض نے تو یہ سمجھا کہ مراد حضرت ﷺ کی یہ ہے کہ سو برس کے بعد قیامت قائم ہو جائے گی جیسے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے طبرانی میں وارد ہوا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سوائے اس کے نہیں کہ مراد حضرت ﷺ کی یہ ہے کہ آج کے دن سے سو برس کے سرے تک جو زمین پر ہے کوئی باقی نہیں رہے گا اور سو برس تک اس زمانے کے لوگوں سے کوئی باقی نہ رہے گا اور یہ زمانہ منقطع ہو جائے گا۔

فائدہ: اصل مراد حضرت ﷺ کی یہ تھی جو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازِ عشاء کے بعد علم دین میں تکرار کرنا اور مسائل دینی سیکھنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے کہ خضر زندہ نہیں ہے اور جمہور کہتے ہیں کہ زندہ ہیں اور اس حدیث کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ خضر اس حدیث سے مخصوص ہے یعنی وہ اس وقت زمین پر نہیں تھا بلکہ دریا پر تھا اور بعض کچھ اور تاویل کرتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ یہ حدیث سب آدمیوں کو شامل ہے سو اگر خضر کو زندہ کہا جائے تو اس کا جواب ایسا ہے جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا۔

بَابُ السَّمَرِ مَعَ الضَّیْفِ وَالْاَهْلِ.

نمازِ عشاء کے بعد اپنے گھر والوں اور مہمانوں کے ساتھ بات چیت کرنا جائز ہے۔

٥٦٧ ـ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَآءَ وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ فَلْیَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَاِنْ اَرْبَعٌ فَخَامِسٌ اَوْ سَادِسٌ وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ جَآءَ بِثَلَاثَةٍ فَانْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ قَالَ فَهُوَ اَنَا وَاَبِیْ وَاُمِّیْ فَلَا

٥٦٧۔ عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب صفہ محتاج لوگ تھے اور بے شک حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس دو آدمی کا کھانا ہو وہ تیسرے آدمی کو کھلانے کے واسطے لے جائے اور جس کے پاس چار آدمی کا کھانا ہو وہ پانچویں کو لے جائے یا پانچ کے ساتھ چھٹے کو لے جائے (یہ راوی کا شک ہے) اور بے شک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تین آدمی کو لائے اور حضرت ﷺ اپنے ساتھ دس آدمی کو لے گئے سو عبدالرحمٰن نے کہا کہ شان یہ ہے کہ گھر میں ہم کل تین آدمی تھے میں اور میرے ماں باپ (راوی کہتا ہے) میں نہیں جانتا

أَدْرِیْ قَالَ وَامْرَأَتِیْ وَخَادِمٌ بَیْنَنَا وَبَیْنَ بَیْتِ أَبِیْ بَكْرٍ وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰی عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَیْثُ صُلِّیَتِ الْعِشَآءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰی تَعَشّٰی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ بَعْدَ مَا مَضٰی مِنَ اللَّیْلِ مَا شَآءَ اللّٰهُ قَالَتْ لَهٗ امْرَأَتُهٗ وَمَا حَبَسَكَ عَنْ أَضْیَافِكَ أَوْ قَالَتْ ضَیْفِكَ قَالَ أَوَمَا عَشَّیْتِیْهِمْ قَالَتْ أَبَوْا حَتّٰی تَجِیْءَ قَدْ عُرِضُوْا فَأَبَوْا قَالَ فَذَهَبْتُ أَنَا فَاخْتَبَأْتُ فَقَالَ یَا غُنْثَرُ فَجَدَّعَ وَسَبَّ وَقَالَ كُلُوْا لَا هَنِیْئًا فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا أَطْعَمُهٗ أَبَدًا وَایْمُ اللّٰهِ مَا كُنَّا نَأْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ إِلَّا رَبَا مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا قَالَ یَعْنِیْ حَتّٰی شَبِعُوْا وَصَارَتْ أَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ فَنَظَرَ إِلَیْهَا أَبُوْ بَكْرٍ فَإِذَا هِیَ كَمَا هِیَ أَوْ أَكْثَرُ مِنْهَا فَقَالَ لِامْرَأَتِهٖ یَا أُخْتَ بَنِیْ فِرَاسٍ مَا هٰذَا قَالَتْ لَا وَقُرَّةِ عَیْنِیْ لَهِیَ الْآنَ أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ فَأَكَلَ مِنْهَا أَبُوْ بَكْرٍ وَقَالَ إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّیْطَانِ یَعْنِیْ یَمِیْنَهٗ ثُمَّ أَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَأَصْبَحَتْ عِنْدَهٗ وَكَانَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ فَمَضَی الْأَجَلُ فَفَرَّقَنَا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أُنَاسٌ اللّٰهُ أَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ فَأَكَلُوْا مِنْهَا أَجْمَعُوْنَ

کہ کیا عبدالرحمٰن نے یہ بھی کہا ہے کہ میری عورت بھی گھر میں تھی اور ایک غلام میرے گھر کے درمیان اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر کے درمیان خادم تھا یعنی دونوں گھروں کی خدمت وہی کرتا تھا اور بے شک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رات کا کھانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھایا تھا پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیر کی یعنی گھر میں نہ آئے یہاں تک کہ عشاء کی نماز ہو چکی پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پلٹ گئے پس وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھا چکے سو ابو بکر رضی اللہ عنہ گھر میں کچھ رات گئے آئے جتنی اللہ نے چاہا سو اس کی بیوی نے اس کو کہا کہ کس چیز نے روک رکھا تجھ کو اپنے مہمانوں سے یا کہا آپ نے مہمان سے (راوی کا شک ہے) ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تو نے ان کو کھانا نہیں کھلایا اس نے کہا کہ مہمانوں نے بدون تیرے آئے کھانا کھانے سے انکار کیا تھا اور بے شک کھانا ان کے سامنے لایا گیا تھا لیکن انہوں نے انکار کیا تھا عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں جا کر چھپ گیا یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غصے کے سبب سے جو میں نے ان میں دیکھا سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے جاہل! اور اے کم بخت! اور مجھ کو ناک کٹ جانے کی بددعا دی اور گالی دی یعنی تو نے اُن کو اب تک کھانا کیوں نہیں کھلایا اور گھر والوں کو کہا کہ کھانا کھاؤ تم کو ہضم نہ ہو پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم اللہ کی میں اس کو کبھی نہیں کھاؤں گا اور عبدالرحمٰن نے کہا قسم اللہ کی ہم کوئی لقمہ نہیں اٹھاتے تھے مگر اس کے تلے سے اس سے زیادہ بڑھ جاتا تھا عبدالرحمٰن نے کہا کہ سب کے پیٹ بھر گئے اور سب آدمی سیر ہو گئے اور کھانا آگے سے بھی زیادہ باقی بچا تھا سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کھانے کو دیکھا پس وہ اتنا ہی تھا جتنا پہلے تھا یا اس سے بھی زیادہ تھا سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی

أَوْ كَمَا قَالَ.

سے کہا کہ اے بنی فراس) یہ اس کے دادا کا نام ہے) کی بہن یہ کیا حال ہے یعنی کیسی کرامت ظاہر ہوئی ہے کہ سب کھا چکے ہیں اور کھانا اتنا ہی ہے جتنا کہ اُن کے آگے رکھا تھا اُس عورت نے کہا کہ قسم ہے مجھ کو ٹھنڈک آنکھ کی یعنی حضرت ﷺ کی کہ البتہ کھانا تو آگے سے بھی بہت ہے یہ کلمہ اس نے تین بار کہا تو پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اس سے کھایا اور کہا کہ یہ قسم میری شیطان سے تھی یعنی شیطان کے دھوکے سے قسم کھائی تھی پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک لقمہ اس سے لیا اور کھایا پھر باقی بچے ہوئے کو اٹھا کر حضرت ﷺ کے پاس لے گئے سو وہ کھانا حضرت ﷺ کے پاس صبح تک پڑا رہا اور ہم میں اور ایک قوم میں عہد تھا سو اس کی مدت گزر گئی اور وہ لوگ مدینہ میں آ گئے سو ہم نے ان کو بارہ گروہ کیا ہر ایک کے ساتھ ان میں سے کئی آدمی تھے اللہ جانتا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ کتنے آدمی تھے سو سب آدمیوں نے اس کھانے سے کھایا یا جیسے کہا راوی کا شک ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازِ عشاء کے بعد اپنے مہمانوں اور اہل وعیال کے ساتھ بات چیت کرنا جائز ہے اس لیے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز کے بعد آ کر گھر والوں سے مہمانوں کی خبر پوچھی پھر عبدالرحمٰن کو جھڑکا اور پھر بعد کھانے کے اپنی بیوی سے بات چیت کرتے رہے کہ اے بنی فراس کی بہن کھانا تو اتنا ہی ہے جتنا پہلے تھا وغیرہ گفتگو جو ان کے درمیان واقع ہوئی پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور پہلے باب اور اس باب کا مطلب ایک ہی ہے لیکن اس باب میں اتنا فرق ہے کہ اس بات چیت کا رتبہ پہلے باب کے رتبہ سے کم ہے کیونکہ خیر یعنی نیک کام میں گفتگو کرنا محض عبادت ہے اور مہمانوں وغیرہ کے ساتھ گفتگو کرنے کی کبھی حاجت نہیں ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ بات چیت کرنا جائز ہے نہ اس میں ثواب ہے اور نہ عذاب ہے اور علم دین اور نیک کام میں گفتگو کرنے میں جیسے کہ پہلے باب میں واقع ہے تو اس میں بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے پس فرق ظاہر ہے، واللہ اعلم ۔ اور یہ جو راوی نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ عبدالرحمٰن نے بیوی اور غلام کا ذکر بھی کیا ہے یا نہیں تو مطلب اس کا یہ ہے کہ راوی کہتا ہے کہ مجھ کو شک ہے کہ عبدالرحمٰن نے اپنے گھر والوں سے تین آدمی کو ذکر کیا یا پانچ آدمی کو ذکر کیا اور یہ جو کہا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رات کا کھانا حضرت ﷺ کے پاس کھایا تھا تو اصل یہ کلام اس طرح ہے

کہ جب عشاء کی نماز ہو چکی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پلٹ گئے اور وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کے پاس کھانا کھایا پس یہ کلام راوی سے آگے پیچھے ہو گئی ہے اور یہ جو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا تو یہ قسم اُن کے مہمانوں کے کھانا کھانے سے پہلے واقع ہوئی تھی پھر مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ اگر تم نہیں کھائے گا تو ہم بھی نہیں کھائیں گے تب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی قسم توڑ ڈالی اور اُن کے ساتھ کھانا کھایا علماء کہتے ہیں کہ یا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس قسم کا کفارہ دے دیا تھا اور یا یہ قسم لغو تھی اور باقی بچے طعام کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جانا بوجہ ظاہر ہونے کرامت کے تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خاندان سے ظاہر ہوئی اور یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں سے ظاہرا ہوا اور یہ جو کہا کہ ہم میں اور ایک قوم میں عہد تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ مسلمانوں اور کافروں میں ایک مدت تک صلح قرار پا چکی تھی کہ ایک دوسرے کو نہ چھیڑیں سو جب وہ مدت گزر گئی تو مسلمان مدینہ میں چلے آئے کہ مبادا کافر لوگ ہم کو ایذاء دیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے بارہ فرقے بنائے کہ بانٹ بانٹ مسلمان اُن کو کھانا کھلا دیں اس لیے کہ اتنے آدمیوں کا بوجہ ایک آدمی نہیں اُٹھا سکتا ہے اور یہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس دو آدمی کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لے جائے الخ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے خوف سے مکہ چھوڑ کر مدینے میں آئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور اصحاب بھی ہجرت کر آئے تھے اور اپنا مال اسباب سب وطن میں چھوڑ آئے تھے وہ اصحاب صفہ میں (جو مسجد کے آگے ایک دالان تھا) رہا کرتے تھے اُن کو زیادہ تر کھانے کی تکلیف ہونے لگی کہ اُن کا گھر کوئی نہیں تھا مسافر تھے تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں سے فرمایا کہ جس کے پاس دو کا کھانا ہو وہ تیسرے آدمی کو ساتھ لے جایا کرے اور کھانا کھلائے تب مدینے والوں نے سب اصحاب صفہ کو بانٹ لیا کوئی ایک آدمی کو کھانا کھلاتا تھا اور کوئی دو کو اور کوئی زیادہ کو اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے نکلتے ہیں بیان اُن کا علامات النبوۃ میں آگے آئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔
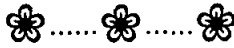
بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْأَذَانِ — یہ کتاب ہے اذان دینے کے بیان میں

فائدہ: اذان کا معنی لغت میں خبر دینا اور اعلام کرنا ہے اور عرف شرع میں اذان کہتے ہیں نماز کے وقت کی خبر دینے کے ساتھ خاص لفظوں کے اور قرطبی وغیرہ نے کہا کہ اذان سے عقائد کے کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں اس لیے کہ اذان کا پہلا لفظ یہ ہے کہ اللہ بڑا ہے سو اس سے اللہ کا وجود ثابت ہوا اور اس کا کمال اور دوسرا لفظ اس کا یہ ہے کہ نہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے سو اس سے اللہ کی توحید ثابت ہوئی اور اللہ نرالا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور تیسرا لفظ اس کا یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں سو اس سے حضرت ﷺ کی نبوت اور رسالت ثابت ہوئی یعنی حضرت ﷺ بے شک پیغمبر ہیں۔ اور چوتھا کلمہ یہ ہے کہ آؤ طرف نماز کی سو اس سے ثابت ہوا کہ نماز فرض ہے اور یہ بلانا ہے طرف نماز کی اور اقرار رسالت کی بعد اس کے اس واسطے ذکر کیا کہ یہ رسول کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہے اور اس کے سوا اور کسی طریق سے معلوم نہیں ہو سکتی ہے۔ اور پانچواں کلمہ اس کا یہ ہے کہ آؤ طرف نجات کی اور وہ ہمیشہ کا زندہ رہنا ہے اور ابد الآباد تک سو اس سے آخرت اور حشر ونشر ثابت ہوا اور اذان دینے سے دخول وقت اور جماعت کی طرف بلانا ثابت ہوتا ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ اذان افضل ہے یا امامت افضل ہے سو اگر امامت کے حقوق کو ادا کر سکے تو امامت افضل ہے ورنہ اذان افضل ہے۔

بَابُ بَدْءِ الْأَذَانِ.

اذان کے شروع ہونے کا بیان یعنی اسلام میں ابتدا اذان کی کس طور سے ہوئی اور کب ہوئی؟۔

وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ﴾ وَقَوْلُهُ ﴿إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ﴾.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب پکارتے ہو تم کافروں کو طرف نماز کی تو پکڑتے ہیں اس کو ٹھٹھا اور کھیل اور یہ حال ان کا بسبب اس کے ہے کہ وہ ایک قوم ہیں کہ نہیں سمجھتے یعنی حق کو باطل سے تمیز نہیں کر سکتے اور اللہ نے فرمایا کہ جب اذان کہی جاتی ہے واسطے نماز کے دن جمعہ کے۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی ان دونوں آیتوں کے لانے سے یہ ہے کہ اذان کا ثبوت ان دونوں سے نکلتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اذان کا مشروع ہونا صرف حدیثوں سے ثابت نہیں ہے بلکہ قرآن سے بھی ثابت ہے اور

ان آیتوں میں اذان کا مجمل ذکر ہے اور جن حدیثوں میں اذان کے کلمات مذکور ہیں وہ حدیثیں ان آیتوں کی تفسیر ہیں اور یہ بھی ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ ابتدا اذان کی مدینہ میں ہوئی اس لیے کہ یہ آیتیں مدینے میں نازل ہوئی ہیں اور ابتدا جمعہ کی بھی مدینہ میں ہوئی ہے۔

٥٦٨ ۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّآءُ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَّشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُّوْتِرَ الْإِقَامَةَ.

٥٦٨۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم نے (نماز کی خبر دینے کے واسطے) آگ اور ناقوس کو ذکر کیا اور یہود اور نصاریٰ کو ذکر کیا سو بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ اذان کے کلمے دو دو بار کہے اور اقامت کے کلمے ایک ایک بار کہے۔

فائدہ: نماز کی اذان ہجری کے پہلے سال میں شروع ہوئی اور اصل کیفیت اس کی اس طور سے ہے کہ اسلام میں پہلے اذان نہیں تھی نماز کے وقت لوگ اندازہ کر کے آجاتے تھے سو جب اصحاب بہت ہو گئے اور سب کو خبر دینی مشکل ہوئی تو سب اصحاب نے مل کر یہ مشورہ کیا کہ نماز کے وقت کی اطلاع دینے کے واسطے کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیے جس سے نماز کے وقت کے سب آدمیوں کو اطلاع ہو جایا کرے سو بعضوں نے تو یہ کہا کہ نماز کے وقت آگ جلایا کرو اس سے سب آدمیوں کو اطلاع ہو جایا کرے گی اور بعضوں نے کہا کہ ناقوس بناؤ کہ نماز کے وقت اس کی آواز سے لوگ آجایا کریں گے اور بعضوں نے کہا کہ نصاریٰ کی طرح سینگھ لاؤ کہ نماز کے وقت اس میں پھونک مارا کرو اور بعضوں نے کچھ اور مشورہ دیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ جلانا تو مجوس کا کام ہے یعنی وہ نماز کے وقت آگ روشن کرتے ہیں اور ناقوس نصاریٰ کا کام ہے وہ نماز کے وقت اس کو بجاتے ہیں اور سینگھ میں پھونکنا یہود کا کام ہے پس ان گروہ کے ساتھ مشابہت پیدا کرنی مکروہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ کوئی نشان کھڑا کرنا چاہیے کہ اُس کو دیکھ کر ایک دوسرے کو خبر کر دیا کریں گے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی پسند نہ آیا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کسی آدمی کو مقرر کیا جائے کہ نماز کے وقت لوگوں کو اطلاع دے دیا کرے اور کسی نے کوئی اور تدبیر کرنی بتلائی پھر لوگ چلے گئے سو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اس امر کا بہت فکر رہا سو رات کو خواب میں اس نے اذان دیکھی یعنی کسی فرشتہ نے اس کو خواب میں سب اذان سکھلائی کہ اس طرح نماز کے وقت کہا کرو سو اس نے فجر کو آکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے وہ خواب بیان کی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ تو یہ اذان بلال رضی اللہ عنہ کو سکھلا دے کہ اس کی آواز بہت بلند ہے نماز کے وقت وہی اذان دیا کرے گا سو جب بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھر سے دوڑے آئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں نے بھی خواب میں ویسا ہی دیکھا ہے جیسے کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے دیکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا خواب دیکھنا بعد مشورہ کے واقع ہوا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کا قول اس سے پہلے واقع ہوا ہے پس اس

سے سب حدیثوں میں تطبیق ہوگئی اور معلوم ہو گیا کہ ابتدا اذان کی خواب کے ذریعہ سے ہوئی ہے پھر اسی کے موافق وحی کی گئی اور دوسرے لوگوں کو اذان خواب میں نظر آئی اور خود حضرت ﷺ کو نہ آئی تو اس میں یہ حکمت ہے کہ اس سے حضرت ﷺ کی شان کی بلندی معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ جب غیر کی زبان پر ہو تو اُس سے حضرت ﷺ کے مرتبہ کی بلندی اور آپ کی شان کی عظمت ثابت ہوتی ہے لیکن شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ اذان کا شروع ہونا وحی کے ذریعہ سے ہوا ہے جیسے کہ ابو داؤد اور عبدالرزاق نے مراسیل میں روایت کیا ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ کو آ کر اذان کی خبر دی تو آپ نے فرمایا تجھ سے پہلے وحی کے ذریعہ سے مجھ کو اذان معلوم ہو چکی ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی خواب دیکھنے سے پہلے وحی حضرت ﷺ کے پاس آ چکی تھی یا احتمال ہے کہ وحی کا آنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی عرض سے بعد ہو اور عمر رضی اللہ عنہ کی عرض کرنے سے پہلے ہو اور اس حدیث سے یہ سوال بھی دفع ہو گیا کہ پیغمبروں کے سوا اور کسی کی خواب سے حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا پس اصحاب کی خواب دیکھنے سے اذان کا جائز ہونا ثابت نہیں ہوگا اس لیے کہ جواب اس کا یہ ہے کہ اذان محض اُن کی خواب سے ثابت نہیں بلکہ اس کے ساتھ وحی بھی شامل ہے، واللہ اعلم۔

٥٦٩ ـ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلَاةَ لَيْسَ يُنَادٰى لَهَا فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ بُوْقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ أَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا يُنَادِيْ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلَاةِ.

٥٦٩۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینے میں آئے تو جمع ہوتے تھے اور نماز کے وقت کا اندازہ کر لیا کرتے تھے نماز کے لیے اُن کو کوئی نہیں پکارتا تھا سو ایک دن انہوں نے اس باب میں مشورہ کیا سو بعضوں نے کہا کہ نصاریٰ کی طرح ناقوس بناؤ اور بعضوں نے کہا یہودیوں کی طرح سینگھ پکڑو اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیوں نہیں بھیجتے ہو تم کسی مرد کو کہ لوگوں کو خبر نماز کی دے سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہا اے بلال! اٹھ اور لوگوں کو خبر دے نماز کی۔

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مشورہ دینا خواب دیکھنے سے پہلے تھا اور یہ حضرت ﷺ کا بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم کرنا بھی عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی خواب سے دیکھنے سے پہلے تھا یعنی یوں ہی کسی مکان بلند پر کھڑا ہو کر آواز کر دے کہ اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ یعنی نماز تیار ہے سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان بعد ہجرت کے شروع ہوئی ہے اس لیے کہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مطلق نفی کر دی ہے کہ پہلے اس سے کسی قسم کی اذان نہیں تھی اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا اذان کی مکہ میں ہوئی ہے مگر وہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں اور اذان میں اختلاف ہے کہ آیا واجب ہے یا سنت یا مستحب جمہور علماء کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اور امام اوزاعی اور داؤد اور ابن منذر اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ واجب ہے اور بعضوں نے کہا کہ فرض کفایہ ہے لیکن وجوب کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تقریر پر ہمیشگی کی ہے اور آپ کا اذان کو چھوڑ دینا ثابت نہیں ہوا اور نہ آپ نے کبھی چھوڑنے کا حکم فرمایا اور نہ اس کے چھوڑنے کی رخصت دی پس معلوم ہوا کہ واجب ہونا اس کا راجح ہے ورنہ اس کے سنت مؤکدہ ہونے میں تو کچھ بھی کلام نہیں لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے بوجہ اس اختلاف کے اس پر کوئی حکم نہ لگایا صرف اس کا جواز ثابت کر دیا تا کہ کوئی اعتراض نہ کرے۔

فائدہ ثانیہ: بہت لوگ سوال کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خود بھی اپنی زبان مبارک سے اذان کہی ہے یا نہیں سو امام ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار سفر میں اپنی زبان مبارک سے اذان کہی ہے لیکن یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے اور نیز آپ کے اذان کہنے کا یہ معنی ہے کہ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے کا حکم فرمایا نہ یہ کہ خود آپ نے اذان کہی پس معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی زبان سے اذان نہیں کہی ہے اور یہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اٹھ اور لوگوں کو خبر دے نماز کی سو اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کے لیے کھڑا ہونا سنت ہے اور اس پر اتفاق ہے سب علمائے اسلام کا لیکن حنفیہ وغیرہ کے نزدیک بیٹھ کر اذان کہنی بھی جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جائز نہیں لیکن قیام کے سنت ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور اس حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بڑے کام میں مشورہ کرنا جائز ہے اور یہ کہ جو جو کسی کے قیاس میں آئے اس کو سب کے سامنے پیش کرنا جائز ہے اس میں کچھ حرج نہیں اور نیز اس سے فضیلت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ثابت ہوتی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے کے موافق بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ لوگوں کو خبر دے نماز کی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر کو احکام میں اجتہاد کرنا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیٹھ کر اذان دینی جائز نہیں ہے اور یہی مذہب ہے تمام علماء کا مگر ابو ثور کہتے ہیں کہ جائز ہے لیکن یہ قول اس کا ضعیف ہے کما قالہ النووی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ معانی مستنبطہ سے احکام طلب کرنے جائز ہیں۔

بَابُ الْأَذَانِ مَثْنٰى مَثْنٰى.

اذان کے کلمے دو دو بار کہنے کا بیان۔

۵۷۰ ۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أُمِرَ

۵۷۰۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ اذان کے کلمے دو دو بار کہے اور اقامت کے کلمے ایک ایک بار کہے مگر اقامت کو یعنی قد قامت الصلوۃ کو دو بار کہے۔

بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ

اِلَّا الْاِقَامَةَ.

فائدہ: مراد اذان سے اس حدیث میں کل اذان نہیں بلکہ اس کے اکثر کلمے مراد ہیں یعنی اکثر کلمے اذان کے دو دو بار کہے جائیں اس لیے کہ اذان کے اول میں تکبیر چار بار کہی جاتی ہے اور آخر میں کلمہ توحید کا ایک بار کہا جاتا ہے جیسا کہ اور حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ جب کوئی اذان دینے لگے تو چاہیے کہ اول اور اخیر کی تکبروں کے سوا اور سب کلمے اذان کے دو دو بار کہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق اور بہت صحابہ اور تابعین کا اور حنفیہ کے نزدیک اذان اور اقامت دونوں کے اول میں تکبیر چار بار کہی جائے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دو بار کہے لیکن اس پر سب علماء کا اتفاق ہے کہ اذان اور اقامت کے آخر میں کلمہ توحید کا فقط ایک بار کہے اور لفظ شفع کا جو اس حدیث میں آیا ہے تو وہ دو بار پر بھی بولا جاتا ہے اور چار بار پر بھی بولا جاتا ہے پس یہ حدیث اول میں چار بار تکبیر کہنے کے مخالف نہیں علاوہ اس کے تکبیر دو دو بار کہنا گو صورت میں تثنیہ ہے لیکن حکم میں مفرد کے ہے اسی واسطے مستحب ہے کہ دو تکبیروں کو ایک دم میں کہا جائے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اذان کے اول میں فقط دو بار تکبیر کہی جائے لیکن دوسری حدیث میں صاف آچکا ہے کہ اذان کے انیس کلمے ہیں ترجیع کے ساتھ اور اقامت کے گیارہ کلمے ہیں اور ترجیع اس کو کہتے ہیں کہ اذان میں شہادتین کو پہلے دو بار آہستہ آواز سے کہے پھر دوسری بار ان کو دو دو بار بلند آواز سے کہے اور یہی ہے مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اذان میں ترجیع جائز نہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ واسطے تعلیم کے تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر تعلیم کی غرض تھی تو پھر آپ نے فقط شہادتین پر اکتفا کیوں فرمایا دوسرے سب کلمات کو چار چار مرتبہ کیوں نہ دوہرایا اور مفصل جواب اس کا ظفر المبین جدید حصہ دوم میں مذکور ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جمہور کی دلیل یہ حدیث صحیح ہے یعنی حدیث ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی اور زیادتی مقدم ہے باوجودیکہ حدیث ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی متاخر ہے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس لیے کہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ۸ھ ہجری کی ہے اور حدیث عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ابتدا زمانے کی ہے اور ضم ہوا ہے ساتھ اس کے عمل مکے اور مدینے والوں کا اور تمام شہروں کا، انتہی۔

اور اگر کوئی سوال کرے کہ اقامت کے اول آخر میں تکبیر دو دو بار کہی جاتی ہے حالانکہ اس حدیث میں آیا ہے کہ قد قامت کے سوا اور سب کلمے ایک ایک بار کہے جائیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ وہ تکبیر بہ نسبت اذان کے مفرد ہے اس لیے کہ اذان کے اول میں تکبیر چار بار کہی جاتی ہے اسی واسطے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اذان کی اول چار تکبیروں کو دو دم میں کہنا مستحب ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے آخر میں دو تکبیروں کو دو دم میں کہا جائے لیکن ظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر بھی ایک ایک بار کہی جائے، واللہ اعلم۔

۵۷۱ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ قَالَ ذَكَرُوْا أَنْ يَّعْلَمُوْا وَقْتَ الصَّلَاةِ بِشَيْءٍ يَعْرِفُوْنَهُ فَذَكَرُوْا أَنْ يُّوْرُوْا نَارًا أَوْ يَضْرِبُوْا نَاقُوْسًا فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَّشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُّوْتِرَ الْإِقَامَةَ.

۵۷۱۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مسلمان لوگ بہت ہو گئے یعنی نمازیوں کی کثرت ہو گئی تو انہوں نے ذکر کیا یعنی مشورہ کیا کہ وقت نماز کے لیے کسی چیز سے نشانی مقرر کریں جس سے لوگ نماز کا وقت پہچان لیا کریں سو بعضوں نے آگ جلانا کہا اور بعضوں نے ناقوس بجانا کہا سو اسی حالت میں عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب میں اذان نظر آئی اور اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کی سو بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ اذان کے کلمے دو دو بار کہے اور اقامت کے کلمے ایک ایک بار کہے یعنی جب کوئی اذان کہنے لگے تو اذان کے کلموں کو دو دو بار کہے اور اقامت کو ایک ایک بار۔

فائدہ: بعض نے دلیل پکڑی ہے اس حدیث سے کہ لفظ قد قامت الصلوۃ کا بھی ایک ہی بار کہا جائے لیکن پہلی حدیث جو ابھی گزر چکی ہے وہ حجت ہے ان بعض پر اور اگر وہ شخص کہے کہ اہل مدینے کا عمل ایک بار پر ہے تو ہم کہیں گے کہ اہل مکہ کا عمل دو بار پر ہے اور مع ہذا ان کے ساتھ صحیح حدیث بھی موجود ہے پھر اہل مدینہ کے عمل سے استدلال کرنا کس طرح صحیح ہوگا اور ناقوس کہتے ہیں ایک لکڑی کو کہ اُس پر دوسری لکڑی کو مارتے ہیں تو اس سے ایک آواز نکلتا ہے اور یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے اور مطابقت ان حدیثوں کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ الْإِقَامَةِ وَاحِدَةٌ إِلَّا قَوْلَهُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ.

اقامت کے کلمے ایک ایک بار کہے جائیں مگر لفظ قد قامت الصلوۃ کو دو بار کہنا چاہیے۔

فائدہ: حدیث میں لفظ وتر کا آیا ہے اور اس باب میں لفظ واحدۃ کا آیا ہے مگر معنی دونوں کا ایک ہی ہے لیکن لفظ وتر کا صرف ایک باری کے لیے خاص نہیں بلکہ کبھی صرف ایک ہی پر بولا جاتا ہے اور لفظ واحدۃ کا صرف ایک ہی باری کے لیے خاص ہے اور کسی معنی کے لیے بولا نہیں جاتا ہے۔

۵۷۲ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَّشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُّوْتِرَ الْإِقَامَةَ قَالَ إِسْمَاعِيْلُ فَذَكَرْتُ لِأَيُّوْبَ فَقَالَ إِلَّا الْإِقَامَةَ.

۵۷۲۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ اذان کے کلموں کو دو دو بار کہے اور اقامت کے کلمے ایک ایک بار کہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اقامت میں اول اور آخر کی تکبیروں کے اور لفظ قد قامت الصلوۃ کے سوا اور سب کلمے ایک ایک بار کہے جائیں اور یہی مذہب ہے اکثر اہل علم کا صحابہ اور تابعین وغیرہ سے اور یہی مذہب ہے امام مالک رحمہ اللہ اور زہری اور اوزاعی کا اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ مذہب امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا یہ ہے کہ اقامت نماز کے گیارہ کلمے ہیں انتہی اور امام ابوحنیفہ اور ثوری کہتے ہیں کہ اقامت مثل اذان کے ہے اور حنفی بھی یہی کہتے ہیں کہ اذان کے کلمے اور اقامت کے کلمے برابر ہیں سو یہ حدیث صریح ہے ان کے رد میں اور بعض حنفی یہ جواب دیتے ہیں کہ اقامت ایک ایک بار کہنا پہلے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا ساتھ حدیث ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے جو اصحاب سنن نے روایت کی ہے اس لیے کہ اس میں اقامت کا دو بار کہنا آ گیا ہے اور وہ متاخر ہے اس حدیث انس سے پس وہ اس کی ناسخ ہو جائے گی سو جواب اس کا یہ ہے کہ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بعض طریقوں میں اقامت کے چار بار کہنے کا اور ترجیع کا ذکر بھی آ گیا ہے پس حنفیہ پر لازم آئے گا کہ اس کو بھی قبول کریں حالانکہ یہ بات اُن کے مذہب کے بالکل مخالف ہے اور امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ جو شخص اس کے نسخ کا دعویٰ کرے وہ دعویٰ اس کا غلط ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ فتح مکہ کے بعد مدینے کی طرف پلٹ گئے اور وہاں بھی بلال رضی اللہ عنہ کو اسی پر قائم رکھا کہ اقامت کو ایک ایک بار کہا کرے اور سعد قرظ کو بھی آپ نے اسی طرح سکھلایا سو بعد آپ کے اس نے اسی طرح اذان کہی اور ابن عبدالبر نے کہا کہ امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق اور داؤد اور ابن جریر کا یہ مذہب ہے کہ یہ سب اختلاف مباح ہے یعنی اگر اذان کے اول میں چار بار تکبیر کہے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر دو بار تکبیر کہے تو یہ بھی جائز ہے اسی طرح اگر اذان میں ترجیع کرے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر ترجیع نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے اسی طرح اگر اقامت کے سب کلمے دو دو بار کہے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر سب کلمے ایک ایک بار کہے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر سب اقامت کو ایک ایک بار کہے اور لفظ قد قامت الصلوۃ کو دو بار کہے تو یہ بھی جائز ہے ان میں کسی طریقہ میں گناہ نہیں ہے سب طرح سے جائز ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ یہی بات قریب صواب کے ہے کہ سب طریقے جائز ہیں جس پر عمل کرے درست ہے کسی میں گناہ نہیں اس لیے کہ حدیثیں ان سب وجوہات کا احتمال رکھتی ہیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر اذان میں ترجیع کرے تو اقامت کو دو دو بار کہے ورنہ ایک ایک بار کہے مگر سلف سے اس کا کوئی قائل نہیں ہے اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ مراد وتر سے جو اس حدیث میں آیا ہے ایک بار کہنا نہیں بلکہ مراد اس سے جلدی کہنا ہے یعنی اقامت کو جلدی کہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ تاویل ایسی کچی ہے اور ایسی باطل ہے کہ جس کو ذرا سا بھی عقل ہو اس کے باطل ہونے میں کچھ شک نہیں کر سکتا ہے۔ اول اس وجہ سے کہ اس حدیث میں استثنیٰ آ چکا ہے کہ لفظ قد قامت الصلوۃ کو دو بار کہے پس اس سے لازم آئے گا کہ اس سے بھی دو بار مراد نہ ہو بلکہ مراد یہ ہوگی کہ اس کو سرعت سے نہ کہے دیر سے کہے۔ دوم

اس وجہ سے کہ وتر کا لفظ اس حدیث میں شفع کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے تو اندریں صورت لازم آئے گا کہ شفع کا معنی یہ کیا جائے کہ اذان کو بلند آواز اور سرعت سے کہے نہ یہ کہ دو دو بار کہے پس اذان کا دو دو بار کہنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوگا۔ سوم یہ کہ دوسری حدیث ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے ایک طریق میں صریح آچکا ہے کہ ترجیع کے ساتھ اذان کے انیس کلمے ہیں اور اقامت کے گیارہ کلمے ہیں تو اب اس حدیث میں یہ تاویل کیسے چل سکے گی بینوا توجروا۔ اور ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو اقامت کے سترہ کلمے آئے ہیں تو اس سے ایک بار اقامت کہنے کی ممانعت نہیں نکلتی ہے اس لیے کہ ممکن ہے کہ دونوں طرح سے جائز ہو اور نیز اگر اس سے افراد اقامت کی ممانعت نکالی جائے تو ترجیع واجب ہو جائے گی اور بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کی اذان جو سترہ کلمے کہتے ہیں بالکل ممنوع ہو جائے گی اس لیے کہ بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کہ حدیث میں تثنیہ اذان کا بیان ہے اور افراد اقامت کے ساتھ مذکور ہے اور دونوں کا حکم ایک سلسلے میں مذکور ہے پس اگر ممانعت ہوگی تو دونوں کی ہوگی نہ ایک کی اور تطبیق صرف اس تاویل پر موقوف نہیں ہے بلکہ اس طور سے بھی ممکن ہے کہ سب طریقوں کو جائز رکھا جائے جیسے کہ ابھی گزر چکا ہے اور باقی حدیثیں جو حنفیہ اس باب میں پیش کرتے ہیں اول تو ان کا صحیح ہونا مسلم نہیں ہے اور بفرض تسلیم یہ ہے تطبیق دی جائے گی کہ سب طرح سے جائز ہے جو کوئی کرے درست ہے پس ایک کو جائز رکھنا اور دوسرے کو ناجائز بتلانا بالکل جائز نہیں ہے ورنہ ایک ایک بار کہنے کی حدیثوں سے دو دو بار کہنا بالکل باطل ہو جائے گا فما ھو جوابکم فھو جوابنا، واللہ اعلم

اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اقامت مثل اذان کے تھی پھر سلاطین بنی امیہ نے اس کو جلدی کے لیے ایک ایک کر دیا لیکن یہ حدیثیں صریح اس کے رد میں اس لیے کہ ان میں صریح موجود ہے کہ خاص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو ایک ایک بار تکبیر کہنے کا حکم فرمایا پس اس کو بنی امیہ کا ایجاد سمجھنا محض خیال فاسد ہے اور نیز جلدی کے واسطے انہوں نے اذان کو مفرد کیوں نہ کیا اور اگر کوئی کہے کہ اذان دو دو بار اور اقامت ایک ایک بار کہنے کی کیا حکمت ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ حکمت اس میں یہ ہے کہ اذان دور رہنے والوں کو پکارنے کے لیے ہے پس اس کو دو دو بار کہنا چاہیے کہ اُن کو آواز پہنچ جائے اور اقامت حاضر لوگوں کے واسطے ہے اس لیے اس میں تکرار کی کوئی حاجت نہیں اسی واسطے مستحب ہے کہ اذان بلند مکان پر دی جائے نہ اقامت اور یہ کہ اذان میں آواز بلند ہے نہ اقامت میں اور یہ کہ اذان ٹھہر ٹھہر کر کہنی چاہیے اور اقامت جلدی کہی جائے اور اذان میں ترجیع کرنے کی حکمت بھی یہی ہے مگر اس میں شہادتین کو چار چار بار کہنا اس واسطے ہے کہ اذان میں یہ کلمے بڑی عظمت والے ہیں واللہ اعلم اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ فَضْلِ التَّأْذِيْنِ. اذان دینے کے ثواب کا بیان۔

۵۷۳ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ

۵۷۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ فَإِذَا قَضَى النِّدَآءَ أَقْبَلَ حَتّٰى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ حَتّٰى إِذَا قَضَى التَّثْوِيبَ أَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ يَقُولُ اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى.

فرمایا کہ جب کوئی نماز کے لیے اذان دیتا ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے گوز مارتا ہوا یہاں تک کہ اذان کی آواز کو نہیں سنتا سو جب اذان تمام ہو جاتی ہے تو پھر سامنے آ جاتا ہے یہاں تک کہ جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ دے کر بھاگتا ہے یہاں تک کہ جب تکبیر تمام ہو جاتی ہے تو پھر سامنے آ جاتا ہے تاکہ آدمی کی اور اس کی ذات کے درمیان وسوسہ ڈالے یعنی اس کے دل میں یا یہ کہ نمازی کے اور اس کے حضور کے درمیان واقع ہوتا ہے اور اس کو حضور سے روکتا ہے اور کہتا ہے کہ یاد کر فلانی بات کو یاد کر فلانے کام کو ہر چیز کہ نہ تھا وہ کہ یاد کرے اس کو یہاں تک کہ آدمی کا ایسا حال ہو جاتا ہے کہ نہیں جانتا کہ کتنی رکعتیں نماز پڑھی ہے۔

فائدہ: مراد شیطان سے یہاں ابلیس ہے جیسے کہ اکثر شارحین کہتے ہیں اور احتمال ہے کہ شیطان سے مراد سرکش جن ہوں جنوں سے خواہ آدمیوں سے لیکن مراد اس جگہ خاص شیطان جن کا ہے اور اس کا گوز مارنا ظاہرًا تو عمدًا معلوم ہوتا ہے یعنی وہ شیطان جان کر گوز مارتا ہے تاکہ اس کی آواز سے اذان کی آواز نہ سنی جائے یا اس کی اہانت کے واسطے مارتا ہے جیسے بیوقوف لوگ کرتے ہیں یا یہ کہ اس کو اذان سے ایسا سخت خوف پیدا ہوتا ہے کہ اس سے ڈر کے مارے اُس کا گوز نکل جاتا ہے یا یہ کہ جان کر کرتا ہے تاکہ طہارت کا پلیدی سے مقابلہ کرے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کو بلند آواز سے کہنا مستحب ہے اس واسطے کہ شیطان بہت دور بھاگ جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اذان اور تکبیر کے درمیان میں فاصلہ کرنا جائز ہے اور بعض کہتے ہیں اول وقت کی فضیلت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ اول تکبیر کا اول وقت کے ساتھ متصل ہو جائے اور مراد تھویب سے اس حدیث میں اقامت ہے اور یہ جو فرمایا کہ جو چیز اس کو یاد نہیں ہوتی شیطان نماز میں اس کو یاد کرا دیتا ہے تو اس سے ظاہرًا معلوم ہوتا ہے کہ مراد ہر کام ہے دنیا کا کام ہو خواہ دین کا کام ہو جیسے علم وغیرہ اور خواہ پہلے وہ کام کیا ہو یا نہ کیا ہو ہر قسم کا کام اس کو نماز میں یاد کرا دیتا ہے چنانچہ ذکر ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ میں نے ایک جگہ کچھ خزانہ دفن کیا تھا لیکن اب وہ مکان مجھے معلوم نہیں رہا تو امام صاحب نے فرمایا کہ تو نماز پڑھ اور اس بات کی بہت کوشش کر کہ دنیا کے کام کا خیال دل میں نہ آئے سو اس نے نماز پڑھی تو اس کو نماز میں وہ جگہ خزانہ دفن کرنے کی معلوم ہوگئی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کہنے کا بڑا ثواب ہے اس لیے کہ اس سے شیطان بھاگ جاتا ہے بخلاف نماز اور تلاوت قرآن وغیرہ کے کہ

اس سے نہیں بھاگتا اور بعض نے کہا کہ اذان کے کہنے میں کوئی ریا وغیرہ نہیں پایا جاتا بخلاف نماز کے کہ اس میں وسوسہ کے دروازے کھل جاتے ہیں اور بعض نے کہا کہ اذان کہنے سے شیطان کا مقصود باطل ہو جاتا ہے یعنی وہ چاہتا ہے کہ جماعت سے روکے اور اس کو نماز کا وقت قضا کرا دے یا اول وقت کی فضیلت سے باز رکھے اور یہ سب وسوسے اس کے اذان سے باطل ہو جاتے ہیں اس لیے بھاگتا ہے سو معلوم ہوا کہ اذان کہنے کی فضیلت بڑی ہے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالنِّدَآءِ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ أَذِّنْ أَذَانًا سَمْحًا وَإِلَّا فَاعْتَزِلْنَا.

اذان کو بلند آواز سے کہنے کا بیان اور عمر بن عبدالعزیز نے مؤذن کو کہا کہ صاف اور سیدھی آواز سے اذان دیا کر یعنی اس میں نغمہ اور سرور نہ کیا کرے جیسے گانے والے اپنی آواز کو راگ سے بہت لمبا کرتے ہیں ورنہ ہم سے کنارے ہو جا یعنی اذان دینا چھوڑ دے تو اس منصب کے لائق نہیں ہے۔

فائدہ: عمر بن عبدالعزیز مدینے پر حاکم تھا سو مؤذن نے اذان کہی اور اس میں راگ کے ساتھ آواز نکالی تب عمر نے اس کو منع کیا غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس اثر سے یہ ہے کہ اذان بلند آواز سے اسی وقت مستحب ہے جب کہ اس میں راگ اور سرور نہ ہو اور عمر بن عبدالعزیز نے اس کو صرف راگ کرنے سے منع کیا تھا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سے۔

٥٧٤ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ صَعْصَعَةَ الْأَنْصَارِيِّ ثُمَّ الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَهُ إِنِّيْ أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَإِذَا كُنْتَ فِيْ غَنَمِكَ أَوْ بَادِيَتِكَ فَأَذَّنْتَ بِالصَّلَاةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَآءِ فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا إِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ

٥٧٤۔ عبداللہ بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ میں تجھ کو دیکھتا ہوں کہ تو جنگل اور بکریوں کو بہت دوست رکھتا ہے یعنی تو اکثر جنگل میں ہی رہتا ہے اور بکریوں کو چرایا کرتا ہے سو جب تو جنگل میں رہا کرے اور نماز کے لیے اذان کہے تو اذان کو بلند آواز سے کہا کر اس لیے کہ جہاں تک کہ مؤذن کی آواز پہنچتی ہے وہاں تک جو جن اور آدمی اور کوئی چیز اس کو سنے گا وہ اذان دینے والے کے واسطے قیامت میں گواہی دے گا اور پھر ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اس حدیث کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

فائدہ: یعنی جن اور آدمی اور حیوان اور درخت اور پہاڑ اور فرشتے اور زمین وغیرہ جو اس کی آواز کو سنے گا قیامت میں اس کے ایمان کی گواہی دے گا اور اس بات کی کہ وہ لوگوں کو نماز کے لیے بلایا کرتا تھا پس معلوم ہوا کہ اذان کو بلند آواز سے کہنے کا بڑا ثواب ہے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ شہادت دینا درخت اور پہاڑوں وغیرہ کا حقیقت پر محمول ہے یعنی وہ چیزیں قیامت میں کلام کریں گی جیسے کہ آدمی کلام کرتا ہے اور یہ بات ممکن ہے جیسے کہ حدیث آگ میں گزر چکا ہے کہ اس نے اللہ کے نزدیک شکوہ کیا اور آگے آئے گا کہ ایک گائے نے حضرت ﷺ سے کلام کی اور صحیح مسلم میں ہے کہ ایک پتھر آپ ﷺ کو سلام کہا کرتا تھا ایسے ہی یہ بھی ممکن ہے کہ یہ شہادت اُن کی حقیقی کلام سے ہو اور اللہ تعالیٰ ان میں حیاتی پیدا کر دے پس اس بات کا انکار کرنا جائز نہیں ہے اور اس سے انکار کرنا محض عقل اور ہوائے نفس کی پیروی ہے ۔

فلسفی منکر شواد فکرِ وظن ۔۔۔ گو سر خود را رین دیوار زن
فلسفی کویدز معقولات دون بد عقل ۔۔۔ از دہلیز مے ماند برون
نطق آبِ ونطق خاک ونطق گل ۔۔۔ ہست محویں حواس اہل دل

اور حکمت اس گواہی میں یہ ہے کہ قیامت کے دن حساب کتاب اور گواہی اور دعویٰ اور سوال جواب سب دنیا کے طریق پر ہوگا پس اس گواہی سے اس کا فیصلہ کیا جائے گا اور بعض نے کہا کہ گواہی اس واسطے ہے کہ اس کی بزرگی اور تعظیم سب لوگوں پر ظاہر ہو جائے جیسے کہ گواہی سے بعض لوگوں کی خلقت میں رسوائی ہوگی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر صرف اکیلا ہی آدمی ہو دوسرا جماعت والا کوئی نہ ہو تو اس کے واسطے بھی اذان کہنی مستحب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جنگل اور بکریوں کو دوست رکھنا خاص کر فتنے کے وقت سلف صالح کے عملوں سے ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جنگل میں گھر بنا کر رہنا اور اس کے ساتھ ملاپ رکھنا جائز ہے بشرطیکہ کچھ علم ہو اور ظلم سے امن ہو۔

بَابُ مَا يُحْقَنُ بِالْأَذَانِ مِنَ الدِّمَآءِ.

اذان کا دینا خون گرنے سے منع کرتا ہے یعنی جس جگہ اذان ملے وہاں کے لوگوں کو قتل کرنا منع ہے اس واسطے کہ اذان اسلام کا شعار ہے یہاں تک کہ علماء کہتے ہیں کہ اگر کسی شہر کے سب لوگ متفق ہو کر اذان کو ترک کر دیں تو حاکم مسلمان کو جائز ہے کہ ان کے ساتھ لڑائی کر کے ان کو قتل کر ڈالے۔

۵۷۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا

۵۷۵۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ ہمارے

إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَمْ يَكُنْ يَغْزُوْ بِنَا حَتَّى يُصْبِحَ وَيَنْظُرَ فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ عَلَيْهِمْ قَالَ فَخَرَجْنَا إِلٰى خَيْبَرَ فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ لَيْلًا فَلَمَّا أَصْبَحَ وَلَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا رَكِبَ وَرَكِبْتُ خَلْفَ أَبِيْ طَلْحَةَ وَإِنَّ قَدَمِيْ لَتَمَسُّ قَدَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَخَرَجُوْا إِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيهِمْ فَلَمَّا رَأَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّاللهِ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ قَالَ فَلَمَّا رَاٰهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ ﴿إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾.

ساتھ جہاد میں جاتے یعنی کافروں سے لڑنے کو تو نہ لڑائی کرتے یہاں تک کہ صبح کرتے اور انتظار کرتے یعنی رات کو ان کے قریب آ کر ٹھہرے رہتے اور صبح کو انتظار کرتے کہ یہاں اذان ملتی ہے یا نہیں سو اگر حضرت ﷺ وہاں سے اذان سن لیتے تو ان کی لڑائی سے باز رہتے اور لشکر کو روک دیتے اس لیے کہ اذان سے معلوم ہو جاتا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں کافر نہیں اور اگر وہاں سے اذان نہ سنتے تو اُن پر لوٹ کرتے یعنی دھاوا کر کے اُن پر جا پڑتے اور اُن کو جا کر لوٹ لیتے انس رضی اللہ عنہ نے کہا سو ہم قلعہ خیبر (کہ اس میں یہودی رہتے تھے اور حضرت ﷺ سے بہت دشمنی رکھتے تھے) کی طرف نکلے اور چلے سو ہم رات کو ان کے نزدیک جا پہنچے سو جب صبح کے وقت حضرت نے اذان نہ سنی تو آپ سوار ہوئے اور میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سوار ہوا اور بیشک میرا پاؤں حضرت ﷺ کے پاؤں سے چھوتا تھا یعنی ہم حضرت ﷺ کے بہت قریب قریب جا رہے تھے سو خیبر کے لوگ کدال اور زنبیلیں لے کر ہماری طرف نکلے یعنی ان کو یہ خبر نہیں تھی کہ مسلمان آ پہنچے ہیں بلکہ وہ بے فکر تھے اور حسب عادت روزمرہ کے اپنی کدال اور زنبیلیں لے کر اپنے کاروبار کو چلے تھے سو جب انہوں نے حضرت ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگے قسم اللہ کی محمد اور اس کا لشکر آ پہنچا سو جب حضرت ﷺ نے ان کو دیکھا تو فرمایا اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے خیبر کا قلعہ خراب ہوا یعنی فتح ہو گیا اور آپ نے یہ آیت پڑھی کہ تحقیق جب ہم کسی قوم کے ڈانڈے پر اتریں تو بری ہو جاتی ہے صبح ڈرائے گئے لوگوں کی۔

فائدہ: یہ حدیث دوسرے پارہ میں بھی گزر چکی ہے اور یہ جو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ خیبر کا قلعہ خراب ہوا تو یہ آپ کا فرمانا یا تو وحی کے ذریعہ سے تھا کہ آپ کو وحی نے خبر دی تھی کہ یہ قلعہ فتح ہو جائے گا یا بطریق فال کے آپ نے فرمایا کہ جب ان لوگوں کو کدال لیے ہوئے دیکھا تو اس سے اپنی فال ماری کہ اب قلعہ فتح ہو جائے گا اس لیے کہ

کدال مکان کے ڈھا دینے کا ہتھیار ہے اور یہ آیت بھی آپ نے بطریق فال کے پڑھی اور یہ حدیث آئندہ آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس جگہ میں اذان ملے وہاں کے لوگوں کو قتل کرنا منع ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اذان اسلام کی ایک بڑی بھاری نشانی ہے اس کو چھوڑنا جائز نہیں اور اگر کسی شہر کے لوگ اس کو چھوڑ دیں تو حاکم وقت کو جائز ہے کہ ان سے لڑے اور یہی بات ٹھیک ہے مذہب میں۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا سَمِعَ الْمُنَادِیْ.

جب کوئی اذان سنے تو اس کے جواب میں کیا کہے۔

٥٧٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَآءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ.

٦٧٦ - ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اذان سنا کرو تو کہا کرو جیسے مؤذن کہتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سامع اذان کے سب کلموں میں متابعت کرے اس لیے کہ اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کے سب کلموں میں متابعت کرے اور بعض کہتے ہیں کہ حی علی الصلوۃ وحی علی الفلاح میں متابعت نہ کرے بلکہ اس کے بدلے لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے مگر ظاہر اس کی اس کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کلموں میں مؤذن کی متابعت نہ کرے اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا اور یہ حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ کی عام ہے اور حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ کی جو آگے آتی ہے خاص ہے اور خاص مقدم ہوتا ہے عام پر یعنی جمہور کا مذہب یہ ہے کہ حی علی الصلوۃ و حی علی الفلاح کے بدلے لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے جیسے کہ آئندہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ دونوں طرح جائز ہے کبھی حیعلہ کہے اور کبھی حوقلہ کہہ لے اور بعض نے کہا کہ دونوں کو جمع کر لے اور بعض لوگ کچھ اور بھی کہتے ہیں لیکن صحیح وہی بات ہے جو پہلے گزر چکی ہے اور یہ جو فرمایا کہ جو مؤذن کہے ویسے کہا کرو تو اس سے معلوم ہوا کہ اذان کا جواب دینا اُس شخص پر ہے جو اس کو سنے اور جو اس کو نہ سنے بوجہ دوری کے یا بہرہ ہونے کے تو اس پر جواب اذان کا دینا ضروری نہیں ہے کذا قال النووی اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں سو امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور کے نزدیک واجب نہیں مستحب ہے اور حنفیہ اور اہل ظاہر وغیرہ کے نزدیک واجب ہے پس جب کوئی اذان کہے تو سننے والے کو چاہیے کہ چپ رہے اور سنے بات چیت نہ کرے اور جواب دینے کا یہ طریقہ ہے کہ جب مؤذن کوئی کلمہ کہے تو سننے والا بھی اس کے ساتھ وہ کلمہ کہے اور جب مؤذن کلمہ کہے تو سننے والا بھی اس کے ساتھ

دوسرا کلمہ کہے اسی طرح ہر ہر کلمے کے ساتھ ہر ہر کلمہ کہتا جائے اور حدیث عمر رضی اللہ عنہ کی جو صحیح مسلم میں آئی ہے صریح ہے اس معنی سے کہ ہر کلمے کے ساتھ ہر کلمہ کہتا جائے یہ نہ کرے کہ جب مؤذن کل اذان کہہ چکے تو اس وقت اس کے جواب میں کل اذان یکبارگی کہے اور اگر اذان کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ سب اذان ہو چکی تو اس کا تدارک یہی ہے کہ اس کے بعد تمام اذان کہے بشرطیکہ دیر نہ ہوگئی ہو اور یہ کچھ ضروری نہیں کہ سننے والا بھی مؤذن کی طرح بلند آواز سے کہے بلکہ آہستہ آواز سے کہے اور اگر کوئی نماز میں اذان سنے تو اس کو جواب نہ دے جب نماز سے فارغ ہو تو جواب دے اس طرح اگر جماع میں ہو یا پائخانہ میں ہو تو جب بھی اذان کا جواب نہ دے بعد فراغت کے جواب دے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت میں بھی مؤذن کا جواب دیا جائے مگر لفظ قد قامت الصلوۃ کے بدلے اقامها الله و ادامها کہے۔

۵۷۷ ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ عِيْسَى بْنُ طَلْحَةَ أَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَوْمًا فَقَالَ مِثْلَهٗ إِلٰى قَوْلِهٖ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

۵۷۷۔ عیسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے کہ ایک دن اس نے معاویہ کو سنا کہ مؤذن کی طرح کہتا جاتا تھا اس کلمہ تک واشهد ان محمدا رسول الله۔

فائدہ: شاید بعد کو اس کے پاس نہیں رہا ہوگا اس واسطے باقی اذان نہ سنی ہوگی۔

۵۷۸ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى نَحْوَهٗ قَالَ يَحْيٰى وَحَدَّثَنِيْ بَعْضُ إِخْوَانِنَا أَنَّهٗ قَالَ لَمَّا قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَقَالَ هٰكَذَا سَمِعْنَا نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ.

۵۷۸۔ یحییٰ سے روایت ہے کہ میرے بعض دوستوں نے مجھ کو حدیث سنائی کہ جب مؤذن نے حی علی الصلوة کہا تو معاویہ نے اس کے جواب میں لا حول و لا قوة الا بالله کہا پھر معاویہ نے کہا کہ میں نے تمہارے نبی سے ایسا ہی سنا ہے ایسا ہی فرماتے تھے۔

فائدہ: اور حی علی الفلاح کو ذکر نہیں کیا اس واسطے کہ یہ حدیث مختصر ہے لیکن نسائی اور ابن خزیمہ وغیرہ میں یہ حدیث معاویہ کی مفصل طور سے مذکور ہے اس میں تمام اذان کا جواب موجود ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سامع مؤذن کی متابعت کرے وفیہ المطابقة۔

بَابُ الدُّعَآءِ عِنْدَ النِّدَآءِ.

اذان کے بعد دعا مانگنے کا بیان۔

۵۷۹ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا

۵۷۹۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَآءَ اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

کہ جو شخص جب اذان سنے تو یہ دعا اللھم سے وعدتہ تک پڑھے تو اس کو قیامت میں میری شفاعت پہنچے گی یعنی حضرت ﷺ اس کو بخشائیں گے اور اس دعا کے یہ معنی ہیں کہ اے اللہ! اس پوری پکار اور سدا رہنے والی نماز کے صاحب دے محمد ﷺ کو وسیلہ اور بڑائی پہنچا اس کو سرائے مکان پر جس کا تو نے اس سے وعدہ کیا ہے۔

فائدہ: اور پوری پکار اس واسطے ہے کہ ثواب کی تاثیر میں پوری ہے اور سدا رہنے والی سے مراد یہ ہے کہ قیامت تک اس کا حکم موقوف نہ ہوگا قیامت تک فرض ہے اور وسیلہ سے مراد ایک بہت عمدہ مکان بہشت میں ہے کہ وہ خاص حضرت ﷺ کے واسطے ہے اور مقام محمود سے مراد شفاعت کا رتبہ ہے جب قیامت کی مصیبتوں میں لوگ گرفتار ہوں گے اور سب پیغمبر جواب دیں گے کسی کی شفاعت نہ کرسکیں گے تو اس وقت ہمارے حضرت ﷺ دیر تک اللہ کے سامنے سجدے میں جائیں گے پھر لوگوں کو بخشوائیں گے اس کا نام مقام محمود ہے اور شفاعت کبریٰ بھی اسی کا نام ہے اور بعضوں نے کہا کہ مراد پوری پکار سے وہ کلمے اذان کے ہیں جن میں توحید ہے اور شرک کی نفی ہے یعنی اشھد ان لا الہ الا اللہ اور سدا رہنے والی نماز سے مراد وہ کلمے ہیں جن میں نماز کا ذکر ہے یعنی حیعلہ سو اس دعا میں ہذا کا اشارہ اس اذان کی طرف ہے اور بعض نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ اگر مؤذن کے جواب میں صرف یہی دعا پڑھ لے تو جب بھی کافی ہے اس کی طرح سب اذان کہنی ضروری نہیں ہے لیکن مراد اس سے یہ ہے کہ یہ دعا بعد اذان کے کہے اور جواب اس کا ساتھ ساتھ دیتا جائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد اس دعا کے پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔

بَابُ الْإِسْتِهَامِ فِي الْأَذَانِ.

اذان دینے میں قرعہ ڈالنے کا بیان یعنی اگر کئی آدمی اذان دینے والے ہوں ہر ایک یہ کہے کہ میں ہی اذان دوں اور آپس میں جھگڑا کریں تو ایسی حالت میں قرعہ ڈالنا جائز ہے جس کے نام قرعہ نکلے وہی اذان دے۔

وَيُذْكَرُ أَنَّ أَقْوَامًا اخْتَلَفُوْا فِي الْأَذَانِ فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ.

یعنی روایت ہے کہ کئی آدمیوں نے اذان میں جھگڑا کیا سو سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا۔

فائدہ: عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا یہ ذکر ہے کہ ان کے زمانے میں جب قادسیہ فتح ہوا تو اس وقت وہاں کا مؤذن

شہید ہوگیا تب بہت لوگوں نے چاہا کہ یہ عہدہ اور عمدہ منصب ہم کو ملے تب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا ایک کا نام نکل آیا سو سعد رضی اللہ عنہ نے اس کو مؤذن کیا اور سعد رضی اللہ عنہ لشکر کے سردار تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ اذان میں قرعہ ڈالنا جائز ہے۔

۵۸۰ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى أَبِيْ بَكْرٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا إِلَّا أَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.

۵۸۰۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگ جانیں جتنا ثواب کہ اذان دینے اور جماعت کی اول صف میں ہے پھر جھگڑا فیصل ہونے کا کوئی طریق نہ پائیں سوائے قرعہ ڈالنے کے تو البتہ قرعہ ہی ڈالیں اور اگر جانیں کہ کیا ثواب ہے ظہر کے اول وقت نماز پڑھنے میں تو جماعت کے واسطے مسجد میں حاضر ہونے کی نہایت جلدی کریں اور اگر جانیں کہ کتنا ثواب ہے عشاء اور فجر کی جماعت کا تو آئیں گھسٹتے یعنی اگر پاؤں پر نہ آسکیں تو گھسٹتے آئیں۔

فائدہ: یعنی اگر اذان اور اول صف کا ثواب معلوم ہو جائے تو لوگوں میں جھگڑا پڑے ہر ایک یہی چاہے کہ میں ہی اذان دوں اور میں ہی صف اول میں داخل ہوں پھر یہ جھگڑا فیصل ہونے کا کوئی طریق نہ پائیں سوائے قرعہ ڈالنے کے یعنی معرفت وقت کی برابر سب کو ہو اور آواز بھی سب کا عمدہ ہو اور فضیلت میں بھی سب برابر ہوں تو قرعہ ڈالیں جس کے نام قرعہ نکلے وہی اذان کہے پس معلوم ہوا کہ اذان میں قرعہ ڈالنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ الْكَلَامِ فِي الْأَذَانِ. اذان کے درمیان کلام کرنے کا بیان۔

فائدہ: امام احمد رحمہ اللہ اور عروہ اور عطا اور حسن اور قتادہ کہتے ہیں کہ اذان میں کلام کرنی بلا کراہت جائز ہے اور نخعی اور ابن سیرین اور اوزاعی کہتے ہیں کہ مکروہ ہے اور امام ثوری کہتے ہیں کہ منع ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین کہتے ہیں کہ اذان میں کلام کرنی لائق نہیں لیکن اگر کر لے تو اذان ٹوٹتی نہیں اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا لیکن فاحش کلام کرنی کہ اس کو اذان ہونے سے نکال دے بالاتفاق منع ہے اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ جیسے کلام کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے ویسے ہی اذان میں کلام کرنے سے اذان نہیں ٹوٹتی ہے اگر اذان میں اتفاقاً کلام ہو جائے تو اس کا دوہرانا ضروری نہیں۔

وَتَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ فِيْ أَذَانِهِ. یعنی سلیمان بن صرد نے اپنی اذان میں کلام کی۔

فائدہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے کہ سلیمان نے اذان کہی اور اذان کے درمیان اپنے غلام سے کچھ کلام کی پس معلوم ہوا کہ اذان کے درمیان کلام کرنی جائز ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ يَّضْحَكَ وَهُوَ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ.

یعنی حسن بصری نے کہا کہ نہیں ہے کوئی خوف اس میں کہ ہنس پڑے مؤذن اور حالانکہ وہ اذان کہتا ہے یا تکبیر کہتا ہے۔

فائدہ: غرض اس قول سے یہ ہے کہ جب کوئی آواز سے ہنستا ہو تو اس سے کبھی حرف ظاہر ہو جاتا ہے پس اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور جب وہ اذان میں ہنس پڑے تو معلوم ہوا کہ اذان میں کلام کرنی جائز ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سے۔

۵۸۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ وَعَبْدِ الْحَمِيدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ وَعَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ رَدْغٍ فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ فَأَمَرَهُ أَنْ يُنَادِيَ الصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ فَعَلَ هٰذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ وَإِنَّهَا عَزْمَةٌ.

۵۸۱۔ عبداللہ بن حارث سے روایت ہے کہ ایک دن سخت بارش میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم کو خطبہ سنایا سو جب مؤذن حی علی الصلوۃ پر پہنچا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو حکم دیا کہ اس کلمے کو پکارے اَلصَّلٰوۃُ فی الرِّحَالِ یعنی اذان میں حی علی الصلوۃ کے بدلے الصَّلوۃ فی الرِّحال کہو یعنی اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو سو بعض نے بعض کی طرف نظر کی یعنی لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ایسا کبھی نہیں دیکھا تھا سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کو اس شخص نے کہا ہے جو مجھ سے بہتر ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے میں نے اپنی رائے سے یہ کام نہیں کیا اور ایسے وقت گھروں میں نماز پڑھنی واجب ہے۔

فائدہ: اس میں اختلاف ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے واجب کس چیز کو کہا بعض شارحین کہتے ہیں کہ مینہ کے دن گھر میں نماز پڑھنے کو واجب کہا اور بعض کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جمعہ کے خطبے کو واجب کہا اس لیے کہ یہ خطبہ جمعہ کا تھا اور وہ مینہ کا دن جمعہ کا روز تھا لیکن مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ خطبہ جمعہ کا ہوتا تو پھر اس کے درمیان اذان دینے کا کون موقع تھا جمعہ کے دن تو اذان خطبہ سے پہلے دی جاتی ہے اور اگر خطبہ سے پہلے یہ کہا تھا تو پھر کس چیز کو واجب کہا خطبہ تو ابھی شروع نہیں ہوا تھا ہاں یہ بات ہو سکتی ہے کہ مافی الضمیر کو باعتبار مایؤل الیہ کے واجب کہا ہو یعنی یہ خطبہ جو میں شروع کرنے لگا ہوں واجب ہے اور شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ ایک روایت میں صریح

جمعہ کا ذکر آ چکا ہے بنا بر اس کے کہا جائے گا کہ خطبہ پڑھنے کا معنی یہ ہے کہ خطبہ کا ارادہ کیا تھا اور مطابقت اس حدیث کی جمعہ سے اس طور پر ہے کہ جب ضرورت کے واسطے اتنا لفظ اذان میں زیادہ کرنا جائز ہے تو معلوم ہوا کہ ضرورت کے واسطے اس کے درمیان کلام کرنی بھی جائز ہو گی لیکن اگر ترجمہ باب میں کلام سے عام کلام مراد رکھی جائے یعنی خواہ مؤذن کی کلام ہو خواہ سامع کی کلام ہو تو ممکن ہے پس اندریں صورت قول سلیمان اور حسن بصری کا اس پر دلیل ہو گا کہ مؤذن کو اذان میں کلام کرنی جائز ہے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس پر دلیل ہو گی کہ سامع کو اذان کے اندر کلام کرنا جائز ہے اور یہی ہے مذہب حنفیہ کا لیکن وہ ترک اولیٰ کہتے ہیں اور شافعیہ کہتے ہیں کہ بہت دراز کلام جائز نہیں اگر تھوڑی کلام فاحش سے خالی ہو تو جائز ہے۔

بَابُ أَذَانِ الْأَعْمٰى إِذَا كَانَ لَهٗ مَنْ يُّخْبِرُهٗ.

اندھے آدمی کو اذان کہنی جائز ہے جب کہ کوئی اس کو وقت بتلانے والا ہو۔

فائدہ: مذہب حنفیہ وغیرہ کا یہی ہے کہ اندھے کی اذان بلا کراہت جائز ہے جب کہ کوئی اس کو وقت بتلانے والا ہو اور ایسا ہی لکھا ہے امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں۔

٥٨٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ ثُمَّ قَالَ وَكَانَ رَجُلًا أَعْمٰى لَا يُنَادِيْ حَتّٰى يُقَالَ لَهٗ أَصْبَحْتَ أَصْبَحْتَ.

٥٨٢۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان دیتا ہے سو تم کھایا پیا کرو جب تک عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دے اور وہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اندھا مرد تھا جب تک لوگ نہ کہتے کہ فجر کی تو نے فجر کی تو نے اذان نہ کہتا تھا۔

فائدہ: مراد فجر کی تو نے سے یہ ہے کہ اب صبح صادق ہونے کے قریب ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اذان صبح صادق سے پہلے واقع ہو اس لیے کہ احتمال ہے کہ لوگ اس کو رات کے آخر جزء میں یہ بات کہا کرتے تھے اور اس کی اذان صبح صادق کے اول جزء میں واقع ہوتی تھی اور یہ بات اگرچہ عادت سے بعید ہے لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن سے یہ بات بعید نہیں اس لیے کہ اُس کو فرشتوں کی تائید تھی پس اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور نیز ایک حدیث میں صاف آ چکا ہے کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ وقت کی تلاش کرتا رہتا تھا پس اس سے کبھی خطا نہیں کرتا تھا پس اگر کوئی اس پر یہ اعتراض کرے کہ اس کی اذان کو کھانے پینے کی حرمت کی نہایت قرار دی گئی ہے سو اگر وہ صبح صادق کے بعد اذان دیا کرتا تھا تو اس سے لازم آئے گا کہ کھانا بعد طلوع صبح صادق کے ہو حالانکہ یہ بات بالاجماع لباطل

ہے تو اس کا جواب یہ ہے جو اوپر گزر چکا ہے کہ اس کی اذان صبح کے اول جزء میں واقع ہوتی تھی اور لوگ اس کو رات کے آخر جزء میں اطلاع کرتے تھے پس اس حدیث کو آئندہ باب میں لانے سے کچھ خرابی لازم نہیں آتی ہے غرض کہ اس سے معلوم ہوا کہ اندھے کو اذان کہنی جائز ہے وفیہ المطابقۃ لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اندھے کو کوئی وقت کی خبر دینے والا نہ ہو تو اس کو اذان دینی مکروہ ہے اس لیے کہ وقت پہچاننا مشاہدہ پر موقوف ہے اور جب کہ اندھے کو نظر نہ آئے اور کوئی وقت بتلانے والا بھی نہیں تو ضرور کراہت ہوگی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبل طلوع صبح صادق کے اذان دینی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک مسجد میں دو مؤذن رکھنے جائز ہیں اور ایک دسرے کے بعد اذان دینی مستحب ہے اور دو سے زیادہ مؤذن رکھنے حدیث سے ثابت نہیں ہوتے لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ حاجت ہو تو چار مؤذن رکھنے بھی جائز ہیں چار سے زیادہ جائز نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اندھے کی گواہی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اندھے کو آنکھ والے کی تقلید کرنی وقت میں جائز ہے اور یہ کہ خبر واحد کے ساتھ عمل کرنا جائز ہے اور یہ کہ مابعد الفجر کو دن کا حکم ہے اور یہ کہ اگر فجر کے طلوع ہونے میں شک ہو تو کھانا جائز ہے اور یہ کہ صرف سماع سے روایت کرنی جائز ہے اگرچہ راوی کو آنکھ سے نہ دیکھے اور یہ کہ کسی آدمی کو ماں کی طرف نسبت کرنا جائز ہے۔

بَابُ الْأَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ. بعد طلوع صبح صادق کے اذان دینے کا بیان۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی ان دونوں بابوں سے یہ ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کا فجر سے پہلے اذان کہنا اور وجہ سے تھا اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا بعد فجر کے اذان دینا اور وجہ سے تھا اور ان دونوں اذانوں کے سبب مختلف تھے۔

٥٨٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَتْنِيْ حَفْصَةُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تُقَامَ الصَّلَاةُ.

۵۸۳۔ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب مؤذن صبح کی اذان کہتا اور صبح ظاہر ہو جاتی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت ہلکی نماز پڑھتے پہلے اقامت کہنے سے۔

فائدہ: یعنی نماز فرض کے لیے اقامت کہنے سے پہلے دو رکعت ہلکی نماز پڑھا کرتے تھے اور ہلکی سے مراد یہ ہے کہ اس میں قرأت تھوڑی پڑھتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان صبح صادق کے بعد دینی چاہیے اس لیے کہ واو لفظ بدء میں واسطے حال ہے پس اذان اس کی بعد طلوع فجر کے ہوگی۔

٥٨٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ

۵۸۴۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کی

عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَآءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ.

اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعتیں ہلکی نماز پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث میں باب کا مسئلہ صریح موجود نہیں ہے اس لیے کہ فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان آپ کا دو رکعت نماز پڑھنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اذان بعد فجر کے ہو لیکن اس حدیث کے بعض طریقوں میں آ چکا ہے کہ جب صبح صادق ہوتی تو مؤذن اذان کہتا تھا پس معلوم ہوا کہ اذان صبح صادق کے بعد دینی چاہیے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے۔

۵۸۵ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ بِلَالًا يُنَادِيْ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ.

۵۸۵ ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان دیتا ہے سو تم کھایا پیا کرو جب تک ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دے۔

فائدہ: اور وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اس طور پر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دے تب تک کھایا پیا کرو تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ بعد طلوع صبح صادق کے اذان دیا کرتا تھا اس لیے کہ اگر طلوع صبح صادق سے اس کی اذان پہلے ہوتی تو دونوں کی اذانوں میں کچھ فرق نہ تھا اور باقی تقریر اس کی پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

بَابُ الْأَذَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ.

طلوع صبح صادق سے پہلے اذان دینے کا بیان یعنی جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو فجر کی اذان سے بھی کافی ہو جاتی ہے یا نہیں۔

فائدہ: امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور علماء کے نزدیک طلوع صبح صادق سے پہلے اذان کہنی جائز ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ثوری وغیرہ کے نزدیک طلوع صبح صادق سے پہلے اذان دینی جائز نہیں ہے اور اگر طلوع صبح صادق سے پہلے اذان ہو چکی ہو تو امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور اُن کے اصحاب کے نزدیک یہ اذان فجر کی اذان کے بدلے کافی ہو جاتی ہے بعد صبح کے دوسری اذان دینے کی کوئی ضرورت نہیں اور بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ اذان فجر کی اذان کے واسطے کافی نہیں ہے اور اس باب میں بخاری نے تین

حدیثیں بیان کی ہیں پہلی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی اذان کافی ہو جاتی ہے اور دوسری دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی اذان کافی نہیں ہوتی لیکن قوی یہی بات ہے کہ کافی ہو جاتی ہے اور جن حدیثوں میں دوسری اذان دینے کا ذکر آیا ہے وہ محمول ہیں جواز پر یعنی کوئی لازم واجب نہیں دوسری اذان دے تو جائز ہے اور بعض حنفیوں نے کہا ہے کہ مراد پہلی اذان سے اذان نہیں ہے بلکہ وہ ایسے ہی لوگوں کو سحری کھانے کے واسطے جگایا کرتا تھا اس میں اذان کے لفظ نہیں تھے لیکن شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ وہم قطعاً باطل اور مردود ہے اس لیے کہ تمام طریقوں میں اذان ہی کا لفظ واقع ہوا ہے سو اس کو شرعی معنی پر حمل کرنا مقدم ہے اور نیز اگر یہ صرف آدمیوں کو جگانے کے واسطے ہو تو پھر یہ حدیث کہ نہ روکے کسی کو بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سحری کھانے سے بالکل لغو ہو جائے گی اس کا کوئی معنی نہیں بن سکے گا اور نیز یہ حدیث کہ بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان دیتا ہے تم کھایا پیا کرو بھی لغو ہو جائے گی اور بعض کہتے ہیں کہ حدیث بخاری کی محمول ہے زجر پر یا یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اذان کا اعتبار نہیں کرتے تھے سو جواب اس کا یہ کہ آپ کا یہ فرمانا کہ (وہ رات کو اذان دیتا ہے تا کہ تہجد پڑھنے والے گھر کو پلٹ آئیں) صریح ہے اس تاویل کے باطل ہونے میں اور نیز اگر جائز نہ ہوتی تو آپ اس کو منع فرما دیتے پس آپ کی تقریر سے ثابت ہے۔

٥٨٦ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ أَوْ أَحَدًا مِّنْكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِّنْ سَحُوْرِهٖ فَإِنَّهٗ يُؤَذِّنُ أَوْ يُنَادِيْ بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَلِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ وَلَيْسَ أَنْ يَّقُوْلَ الْفَجْرُ أَوِ الصُّبْحُ وَقَالَ بِأَصَابِعِهٖ وَرَفَعَهَا إِلٰى فَوْقُ وَطَأْطَأَ إِلٰى أَسْفَلَ حَتّٰى يَقُوْلَ هٰكَذَا وَقَالَ زُهَيْرٌ بِسَبَّابَتَيْهِ إِحْدَاهُمَا فَوْقَ الْأُخْرٰى ثُمَّ مَدَّهَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ.

٥٨٦۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ روکے کسی کو بلال رضی اللہ عنہ کی اذان اس کے سحری کھانے سے اس واسطے کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتا ہے یا راوی نے کہا منادی کرتا ہے رات سے تا کہ تم میں سے جو نماز تہجد پڑھتا ہو وہ آرام کرلے اور جو سوتا ہو وہ نماز اور سحری کھانے کے واسطے جاگے اور صبح صادق وہ نہیں جو اس طرح ہو پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں سے اشارہ کیا یعنی اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر اونچا کر کے دکھلایا پھر ان کو نیچے کی طرف لائے یعنی جو لمبی اونچی روشنی اول ہوتی ہے اس کا نام صبح صادق نہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک اس طرح نہ اشارہ کرے اور زہیر (راوی) نے ہکذا کی تفسیر یوں کی کہ اپنے کلمے دونوں انگلیوں کو ملا کر پھیلایا داہنے اور بائیں یعنی صبح صادق وہ ہے جس کی روشنی چوڑی ہو۔

فائدہ: مطلب اس کا یہ ہے کہ صبح دو قسم ہے ایک صبح کاذب ہے جس کی لمبی روشنی ہوتی ہے اس وقت تک روزہ دار کو کھانا پینا حرام نہیں اور فجر کی نماز اس وقت درست نہیں دوسری صبح صادق ہے جس کی روشنی چوڑی چکلی ہوتی ہے اس

وقت روزہ دار کو کھانا پینا حرام ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صبح صادق سے پہلے اذان دینی جائز ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

۵۸۷ ۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ح وَحَدَّثَنِيْ يُوْسُفُ بْنُ عِيْسَى الْمَرْوَزِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ.

۵۸۷۔ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان دیتا ہے سو تم کھایا پیا کرو جب تک ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ صبح صادق سے پہلے اذان دینی جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور طحاوی نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ فجر سے پہلے اذان دینی جائز نہیں اس لیے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی اذان قریب قریب ہوتی تھی سو اس سے ثابت ہوا کہ وہ دونوں فجر کی اذان کے واسطے کھڑے ہوتے تھے سو بلال رضی اللہ عنہ تو وقت کو خطا کرتے تھے اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اصل وقت پالیتے تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مؤذن کیوں مقرر کرتے اور اس کے قول پر اعتبار کیوں کرتے اور اگر ایسا ہی ہوتا تو یہ واقعہ اُن سے کبھی نادر ظاہر ہوتا نہ ہمیشہ حالانکہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دلالت کرتی ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ کی یہی عادت تھی اور نیز آنکھ والے کا اصل وقت کو نہ پانا اور اندھے کا اصل وقت کو پالینا عجیب بات ہے حالانکہ دونوں آدمی فجر کی تلاش کرتے تھے۔

بَابُ كَمْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَمَنْ يَّنْتَظِرُ الْإِقَامَةَ.

یعنی اذان اور اقامت کے درمیان کتنی دیر کرنی جائز ہے یا ان کے درمیان کتنی نمازیں پڑھنی جائز ہیں۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اشارہ کرنا ہے طرف اس حدیث کی جو جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اذان اور اقامت کے درمیان اتنی دیر کر کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہو جائے اور پانی پینے والا پینے سے اور بول و براز والا بول و براز سے اور بعض نے کہا کہ اس دیر کی کوئی حد نہیں جب نمازی جمع ہو

جائیں اس وقت نماز پڑھی جائے بشرطیکہ وقت نماز کا قضا نہ ہو جائے اور اذان اور اقامت کے درمیان نفل پڑھنے بالاتفاق جائز ہیں لیکن مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے میں اختلاف ہے جیسے کہ آگے آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

۵۸۸ ۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ ثَلَاثًا لِمَنْ شَآءَ.

۵۸۸۔عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار فرمایا کہ جو چاہے سو پڑھے یعنی واجب نہیں۔

فائدہ: اگر مراد دونوں اذانوں سے دو اذانیں رکھی جائیں تو جب بھی صحیح ہے اس لیے کہ اب معنی یہ ہوگا کہ درمیان دو اذانوں کے نماز ہے یعنی سوائے فرضی نماز کے نفل بھی ہیں اور مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے ظاہر ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان نفل نماز جائز ہے۔

۵۸۹ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيَّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ كَذٰلِكَ يُصَلُّوْنَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْءٌ قَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَلَةَ وَأَبُوْ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيْلٌ.

۵۸۹۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مؤذن مغرب کی اذان دیا کرتا تھا تو اصحاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد کے کھنبوں کی طرف جلدی سے کھڑے ہو جاتے تھے یعنی نماز کے لیے یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تشریف لاتے اور اصحاب اسی طرح جلدی میں ہوتے اور دو دو رکعت نماز پڑھتے مغرب سے پہلے یعنی فرض نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے تھے اور اذان اور اقامت کے درمیان کوئی چیز نہ پڑھتے تھے یعنی بہت نفل نہیں پڑھتے تھے بلکہ تھوڑے تھوڑے نفل پڑھتے اس کا یہ معنی نہیں کہ بالکل کچھ نہیں پڑھتے تھے پس ان دونوں حدیثوں میں کچھ تعارض نہیں۔

فائدہ: اس حدیث انس رضی اللہ عنہ سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دو رکعت نماز مغرب سے پہلے اور دو رکعت مغرب سے پیچھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سے ثابت ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کے اس عمل کو برقرار رکھا اور اصحاب نے اس پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عمل کیا یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے جلدی کر کے پڑھ لیا کرتے تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ نفل مستحب ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو نہ پڑھنا استحباب کی نفی پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس

سے صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مؤکدہ نفل نہیں ہیں جیسے کہ ظہر کے اول اور بعد کے نفل مؤکدہ ہیں اور مذہب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق اور اہل حدیث کا بھی یہی ہے کہ یہ نفل مستحب ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نفل جائز نہیں اور بعضوں نے کہا یہ نفل منسوخ ہیں پہلے اسلام میں ان کا حکم تھا پھر جب عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت ہوئی تو یہ نفل بھی منسوخ ہو گئے سو یہ دعویٰ نسخ کا بالکل غلط ہے اس پر کوئی دلیل نہیں اور شرائط نسخ کی یہاں پائی نہیں جاتی ہیں اور بعض ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ نفل کسی کو پڑھتے نہیں دیکھا اور چاروں خلیفوں سے یہی منقول ہے کہ وہ ان کو نہیں پڑھتے تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ کی جو مذکور ہو چکی ہے وہ مثبت ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث نافی ہے اور مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر اور جو چاروں خلیفوں سے منقول ہے وہ حدیث منقطع ہے اور بفرض تسلیم اس سے نسخ ثابت نہیں ہو سکتا ہے بلکہ کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی ہے اور حالانکہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ سے ان کا ہمیشہ پڑھنا ثابت ہو چکا ہے جیسے کہ فتح الباری میں مذکور ہے اور جن بعض صحابہ سے نہ پڑھنا مروی ہے وہ ثابت نہیں اور بفرض تسلیم احتمال ہے کہ ان کا نہ پڑھنا دنیا کے شغل کی وجہ سے ہو جیسے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہمیشہ ان نفلوں کو پڑھا کرتے تھے لیکن اب شغل دنیا کی وجہ سے نہیں پڑھ سکتا ہوں اور بعد صحابہ کے بہت تابعین اور اماموں سے بھی ان کا پڑھنا ثابت ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اخیر قول میں ان کا استحباب منقول ہے اور شافعیہ کے نزدیک بھی ان کا پڑھنا مستحب ہے اسی وجہ سے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ان کے پڑھنے سے مغرب میں دیر ہو جاتی ہے تو یہ خیال اُن کا فاسد مخالف ہے سنت کے باوجودیکہ وہ بہت تھوڑی دیر میں پڑھے جاتے ہیں ان کے ساتھ نماز اول وقت سے مؤخر نہیں ہوتی ہے مگر سب دلیلوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان کو ہلکا پڑھے جیسے فجر کی دو رکعت ہلکی ہوتی ہیں اور حکمت اس میں یہ ہے کہ دو اذانوں کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی اور جب نماز مغرب سے پہلے نفل پڑھنا اور کھنبوں کی طرف نفلوں کے لیے جلدی کر کے جانا ثابت ہوا باوجود کم ہونے وقت مغرب کے تو اور نمازوں سے پہلے نفل پڑھنا بطریق اولیٰ جائز ہو گا اور دو رکعت یا چار رکعت نفل پڑھنے جائز ہوں گے پس معلوم ہوا کہ اذان اور اقامت کے درمیان اتنی نماز پڑھنی جائز ہے اور ضمناً اس سے اندازہ وقت کا معلوم ہو گیا پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ مَنِ انْتَظَرَ الْإِقَامَةَ. یعنی اقامت نماز کا انتظار جائز ہے۔

فائدہ: یہ انتظار کرنا خاص امام کے واسطے ہے اور مقتدی کے واسطے مستحب یہی ہے کہ صفِ اول میں آ کر بیٹھے اور جس کا گھر مسجد سے قریب ہو وہ بھی انتظار کر سکتا ہے اور مطلب اس باب کا یہ ہے کہ گھر میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرنے

کا بھی وہی ثواب ہے جو مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرنے والے کو ملتا ہے۔

۵۹۰ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْأُوْلٰى مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بَعْدَ أَنْ يَّسْتَبِيْنَ الْفَجْرُ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ.

۵۹۰۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب مؤذن فجر کے پہلے اذان سے چپ ہوتا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے اور دو رکعت ہلکی نماز پڑھتے فرض نماز سے پہلے اور طلوع صبح صادق سے بعد پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن آ کر آپ کو اقامت کی خبر دیتا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت پڑھ کر لیٹ جاتے اور نماز کا انتظار کرتے پس ثابت ہوا کہ گھر میں انتظار کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ہے جیسے کہ مسجد میں انتظار کرنے والے کو ملتا ہے ورنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آ کر انتظار کرتے پس مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے ظاہر ہوگئی اور بعض حدیثوں میں ہے کہ اذان کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آتے تھے اگر نمازیوں کو بہت دیکھتے تو بیٹھ جاتے ورنہ پلٹ کر گھر میں چلے جاتے سو یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے معارض نہیں ہے اس لیے کہ احتمال ہے کہ یہ فجر کے سوا اور نمازوں کا ذکر ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ داہنی کروٹ پر سونا پرہیز گاروں کا کام ہے اور بائیں کروٹ پر سونا حکیموں کا کام ہے اور چت لیٹنا متکبروں کا طریقہ ہے اور منہ پر سونا کافروں کا طریقہ ہے۔

بَابُ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ لِمَنْ شَآءَ.

ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے جو چاہے سو پڑھے۔

۵۹۱ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ.

۵۹۱۔ ترجمہ اس کا اوپر گزر چکا ہے

فائدہ: اس باب اور پہلے باب میں یہ فرق ہے کہ یہ باب لفظ حدیث سے باندھا اور پہلا باب بعض اس مضمون کا ہے جو اس حدیث سے نکلتا ہے لیکن اصل میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ لِيُؤَذِّنْ فِي السَّفَرِ مُؤَذِّنٌ

سفر میں صرف ایک اذان کہنی چاہیے یعنی صبح وغیرہ

وَاحِدٌ.

نمازوں کے واسطے فقط ایک ہی اذان کہی جائے۔

۵۹۲ ۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ قَوْمِيْ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَكَانَ رَحِيْمًا رَفِيْقًا فَلَمَّا رَأٰى شَوْقَنَا إِلٰى أَهَالِيْنَا قَالَ ارْجِعُوْا فَكُوْنُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَصَلُّوْا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

۵۹۲۔ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چند آدمی اپنی قوم کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے سو ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیس دن تک ٹھہرے رہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں کے ساتھ بہت رحم اور نرمی کرنے والے تھے سو جب آپ نے ہمارا اشتیاق اپنے گھر والوں کی طرف بہت دیکھا تو فرمایا کہ پیچھے پلٹ جاؤ اور اپنے گھر والوں میں ٹھہرے رہو اور اُن کو اسلام کے احکام سکھلاؤ اور نماز پڑھا کرو سو جب نماز کا وقت آئے تو چاہیے کہ تم میں سے کوئی اذان دے اور چاہیے کہ تم میں بڑا امام ہو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں بھی اذان کہنی چاہیے اس واسطے کہ وہ لوگ ابھی بالفعل سفر میں تھے سو جب سفر میں نماز کا وقت آئے تو اذان دینی ضرور ہوگی اس لیے کہ یہ بات یقینا معلوم ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کلام کا یہ معنی نہیں کہ جب تک تم اپنے گھروں میں نہ پہنچ جاؤ تب تک راہ میں نہ نماز پڑھو اور نہ اذان کہو بلکہ اگر راہ میں بھی نماز کا وقت آئے تو اذان اور نماز پڑھنی ضروری ہے اور نیز اس حدیث مالک کے بعض طریقوں میں صاف آ گیا ہے کہ جب تم سفر میں نکلو تو نماز کے وقت اذان دیا کرو جیسے کہ آئندہ باب میں یہ حدیث آئے گی تو گویا امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے موافق اس حدیث کے لانے سے اشارہ کر دیا ہے اس طرف کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں مسئلہ باب کا ثابت ہے پس معلوم ہوا کہ سفر میں بھی اذان کہنی چاہیے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں صرف ایک ہی اذان کہنی چاہیے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صرف ایک ہی اذان کہنے کا حکم فرمایا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور قید سفر کی اس باب میں زائد ہے اس لیے کہ گھر میں بھی یہی حکم ہے کہ صرف ایک ہی اذان کہی جائے خواہ سفر میں ہو خواہ گھر میں نماز کے لیے صرف ایک ہی اذان کہنی چاہیے اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس سے رد کرنا ہے اس قول کو جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سفر میں صبح کی نماز میں دو بار اذان کہی جائے۔

فائدہ ثانیہ: امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک کئی مؤذن رکھنے جائز ہیں لیکن مناسب یہ ہے کہ سب ایک بار اذان نہ دیں بلکہ ایک کے بعد دوسرا اذان دے اور اگر مسجد بڑی ہو تو جائز ہے کہ ہر طرف میں ایک ایک مؤذن اذان دے خواہ ایک ہی وقت میں ہوں اسی طرح اگر شہر بڑا ہو اور اس کے کنارے دور دور ہوں تو ہر طرف ایک ایک مؤذن ایک وقت میں اگر اذان دے تو وہ بھی جائز ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب علم اور فضیلت میں سب برابر

ہوں تو بڑی عمر والا امام بنے اور اذان میں بڑے چھوٹے کا کچھ لحاظ نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امامت اذان سے افضل ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ الْأَذَانِ لِلْمُسَافِرِ إِذَا كَانُوْا جَمَاعَةً وَالْإِقَامَةِ وَكَذٰلِكَ بِعَرَفَةَ وَجَمْعٍ وَقَوْلِ الْمُؤَذِّنِ الصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمَطِيْرَةِ.

جب مسافر کئی آدمی ہوں تو چاہیے کہ نماز کے وقت اذان بھی کہیں اور اقامت بھی کہیں اور اسی طرح عرفات میں یعنی حج کے دن جب ظہر اور عصر کی نماز جمع کریں تو وہاں بھی اذان اور اقامت دونوں کہیں اور اسی طرح مزدلفہ میں بھی یعنی حج کی دسویں رات میں جب مغرب اور عشاء کو جمع کریں تو ان کے ساتھ بھی اذان اور اقامت دونوں کہیں۔

اور جس رات میں مینہ ہو یا سردی ہو تو مؤذن اذان میں یہ کلمہ کہے "الصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ" یعنی نماز اپنے گھروں میں پڑھو۔

فائدہ: اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے جماعت کی قید لگائی تو یہ قید بھی اتفاقی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر ایک ہو تو وہ اذان نہ دے بلکہ اگر صرف ایک ہی آدمی ہو تو وہ بھی اذان کہے جیسے کہ مذہب ہے تین اماموں کا اور ثوری کا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اذان صرف لشکر کے واسطے ہے یا جس جماعت میں کوئی امیر ہو اس کے سوا اور مسافروں کے واسطے صرف اقامت کافی ہے اور بعض کے نزدیک اگر مسافر اذان نہ کہے تو اس کی نماز نہیں ہوتی ہے مگر صحیح مذہب وہی ہے جو تین امام کہتے ہیں۔

۵۹۳ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ أَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ أَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ أَبْرِدْ حَتّٰى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُوْلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شِدَّةَ

۵۹۳۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے سو مؤذن نے ظہر کی اذان کہنے کا ارادہ کیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دے پھر اس نے اذان کا ارادہ کیا سو آپ نے فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دے پھر اس نے اذان کا ارادہ کیا سو آپ نے فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دے یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے۔

الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں بھی اذان کہنی چاہیے پس اس حدیث سے پہلا مسئلہ باب کا ثابت ہوا یعنی اگر مسافر کئی آدمی ہوں تو اذان کہیں۔

٥٩٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَى رَجُلَانِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدَانِ السَّفَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَأَذِّنَا ثُمَّ أَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا.

۵۹۴۔ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور وہ سفر کا ارادہ رکھتے تھے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دونوں سفر کو نکلو تو اذان دیا کرو پھر اقامت کہا کرو پھر چاہیے کہ تم دونوں میں بڑا امام ہو جائے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ سفر میں اذان اور اقامت کہنی چاہیے پس مطابقت ان حدیثوں کی پہلے جزء باب سے ظاہر ہے اور یہ جو آپ نے ان کو فرمایا کہ اذان دیا کرو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ دونوں اذان دیا کرو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم دونوں سے جو چاہے اذان اور اقامت کہے یا چونکہ اذان کا ثواب دونوں کو ملتا ہے اس واسطے دونوں کی طرف اس کو نسبت کیا ہے پس اس حدیث اور پہلے باب کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے۔

٥٩٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ أَتَيْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيْمًا رَفِيْقًا فَلَمَّا ظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا أَوْ قَدِ اشْتَقْنَا سَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا فَأَخْبَرْنَاهُ قَالَ ارْجِعُوْا إِلَى أَهْلِيْكُمْ فَأَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ وَذَكَرَ أَشْيَاءَ أَحْفَظُهَا أَوْ لَا أَحْفَظُهَا وَصَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ

۵۹۵۔ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چند آدمی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور ہم سب جوان اور قریب العمر تھے سو ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیس دن ٹھہرے رہے سو جب آپ نے یہ معلوم کیا کہ ان کو اپنے گھر والوں سے ملنے کا بہت شوق ہے تو آپ نے ہم سے پیچھے والوں کا حال پوچھا سو ہم نے آپ کو ان کا حال بتلایا پس آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کی طرف پلٹ جاؤ اور ان میں ٹھہرے رہو اور ان کو دین سکھلاؤ اور نیک بات بتلاؤ اور آپ نے اور بھی کئی حکموں کو بیان کیا جن کو میں یاد رکھتا ہوں یا نہیں یاد رکھتا ہوں (یہ راوی کا شک ہے) اور نماز پڑھو جیسے کہ مجھ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہو اور جب نماز کا وقت آئے تو چاہیے کہ تم سے

فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

کوئی اذان دے اور چاہیے کہ تم میں بڑا امام ہو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں اذان کہنی چاہیے پس مطابقت اس حدیث کی اول باب سے ظاہر ہے۔

۵۹۶ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ قَالَ أَذَّنَ ابْنُ عُمَرَ فِيْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضَجْنَانَ ثُمَّ قَالَ صَلُّوْا فِيْ رِحَالِكُمْ فَأَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُوْلُ عَلٰى إِثْرِهٖ أَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمَطِيْرَةِ فِي السَّفَرِ.

۵۹۶۔ نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک جاڑے کی رات میں اذان کہی مقام ضجنان میں کہ ایک مقام ہے ایک منزل مکہ سے پھر کہا کہ اپنی اپنی جگہ میں نماز پڑھو اور ہم کو خبر دی کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم فرمایا اذان دے پھر بعد اس کے یہ کلمہ کہے "اَلصَّلٰوۃُ فِی الرِّحَالِ" یعنی خبردار ہو اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور یہ حکم فرمانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جاڑے کی رات میں تھا یا مینہ کی رات میں سفر میں۔

فائدہ: اگر کوئی کہے کہ باب الکلام فی الاذان میں گزر چکا ہے کہ مؤذن کا یہ قول بدلے حی علی الصلوۃ کے تھا اور اس حدیث میں ہے کہ بعد اذان کے تھا سو جواب اس کا یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں امر جائز ہوں جیسے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے یا آخر سے مراد یہ ہو کہ فارغ ہونے سے تھوڑا پہلے یہ کلمہ کہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مینہ کے وقت گھروں میں نماز پڑھنی واجب نہیں بلکہ مستحب بھی نہیں صرف جائز اور رخصت ہے سو جو شخص فضیلت حاصل کرنی چاہے اور سردی اور مینہ کا رنج اٹھائے تو وہ بیشک بہتر ہے پس اس باب کی حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے انیز اگرچہ یہ سفر کا ذکر ہے لیکن اذان میں یہ لفظ کہنا سفر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اگر مینہ کے دن گھر میں بھی یہ لفظ اذان میں کہا جائے تو جائز ہے پس اس حدیث سے مطابقت دوسرے مسئلے باب کے ساتھ ظاہر ہو گئی پس معلوم ہوا کہ مینہ اور سردی کے دن جماعت کو ترک کر دینا جائز ہے اور بعض روایتوں میں ہوا کا بھی ذکر آیا ہے اور شافعیہ کے نزدیک ہوا بھی ترک جماعت کے لیے عذر ہے اور عرفہ اور مزدلفہ کا ان حدیثوں میں ذکر نہیں لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کر دیا طرف حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے جو صفت حج میں ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کہ اُن دونوں سے عرفہ اور مزدلفہ میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھنی معلوم ہوتی ہے۔

۵۹۷ ۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ

۵۹۷۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابطح (ایک مکان ہے باہر مکہ سے) میں دیکھا سو بلال رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آیا اور آپ کو نماز کی اطلاع دی پھر بلال رضی اللہ عنہ

قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَبْطَحِ فَجَآءَهٗ بِلَالٌ فَاٰذَنَهٗ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَرَجَ بِلَالٌ بِالْعَنَزَةِ حَتّٰى رَكَزَهَا بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَبْطَحِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ.

برچھا لے کر نکلا یہاں تک کہ اس کو حضرت ﷺ کے سامنے گاڑا اور نماز کی اقامت کہی۔

فائدہ: اس حدیث سے یہی معلوم ہوا کہ سفر میں اذان کہنی چاہیے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

بَابٌ هَلْ يَتَتَبَّعُ الْمُؤَذِّنُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِى الْأَذَانِ وَيُذْكَرُ عَنْ بِلَالٍ أَنَّهٗ جَعَلَ إِصْبَعَيْهِ فِىْ أُذُنَيْهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَجْعَلُ إِصْبَعَيْهِ فِىْ أُذُنَيْهِ.

کیا مؤذن کو داہنے اور بائیں منہ پھیرنا جائز ہے اور بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے اپنے کلمے کی دو انگلیوں کو اپنے کانوں میں کیا یعنی اذان دینے کے وقت تا کہ آواز بلند ہو اور لوگ معلوم کر جائیں کہ اذان کہتا ہے لیکن یہ اسی وقت متصور ہوسکتا ہے جب کہ آدمی بہت جمع ہوں یا دور ہوں یا کوئی بہرہ ہو تو کانوں میں انگلیاں دینے سے معلوم ہو جائے کہ اذان کہہ رہا ہے۔اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی انگلیوں کو کانوں میں نہیں کرتے تھے۔

فائدہ: پہلے بلال رضی اللہ عنہ کے اثر میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صیغہ تمریض لایا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر میں صیغہ جزم کا لایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی اسی طرف مائل ہے کہ اذان کے وقت انگلیوں کو کان میں نہ کیا جائے اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اہل علم کے نزدیک مستحب ہے کہ مؤذن اپنی شہادت کی انگلیوں کو اپنے کانوں میں کرے، واللہ اعلم۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ لَا بَأْسَ أَنْ يُّؤَذِّنَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ.

یعنی ابراہیم نخعی نے کہا کہ بے وضو اذان دینی جائز ہے۔

فائدہ: علماء نے لکھا ہے کہ بے وضو اذان کہنی جائز ہے لیکن کراہت سے خالی نہیں اور جنابت کی حالت میں سخت کراہت ہے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا لیکن اگر بے وضو اذان کہے تو جائز ہے ایسے ہی اگر اقامت بے وضو کہے تو وہ بھی جائز ہے لیکن نہایت تک مکروہ ہے۔

وَقَالَ عَطَآءٌ الْوُضُوْءُ حَقٌّ وَّسُنَّةٌ.

یعنی اور عطاء نے کہا کہ وضو ثابت اور سنت ہے یعنی

اذان میں وضوشرع سے ثابت ہے اس لیے کہ یہ نماز کی ابتدا ہے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهِ.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے یعنی خواہ وضو سے ہوتے یا بے وضو ہوتے۔

فائدہ: ظاہر مراد ذکر سے ذکر زبان کا ہے نہ ذکر دل کا جس کی ضد بھول جانا ہے پس مطلب اس کا یہ ہے کہ اذان بھی ذکر میں داخل ہے تو جب اللہ کا ذکر بے وضو کرنا جائز ہے تو اذان بھی بے وضو دینی جائز ہوگی اور یہ بات معلوم ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت وضو سے نہیں ہوتے تھے۔

۵۹۸ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ رَاٰى بِلَالًا يُؤَذِّنُ فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا بِالْأَذَانِ.

۵۹۸۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے دیکھا پس میں بھی اپنے منہ کو اذان میں داہنے اور بائیں کرنے لگا یعنی وہ اذان دیتے تھے اور میں اُن کی طرف دیکھ رہا تھا تو جس طرف وہ منہ کرتے میں بھی اُن کی طرف نظر کرتا تھا تو میرا منہ بھی اسی طرف پھر جاتا تھا یہ کہ میں بھی اذان دے رہا تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مؤذن اذان دینے میں جب حیعلتین پر پہنچے تو اپنے منہ کو داہنے اور بائیں پھیرے یعنی اول داہنی طرف منہ کر کے دو بار حی علی الصلوۃ کہے اور پھر بائیں طرف منہ کر کے دو بار حی علی الفلاح کہے اور دونوں طرف ایک ایک بار منہ پھیرنا بھی کافی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اول حی علی الصلوۃ ایک بار داہنے طرف کہے پھر حی علی الصلوۃ دوسری بار بائیں طرف کہے اور اسی طرح حی علی الفلاح کو ایک بار داہنے اور ایک بار بائیں طرف کہے لیکن صرف منہ کو داہنے اور بائیں پھیرے اپنے سینہ کو قبلہ سے نہ پھیرے اور پاؤں کو بھی ایک جگہ قائم رکھے اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ اذان نماز کا رکن نہیں ہے اور جیسے کہ نماز میں طہارت اور استقبال قبلے کا شرط ہے اس طرح اس میں طہارت وغیرہ شرط نہیں ہے وعلی هذا القیاس اس میں دل کا خشوع بھی مستحب نہیں تاکہ داہنے بائیں منہ پھیرنا اور کانوں میں انگلیاں ڈالنا اس کے مخالف ہو اور یہی وجہ ہے مطابقت ان اثروں کی باب سے اور اس کے لیے ادنیٰ مناسبت بھی کافی ہے۔

بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتَتْنَا الصَّلَاةُ وَكَرِهَ ابْنُ سِيْرِيْنَ أَنْ يَّقُوْلَ فَاتَتْنَا الصَّلَاةُ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَمْ نُدْرِكْ وَقَوْلُ النَّبِيِّ

یہ کہنا جائز ہے کہ ہماری نماز فوت ہوگئی یعنی قضا ہوگئی اور ابن سیرین نے یہ کہنا مکروہ رکھا ہے کہ ہماری نماز فوت ہوگئی اور چاہیے کہ کہے کہ ہم نے نماز کو نہیں پایا اور امام

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَحُّ.

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا صحیح ہے۔

فائدہ: مطلب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس باب سے ابن سیرین پر رد کرنا ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو آگے آتی ہے وہ صحیح ہے اور ابن سیرین کا یہ قول صحیح نہیں ہے اس لیے کہ حدیث آئندہ میں فوت کا لفظ صریح موجود ہے اور وہ حدیث یہ ہے۔

۵۹۹ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ سَمِعَ جَلَبَةَ رِجَالٍ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ مَا شَأْنُكُمْ قَالُوا اسْتَعْجَلْنَا إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا.

۵۹۹۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ نے آدمیوں کے پاؤں کی آواز سنی یعنی دوڑے چلے آتے تھے سو جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا کیا حال ہے تمہارا؟ یعنی تم نے اتنی جلدی کیوں کی انہوں نے کہا کہ ہم نے نماز کے واسطے جلدی کی تھی کہ جماعت مل جائے فرمایا ایسا نہ کیا کرو جب تم نماز کی طرف آؤ تو آرام اور چین سے آؤ یعنی جلدی نہ کرو آہستگی سے چلو پس جتنی نماز امام کے ساتھ پاؤ اتنی پڑھو اور جو فوت ہو جائے یعنی چھوٹ جائے اس کو آپ تمام کرلو۔

فائدہ: پس معلوم ہوا کہ جماعت کے واسطے جھپٹنا مکروہ ہے اس واسطے کہ جلدی میں دم پھول جاتا ہے نماز چین سے نہیں ہوتی ہے اور یہی مذہب ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا اور غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے ہے کہ اس حدیث میں صریح لفظ فوت ہونے نماز کا آ گیا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ کہنا جائز ہے کہ ہماری نماز فوت ہوگئی اور یہی وجہ ہے مطابقت حدیث کی باب سے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نمازی کا دل کسی امر نو پیدا کی طرف متوجہ ہو جائے تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی ہے۔

بَابُ لَا يَسْعٰى إِلَى الصَّلَاةِ وَلْيَأْتِ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ وَقَالَ مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا قَالَهٗ أَبُوْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یعنی جتنی نماز جماعت کے ساتھ پاؤ اتنی پڑھو اور جو چھوٹ جائے اس کو آپ تمام کرلو ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

۶۰۰ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

۶۰۰۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز کی تکبیر اور قد قامت الصلوۃ سنو تو چلو جماعت کے واسطے ٹھہرے ہوئے اور آہستگی اور آرام سے اور نہ جلدی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ الْإِقَامَةَ فَامْشُوْا إِلَى الصَّلَاةِ وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ وَلَا تُسْرِعُوْا فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا.

کرو سو جتنی نماز جماعت کے ساتھ پاؤ اتنی پڑھو اور جو چھوٹ رہے اس کو آپ تمام کرلو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر جماعت سے کچھ بھی نہ ملے اور بالکل خالی رہے تو جب بھی اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا کیونکہ وہ نماز ہی میں ہے اور نیز نہ جلدی کرنے سے بہت قدم حاصل ہوتے ہیں سو جتنے قدم زیادہ ہوں گے اتنا ہی ثواب زیادہ ملے گا اور بعض حدیثوں میں صریح آچکا ہے کہ اگر جماعت کی نماز سے صرف ایک سجدہ ہی مل جائے تو تمام نماز کا ثواب ہو جاتا ہے اس لیے کہ اس حدیث میں تھوڑی یا بہت نماز کا ذکر نہیں ہے بلکہ جتنی پائے اتنی پڑھے اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا اور اگر کوئی سوال کرے کہ حدیث (مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ) الخ سے جو اوپر گزر چکی ہے معلوم ہوتا ہے کہ رکعت سے کم پانے میں جماعت کا ثواب نہیں ملتا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اس کے واسطے ہے جس کو کوئی عذر نہ ہو اور جس کو عذر ہو جیسے کہ دور سے چل کر آئے تو اس کو اگرچہ جماعت سے کچھ بھی نہ ملے تب بھی اس کو جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مستحب ہے مقتدی کے لیے کہ امام کو جس حالت میں پائے وہیں مل جائے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ نماز کی طرف جلدی نہ کرے اور بعض نے کہا کہ اگر تکبیر کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو جلدی کرنی جائز ہے لیکن یہ قول اُن کا صحیح نہیں اس لیے کہ اس حدیث میں جلدی کرنے سے صریح ممانعت آچکی ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ اگر مقتدی نے مثلاً چار رکعت فرض سے امام کے ساتھ دو رکعت اخیر کی پائی تو ثواب یہ دو رکعت اول نماز کا شمار کیا جائے یا آخر نماز کا حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ نماز کا آخر ہے جیسے کہ امام کی نماز آخر ہے اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ نماز کا اول ہے مگر صحیح قول جمہور کا ہے جیسے کہ فتح الباری میں مذکور ہے اور وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَتٰى يَقُوْمُ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْإِمَامَ عِنْدَ الْإِقَامَةِ.

نماز کی تکبیر ہونے کے وقت جب تک لوگ امام کو نہ دیکھ لیں تب تک جماعت کے واسطے نہ اٹھیں یعنی تکبیر کے وقت بغیر امام آئے جماعت کے لیے کھڑے نہ ہوں۔

٦٠١ ۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ

٦٠١ ۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کی تکبیر ہو تو اٹھا نہ کرو جب تک مجھ کو آتے دیکھ نہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ.

لیا کرو۔

فائدہ: حضرت ﷺ کا گھر مسجد سے ملا تھا سنت آپ گھر میں پڑھتے تھے جب فرض کی تکبیر ہوتی تو تب حضرت ﷺ گھر سے تشریف لاتے تھے لوگ تکبیر کے ہوتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے سو فرمایا کہ بدون میرے آئے نہ اٹھا کرو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب تکبیر تمام ہو جائے تو لوگ نماز کو اٹھیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حی علی الصلوۃ کہنے کے وقت امام اور مقتدی کھڑے ہوں اور قد قامت الصلوۃ کے وقت نماز شروع کریں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شروع تکبیر کے وقت کھڑے ہوں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قد قامت الصلوۃ کے وقت کھڑے ہوں اور بعض کا کچھ اور مذہب ہے اور جمہور کا یہ مذہب ہے کہ جب امام مسجد میں نہ ہو تو جب تک امام نہ آئے تب تک مقتدی نہ اٹھیں اگرچہ تکبیر بھی ہو جائے اور امام مسجد میں ہو تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف وغیرہ کے نزدیک جب اقامت سے فارغ ہو تو مقتدی کھڑے ہو جائیں لیکن اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور کا قول صحیح ہے اور باقی سب قول بے دلیل ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کے آنے سے پہلے بھی اقامت کہنی جائز ہے بشرطیکہ امام سنتا ہو اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک حضرت ﷺ گھر سے نہ نکلتے بلال رضی اللہ عنہ تکبیر نہ کہتے تو ان دونوں کے درمیان تطبیق اس طور سے ہے کہ شاید بلال رضی اللہ عنہ حضرت کی راہ دیکھتا رہتا ہوگا سو جب اول اول حضرت ﷺ گھر سے نکلتے تو آپ کو دیکھ کر تکبر شروع کر دیتا اور اس وقت آپ کو اکثر لوگ نہیں دیکھتے تھے پھر جب حضرت ﷺ کو دیکھ لیتے تو کھڑے ہو جاتے اور بعض حدیثوں میں ہے کہ حضرت ﷺ کے آنے سے پہلے تمام صفیں برابر ہو جاتی تھیں جیسے کہ آئندہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے سو یہ بھی ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے معارض نہیں اس لیے کہ یہ کبھی بیان جواز کے واسطے واقع ہوا ہوگا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان دیر کرنا جائز ہے اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ لَا يَسْعٰى إِلَى الصَّلَاةِ مُسْتَعْجِلًا وَلْيَقُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ.

نماز کی طرف دوڑ کر نہ جائے یعنی نماز کے واسطے جلدی نہ کرے بلکہ اس کے واسطے آرام اور آہستگی سے چلے۔

فائدہ: یہ دو جملہ اخیر یعنی لا یقوم و لیقم پہلے جملے کی تفسیر ہیں پس اس ترجمہ اور آیت ﴿فاسعوا الی ذکر اللہ﴾ کے درمیان کوئی تعارض نہیں اس لیے کہ آیت میں سعی کا معنی جلدی کرنے کا ہے اور کاروبار دنیاوی چھوڑ دینے کا اور اس کا ذکر آگے ہی آئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

٦٠٢ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ

٦٠٢۔ ترجمہ اس کا اوپر گزر چکا ہے صرف اتنا زیادہ ہے کہ چلو

عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِىْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِىْ وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ.

جماعت کے لیے ٹھہرے ہوئے آہستگی سے۔

فائدہ: یہ باب پہلے بھی گزر چکا ہے دونوں کا مطلب ایک ہی ہے لیکن اس کا باب علیحدہ باندھنے سے غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو لفظ لایسعی کا واقع ہوا ہے تو مراد اس سے یہ ہے کہ نماز کے واسطے جلدی نہ کرے بلکہ آرام سے چلے تاکہ آیت کے ساتھ تعارض نہ ہو تو گویا کہ مطلب اس کا یسعی کی تفسیر کرنا ہے۔

بَابُ هَلْ يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ لِعِلَّةٍ.

اذان ہو جانے کے بعد کسی ضرورت کے لیے مسجد سے نکلنا جائز ہے۔

٦٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَقَدْ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ وَعُدِلَتِ الصُّفُوْفُ حَتّٰى إِذَا قَامَ فِىْ مُصَلَّاهُ انْتَظَرْنَا أَنْ يُّكَبِّرَ انْصَرَفَ قَالَ عَلٰى مَكَانِكُمْ فَمَكَثْنَا عَلٰى هَيْئَتِنَا حَتّٰى خَرَجَ إِلَيْنَا يَنْطِفُ رَأْسُهٗ مَآءً وَقَدِ اغْتَسَلَ.

٦٠٣۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تشریف لائے اور حالانکہ نماز کی تکبیر ہو چکی تھی اور صفیں بھی برابر ہو چکی تھیں یہاں تک کہ جب آپ مصلے پر کھڑے ہوئے اور ہم انتظار کر رہے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے ہیں یعنی نماز کی نیت کرتے ہیں تو آپ گھر کی طرف پلٹ گئے اور فرمایا کہ ٹھہرو! سو ہم اپنے اسی حال پر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ آپ گھر سے تشریف لائے اور آپ کے سر سے پانی ٹپکتا تھا اور آپ نے غسل کیا تھا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ پھر آپ نے فرمایا کہ مجھ کو نہانے کی حاجت تھی اور میں اس کو بھول گیا تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد ضرورت کے لیے مسجد سے باہر نکلنا درست ہے وفیه المطابقة للترجمة لیکن صحیح مسلم وغیرہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعد اذان ہو جانے کے ایک آدمی مسجد سے باہر نکلا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے پیغمبر کی نافرمانی کی سو امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ یہ حدیث خاص اسی کے حق میں ہے جو اذان کے بعد مسجد سے بلا ضرورت باہر نکل جائے اور جس کو کوئی ضرورت پیش آجائے سو اس کو اذان کے بعد مسجد سے نکل جانا جائز ہے جیسے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے اس باب سے معلوم ہوتا ہے اور اسی طرح جس کو ناک سے خون بہہ جائے، وہ بے وضو ہو جائے یا کوئی کسی دوسری مسجد کا امام ہو تو ان لوگوں کو بعد

اذان کے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے اور طبرانی کی حدیث میں آ گیا ہے کہ حاجت کے واسطے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان ضرورت کے واسطے دیر کرنی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نہانے کے بعد جو پانی بدن سے ٹپکے وہ پاک ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نہانے میں دیر کرنی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر جنبی مسجد میں بھول سے آ جائے تو گناہ نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبروں کا عبادت میں بھول جانا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدیوں کو کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنا ضرورت کے لیے جائز ہے ایسا قیام منع نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کو مسجد کے اندر احتلام ہو جائے اس کو باہر نکلنے کے واسطے تیمم کرنا واجب نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت اور نماز کے درمیان کلام کرنا جائز ہے اس لیے کہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اقامت کو دوہرایا نہیں گیا لیکن یہ ضرورت کے وقت ہے اور مطابقت اس حدیث کے باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ مَكَانَكُمْ حَتّٰى رَجَعَ انْتَظَرُوْهُ.

جب امام مقتدیوں کو کہے کہ میرے آنے تک ٹھہرو تو ان کو لائق ہے کہ اس کا انتظار کریں۔

٦٠٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَسَوَّى النَّاسُ صُفُوْفَهُمْ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمَ وَهُوَ جُنُبٌ ثُمَّ قَالَ عَلٰى مَكَانِكُمْ فَرَجَعَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَرَأْسُهٗ يَقْطُرُ مَآءً فَصَلّٰى بِهِمْ.

۶۰۴۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کی تکبیر ہو گئی اور لوگوں نے صفوں کو برابر کیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تشریف لائے اور آگے بڑھے یعنی مصلے پر کھڑے ہوئے اور حالانکہ آپ کو نہانے کی حاجت تھی پھر فرمایا کہ ٹھہرو سو آپ گھر کی طرف پلٹ گئے اور غسل کیا پھر گھر سے تشریف لائے اور آپ کے سر سے پانی ٹپکتا تھا سو آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب امام مقتدیوں کو کہے کہ ٹھہرے رہو تو ان کو لائق ہے کہ ٹھہرے رہیں اور اس کا انتظار کریں یعنی ایسا نہ کریں کہ اس کی جگہ دوسرے امام کو کھڑا کر دیں یا جدا جدا ہو جائیں اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے مگر یہ حکم واجب نہیں جائز یا مستحب ہے۔

بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا صَلَّيْنَا.

یہ کہنا جائز ہے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی۔

فائدہ: ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ یہ کہنا جائز نہیں کہ میں نے نماز نہیں پڑھی سو امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس سے یہ ہے کہ یہ کراہت جو نخعی سے منقول ہے یہ مطلق نہیں بلکہ یہ کہنا اسی شخص کو مکروہ ہے جو نماز کا انتظار کر رہا ہو اس

لیے کہ نماز کا انتظار کرنے والا نماز ہی میں ہوتا ہے۔

٦٠٥ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُوْلُ أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا كِدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا أَفْطَرَ الصَّآئِمُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى بُطْحَانَ وَأَنَا مَعَهُ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلّٰى يَعْنِي الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ.

٦٠٥۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ خندق کے دن عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے سو عرض کی کہ یا حضرت! نہیں نزدیک تھا میں کہ نماز پڑھوں یہاں تک کہ سورج ڈوبنے لگا اور یہ عرض کرنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بعد اس وقت کے تھا کہ روزہ دار روزہ کھول لے یعنی مغرب کا وقت ہو گیا تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اللہ کی میں نے بھی نماز نہیں پڑھی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطحان کی طرف گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا سو آپ نے وضو کیا پھر عصر کی نماز پڑھی سورج ڈوبنے سے پیچھے پھر بعد اس کے مغرب کی نماز پڑھی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یہ کلمہ بولے کہ میں نے نماز نہیں پڑھی ہے تو ایسا کہنا جائز ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ میں نے بھی نماز نہیں پڑھی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اسی طرح یہ کہنا بھی جائز ہے کہ ہماری نماز فوت ہوگئی اور اسی طرح اگر کافروں کے ساتھ جنگ میں مشغول ہو یا بھول سے کہہ بیٹھے تو یہ مکروہ نہیں ہے۔

بَابُ الْإِمَامِ تَعْرِضُ لَهُ الْحَاجَةُ بَعْدَ الْإِقَامَةِ.

نماز کی تکبیر ہو جانے کے بعد اگر امام کو کوئی ضرورت پیش آئے تو کیا کرے یعنی اس کو اپنی حاجت کا روا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

٦٠٦ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِيْ رَجُلًا فِيْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ

٦٠٦۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کی تکبیر ہوگئی اور حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرد سے بات چیت کر رہے تھے مسجد کے کنارے میں سو کھڑے ہوئے طرف نماز کی یہاں تک کہ لوگ سو گئے یعنی بہت دیر تک اس سے بات چیت کرتے رہے۔

فَمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتّٰى نَامَ الْقَوْمُ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کی تکبیر ہو جانے کے بعد اگر امام کو کوئی ضروری کام پیش آ جائے تو نماز کے شروع کرنے سے پہلے وہ کام کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کی اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان دیر کرنی جائز ہے جبکہ کوئی ضرورت ہو اور بلا حاجت دیر کرنی مکروہ ہے اور غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے رد کرنا ہے حنفیہ پر وہ کہتے ہیں کہ اگر نماز کی تکبیر ہو جائے تو اس وقت امام کو تکبیر تحریمہ کہنی واجب ہے اور اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان دیر کرنی جائز نہیں سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ یہ قول حنفیہ کا صحیح نہیں ہے بلکہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان دیر کرنی جائز ہے جیسے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ الْكَلَامِ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ. جب تکبیر نماز کی ہو جائے تو اس وقت کلام کرنے کا کیا حکم ہے؟۔

فائدہ: پہلے باب اور اس باب میں فرق یہ ہے کہ پہلے باب میں امام کی حاجت کا ذکر تھا کہ اگر اس کو کوئی حاجت پیش آ جائے تو اس کے ساتھ مشغول ہونا جائز ہے اور اس باب سے تکبیر ہو جانے کے بعد کلام کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے خواہ امام ہو خواہ مقتدی ہو۔

۶۰۷ - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلَاةُ فَحَدَّثَنِي عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَعَرَضَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بَعْدَ مَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ.

۶۰۷۔ حمید سے روایت ہے کہ میں نے ثابت سے پوچھا کہ جو آدمی نماز کی تکبیر ہو جانے کے بعد کلام کرے اس کا کیا حکم ہے سو اس نے مجھ کو انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سنائی وہ یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز کی تکبیر ہو گئی سو ایک مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا یعنی اس نے عرض کی کہ مجھ کو آپ سے کچھ حاجت ہے سو اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روک رکھا بعد تکبیر ہو جانے کے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اقامت ہو جانے کے بعد تکبیر تحریمہ سے پہلے کلام کرنی سب کو جائز ہے خواہ امام ہو خواہ مقتدی ہو اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے رد کرنا ہے اس شخص پر جو اس جگہ میں کلام کرنے کو مطلق منع کرتا ہے۔

بَابُ وُجُوبِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ. جماعت کے نماز کے واجب ہونے کا بیان۔

فائدہ: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض عین ہے اور یہی مذہب ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور

اوزاعی اور عطا اور ثوری اور ایک جماعت محدثین کا جیسے کہ ابو ثور اور اسحاق اور ابن خزیمہ اور ابن حبان اور ابن منذر وغیرہم اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور یہی ہے مذہب جمہور شافعیوں کا اور اسی کے ساتھ قائل ہیں بہت حنفیہ اور مالکیہ لیکن صحت نماز کے لیے شرط نہیں۔

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ مَنَعَتْهُ أُمُّهُ عَنِ الْعِشَآءِ فِي الْجَمَاعَةِ شَفَقَةً لَمْ يُطِعْهَا.

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر کسی کو عشاء کی نماز جماعت میں پڑھنے سے ماں منع کرے تو وہ ماں کا حکم نہ مانے۔

فائدہ: اثر سے معلوم ہوا کہ جماعت فرض عین ہے اس لیے کہ ماں کی اطاعت کرنی واجب ہے اور جبکہ ترک جماعت میں اس کی تابعداری جائز نہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ جماعت فرض عین ہے اور ترک کرنا اس کا بڑا گناہ ہے اور یہ ہے وجہ مطابقت اس اثر کی باب سے۔

٦٠٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ أُخَالِفَ إِلٰى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِيْنًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَآءَ.

٦٠٨۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی قسم جس کے قابو میں میری جان ہے کہ البتہ میں نے ارادہ کیا کہ لکڑیوں کو جمع کراؤں پھر حکم کروں نماز کا سو اس کے واسطے اذان دی جائے پھر حکم کروں کسی مرد کو کہ لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھائے پھر جاؤں طرف ان لوگوں کی جو جماعت میں نہیں آتے پھر میں اُن کے گھر جلا دوں اور قسم ہے اس کی جس کے قابو میں میری جان ہے اگر کوئی جانتا کہ موٹی ہڈی یا دو پائے عمدہ پائے گا تو البتہ نماز عشاء میں حاضر ہوتا یعنی اگر نماز پڑھنے میں دنیا کا اتنا فائدہ بھی ہوتا کہ ہر نماز کے بدلے موٹی ہڈی مل جایا کرتی یا دو پائے مل جاتے تو کوئی آدمی نماز سے غفلت نہ کرتا سب حاضر ہوتے لیکن ثواب آخرت کے واسطے نماز میں کوئی حاضر نہیں ہوتا ہے یعنی دنیا کی خسیس اور بے قدر چیز کو بھی ثواب آخرت سے بہتر جانتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض عین ہے اس لیے کہ اگر جماعت کی نماز سنت ہوتی تو اس کے تارک کو جلا دینے کا ڈر نہ سنایا جاتا اور اگر فرض کفایہ ہوتی تو صرف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا جماعت کو قائم کرنا کافی ہوتا اور دوسرے لوگوں کے سر سے جماعت کی پابندی اتر جاتی پس معلوم ہوا کہ جماعت

فرض عین ہے لیکن صحت نماز کے لیے شرط نہیں اس لیے کہ دوسری حدیث میں آ گیا ہے کہ جماعت کی نماز میں اکیلے آدمی کی نماز سے ستائیس حصے زیادہ ثواب ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تنہا نماز پڑھنے کو بھی کچھ ثواب ملتا ہے گو تھوڑا ہی سہی اور جب ثواب مل گیا تو معلوم ہوا کہ نماز ہو جاتی ہے ورنہ اس پر ثواب ملنے کا کوئی معنی نہ تھا بلکہ گناہ لازم آتا لیکن اس حدیث کی لوگوں نے بہت تاویلیں کی ہیں بعض کہتے ہیں کہ جلا دینے کی وعید ممکن ہے کہ فرض کفایہ کے ترک میں وارد ہوئی ہو جیسے کہ فرض کفایہ کے تارک کے ساتھ لڑائی کرنی جائز ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ جلا دینا لڑائی سے خاص ہے اور ان دونوں میں فرق ہے کہ لڑائی اسی وقت جائز ہوتی ہے جب کہ سب لوگ ترک کر دیں بخلاف جلا دینے کے کہ اس میں اسی کا ترک کرنا شرط نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے جماعت میں نہ آنے والوں کی طرف جانے کا قصد کیا پس اگر جماعت فرض عین ہوتی تو اس کے ترک کا قصد نہ کرتے حالانکہ ترک جماعت کا قصد کیا سو جواب اس کا یہ ہے کہ واجب کو ترک کر دینا جائز ہے جب کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور واجب وہاں موجود ہو اور یہاں اس لیے کہ ارادہ جانے کا کیا لوگوں کا نہ آنا بڑا بھاری واجب تھا پس اس کے واسطے جماعت کو ترک کر دینا جائز تھا اور نیز جماعت کا تدارک پھر آ کر بھی ہو سکتا تھا کہ حضرت ﷺ باقی رہے لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھاتے اور بعض یہ تاویل کرتے ہیں کہ اگر جماعت فرض ہوتی تو جب حضرت ﷺ نے جلا دینے کی وعید فرمائی تو اس وقت یہ بیان فرمانا بھی ضروری تھا کہ جو جماعت میں نہ آئے اس کی جماعت نہیں ہوتی ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ آپ کا بیان فرمانا کبھی تو صاف ہوتا ہے اور کبھی دلالۃ ہوتا ہے سو جب آپ نے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اُن کے گھر جلا دوں تو اس نے دلالت کی اس پر کہ جماعت میں حاضر ہونا واجب ہے اور یہی کافی ہے واسطے بیان کے اور بعض یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ حدیث جھڑک اور زجر کے موقع میں وارد ہوئی ہے ظاہر معنی اس کا مراد نہیں بلکہ مراد مبالغہ ہے جیسے کہ مسلمانوں کے حق میں کافروں کے عذاب کی وعید آ چکی ہے حالانکہ وہ عذاب مسلمانوں کو کرنا بالاجماع منع ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ آگ سے جلا دینے کے منسوخ ہونے کے بعد منع وارد ہوا ہے اور پہلے اس سے آگ کے ساتھ جلانا جائز تھا جیسے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو جہاد میں آئے گی اس کا جائز ہونا اور منسوخ ہونا معلوم ہوتا ہے پس اس میں زجر کو اپنے حقیقی معنی پر حمل کرنا محال نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر جماعت فرض عین ہوتی تو زجر اور جھڑک کے بعد ان کا جلانا ترک نہ کرتے حالانکہ آپ ﷺ نے صرف جھڑک دیا تھا کسی کو جماعت کے ترک سے جلایا نہیں پس ان کا جلا دینا واجب تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت ﷺ نہیں قصد کرتے تھے مگر اسی کام کا جس کا کرنا آپ کو جائز ہوتا اور آپ کا ترک کر دینا سو یہ عدم فرضیت پر دلالت نہیں کرتا ہے احتمال ہے کہ وہ ترک جماعت سے باز آ گئے ہوں اور نصیحت قبول کر لی ہو علاوہ ازیں حضرت ﷺ کا جلا دینے سے باز رہنا اس وجہ سے تھا کہ گھر میں عورتیں اور بال بچے تھے جیسے کہ دوسری حدیث میں

یہ صریح آ چکا ہے اور بعض یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس حدیث میں وہ لوگ نہیں جو جماعت میں نہیں آتے تھے بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو بالکل نماز کے تارک تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ دوسری حدیث مسلم وغیرہ میں صریح آ چکا ہے کہ وہ عشاء کی جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے اور بعض یہ تاویل کرتے ہیں کہ جماعت کا فرض ہونا پہلے اسلام میں تھا اب منسوخ ہو گیا ہے ساتھ اس حدیث کہ کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب رکھتی ہے اس لیے کہ افضلیت چاہتی ہے کہ اصل فضیلت میں دونوں نمازیں شریک ہوں اور جائز ہونا اس کو لازم ہے سو جواب اس تاویل کا شیخ الاسلام نے فتح الباری میں کچھ نہیں دیا بلکہ اُس کی تقویت کر دی ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ اگر اس حدیث کو اس تقریر مذکور سے فرضیت جماعت کا ناسخ ٹھہرایا جائے تو جماعت کا سنت مؤکدہ ہونا بھی بالکل باطل ہو جائے گا بعینہ اسی تقریر سے حالانکہ اس کے سنت مؤکدہ ہونے اس کے میں کسی کو بھی کلام نہیں اس لیے کہ آپ نے اس پر ہمیشگی کی ہے اور ترک سنت مؤکدہ سے بھی گناہ ہوتا ہے پس جواز کے مخالف نہ ہوگا ہاں اگر ترک سنت مؤکدہ میں گناہ نہ ہو تو یہ منسوخ ہو سکتی ہے واللہ اعلم لیکن اگر اس حدیث کو صرف تہدید اور مبالغہ پر محمول کیا جائے اور ظاہری معنی اس کے مراد نہ رکھے جائیں واسطے تطبیق کے ان دونوں حدیثوں میں تو دعویٰ نسخ سے یہ بہتر ہے اس لیے کہ جب تک تطبیق ممکن ہو دعویٰ نسخ جائز نہیں ہے بہر حال جماعت کے سنت مؤکدہ ہونے کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اور اس حدیث کی لوگوں نے اور بھی کئی تاویلیں کی ہیں مگر سب کا جواب فتح الباری میں موجود ہے شائق اس کا مطالعہ کرے اور کم علم کے واسطے اتنا ہی کافی ہے اور جماعت عشاء اور فجر کو شاید اس واسطے خاص کیا کہ اور نمازوں میں شغل دنیا کا گمان ہوتا ہے اور اکثر لوگ کاروبار دنیاوی میں مشغول ہوتے ہیں اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ عذاب کرنے سے پہلے ڈرانا جائز ہے اور یہ کہ مجرموں کو اچانک پکڑ لینا جائز ہے کہ اُن کو خبر بھی نہ ہو اور یہ کہ عذر سے ترک کرنا جماعت کا جائز ہے اگرچہ فرض ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ ابوداؤد کی روایت میں آ چکا ہے کہ بلا عذر اور بلا علت جو کوئی جماعت ترک کرے اس کے حق میں یہ وعید ہے اور یہ کہ امام یا اس کے نائب کو جماعت کا ترک کرنا جائز ہے جب کہ لوگوں کو جماعت کے لیے گھروں سے نکالنے جائے اور جمعہ کا بھی یہی حال ہے کہ اس میں بھی امام کو ایسے عذر کے واسطے ترک جماعت کرنا جائز ہے۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ وَكَانَ الْأَسْوَدُ إِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ إِلٰى مَسْجِدٍ اٰخَرَ وَجَآءَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ إِلٰى مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيْهِ فَأَذَّنَ وَأَقَامَ وَصَلّٰى جَمَاعَةً.

نماز جماعت کے ثواب کا بیان۔ اور جب اسود رحمۃ اللہ علیہ سے جماعت فوت ہو جاتی تو جماعت کے واسطے دوسری مسجد میں چلے جاتے۔ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں آئے کہ اس میں نماز ہو چکی تھی سو انہوں نے اذان دی اور تکبیر کہی اور جماعت سے نماز پڑھی۔

فائدہ: ان دونوں اثروں سے معلوم ہوا کہ جماعت کا بہت بڑا ثواب ہے اس لیے کہ اگر جماعت میں ثواب نہ ہوتا تو اسود تابعی رحمہ اللہ اول وقت کی فضیلت ترک نہ کرتے اور دوسری مسجد میں جماعت کے لیے نہ جاتے بلکہ فوراً نماز پڑھ لیتے اسی طرح اگر جماعت میں ثواب نہ ہوتا تو انس رضی اللہ عنہ دوبارہ اذان نہ دیتے اور جماعت نہ کراتے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب جو حدیثوں میں وارد ہوا ہے تو وہ صرف اسی شخص کے واسطے ہے جو مسجد میں جماعت سے نماز پڑھے اور جو اپنے گھر میں جماعت کرے اس کو یہ ثواب نہیں ہے پس وجہ مطابقت ان اثروں کی باب سے ظاہر ہوگئی۔

٦٠٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.

٦٠٩ـ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی نماز تنہا آدمی کی نماز سے ستائیس حصے افضل ہے۔

٦١٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.

٦١٠ـ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز جماعت کی تنہا آدمی کی نماز سے پچیس حصے افضل ہے۔

٦١١ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلَاتِهِ فِيْ بَيْتِهِ وَفِيْ سُوْقِهِ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفًا وَذٰلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى

٦١١ـ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کی نماز جماعت سے اس کے گھر اور بازار کی نماز سے بیس اور پانچ درجے زیادہ ہے یعنی پچیس یا ستائیس اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب آدمی نے وضو کیا اور اس کو سنوارا یعنی فرائض اور سنتوں کی رعایت کی اور نہ اسراف کیا اور نہ قصور کیا پھر مسجد میں آیا اس حالت میں کہ سوائے نماز کے اس کے جنبش کا کوئی سبب نہ ہو تو ایسا شخص کوئی ڈگ یعنی قدم نہ چلے گا مگر کہ اللہ اُس قدم کے سبب سے اس کا ایک درجہ بلند کرے گا اور

الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلَاةَ.

اس کی جہت سے اس کا گناہ دور کرے گا سو جب نماز پڑھے تو ہمیشہ فرشتے اس کو دعا کرتے ہیں اور رحمت بھیجتے ہیں جب تک کہ اس مکان میں بیٹھا رہے گا جس میں نماز پڑھ چکا ہے فرشتے کہتے ہیں الٰہی! اس کو بخش دے الٰہی! اس پر رحم کر اور ہمیشہ آدمی نماز میں ہے جب تک کہ اس کا انتظار کرتا رہے یعنی جو مدت نماز کے انتظار میں گزرے گی وہ بھی نماز میں شمار ہوگی نماز پڑھنے کے برابر انتظار کا ثواب ملے گا۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جماعت کی نماز کا ثواب بڑا ہے کہ تنہا آدمی کی نماز سے پچیس حصے اس کا ثواب زیادہ ہے اور جماعت کی نماز کے ثواب زیادہ ہونے کے کئی سبب ہیں ایک یہ کہ مؤذن کو جواب دینا جماعت کی نیت سے۔ دوم جماعت میں اول وقت جانا۔ سوم مسجد کی طرف آرام سے چلنا۔ چہارم مسجد میں دعا کرتے داخل ہونا۔ پنجم یہ کہ مسجد میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد کی دو رکعت نماز پڑھنی ان سب میں اصل نیت جماعت کی ہوتی ہے۔ ششم جماعت کا انتظار کرنا۔ ہفتم فرشتوں کا اس کے لیے دعا مانگنا۔ ہشتم فرشتوں کا اس کے لیے گواہی دینا۔ نہم اقامت کا جواب دینا۔ دہم اقامت کے وقت شر شیطان سے سلامت رہنا۔ یازدہم امام کی نیت کا کھڑے ہو کر انتظار کرنا۔ دوازدہم امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ پانا۔ سیزدہم صفوں کا برابر کرنا۔ چہاردہم امام کے سمع اللہ لمن حمدہ کا جواب دینا۔ پانزدہم بھول جانے سے اکثر بچنا اور جب امام بھول جائے تو اس کو سبحان اللہ سے خبردار کرنا یا اس کی قراءت کا کھول دینا۔ شانزدہم خشوع کا ہونا اور غفلت سے اکثر سلامت رہنا۔ ہفدہم اپنی ہیئت اور صورت کا اچھی طرح رکھنا۔ ہژدہم فرشتوں کا اس کو ڈھانک لینا۔ نوزدہم قراءت کا سیکھنا اور ارکان کا یاد رکھنا۔ بستم اسلام کی علامت کا ظاہر کرنا۔ بست و یکم جماعت سے شیطان کا ناک مٹی پر ملنا۔ بست و دوم نفاق سے سلامت رہنا۔ بست و سوم امام پر سلام کا رد کرنا۔ بست و چہارم نفع اٹھانا لوگوں کے جمع ہو کر دعا اور ذکر کرنے سے اور کامل آدمی کی برکت سے ناقص آدمی کی نماز کا کامل ہونا۔ بست و پنجم ہمسائیوں اور یاروں کے درمیان الفت کا قائم رہنا اور نماز کے وقتوں میں ان کی ملاقات حاصل کرنا اور یہ کہ علم آدمی بے علم والے سے نماز کے احکام سیکھے لیکن ان اسباب کا مقتضی یہی ہے کہ جماعت سے پچیس حصے زیادہ ثواب ملنا اسی وقت ہے جب کہ جماعت مسجد میں ہو جیسے کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں آگے آئے گا اور باقی رہا یہ امر کہ بعض حدیثوں میں ستائیس حصوں کا ذکر ہے اور بعض حدیثوں میں پچیس حصوں کا ذکر ہے تو ان میں تطبیق دینی ضرور ہے سو جاننا چاہیے کہ ان دونوں عددوں میں تطبیق کئی طور سے ہوسکتی ہے ایک یہ کہ کم عدد کے ذکر کرنے سے اکثر عدد کی نفی نہیں نکلتی ہے۔ دوم یہ کہ ستائیس حصے ثواب اس کو ملتا ہے جس کی مسجد دور ہو اور

پچیس حصے اس کو ملتا ہے جس کی مسجد قریب ہو۔ سوم یہ کہ جس کا نماز میں توجہ اور خلوص زیادہ ہو اس کو زیادہ ثواب ملتا ہے اور جس کا کم ہو اس کو کم ملتا ہے۔ چہارم یہ کہ جو جماعت کا انتظار کرے اس کو زیادہ ثواب ملتا ہے اور جو انتظار نہ کرے اس کو کم ملتا ہے۔ پنجم یہ کہ جو کل نماز جماعت کے ساتھ پائے اس کو ستائیس حصے ثواب ملتا ہے اور جو تھوڑی نماز جماعت سے پائے اس کو پچیس حصے ثواب ہے۔ ششم یہ کہ اگر جماعت زیادہ ہو تو ثواب بھی زیادہ ہے اور اگر جماعت کم ہو تو ثواب بھی کم ہے۔ ہفتم یہ کہ نماز فجر اور عشاء میں ثواب زیادہ ہے اور باقی نمازوں میں کم ہے۔ ہشتم یہ کہ ستائیس حصے ثواب اُن نمازوں میں ملتا ہے جن میں قراءت پکار کر پڑھی جاتی ہے اور پچیس حصے ثواب ان میں جن میں قراءت آہستہ پڑھی جاتی ہے اور یہ وجہ اخیر کی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے جیسے کہ آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ لیکن اس عدد خاص کو معین کرنے کی کیا حکمت ہے سو اس کی وجہ سوائے نبی کے کسی کو معلوم نہیں ہوسکتی ہے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ عدد جماعت کی نماز کے واسطے معین ہوا ہے اور ادنیٰ درجہ جماعت کا تین آدمی ہیں تو تینوں کو دس دس نیکیاں ملیں جو کل مل کر تیس ہوتی ہیں سو ان میں سے جب اصل تین نکال لے تو باقی ستائیس رہے اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ستائیس حصے زیادہ ثواب ملنا اسی کے حق میں خاص ہے جو مسجد میں جماعت سے نماز پڑھے اور جو بازار یا گھر میں جماعت سے نماز پڑھے اس کو یہ ثواب نہیں ملتا ہے اور گھر میں جماعت سے نماز پڑھنی بازار کی جماعت سے افضل ہے اور بازار میں جماعت سے نماز پڑھنی تنہا آدمی کی نماز سے افضل ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز سب عملوں سے افضل ہے اس لیے کہ نماز میں فرشتے نمازیوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور ان کے واسطے دعا کرتے ہیں اور بخشش مانگتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکوکار آدمی عام فرشتوں سے افضل ہیں اس لیے کہ نماز کی حالت میں نمازی تو بلند درجوں کے حاصل کرنے میں مشغول ہوتے ہیں اور فرشتے اس وقت ان کے واسطے استغفار میں مشغول ہوتے ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کل جماعتوں کا ثواب برابر ہے خواہ جماعت بہت ہو یا کم ہو اس لیے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق جماعت تنہا کی نماز سے زیادہ ثواب رکھتی ہے پس جماعت کے عموم میں ہر قسم کی جماعت داخل ہوگی گو دو ہی آدمی ہوں سوائے اکیلے کے اور نیز ان ستائیس حصوں کے سوا اور بھی ثواب ملتا ہے اور وہ جماعت کی کثرت اور قلت پر موقوف ہے جتنی جماعت زیادہ ہوا اتنا ہی ثواب زیادہ ملتا ہے پس جماعت کا ثواب علیحدہ ہے اور بہت ہونے جماعت کا ثواب علیحدہ ہے اسی واسطے بعض نے کہا کہ اگر اول تھوڑی جماعت میں نماز پڑھی ہو اور پھر بہت آدمیوں کی جماعت مل جائے تو مستحب ہے کہ اس کو دوہرائے اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ زیادہ پرہیز گار کے ساتھ دوہرائے ورنہ نہ اور اسی طرح اگر جماعت کسی مبارک مسجد میں مل جائے تو اس میں بھی دوہرائے لیکن مسجد مکہ اور نبوی میں نہ دوہرائے وعلی ہذا القیاس جیسے کہ جماعت کے کم وبیش ہونے کا ثواب کم وبیش ہے ایسے ہی پانچ نمازوں میں بھی فرق ہے بعض نمازوں کی جماعت میں

زیادہ ثواب ہے اور بعض میں کم ہے اسی واسطے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پہلے مطلق مسئلہ فضیلت جماعت کا بیان کیا پھر بعد اس کے خاص مسئلہ فضیلت جماعت فجر کا بیان کیا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ادنیٰ درجہ جماعت کا امام اور مقتدی ہے اور بیان اس کا آئندہ آئے گا۔

فائدہ ثانیہ: اس باب کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت صحت نماز کے واسطے شرط نہیں ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ کا فرمانا کہ تنہا آدمی پر دلالت کرتا ہے کہ تنہا آدمی کی نماز بھی صحیح ہے اس لیے کہ صیغہ افعل کا چاہتا ہے کہ اصل فضیلت میں دونوں شریک ہوں پس معلوم ہوا کہ تنہا کی نماز بھی فضیلت سے خالی نہیں ہے اور جب کہ اس میں فضیلت ثابت ہوئی تو صحت خود ثابت ہوگئی اس لیے کہ بدون صحت کے فضیلت کا ثابت ہونا ممکن نہیں ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ افعل کبھی صرف ایک ہی طرف کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے آتا ہے تو کہا جائے گا کہ ایسا بہت ہی کم آتا ہے اور وہ بھی صرف اسی جگہ آتا ہے جس جگہ کہ مطلق ہو اور کسی عدد معین کے ساتھ خاص نہ ہو اور جب کہ کسی عدد کے ساتھ خاص ہو جیسے مثلاً کہا جائے کہ یہ عدد اس فلانے عدد سے زیادہ ہے تو ایسی جگہ میں یہ احتمال بالکل ممکن نہیں ہے اور یہاں بھی ایسا ہی واقع ہوا ہے کہ جماعت کی نماز افضل ہے تنہا کی نماز سے پس ایسی جگہ میں اصل عدد کا پایا جانا ضروری ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ مراد اکیلے سے وہ ہے جس کو کوئی عذر ہو تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ حدیث میں لفظ "فذ" کا واقع ہوا ہے یعنی اکیلا سو اس کا عموم سب کو شامل ہے خواہ تنہا عذر سے ہو خواہ بے عذر ہو پس معذور پر حمل کرنے کی کوئی دلیل نہیں اور نیز معذور کو جماعت کا ثواب حاصل ہوتا ہے گو وہ جماعت کو نہ پائے غرض ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جماعت فرض نہیں بلکہ واجب بھی نہیں سنت مؤکدہ ہے اور حدیث جلا دینے کی منسوخ ہے ان حدیثوں سے اور یہی رائے معلوم ہوتی ہے شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی یا زجر پر محمول ہے، واللہ اعلم اور مطابقت ان حدیثوں کی ترجمہ باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ فِيْ جَمَاعَةٍ.

جماعت نماز فجر کی فضیلت کا بیان۔

۶۱۲ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَفْضُلُ صَلَاةُ الْجَمِيْعِ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ وَحْدَهٗ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا وَّتَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ

۶۱۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جماعت کی نماز تنہا کی نماز سے پچیس حصے افضل ہے اور جمع ہوتے ہیں فرشتے رات اور دن کے فجر کی نماز میں پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کے واسطے کہا کہ اگر چاہو تو اس آیت کو پڑھو یعنی تحقیق قرآن فجر کا حاضر کیا گیا ہے یعنی فجر کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ فَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾ قَالَ شُعَيْبٌ وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ تَفْضُلُهَا بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.

فائدہ: غرض ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس آیت کے پڑھنے سے یہ ہے کہ اس آیت سے نماز فجر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جیسے کہ اس حدیث سے اس کی فضیلت حاصل ہوتی ہے پس یہ آیت شہادت ہے اس حدیث کی پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز فجر کو اور نمازوں پر فضیلت ہے پس اس کی جماعت کا ثواب بھی اور نمازوں سے زیادہ ہوگا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے لیکن فرشتوں کا جمع ہونا نماز عصر وغیرہ میں بھی آ چکا ہے کما مر پس یہ وجہ اس کی فضیلت کی خاص کر نہیں ہو سکتی ہے۔

٦١٣ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ الدَّرْدَآءِ تَقُوْلُ دَخَلَ عَلَيَّ أَبُو الدَّرْدَآءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ فَقُلْتُ مَا أَغْضَبَكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا أَعْرِفُ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا إِلَّا أَنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ جَمِيْعًا.

۶۱۳۔ ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور وہ غصے میں تھا سو میں نے کہا کیا سبب ہے؟ تمہارے غصے کا اُس نے کہا کہ قسم اللہ کی! کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں سے کسی چیز کو باقی نہیں پاتا ہوں مگر جماعت سے نماز پڑھنا سو اب لوگ اس میں بھی سستی کرنے لگے ہیں یعنی شرع کا کوئی حکم باقی نہیں رہا ہے سب میں قصور واقع ہو گیا ہے صرف یہی جماعت کی نماز باقی تھی سو اب اس میں بھی سستی پیدا ہو گئی ہے بہت لوگ جماعت میں حاضر نہیں ہوتے ہیں۔

٦١٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ أَبْعَدُهُمْ فَأَبْعَدُهُمْ مَمْشًى وَالَّذِيْ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ

۶۱۴۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب آدمیوں سے نماز کا زیادہ تر ثواب اس کو ملتا ہے جو بہت دور سے چل کر آئے اور جو آدمی کہ نماز کا انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو امام کے ساتھ پڑھے تو اس کو زیادہ ثواب ہے اس آدمی سے جو نماز پڑھے اور پھر سو رہے۔

أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَنَامُ.

فائدہ: اس حدیث سے بطریق عموم کے ثابت ہوا کہ فجر کی نماز جماعت سے پڑھنے کا بہت ثواب ہے اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بطریق استنباط کے اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ترجمہ سے دونوں مسئلے مراد رکھے جائیں ایک یہ کہ فجر کی نماز کو سب نمازوں سے زیادہ فضیلت ہے۔ دوم یہ کہ فجر کی نماز کے لیے فی الجملہ فضیلت ثابت ہے سو حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی پہلے مسئلے کی شہادت ہے اور حدیث ام الدرداء رضی اللہ عنہا کی دوسرے مسئلے کی شہادت ہے اور حدیث ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی دونوں مسئلوں کی شہادت ہے پس وجہ مطابقت ان حدیثوں کی باب سے ثابت ہوگئی۔

بَابُ فَضْلِ التَّهْجِيْرِ إِلَى الظُّهْرِ.

۶۱۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى أَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِیْ صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِیْ بِطَرِيْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيْقِ فَأَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ ثُمَّ قَالَ الشُّهَدَآءُ خَمْسَةٌ الْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِيْقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيْدُ فِیْ سَبِيْلِ اللهِ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِی النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا إِلَّا أَنْ يَّسْتَهِمُوْا لَاسْتَهَمُوْا عَلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِی التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.

ظہر کو اول وقت پڑھنے میں کیا فضیلت ہے؟۔

۶۱۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس حالت میں کہ ایک مرد چلا جاتا تھا راہ میں سو اس نے کانٹے کی شاخ راہ پر پائی پھر راہ سے اس نے اس کو علیحدہ کر دیا تو اللہ نے اس کی قدر دانی کی سو اس کو بخش دیا پھر فرمایا کہ شہید پانچ قسم ہیں۔ ایک تو وہ جو وبا میں مر جائے۔ دوسرا وہ جو پیٹ کی بیماری میں مرے یعنی دستوں کے آنے سے مر جائے۔ تیسرا وہ جو ڈوب کر مر جائے۔ چوتھا وہ جس پر دیوار گر پڑے اور پانچواں راہ الٰہی کا شہید ہے یعنی جو جہاد میں شہید ہوا اور فرمایا کہ اگر لوگ جانیں جتنا ثواب کہ اذان دینے اور جماعت کی اول صف میں ہے پھر جھگڑا فیصل ہونے کا کوئی طریق نہ پائے سوائے قرعہ ڈالنے کے تو البتہ اس پر قرعہ ہی ڈالیں اور اگر جانیں کہ کتنا ثواب ہے ظہر کے اول وقت نماز پڑھنے میں تو اس کی طرف نہایت جلدی کر کے آئیں یعنی جماعت کے واسطے مسجد میں جلدی حاضر ہوا کریں اور اگر جانیں کہ کتنا ثواب ہے عشاء اور صبح کی جماعت میں تو البتہ آئیں گھسٹتے ہی سہی یعنی اگر جماعت فجر اور عشاء کا ثواب معلوم ہو اور مسجد میں بسبب ضعف کے پاؤں سے نہ آ سکیں تو لڑکوں کی طرح

گھسٹتے ہوئے آئیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظہر کی نماز کو اول وقت پڑھنے کا بڑا ثواب ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے سے اول وقت پڑھنا افضل ہے اور باقی بیان اس کا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

بَابُ اِحْتِسَابِ الْاٰثَارِ.

قدموں کے حساب کرنے کا بیان یعنی نماز کے واسطے جتنے قدم مسجد کی طرف چل کر جائے ہر ہر قدم کے بدلے ثواب ملتا ہے۔

٦١٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِيْ سَلِمَةَ أَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَكُمْ.

٦١٦۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے قوم بنی سلمہ کی کیا تم نہیں حساب کرتے ہو اپنے قدموں کو یعنی ہر ایک قدم کے بدلے تم کو ثواب ملتا ہے۔

فائدہ: بنی سلمہ انصار کے ایک بڑے قبیلہ کا نام ہے یہ لوگ مسجد نبوی سے بہت دور رہتے تھے سو انہوں نے چاہا کہ ہم مسجد کے آس پاس آ بسیں تا کہ آنے جانے میں تکلیف نہ ہو تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری ان کو سنائی یعنی ہر چند مسجد دور ہونے سے تکلیف ہے لیکن یہ کتنا بڑا ثواب ہے کہ ہر ایک قدم کے بدلے ایک نیکی تمہارے واسطے لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ جس کا گھر مسجد سے دور ہو وہ نماز کے واسطے جتنے قدم چل کر جائے ہر ایک قدم کے بدلے اس کو ثواب ملے گا۔ وفیه المطابقه.

وَقَالَ مُجَاهِدٌ فِيْ قَوْلِهٖ ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ﴾ قَالَ خُطَاهُمْ وَقَالَ ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ حَدَّثَنِيْ أَنَسٌ أَنَّ بَنِيْ سَلِمَةَ أَرَادُوْا أَنْ يَّتَحَوَّلُوْا عَنْ مَنَازِلِهِمْ فَيَنْزِلُوْا قَرِيْبًا مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّعْرُوا الْمَدِيْنَةَ فَقَالَ أَلَا تَحْتَسِبُوْنَ

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی سلمہ کی قوم نے چاہا کہ اپنے گھروں کو چھوڑ آئیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ بسیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اس سے کہ مدینہ کی طرفوں کو خالی کردیں اور فرمایا کہ کیا تم اپنے قدموں کو نہیں گنتے ہو یعنی تم کو معلوم نہیں کہ ہر ایک قدم کے بدلے نیکی لکھی جاتی ہے اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آثار کا معنی قدم ہیں اور پاؤں سے زمین پر چلنا یعنی "اثارھم" کا لفظ جو آیت ﴿وَنَكْتُبُ مَاقَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ﴾ میں واقع ہوا ہے تو اس کا معنی پاؤں سے زمین پر

اٰثَارَکُمْ قَالَ مُجَاهِدٌ خُطَاهُمْ اٰثَارُهُمْ اَنْ يُّمْشٰى فِي الْاَرْضِ بِاَرْجُلِهِمْ. چلنا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے واسطے چل کر جانے میں قدم قدم کے بدلے نیکی لکھی جاتی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد کے پاس گھر بنانا مستحب ہے مگر جس کو زیادہ قدم چل کر زیادہ ثواب لینے کی غرض ہو تو وہ مسجد سے دور رہے اس لیے کہ بنی سلمہ کی قوم نے مسجد کے پاس آ رہنے کا ارادہ کیا تو اسی واسطے کہ اس میں زیادہ ثواب ہے سو حضرت ﷺ نے اُن پر اس بات کا انکار نہ فرمایا بلکہ ان کے نہ آنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ مدینہ کی چاروں طرفیں آباد رہیں جنگل نہ ہو جائیں تو معلوم ہوا کہ مسجد کے پاس رہنا دور رہنے سے افضل ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مستحب ہے کہ نماز کے واسطے دور والی مسجد کی طرف جائیں اگرچہ اس کے گھر کے پاس بھی کوئی مسجد ہو مگر یہ اسی وقت جائز ہے جب کہ نزدیک والی مسجد آباد ہو اور اگر مسجد قریب والی اس کے جانے سے خراب ہوتی ہو تو اس کو لازم ہے کہ اُسی نزدیک والی مسجد میں نماز پڑھے اور اسی کو اللہ کے ذکر سے آباد کرے اور اسی طرح اگر دور والی مسجد میں کوئی اور خرابی ہو جیسے کہ وہاں کا امام بدعتی ہو تو جب بھی وہاں نہ جائے نزدیک والی مسجد میں نماز پڑھا کرے اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ فَضْلِ الْعِشَآءِ فِي الْجَمَاعَةِ.

جماعت نماز عشاء کی فضیلت کا بیان۔

٦١٧ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ صَلَاةٌ اَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَآءِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُقِيْمَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا يَّؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ اٰخُذَ شُعَلًا مِّنْ نَّارٍ فَاُحَرِّقَ عَلٰى مَنْ لَّا يَخْرُجُ اِلَى الصَّلَاةِ بَعْدُ.

٦١٧۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ منافقوں پر بہت بھاری نماز عشاء اور فجر سے کوئی نماز نہیں اور اگر وہ جانیں کہ ان دونوں میں کتنا ثواب ہے تو البتہ آئیں گھسٹتے ہی سہی یعنی اگر ان کی جماعت کا ثواب ان کو معلوم ہو تو جس طرح ہو سکے ان کی جماعت کے واسطے مسجد میں حاضر ہوں اور البتہ میں نے ارادہ کیا کہ حکم کروں مؤذن کو سو نماز کی تکبیر کہے پھر حکم کروں کسی مرد کو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر آگ کی مشعل پکڑ لوں سو جو لوگ جماعت میں نہیں آتے ان کو جلا دوں۔

فائدہ: نماز فجر کی فضیلت پہلے ثابت ہو چکی ہے اب اس میں نماز عشاء کو بھی اس کے مساوی کہا ہے تو جو چیز کہ مساوی افضل کے ہو وہ بھی افضل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ نماز عشاء بھی اور نمازوں سے افضل ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

بَابُ اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ.

دو آدمی اور دو سے زیادہ کو جماعت کا حکم ہے یعنی جماعت کا ثواب جو مقرر ہو چکا ہے وہ ان کو ملے گا۔

٦١٨ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّآءُ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأَذِّنَا وَأَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا.

٦١٨ ۔ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت آئے تو اذان دیا کرو اور تکبیر کہو اور چاہیے کہ تم دونوں میں بڑا امام ہو۔

فائدہ: اس حدیث کا بیان پہلے ہو چکا ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو آدمی کو بھی جماعت کا حکم ہے اس لیے کہ اگر ان دونوں کا جماعت کر کے نماز پڑھنا تنہا تنہا نماز پڑھنے کے برابر ہوتا تو پھر آپ ان کو جماعت کرنے کا حکم نہ فرماتے بلکہ صرف اتنا ہی فرما دیتے کہ نماز پڑھا کرو اور جب آپ نے ان کو جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ دو آدمی کو بھی جماعت کا حکم ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ادنیٰ درجہ جماعت کا امام اور ایک مقتدی ہے خواہ مقتدی لڑکا ہو خواہ مرد ہو خواہ عورت ہو سب کا ایک ہی حکم ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ادنیٰ درجہ جمع کا دو ہیں اور یہ بات ظاہر ہے۔

بَابُ مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ.

جو آدمی مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرے اس کو کیا ثواب ہے؟ اور مسجدوں کی فضیلت کا بیان۔

٦١٩ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلَآئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلٰى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحْدِثِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاةٍ مَا دَامَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَّنْقَلِبَ إِلٰى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ.

٦١٩ ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے آدمی کو دعا کرتے ہیں جب تک کہ اُس مکان میں بیٹھا رہے گا جس میں نماز پڑھ چکا جب تک کہ اس کا وضو نہ ٹوٹے فرشتے کہتے ہیں الٰہی! اس کی مغفرت کر الٰہی! اس پر رحم کر اور ہمیشہ آدمی نماز ہی میں رہتا ہے جب تک کہ اس کو نماز روکے رکھے اور سوائے نماز کے گھر کی طرف پلٹ جانے سے اس کو کوئی روکنے والا نہ ہو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو مدت نماز کے انتظار میں گزرے گی وہ بھی نماز ہی میں شمار ہو گی نماز پڑھنے کے برابر انتظار کا ثواب ملے گا پس معلوم ہوا کہ مسجد میں بیٹھ کر جماعت کے انتظار کرنے کا بڑا ثواب ہے اور یہی وجہ

ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور جو آدمی کہ گھر میں بیٹھا نماز کا انتظار کرے اس کو یہ ثواب نہیں ہے بلکہ اس کو دوسرا ثواب ہے جو آئندہ حدیث میں آتا ہے اور یہ جو فرمایا کہ جب تک اس کا وضو نہ ٹوٹے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ اور زبان سے بھی کوئی ایسا کام نہ کرے جو نماز کے منافی ہو اور فرشتے صرف آدمیوں کے گناہ کی مغفرت چاہتے ہیں نیکیوں کا ثواب اللہ سے نہیں چاہتے تو حکمت اس میں یہ ہے کہ مفسدہ کو دفع کرنا نفع لینے سے مقدم ہے۔

٦٢٠ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ بُنْدَارٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

٦٢٠۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ سات شخص ہیں جن کو اللہ اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا یعنی قیامت میں ایک تو منصف سردار۔ دوسرا وہ جوان جو اُمنگ جوانی سے اللہ کی بندگی میں مشغول ہوا۔ تیسرا وہ مرد جس کا دل مسجدوں میں لگا رہتا ہے یعنی نماز باجماعت کے واسطے مسجد میں جاتا ہے اور مسجد کی بناؤ چناؤ میں لگا رہتا ہے۔ چوتھے وہ مرد جو اللہ کی واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں ملتے ہیں تو اسی پر اور جدا ہوتے ہیں تو اسی پر۔ پانچواں وہ مرد جس کو مالدار باعزت خوبصورت عورت نے بلایا یعنی بدکاری کے واسطے سو اس نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ چھٹا وہ مرد کہ جس نے خیرات کی تو اس کو چھپایا یہاں تک کہ نہیں جانتا اس کا بایاں ہاتھ کہ کیا خرچ کیا ہے اس کے داہنے ہاتھ نے۔ ساتواں وہ مرد جس نے اللہ کو یاد کیا خالی مکان میں سو جاری ہوگئیں اس کی دونوں آنکھیں یعنی خوف الٰہی سے رویا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو نماز کا انتظار کرے اس کو بڑا ثواب ہے وہ قیامت میں اللہ کے سائے کے تلے ہوگا پس معلوم ہوا کہ مسجدوں کی بڑی فضیلت ہے کہ اُن کی طرف دل لگے رہنے سے آدمی قیامت کے عذاب سے بچے گا پس مطابقت حدیث کی باب کے دوسرے مسئلے سے ظاہر ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کا دل مسجد میں لگا ہوا ہے تو گویا کہ وہ نماز کے انتظار میں ہے اور مراد منصف سردار سے وہ ہے جو اللہ کے حکم کے تابع ہو اور ہر چیز کو اپنی اپنی جگہ میں رکھے بحسب شرع نہ اس میں قصور کرے اور نہ اس میں زیادتی کرے اور اسی طرح ہے حکم اس شخص کا جو مسلمانوں کے کسی کام پر حاکم ہو اور اس میں عدل کرے پس اس میں ہر طرح کے حاکم داخل ہیں یہاں تک کہ

ادنیٰ نمبر دار بھی اس میں داخل ہے بشرطیکہ عدل کرے اور کسی پر ظلم نہ کرے اور جوان کو اس واسطے خاص کیا کہ اس پر قوت شہوت کی بہت غالب ہوتی ہے اور شہوات کی طرف اس کو بہت رغبت دلاتی ہے سو ایسی عالت میں اللہ کی عبادت کرنی کمال تقویٰ کی دلیل ہے اور صرف اللہ کے واسطے محبت رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ صرف دین ہی کی وجہ سے محبت رکھتے ہیں اور دنیا کی کسی عداوت کے سبب سے اس کو قطع نہیں کرتے ہیں اور خواہ ایک جگہ میں دونوں اکٹھے رہتے ہوں یا جدا جدا رہتے ہوں لیکن دل سے ایک دوسرے کے ساتھ محبت رکھتے ہوں معلوم ہوا کہ کسی مسلمان بھائی کے ساتھ صرف دین کی وجہ سے محبت رکھنی کہ یہ بھی مسلمان ہے بڑا ثواب رکھتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف اللہ کے ڈر سے زنا سے بچنے کا بڑا رتبہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقے اور خیرات کو چھپا کر دینے میں بڑا ثواب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خالی مکان میں اللہ کے خوف سے رونے میں بڑا ثواب ہے اور اس حدیث میں اگرچہ مردوں کا ذکر ہے لیکن عورتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر اپنی اولاد میں عدل کریں اور جوانی کی حالت میں اللہ کی بندگی کریں اور ان سب حکموں کو بجالائیں تو ان کو بھی یہی ثواب ملے گا اور یہی درجہ پائیں گی اور اس حدیث میں اگرچہ سات آدمیوں کا ذکر آیا ہے لیکن ان کے سوا سات آدمی اور بھی ہیں کہ ان کو بھی یہی درجہ ملے گا ایک وہ جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا دوسرا وہ جس نے غازی کی مدد کی۔ تیسرا وہ جس نے تنگدست محتاج کو مہلت دی۔ چوتھا وہ جس نے قرض سے کچھ چھوڑ دیا۔ پانچواں وہ جس نے قرضدار کی مدد کی۔ چھٹا وہ جس نے مکاتب کی مدد کی۔ ساتواں وہ سوداگر ہے جو بات چیت سچ کہے۔ ان ساتوں کا بھی حدیثوں میں ذکر آ گیا ہے۔

۶۲۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ هَلِ اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا فَقَالَ نَعَمْ أَخَّرَ لَيْلَةً صَلَاةَ الْعِشَآءِ إِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ بَعْدَ مَا صَلّٰى فَقَالَ صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوْا وَلَمْ تَزَالُوْا فِيْ صَلَاةٍ مُنْذُ انْتَظَرْتُمُوْهَا قَالَ فَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ.

۶۲۱۔ انس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشتری بنوائی ہے یا نہیں اس نے کہا ہاں بنوائی تھی کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھی رات تک عشاء کی نماز میں دیر کی پھر بعد نماز کے ہم پر متوجہ ہوئے سو فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ کر سو گئے ہیں اور تم ہمیشہ نماز میں ہی ہو جب تک کہ اس کا انتظار کرتے رہو گے سو انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ رات مجھ کو ایسے یاد ہے کہ میں آپ کی انگشتری کی چمک اب دیکھ رہا ہوں یعنی اس رات میں آپ کے ہاتھ میں انگشتری تھی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرنے کا بہت بڑا ثواب ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَاحَ.

جو آدمی صبح اور شام کی نماز کو مسجد میں آیا کرے اس کے واسطے کیا ثواب ہے؟۔

٦٢٢ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَاحَ أَعَدَّ اللهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ.

٦٢٢ـ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی صبح اور شام کی نماز کو مسجد میں آیا کرے گا تو اللہ اس کے واسطے مہمانی تیار کرے گا بہشت میں ہر صبح وشام۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو صبح وشام کی نماز کو مسجد میں آیا کرے اس کے واسطے بڑا ثواب ہے کہ اس کے بدلے اس کو بہشت میں مہمانی ملے گی۔

بَابُ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ.

جب فرض نماز کی تکبیر ہو جائے تو کوئی نماز درست نہیں سوائے فرض کے۔

٦٢٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَالَ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا مِنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ مَالِكُ ابْنُ بُحَيْنَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا وَقَدْ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللهِ

٦٢٣ـ عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا کہ نماز پڑھتا ہے اور فرض نماز کی تکبیر ہو چکی تھی سو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے اس مرد کو گھیر لیا یعنی اس کے گرد جمع ہو گئے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کیا صبح کی تو چار رکعتیں پڑھتا ہے؟ کیا صبح کی تو چار رکعتیں پڑھتا ہے؟۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاثَ بِهِ النَّاسُ
وَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَلصُّبْحَ أَرْبَعًا اَلصُّبْحَ أَرْبَعًا تَابَعَهُ غُنْدَرٌ
وَمُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ فِیْ مَالِكٍ وَقَالَ ابْنُ
إِسْحَاقَ عَنْ سَعْدٍ عَنْ حَفْصٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ
ابْنِ بُحَيْنَةَ وَقَالَ حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا سَعْدٌ عَنْ
حَفْصٍ عَنْ مَالِكٍ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب فرض نماز کی تکبیر ہو جائے تو اس وقت کوئی نماز درست نہیں سوائے فرض کے نہ نفل اور نہ سنت اور یہی ہے مذہب جمہور کا وہ کہتے ہیں کہ نفلوں کو بعد نماز کے قضا کر لے جماعت کے ہوتے نہ پڑھے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کہ اُن کے نزدیک فرضوں کی جماعت کے ہوتے اور کوئی نماز درست نہیں ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر امید ہو کہ پہلی رکعت ہی میں مل جائے گا تو مکروہ نہیں اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر جانتا ہو کہ سنت پڑھ کر فرضوں کی ایک رکعت مل جائے گی تو سنت پڑھ لے مگر یہ حدیث بخاری کی صریح ہے ان کے رد میں اس لیے کہ اس سے مطلق معلوم ہوتا ہے کہ بعد تکبیر ہو جانے نماز فرض کے کوئی نماز جائز نہیں اور بعض اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس واسطے منع فرمایا تھا کہ اس نے فرض اور نفل کے درمیان کچھ فاصلہ نہیں کیا پس فرض اور نفل میں التباس کا خوف تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف یہی غرض ہوتی کہ دونوں میں التباس نہ ہو جائے تو آپ اس پر انکار نہ فرماتے اس لیے کہ ابن بحینہ سنت سے سلام پھیر کر جماعت میں داخل ہوا تھا اور دوسری حدیث میں ابو داؤد وغیرہ کے صریح آ چکا ہے کہ اس نے نماز صبح کے بعد دو رکعتیں پڑھیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حال پوچھا یہ کون نماز ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے پہلے سنت نہیں پڑھی تھی اب قضا کر کے پڑھی ہے تو آپ نے اس پر انکار نہ فرمایا حالانکہ اس نے سنت کو فرضوں کے متصل پڑھا تھا پس معلوم ہوا کہ یہ انکار آپ کا اس وجہ سے تھا کہ فرضوں کی جماعت کے ہوتے نفل درست نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس واسطے منع فرمایا تھا کہ اس نے فرضوں کی جماعت کے برابر کھڑے ہو کر سنت پڑھی تھی سو جواب اس کا یہ ہے کہ دوسری حدیث میں صریح آ چکا ہے کہ اس نے مسجد کے کنارے میں سنت پڑھی تھی پس یہ محض وہم فاسد ہے اور ابن عبدالبر نے کہا کہ جھگڑے کے وقت سنت کی طرف رجوع کرنا واجب ہے سو جس نے سنت کو لیا اس نے نجات پائی اور جماعت کے ہوتے نفلوں کو ترک کرنا اور بعد اس کے قضا کر کے پڑھنا سنت کے موافق ہے پس اسی کا اتباع کرنا اولیٰ ہے اور اگر فرض کی تکبیر ہونے سے پہلے کوئی سنت پڑھ رہا ہو تو شافعیہ وغیرہ

کہتے ہیں کہ سنت کو قطع کر دے اور چھوڑ کر جماعت میں مل جائے اس لیے کہ عموم حدیث "فَلَا صَلَاةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ" سے یہی ثابت ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تکبیر ہو جانے کے بعد سنت شروع نہ کرے اور اگر تکبیر ہونے سے پہلے سنت شروع کر چکا ہو تو ان کو نہ توڑے واسطے عموم آیت ﴿وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ﴾ لیکن توڑ دینا افضل ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر امام مثلاً ظہر کے فرض پڑھتا ہو تو مقتدی کو اس کے پیچھے عصر کے فرض یا کوئی نفل پڑھنے جائز نہیں صرف اسی وقت کے فرض پڑھے اور ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ اگر اقامت سے پہلے سنتوں کو شروع کر چکا ہو تو ان کو تمام کرے پھر جماعت میں ملے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر رکعت فوت ہونے کا خوف ہو تو سنتوں کو توڑ ڈالے ورنہ تمام کرے اور بعض صحابہ سے جو جماعت کے ہوتے سنتیں پڑھنی مروی ہیں تو وہ ان حدیثوں صحیحہ کے معارض نہیں اور نیز ان کی صحت بھی مسلم نہیں۔

بَابُ حَدِّ الْمَرِيْضِ أَنْ يَّشْهَدَ الْجَمَاعَةَ.

بیمار کی حد کہاں تک ہے اور اس کو جماعت میں حاضر ہونا کب تک جائز ہے؟۔

٦٢٤ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَذَكَرْنَا الْمُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلَاةِ وَالتَّعْظِيْمَ لَهَا قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأُذِّنَ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيْفٌ إِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَأَعَادَ فَأَعَادُوْا لَهُ فَأَعَادَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَخَرَجَ أَبُوْ بَكْرٍ فَصَلَّى فَوَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ

۶۲۴۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ کو وہ بیماری ہوئی جس میں آپ کا انتقال ہوا تو نماز کا وقت آیا اور اذان ہوئی تو آپ نے ارادہ کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا دیں سو فرمایا کہ کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں سو میں نے عرض کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہے اگر حضرت ﷺ کے مقام پر نماز پڑھانے کو کھڑا ہوگا (تو رونے لگے گا اور) لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکے گا پھر آپ نے فرمایا کہ کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھائے میں نے پھر ویسے ہی عرض کی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہے آپ کی جگہ میں کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکے گا (اور قرآن کی آواز لوگ نہ سنیں گے عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایئے کہ نماز پڑھائے) سو آپ نے تیسری بار پھر ویسے ہی فرمایا کہ کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو نماز پڑھائے (پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم حضرت ﷺ سے کہو حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ﷺ سے یہ کہا یعنی عمر کو کہو کہ نماز پڑھائے تب حضرت ﷺ نے فرمایا کہ

رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ مِنَ الْوَجَعِ فَأَرَادَ أَبُوْ بَكْرٍ أَنْ يَّتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَكَانَكَ ثُمَّ أُتِيَ بِهٖ حَتّٰى جَلَسَ إِلٰى جَنْبِهٖ قِيْلَ لِلْأَعْمَشِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَأَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلَاتِهٖ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ أَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ بِرَأْسِهٖ نَعَمْ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بَعْضَهٗ وَزَادَ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ أَبِيْ بَكْرٍ فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ قَائِمًا.

بے شک تم یوسف علیہ السلام کے ساتھ والی عورتوں کی طرح ہو یعنی کیوں خلاف تمائی کرتی ہو کہ تمہارے دل میں تو یہ ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اگر جماعت کرائیں تو مبادا لوگ اس کے ساتھ عداوت نہ کریں اور ظاہر میں یہ عذر ہے کہ وہ نرم دل ہے جیسے کہ زلیخا نے ظاہر تو مصر کی عورتوں کی دعوت کی تھی لیکن دراصل اس کی یہ غرض تھی کہ یہ عورتیں بھی یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھیں اور مجھ کو معذور رکھیں) کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھائے سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز کے لیے نکلے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری سے کچھ افاقہ پایا سو آپ دو آدمیوں کے درمیان ٹیک لگا کر گھر سے تشریف لائے جیسے کہ میں آپ کے پاؤں کو دیکھتی ہوں کہ زمین پر گھسٹتے جاتے ہیں یعنی کمزوری کے سبب سے زمین پر نہیں ٹھہر سکتے ہیں اور بیماری کے سبب سے ان کو اٹھا نہیں سکتے ہیں سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مصلے سے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی جگہ میں ٹھہرا رہو پھر لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لائے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے سو اعمش (راوی) سے کسی نے نے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز پڑھتے تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے سو اعمش نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں یعنی لوگوں کے امام ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے امام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بائیں طرف بیٹھ گئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ اس میں اختلاف ہے کہ اس نماز میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم امام بنے ہوئے تھے یا ابو بکر رضی اللہ عنہ امام تھے سو بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود امام تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ مقتدی تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے امام ہونے سے یہ ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے تو جو لوگ کہ دور صفوں میں کھڑے ہوئے تھے ان کو

حضرت ﷺ کی آواز سنی نہیں جاتی تھی اور نہ آپ کا حال ان کو معلوم ہو سکتا تھا اس واسطے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پکار کر تکبیر کہتے تھے تا کہ لوگوں کو حضرت ﷺ کی تکبیر معلوم ہو اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امام تھے اور حضرت ﷺ مقتدی تھے اور حدیثیں ہر طرح کی اس باب میں آچکی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ معاملہ دو بار ہوا ہے ایک بار میں حضرت ﷺ امام تھے اور ایک میں ابو بکر رضی اللہ عنہ امام تھے لیکن پہلی وجہ کو ترجیح معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس میں اشارہ ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا کہ جو عہدہ حضرت ﷺ کا خاص تھا یعنی نماز کی امامت کا سو اپنی زندگی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیا جیسے کوئی بادشاہ زندگی میں کسی کو تخت اور چتر شاہی دے تو یہ نشانی ہے کہ بادشاہ نے اس کو ولی عہد کیا اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ پر فضیلت ہے اور بعد اس کے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فضیلت ہے سب پر اور یہ کہ جو خود پسندی سے بے خوف ہو اس کے روبرو تعریف کرنا جائز ہے اور یہ کہ چھوٹے کو بڑے سے تکرار کرنا جائز ہے اور یہ کہ چھوٹا بڑے کا ادب کرے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت ﷺ کو دیکھ کر مصلے سے پیچھے ہٹنے لگے تھے اور یہ کہ نماز میں بہت رونا نماز کو نہیں توڑتا ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ کو معلوم تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں بہت روتے ہیں اور بہت نرم دل ہیں پھر باوجود اس کے آپ نے اس کو امامت کرانے کا حکم فرمایا اور اس کو رونے سے منع نہ فرمایا اور یہ کہ اشارہ کلام کرنے کے برابر ہے اور یہ کہ جماعت سے نماز پڑھنے کی بڑی تاکید ہے اور اگرچہ مریض کو ترک کرنی جماعت کی رخصت ہے لیکن مشکل کام پر عمل کرنا بھی اس کے لیے جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے ایسی شدت بیماری میں جماعت سے نماز اس واسطے پڑھی تھی تا کہ بعد کے خلیفے اور امام ادنیٰ عذر کے ساتھ جماعت کو ترک نہ کیا کریں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کو جائز ہے کہ اپنی امامت کو توڑ ڈالے اور دوسرے کا مقتدی ہو جائے اور نماز اس سے نہیں ٹوٹتی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ مقتدی امام سے پہلے تکبیر تحریمہ کہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھائے اور مقتدی پیچھے کھڑے ہوں تو یہ بھی جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کھڑے ہونے کی طاقت رکھتا ہو اس کی نماز بیٹھے کے پیچھے جائز ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ کھڑے کی نماز بیٹھے کے پیچھے جائز نہیں اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بیٹھے کے پیچھے بیٹھ کر پڑھنا واجب ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کو بیماری کی ایسی شدت ہو کہ بدون ٹیک لگائے دوسرے کے چل نہ سکے تو اس کے لیے جماعت میں آنا مستحب نہیں مگر جب کہ اس کو کوئی ایسا آدمی مل جائے جس پر تکیہ لگا کر چل سکے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

٦٢٥ ۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ

٦٢٥۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کو بیماری کی بہت شدت ہوئی تو آپ نے اپنی

الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَرَجُلٍ اٰخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِي وَهَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ.

بیویوں سے میرے گھر میں بیماری کاٹنے کی اجازت چاہی سو تمام بیویوں نے آپ کو اجازت دی سو آپ دو آدمیوں کے درمیان اپنے پاؤں کو زمین پر کھینچتے ہوئے باہر آئے اور وہ دونوں آدمی ایک تو عباس رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرے علی رضی اللہ عنہ۔

فائدہ: وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے بھی اس طرح ہے جو پہلی حدیث میں گزر چکی۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْمَطَرِ وَالْعِلَّةِ أَنْ يُصَلِّيَ فِي رَحْلِهِ.

مینہ برسنے اور عذر کے دن گھر میں نماز پڑھنی جائز ہے۔

فائدہ: عذر سے مراد وہ سبب ہے جو جماعت میں حاضر ہونے سے روکے جیسے کہ بیماری ہو یا دشمن کا خوف ہو یا کسی ظالم کا لحاظ ہو یا رات میں سخت آندھی چلے یا کوئی اور ایسا عذر ہو تو ایسے عذر کے وقت گھر میں نماز پڑھنی جائز ہے خواہ جماعت سے پڑھے یا تنہا۔

٦٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَذَّنَ بِالصَّلَاةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيحٍ ثُمَّ قَالَ أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَمَطَرٍ يَقُولُ أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ.

٦٢٦۔ نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز کے لیے اذان دی جاڑے اور آندھی کی رات میں پھر یہ لفظ کہا یعنی بعد اذان کے یا اخیر میں کہ اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب مینہ برسنے اور جاڑے کی رات ہوتی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو فرمایا کرتے کہ یہ کلمے کہے کہ اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور مطابقت باب کی اس حدیث سے ظاہر ہے۔

فائدہ: پس اس سے معلوم ہوا کہ ان عذروں سے جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے اور شافعیہ کہتے ہیں کہ ہوا رات میں عذر ہے دن میں نہیں۔

۶۲۷ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَؤُمُّ قَوْمَهُ وَهُوَ أَعْمٰى وَأَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهَا تَكُوْنُ الظُّلْمَةُ وَالسَّيْلُ وَأَنَا رَجُلٌ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ فَصَلِّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِي بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى فَجَآءَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فَأَشَارَ إِلٰى مَكَانٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَصَلّٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۶۲۷۔ محمود بن ربیع سے روایت ہے کہ عتبان بن مالک اپنی قوم کو امامت کرایا کرتا تھا اور وہ آنکھ سے اندھا تھا اور اس نے حضرت ﷺ سے عرض کی کہ یا حضرت! قصہ تو یوں ہے کہ اندھیرا ہوتا ہے اور نالا بہتا ہے اور میں آنکھ سے اندھا ہوں سو آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیے کہ میں اس کو جائے نماز ٹھہراؤں اور وہاں نماز پڑھا کروں سو حضرت ﷺ اس کے گھر میں تشریف لائے اور فرمایا کہ تو اپنے گھر میں کس جگہ کو پسند رکھتا ہے کہ میں وہاں نماز پڑھوں سو اس نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا سو حضرت ﷺ نے اس میں نماز پڑھی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس دن مینہ اور اندھیرا ہو یا کوئی اور عذر ہو تو اس دن گھر میں نماز پڑھنی جائز ہے اور جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اس لیے کہ اگر اکیلے کی نماز گھر میں جائز نہ ہوتی تو حضرت ﷺ بیان کر دیتے کہ تنہا تیری نماز اس جگہ جائز نہیں جب تک جماعت نہ ہو اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ هَلْ يُصَلِّي الْإِمَامُ بِمَنْ حَضَرَ وَهَلْ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ.

اگر جمعہ کے دن مینہ ہو تو اس دن امام کو جمعہ کرانا اور خطبہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔

فائدہ: پہلے باب سے معلوم ہوتا تھا کہ عذر والے لوگوں کو گھر میں نماز پڑھنی چاہیے وہ لوگ جماعت میں حاضر نہ ہوں تو اس سے ظاہرًا یہی معلوم ہوتا تھا کہ ان لوگوں کو جماعت میں حاضر ہونا بالکل جائز نہیں سو اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس وہم کو دفعہ کرنے کے واسطے یہ باب باندھا ہے اس غرض سے کہ عذر کے دن گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم فقط رخصت اور جائز ہے واجب نہیں بلکہ مستحب بھی نہیں اگر کوئی ایسے دن تکلیف اٹھا کر جماعت میں حاضر ہو تو مکروہ نہیں بلکہ ثواب ملتا ہے۔

۶۲۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ

۶۲۸۔ عبداللہ بن حارث سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم کو خطبہ سنایا مینہ کے دن سو جب مؤذن حی علی الصلوۃ پر پہنچا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو حکم دیا کہ اس کے بدلے یہ لفظ کہو الصلوۃ فی الرحال سو بعض نے بعض کی طرف دیکھا

عَبَّاسٍ فِی يَوْمٍ ذِی رَدْغٍ فَأَمَرَ الْمُؤَذِّنَ لَمَّا بَلَغَ حَیَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ قُلِ الصَّلَاةُ فِی الرِّحَالِ فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ فَكَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوْا فَقَالَ كَأَنَّكُمْ أَنْكَرْتُمْ هٰذَا إِنَّ هٰذَا فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّیْ يَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا عَزْمَةٌ وَإِنِّیْ كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ وَعَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كَرِهْتُ أَنْ أُؤَثِّمَكُمْ فَتَجِيْئُوْنَ تَدُوْسُوْنَ الطِّيْنَ إِلٰى رُكَبِكُمْ.

جیسے کہ انہوں نے اس بات کو مکروہ جانا سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ گویا تم نے اس امر کو برا جانا ہے بے شک یہ کام اس نے کیا ہے جو مجھ سے بہتر ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے میری رائے نہیں اور بے شک رجمعہ واجب ہے اور میں نے اس بات کو ناپسند جانا کہ تم کو تکلیف میں ڈالوں سو تم اپنے گھٹنوں تک کیچڑ میں پھسلتے آؤ۔

فائدہ: یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ عذر والوں کو مینہ کے دن جمعہ جماعت میں حاضر ہونا مکروہ نہیں اس لیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بعض لوگوں نے حاضر ہو کر جمعہ ادا کیا پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

٦٢٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِیَّ فَقَالَ جَآءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتّٰى سَالَ السَّقْفُ وَكَانَ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ فَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِی الْمَآءِ وَالطِّيْنِ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ فِیْ جَبْهَتِهٖ.

٦٢٩۔ ابوسلمہ سے روایت ہے کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے شب قدر کا حال پوچھا سو اس نے کہا کہ ایک دن ابر کا آیا اور مینہ برسا یہاں تک کہ مسجد نبوی کی چھت کا پانی بہ چلا اور چھت مسجد کی کھجور کی چھڑیوں سے بنی تھی سو نماز کی تکبیر ہوئی سو میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پانی اور مٹی میں سجدہ کرتے ہیں یہاں تک کہ میں نے آپ کی پیشانی پر مٹی کا نشان دیکھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مینہ کے دن اگر لوگ جماعت میں حاضر ہوں تو جب بھی جائز ہے بلکہ ثواب ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

٦٣٠ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ

٦٣٠۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد انصاری نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ جماعت میں

بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِنِّيْ لَا أَسْتَطِيْعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ وَكَانَ رَجُلًا ضَخْمًا فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلٰى مَنْزِلِهٖ فَبَسَطَ لَهٗ حَصِيْرًا وَنَضَحَ طَرَفَ الْحَصِيْرِ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ اٰلِ الْجَارُوْدِ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى قَالَ مَا رَأَيْتُهٗ صَلَّاهَا إِلَّا يَوْمَئِذٍ.

حاضر ہونے کی طاقت نہیں رکھتا اور وہ آدمی بہت موٹا اور بھاری بدن والا تھا سو اس نے حضرت ﷺ کی دعوت کی اور آپ کو اپنے گھر میں بلایا اور آپ کے لیے چٹائی بچھائی اور اس پر پانی چھڑکا تا کہ نرم ہو جائے یا پاک ہو جائے سو حضرت ﷺ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی تو جارود کی اولاد سے ایک مرد نے انس رضی اللہ عنہ کو کہا کہ کیا حضرت ﷺ چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آپ کو کبھی پڑھتے نہیں دیکھا مگر آج کے دن۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس آدمی کو عذر ہو اگر وہ جماعت میں نہ آئے تو جائز ہے جیسے کہ آپ نے اُس موٹے آدمی کو معذور کہا لیکن اس کو یہ نہیں فرمایا کہ تجھ کو جماعت میں آنا جائز نہیں یا مکروہ ہے پس معلوم ہوا کہ عذر والے کو جماعت میں آنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چٹائی پر نماز پڑھنی جائز ہے لیکن مٹی پر نماز پڑھنی افضل ہے۔

بَابُ إِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ وَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِالْعَشَآءِ وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَآءِ مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ إِقْبَالُهٗ عَلٰى حَاجَتِهٖ حَتّٰى يُقْبِلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ وَقَلْبُهٗ فَارِغٌ.

جب کھانا تیار ہو اور فرض نماز کی تکبیر ہو جائے تو کیا کرے پہلے کھانا کھائے یا نماز پڑھے؟ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما رات کا کھانا نماز عشاء سے پہلے کھایا کرتے تھے اور ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آدمی کی فقہ اور دانش سے یہ بات ہے کہ پہلے اپنی حاجت پر متوجہ ہو اور اس کو پورا کرے یہاں تک کہ اپنی نماز میں متوجہ ہو اس حالت میں کہ اس کا دل حاجت سے خالی ہو یعنی بے فکر ہو کر نماز پڑھے کسی حاجت کی طرف دل نہ لگائے۔

فائدہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں پہلے کھانا کھا لینا چاہیے خواہ بھوک ہو یا نہ ہو اور ابو درداء رضی اللہ عنہ کے اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف اسی وقت ہے جب کہ بھوک کا بہت غلبہ ہو کہ اس وقت کھانے سے فراغت کر کے نماز پڑھے۔

۶۳۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ

۶۳۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا

هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ أَبِیْ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا وُضِعَ الْعَشَآءُ وَأُقِیْمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَآءِ.

کہ جب رات کا کھانا تیار ہو اور نماز عشاء کی تکبیر ہو جائے تو تم کھانے کی ابتدا کرو یعنی اول کھانے سے فراغت کرو پھر نماز پڑھو تا کہ تسکین سے نماز ہو کھانے کی طرف دل نہ لگا رہے۔

فائدہ: جمہور علماء کے نزدیک اول کھانا کھا لینا مستحب ہے پھر اس مستحب ہونے میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ مستحب اسی وقت ہے جب کہ اس کو بھوک کا غلبہ ہو اور یہی ہے مذہب شافعیوں کا اسی طرح اگر کھانے کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو جب بھی یہی حکم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہر حال میں مستحب یہی ہے کہ پہلے کھا لے اور یہی ہے مذہب امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق اور ثوری کا اور بعضوں کا کچھ اور مذہب ہے لیکن بہر حال نماز سے پہلے کھانا کھا لینے کو ترجیح معلوم ہوتی ہے لیکن یہ سب کچھ اسی وقت ہے جب کہ نماز کا وقت تنگ نہ ہو اور اگر نماز کا وقت تنگ ہو تو پہلے نماز پڑھ لے ایسے وقت میں نماز کو تاخیر کرنا بالاجماع جائز نہیں اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ جو چیز دل کو مشغول رکھے وہ بھی طعام کے ساتھ شامل ہے۔

٦٣٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُدِّمَ الْعَشَآءُ فَابْدَءُوْا بِهِ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوْا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَآئِكُمْ.

٦٣٢۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رات کا کھانا تیار ہو جائے تو تم کھانے کے ساتھ ابتدا کرو مغرب کی نماز سے پہلے اور کھانے سے روگردانی مت کرو۔

٦٣٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ أَبِيْ أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَ عَشَآءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَآءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلَاةُ فَلَا يَأْتِيْهَا حَتّٰى يَفْرُغَ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَآءَةَ الْإِمَامِ.

٦٣٣۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کسی کا رات کا کھانا تیار ہو اور نماز کی تکبیر ہو جائے تو اول کھانا کھا لے اور نماز کے واسطے جلدی نہ کرے جب تک کہ اس سے فارغ ہو جائے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا جب کھانا آ جاتا اور نماز کی تکبیر ہو جاتی تو نماز کی طرف نہ آتے جب تک کہ کھانے سے فارغ نہ ہو جاتے اور وہ امام کی قراءت سنتے رہتے۔

وَقَالَ زُهَيْرٌ وَوَهْبُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ وَإِنْ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ رَوَاهُ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ وَهْبِ بْنِ عُثْمَانَ وَوَهْبٌ مَدِيْنِيٌّ.

ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

فائدہ: امام نووی رالتیبہ نے لکھا ہے کہ ان حدیثوں میں دلالت ہے اس بات پر کہ کھانے کے موجود ہوتے نماز مکروہ ہے بشرطیکہ اس کے کھانے کا ارادہ رکھتا ہو اس لیے کہ اس میں دل کا خلوص اور حضور نہیں رہتا ہے اور اسی طرح جس چیز کی طرف دل مشغول ہو تو اس کا بھی یہی حال ہے لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ وقت فراخ ہو اور اگر وقت تنگ ہو تو پہلے نماز پڑھ لے نماز کو وقت سے نکالنا ہرگز جائز نہیں ہے صرف اس نماز میں تھوڑی کراہت ہوگی یعنی بوجہ حاضر ہونے کھانے کے لیکن نماز صحیح ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جس کا کھانا تیار ہو اس کی نماز کا وقت دراز ہو جاتا ہے اگرچہ اصلی وقت اس کا قضا ہو جائے۔

بَابُ إِذَا دُعِيَ الْإِمَامُ إِلَى الصَّلَاةِ وَبِيَدِهٖ مَا يَأْكُلُ.

جب امام کو نماز کی طرف بلایا جائے اور وہ کسی چیز کو کھا رہا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

فائدہ: غرض امام بخاری رالتیبہ کی اس باب سے یہ ہے کہ پہلے باب میں جو نماز سے اول کھانا کھانے کا حکم آیا ہے تو یہ حکم واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اس لیے کہ اگر یہ حکم واجب ہوتا تو حضرت ﷺ کھانے کو چھوڑ کر نہ آتے۔

٦٣٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ ذِرَاعًا يَحْتَزُّ مِنْهَا فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّيْنَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۶۳۴۔ عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ بکری کا ہاتھ کاٹ کر کھا رہے تھے سو آپ کو نماز کی طرف بلایا گیا سو آپ کھڑے ہوئے اور چھری کو پھینک دیا سو آپ نے نماز پڑھی اور نیا وضو نہ کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ کھانے کو چھوڑ کر نماز کی طرف چلے گئے پس معلوم ہوا کہ پہلے کھانا کھالینا واجب نہیں مستحب ہے کما مر۔

بَابُ مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ أَهْلِهٖ فَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَخَرَجَ.

جوآدمی گھر کے کسی کام میں مشغول ہو اور نماز کی تکبیر ہو جائے تو اس کو نماز کے واسطے آنا جائز ہے۔

٦٣٥ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ أَهْلِهٖ تَعْنِيْ خِدْمَةَ أَهْلِهٖ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

۶۳۵۔ اسود سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اپنے گھر والوں کا کام کرتے تھے اور جب نماز کا وقت آتا تو نماز کی طرف نکلتے۔

فائدہ: شمائل ترمذی میں ہے کہ بکریوں کو دوہتے تھے اور اپنے کپڑوں کو سیتے تھے پس معلوم ہوا کہ گھر باہر کے سب کاموں کا کھانے کی طرح حکم نہیں کہ پہلے کام کر لے بعد اس کے نماز پڑھے اس لیے کہ اگر ایسا ہو تو دنیا کے کام سے تو آدمی کسی وقت خالی نہیں ہوتا ہے تو اس سے نماز کا وقت بالکل کوئی نہیں رہے گا پس سوائے کھانے کے کسی اور کام کی طرف دل کا مائل رہنا معتبر نہیں بلکہ جب نماز کا وقت آئے تو فوراً کام کو چھوڑ کر نماز میں حاضر ہو اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ وَهُوَ لَا يُرِيْدُ إِلَّا أَنْ يُّعَلِّمَهُمْ صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُنَّتَهٗ.

جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور وہ کوئی ارادہ نہ رکھتا ہو مگر یہ کہ ان کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سکھلائے اور آپ کا طریقہ بتلائے تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

٦٣٦ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ جَآءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فِيْ مَسْجِدِنَا هٰذَا فَقَالَ إِنِّيْ لَأُصَلِّيْ بِكُمْ وَمَا أُرِيْدُ الصَّلَاةَ أُصَلِّيْ كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فَقُلْتُ لِأَبِيْ قِلَابَةَ كَيْفَ كَانَ يُصَلِّيْ قَالَ مِثْلَ شَيْخِنَا هٰذَا قَالَ وَكَانَ شَيْخًا يَجْلِسُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ قَبْلَ أَنْ يَّنْهَضَ فِي

۶۳۶۔ ابو قلابہ سے روایت ہے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری اس مسجد میں آئے سو انہوں نے کہا کہ میں تم کو نماز پڑھاتا ہوں اور میرا نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں یعنی یہ نماز فرض نہیں کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا نماز پڑھتا ہوں جیسے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے سو ابو ایوب (راوی) نے کہا کہ میں نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے تھے اس نے کہا کہ ہمارے اس شیخ کی طرح یعنی عمرو بن سلمہ کی طرح کہ ہمارا امام ہے اور وہ شیخ بیٹھا کرتا تھا جب کہ سجدے سے سر اٹھاتا کھڑے ہونے سے پہلے اول

الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى. رکعت میں یعنی جلسہ استراحت کا کیا کرتا تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے کہ بدون سکھلانے کے اس سے کچھ مقصود نہ ہو تو جائز ہے یہ نماز ریا میں داخل نہیں ہے اور نہ تشریک فی العبادت کے قبیل سے ہے اور یہ جو انہوں نے کہا کہ میرا نماز کا ارادہ نہیں تو اس کا یہ معنی نہیں کہ میں یہ نماز ثواب کے واسطے نہیں پڑھتا ہوں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا نماز پڑھنے کا سبب کوئی نماز قضا یا ادا کا حاضر ہونا نہیں بلکہ صرف میری غرض اس سے یہ ہے کہ تم کو تعلیم کروں اور تعلیم میں بیشک ثواب ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ.

علم والے بزرگی والے لوگ امامت کرانے کے واسطے زیادہ حق دار ہیں اُن لوگوں سے جو علم اور بزرگی نہیں رکھتے ہیں۔

فائدہ: اس میں اختلاف ہے ہے کہ جب عالم اور قاری دونوں موجود ہوں تو امام کون بنے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور متقدمین کہتے ہیں کہ عالم امام بنے کہ نماز میں علم کی حاجت بہت پڑتی ہے اس لیے کہ اگر نماز میں کوئی قصور ہو تو وہ اس کا تدارک کر سکتا ہے بخلاف قاری کے کہ وہ بسبب بے علمی کے اس کا تدارک نہیں کر سکتا ہے اور حدیث باب کی بھی اسی پر دلالت کرتی ہے اس لیے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے اعلم تھے اور ابو یوسف اور امام احمد اور اسحاق اور بعض شافعیہ کہتے ہیں کہ امام قاری بنے کہ حدیث میں آیا ہے کہ امامت وہ کرے جو سب سے زیادہ قاری ہو اور جمہور علماء اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حکم اول اسلام میں تھا جب کہ حافظ کم تھے اور امامت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخر عمر میں واقع ہوئی ہے پس اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

٦٣٧ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَآئِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُهٗ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّهٗ رَجُلٌ رَقِيْقٌ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ قَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِيْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ

٦٣٧۔ ترجمہ اس حدیث کا اوپر گزر چکا ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا کہ کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھائے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی قاصد آیا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا یعنی بلال رضی اللہ عنہ آئے اور ان کو کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو نماز پڑھانے کے واسطے امام مقرر کیا ہے چلو اور لوگوں کو نماز پڑھاؤ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو امامت سے نماز پڑھائی۔

يُوْسُفَ فَأَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

فائدہ: علماء کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس حدیث سے یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب امت سے افضل ہے اور سب سے زیادہ عالم ہے اس لیے کہ آپ نے باوجود تکرار کے امامت کے واسطے اس کے سوا کسی کو پسند نہ کیا پس معلوم ہوا کہ امام وہ ہے جو عالم ہو اور بزرگ ہو۔

٦٣٨ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهٖ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهٗ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا.

٦٣٨ ۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ جب آپ کے مقام پر نماز پڑھانے کو کھڑا ہوگا تو رونے لگے گا اور قرآن کی آواز لوگ نہ سنیں گے آپ عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایے کہ نماز پڑھائے تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک یوسف علیہ السلام کے ساتھ والی عورتوں کی طرح ہو کہ دل میں کچھ ہے اور زبان پر کچھ سو حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ نہیں ہوں میں کہ پہنچوں تجھ سے نیکی کو یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ناراض ہونا تمہارے سبب سے ہوا ہے اگر میں یہ کلام نہ کہتی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہ ہوتے۔

٦٣٩ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَدَمَهٗ وَصَحِبَهٗ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّيْ لَهُمْ فِيْ وَجَعِ النَّبِيِّ صَلَّى

٦٣٩ ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اس بیماری میں جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا یہاں تک کہ جب سوموار کا دن ہوا اور لوگ صفیں باندھ کر نماز میں کھڑے تھے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ اٹھایا اور ہم کو کھڑے ہو کر دیکھتے رہے جیسے کہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوْفٌ فِي الصَّلَاةِ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ إِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَأَنَّ وَجْهَهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَهَمَمْنَا أَنْ نَفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَكَصَ أَبُوْ بَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجٌ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَشَارَ إِلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ وَأَرْخَى السِّتْرَ فَتُوُفِّيَ مِنْ يَّوْمِهٖ.

چہرہ آپ کا قرآن کا ورق تھا یعنی بہ سبب باریک ہو جانے چمڑے کے اور صفائی بدن کی اور روشنی جمال با کمال کے پھر آپ نے تبسم فرمایا یعنی ہنستے رہے سو ہم نے قصد کیا کہ فتنے میں پڑ جائیں یعنی ہماری نماز ٹوٹ جائے اس خوشی کے سبب سے جو ہم کو حضرت ﷺ کے دیدار سے حاصل ہوئی پس ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹے یعنی قبلے کی طرف پیٹھ نہ پھیری اور نہ اس طرف سے منہ پھیرا اور گمان کیا کہ حضرت ﷺ نماز میں آنے والے ہیں سو حضرت ﷺ نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ اپنی نماز تمام کرو اور پردے کو دروازے پر لٹکا دیا یعنی حجرے کے اندر چلے گئے سو اسی دن آپ کا انتقال ہو گیا اللہ تعالیٰ ان پر ہزاروں رحمتیں کرے۔

٦٤٠ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَذَهَبَ أَبُوْ بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهٗ فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ أَعْجَبَ إِلَيْنَا مِنْ وَّجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَحَ لَنَا فَأَوْمَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ أَنْ يَّتَقَدَّمَ وَأَرْخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَابَ فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ.

٦٤٠۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ تین دن مسجد میں نہ آئے سو نماز کی تکبیر ہوئی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے یعنی امامت کے لیے سو حضرت ﷺ نے پردہ اٹھایا یعنی حجرے کے دروازے سے سو جب آپ کا چہرہ مبارک ظاہر ہوا تو ہم نے ایسا دیدار کبھی نہیں دیکھا جو ہم کو بہت پیارا ہوتا حضرت ﷺ کے چہرے سے جب کہ ہم کو ظاہر ہوا سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ حضرت ﷺ تشریف لاتے ہیں تب الٹے پاؤں پیچھے ہٹے سو حضرت ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا کہ امام بنے اور لوگوں کو نماز پڑھائے اور آپ نے پردہ لٹکایا اور مسجد میں تشریف نہ لائے سو نہ طاقت پائی ہم نے آپ کے دیدار پر یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا۔

٦٤١ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ

٦٤١۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ

حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قِيْلَ لَهُ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيْقٌ إِذَا قَرَأَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ قَالَ مُرُوْهُ فَيُصَلِّيْ فَعَاوَدَتْهُ قَالَ مُرُوْهُ فَيُصَلِّيْ إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ وَإِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى الْكَلْبِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ عُقَيْلٌ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کو بیماری کی شدت ہوئی اور مسجد میں آنے کی اور لوگوں کو نماز پڑھانے کی طاقت نہ رہی تو آپ سے نماز کا حال پوچھا گیا کہ لوگوں کو نماز کون پڑھائے فرمایا کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھائے عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہے جب قرآن پڑھے گا تو رونے لگے گا فرمایا کہ اس سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے سو میں نے پھر وہی بات دوہرائی فرمایا کہ اس سے کہو کہ نماز پڑھائے تم یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ والی عورتوں کی طرح ہو۔

فائدہ: یہ حدیث دراصل ایک ہی حدیث ہے لیکن سندیں اس کی مختلف ہیں اسی واسطے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو کئی سندوں سے بیان کیا ہے گویا اشارہ ہے کہ یہ حدیث بخاری کو بہت طریقوں سے پہنچی ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص علم والا ہو اور بزرگ ہو وہ امامت کے زیادہ تر لائق ہے اس آدمی سے جو علم اور بزرگی نہیں رکھتا اسی طرح جو اعلم اور افضل ہو وہ امامت کے زیادہ تر لائق ہے عالم اور فاضل سے اور وجہ استدلال کی ان حدیثوں سے یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بہت حدیثوں سے ثابت ہو چکی ہے اور یہ بھی قطعاً معلوم ہو چکا ہے کہ وہ سب اصحاب سے افضل ہیں اور جب کہ ان کو امامت کرنے کا حکم ہوا تو اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ امامت کے لائق وہ آدمی ہے جو اہل علم اور اہل فضل ہو اور یہی وجہ ہے مطابقت ان حدیثوں کی باب سے۔

بَابُ مَنْ قَامَ إِلٰى جَنْبِ الْإِمَامِ لِعِلَّةٍ.

اگر کوئی شخص کسی سبب سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو تو اس کا کیا حکم ہے یعنی اگر امام مثلاً بیمار ہو اور مقتدی تکبیر کی آواز نہ سنیں تو اس وقت جائز ہے کہ ایک آدمی امام کے پہلو میں کھڑا ہو اور امام کی تکبیر لوگوں کو پکار کر سنا دے۔

٦٤٢ ۔ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ

۶۴۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِيْ مَرَضِهِ فَكَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ فَإِذَا أَبُوْ بَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ فَلَمَّا رَآهُ أَبُوْ بَكْرٍ اسْتَأْخَرَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ كَمَا أَنْتَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِذَآءَ أَبِيْ بَكْرٍ إِلٰى جَنْبِهِ فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ أَبِيْ بَكْرٍ.

بیماری میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے سو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے عروہ نے کہا کہ ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری سے کچھ افاقہ ہوا سو آپ گھر سے تشریف لائے اور اچانک ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے سو جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے برابر ہو کر اس کے پہلو میں بیٹھ گئے سو ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔

فائدہ: مطلب اس کا یہ ہے کہ درحقیقت سب کے امام تو خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے لیکن بوجہ ضعف اور ناطاقتی کے لوگ آپ کی تکبیر کی آواز نہیں سن سکتے تھے اس لیے ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر کی آواز لوگوں کو پکار کر سنا دیتے تھے تو گویا بظاہر لوگوں کے امام ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے کہ لوگ ان کی آواز کی تابعداری کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عذر سے امام کے پہلو میں کوئی آدمی کھڑا ہو جائے جیسے کہ یہ واقعہ ہوا ہے تو جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اسی طرح اگر لوگ بے شمار ہوں اور بہت دور دور کھڑے ہوں اور بہت ہجوم کے سبب سے لوگ امام کی آواز نہ سن سکیں تو کوئی آدمی بلند آواز والا امام کے پہلو میں کھڑا ہو جائے یا کسی صف میں کھڑا ہو کر لوگوں کو امام کی تکبیر سنائے تو جائز ہے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اصل یہی ہے کہ امام مقتدیوں سے مقدم ہو لیکن اگر مکان تنگ ہو یا مقتدی صرف ایک ہی ہو یا لوگ ننگے ہوں تو امام کے برابر کھڑے ہونا جائز ہے لیکن فضیلت فوت ہوتی جاتی ہے۔

بَابُ مَنْ دَخَلَ لِيَؤُمَّ النَّاسَ فَجَآءَ الْإِمَامُ الْأَوَّلُ فَتَأَخَّرَ الْأَوَّلُ أَوْ لَمْ يَتَأَخَّرْ جَازَتْ صَلَاتُهُ فِيْهِ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اگر کوئی شخص مثلاً محراب میں آئے تا کہ لوگوں کو امامت کرائے پھر پہلا امام آ جائے تو وہ امام محراب والا خواہ پیچھے ہٹے یا نہ ہٹے اس کی نماز درست ہو جاتی ہے اس حکم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث ہے۔

فائدہ: پہلے امام سے وہ امام مراد ہے جو ہمیشہ سے مقرر ہو اور محراب میں آنے والے سے وہ امام مراد ہے جو اس کا

نائب اور خلیفہ ہو یعنی اگر ہمیشہ کے امام نے کسی عذر سے کسی دوسرے آدمی کو نماز میں اپنا خلیفہ بنایا اور نماز کے اندر پھر وہ ہمیشہ کا امام بھی آ گیا تو اب وہ خلیفہ خواہ پیچھے کی صف میں ہٹ جائے خواہ نہ ہٹے خلیفہ کی نماز جائز ہو جاتی ہے دوہرا کر پڑھنے کی کوئی حاجت نہیں ہے یہ نہیں کہ دو تین قدم پیچھے ہٹ کر جانے کے سبب سے اس کی نماز جائز ہو یا نماز میں دوسرے آدمی کے پیچھے اقتدا کرنے کی وجہ سے اس کی نماز جائز نہ ہو اور پیچھے ہٹنے اور نہ ہٹنے کے باب میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے چنانچہ وہ حدیث عروہ اور عبداللہ کے طریق سے باب من قام الی جنب الامام میں اوپر مذکور ہو چکی ہے اور جواز آپ کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے نماز دوہرانے کا حکم نہ فرمایا۔

٦٤٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِيْ حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلٰى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَآءَ الْمُؤَذِّنُ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ أَتُصَلِّيْ لِلنَّاسِ فَأُقِيْمَ قَالَ نَعَمْ فَصَلّٰى أَبُوْ بَكْرٍ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلَاتِهِ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ الْتَفَتَ فَرَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُوْ بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوٰى فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَلَمَّا

٦٤٣۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قوم بنی عمرو میں صلح کرانے کو گئے کہ وہ آپس میں لڑ پڑے تھے سو نماز کا وقت آیا یعنی عصر کا سو موذن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ کیا تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ گے اور میں تکبیر کہتا ہوں ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں پڑھاؤں گا سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے امام ہو کر نماز شروع کی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اصحاب نماز میں تھے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو چیرتے چلے گئے یہاں تک کہ اول صف میں نماز کی نیت کر کے کھڑے ہوئے سو اصحاب نے دستک دی اور تالی بجائی تاکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے خبر دار ہو جائیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف نہ دیکھتے تھے سو جب لوگوں نے بہت تالیاں بجائیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نظر کی سو دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صف میں کھڑے ہیں سو آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اشارہ کیا کہ وہیں ٹھہرے رہو اور امامت کیے جاؤ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو امامت کرنے کو فرمایا پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے یہاں تک کہ صف میں برابر ہو گئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر امامت کی پھر جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو فرمایا اے ابو بکر! میرے حکم کے

انْصَرَفَ قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذْ أَمَرْتُكَ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ أَبِيْ قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِيْ رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيْقَ مَنْ رَابَهٗ شَيْءٌ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلْيُسَبِّحْ فَإِنَّهٗ إِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ إِلَيْهِ وَإِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ.

بعد تو کیوں نہ وہاں ٹھہرا رہا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ابو قحافہ (یہ ان کے باپ کا نام ہے) کے بیٹے کو یہ لائق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے امام بنے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اصحاب سے فرمایا کہ مجھ کو کیا ہے کہ میں نے تم کو دیکھا کہ تم نے بہت تالیاں بجائیں یعنی ایسا نہ کیا کرو جس کو نماز میں کوئی ضرورت پیش آئے یعنی ایسی ضرورت جس میں امام کو خبر دار کرنا پڑے تو چاہیے کہ بلند آواز سے سبحان اللہ کہے اس واسطے کہ جب اس نے سبحان اللہ کہا تو اس کی طرف التفات کیا جائے گا یعنی سبحان اللہ کہنے سے امام خبردار ہو جائے گا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تالی مارنا صرف عورتوں کے واسطے جائز ہے یعنی اگر امام کے خطا پر عورت واقف ہو تو سبحان اللہ نہ کہے بلکہ ہاتھ کو ہاتھ پر مارے اس واسطے کہ عورت کی آواز سے مرد اکثر بدخیال ہو جاتا ہے۔

فائدہ: بنی عمرو بن عوف انصار کے ایک قبیلے کا نام ہے ان کی آپس میں لڑائی ہوگئی تھی جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تب آپ ان میں صلح کرانے کو گئے اور جاتے ہوئے فرما گئے کہ اگر میں نماز کے وقت نہ آؤں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر نماز پڑھ لینا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں کچھ دیر ہوگئی تو لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر نماز شروع کر دی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے آ ملے تب یہ حدیث فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ اگر خلیفہ مصلے سے پیچھے ہٹ آئے تو اس کی نماز درست ہے اس لیے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ مصلے سے پیچھے ہٹ آئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز دوہرانے کا حکم نہ فرمایا بلکہ اس پر سکوت فرمایا پس آپ کی تقریر سے نماز کا جائز ہونا ثابت ہو گیا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ لوگوں میں صلح کرانی اور قطع رحمی کی جڑ کے اکھاڑنے میں بڑا ثواب ہے اور امام کا خود آپ رعیت میں صلح کے واسطے جانا اور صلح کو امامت پر مقدم رکھنا جائز ہے اور دوم یہ کہ بعض مدعیوں کے دعوے سننے کے واسطے امام کو موقعہ پر جانا جائز ہے جب کہ ان کی کچہری میں حاضر کرنے سے موقعہ پر جانا بہتر معلوم ہو۔ سوم یہ کہ ایک نماز دو اماموں کے پیچھے پڑھنی جائز ہے اس طور سے کہ کچھ نماز پہلے ایک امام پڑھائے اور باقی نماز پھر دوسرا امام پڑھائے اور جب کہ ہمیشہ کا امام غائب ہو تو کسی کو اپنا خلیفہ بنائے اور جب ہمیشہ کا امام نماز شروع ہونے کے بعد آ جائے تو اس کو اختیار ہے خواہ اپنے خلیفے کی اقتدا کرے اور خواہ خود

امام بن جائے اور خلیفے کو مقتدی بنالے کہ اسی طرح اول بدل کرنے سے کسی کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے نہ امام کی اور نہ مقتدیوں کی۔ چہارم یہ کہ اگر کوئی آدمی اپنی کچھ نماز میں امام بنے اور باقی نماز میں مقتدی بنے تو یہ بھی جائز ہے۔ پنجم یہ کہ اگر تنہا آدمی نماز شروع کرے اور پھر اس کے پاس جماعت ہونے لگے تو اس سے پہلی نیت سے جماعت کے ساتھ مل جائے نہ نماز کو توڑے اور نہ نئی نیت کرے اس لیے کہ اگر مقتدی امام سے پہلے نیت کر لے تو جائز ہے۔ ششم یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر فضیلت ہے اور ایک جماعت نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب اصحاب سے افضل ہیں اس لیے کہ سب اصحاب نے امامت کے واسطے اسی کو اختیار کیا اور کسی کو نہ کیا اور یہ کہ اگر امام حاضر نہ ہو تو مقتدیوں سے کوئی امام بن جائے لیکن یہ اسی وقت ہے کہ فتنے کا خوف نہ ہو اور امام اس خلیفے سے ناراض نہ ہو بلکہ وہ خلیفہ سب کا خیر خواہ ہو۔ ہفتم یہ کہ اقامت کہنا اور امام کو بلانا مؤذن کا کام ہے اور یہ کہ بدون اذن امام کے مؤذن تکبیر نہ کہے اور یہ کہ نماز اول وقت پڑھنی خاص کر عصر کی نماز امام کے انتظار کرنے سے افضل ہے۔ ہشتم یہ کہ نماز میں سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا جائز ہے گو اس سے غیر کو خبر دار کرنا مقصود ہو۔ نہم یہ کہ نماز میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے۔ دہم یہ کہ جب کسی کو کوئی نئی نعمت ملے تو مستحب ہے کہ الحمد للہ کہے گو نماز ہی میں ہو۔ یازدھم یہ کہ کسی کے واسطے پیچھے کی طرف پھر کر دیکھنا جائز ہے اور یہ کہ نمازی کو ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے۔ دوازدہم یہ کہ نمازیوں کو پھاڑتے ہوئے ان کے درمیان سے چلنا پہلی صف میں داخل ہونے کے واسطے جائز ہے مگر یہ صرف امام ہی کے واسطے ہے یا اس کے واسطے جس کے خلیفہ بنانے کی امام کو حاجت ہو یا صف اول میں کوئی خالی جگہ بند کرنے کے واسطے جائے اور یہ آدمیوں کو تکلیف دینے کے قبیل سے نہیں ہے جیسے کہ بیٹھے آدمیوں کی گردنوں پر سے کود کر جانے میں ان کو تکلیف ہوتی ہے پس اس حدیث اور حدیث (من تخطی رقاب الناس) کے درمیان کوئی تعارض نہیں۔ سیزدہم یہ کہ مفضول کو فاضل کی امامت کرانی جائز ہے۔ چہاردہم یہ کہ نماز میں تھوڑا کام کر لینے سے اور کئی قدم چلنے سے نماز نہیں ٹوٹتی اس لیے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے چل کر صف میں آئے مگر یہ شرط ہے کہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹے قبلے کی طرف پیٹھ نہ پھیرے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر امام قراءت میں بند ہو جائے تو مقتدی کو بتلانا جائز ہے اس لیے کہ جب سبحان اللہ کہنا جائز ہوا تو قرآن کی تلاوت بطریق اولیٰ جائز ہو گی۔

بَابُ إِذَا اسْتَوَوْا فِي الْقِرَآءَةِ فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ.

جب قرآن پڑھنے میں سب برابر ہوں تو بڑی عمر والا امام بنے۔

٦٤٤ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ قَدِمْنَا

۶۴۴۔ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم (کئی آدمی) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور ہم سب جوان تھے یعنی جوان آدمی کو بیوی کا بہت شوق ہوتا ہے) اور ہم آپ

عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ فَلَبِثْنَا عِنْدَهٗ نَحْوًا مِّنْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيْمًا فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ إِلٰى بِلَادِكُمْ فَعَلَّمْتُمُوْهُمْ مُرُوْهُمْ فَلْيُصَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا وَصَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

کے پاس قریب بیس دن کے ٹھہرے اور آپ بہت مہربان تھے جب آپ نے ہمارا اشتیاق گھروں کی طرف بہت دیکھا تو ہم کو وطن جانے کی اجازت دی اور فرمایا کہ اگر تم اپنے شہروں کی طرف پلٹ جاؤ اور وہاں کے لوگوں کو دین سکھاؤ تو بہت بہتر ہو ان کو حکم کرو کہ نماز پڑھیں ایسے وقت میں اور ایسے نماز ایسے وقت یعنی آپ نے پانچوں نمازوں کے وقت بیان فرمائے اور جب نماز کا وقت آئے تو چاہیے کہ تم میں سے کوئی اذان کہے اور تم میں بڑی عمر والا امام بنے۔

فائدہ: صحیح مسلم میں ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امامت کرے قوم کی جو اُن میں قرآن کا بڑا قاری ہو سو اگر وہ لوگ قراءت میں برابر ہوں تو جو بڑا عالم حدیث کا ہو سو امامت کرے اور اگر حدیث میں بھی سب برابر ہوں تو امامت کرے جس نے ان میں سے اول ہجرت کی ہو سو اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو اُن میں بڑی عمر والا امامت کرے سو یہ حدیث بہت صریح ہے مسئلہ باب میں لیکن چونکہ یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں ہے اس لیے اس کو باب میں نہیں لایا بلکہ اس کو اس جگہ ترجمہ میں داخل کیا اور اس کے واسطے دلیل مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث لایا لیکن اس حدیث سے سب کا قراءۃ اور حدیث میں مساوی ہونا صریحًا معلوم نہیں ہوتا ہے مگر فتح الباری میں لکھا ہے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کا ہجرت اور اقامت اور غرض میں برابر ہونا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب کو یہ فرمانا کہ اپنے پیچھے والوں کو جا کر دین سکھاؤ اور کسی ایک کو ان میں سے خاص نہ کرنا دلیل ہے اس پر کہ وہ لوگ قراءۃ اور تفقہ فی الدین میں سب برابر تھے پس معلوم ہوا کہ جب قراءت میں سب برابر ہوں تو بڑی عمر والا امامت کرے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور قرآن کا قاری اسی وقت مقدم کیا جاتا ہے جب کہ مسائل نماز وغیرہ کا خوب ماہر ہو اور جب قاری بالکل جاہل ہو سوائے قراءت کے اور کچھ نہ جانتا ہو تو اس وقت سب کا اتفاق ہے کہ عالم امام بنے قاری امامت نہ کرے اور سبب اس کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگ قرآن کے معنی جانتے تھے اس لیے کہ وہ اہل زبان تھے ان کی عربی کلام تھی سو جو ان میں قاری ہوتا تھا وہ فقہ اور حدیث میں بھی بڑا عالم ہوتا تھا بلکہ جو ادنیٰ قاری ہوتا وہ بھی پچھلے زمانے کے فقہاء سے زیادہ ماہر ہوتا تھا۔

بَابُ إِذَا زَارَ الْإِمَامُ قَوْمًا فَأَمَّهُمْ.

جب امام کسی قوم کی زیارت اور ملاقات کو جائے تو اس کو ان کی امامت کرنی جائز ہے۔

٦٤٥ ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ اسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ فَقَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ أُحِبُّ فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا.

۶۴۵۔عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے میرے گھر میں آنے کی اجازت مانگی سو میں نے آپ کو اجازت دی سوفرمایا کہ تو اپنے گھر میں میرے نماز پڑھنے کو کس جگہ کو پسند رکھتا ہے سو میں جس مکان کو پسند رکھتا تھا اس کی طرف اشارہ کیا سو حضرت ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی پھر آپ نے نماز سے سلام پھیری اور ہم نے بھی سلام پھیری۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی ملاقات کو جائے تو اس کو اس غیر کی جگہ میں امامت کرنی جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ دوسری حدیث میں جو وارد ہوا ہے کہ نہ امامت کرے کوئی مرد دوسرے مرد کی حکومت کے مکان میں تو اس حدیث سے امام اعظم اور اس کا نائب مخصوص ہے۔

بَابُ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ. وَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ بِالنَّاسِ وَهُوَ جَالِسٌ. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ إِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْإِمَامِ يَعُوْدُ فَيَمْكُثُ بِقَدْرِ مَا رَفَعَ ثُمَّ يَتْبَعُ الْإِمَامَ.

امام تو اس واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یعنی جو حدیثیں اس باب میں آئی ہیں یہاں ان کا بیان کیا جائے گا، اور جس بیماری میں حضرت ﷺ نے انتقال فرمایا اس میں آپ نے لوگوں کو بیٹھے بیٹھے نماز پڑھائی یعنی آپ بیٹھے رہے اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے اور آپ نے کسی کو بیٹھنے کا حکم نہ فرمایا پس معلوم ہوا کہ امام کی پیروی ہر حال میں ضرور نہیں بلکہ یہ حکم عموم پیروی سے مخصوص ہے پس یہ حکم پیروی کا بیٹھنے میں منسوخ ہو گا یعنی اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدیوں کو اس کے ساتھ بیٹھنا اور بیٹھنے میں اس کی پیروی کرنی جائز نہیں، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب مقتدی امام سے پہلے سر اٹھائے یعنی رکوع میں یا سجدے میں اور امام ابھی رکوع یا سجدہ میں ہو تو پھر سر کو

وہیں رکھ دے اور اتنی دیر امام سے پیچھے ٹھہرا رہے جتنی دیر کہ اس سے پہلے سر اٹھایا تھا پھر امام کی پیروی کرے۔

فائدہ: اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ امام کی پیروی واجب ہے اس لیے کہ جب اس قدر تھوڑی دیر کو جو امام کی پیروی سے چوک گئی ہے قضا کرنا واجب ہوا تو تمام سجدے میں اس کی پیروی کرنی بطریقِ اولیٰ واجب ہوگی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ فِيْمَنْ يَرْكَعُ مَعَ الْإِمَامِ رَكْعَتَيْنِ وَلَا يَقْدِرُ عَلَى السُّجُوْدِ يَسْجُدُ لِلرَّكْعَةِ الْأٰخِرَةِ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَقْضِي الرَّكْعَةَ الْأُوْلٰى بِسُجُوْدِهَا وَفِيْمَنْ نَسِيَ سَجْدَةً حَتّٰى قَامَ يَسْجُدُ.

اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے امام کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی اور رکوع کو امام کے ساتھ پایا مگر سجدہ اس کے ساتھ کوئی نہ پایا یعنی خلقت کے ہجوم کی وجہ سے جیسے جمعہ میں یا کسی اور عذر سے تو اخیر رکعت کے واسطے دو سجدے کرے پھر دوسری رکعت کو سجدہ کے ساتھ قضا کرے یعنی چونکہ اخیر رکعت کے دونوں سجدے اس کے ساتھ متصل واقع ہوئے ہیں اس لیے وہ رکعت تو پوری ہوگئی اور پہلی رکعت میں چونکہ صرف رکوع ہی ہوا تھا سجدہ نہیں ملا تھا تو اب وہ رکوع بھی گیا گزرا اس لیے پوری رکعت ادا کرنی ضروری ہے اور شافعیوں کے نزدیک وہ رکوع پہلا بھی معتبر ہے اُس سے جمعہ کی نماز کا ثواب مل جائے گا۔ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کے حق میں کہا جو نماز سے ایک سجدہ بھول جائے یہاں تک کہ کھڑا ہو جائے اور اس کا حکم یہی ہے کہ دوسرا سجدہ کرے اور اُس قیام کو جو بے ترتیب واقع ہوا ہے کالعدم شمار کرے بعد اس کے کھڑا ہو۔

فائدہ: اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ امام کی پیروی ہر حال میں واجب ہے اس لیے کہ اگر امام کی پیروی واجب نہ ہوتی تو ایسی نماز میں اس کی پیروی اور موافقت نہ کی جاتی جس میں کہ اس کی نماز کے بعض رکن باطل ہوئے اور بعد سلام کے ان کو قضا کرنا پڑا بلکہ اول ہی میں اس کی جماعت سے جدا ہو کر اپنی نماز باترتیب پڑھی جاتی پس یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سے۔

٦٤٦ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زَآئِدَةُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ أَلَا تُحَدِّثِينِي عَنْ مَرَضِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلٰى ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنتَظِرُونَكَ قَالَ ضَعُوا لِي مَآءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوا لِي مَآءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ ضَعُوا لِي مَآءً فِي الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ فَقُلْنَا لَا هُمْ يَنتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَالنَّاسُ عُكُوفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنتَظِرُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلَاةِ الْعِشَآءِ الْآخِرَةِ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ بِأَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَأَتَاهُ الرَّسُولُ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ رَجُلًا رَقِيقًا يَا

٦٤٦۔ ترجمہ اس حدیث کا اوپر گزر چکا ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت ﷺ نے بیماری میں فرمایا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں ہم نے کہا نہیں آپ کا انتظار کر رہے ہیں فرمایا کہ میرے واسطے ایک تغار میں پانی بھر رکھو سو ہم نے اس میں پانی بھر کر رکھ دیا سو آپ نے غسل کیا پھر آپ کھڑے ہونے لگے سو آپ بیہوش ہو گئے پھر ہوش میں آئے سو فرمایا کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں ہم نے عرض کیا کہ نہیں آپ کا انتظار کر رہے ہیں فرمایا کہ میرے واسطے ایک تغار میں پانی رکھو سو آپ تغار میں بیٹھے اور غسل کیا پھر آپ اٹھنے لگے سو بیہوش ہو گئے پھر ہوش میں آئے پھر فرمایا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں ہم نے عرض کی کہ نہیں آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور لوگ نماز عشاء کے واسطے مسجد میں آپ کا انتظار کر رہے تھے سو حضرت ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف آدمی بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور باقی تمام قصہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے عذر کا اوپر گزر چکا ہے اور اس کے آخر میں ایک یہ لفظ بھی زیادہ ہے کہ جس دن آپ گھر سے تشریف لائے وہ ظہر کی نماز کا وقت تھا اور فرمایا کہ مجھ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھاؤ سو حضرت ﷺ نے لوگوں کو بیٹھ کر نماز پڑھائی عبیداللہ (راوی) نے کہا کہ میں نے یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے سن کر ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سنائی سو اس نے اس حدیث سے کسی بات کا انکار نہ کیا یعنی یہ حدیث صحیح ہے۔

عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ أَنْتَ أَحَقُّ بِذٰلِكَ فَصَلّٰى أَبُوْ بَكْرٍ تِلْكَ الْأَيَّامَ ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلَاةِ الظُّهْرِ وَأَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَاٰهُ أَبُوْ بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنْ لَّا يَتَأَخَّرَ قَالَ أَجْلِسَانِيْ إِلٰى جَنْبِهٖ فَأَجْلَسَاهُ إِلٰى جَنْبِ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَ فَجَعَلَ أَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ وَهُوَ يَأْتَمُّ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِيْ بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهُ أَلَا أَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ عَنْ مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاتِ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَدِيْثَهَا فَمَا أَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِيْ كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی باب سے یہ ہے کہ آپ نے بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی اور لوگوں کو بیٹھنے کا حکم نہ فرمایا پس معلوم ہوا کہ امام کی پیروی کے عموم سے یہ حکم مخصوص ہے جیسے کہ اوپر گزر چکا ہے۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہمیشہ کا امام بیمار ہو تو دوسرے کو اپنا خلیفہ بنانا بہتر ہے اس سے کہ وہ خود بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھائے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور آپ نے بیٹھ کر اُن کو نماز پڑھائی اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر امام معذور ہو وہ بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھائے تو جائز ہے خواہ مقتدی بھی امام کی طرح معذور ہو خواہ تندرست ہو اور کھڑا ہو کر امام کے پیچھے نماز پڑھے اور یہی مذہب

ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اوزاعی وغیرہ کا اور ایسے ہی بہت صحابہ سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی ان میں سے اُسید بن حضیر اور جابر اور قیس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم وغیرہ اور ابن حبان وغیرہ نے کہا کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھائے اور مقتدی کھڑے ہوں تو جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرض الموت کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یعنی کسی اور کو بیٹھ کر امامت کرنی جائز نہیں ہے اور دلیل ان کی حدیث جابر جعفی کی ہے کہ میرے بعد کوئی آدمی بیٹھ کر امامت نہ کرے سو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حدیث مرسل ہے پس حجت نہیں ہو سکتی ہے اور نیز جابر جعفی بڑا کذاب ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے اس سے زیادہ تر جھوٹا جہان میں کسی کو نہیں دیکھا اور نیز احتمال ہے کہ مراد اس سے یہ ہو کہ کوئی مقتدی امام کے پیچھے نہ بیٹھے اور ایسے ہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی بیٹھ کر امامت کرنی جائز نہیں لیکن ابو بکر بن عربی مالکی نے کہا کہ اس حدیث مرض الموت کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں پس سنت کا اتباع کرنا بہت بہتر ہے اور تخصیص احتمال سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے اور بعضوں نے کہا کہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حکم فرمایا تھا کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھو جیسے کہ آئندہ حدیث میں آتا ہے تو یہ حکم مقتدیوں کے بیٹھ کر پڑھنے کا منسوخ ہے اس حدیث مرض الموت سے اس لیے کہ اصحاب نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور آپ بیٹھے ہوئے تھے سو آپ نے کسی کو بیٹھنے کا حکم نہ فرمایا اور یہی قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف اور اوزاعی وغیرہ کا لیکن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ امر منسوخ نہیں اب بھی امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز ہے اور یہی مذہب ہے ایک جماعت محدثین کا جیسے کہ ابن خزیمہ اور ابن منذر اور ابن حبان وغیرہ ہیں اور وہ ان دونوں قسم کی حدیثوں میں کئی طور سے تطبیق دیتے ہیں جو فتح الباری میں مذکور ہیں بہت عمدہ وجہ تطبیق کی ان میں سے یہ ہے کہ یہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھیں تو یہ حدیث محمول ہے استحباب پر یعنی مستحب ہے کہ بیٹھے کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھے واجب نہیں اس لیے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اخیر بار میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور آپ نے ان کو نماز کے دوہرانے کا حکم نہ فرمایا تو آپ کی تقریر ثابت ہوگئی پس وجوب باطل ہو گیا اور یہ حدیث مرض الموت کے جواز پر محمول ہے یعنی اگر بیٹھے امام کے پیچھے مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو یہ بھی جائز ہے اور جواز مستحب کے مخالف نہیں ہے اگر کوئی کرے ثواب ہے نہ کرے تو عذاب نہیں پس دونوں حدیثوں میں تطبیق ہوگئی انتہی ملخصا۔

مترجم کہتا ہے کہ دعویٰ نسخ سے یہی تطبیق اولیٰ ہے اور شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے معلوم ہوتی ہے کہ دونوں میں تطبیق دے کر اس پر سکوت کر گئے ہیں بلکہ امام بیٹھے کے پیچھے بیٹھ کر پڑھنے کو مستحب ٹھہرا گئے ہیں، واللہ اعلم۔

٦٤٧ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ

۶۴۷۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلّٰى جَالِسًا وَصَلّٰى وَرَآئَهٗ قَوْمٌ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا.

نے اپنے گھر میں نماز پڑھی اور آپ بیمار تھے یعنی آپ گھوڑے سے گر پڑے تھے اور آپ کے پاؤں کو کچھ چوٹ لگی تھی سو آپ نے بیٹھے نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی سو حضرت ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ سو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ امام تو صرف اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے سو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اس کے بدلے ربنا ولک الحمد کہو اور جب امام بیٹھے نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھے نماز پڑھو یعنی ہر حال میں امام کی پیروی کرنی واجب ہے امام سے پہلے کوئی رکن ادا نہ کرے اور نہ اس کی برابری کرے اور نہ اُس سے آگے بڑھے اور نہ اس کی کسی چیز میں مخالفت کرے۔

فائدہ: یہ حکم امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا منسوخ ہے یا استحباب پر محمول ہے جیسے کہ ابھی اوپر گزرا۔

٦٤٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَصَلّٰى صَلَاةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَآئَهٗ قُعُوْدًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَإِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا

٦٤٨۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس حدیث کے اول میں اتنا زیادہ ہے کہ ایک بار حضرت ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے سو گھوڑے سے گر پڑے سو آپ کے داہنے پہلو چھل گئے یعنی زخمی ہو گئے سو آپ نے بیٹھے نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی اور اس کے آخر میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حمیدی (یہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استاد ہے) نے کہا ہے کہ حضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو تو یہ فرمان آپ کا پرانی بیماری میں تھا پھر آپ نے بعد اس کے آخر عمر یعنی مرض الموت میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے رہے اور آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہ فرمایا اور نہیں پکڑا جاتا

جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ قَوْلُهٗ إِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا هُوَ فِيْ مَرَضِهِ الْقَدِيْمِ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَالنَّاسُ خَلْفَهٗ قِيَامًا لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِالْقُعُوْدِ وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ فَالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہے مگر حضرت ﷺ کے آخری فعل کو یعنی جو حضرت ﷺ نے آخر عمر میں کیا ہو یا فرمایا ہو اسی پر حمل کرنا چاہیے۔

فائدہ: مطلب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنا منسوخ ہو چکا ہے حضرت ﷺ کے آخری فعل سے جو آپ نے مرض الموت میں کیا جیسے کہ اوپر گزر چکا ہے اور ظاہرا یہ حدیث انس رضی اللہ عنہ کی عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سابق کے معارض ہے اس لیے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ مقتدی آپ کے پیچھے کھڑے تھے اور اس میں یہ ذکر ہے کہ مقتدی آپ کے پیچھے بیٹھے تھے سو وجہ تطبیق کی ان دونوں حدیثوں میں یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اختصار ہے اور اصل قصہ یوں ہے کہ پہلے ابتداء نماز میں مقتدی حضرت ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے سو حضرت ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ پس سب لوگ بیٹھ گئے سو راوی نے اول ان کا کھڑا ہونا پھر آپ کے حکم سے بیٹھنا ذکر نہیں کیا آخر کار جس پر عمل قرار پایا تھا صرف وہی بیان کر دیا تھا واللہ اعلم۔

بَابُ مَتٰى يَسْجُدُ مَنْ خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ أَنَسٌ فَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا.

مقتدی کب سجدہ کرے؟ یعنی جب امام قومے میں ہو یا جلسہ میں ہو۔ اور انس رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے سجدہ کے بعد سجدہ کرے یا تو اس طرح سے کہ جب امام سجدہ میں ہو تو مقتدی اس وقت سجدے میں جائے اور یا اس طور سے کہ جب امام سجدے میں جانا شروع کرے تو بعد اس کے مقتدی سجدہ میں جانا شروع کرے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس اثر کی باب سے اور یہ اس واسطے ہے کہ شرط مقدم ہوتی ہے جزا پر۔

٦٤٩ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِيْ

٦٤٩۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ سمع اللہ لمن حمدہ کہا کرتے یعنی رکوع سے کھڑے ہو کر تو ہم میں سے کوئی اپنی پیٹھ کو ٹیڑا نہ کرتا یعنی سب کھڑے رہتے یہاں

الْبَرَآءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهُ حَتّٰى يَقَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعُ سُجُوْدًا بَعْدَهُ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ نَحْوَهُ بِهٰذَا.

تک کہ آپ سجدہ میں جا پڑتے پھر آپ کے بعد ہم بھی سجدہ میں جاتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب امام سجدے میں جا چکے تو بعد اس کے مقتدی سجدے میں جائیں پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ.

جو شخص رکوع اور سجدہ کے وقت امام سے پہلے سر اٹھا دے تو اس کے واسطے کیا گناہ ہے؟۔

٦٥٠ ۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَا يَخْشٰى أَحَدُكُمْ أَوْ لَا يَخْشٰى أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهُ صُوْرَةَ حِمَارٍ.

٦٥٠ ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی نہیں ڈرتا جب کہ امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے اس سے کہ اللہ اس کے سر کو گدھے کے سر سے بدل ڈالے یا اللہ اس کی صورت کو گدھے کی صورت کر ڈالے (یہ شک راوی کا ہے کہ آپ نے پہلا لفظ فرمایا یا دوسرا)۔

فائدہ: اس حدیث کے دوسرے طریق میں صریح آ گیا ہے کہ مراد صرف سجدہ سے سر اٹھانا ہے لیکن رکوع میں امام سے پہلے سر اٹھانے والے کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے ساتھ ملحق ہے اور سجدہ کو اس واسطے خاص کیا کہ اس میں بندہ اللہ سے زیادہ تر نزدیک ہوتا ہے اور ایسے ہی جو شخص کہ رکوع اور سجدے جانے کے وقت امام سے پہلے جھکے تو اس کا بھی یہی حال ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام سے پہلے سر اٹھانا حرام ہے اس لیے کہ اس کے حق میں صورت بدل جانے کی وعید وارد ہوئی ہے لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ اس صورت میں اُس کی نماز جائز ہو جائے گی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے اس لیے کہ نہی نماز کے فاسد ہو جانے پر دلالت کرتی ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور صورت کا بدل جانا جو اس حدیث میں آیا ہے تو اکثر علماء کے نزدیک یہ حقیقت پر محمول ہے یعنی ظاہر دنیا میں اس کی صورت بدل جائے گی اور دلیل اس پر وہ حدیث ابو مالک کی

ہے جو کتاب الاشربہ میں آئے گی اس لیے کہ اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس امت میں بھی صورت کا بدل جانا واقع ہوا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ صورت بدلنے سے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہے یعنی شخص گدھے کی طرح جاہل ہے کہ نماز کے فرائض کو نہیں جانتا اور امام کی پیروی نہیں کرتا سو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض طریقوں میں اس حدیث کے یہ لفظ آ گیا ہے کہ اللہ اس کے سر کو کتے کے سر سے بدل ڈالے تو اب یہ لفظ اس مجازی معنی کو باطل کرتا ہے اس لیے کہ یہ نہیں کہا جاتا کہ تو کتے کی طرح جاہل ہے اور نیز اس حدیث میں لفظ بدل ڈالنے کا وارد ہوا ہے اور وہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ مراد اصلی صورت کا بدل جانا ہے اور نیز وعید مستقبل کے لفظ سے واقع ہوئی ہے اور نیز اگر مجازی معنی مراد ہوتے تو یوں کہا جاتا فراسہ راس حمار اس کا سر گدھے کا سر ہے اس لیے کہ یہ صفت جہالت اور بلادت کی اس وقت اس شخص میں موجود ہے جب کہ اس نے یہ کام کیا ہے تو اب اس کو یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ اگر تو ایسا کام کرے گا تو خوف ہے کہ تو جاہل ہو جائے اس لیے کہ جہالت کی صفت تو اس میں آگے ہی موجود ہے پس معلوم ہوا کہ مراد اس سے ظاہر صورت کا بدل جانا ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ ہم بہت لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ امام سے پہلے سر اٹھا لیتے ہیں حالانکہ وہ اپنی اصلی صورت پر رہتے ہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ وعید کا واقع ہونا لازم نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قبر سے گدھے کی صورت پر اٹھایا جائے ذلت کے واسطے یا آخر میں اس کے ساتھ گدھے کا سا معاملہ کریں گے یا یہ کام اس نے ایسا کیا ہے کہ اُس سزا کا مستحق ہے اور اگر اللہ اپنے فضل سے معاف کر دے تو یہ مستحق ہونے کے مخالف نہیں ہے اور ذکر کرتے ہیں کہ محدثین سے ایک شخص نے اس حدیث میں شک کیا تھا سو اس نے امام سے پہلے سر اٹھا لیا پس اس کا سر گدھے کے سر سے بدل گیا، واللہ اعلم بالصواب۔

اور اس سے معلوم ہوا کہ امام کے ساتھ ہر کام میں برابر رہنا یعنی نہ آگے بڑھنا نہ پیچھے رہنا جائز ہے اس لیے کہ اس میں صرف پہلے سر اٹھانے سے منع فرمایا ہے امام کے ساتھ برابر ہو کر ایک وقت میں سر اٹھانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس پر سکوت فرمایا ہے پس وہ جائز ہوگا۔

لطیفہ: امام سے پہلے سر اٹھانے کا کوئی سبب نہیں مگر جلدی کرنا سو اس بیماری کی دوائی یہ ہے کہ آدمی یہ بات ہر وقت دل میں یاد رکھے کہ میں امام سے کسی طرح پہلے سلام نہیں پھیر سکتا ہوں پس امام سے جلدی کرنی بے فائدہ ہے۔

بَابُ إِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلٰی. غلام اور آزاد شدہ کی امامت کا بیان یعنی جائز ہے۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے یہ ہے کہ غلام کی امامت جائز ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام کی امامت مکروہ ہے لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ غلام جاہل ہو اور جب کہ عالم ہو تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔

وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام اس کی امامت کیا کرتا تھا قرآن

مِنَ الْمُصْحَفِ. سے دیکھ کر۔

فائدہ: پس معلوم ہوا کہ غلام کی امامت جائز ہے اور نماز میں دیکھ کر قراءت پڑھنی امام شافعی رحمہ اللہ اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے اور یہی مروی ہے حسن بصری رحمہ اللہ اور ابن سیرین اور حکم اور عطا سے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک جائز نہیں اور وہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ قرآن سے امامت کرنے کا یہ معنی ہے کہ نماز سے پہلے قرآن سے دیکھ کر یاد کرلیا کرتا تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ ایسے تو تمام خلقت کا یہی حال ہے کہ پہلے قرآن سے دیکھ کر یاد کر لیتے ہیں پھر اس کے ساتھ اس فعل کو خاص کرنا بالکل بے معنی ہے۔

وَوَلَدِ الْبَغِيِّ وَالْأَعْرَابِيِّ وَالْغُلَامِ الَّذِيْ لَمْ يَحْتَلِمْ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّهُمْ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ.

یعنی اور ولد الزنا اور جنگلی مرد اور لڑکے نابالغ کی امامت بھی جائز ہے واسطے فرمانے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ امامت کرے قوم کی جو ان میں قرآن کا بڑا قاری ہو۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قرآن کا بڑا قاری ہو اس کی امامت جائز ہے خواہ غلام ہو خواہ نابالغ لڑکا ہو خواہ ولد الزنا وغیرہ ہو پس اس حدیث کا عموم سب کو شامل ہے سوائے کافر کے کہ اس کی قراءت صحیح نہیں ہے پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی۔

فائدہ: ولد الزنا اور جنگلی آدمی کی امامت جمہور کے نزدیک جائز ہے اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے مگر جائز ہے اور لڑکے نابالغ کی امامت امام شافعی رحمہ اللہ اور حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک صحیح ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مشہور روایت میں نفلوں میں صحیح ہے اور فرضوں میں نہیں لیکن اس حدیث کا عموم صریح ہے ان کے رد میں اور یہ کہنا کہ یہ بنا ضعیف کی قوی پر ہے محض خیال فاسد ہے اس لیے کہ نص کے مقابلے میں قیاس بالاجماع مردود ہے اور تفصیل اس مسئلہ امامت نابالغ کی ظفر المبین جدید حصہ دوم میں مذکور ہے شائق اس کا مطالعہ کرے۔

وَلَا يُمْنَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِغَيْرِ عِلَّةٍ.

اور نہ منع کیا جائے غلام کو جماعت سے بغیر کسی ضرورت شرعیہ کے یعنی اس لیے کہ اللہ کا حق مقدم ہے بندے کے حق پر۔

٦٥١ ۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ الْعُصْبَةَ مَوْضِعٌ بِقُبَاءٍ

٦٥١ ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مہاجرین اولین مکے سے مدینے کو ہجرت کر کے آئے اور عصبہ (ایک جگہ کا نام ہے قبا میں نزدیک مدینہ کے) میں آ ٹھہرے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے تو سالم ابو حذافہ کا

قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلٰى أَبِيْ حُذَيْفَةَ وَكَانَ أَكْثَرَهُمْ قُرْاٰنًا.

غلام اُن کی امامت کیا کرتا تھا اور وہ اُن میں قرآن کا زیادہ حافظ تھا۔

فائدہ: شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں فرمایا کہ سالم کا اُن لوگوں کو امامت کرانا اس کے آزاد ہونے سے پہلے تھا یعنی ابھی آزاد نہیں ہوا تھا پس معلوم ہوا کہ غلام کی امامت کرنی جائز ہے اس لیے کہ بڑے بڑے صحابہ کے اجماع سے وہ امام بنا تھا سو اگر اس کی امامت صحیح نہ ہوتی تو صحابہ کبار اس کو اپنا امام نہ بناتے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

۶۵۲ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهٗ زَبِيْبَةٌ.

۶۵۲۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مانو اور اطاعت کرو اگرچہ حبشی غلام تم پر سردار ہو گویا کہ اس کا سر سیاہ منقّی ہے۔

فائدہ: منقّی کے ساتھ تشبیہ دینی واسطے چھوٹے ہونے سر اس کے ہے اور یہ بات حبشہ میں مشہور ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام کی امامت جائز ہے اس لیے کہ اس کے دوسرے طریق میں عبد کا لفظ آ گیا ہے اور جب کہ غلام کی اطاعت کا حکم ہوا تو اس کے پیچھے نماز بھی جائز ہو گی اور یہ اس واسطے کہ اکثر عادت اسی طرح سے جاری ہے کہ امامت خود خلیفہ کرتا ہے یا اس کا نائب اور جو عامل ہوتا ہے وہ بھی خلیفے کا نائب ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ الْإِمَامُ وَأَتَمَّ مَنْ خَلْفَهٗ.

جب امام نماز کو تمام نہ کرے اور مقتدی تمام کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ یعنی اگر امام اپنی نماز میں کوئی قصور کر بیٹھے جیسے کہ وقت سے قضا کر دے یا رکوع اور سجود وغیرہ رکنوں میں کچھ قصور کرے اور مقتدی اپنی نماز میں کوئی قصور نہ کرے تو یہ قصور امام ہی کے سر پر رہے گا مقتدی کی نماز میں اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے پس مقتدی کی نماز درست ہو جائے گی اور امام کی نماز درست نہ ہو گی۔

٦٥٣ ۔ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشْيَبُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُصَلُّوْنَ لَكُمْ فَإِنْ أَصَابُوْا فَلَكُمْ وَإِنْ أَخْطَئُوْا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ.

٦٥٣۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے امام تمہارے واسطے نماز پڑھتے ہیں سو اگر انہوں نے ٹھیک نماز پڑھی تو تم کو بھی نماز کا ثواب ملا اور ان کو بھی اور اگر انہوں نے کچھ خطا کی تو تم کو اس کا ثواب ہے اور ان پر اس خطا کا عذاب ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام نماز کے ارکان ادا نہ کرے یا ناپاک یا بے وضو نماز پڑھائے یا کوئی اور قصور کرے تو مقتدی کی نماز ہوگئی خواہ وہ اس قصور کو جانتا ہو یا اس کو خبر نہ ہو اور امام کی نماز نہیں ہوتی ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہی مذہب ہے شافعیہ اور مالکیہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس صورت میں مقتدی کی نماز بھی نہیں ہوتی ہے لیکن ابن منذر نے کہا کہ یہ حدیث صریح ہے ان کے رد میں اس لیے کہ اس حدیث سے عام طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اگر امام کی نماز ٹوٹ جائے تو مقتدی کی نماز اس سے نہیں ٹوٹتی ہے بشرطیکہ مقتدی اس میں کچھ قصور نہ کر بیٹھے اسی طرح اگر نماز کے بعد معلوم ہوا کہ امام کو نہانے کی حاجت تھی یا اس کے کپڑے یا بدن پر کوئی پلیدی پوشیدہ لگی ہوئی تھی تو مقتدی کی نماز کو اس سے کچھ نقصان نہیں اس کا سب قصور امام پر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اسی صورت میں ہے جب کہ امام مفسدات نماز کا مرتکب ہو یا مفسدات کا اس کو علم نہ ہو۔

بَابُ إِمَامَةِ الْمَفْتُوْنِ وَالْمُبْتَدِعِ.

فتنے کے امام اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے۔

فائدہ: فتنے کے امام سے وہ امام مراد ہے جو فتنے کو کھڑا کرے اور امام بحق کے ساتھ مقابلہ کرے اور بدعتی سے وہ مراد ہے جس کا کوئی عقیدہ اہل سنت و جماعت کے مخالف ہو اور اس میں اختلاف ہے کہ خوارج اہل بدعت کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں سو ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ابن ابی لیلیٰ وغیرہ کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں اگر پڑھے تو اعادہ کرے اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو بدعتی لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف بلائے اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور جو شخص رافضی اور قدری اور جہمی کے پیچھے نماز پڑھے اس کو نماز دوہرانی واجب ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اہل بدعت کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور تین فرقوں مذکورہ کے پیچھے جائز نہیں۔

وَقَالَ الْحَسَنُ صَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهٗ.

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھ اور اس کی بدعت کا وبال اس پر پڑے گا۔

فائدہ: بدعت کہتے ہیں اُس کام کو جس کا شرع میں کوئی اصل نہ ہو اور وہ دو قسم ہے ایک حسنہ اور ایک قبیحہ اور مراد

اس جگہ بدعت قبیحہ ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے مقتدی کی نماز کو اس کی بدعت سے کچھ نقصان نہیں ہوتا ہے پس مطابقت اس اثر کی باب سے ظاہر ہے۔

٦٥٤ ـ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ خِيَارٍ أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ إِنَّكَ إِمَامُ عَامَّةٍ وَنَزَلَ بِكَ مَا نَرٰى وَيُصَلِّيْ لَنَا إِمَامُ فِتْنَةٍ وَنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَإِذَا أَحْسَنَ النَّاسُ فَأَحْسِنْ مَعَهُمْ وَإِذَا أَسَاءُ وْا فَاجْتَنِبْ إِسَاءَ تَهُمْ.

٦٥٤۔ عبیداللہ سے روایت ہے کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس حالت میں جب کہ باغیوں نے ان کے گھر کو گھیرا ہوا تھا سو اس نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ سب لوگوں کے امام آپ ہیں اور یہ مصیبت جو تم پر اتری ہے تم دیکھتے ہو اور فتنے کا امام یعنی باغیوں کا سردار ہم کو نماز پڑھاتا ہے تو ہم گنہگار ہوتے ہیں اس کی متابعت میں تو آپ کیا فرماتے ہیں ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں؟ سو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز سب عملوں سے بہتر عمل ہے سو جب لوگ نیک کام کریں یعنی نماز پڑھیں تو تو بھی ان کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جا اور جب وہ برا کام کریں یعنی فتنہ فساد کریں تو اس سے بچتا رہ تیری نماز درست ہو جائے گی۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ فتنے کے امام کے پیچھے نماز ادا ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فتنے میں داخل ہونا جائز نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت کی بڑی تاکید ہے خاص کر فتنے کے وقت میں تا کہ لوگ متفرق نہ ہو جائیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس آدمی کے پیچھے [illegible] مکروہ ہے جماعت کے ترک کرنے سے اس کے پیچھے نماز پڑھنی اولیٰ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر اذان امام [illegible] جمعہ پڑھنا جائز ہے۔

وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا نَرٰى أَنْ يُصَلّٰى خَلْفَ الْمُخَنَّثِ إِلَّا مِنْ ضَرُوْرَةٍ لَا بُدَّ مِنْهَا.

یعنی زبیدی نے زہری سے روایت کی ہے کہ میں [illegible] پیچھے نماز پڑھنے کو پسند نہیں رکھتا ہوں مگر ساتھ ایسی ضرورت کے جس سے کوئی چارہ نہ ہو جیسے کہ حاکم وقت کا ہو یا حاکم کی طرف سے مقرر ہو کہ اس کی مخالفت سے نقصان کا خوف ہوتا اس وقت اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے کہ وہ بھی فتنے کے امام کی طرح ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سے۔

٦٥٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ

٦٥٥۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو

عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي ذَرٍّ اسْمَعْ وَأَطِعْ وَلَوْ لِحَبَشِيٍّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ.

ذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کہا مان اور اطاعت کر اگر چہ حبشی غلام تجھ پر سردار ہو گویا کہ اس کا سر سیاہ منقٰی ہے۔

فائدہ: یہ صفت اکثر عجم کے لوگوں میں پائی جاتی ہے جو تھوڑے دنوں سے مسلمان ہوئے ہوتے ہیں اور ان میں اکثر جہالت غالب ہوتی ہے اور ایسا آدمی بدعت اور فتنے سے خالی نہیں ہوتا ہے اور جب کہ آپ نے ایسے آدمی کی اطاعت کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ اس کی امامت بھی جائز ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ يَقُومُ عَنْ يَمِينِ الْإِمَامِ بِحِذَائِهِ سَوَآءً إِذَا كَانَا اثْنَيْنِ.

اگر صرف دو ہی آدمی ہوں یعنی ایک امام اور ایک مقتدی ہو تو مقتدی امام کے داہنے طرف اس کے برابر کھڑا ہو یعنی نہ اُس سے آگے بڑھے اور نہ اُس سے پیچھے ہٹے۔

٦٥٦ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ ثُمَّ جَآءَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيطَهُ أَوْ قَالَ خَطِيطَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

۶۵۶۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک رات گزاری سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی پھر گھر میں تشریف لائے سو آپ نے چار رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے واسطے کھڑے ہوئے یعنی کچھ رات گئے سو میں آیا اور وضو کر کے آپ کے بائیں طرف کھڑا ہوا سو آپ نے مجھ کو پھیر کر اپنے داہنے طرف کیا سو آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعتنماز پڑھی پھر سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے خراٹے سنے پھر نماز کی طرف نکلے یعنی فجر کی نماز کے واسطے گھر سے تشریف لائے پھر آپ نے نماز پڑھی اور نیا وضو نہ کیا۔

فائدہ: یہ حدیث اول پارے میں گزر چکی ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اگر مقتدی صرف ایک ہو تو امام کے داہنے طرف اس کے برابر کھڑا ہو اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے لیکن اگر کوئی دوسرا مقتدی پیچھے سے آملے تو دونوں امام سے پیچھے ہٹ جائیں اور اگر پہلے ہی سے دو مقتدی ہوں تو وہ بھی امام کے پیچھے کھڑے ہوں اس کے برابر نہ کھڑے ہوں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ اگر دو آدمی اور ایک امام ہو تو ایک اس کے داہنے کھڑا ہو اور ایک بائیں کھڑا ہو اور باقی تمام صحابہ اور تابعین وغیرہ اس کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ دو مقتدی ہوں تو

دونوں امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور اگر تین ہوں تو بالا جماع پیچھے کھڑے ہوں اور اگر ایک ہو تو امام کے داہنے طرف کھڑا ہو اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

بَابُ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ الْإِمَامِ فَحَوَّلَهُ الْإِمَامُ إِلَى يَمِينِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُمَا.

اگر کوئی امام کے بائیں کھڑا ہو اور امام اس کو پھیر کر اپنے داہنے طرف کر لے تو اُن دونوں کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے۔

فائدہ: جمہور علماء کے نزدیک ایسی صورت میں کسی کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے نہ امام کی اور نہ مقتدی کی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ٹوٹ جاتی ہے۔

٦٥٧ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ عَلٰى يَسَارِهٖ فَأَخَذَنِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلّٰى ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ عَمْرٌو فَحَدَّثْتُ بِهٖ بُكَيْرًا فَقَالَ حَدَّثَنِيْ كُرَيْبٌ بِذٰلِكَ.

٦٥٧۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک رات گزاری اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس رات اس کے پاس تھے سو آپ نے وضو کیا پھر نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے سو میں بھی آپ کی بائیں طرف کھڑا ہوا سو آپ نے مجھ کو پکڑا اور داہنے طرف کیا سو آپ نے تیرہ رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے اور جب سو جاتے تھے تو خراٹے لیا کرتے تھے پھر آپ کے پاس مؤذن آیا یعنی نماز کی خبر دینے کے واسطے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تشریف لائے اور نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام مقتدی کو اپنے بائیں طرف سے پھیر کر داہنے طرف کر لے تو دونوں کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نماز کو باطل نہیں کیا اور نہ آپ کی نماز میں کچھ قصور آیا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے پس معلوم ہوا کہ اس قدر عمل اور حرکت سے نماز فاسد نہیں ہوتی کہ وہ بھی نماز کے احکام میں داخل ہے۔

بَابُ إِذَا لَمْ يَنْوِ الْإِمَامُ أَنْ يَّؤُمَّ ثُمَّ جَآءَ قَوْمٌ فَأَمَّهُمْ.

اگر کسی شخص نے امامت کی نیت نہ کی ہو پھر کچھ لوگ پیچھے سے آ جائیں تو وہ شخص نماز ہی میں ان کا امام بن

جائے تو یہ جائز ہے اگرچہ نماز کے شروع کرنے سے پہلے امامت کی نیت نہ کی ہو۔

۶۵۸ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَقُمْتُ أُصَلِّي مَعَهُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَ بِرَأْسِي فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ.

۶۵۸ ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک رات گزاری سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ رات گئے نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے سو میں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ کیا سو میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہوا سو آپ نے مجھ کو سر سے پکڑا اور اپنے داہنے طرف کھڑا کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے امامت کی نیت نہیں کی تھی پھر جب ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو آپ نے نماز ہی میں امامت کی نیت کر لی پس معلوم ہوا کہ اگر نماز سے پہلے امامت کی نیت نہ کی ہو اور پیچھے سے کوئی دوسرا آدمی آ جائے تو اس کی امامت کرنی جائز ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور زفر وغیرہ کا خواہ مقتدی مرد ہوں یا عورتیں ہوں ان کے نزدیک امامت کی نیت شرط ہے اور مسلم میں ایک اور حدیث بھی آ چکی ہے جو اس باب میں صریح ہے۔

بَابُ إِذَا طَوَّلَ الْإِمَامُ وَكَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ فَخَرَجَ فَصَلَّى.

جب امام قرأت کو لمبا کرے اور مقتدی کو کوئی ضرورت ہو تو جماعت سے علیحدہ ہو کر اپنی نماز تنہا پڑھ لے تو جائز ہے۔

۶۵۹ ۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ.

۶۵۹ ۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ عشاء کی نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے پھر اپنی قوم کی طرف پھر جاتے سو ان کی امامت کرتے تھے۔

۶۶۰ ۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۶۶۰ ۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھا کرتے تھے پھر اپنی قوم کی طرف پھر جاتے تھے سو ان کی امامت کرتے تھے سو ایک بار معاذ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز پڑھی اور اس میں

وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ فَصَلَّى الْعِشَآءَ فَقَرَأَ بِالْبَقَرَةِ فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ فَكَأَنَّ مُعَاذًا تَنَاوَلَ مِنْهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَتَّانٌ فَتَّانٌ فَتَّانٌ ثَلَاثَ مِرَارٍ أَوْ قَالَ فَاتِنًا فَاتِنًا فَاتِنًا وَأَمَرَهُ بِسُوْرَتَيْنِ مِنْ أَوْسَطِ الْمُفَصَّلِ قَالَ عَمْرٌو لَا أَحْفَظُهُمَا.

سورۂ بقرہ شروع کی سو ایک شخص جماعت چھوڑ کے علیحدہ نماز پڑھ کر چلا گیا سو معاذ رضی اللہ عنہ اس سے ایذاء کو پہنچتے تھے یعنی اس کو برا کہتے تھے کہ وہ منافق ہے کہ جماعت سے علیحدہ ہو گیا ہے سو یہ خبر حضرت ﷺ کو پہنچی سو فرمایا کہ اے معاذ! کیا تو فتنہ انگیز ہے یہ کلمہ آپ نے تین بار فرمایا اور آپ نے اس کو دو سورتیں اوساط مفصل سے پڑھنے کو فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ دونوں سورتیں مجھ کو یاد نہیں رہی ہیں۔

فائدہ: ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا ﴿والشمس وضحلها﴾ اور ﴿سبح اسم ربك الاعلى﴾ اور اتنی اتنی بڑی سورتیں پڑھا کر اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام قرأۃ لمبی پڑھے اور مقتدی کسی ضرورت کے لیے جماعت چھوڑ کر علیحدہ نماز پڑھ جائے تو جائز ہے اس لیے کہ اس شخص نے جماعت سے سلام پھیر کر نئے سرے سے نماز شروع کر کے پڑھی اور پہلی نماز کو توڑ دیا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز اور صحیح ہے اس لیے کہ معاذ رضی اللہ عنہ جو نماز حضرت ﷺ کے ساتھ پڑھتے تھے اس میں فرض کی نیت کیا کرتے تھے اور جو نماز اپنی قوم کو پڑھاتے تھے اس میں نفل کی نیت کیا کرتے تھے اس واسطے کہ عبدالرزاق اور شافعی اور دارقطنی وغیرہ کی روایت میں یہ لفظ صریح آ گیا ہے کہ **له تطوع ولهم فريضة** یعنی وہ دوسری نماز معاذ رضی اللہ عنہ کے واسطے نفل ہوتے اور مقتدیوں کے واسطے فرض ہوتے تھے اور جب اس قصے کی حضرت ﷺ کو خبر پہنچی تو آپ نے اس پر انکار نہ فرمایا صرف یہی فرمایا کہ قرأۃ لمبی نہ کیا کر اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا اور حنفیہ کے نزدیک فرض والے کی نماز نفل والے کے پیچھے درست نہیں ہوتی ہے اور وہ اس حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کی بہت تاویلیں کرتے ہیں اول تاویل حنفیہ کی یہ ہے کہ ابن جریج راوی اس حدیث کا مدلس ہے اور اُس نے اس زیادتی میں تحدیث بیان نہیں کی پس اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ عبدالرزاق کی روایت میں ابن جریج کا سماع صریح آ گیا ہے جیسے کہ فتح الباری میں مذکور ہے پس استدلال اس حدیث سے صحیح ہے۔ دوسری تاویل حنفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی نے کہا کہ ابن عیینہ کی روایت میں یہ زیادتی نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ ابن جریج ابن عیینہ سے عمر میں بڑا ہے اور اُس سے جلالت میں زیادہ ہے اور اس نے ابن عیینہ سے عمرو کے پہلے شاگردی کی ہے پس ابن عیینہ کا اس زیادتی کو نہ روایت کرنا اس کی صحت میں قدح نہیں کر سکتا ہے اور بفرض محال تسلیم بھی کیا جائے تو کہا جائے گا کہ یہ زیادتی ثقہ کی ہے اور آپ سے کسی زیادہ ارجح کی حفظ اور عدد کے مخالف نہیں ہے پس لامحالہ مقبول ہو گی **كما تقرر في الاصول** پس اس کی

صحت میں تردد کرنا مردود ہے۔ تیسری تاویل حنفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی نے کہا ہے کہ یہ زیادتی مدرج ہے یعنی یہ حدیث کا لفظ نہیں کسی راوی کا قول ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اصل حدیث میں عدم ادراج ہے یہاں تک کہ تفصیل ثابت ہو جائے سو جب تک کسی دلیل سے مدرج ہونا ثابت نہ ہو جائے تب تک یہ زیادتی حدیث سے گنی جائے گی خاص کر جب کہ دوسرے طریق سے اسی طرح روایت آ چکی ہو تو اُس سے یہ احتمال بالکل نہیں ہوسکتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دوسرے طریق سے روایت کیا ہے اور اس میں عمرو کی متابعت ثابت کی ہے۔ چوتھی تاویل حنفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی حنفی نے کہا کہ یہ زیادتی فقط جابر رضی اللہ عنہ کا ظن ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ظن باطل اور مردود ہے اس لیے کہ جابر رضی اللہ عنہ معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے سو یہ اسی پر محمول ہے کہ یہ قصہ اس نے معاذ رضی اللہ عنہ سے خود سنا ہے اور یہ ظن جابر رضی اللہ عنہ کے حق میں بالکل نہیں ہوسکتا ہے کہ بغیر مشاہدہ کے کسی شخص کے حال سے خبر دے سوائے اس کے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کو اس قصے کی خبر دی ہو خاص کر کے جابر رضی اللہ عنہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا ہمیشہ یہی دستور تھا سو بغیر مشاہدہ یا اطلاع کے ایسا لفظ بولنا بالکل ممکن نہیں ہے۔ پانچویں تاویل حنفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی نے کہا کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا نماز پڑھانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نہیں تھا اور نہ آپ کی تقریر سے پس یہ حجت نہیں ہوسکتا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ رائے صحابی کی جب کسی دوسرے صحابی کے مخالف نہ ہو تو بالاتفاق حجت ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا اس باب میں کوئی صحابی مخالف نہیں ہے اس لیے کہ معاذ رضی اللہ عنہ جن کو نماز پڑھایا کرتے تھے وہ سب لوگ صحابہ تھے اور ان میں چالیس صحابی بدری تھے اور تیس صحابی عقبی تھے اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس کا خلاف کسی صحابی سے ثابت نہیں بلکہ عمر اور ابن عمر اور ابوالدرداء اور انس رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ کبار سے اس کا جواز ثابت ہو چکا ہے پس یہ فعل معاذ رضی اللہ عنہ کا بالاتفاق حجت ہوگا۔ چھٹی تاویل حنفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی نے کہا ہے کہ یہ اس وقت کا حکم ہے جب کہ فرضوں کو دوبارہ پڑھا جاتا تھا اور اب یہ حکم منسوخ ہے پس اس سے دلیل پکڑنی صحیح نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ محض احتمال ہے اور نسخ احتمال سے ثابت نہیں ہوسکتا ہے اور اگر دوبار فرضوں کا پڑھنا اول اسلام میں تسلیم بھی کیا جائے تو کہا جائے گا کہ منع آپ نے اس واسطے فرمایا تھا کہ دونوں نمازوں کو فرض نہ ٹھہرایا جائے بلکہ ایک کو ان میں سے فرض مقرر کیا جائے خواہ اول کو خواہ دوسرے کو پس اس سے دوبارہ نفل کر کے پڑھنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے اسی طرح کہا ہے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اور کہا کہ اس سے حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور نیز یہ بھی ممکن ہے کہ ہم اس کے برعکس دعویٰ کریں یعنی یہ نہی معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے منسوخ ہے پہلے دوبار نماز پڑھنے کی ممانعت تھی اب نہیں ہے اور اگر کوئی کہے کہ یہ قصہ معاذ رضی اللہ عنہ کا پرانا ہے اس واسطے کہ معاذ رضی اللہ عنہ اُحد میں شہید ہو گئے تھے تو کہا جائے گا کہ جنگ اُحد تیسرے سال کے اخیر میں واقع ہوئی ہے پس ہوسکتا ہے کہ نہی پہلے یا دوسرے سال میں واقع ہوئی ہو اور اذن تیسرے سال میں واقع ہوا ہو اور نیز سنن میں حدیث

آ چکی ہے کہ دو آدمی عصر کی نماز اپنے گھر میں پڑھ کر حضرت ﷺ کے پاس آئے اور حضرت ﷺ نماز پڑھ رہے تھے سو اُن دونوں نے آپ کے ساتھ نماز نہ پڑھی سو جب حضرت ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو اُن پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اگر تم اپنے گھر میں نماز پڑھ کر آؤ اور دوسری جگہ جماعت ہوتی ہو تو اس میں شریک ہو جاؤ کہ وہ نماز تمہارے واسطے نفل ہو جائے گی اور یہ واقعہ حضرت ﷺ کی آخر عمر کا ہے اس لیے کہ یہ قصہ حجۃ الوداع کا ہے اور نیز دوسری حدیث میں صاف آ چکا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد حاکم ہوں گے اور وہ نماز کو وقت سے نکال کر پڑھا کریں گے سو تم وقت پر اپنی نماز کو گھر میں پڑھ لیا کرنا اور پھر ان کے ساتھ بھی پڑھ لیا کرنا کہ وہ تمہارے واسطے نفل ہو جائیں گے پس یہ دونوں حدیثیں بڑی پکی اور صریح دلیل ہیں اس پر کہ دوبار نماز پڑھنے کی ممانعت منسوخ ہو چکی ہے پس اگر دوسری بار جماعت کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لے تو قطعاً صحیح ہو جائے گی پس دعویٰ نسخ طحاوی کا مردود ہو گیا۔ ساتویں تاویل حنفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی نے کہا کہ حضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے سے منع کر دیا تھا چنانچہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ اے معاذ! تو میرے ساتھ نماز پڑھا کر اور اپنی قوم کو نماز نہ پڑھایا کر اور یا اپنی قوم کو پڑھایا کر اور میرے ساتھ نماز نہ پڑھا کر سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ معنی اس حدیث کا نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں لفظ تخفیف کا واقع ہوا ہے سو معنی اس کا یہ ہے کہ اگر تو اپنی قوم کی نماز میں ہلکی قراءت نہ پڑھے تو میرے ساتھ نماز نہ پڑھا کر اور اگر تو اپنی قوم میں ہلکی قراءت پڑھے تو بیشک میرے ساتھ نماز پڑھ لیا کر اور یہی معنی اس کا ٹھیک ہے اس لیے کہ اس میں تخفیف کا مقابلہ ترک تخفیف سے واقع ہے اور یہی امر مسئول عنہ اور متنازع فیہ تھا پس نہی اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتی ہے خاص کر آنحضرت ﷺ سے آخر عمر میں فرض کو دوبارہ نفل کر کے پڑھنے کا حکم ثابت ہو چکا ہے جیسے کہ ابھی گزرا پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس کو منع کیا ہو؟۔ آٹھویں تاویل حنفیہ کی ہے یہ ہے کہ حضرت ﷺ کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ معاذ رضی اللہ عنہ یہ نماز میرے ساتھ بھی پڑھ گیا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا آپ کے ساتھ نماز پڑھنا آپ کو معلوم تھا بلکہ آپ نے اس کو اجازت دے دی تھی جیسے کہ ساتویں جواب میں معلوم ہو چکا ہے اور نیز جابر رضی اللہ عنہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ کی یہی عادت تھی کہ اپنی نماز حضرت ﷺ کے ساتھ پڑھ کر جاتے تھے پھر جا کر اپنی قوم کی امامت کرتے تھے چنانچہ قسطلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ ہمیشہ عشاء کی نماز دوبار پڑھا کرتے تھے سو ایسی حالت میں ممکن نہیں کہ آپ کو اس کی اطلاع نہ ہوئی ہو ایک دو نماز میں تو البتہ یہ احتمال ہو سکتا ہے مگر ہمیشہ کی نماز میں یہ احتمال نہیں ہو سکتا ہے۔ اور نیز پانچویں تاویل کا جواب جو گزر چکا ہے وہ بھی یہاں جاری ہے اور ایک روایت میں صحیح مسلم کے یہ بھی آیا ہے کہ اس شخص نے حضرت ﷺ سے جا کر عرض کی کہ معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ نماز پڑھ جاتا ہے پھر جا کر ہم کو نماز پڑھاتا ہے اور قراءت بہت دراز کرتا ہے سو حضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو

بلا کر فرمایا کہ تو فتنہ انداز ہے چھوٹی سورتیں پڑھا کر اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس نماز کی حضرت ﷺ کو خبر ہو گئی تھی پھر حضرت ﷺ نے اس کو منع نہ فرمایا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ضرورت کے واسطے تھا کہ معاذ رضی اللہ عنہ کے سوا ان کو کوئی قاری نہ ملتا تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ جس قدر قرآن کی نماز میں ضرورت ہوتی ہے اسی قدر قرآن کے حافظ تو اس وقت بہت تھے اور اگر اسے کوئی زیادہ جانتا ہو تو وہ ایک ممنوع کام کے جائز ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے پس ان کا قاری ہونا دوبارہ نماز جائز ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے جب کہ دوبارہ نماز پڑھنا شرعاً ممنوع فرض کیا جائے پس معلوم ہوا کہ ایسے ضرورت کے واسطے نماز کو دوہرانا صحیح نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ شاید حضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنی قوم کا امام مقرر کیا ہوا تھا سو معاذ رضی اللہ عنہ کبھی کبھی واسطے تبرک کے اور احکام سیکھنے کے نفل حضرت ﷺ کے پیچھے پڑھ جایا کرتے تھے سو جواب اس کا اولا یہ ہے کہ وہ زیادتی حدیث کی جو اوپر گزر چکی ہے کہ وہ نماز اس کے واسطے نفل ہوتی تھی اس تاویل کو باطل کرتی تھی ثانیا جس پر فرض وقتی باقی ہو اس کو اس فرض کی جماعت کے ہوتے نفل پڑھنے جائز نہیں پھر معاذ رضی اللہ عنہ کی اس نماز کو نفل کہنا کیونکر صحیح ہوگا؟ ثالثا ایک فرض کو ایک دن میں دوبار پڑھنا حنفیہ کے نزدیک منسوخ ہے جیسے کہ اوپر گزرا پھر اس کو دوبارہ پڑھنا کیونکر جائز رکھ سکتے ہیں **فما هو جوابکم فهو جوابنا** اور ایک روایت میں یہ لفظ آ گیا ہے کہ **فیصل بهم تلك الصلوة** یعنی معاذ رضی اللہ عنہ جو نماز حضرت ﷺ کے ساتھ پڑھ آتا تھا وہی نماز اپنی قوم کو آ کر پڑھاتا تھا پس اگر نفل تھی تو یہ لفظ کہنا بالکل لغو ہے اور زیادہ تفصیل اس مسئلے کی مترجم نے ظفر المبین حصہ دوم میں کر دی ہے شائق اس کا مطالعہ کرے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ امام کو لازم ہے کہ قراءت ہلکی پڑھے اور مقتدیوں کی ہر حال میں رعایت کرے اور ایک یہ کہ دنیا کا کوئی کام بھی نماز کے ہلکا کرنے میں عذر ہے اور یہ کہ ایک نماز کو ایک دن میں دوبار پڑھنا جائز ہے اور یہ کہ اگر مقتدی کسی عذر کے ساتھ جماعت سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھ لے تو جائز ہے اور یہ کہ جس مسجد میں جماعت ہو رہی ہو اس میں تنہا نماز پڑھنی جائز ہے بشرطیکہ عذر سے ہو اور یہ کہ دنیا کا کام بھی جماعت کے ترک کرنے کے واسطے عذر ہے اگر اس عذر سے جماعت کو ترک کر دے تو گناہ نہیں۔

بَابُ تَخْفِيفِ الْإِمَامِ فِي الْقِيَامِ وَإِتْمَامِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ.

امام قیام میں ہلکی قراءت پڑھے اور رکوع اور سجود کو پورا ادا کرے۔

٦٦١ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ

٦٦١۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے عرض کی کہ قسم اللہ کی یا حضرت! کہ میں فجر کی نماز دیر کرتا ہوں اور جماعت میں نہیں آتا فلاں آدمی کے سبب سے کہ وہ ہماری امامت میں قراءت بہت لمبی کرتا ہے سو میں نے حضرت ﷺ

صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ.

کو وعظ میں اس دن سے زیادہ تر غصے کبھی نہیں دیکھا یعنی حضرت ﷺ ایسے غضب میں آئے کہ ویسے کبھی نہیں آئے تھے اور فرمایا کہ بے شک میں سے بعض ایسے ہیں کہ لوگوں کو نفرت دلاتے ہیں یعنی نماز سے روکتے ہیں سو جو کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھے اس واسطے کہ آدمیوں میں ضعیف اور بوڑھے اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مقتدیوں کی رعایت واجب ہے اور طول قراءت مطلق درست نہیں خواہ ان تینوں قسم کے لوگوں سے کوئی جماعت میں ہو اور خواہ نہ ہو اس لیے کہ مدار احکام کی اکثر حال پر ہے اور اکثر جماعت ان تینوں سے خالی نہیں ہوتی ہے اور جس جماعت میں ان تینوں سے کوئی نہ ہو تو ایسی صورت شاذ و نادر ہے پس اس پر حکم کی مدار نہیں ہے اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ ہلکی نماز پڑھنے کا حکم صرف قراءت اور قیام میں ہے رکوع اور سجود میں ہلکا کرنے کا حکم نہیں بلکہ رکوع اور سجود کو پورا ادا کرے اور اچھی طرح تمام کرے اور اگر رکوع اور سجود کو تمام نہیں کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ سے اپنی عادت کے موافق اشارہ کر دیا ہے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں رکوع اور سجود کا تمام کرنا آ گیا ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ إِذَا صَلَّى لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ.

جب آدمی اکیلا اپنے واسطے نماز پڑھے تو طول کرے جتنا چاہے یعنی جتنی دراز قراءت پڑھے جائز ہے۔

٦٦٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ مِنْهُمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ.

٦٦٢۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمیوں کو نماز پڑھائے یعنی امام بنے تو چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھے اس واسطے کہ مقتدیوں میں ضعیف اور بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب کوئی تنہا اپنے واسطے نماز پڑھے تو قراءت طول کرے جتنا چاہے۔

فائدہ: اس حدیث کا مطلب پہلے باب میں آ چکا ہے لیکن اس کو علیحدہ بیان کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ ہلکی نماز پڑھنے کا حکم صرف امام ہی کے واسطے ہے اکیلے آدمی کے واسطے یہ حکم نہیں ہے لیکن اکیلے آدمی کے

واسطے بھی طول کرنے کی حد یہاں تک ہے جب تک وقت باقی رہے اور اگر وقت قضا ہو جانے کا خوف ہو تو اس وقت قراءت کو طول کرنا بالکل جائز نہیں ہے جیسے کہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قصور اس کے حق میں ہے کہ نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے اور جب کہ طول قراءت کی مصلحت نماز کے قضا ہو جانے کی مفسدہ کے معارض ہوئی تو رعایت ترک مفسدہ کی اولیٰ ہے۔

بَابُ مَنْ شَكَا إِمَامَهُ إِذَا طَوَّلَ.

جب امام قراءت میں طول کرے تو اس کی شکایت کرنی جائز ہے یا نہیں؟۔

فائدہ: مطلب امام بخاری رحمہ اللہ کا اس باب سے یہ ہے کہ اس حالت میں امام کی شکایت کرنی غیبت میں داخل نہیں اور اس سے گناہ نہیں ہوتا ہے۔

وَقَالَ أَبُوْ أُسَيْدٍ طَوَّلْتَ بِنَا يَا بُنَيَّ.

یعنی ابو اسید رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے میرے چھوٹے بیٹے تو نے ہماری نماز کو طول کر دیا ہے یعنی ابو اسید رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو اس نے قراءت میں طول کیا تب ابو اسید رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تو نے قراءت بہت لمبی کی ہے۔

فائدہ: مطابقت اس اثر کی باب سے ظاہر ہے۔

٦٦٣ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ لَأَتَأَخَّرُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الْفَجْرِ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فُلَانٌ فِيْهَا فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَيْتُهُ غَضِبَ فِيْ مَوْضِعٍ كَانَ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ يَاَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَمَنْ أَمَّ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ.

٦٦٣۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا حضرت! میں فجر کی نماز سے دیر کرتا ہوں اور جماعت میں حاضر نہیں ہوتا یعنی عمداً اس سبب سے کہ فلاں شخص ہماری نماز کو طول کرتا ہے اور اس میں قراءت لمبی کرتا ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی یہ کلام سن کر ایسے غضب ناک ہوئے کہ میں نے آپ کو اس دن سے زیادہ تر غضب ناک کبھی نہیں دیکھا پھر آپ نے فرمایا اے لوگو! بے شک تم میں سے بعض ایسے ہیں کہ لوگوں کو نفرت دلاتے ہیں سو جو کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھے اس واسطے کہ پیچھے اس کے ضعیف اور بوڑھے اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔

٦٦٤ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ أَقْبَلَ رَجُلٌ بِنَاضِحَيْنِ وَقَدْ جَنَحَ اللَّيْلُ فَوَافَقَ مُعَاذًا يُصَلِّيْ فَتَرَكَ نَاضِحَهٗ وَأَقْبَلَ إِلٰى مُعَاذٍ فَقَرَأَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ أَوِ النِّسَآءِ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ وَبَلَغَهٗ أَنَّ مُعَاذًا نَالَ مِنْهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَا إِلَيْهِ مُعَاذًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ أَفَتَّانٌ أَنْتَ أَوْ أَفَاتِنٌ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَلَوْلَا صَلَّيْتَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى فَإِنَّهٗ يُصَلِّيْ وَرَآءَكَ الْكَبِيْرُ وَالضَّعِيْفُ وَذُو الْحَاجَةِ أَحْسِبُ هٰذَا فِي الْحَدِيْثِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَتَابَعَهٗ سَعِيْدُ بْنُ مَسْرُوْقٍ وَمِسْعَرٌ وَالشَّيْبَانِيُّ قَالَ عَمْرٌو وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مِقْسَمٍ وَأَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَرَأَ مُعَاذٌ فِي الْعِشَآءِ بِالْبَقَرَةِ وَتَابَعَهُ الْأَعْمَشُ عَنْ مُحَارِبٍ.

۶۶۴۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد دو اونٹ پانی کھینچنے والے لے کر آیا یعنی کھیتی کو پانی پلا کر گھر کو آیا اور چاہا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر جاؤں اور رات اندھیری ہو گئی تھی سو اس نے معاذ رضی اللہ عنہ کو امامت کرتے پایا تو اپنے دونوں اونٹوں کو چھوڑ دیا یا بٹھلایا اور معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف آیا یعنی اس کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے سو معاذ رضی اللہ عنہ نے سورۂ بقرہ پڑھی یا سورۂ نساء پڑھی (یہ راوی کا شک ہے) سو وہ آدمی جماعت چھوڑ کر علیحدہ نماز پڑھ کر چلا گیا اور اس کو خبر پہنچی کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کی شکایت کی ہے اور اس کا عیب کیا ہے سو وہ آدمی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور معاذ رضی اللہ عنہ کی آپ سے شکایت کی یعنی معاذ رضی اللہ عنہ قراءت بہت طول کرتا ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ! کیا تو فتنہ انداز ہے آپ نے یہ کلمہ تین بار فرمایا سو کس واسطے تو نے نماز نہیں پڑھی ساتھ سورہ سبح اسم ربك الاعلى اور والشمس وضحاها اور والليل اذا يغشى کے اس واسطے کہ نماز پڑھتے ہیں پیچھے تیرے بوڑھے اور ضعیف اور حاجت مند اور ایک روایت میں آیا ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ شروع کی۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر امام نماز میں طول کرے تو اس کی شکایت کرنی جائز ہے اس لیے کہ ان دونوں آدمیوں نے اپنے امام کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ وہ نماز کو بہت طول کرتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع نہ فرمایا اور نہ بیان فرمایا کہ یہ شکایت ہے پس آپ کی تقریر سے اس کا جائز ہونا ثابت ہو گیا اور یہی ہے وجہ مناسبت ان حدیثوں کی باب سے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ باب میں شکایت سے عام مراد ہے خواہ امام کی شکایت خود اسی کے آگے ہو جیسے کہ ابو اسید رضی اللہ عنہ نے کیا یا امام کی شکایت دوسرے کے آگے ہو جیسے کہ ان دونوں آدمیوں نے کیا، واللہ اعلم۔

بَابُ الْإِيْجَازِ فِي الصَّلَاةِ وَإِكْمَالِهَا. ہلکی نماز پڑھنا اور اس کو پورا کرنا۔

فائدہ: مراد ہلکی نماز پڑھنے اور اس کے پورا کرنے سے یہ ہے کہ ہر ہر رکن کا ادنیٰ درجہ ادا کرے۔

٦٦٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْجِزُ الصَّلَاةَ وَيُكْمِلُهَا.

٦٦٥۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو ہلکی پڑھا کرتے تھے اور اس کو پورا کرتے یعنی نماز ہلکی پڑھتے اس طور سے کہ اس کے رکنوں میں کوئی قصور نہ آتا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہلکی نماز کی حد یہیں تک ہے کہ اس کے ارکان اور شرائط میں کچھ قصور نہ ہو۔

بَابُ مَنْ أَخَفَّ الصَّلَاةَ عِنْدَ بُكَآءِ الصَّبِيِّ.

جب کسی مقتدی کا لڑکا رونے لگے تو امام نماز میں تخفیف کر دے اور نماز ہلکی پڑھے۔

٦٦٦ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّيْ لَأَقُوْمُ فِي الصَّلَاةِ أُرِيْدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيْهَا فَأَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِيْ صَلَاتِيْ كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمِّهٖ تَابَعَهٗ بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَبَقِيَّةُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ.

٦٦٦۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ لمبی نماز پڑھوں پھر سنتا ہوں لڑکے کا رونا تو اپنی نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں واسطے مکروہ جاننے اس بات کے کہ اس کی ماں پر مشکل ڈالوں یعنی لڑکے کے رونے کے سبب سے اس کی ماں کو رنج ہوگا۔

٦٦٧ ـ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ مَا صَلَّيْتُ وَرَآءَ إِمَامٍ قَطُّ أَخَفَّ صَلَاةً وَلَا أَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَنَ أُمُّهٗ.

٦٦٧۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کسی امام کے پیچھے کبھی نماز نہیں پڑھی جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تر ہلکی نماز پڑھنے والا اور زیادہ پورا کرنے والا ہو اور بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لڑکے کا رونا سنتے تھے پس نماز میں تخفیف کر دیتے تھے اس خوف سے کہ اس کی ماں رنج میں مبتلا ہو۔

٦٦٨ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ

٦٦٨۔ ترجمہ وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ میں نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں اس سبب سے کہ میں جانتا ہوں

قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّيْ لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيْدُ إِطَالَتَهَا فَأَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِيْ صَلَاتِيْ مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهٖ مِنْ بُكَآئِهٖ.

اس کی ماں کی شدت کی رنج کو اس کے رونے کے سبب سے۔

٦٦٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّيْ لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ فَأُرِيْدُ إِطَالَتَهَا فَأَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهٖ مِنْ بُكَآئِهٖ وَقَالَ مُوْسٰى حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

٦٦٩۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عورت کا لڑکا نماز میں رونے لگے تو امام نماز میں تخفیف کر دے کہ اس کی ماں کو اس کے رونے کے سبب سے رنج اور قلق نہ ہو اور فرق اس باب میں اور پہلے بابوں میں یہ ہے کہ پہلے بابوں میں مقتدیوں کے حقوق کا بیان ہے اور یہ باب مقتدیوں کے غیر کی مصلحت سے متعلق ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ وہ مصلحت ایسی چیز سے علاقہ رکھتی ہو جس کا رجوع آخر کار مقتدی کی طرف ہو لیکن اگر امام اپنے پیچھے سے پاؤں کی آواز سنے اور معلوم کرے کہ کوئی شخص آتا ہے تو اس صورت میں اس کو رکوع کا لمبا کرنا تاکہ وہ آنے والا رکوع پالے جائز ہے یا نہیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق اور ابوثور وغیرہ کہتے ہیں کہ اگر جماعت کو تکلیف نہ ہو تو جائز ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اوزاعی وغیرہ کہتے ہیں کہ مکروہ ہے اور محمد بن حسن کہتے ہیں کہ شرک ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس کے واسطے دیر کرنی مستحب ہے اور ان حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ مل کر جماعت میں نماز پڑھنا جائز ہے اور یہ کہ چھوٹے لڑکے کو مسجد میں لانا جائز ہے۔

بَابُ إِذَا صَلّٰى ثُمَّ أَمَّ قَوْمًا.

جب کوئی اول تنہا نماز پڑھے پھر اسی نماز میں کسی قوم کا امام بنے تو جائز ہے۔

٦٧٠ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُوْ

٦٧٠۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ

النُّعْمَانِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِيْ قَوْمَهُ فَيُصَلِّيْ بِهِمْ.

اول حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر اپنی قوم کے پاس آتے اور ان کو نماز پڑھاتے تھے۔

بَابُ مَنْ أَسْمَعَ النَّاسَ تَكْبِيْرَ الْإِمَامِ.

اگر کوئی مقتدی امام کی تکبیر لوگوں کو پکار کر سنائے تو جائز ہے یا نہیں؟۔

٦٧١ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ أَتَاهُ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيْفٌ إِنْ يَّقُمْ مَقَامَكَ يَبْكِيْ فَلَا يَقْدِرُ عَلَى الْقِرَاءَةِ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ فَقُلْتُ مِثْلَهُ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ فَصَلّٰى وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَخُطُّ بِرِجْلَيْهِ الْأَرْضَ فَلَمَّا رَاٰهُ أَبُوْ بَكْرٍ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ صَلِّ فَتَأَخَّرَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى جَنْبِهِ وَأَبُوْ بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ التَّكْبِيْرَ تَابَعَهُ مُحَاضِرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ.

۶۷۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ کو وہ بیاری ہوئی جس میں آپ کا انتقال ہوا الخ اس حدیث کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے اس حدیث کے آخر میں اتنا زیادہ ہے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ کو آتے دیکھا تو پیچھے ہٹ گئے اور حضرت ﷺ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے اور آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کی تکبیر لوگوں کو پکار کر سناتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مقتدی امام کی تکبیر لوگوں کو پکار کر سنائے تو جائز ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور بیان اس کا سابق بھی گزر چکا ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ وَيَأْتَمُّ النَّاسُ بِالْمَأْمُوْمِ.

ایک آدمی امام کے پیچھے نیت کرے اور باقی سب لوگ اس مقتدی کے پیچھے نیت کریں تو جائز ہے یا نہیں؟۔

فائدہ: اس کا مطلب دو طور سے ہوسکتا ہے ایک یہ کہ کوئی مقتدی امام کی تکبیر لوگوں کو سنائے اور سب کا امام ایک ہو۔ دوم یہ کہ امام کا مقتدی ایک شخص ہو اور باقی سب کا امام وہ شخص ہو جو کہ پہلے امام کا مقتدی ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِئْتَمُّوْا بِيْ وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ.

اور حضرت ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم میری پیروی کرو اور چاہیے کہ تمہاری پیروی کریں جو تمہارے بعد ہیں۔

٦٧٢ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيْفٌ وَإِنَّهُ مَتٰى مَا يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيْفٌ وَإِنَّهُ مَتٰى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ قَالَ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَقَامَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ يَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ حَتّٰى

٦٧٢۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس حدیث کے آخر میں یہ لفظ زیادہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے نماز پڑھتے تھے اور حضرت ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے سو ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت ﷺ کی پیروی کرتے تھے اور لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے تھے۔

دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمَّا سَمِعَ أَبُوْ بَكْرٍ حِسَّهُ ذَهَبَ أَبُوْ بَكْرٍ يَتَأَخَّرُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ أَبِىْ بَكْرٍ فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّىْ قَآئِمًا وَّكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ قَاعِدًا يَقْتَدِىْ أَبُوْ بَكْرٍ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مُقْتَدُوْنَ بِصَلَاةِ أَبِىْ بَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ.

فائدہ: مسروق اور شعبی کا مذہب یہ ہے کہ سب صفیں ایک دوسرے کی امام بن سکتی ہیں پس ان کے نزدیک اگر امام نے رکوع سے سر اٹھالیا ہو اور صف نے ابھی سر نہ اٹھایا ہو اور اس حالت میں کوئی شخص جماعت میں مل جائے تو اس کی رکعت ہو جائے گی پس اس سے معلوم ہوا کہ بعض چیزیں جو امام کے ساتھ متعلق ہوتی ہیں وہ مقتدی بھی آپس میں ایک دوسرے سے اٹھا سکتے ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں کچھ حکم بیان نہیں کیا پہلے اس حدیث کو تکبیر سنانے کے باب میں لایا اور اب مقتدی بننے کے واسطے لایا اور اس دوسرے مسئلے کے متعلق حدیث سے یہی تائید کی لیکن ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی آپس میں ایک دوسرے کے امام بن سکتے ہیں اور یہ دو طور سے ہو سکتا ہے ایک یہ کہ اگر امام سلام پھیر دے اور کچھ مقتدیوں کی نماز باقی ہو تو ایک ان میں سے امام بن جائے اور باقی مقتدی بن جائیں۔ دوم یہ کہ اگر سب مقتدی امام کے پیچھے کھڑے ہوئے ہوں تو اس حالت میں اگر کوئی مقتدی امام بن جائے اور کچھ مقتدی یا سب اس کے مقتدی بن جائیں تو یہ دونوں طرح جائز ہے تو اب شاید ہو سکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے بھی یہی ہو جو شعبی کا قول ہے کہ ایک مقتدی دوسرے مقتدی کا امام بن سکتا ہے پس اندریں صورت کہا جائے گا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر لوگوں کو سنانا اس کے مخالف نہیں احتمال ہے کہ سب لوگوں کے حقیقی امام بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہوں اس لیے کہ اُن کو تکبیر سنانی بھی امامت کا ایک جزء ہے اس میں اس بات کی نفی نہیں کہ وہ امام نہ تھے پس یہی وجہ ہے اس حدیث کو دوبارہ لانے کی، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ هَلْ يَأْخُذُ الْإِمَامُ إِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ.

جب امام کو نماز میں شک پڑ جائے تو مقتدیوں کا کہنا مان لے یا نہ مانے؟۔

۶۷۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ

۶۷۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ظہر کی

مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ أَبِيْ تَمِيْمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنِ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ أَقَصُرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهِ أَوْ أَطْوَلَ.

نماز میں) صرف دو رکعت ہی نماز کے بعد سلام پھیر کر اٹھ کھڑے ہوئے سو ذوالیدین (ایک آدمی کا لقب ہے) نے عرض کی کہ یارسول اللہ! کیا نماز کم ہوگئی یا آپ بھول گئے ہو؟ یعنی ظہر کی نماز چار رکعت پڑھنی تھی دو رکعت کس سبب سے پڑھی گئی ہے؟ سو آپ ﷺ نے فرمایا کیا ذوالیدین سچ کہتا ہے؟ سو لوگوں نے عرض کی کہ ہاں سچ کہتا ہے سو حضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز اور پڑھی پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا مثل پہلے سجدہ کے یا اس سے بھی لمبا یعنی سجدہ سہو کیا۔

٦٧٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ فَقِيْلَ صَلَّيْتَ رَكْعَتَيْنِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

۶۷۴۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ظہر کی نماز صرف دو ہی رکعتیں پڑھیں سو کسی نے عرض کی کہ آپ نے صرف دو رہی رکعتیں نماز پڑھی سو آپ نے دو رکعت نماز اور پڑھی پھر سلام پھیر دیا پھر دو سجدے سہو کے کیے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام کو شک پڑے تو مقتدیوں کے قول پر عمل کرے اور یہی ہے مذہب حنفیہ اور شافعیوں کے نزدیک مقتدیوں کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں اور اگر ان کے قول پر عمل کرے گا تو نماز باطل ہو جائے گی اور امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض بھی اس سے یہی معلوم ہوتی ہے کہ اس صورت میں نماز باطل نہیں ہوتی ہے لیکن یہ سب اختلاف اسی وقت ہے کہ امام کو شک پڑ جائے اور اگر اس کو یقین ہو تو پھر سب کا اتفاق اس پر ہے کہ اپنے یقین پر عمل کرے اور ابوداود کی ایک روایت میں صریح آ چکا ہے کہ حضرت ﷺ نے سجدہ سہو نہ کیا جب تک کہ آپ کو یقین نہ ہوا پس اندریں صورت اس حدیث سے شک پر استدلال کرنا صحیح نہ ہوگا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بھول چوک پیغمبروں سے بھی ہو جاتی ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں کلام کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے لیکن شاید اول اسلام میں کلام جائز ہوگی پھر منسوخ ہوگئی اب اگر نماز میں کلام کرے گا تو نماز باطل ہو جائے گی۔

بَابُ إِذَا بَكَى الْإِمَامُ فِي الصَّلَاةِ.

جب امام نماز میں روئے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟

فائدہ: شعبی اور نخعی سے روایت ہے کہ رونا نماز کو توڑ دیتا ہے اور مالکیوں اور حنفیوں اور جمہور علماء کے نزدیک اگر بہشت اور دوزخ کے یاد سے روتا ہو یا خوف الٰہی سے ہو تو نماز نہیں ٹوٹتی اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ایک روایت میں نماز نہیں ٹوٹتی ہے اور یہی مذہب ہے امام بخاری رحمہ اللہ کا جیسے کہ باب کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے اور جیسے کہ امام کو نماز میں رونا جائز ہے ایسے ہی مقتدی کو بھی نماز میں رونا جائز ہے مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر کسی درد اور مصیبت سے بلند آواز کے ساتھ روئے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر بلا آواز روئے تو کوئی ڈر نہیں مگر ابو یوسف کے نزدیک بلند آواز سے بھی نماز نہیں ٹوٹتی ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ نَشِيْجَ عُمَرَ وَأَنَا فِيْ اٰخِرِ الصُّفُوْفِ يَقْرَأُ ﴿إِنَّمَا أَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ إِلَى اللّٰهِ﴾.

عبداللہ بن شداد نے کہا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی اور میں پچھلی صف میں تھا اور عمر رضی اللہ عنہ یہ آیت پڑھ رہے تھے یعنی سوائے اس کے نہیں کہ میں شکوہ کرتا ہوں اپنے رنج اور غم کا طرف اللہ کی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں رونا جائز ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز میں روتے رہے پس مطابقت اس اثر کی باب سے ظاہر ہے۔

٦٧٥ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهٖ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَآءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهٗ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَآءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ

٦٧٥۔ ترجمہ اس کا اوپر گزر چکا ہے اس باب کے مطابق اس حدیث میں یہ لفظ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ یا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہے اگر آپ کے مقام میں نماز پڑھانے کو کھڑا ہوگا تو رونے لگے گا اور لوگ قرآن کی آواز نہ سن سکیں گے۔ الخ

فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ قَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأُصِيبَ مِنْكِ خَيْرًا.

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں رونا جائز ہے اور یہ کہ نماز اس سے نہیں ٹوٹتی ہے اگر چہ بہت ہی ہو اس لیے کہ حضرت ﷺ کو معلوم ہو چکا تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نرم دل اور رونے والا آدمی ہے مگر پھر بھی حضرت ﷺ نے اس کو رونے سے منع نہ فرمایا بلکہ اسی کو امامت کرنے کا حکم دیا اور نیز عائشہ رضی اللہ عنہا نے رونے کا سبب صرف یہی بیان کیا کہ رونے سے لوگ قرآن کی آواز نہ سن سکیں گے عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ نہ کہا کہ رونے سے لوگوں کی نماز ٹوٹ جائے گی پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی۔ واللہ اعلم

بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ عِنْدَ الْإِقَامَةِ وَبَعْدَهَا.

نماز کی تکبیر ہونے کے وقت صفوں کو برابر کرنا جائز ہے اور بعد تکبیر کے بھی ان کو برابر کرنا جائز ہے۔

٦٧٦ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ.

٦٧٦۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ برابر کرو اپنی صفوں کو نہیں تو اللہ جھوٹ اور دشمنی ڈال دے گا تمہارے دلوں میں یعنی جماعت کی صف برابر نہ ہونے کا یہ اثر ہے کہ آپس میں اختلاف پڑ جائے گا اور تکرار ہوگی تو رنج پیدا ہوگا اور بعض روایتوں میں یہ لفظ آیا ہے کہ مخالفت ڈال دے گا تمہارے چہروں میں یعنی تمہاری صورتیں بدل جائیں گی اور مسخ ہو جائیں گی۔

فائدہ: صفوں کے برابر کرنے سے یا تو یہ مراد ہے کہ سب لوگ سیدھے کھڑے ہوں نہ کسی کا قدم آگے بڑھے اور نہ پیچھے ہٹے اور یا یہ مراد ہے کہ صف کے درمیان میں کوئی جگہ خالی نہ رہے ایک دوسرے کے ساتھ کندھے کے ساتھ کندھا ملا کر کھڑے ہوں پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صفوں کو برابر کرنا واجب ہے اس لیے کہ اس پر وعید وارد ہوئی ہے اور یہی ہے مذہب بعض کا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اور مالک اور جمہور کے نزدیک صفوں کو برابر کرنا سنت ہے ان کے نزدیک یہ وعید زجر اور مبالغہ پر محمول ہے اور صورت کا بدل جانا یا تو حقیقی مراد ہے جیسے کہ باب من رفع راسہ قبل الامام میں مذکور ہو چکا ہے اور یا مجازی مراد ہے کہ آپس میں دشمنی ہو جائے گی، واللہ اعلم۔

٦٧٧ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ

٦٧٧۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ سیدھا کرو صفوں کو اس لیے کہ بے شک میں تم کو دیکھتا ہوں

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ فَإِنِّيْ أَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِيْ.

اپنی پس پشت سے یعنی میں نے تم کو صفوں کے برابر کرنے کا اس واسطے حکم کیا ہے کہ میں تحقیق معلوم کر چکا ہوں کہ تم اس کے خلاف کرتے ہو۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں میں صرف صفوں کے برابر کرنے کا حکم ہے تکبیر کے وقت کا ان میں کچھ ذکر نہیں لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں یہ ذکر آ چکا ہے کہ تکبیر کے وقت صفوں کو برابر کرے پس یہی وجہ ہے مطابقت ان حدیثوں کی باب سے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ میں تم کو دیکھتا ہوں پس پشت سے تو مراد اس سے حقیقی دیکھنا ہے جیسے کہ آنکھ سے دیکھا جاتا ہے اس میں مقابلے اور سامنے ہونا شرط نہیں بلکہ یہ امور عادی ہیں اگر یہ نہ ہو تو جب بھی دیکھنا ممکن ہے اور عقل بھی اس کو جائز رکھتی ہے پس حقیقی رؤیت پر اس کو حمل کرنا بہت بہتر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت میں دو آنکھیں تھیں ان کے ساتھ پس پشت سے دیکھتے تھے اور بعض اس کو مجازی معنی پر حمل کرتے ہیں یعنی آپ کو اس کا علم حاصل ہو جاتا تھا لیکن حقیقی معنی مراد رکھنا اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم اور بیان اس کا باب عظة الامام الناس میں مذکور ہو چکا ہے۔

بَابُ إِقْبَالِ الْإِمَامِ عَلَى النَّاسِ عِنْدَ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ.

امام کو صفیں برابر کرنے کے وقت لوگوں کی طرف متوجہ ہونا جائز ہے۔

٦٧٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ أَبِيْ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ أَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَإِنِّيْ أَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ.

٦٧٨۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کی تکبیر ہوئی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ سیدھا کرو صفوں کو اور آپس میں مل جاؤ اس واسطے کہ بے شک میں تم کو دیکھتا ہوں اپنی پس پشت سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صفیں برابر کرنے کے وقت امام کو نمازیوں کی طرف متوجہ ہونا جائز ہے یا سنت ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ الصَّفِّ الْأَوَّلِ.

جماعت کی پہلی صف میں نماز پڑھنے کی کیا فضیلت ہے؟

٦٧٩ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

٦٧٩۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید چار قسم ہیں ایک تو وہ جو ڈوب کر مر جائے اور دوسرا وہ جو

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الشُّهَدَآءُ الْغَرِقُ وَالْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْهَدِمُ وَقَالَ وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی التَّهْجِیْرِ لَاسْتَبَقُوْا وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لَاسْتَهَمُوْا.

پیٹ کی بیماری سے مر جائے یعنی دستوں کے آنے سے مر جائے اور تیسرا وہ جو وبا میں مر جائے اور چوتھا وہ جس پر دیوار گرے اور فرمایا کہ اگر لوگ جانیں کہ کتنا ثواب ہے ظہر کے اول وقت نماز پڑھنے میں تو اس کی طرف نہایت جلدی کر کے آئیں یعنی جماعت کے واسطے مسجد میں جلدی حاضر ہوا کریں اور اگر جانیں کہ کتنا ثواب ہے عشاء اور صبح کی جماعت میں تو البتہ آئیں گھسٹتے ہی سہی اور اگر جانیں جتنا ثواب کہ جماعت کی اول صف میں ہے تو البتہ قرعہ ڈالیں۔

فائدہ: یہ حدیث باب فضل التهجير الى الظهر میں گزر چکی ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت کی اول صف میں نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور صف اول سے وہ صف مراد ہے جو تمام صفوں سے آگے ہو اور علماء نے لکھا ہے کہ اول صف میں کھڑا ہونے کی حکمت یہ ہے کہ ایک تو اپنے سر سے فرض ادا کرنے کی جلدی ہوتی ہے اور یہ کہ آدمی مسجد میں سب سے پہلے آتا ہے اور امام سے قریب ہوتا ہے اور اس کی قراءت کو سنتا ہے اور اُس سے احکام سیکھتا ہے اور اگر بند ہو جائے تو اس کو کھول دیتا ہے اور لوگوں کو اس سے حکم پہنچاتا ہے اور آگے والوں کے دیکھنے سے دل سلامت رہتا ہے اور سجدہ کی جگہ خالی ہوتی ہے نمازیوں کے دامنوں سے۔

بَابُ إِقَامَةِ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ.

سیدھا کرنا صف کا نماز کے پورا کرنے سے ہے یعنی اس سے نماز کامل اور پوری ہو جاتی ہے اس میں قصور نہیں رہتا

٦٨٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَیْهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَإِذَا صَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ وَأَقِیْمُوا الصَّفَّ فِی الصَّلَاةِ فَإِنَّ

٦٨٠ ـ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام تو صرف اس واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے سو امام کے خلاف نہ کرو یعنی جو امام کرے سو مقتدی بھی کریں سو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب کہے سمع الله لمن حمده تو تم بھی ربنا لك الحمد کہو اور جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو اور سیدھا کرو صف کو نماز میں اس واسطے کہ سیدھا کرنا صف کا نماز کی خوبصورتی ہے یعنی جب سب آدمی برابر کھڑے ہوں اور درمیان میں کوئی فرق نہ ہو تو جماعت بہت خوبصورت معلوم

إِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلَاةِ.

ہوتی ہے۔

٦٨١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ.

۶۸۱۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ برابر کیا کرو اپنی صفوں کو اس واسطے کہ برابر کرنا نماز کا کمال ہے یعنی اس سے نماز کامل ہو جاتی ہے۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صفوں کو سیدھا کرنا چاہیے اس سے نماز کامل ہو جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ صفوں کو سیدھا کرنا مستحب ہے یا سنت ہے کما مر اس لیے کہ کمال امر زائد ہے اصل ماہیت میں داخل نہیں ہوتا۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ لَّمْ يُتِمَّ الصُّفُوْفَ.

جو شخص صفوں کو سیدھا نہ کرے اس کو کتنا گناہ ہے؟۔

٦٨٢ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسَى قَالَ أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّآئِيُّ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَقِيْلَ لَهُ مَا أَنْكَرْتَ مِنَّا مُنْذُ يَوْمِ عَهِدْتَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَنْكَرْتُ شَيْئًا إِلَّا أَنَّكُمْ لَا تُقِيْمُوْنَ الصُّفُوْفَ وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ قَدِمَ عَلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْمَدِيْنَةَ بِهٰذَا.

۶۸۲۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مدینہ میں آئے یعنی بصرہ سے کہ ان کا گھر وہاں تھا سو کسی نے ان کو کہا کہ کس چیز کو تم نے ہم سے ناپسند کیا ہے؟ یعنی ہماری نماز روزے میں تم نے کیا قصور دیکھا جب سے تم نے پیغمبر کے زمانے کو پایا سو انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے تمہارے دین میں کچھ قصور نہیں دیکھا مگر یہ کہ تم صفوں کو برابر نہیں کرتے ہو۔

فائدہ: اگر کوئی سوال کرے کہ یہ حدیث باب کے مطابق نہیں اس لیے کہ انکار کبھی سنت کے ترک کرنے پر بھی واقع ہوتا ہے پس انس رضی اللہ عنہ کے انکار سے گناہ کا حاصل ہونا لازم نہیں آتا تو کہا جائے گا کہ شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وجوب کو پہلے باب کی حدیث سے ثابت کیا ہوگا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیدھا کرو صفوں کو الخ یا وعید کے وارد ہونے سے کما مر تو اس کے نزدیک ان دلیلوں سے اسی بات کو ترجیح معلوم ہوئی کہ انکار انس رضی اللہ عنہ کا واجب کے ترک پر واقع ہوا ہے گو سنت کے ترک پر بھی انکار واقع ہوتا ہے لیکن اگر اس کو واجب بھی کہا جائے تو جب بھی اس کے ترک کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی اسی واسطے انس رضی اللہ عنہ نے ان کو نماز دوہرانے کا حکم نہ فرمایا۔

بَابُ إِلْزَاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ وَالْقَدَمِ بِالْقَدَمِ فِي الصَّفِّ وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ

صف میں کندھے کے ساتھ کندھا ملانا چاہیے اور قدم کے ساتھ قدم ملانا چاہیے۔ اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے

بَشِيْرٍ رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يُلْزِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ.

کہا کہ میں نے اپنی جماعت سے ایک مرد کو دیکھا کہ اپنی ایڑی کو اپنے پاس والے کی ایڑی سے ملاتا تھا۔

فائدہ: یہ ٹکڑا ایک لمبی حدیث کا ہے جو ابو داؤد وغیرہ میں مذکور ہے اس سے معلوم ہوا کہ نمازی صف میں کندھے کے ساتھ کندھا ملائیں اور ایڑی کے ساتھ ایڑی ملائیں اور مراد اس سے یہ ہے کہ صفوں کے سیدھا کرنے میں بڑا مبالغہ کریں اور نہایت کوشش کریں کہ کوئی فرق درمیان میں نہ رہے چنانچہ ابو داؤد وغیرہ کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ صفوں کو سیدھا کرو اور کندھوں کو آپس میں ملاؤ اور سوراخوں کو بند کرو اور شیطان کے واسطے کوئی خالی جگہ نہ چھوڑو سو جس نے جوڑا یعنی مل کر کھڑا ہوا تو اللہ اس کو جوڑے گا یعنی اس پر اپنا کرم کرے گا اور جس نے توڑا اور جماعت میں دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑا نہ ہوا تو اللہ اس کو توڑ دے گا یعنی اپنی رحمت سے۔

۶۸۳ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ فَإِنِّيْ أَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ.

۶۸۳۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیدھا کرو صفوں کو اس لیے کہ میں تم کو دیکھتا ہوں اپنی پس پشت سے اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم میں سے ہر آدمی اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے سے ملاتا تھا اور پاؤں کو اس کے پاؤں سے ملاتا تھا یعنی آپس میں ایسے مل کر کھڑے ہوتے تھے کہ جماعت کے درمیان میں کوئی فرق نہیں رہتا تھا۔

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَّسَارِ الْإِمَامِ وَحَوَّلَهُ الْإِمَامُ خَلْفَهُ إِلٰى يَمِيْنِهِ تَمَّتْ صَلَاتُهُ.

جب کوئی مرد امام کے بائیں طرف کھڑا ہو اور امام اس کو اپنے پیچھے سے پھیر کر اپنی داہنی طرف کر لے تو اس کی نماز پوری ہو جاتی ہے یعنی نماز ٹوٹتی نہیں۔

فائدہ: یہ باب پہلے بھی گزر چکا ہے لیکن اس میں اور اس میں یہ فرق ہے کہ پہلے باب سے یہ مطلب تھا کہ امام نے جو مقتدی کو پھیر کر اپنے بائیں سے داہنی طرف کیا تو اس قدر حرکت سے دونوں کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے اور اس باب سے یہ مطلب ہے کہ اگر مقتدی صرف ایک ہی ہو تو اس کے حق میں سنت یہ ہے کہ امام کے داہنی طرف کھڑا ہو لیکن اگر وہ امام کے بائیں طرف کھڑا ہو جائے تو اس بائیں طرف کھڑا ہونے سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے باوجودیکہ وہ بے موقع کھڑا ہوا ہے پس یہ دو مسئلے علیحدہ علیحدہ ہیں پس فرق دونوں بابوں میں ظاہر ہے اور شارح تراجم نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو بہت جگہوں میں نقل کیا ہے اور ہر ہر مقام کے مناسب اس سے دینی مسئلے استنباط کر کے نکالے ہیں پس یہ دلیل ہے اوپر کامل ہونے اجتہاد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پس معلوم ہوا

کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو اجتہاد میں بڑا کمال حاصل تھا اور اس کی وقت نظر نہایت درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔

٦٨٤ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسِيْ مِنْ وَّرَآئِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلّٰى وَرَقَدَ فَجَآءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ وَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

٦٨٤۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی سو میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہوا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے میرے سر کو پکڑا اور اپنی داہنی طرف کیا سو آپ نے نماز پڑھی پھر سو گئے سو مؤذن آپ کے پاس آیا یعنی نماز کی خبر دینے کو سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف کھڑے ہوئے اور وضو نہ کیا۔

فائدہ: یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر مقتدی امام کے بائیں کھڑا ہو جائے تو مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ الْمَرْأَةِ وَحْدَهَا تَكُوْنُ صَفًّا.

تنہا عورت کو صف کا حکم ہے یعنی اگر فقط عورت تنہا امام کے پیچھے کھڑی ہو اور اس کے ساتھ دوسرا کوئی نہ ہو نہ مرد اور نہ عورت تو اس کو بھی صف کا حکم ہے۔

٦٨٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيْمٌ فِيْ بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمِّيْ أُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا.

٦٨٥۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور ایک یتیم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے کھڑی تھیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت اکیلی امام کے پیچھے ہو تو اس کو بھی جماعت کا حکم ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر دو مقتدی ہوں تو ان کے واسطے سنت یہی ہے کہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں پس اس سے رد ہو گیا قول بعض حنفیوں کا کہ کہتے ہیں کہ دو آدمی امام کے پیچھے نہ کھڑے ہوں بلکہ ایک دائیں طرف کھڑا ہو اور دوسرا بائیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے کہ ایک آدمی ان کی داہنی طرف کھڑا ہو گیا تھا اور دوسرا بائیں طرف تو یہ واسطے تنگی مکان کے تھا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کو مردوں کی صف میں کھڑے ہونا جائز نہیں اور اصل بنا اس مسئلے کی اس پر ہے کہ عورت کو مردوں کے ساتھ کھڑے ہونے میں فتنے

کا خوف ہے لیکن اگر مردوں کے ساتھ کھڑی ہو جائے تو جمہور علماء کے نزدیک اس کی نماز جائز ہو جائے گی اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر عورت مرد کے برابر کھڑی ہو جائے تو مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے اور عورت کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے اور دلیل اس کی حنفیہ یہ پیش کرتے ہیں کہ عورتوں کو پیچھے کرنے کا حکم ہے سو جب مرد نے اس کو پیچھے نہ کیا تو مرد کی نماز ٹوٹ جائے گی اس لیے کہ اس نے حکم نہیں مانا لیکن یہ دلیل صریح باطل ہے اس کے رد کرنے کی کوئی حاجت نہیں اس لیے کہ جو کپڑا کسی کا چھینا ہوا ہو اس کو پہن کر نماز پڑھنی منع ہے لیکن اگر اس میں نماز پڑھ لے تو نماز جائز ہو جاتی ہے اسی طرح سے حنفیہ اس مرد کی نماز کو صحیح کیوں نہیں کہتے ہیں جو عورت کے برابر کھڑا تھا؟ خاص کر جو عورت پیچھے سے آ کر شریک ہو اور مرد کے پہلو میں نماز پڑھے تو اس صورت میں تو مرد کا بالکل کچھ بھی قصور نہیں پس ضرور ہے کہ مرد کی نماز کو بھی صحیح کہا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے کی ممانعت جو آئی ہے تو وہ مردوں ہی کے واسطے ہے عورت اس سے مخصوص ہے۔

بَابُ مَيْمَنَةِ الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامِ.

امام اور مسجد کے داہنے طرف کھڑے ہونے کا بیان۔

٦٨٦ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قُمْتُ لَيْلَةً أُصَلِّيْ عَنْ يَّسَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ بِيَدِيْ أَوْ بِعَضُدِيْ حَتّٰى أَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهِ وَقَالَ بِيَدِهِ مِنْ وَّرَآئِيْ.

٦٨٦۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک رات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف نماز پڑھنے کو کھڑا ہوا سو آپ نے میرے ہاتھ کو پکڑا یہاں تک کہ مجھ کو اپنی داہنی طرف کیا اور اپنے ہاتھ کو میرے پیچھے سے پھیرا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کی داہنی طرف کھڑے ہونا چاہیے اور مسجد کی داہنی طرف کھڑا ہونا اس میں صریحًا مذکور نہیں لیکن امام کی داہنی طرف کھڑے ہونا مسجد کی داہنی طرف کھڑے ہونے کو مستلزم ہے لیکن بعض کہتے ہیں کہ اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے دائیں طرف کھڑا ہو اور اگر مقتدی بہت ہوں تو دائیں طرف کی فضیلت پر کوئی دلیل نہیں اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کیا ہے جو ابو داؤد میں ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے صفوں کی داہنی طرف پر رحمت بھیجتے ہیں اور وہ حدیث جو نسائی میں آئی ہے کہ جو مسجد کی بائیں طرف آباد کرے اس کو بڑا ثواب ہے تو یہ حدیث اس حدیث کے معارض نہیں ہو سکتی ہے اس لیے کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے اور نیز یہ اسی وقت کے ساتھ خاص ہے جب کہ لوگ داہنی طرف کی فضیلت جان کر بائیں طرف بالکل ترک کر دیں جیسے کہ اس حدیث کی ابتدا سے معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ إِذَا كَانَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَبَيْنَ الْقَوْمِ

جب امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی دیوار ہو یا کوئی

حَائِطٌ أَوْ سُتْرَةٌ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ تُصَلِّيَ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ نَهْرٌ وَقَالَ أَبُوْ مِجْلَزٍ يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيْقٌ أَوْ جِدَارٌ إِذَا سَمِعَ تَكْبِيْرَ الْإِمَامِ.

پردہ یا آڑ ہو تو کیا مقتدیوں کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تیرے اور امام کے درمیان کوئی نہر یا نالا ہو تو نماز جائز ہے۔ اور ابومجلز نے کہا کہ امام کے ساتھ اقتدا کرے اگرچہ دونوں کے درمیان کوئی راہ ہو یا دیوار ہو جب کہ امام کی تکبیر کو سنے یعنی امام کی نماز پر اس کو اطلاع ہو۔

٦٨٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فِيْ حُجْرَتِهٖ وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيْرٌ فَرَأَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ أُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهٖ فَأَصْبَحُوْا فَتَحَدَّثُوْا بِذٰلِكَ فَقَامَ اللَّيْلَةَ الثَّانِيَةَ فَقَامَ مَعَهٗ أُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهٖ صَنَعُوْا ذٰلِكَ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتّٰى إِذَا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمَّا أَصْبَحَ ذَكَرَ ذٰلِكَ النَّاسُ فَقَالَ إِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ.

٦٨٧۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے حجرے میں نماز پڑھا کرتے تھے اور حجرے کی دیواریں بہت چھوٹی تھیں سو لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو دیکھا سو لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے سو لوگوں نے صبح کے وقت اس بات کا چرچا کیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رات کو پھر کھڑے ہوئے سو لوگ بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے سو لوگوں نے دو روز یا تین روز ایسا ہی کیا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی یہاں تک کہ اس کے بعد جب تیسری یا چوتھی رات آئی تو آپ حجرے میں بیٹھے رہے اور باہر نہ آئے یعنی جس جگہ میں دو روز نماز پڑھی تھی سو جب آپ نے صبح کی تو لوگوں نے اس بات کا ذکر کیا کہ آپ اس رات میں تشریف نہیں لائے فرمایا کہ مجھ کو خوف ہوا کہ رات کی نماز تم پر فرض ہو جائے۔

فائدہ: ان دونوں اثروں اور حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی دیوار یا پردہ یا آڑ ہو تو مقتدیوں کی نماز صحیح ہو جاتی ہے اس میں کچھ نقصان نہیں خواہ امام کی تکبیر سنتا ہو یا نہ سنے اور یہی ہے مذہب مالکیہ کا اور باقی اماموں کا مذہب یہ ہے کہ اگر امام کی تکبیر سنتا ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں لیکن اس باب کی حدیثوں سے عام حکم معلوم ہوتا ہے اور باب میں بھی کوئی قید اس قسم کی نہیں پس وجہ مطابقت ان حدیثوں کی باب سے ظاہر ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اور نماز بھی فرض ہو سکتی ہے اور حدیث معراج سے معلوم ہوتا ہے کہ اب کوئی نماز فرض نہیں ہو گی اس لیے کہ اس میں یہ فرمایا کہ اب میری بات نہیں بدلے گی سو وجہ تطبیق کی یہ ہے کہ مراد بدلنے سے یہ ہے کہ اس میں سے

کچھ کم نہیں ہوگا اس کا یہ معنی نہیں کہ اس سے کچھ زیادہ بھی نہیں ہوسکتا پس دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔

بَابُ صَلَاةِ اللَّيْلِ. رات کی نماز کا بیان۔

فائدہ: رات کی نماز کے بیان میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ علیحدہ ایک کتاب مستقل لایا ہے کما سیاتی اور یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو صرف اسی مناسبت کے واسطے لایا ہے کہ اس میں جماعت کا ذکر ہے اور یہ سب باب بھی جماعت کے بیان میں ہیں پس ادنیٰ مناسبت کافی ہے اور نیز اس میں نماز تراویح کا بیان ہے اور شارح تراجم نے لکھا ہے کہ مراد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے رد کرنا ہے حنفیوں پر کہ وہ نفلوں میں جماعت کرنے کو جائز نہیں رکھتے ہیں سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب سے ثابت کیا ہے کہ نفلوں میں جماعت کرنی درست ہے اس لیے کہ تراویح کی نماز اس وقت میں مؤکد نہیں ہوتی تھی بلکہ اور نفلوں کی طرح وہ بھی نفل تھے سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں جماعت کرائی تو معلوم ہوا کہ سب نفلوں میں جماعت کرنی جائز ہے۔

٦٨٨ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ فُدَيْكٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهُ حَصِيْرٌ يَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهُ بِاللَّيْلِ فَثَابَ إِلَيْهِ نَاسٌ فَصَلَّوْا وَرَآءَهُ.

٦٨٨۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چٹائی تھی کہ دن میں اس کو بچھا لیتے تھے اور رات میں اس کو حجرے کی طرح بنا لیتے تھے یعنی اپنے گرد اس کو کھڑا کر لیتے تھے دیوار کی طرح تا کہ لوگوں سے پردہ ہو جائے سو لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے۔

٦٨٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ حُجْرَةً قَالَ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مِنْ حَصِيْرٍ فِيْ رَمَضَانَ فَصَلّٰى فِيْهَا لَيَالِيَ فَصَلّٰى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ قَدْ عَرَفْتُ الَّذِيْ رَأَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ

٦٨٩۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے مہینے میں ایک حجرہ بنایا میں گمان کرتا ہوں (یہ راوی کا قول ہے) کہ وہ چٹائی سے تھا سو آپ نے چند راتیں اس میں نماز پڑھی اور کئی اصحاب نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی سو جب آپ نے ان کا حال معلوم کیا کہ ان کو اس نماز سے بہت محبت ہوگئی ہے تو آپ بیٹھنے لگے یعنی گھر سے تشریف نہ لائے سو پھر گھر سے تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے پہچان لیا ہے اس چیز کو جو میں نے دیکھا تمہارے کام سے یعنی میں نے معلوم کر لیا تھا کہ لوگ تراویح

فَصَلُّوْا أَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ قَالَ عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا مُوْسٰى سَمِعْتُ أَبَا النَّضْرِ عَنْ بُسْرٍ عَنْ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کے واسطے آ گئے ہیں سوائے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو اس واسطے کہ افضل نماز وہ ہے جس کو آدمی اپنے گھر میں پڑھے سوائے فرضوں کے۔

فائدہ: یہ حجرہ چٹائی کا وہ حجرہ نہیں تھا جو آپ کا گھر اپنے کا تھا بلکہ یہ صرف یوں ہی ایک چٹائی تھی کہ پردہ کے واسطے اپنے گرد کھڑی کر لیتے تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کے نفل گھر میں پڑھنے افضل ہیں لیکن اگر مسجد میں بھی پڑھ لے تو جائز ہیں اس لیے کہ گھر میں افضل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسجد میں بالکل جائز نہیں ہیں بلکہ افعل التفضیل دلالت کرتا ہے اس پر کہ اصل فضیلت دونوں میں موجود ہے اسی طرح گھر میں افضل ہونے سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ان کی جماعت جائز نہ ہو بلکہ صیغہ افعل سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی جماعت بھی جائز ہے گو افضل نہیں مگر اصل جواز جماعت کی اسی نفی سے نہیں نکلتی ہے واللہ اعلم لیکن عید اور خسوف اور جنازے کی نماز اس سے مخصوص ہے یعنی ان میں افضل یہی ہے کہ جماعت سے پڑھے اور اسی طرح تحیۃ المسجد اور طواف واحرام کے نفل بھی اس سے مخصوص ہیں یعنی ان میں افضل یہی ہے کہ گھر سے باہر پڑھے اور تراویح کی نماز بھی امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک گھر میں پڑھنی افضل ہے لیکن امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ تراویح کو مسجد میں پڑھے اور گھر میں نفلوں کا پڑھنا اس واسطے افضل ہے کہ اس میں کسی طرح کا ریا نہیں پایا جاتا اور گھر میں اُس سے برکت حاصل ہوتی ہے اور رحمت نازل ہوتی ہے اور شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے کذا قالہ الشیخ فی الفتح.

بَابُ إِيْجَابِ التَّكْبِيْرِ وَافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ.

نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہنا واجب ہے۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے اشارہ کیا ہے طرف حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو تکبیر سے شروع کیا کرتے تھے اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی آگے آتی ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز کو تکبیر سے شروع کیا سوان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نماز کی ابتدا میں تکبیر کہنی واجب ہے اور یہی مذہب ہے بخاری رحمہ اللہ کا اور جمہور علماء کے نزدیک اللہ اکبر تکبیر کے واسطے معین ہو چکا ہے جب نماز شروع کرنے لگے تو یہی لفظ کہے جیسے کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے اور اگر اس لفظ کے بدلے اور کوئی لفظ تعظیم کا کہے تو نماز صحیح نہ ہو گی اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اس کے بدلے اور کوئی لفظ تعظیم کا جیسے اللہ الکبیر وغیرہ کہہ دے تو بھی جائز ہے اور دلیل جمہور کی وہ حدیث ہے جو ابو داؤد وغیرہ میں ہے کہ کسی کی نماز پوری نہیں ہوتی یہاں تک کہ وضو کرے پھر تکبیر کہے اور طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ پھر اللہ اکبر کہے اور اسی طرح ابن ماجہ اور ابن خزیمہ میں ابو حمید سے روایت ہے کہ

حضرت ﷺ جب نماز کی طرف کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے تھے پس معلوم ہوا کہ مراد تکبیر سے اللہ اکبر ہے اور اسی طرح بزار میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ شروع نماز کے وقت اللہ اکبر کہتے تھے اور اسی طرح نسائی وغیرہ میں ہے کہ حضرت ﷺ شروع نماز کے وقت اللہ اکبر کہتے تھے اور حنفیہ کے پاس اس باب میں کوئی دلیل نہیں ہے پس اتباع سنت کا اولیٰ ہے۔

٦٩٠ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَصَلّٰى لَنَا يَوْمَئِذٍ صَلَاةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَآئَهٗ قُعُوْدًا ثُمَّ قَالَ لَمَّا سَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا صَلّٰى قَآئِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

٦٩٠۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے سو آپ اس گھوڑے سے گر پڑے اور آپ کے داہنے پہلو چھل گئے یعنی زخمی ہو گئے سو اس دن آپ نے ہم کو ایک نماز پڑھائی اور آپ بیٹھے تھے سو ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ امام تو صرف اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے سو جب وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ سجدے میں جائے تو تم بھی سجدے میں جاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اس کے بدلے ربنا ولك الحمد کہو۔

فائدہ: امام بیٹھے کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھنی منسوخ ہے کما مر.

٦٩١ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهٗ قَالَ خَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ فَصَلّٰى لَنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا مَعَهٗ قُعُوْدًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ إِنَّمَا الْإِمَامُ أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا.

٦٩١۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس کے اول میں صرف اتنا لفظ زیادہ ہے کہ حضرت ﷺ گھوڑے سے گر پڑے تو آپ کے پہلو چھل گئے اور فرمایا کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔

٦٩٢ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَإِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ.

٦٩٢۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا فقط لفظ آگے پیچھے ہیں لیکن اس کے اول میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔

فائدہ: بعض امام بخاری رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اول حدیث میں تکبیر کا کچھ بھی ذکر نہیں اور دوسری دونوں حدیثوں میں تکبیر کا ذکر ہے لیکن اُن سے تکبیر کا واجب ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اُن سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام سے پیچھے تکبیر کہے حالانکہ باب میں تکبیر کا واجب ہونا مذکور ہے سو پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث دونوں طریقوں سے ایک ہی ہے ایک طریق میں پوری ہے اور دوسرے طریق میں مختصرا آئی ہے تو گویا کہ پہلے طریق میں لفظ تکبیر کا موجود ہے گو راوی نے اختصار کی وجہ سے اس کو بیان نہیں کیا اور دوسرے اعتراض کا یہ جواب ہے کہ اگرچہ لفظ فکبروا کا اپنے منطوق سے وجوب پر دلالت نہیں کرتا ہے لیکن اقتضاء اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے پس یہی قدر کافی ہے واسطے وجوب تکبیر کے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے اس کو کیا اور آپ کا یہ فعل بیان ہے واسطے مجمل نماز کے اور بیان واجب کا واجب ہوتا ہے اور قسطلانی میں لکھا ہے کہ کبروا امر ہے اور امر واسطے وجوب کے ہوتا ہے پس تکبیر کا واجب ہونا اس سے ثابت ہو گیا اور اسی طرح شاید امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مقتدی پر ربنا لک الحمد کہنا بھی واجب ہو گا پس اس سے اس پر اعتراض نہیں آ سکتا ہے اور مراد امام بخاری رحمہ اللہ کی اس سے رد کرنا بعض لوگوں پر ہے جو کہتے ہیں کہ صرف نیت کرنے سے بھی آدمی نماز میں داخل ہو جاتا ہے کہ گو زبان سے اللہ اکبر کہے اور دوسری غرض اس کی حنفیوں پر رد کرنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ اکبر کہنا واجب نہیں بلکہ اس کے بدلے کوئی اور لفظ تعظیم کا کہنا بھی جائز ہے اور تکبیر تحریمہ جمہور علماء کے نزدیک نماز کا رکن ہے اور حنفیہ کے نزدیک شرط ہے اور بعض کے نزدیک سنت ہے لیکن نیت نماز کی بالاتفاق واجب ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الایمان کے آخر میں اس طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ کہا کہ حدیث اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ میں وضو اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ سب داخل ہیں۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيْرَةِ الْأُوْلٰى

تکبیر تحریمہ کے ساتھ برابر ہاتھ اٹھانے کا بیان یعنی جب

مَعَ الْاِفْتِتَاحِ سَوَآءً.

نماز شروع کرنے کے وقت اللہ اکبر کہے تو اسی وقت تکبیر کے ساتھ ہی کانوں تک ہاتھ بھی اٹھائے اس طور سے کہ تکبیر اور ہاتھ کا اٹھانا ایک وقت میں واقع ہو۔

فائدہ: اس میں اختلاف ہے کہ تکبیر کے برابر ہاتھ اٹھائے یا تکبیر سے پہلے اٹھائے بعض کہتے ہیں کہ پہلے ہاتھ اٹھائے پھر تکبیر کہے اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں کو ایک وقت میں ادا کرے جب تکبیر کہے اسی وقت ہاتھ اٹھائے اور اسی قول کو ترجیح ہے اور تکبیر کو ہاتھ اٹھانے سے پہلے کہنا کسی کا مذہب نہیں اور تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانے میں یہ حکمت ہے کہ گویا اس میں اشارہ ہے کہ میں نے دنیا کو بالکل ترک کر دیا اور ہر طرح سے عبادت میں متوجہ ہوا اور بعضوں نے کچھ اور حکمت بھی بیان کی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ رفع یدین کا کیا معنی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی تعظیم اور رسول کی سنت کا اتباع اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ رفع دین نماز کی خوبصورتی اور زینت ہے اور عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر بار ہاتھ اٹھانے کے بدلے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ہر ایک انگلی کے بدلے ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تمام امت کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے مستحب ہیں اور ابن منذر نے کہا کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھایا کرتے تھے لیکن بعض اس کو واجب کہتے ہیں جیسے کہ امام اوزاعی اور حمیدی اور ابن خزیمہ وغیرہ میں ہیں مگر جو لوگ وجوب کے قائل ہیں ان کے نزدیک ترک رفع سے نماز باطل نہیں ہوتی مگر ایک روایت میں اوزاعی اور حمیدی سے۔

۶۹۳ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ أَيْضًا وَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ.

۶۹۳۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کیا کرتے تھے یعنی تکبیر تحریمہ کہتے تو اس وقت دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے اور جب رکوع کے واسطے تکبیر کہتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح اس وقت بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور کہتے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد اور آپ سجدے میں اس طرح نہیں کرتے تھے یعنی سجدے میں ہاتھ نہیں اٹھایا کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کندھوں تک ہاتھ اٹھایا کرتے تھے پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ امام تسمیع اور تحمید دونوں کو کہے اور امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حکم اس کے حق میں ہے جو تنہا نماز پڑھے اور امام فقط تسمیع کہے اور مقتدی تحمید کہے۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ.

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا اور رکوع کے وقت رفع یدین کرنا اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرنا۔

فائدہ: ان تین جگہ میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے مستحب ہیں کما مر وسیاتی.

٦٩٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَكُوْنَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوْعِ وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَيَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ.

۶۹۴۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں کندھوں کے برابر ہوتے اور جب رکوع کے واسطے تکبیر کہتے تو اس وقت بھی ہاتھ اٹھاتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو تب بھی ایسے ہی ہاتھ اٹھاتے اور کہتے سمع اللہ لمن حمدہ اور سجدے میں ایسا نہ کرتے یعنی اس میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع کے وقت رکوع سے سر اٹھانے کے وقت کندھوں تک ہاتھ اٹھانے مستحب ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جو مدت سے چھپ چکی ہے اس میں حسن اور حمید سے نقل کیا ہے کہ سب اصحاب رفع یدین کیا کرتے تھے انہوں نے کسی کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا اور ابن عبدالبر نے کہا کہ جن لوگوں سے رفع یدین کے ترک کی روایت آئی ہے انہی سے رفع یدین کرنے کی روایت بھی آ چکی ہے مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پس ان کے قول سے رفع یدین کے ترک پر دلیل پکڑنی غلط ہے اور ترجیح بلا مرجح ہے اور محمد بن نصر مروزی نے کہا کہ سب شہروں کے علماء کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ رکوع کے وقت اور اس سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے اور یہی بات صحیح اور قوی ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کا اور خطابی وغیرہ نے کہا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا آخری قول بھی یہی ہے اور مالکیوں کے پاس ترک رفع یدین کی کوئی دلیل نہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب رفع یدین میں علی بن مدینی سے نقل کیا ہے کہ سب مسلمانوں پر حق ہے کہ رکوع کے وقت اور اس سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیا کریں واسطے اس حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے جو گزر چکی ہے اور کہا کہ علی بن

مدینی اپنے زمانے کے سب علماء سے زیادہ عالم تھے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ رفع یدین کو سترہ اصحاب نے روایت کیا ہے اور حاکم اور ابوالقاسم نے کہا کہ رفع یدین کو عشرہ مبشرہ نے روایت کیا ہے اور ابوالفضل حافظ نے ذکر کیا ہے کہ اس کو پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اور صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ رفع یدین میں چار سو حدیث آ چکی ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ سیوطی نے کہا ہے کہ رفع یدین کی حدیث متواتر ہے لیکن حنفیہ رکوع کے وقت رفع یدین کرنے کو جائز نہیں رکھتے ہیں اور وہ اس باب میں کئی دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ اس جگہ میں اُن کی گنجائش نہیں لیکن مختصرا کچھ تھوڑا سا بیان کیا جائے۔ پہلی دلیل ان کی مجاہد کا قول ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی پس میں نے ان کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ اس کی اسناد میں ابو بکر بن عیاش واقع ہوا ہے اور آخر عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا پس اس سے دلیل پکڑنی صحیح نہیں اور اگر بفرض محال اس کی صحت تسلیم بھی کی جائے تو کہا جائے گا کہ سالم اور نافع وغیرہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کو ثابت کیا ہے اور وہ اس سے حفظ میں بھی زیادہ ہیں اور شمار میں بھی زیادہ ہیں پس ان کی روایت اعتبار کے زیادہ قابل ہے مجاہد کی روایت سے اور نیز ان کی روایت رفع یدین کی مثبت ہے اور مجاہد کی روایت اس کی نافی ہے اور مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر کما تقرر فی الاصول اور نیز دونوں روایتوں میں تطبیق بھی ممکن ہے بایں طور کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رفع یدین کو واجب نہیں جانتے تھے پس کبھی کیا اور کبھی نہ کیا پس ان کا کبھی ترک کر دینا اس کے جواز کے مخالف نہیں ورنہ ان کا رفع یدین کرنا اس پر دلالت کرے گا کہ رفع یدین چھوڑنا جائز نہیں پس تطبیق مقدم ہے نسخ اور ترجیح پر اور نیز مجاہد کی روایت ضعیف ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ حدیث جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب رفع یدین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے کہ اس نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے دیکھا کہ اس نے رفع یدین نہیں کی تھی سو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو پتھر اٹھا کر مارا۔ دوسری دلیل حنفیہ کی یہ حدیث ہے جو ابو داؤد وغیرہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا سو آپ نے رکوع کے وقت رفع یدین نہ کیا سو جواب اس کا یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہوئی اور ابن مبارک نے کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہوئی اور اگر ثابت بھی ہو جائے تو مثبت مقدم ہے نافی پر اور نیز یہ جواز کی حدیث کے مخالف نہیں کبھی کبھار کیا ہو گا اور کبھی نہ کیا ہو گا اور نیز کلمہ ثم لا یعود کا ابو داؤد کے اصل کسی نسخے میں موجود نہیں اور نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کو قرآن سے نہیں جانتے ہیں اور رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو درست نہیں جانتے ہیں وعلی ہذا القیاس جنبی کے واسطے تیمّم جائز نہیں رکھتے ہیں سو اسی طرح سے احتمال ہے کہ ان کو رفع یدین بھی یاد نہ رہا ہو پس اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ رفع یدین سے نماز باطل ہو جاتی ہے سو اس کا جواب یہ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب رفع یدین میں کہا کہ جو اس کو بدعت کہے اس نے

صحابہ میں طعن کیا اس لیے کہ کسی صحابی سے اس کا ترک کرنا ثابت نہیں پس اس سے لازم آئے گا کہ ان کی سب نمازیں باطل ہوئیں اور یہ بات کوئی مسلمان اپنی زبان پر نہیں لاسکتا ہے باقی تفصیل اس مسئلے کی کتاب رفع یدین امام بخاری رحمہ اللہ میں اور تنویر العینین وغیرہ رسائل میں مذکور ہے شائق ان کا مطالعہ کرے اور بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث رفع یدین کا راوی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہے اور اس سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس نے رفع یدین ترک کر دیا تھا اور جب کہ راوی اپنے مروی کے خلاف عمل کرے تو وہ دلالت کرتا ہے اس کے منسوخ ہونے پر پس یہ حدیث منسوخ ہو گی سو جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا رفع یدین کو چھوڑ دینا ثابت نہیں ہوتا ہے کما مر اور دوم یہ کہ راوی کا اپنے مروی کو چھوڑ دینا بغیر تصریح کسی دلیل شرعی کے کچھ مفید نہیں اور ایسے صحابی جلیل القدر سے ایسے عمل کا صادر ہونا مسلم نہیں جب تک کہ اس کے واسطے کوئی عمل صحیح نہ پیدا کیا جائے اور سوم یہ کہ غیر معصوم کے فعل کے ساتھ حسن ظن سے تمسک کر کے معصوم کے فعل کو ترک کرنا ہے اور یہ قطعاً باطل ہے اس لیے کہ ناسخ منسوخ سے بہت ضعیف ہے اور چہارم یہ کہ احتمال ہے کہ راوی کے نزدیک وہ فعل مستحب یا مباح ہو واجب نہ ہو پس اس کو رخصت کے واسطے کبھی کبھی ترک کر دیا ہو پس اس سے اس حدیث کے نسخ پر دلیل پکڑنی قطعا باطل ہے اس واسطے کہ مستحب اور مباح کو ترک کرنا بالاتفاق جائز ہے اور نیز تلویح میں لکھا ہے کہ اگر یہ معلوم نہ ہوئے کہ اس نے روایت سے پہلے عمل کیا ہے یا پیچھے تو ایسی روایت میں جرح نہیں ہو سکتی اور چونکہ یہاں بھی معلوم نہیں کہ عمل عبداللہ رضی اللہ عنہ کا روایت کرنے سے پہلے ہے یا پیچھے تو اب یہ اس حدیث کے واسطے جرح نہیں ہو سکے گی پس ناسخ ہونا بطریق اولیٰ نہیں ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ رفع یدین کرنا ابتدا اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا سو جواب اس کا اولا یہ ہے کہ بیہقی میں اس حدیث کے آخر میں اتنا لفظ آ گیا ہے **فما زالت تلك صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى لقى الله** یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رفع یدین کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا پس جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر دم تک رفع یدین کرنا ثابت ہو گیا تو پھر رفع یدین کرنا منسوخ کب ہوا؟ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد وحی اتری تھی؟ ثانیًا پہلے گزر چکا ہے کہ حسن نے کہا کہ اصحاب سب رفع یدین کرتے تھے اور یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا ذکر ہے اور نیز پہلے گزر چکا ہے کہ سب شہروں کے علماء کا اجماع ہو چکا ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ مجتہدین کا پس جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب صحابہ اور تابعین اور آئمہ مجتہدین سے رفع یدین کا کرنا ثابت ہو چکا ہے تو اب کہا جائے گا کہ اگر رفع یدین کرنا منسوخ ہوتا تو صحابہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیوں کرتے اور تابعین اور آئمہ مجتہدین وغیرہ جائز کیوں کہتے؟ امام شافعی رحمہ اللہ و امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ مجتہدین کو اس کا منسوخ ہونا معلوم نہ ہوا حالانکہ مجتہد کی ایک یہ بھی شرط ہے کہ ناسخ منسوخ کو جانتا ہو پھر یہ لوگ مجتہد کویں بن بیٹھے؟ پس معلوم ہوا کہ رفع یدین منسوخ نہیں ہے۔ ثالثًا نسخ میں یہ شرط ہے کہ ناسخ منسوخ کے مساوی ہو اور منسوخ سے مؤخر ہو اور تطبیق ممکن نہ ہو جیسے

کہ نخبہ اور اس کی شرح میں موجود ہے پس اگر یہ تین شرطیں پائی جائیں تو دعویٰ نسخ جائز ہے ورنہ دعویٰ نسخ باطل ہے اور چونکہ یہاں ان تین شرطوں سے ایک بھی موجود نہیں لہٰذا دعویٰ نسخ قطعا باطل ہے اسی واسطے شارح فارسی بخاری نے لکھا ہے کہ دعویٰ نسخ کا خالی اعتراض سے نہیں بلکہ دعویٰ نسخ سے یہ بات آسان ہے کہ مان لیا جائے کہ دونوں امر سنت ہیں رفع یدین کرنا بھی اور نہ کرنا بھی اور ایسا ہی لکھا ہے شیخ عبدالحق نے فتح المنان میں تمام ہوا مسئلہ رفع یدین کا۔

٦٩٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّهُ رَأَى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلّٰى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ هٰكَذَا.

٦٩٥۔ ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب نماز پڑھتا تو اللہ اکبر کہتا اور دونوں ہاتھ کو اٹھاتا اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ کرتا تو دونوں ہاتھ کو اٹھاتا اور جب رکوع سے سر اٹھاتا تو اس وقت بھی دونوں ہاتھ اٹھاتا اور حدیث بیان کرتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔

بَابُ إِلٰى أَيْنَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ فِيْ أَصْحَابِهِ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ.

کہاں تک ہاتھ اٹھائے یعنی رفع یدین کرنا جو ان تین جگہوں میں آیا ہے تو ان میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے کندھوں تک یا کانوں تک اور ابو حمید نے اپنے ساتھیوں میں کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کندھوں تک ہاتھ اٹھائے ہیں۔

٦٩٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ التَّكْبِيْرَ فِي الصَّلَاةِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ يُكَبِّرُ حَتّٰى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ فَعَلَ مِثْلَهُ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَعَلَ مِثْلَهُ وَقَالَ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ

٦٩٦۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز کی تکبیر شروع کی سو جب تکبیر کہی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا اور جب رکوع کے واسطے تکبیر کہی تو اس وقت بھی ہاتھوں کو اٹھایا اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو اس وقت بھی ایسا ہی کیا اور جب سجدہ میں جاتے تو ہاتھ نہ اٹھاتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اس وقت بھی ہاتھ نہ اٹھاتے۔

يَسْجُدُ وَلَا حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ.

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رفع یدین کرنے کے وقت ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائے اور یہی معلوم ہوتا ہے مذہب امام بخاری رحمہ اللہ کا کہ صرف یہی حدیثیں لایا ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مسلم میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے لیکن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو ترجیح ہے کہ اس کی اسناد زیادہ صحیح ہے اور ان دونوں میں تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ دونوں امر جائز ہوں۔ واللہ اعلم

فائدہ: حنفیہ کہتے ہیں کہ مرد کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور عورت مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائے لیکن اس فرق میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی پس ظاہرا دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ.

جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑا ہو تو اس وقت بھی رفع یدین کرے یعنی مثلاً چار رکعت نماز میں سے جب دو رکعت کے بعد التحیات پڑھ کر کھڑا ہو تو اس وقت بھی کندھوں تک ہاتھ اٹھائے۔

٦٩٧ ـ حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوْبَ وَمُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ مُخْتَصَرًا.

٦٩٧۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب وہ نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو تب بھی ہاتھ اٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو تب بھی ہاتھ اٹھاتے اور جب دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی ہاتھ اٹھاتے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو مرفوع کیا ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو رکعت کے بعد التحیات پڑھ کر جب تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہو تو اس وقت بھی دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور بعضوں کے نزدیک سجدہ

میں بھی رفع یدین کرنا آیا ہے اور اس باب میں ایک حدیث بھی فتح الباری میں نسائی سے نقل کی ہے لیکن جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔

بَابُ وَضْعِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ.

نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا بیان۔

٦٩٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ أَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ قَالَ أَبُوْ حَازِمٍ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا يَنْمِيْ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِسْمَاعِيْلُ يُنْمٰى ذٰلِكَ وَلَمْ يَقُلْ يَنْمِيْ.

٦٩٨۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں) لوگوں کو حکم کیا جاتا تھا کہ نماز میں آدمی اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے ابو حازم نے کہا کہ سہل رضی اللہ عنہ اس حدیث کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کرتا تھا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس کا حکم کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آدمی نماز پڑھنے کو کھڑا ہو تو ہاتھوں کو باندھ لے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہی مذہب ہے جمہور صحابہ اور تابعین وغیرہ کا اور اس کے برخلاف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ثابت نہیں ہوا لیکن اس حدیث میں تصریح نہیں کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھے یا بازو پر رکھے مگر نسائی کی حدیث میں صریح آ چکا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت اور پہنچے پر رکھے اور اس حدیث میں یہ بھی مذکور نہیں ہے کہ ہاتھوں کو ناف سے اوپر باندھے یا ناف سے نیچے باندھے مگر صحیح ابن خزیمہ میں ہے کہ دونوں ہاتھوں کو سینہ پر رکھے اور ایسا ہی مسند امام احمد میں ہے اور ایسا ہی بزار میں ہے کہ نماز میں ہاتھوں کو سینہ پر باندھے اور یہی ہے مذہب امام شافعی رحمہ اللہ کا اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اختیار ہے خواہ سینے کے اوپر باندھے خواہ نیچے باندھے اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہاتھوں کو کھلا چھوڑ دے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے اور دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہاتھ ناف سے نیچے باندھے لیکن اس کی اسناد ضعیف ہے اور حکمت ہاتھ باندھنے میں یہ ہے کہ یہ صورت ہے اس سائل کی جو ذلیل ہو کر کسی کے دروازے پر مانگنے کو آتا ہے۔

بَابُ الْخُشُوْعِ فِي الصَّلَاةِ.

نماز میں عذابِ الٰہی سے ڈرنا۔

فائدہ: نماز میں خشوع اور عذاب سے ڈرنے کی علامت یہ ہے کہ نہایت ذلیل ہو کر رہے اور دل کو حاضر رکھے اور دائیں بائیں التفات نہ کرے۔

٦٩٩ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ

٦٩٩۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَالِكٌ عَنْ أَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ هَا هُنَا وَاللّٰهِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا خُشُوْعُکُمْ وَإِنِّیْ لَأَرَاکُمْ وَرَآءَ ظَهْرِیْ.

کہ کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا سامنا ادھر ہے اللہ کی قسم! مجھ پر تمہارا رکوع اور خشوع چھپا نہیں رہتا اور بے شک میں تم کو دیکھتا ہوں اپنی پس پشت سے۔

فائدہ: بہت لوگ نومسلم ادب سے نماز نہ پڑھتے رکوع اور سجود اور صف میں برابر کھڑے ہونے سے غفلت کرتے تھے تب آپ نے یہ حدیث فرمائی۔

۷۰۰ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِیْمُوا الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ إِنِّیْ لَأَرَاکُمْ مِنْ بَعْدِیْ وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِیْ إِذَا رَکَعْتُمْ وَسَجَدْتُّمْ.

۷۰۰۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درست کرو رکوع اور سجود کو سو قسم ہے اللہ کی میں تم کو دیکھتا ہوں اپنی پس پشت سے اور بہت وقت آپ نے یہ فرمایا کہ میں تم کو دیکھتا ہوں جب تم رکوع کرتے ہو اور سجدہ کرتے ہو۔

فائدہ: اس حدیث میں خشوع کا ذکر نہیں لیکن شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غرض ہے کہ تمام نماز میں تمام اعضاء کو ظاہر میں درست رکھنا دلیل ہے اوپر خشوع کے اس لیے کہ ظاہر کا سکون باطن کی دلیل ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اس سے معلوم ہوا کہ جب آدمی نماز میں کھڑا ہو تو کمال خشوع کے ساتھ رہے اور دل کو حاضر رکھے اور عذاب سے ڈرتا رہے لیکن اگر نماز میں خشوع کو ترک کرے تو نماز ہو جاتی ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کو نماز دوہرانے کا حکم نہ فرمایا اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نماز میں خشوع بالا جماع واجب نہیں لیکن آدمی کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے خشوع اور حضور دل کو نماز میں پیدا کرے اور جو اختیار سے باہر ہو جائے تو خیر لیکن نماز میں کسی نہ کسی رکن میں ضروری ہے کہ دل کو حاضر کرلے اور اللہ کے عذاب سے ڈرے اور بعض نے کہا کہ نماز میں خشوع رکھنا فرض ہے لیکن اگر نماز کے ایک جز میں بھی ہو جائے تو کافی ہے۔

بَابُ مَا یَقُوْلُ بَعْدَ التَّکْبِیْرِ.

اس چیز کا بیان جو تکبیر تحریمہ کے بعد پڑھی جاتی ہے یعنی تکبیر اولیٰ کے بعد کیا چیز پڑھی جائے؟

۷۰۱ ۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ

۷۰۱۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نماز کو الحمد کے ساتھ شروع کیا کرتے تھے۔

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلَاةَ بِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

فائدہ: اس میں اختلاف ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی جزء ہے یا نہیں اور سورۂ الحمد کے ساتھ بسم اللہ کو بھی پڑھنا چاہیے یا نہیں سو بعض تو کہتے ہیں کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی جزء ہے جب الحمد پڑھے تو بسم اللہ اس کے ساتھ پڑھے اور وہ لوگ اس حدیث الحمد للہ الخ سے سورۂ فاتحہ مراد لیتے ہیں یعنی اس کا یہ معنی نہیں کہ الحمد للہ ہی سے اول شروع کرے بلکہ معنی یہ ہے کہ تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے پس بسم اللہ بھی اس میں آ گئی کہ اُن کے نزدیک فاتحہ کی جزء ہے اور یہی قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور شافعیوں کا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نماز میں الحمد کے ساتھ بسم اللہ نہ پڑھے نہ پکار کر اور نہ پوشیدہ اور حنفیہ کہتے ہیں کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی جزء نہیں اور وہ اس حدیث کا یہ معنی کرتے ہیں کہ قراءت کو الحمد للہ سے شروع کرتے تھے یعنی سورۂ الحمد کے اول میں بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے لیکن اس باب میں بہت حدیثیں صحیح آ چکی ہیں جو دلالت کرتی ہیں اس پر کہ بسم اللہ الحمد کی جزء ہے چنانچہ صحیح بخاری میں باب فضائل میں آگے آئے گا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ الحمد للہ سبع مثانی ہے یعنی سات آیتیں ہیں ان میں سے چھ آیتیں الحمد ہے اور ساتویں آیت بسم اللہ ہے اور بیہقی اور ابن خزیمہ وغیرہ میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں فاتحہ کے اول بسم اللہ پڑھا کرتے تھے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب الحمد شروع کرو تو اس کے اول میں بسم اللہ پڑھو کہ بسم اللہ بھی اس کی ایک آیت ہے اور اسی قسم کی اور بھی بہت حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بسم اللہ شریف سورۂ فاتحہ کی جزء ہے جب سورۂ فاتحہ پڑھے تو پہلے بسم اللہ پڑھے اور جن حدیثوں سے حنفیہ دلیل پکڑتے ہیں سو ان سے بعض حدیثوں میں تو یہ آیا ہے کہ الحمد کے ساتھ بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ مراد بسم اللہ نہ پڑھنے سے یہ ہے کہ بسم اللہ سنی نہیں جاتی تھی سو جواب اس کا یہ ہے کہ مراد نہ سننے سے یہ ہے کہ بسم اللہ کو پکار کر نہیں پڑھتے تھے اس کا یہ معنی نہیں کہ بسم اللہ کو پڑھتے ہی نہیں تھے پس اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور سب الفاظ مختلف آپس میں جمع ہو جاتے ہیں اور اس باب کے اس حدیث انس رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ بسم اللہ مطلق نہیں پڑھتے تھے بلکہ احتمال ہے کہ اس کو پوشیدہ پڑھ لیتے ہوں گے ورنہ آئندہ حدیث میں جو دعا آتی ہے وہ بھی پڑھنی جائز نہیں ہوگی اس لیے کہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز کو الحمد للہ سے شروع کرتے تھے پس الحمد سے پہلے بھی کوئی چیز پڑھنی جائز نہیں ہوگی اور بعض نے لکھا ہے کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب بھی بسم اللہ کی سنیت کے قائل ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں الحمد کے اول بسم اللہ پوشیدہ پڑھے اور بسم اللہ پکار کر پڑھنا بھی بہت صحابہ سے ثابت ہے لیکن افضل یہی ہے کہ پوشیدہ پڑھے اور پکار کر پڑھنا بھی جائز ہے۔

۷۰۲ ۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَآئَةِ إِسْكَاتَةً قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ هُنَيَّةً فَقُلْتُ بِأَبِيْ وَأُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَالْقِرَآئَةِ مَا تَقُوْلُ قَالَ أَقُوْلُ اللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ.

۷۰۲۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ اور قراءۃ کے درمیان تھوڑا سا چپ رہتے تھے راوی نے کہا کہ ایک لحظہ سکوت کرتے تھے سو میں نے عرض کی کہ یا حضرت میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ تکبیر اور قراءت کے درمیان سکتہ میں کیا پڑھتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھتا ہوں کہ الٰہی! فرق ڈال دے میرے اور میرے گناہوں کے درمیان جیسے تو نے فرق ڈالا ہے مشرق اور مغرب میں یعنی معاف کر دے الٰہی! چھانٹ ڈال اور صاف کر دے مجھ کو گناہوں سے جیسے سفید کپڑا چھانٹا جاتا ہے میل سے الٰہی! دھو ڈال میرے گناہوں کو پانی اور برف اور اولے سے یعنی طرح طرح کی مغفرت اور رحمت کر۔

فائدہ: اس حدیث میں تین دعائیں ہیں پہلی دعا سے اشارہ ہے طرف زمانے آئندہ کے اور دوسری دعا سے اشارہ ہے طرف زمانے حال کے اور تیسری دعا سے اشارہ ہے طرف زمانے ماضی کے تو مطلب یہ ہے کہ میری تمام عمر کے گناہوں کو مٹا دے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان یہ دعا پڑھنی مستحب ہے خواہ فرض ہوں خواہ نفل ہوں اور مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد اِنِّیْ وَجَّهْتُ الخ پڑھے اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ سبحانك اللّٰهُمَّ الخ پڑھے سو امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مستحب ہے کہ ان دونوں کو جمع کرے اور ہر نماز میں پوشیدہ پڑھے اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مستحب نہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ فرضوں میں تکبیر تحریمہ کے بعد سبحانك اللّٰهُمَّ الخ پڑھے اور یہی مذہب ہے ایک جماعت اہل علم کا لیکن یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو باب میں مذکور ہو چکی ہے سب سے زیادہ ترصحیح ہے پس اس دعا کو پڑھنا سب سے افضل ہے یا ان حدیثوں میں تطبیق اس طور سے ہو سکتی ہے کہ کبھی کسی دعا کو پڑھ لے اور کبھی کسی دعا کو پڑھے تارۃً فتارۃً پس ان میں کچھ تعارض نہیں ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں ایسی دعا پڑھنی بھی جائز ہے جو قرآن میں نہ ہو مگر حنفیہ اس کو جائز نہیں رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو دعا قرآن میں نہ ہو اس کو نماز میں پڑھنا جائز نہیں سو یہ حدیث ان پر رد کرتی ہے۔

بَابٌ. یہ باب ہے۔

فائدہ: یہ باب ترجمہ سے خالی ہے لیکن اس باب کو پہلے باب سے تعلق ہے کہ اس میں دعا کا ذکر ہے اور اس میں مناجات کا ذکر ہے پس یہی مناسبت ہے اس باب کی پہلے باب سے اور صحیح بخاری میں اس قسم کے بہت باب ہیں جو کہ ترجموں سے خالی ہیں لیکن اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ جو اس قسم کا باب ہو اس کو اس سے پہلے باب سے کوئی نہ کوئی وجہ مطابقت کی ضرور ہوگی اور یہی غرض ہوتی ہے امام بخاری رحمہ اللہ کی خالی باب سے، واللہ اعلم۔

۷۰۳ ـ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ أَسْمَآءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلَاةَ الْكُسُوْفِ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ قَدْ دَنَتْ مِنِّيَ الْجَنَّةُ حَتّٰى لَوِ اجْتَرَأْتُ عَلَيْهَا لَجِئْتُكُمْ بِقِطَافٍ مِّنْ قِطَافِهَا وَدَنَتْ مِنِّيَ النَّارُ حَتّٰى قُلْتُ أَيْ رَبِّ وَأَنَا مَعَهُمْ فَإِذَا امْرَأَةٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ قُلْتُ مَا شَأْنُ هٰذِهٖ قَالُوْا حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا لَا أَطْعَمَتْهَا وَلَا أَرْسَلَتْهَا تَأْكُلُ قَالَ نَافِعٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مِنْ

۷۰۳۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز پڑھی سو آپ نماز میں کھڑے ہوئے اور قیام کو بہت لمبا کیا پھر آپ نے رکوع کیا سو رکوع کو بہت لمبا کیا پھر سیدھے کھڑے ہوئے اور بہت دیر تک کھڑے رہے پھر رکوع کیا اور بہت دیر تک رکوع میں رہے پھر رکوع سے سر اٹھایا پھر سجدہ کیا سو بہت دیر تک سجدے میں رہے پھر سجدے سے سر اٹھایا پھر سجدہ کیا اور بہت دیر تک سجدے میں رہے پھر سیدھے کھڑے ہوئے سو بہت دیر تک کھڑے رہے پھر رکوع کیا سو بہت دیر تک رکوع میں رہے پھر رکوع سے سر اٹھایا اور بہت دیر تک سیدھے کھڑے رہے پھر رکوع کیا اور بہت دیر تک رکوع میں رہے پھر رکوع سے سر اٹھایا اور سجدہ کیا سو بہت دیر تک سجدے میں رہے پھر سجدے سے سر اٹھایا پھر سجدہ کیا اور سجدہ لمبا کیا پھر نماز سے فارغ ہوئے اور فرمایا کہ بے شک بہشت مجھ سے قریب ہوگئی یہاں تک کہ اگر میں اس پر دلیری کرتا تو البتہ انگور کا گچھا بہشت سے توڑ کر تمہارے پاس لاتا اور دوزخ بھی مجھے قریب ہوئی یہاں تک کہ میں نے کہا اے الٰہی! کیا میں بھی دوزخ والوں کے ساتھ ہوں سو اچانک اس میں ایک عورت تھی میں گمان کرتا ہوں کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا ہے کہ بلی اس کے چہرے کو اکھاڑتی تھی یعنی اس کو کاٹ کاٹ کر کھا رہی تھی میں نے کہا کہ کیا حال ہے اس

خَشِيْشِ أَوْ خَشَاشِ الْأَرْضِ.

عورت کا؟ انہوں نے کہا کہ اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا یہاں تک کہ بھوک سے مرگئی نہ اس کو کھلایا اور نہ اس کو چھوڑا کہ زمین کے جانور اور کیڑے کھاتی۔

فائدہ: اور وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے پہلے گزر چکی ہے۔

بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ. نماز میں امام کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا جائز ہے۔

فائدہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نماز میں امام کی طرف دیکھنا جائز ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مستحب ہے کہ سجدے کی جگہ میں نظر رکھے کہ اس میں خشوع زیادہ ہے اور ضروری حالات امام کے اس میں ہی معلوم ہو سکتے ہیں۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْكُسُوْفِ فَرَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِيْ تَأَخَّرْتُ.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز میں فرمایا کہ میں نے دوزخ کو دیکھا کہ اس کا بعض ٹکڑا بعض کو کچلے ڈالتا ہے یعنی نہایت زور سے لہراتا ہے جب کہ تم نے مجھ کو پیچھے ہٹتے دیکھا۔

فائدہ: یہ جو آپ نے فرمایا کہ جب تم نے مجھ کو پیچھے ہٹتے دیکھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدی کو امام کی طرف دیکھنا جائز ہے کہ آپ نے اس سے منع نہ فرمایا پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی۔

٧٠٤ ـ حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِخَبَّابٍ أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ ذَاكَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

٧٠٤۔ ابو معمر سے روایت ہے کہ میں نے خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں قرآن پڑھا کرتے تھے اس نے کہا ہاں پڑھتے تھے سو ہم نے کہا کہ تم اس بات کو کس طرح پہچانا کرتے تھے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کے ہلنے سے ہم پہچانتے تھے۔

٧٠٥ ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَنْبَأَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ يَخْطُبُ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ وَكَانَ غَيْرَ كَذُوْبٍ أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ

٧٠٥۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے سو جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو لوگ سیدھے کھڑے رہتے یہاں تک کہ آپ کو دیکھتے کہ سجدے میں چلے گئے ہیں۔

الرُّكُوْعِ قَامُوْا قِيَامًا حَتّٰى يَرَوْنَهٗ قَدْ سَجَدَ.

۷۰۶ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ قَالَ إِنِّيْ أُرِيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ أَخَذْتُهٗ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا.

۷۰۶۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج کو گہن لگا سو آپ نے سورج گہن کی نماز پڑھی سو اصحاب نے عرض کی کہ یا حضرت ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی جگہ میں کوئی چیز پکڑی ہے پھر ہم نے دیکھا ہے کہ آپ پیچھے ہٹ گئے ہیں سو آپ نے فرمایا کہ بے شک میں نے بہشت کو دیکھا سو میں نے اسے انگور کا گچھا پکڑا اور اگر میں اس کو لے لیتا تو تم اس سے ہمیشہ کھاتے جب تک دنیا باقی رہتی یعنی تم اس کو قیامت تک کھاتے اور وہ کم نہ ہوتا۔

فائدہ: بعض کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کا گچھا پکڑنے کا ارادہ کیا تھا لیکن جب اذن نہ ہوا تو آپ نے نہ لیا۔

۷۰۷ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلّٰى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَأَشَارَ بِيَدَيْهِ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الْاٰنَ مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلَاةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فِيْ قِبْلَةِ هٰذَا الْجِدَارِ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ ثَلَاثًا.

۷۰۷۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی پھر آپ منبر پر چڑھے سو آپ نے ہاتھ سے مسجد کے قبلے کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا کہ البتہ میں نے اب دیکھا ہے جب کہ تم کو نماز پڑھائی کہ بہشت اور دوزخ کی صورت میرے سامنے لائی گئی اس دیوار کی طرف سو میں نے برائی اور بھلائی میں آج جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نماز میں امام کی طرف نظر کرنی جائز ہے اس لیے کہ براء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ جب اصحاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے کہ سجدے میں چلے گئے ہیں تو اس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے سجدہ کرتے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں یہ ہے کہ ہم نے آپ کو پیچھے ہٹتے دیکھا اور حدیث انس رضی اللہ عنہ سے ظاہر یہ مسئلہ باب کا ثابت نہیں ہوتا لیکن در اصل یہ دونوں حدیثوں میں ایک ہی واقعہ کا ذکر ہے پس مطابقت حدیثوں کی باب سے ظاہر ہے اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ افضل یہ ہے کہ نمازی نماز میں اپنی نظر کو سجدہ کی جگہ میں رکھے لیکن اگر کسی حاجت کے واسطے امام کی طرف دیکھے اور سجدہ کی جگہ نہ دیکھے تو نماز فاسد نہیں ہوتی

ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ اور کوفیوں کے نزدیک مستحب ہے کہ نمازی نظر کو سجدے کی جگہ میں رکھے پس یہ مسئلہ ان کے مخالف نہیں ہے۔

بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَآءِ فِي الصَّلَاةِ. نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا مکروہ ہے۔

فائدہ: نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا بالاتفاق مکروہ ہے بعض کہتے ہیں اس واسطے مکروہ ہے کہ قبلے کی طرف سے پھرنا لازم آتا ہے اور نماز سے باہر دعا وغیرہ میں اس کی طرف دیکھنا مختلف فیہ ہے بعض کے نزدیک جائز ہے اس لیے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے جیسے کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔

۷۰۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرُوْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُوْنَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَآءِ فِي صَلَاتِهِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ.

۷۰۸۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا حال ہے؟ اُن لوگوں کا جو نماز میں اپنی آنکھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں سو آپ نے اس کی سخت تاکید کی یہاں تک کہ فرمایا کہ بے شک باز رہیں لوگ اپنی آنکھ اٹھانے سے آسمان کی طرف نہیں تو اُن کی نظریں چھن جائیں گی۔

فائدہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں معلوم کیا تھا کہ بعض لوگوں نے نماز میں آسمان کی طرف دیکھا تھا اس واسطے آپ نے عام طور سے نصیحت فرمائی کہ اگر کسی کو خاص کر کہا گیا تو لوگوں میں اس کو ذلت ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں آسمان کی طرف نظر کرنی مکروہ تحریمی ہے اس لیے کہ اس پر وعید وارد ہوئی ہے لیکن نماز سے باہر آسمان کی طرف دیکھنا مکروہ نہیں خواہ دعا کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔

بَابُ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ. نماز میں دائیں بائیں دیکھنا مکروہ ہے۔

فائدہ: مراد التفات سے یہ کہ آنکھ سے دیکھے مگر قبلے سے سینہ نہ پھیرے اور نہ گردن پھیرے اگر تمام گردن پھر جائے تو نماز باطل ہو جائے گی اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اس کا کوئی حکم صریح بیان نہیں کیا لیکن جو حدیث بیان کی وہ دلالت کرتی ہے اس پر کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ ہے اور اس پر اجماع ہے لیکن جمہور کے نزدیک کراہت تنزیہی ہے اور بعض کے نزدیک کراہت تحریمی ہے پس بہر حال اس میں احتیاط بہتر ہے علماء نے کہا ہے کہ نماز میں التفات اس واسطے مکروہ ہے کہ اس سے خشوع نہیں رہتا ہے یا بعض بدن کے ساتھ قبلے سے پھرنا لازم آتا ہے۔

۷۰۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو

۷۰۹۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ.

سے نماز میں دائیں بائیں دیکھنے کا حکم پوچھا سو آپ نے فرمایا کہ یہ اچک لینا ہے کہ شیطان اس کو آدمی کی نماز سے لے بھاگتا ہے یعنی نماز کی لذت اور حضور دل اور خشوع اس سے دور ہو جاتا ہے۔

فائدہ: چونکہ شیطان آدمی کے حضور اور اس کے دل کے درمیان واقع ہوتا ہے اور ادھر ادھر دیکھنے کا سبب ہوتا ہے اس واسطے اس فعل کو شیطان کی طرف نسبت کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ ہے کہ یہ فعل شیطان کا ہے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

۷۱۰ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي خَمِيْصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَقَالَ شَغَلَتْنِي أَعْلَامُ هٰذِهِ اذْهَبُوْا بِهَا إِلٰى أَبِي جَهْمٍ وَأْتُوْنِي بِأَنْبِجَانِيَّةٍ.

۷۱۰۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار نقش دار چادر میں نماز پڑھی سو فرمایا کہ اس کی نقش کاری نے مجھ کو نماز میں غافل کر دیا اور فرمایا کہ اس ساہ لوئی دھاری دار کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور میرے پاس ابوجہم کی موٹی کملی لے آئے۔

فائدہ: ابوجہم نے باریک سیاہ کملی چوکھنے جس کے دونوں کناروں پر دھاریاں تھیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ بھیجا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اوڑھ کر نماز پڑھی پھر نماز کے بعد یہ فرمایا یعنی اس کی عمدگی اور نقش کاری نے خشوع میں خلل ڈالا اس واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پھیر دیا اور اس کے عوض موٹی کملی منگوائی تا کہ اس کی دل شکنی نہ ہو معلوم ہوا کہ جو لباس نماز میں خلل ڈالے اس کو پہننا مکروہ ہے اور وہ چادر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھوں پر تھی اور جب کہ آپ نے اس کو نماز میں دیکھا تو یہ التفات میں داخل ہے اس واسطے کہ جب آدمی مونڈھوں کی طرف دیکھے تو ضرور کچھ نہ کچھ التفات ہو جاتا ہے اسی وجہ سے آپ نے نماز کے بعد اس کو اتار ڈالا پس معلوم ہوا کہ نماز میں التفات مکروہ ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ حدیث دوسرے پارے میں بھی گزر چکی ہے۔

بَابُ هَلْ يَلْتَفِتُ لِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ أَوْ يَرٰى شَيْئًا أَوْ بُصَاقًا فِي الْقِبْلَةِ وَقَالَ سَهْلٌ الْتَفَتَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَرَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

جب نماز میں کسی کوئی کام پیش آ جائے جیسے کہ کوئی دیوار گر پڑے یا کوئی درندہ دیکھ لے یا تھوک کو قبلے میں دیکھے تو اس صورت میں التفات کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز میں التفات کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔

فائدہ: یہ حدیث مرض الموت کی پہلے گزر چکی ہے اس میں حضرت ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نماز دوہرانے کو نہ فرمایا پس معلوم ہوا کہ یہ التفات جائز ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

۷۱۱ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ وَهُوَ يُصَلِّيْ بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ حِيْنَ انْصَرَفَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ أَحَدٌ قِبَلَ وَجْهِهٖ فِي الصَّلَاةِ رَوَاهُ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ وَابْنُ أَبِيْ رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ.

۷۱۱۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ﷺ نے مسجد کے قبلے کی دیوار میں کھنکھار لگا دیکھا اور آپ لوگوں کے آگے نماز پڑھا رہے تھے سو آپ نے اس کو ٹھیکری سے کھرچ ڈالا اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ جب کوئی نماز میں ہو تو اللہ اس کے سامنے ہوتا ہے یعنی اللہ کا قبلہ ہے اس کے روبرو سو کوئی آدمی نماز میں اپنے منہ کے سامنے نہ تھوکے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد کے قبلے میں تھوک لگی ہو تو اس کی طرف دیکھنا مکروہ نہیں کہ حضرت ﷺ نے تھوک کی طرف نماز میں دیکھا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

۷۱۲ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا الْمُسْلِمُوْنَ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوْفٌ فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ وَنَكَصَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ لَهُ الصَّفَّ فَظَنَّ أَنَّهُ يُرِيْدُ الْخُرُوْجَ وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ أَنْ يَّفْتَتِنُوْا فِيْ صَلَاتِهِمْ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ فَأَرْخَى السِّتْرَ وَتُوُفِّيَ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

۷۱۲۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ لوگ فجر کی نماز پڑھتے تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ امام بنے تھے یعنی مرض الموت میں تو اچانک نہ پایا ان کو مگر حضرت ﷺ نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ اٹھایا اور لوگوں کی طرف نظر کی اور لوگ صف باندھے تھے سو آپ نے تبسم فرمایا سو ابوبکر رضی اللہ عنہ ایڑیوں پر پیچھے ہٹے تا کہ صف میں پہنچیں اور گمان کیا کہ حضرت ﷺ گھر سے تشریف لانے کا ارادہ کرتے ہیں اور مسلمانوں نے قصد کیا کہ نماز میں دیوانے ہو جائیں سو آپ نے ان کو اشارہ کیا کہ اپنی نماز تمام کرو اور پردہ لٹکا دیا سو اسی دن کے آخر میں آپ ﷺ کا انتقال ہوا اللہ کی ہزار ہزار رحمت ہو ان پر۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی امر حادث کے واسطے التفات کرنا نماز میں مکروہ نہیں اس لیے کہ جب

حضرت ﷺ نے حجرے کا پردہ اٹھایا تو سب اصحاب نے آپ کی طرف التفات کیا اور آپ نے اشارہ فرمایا کہ نماز تمام کرو سو اگر لوگوں کا آپ کی طرف التفات نہ ہوتا تو آپ کے اشارہ کو کس طرح دیکھ سکتے تھے اور پھر آپ نے ان کو نماز دوہرانے کا حکم نہیں کیا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ وُجُوْبِ الْقِرَآئَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُوْمِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ وَمَا يُجْهَرُ فِيهَا وَمَا يُخَافَتُ.

نماز میں قرآن پڑھنا امام پر بھی واجب ہے اور مقتدی پر بھی واجب ہے سب نمازوں میں حضر میں بھی اور سفر میں بھی اور جہری نمازوں میں بھی اور سری نمازوں میں بھی یعنی مقتدی پر قرآن پڑھنا فقط سری نمازوں میں ہی نہیں بلکہ ویسے ہی جہری نمازوں میں بھی واجب ہے۔

فائدہ: جہری نمازیں وہ ہیں جن میں قرآن پکار کر پڑھا جاتا ہے جیسے کہ مغرب اور عشاء اور فجر کی نمازیں ہیں اور سری نمازیں وہ ہیں جن میں قرآن پوشیدہ پڑھا جاتا ہے جیسے کہ ظہر اور عصر کی نمازیں ہیں اور اصل غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ مقتدی پر بھی قرآن پڑھنا واجب ہے اگر مقتدی امام کے پیچھے قرآن نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ایک کتاب مستقل لکھی ہے جو مدت سے مطبوع ہو کر شائع ہو چکی ہے شائق اس کا مطالعہ کرے۔

٧١٣ ـ حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ شَكَا أَهْلُ الْكُوْفَةِ سَعْدًا إِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوْا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ أَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّيْ قَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ أَمَّا أَنَا وَاللّٰهِ فَإِنِّيْ كُنْتُ أُصَلِّيْ بِهِمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخْرِمُ عَنْهَا أُصَلِّيْ صَلَاةَ الْعِشَآءِ فَأَرْكُدُ فِي الْأُوْلَيَيْنِ وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ قَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ

۷۱۳۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوفے والوں نے سعد رضی اللہ عنہ کی عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی سو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو معزول کر دیا اور عمار رضی اللہ عنہ کو ان پر سردار بنایا سو انہوں نے سعد رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ کہا وہ نماز اچھی نہیں پڑھتا سو عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کو اس کے پاس بھیج کر بلایا سو اس کو کہا کہ اے ابا اسحاق! (یہ سعد رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) یہ لوگ کوفے والے گمان کرتے ہیں کہ تو نماز اچھی نہیں پڑھتا سو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم اللہ کی میں تو ان کو حضرت ﷺ کی نماز پڑھایا کرتا تھا اس سے کوئی چیز نہیں چھوڑتا تھا سو میں عشاء کی نماز پڑھتا تھا سو پہلی دو رکعتوں میں قراءت لمبی کرتا تھا اور اخیر دو رکعتوں میں قراءت ہلکی پڑھتا تھا سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ کو تیری نسبت یہی گمان ہے یعنی بیشک تو نماز اچھی پڑھتا ہوگا کوفے والوں کی شکایت

يَا أَبَا إِسْحَاقَ فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا أَوْ رِجَالًا إِلَى الْكُوفَةِ فَسَأَلَ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ وَيُثْنُونَ مَعْرُوفًا حَتَّى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِي عَبْسٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ يُكْنَى أَبَا سَعْدَةَ قَالَ أَمَّا إِذْ نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ قَالَ سَعْدٌ أَمَا وَاللَّهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا قَامَ رِيَآءً وَسُمْعَةً فَأَطِلْ عُمْرَهُ وَأَطِلْ فَقْرَهُ وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ.

غلط ہے سو عمر رضی اللہ عنہ نے کسی مرد کو کوفے میں بھیجا کہ سعد رضی اللہ عنہ کا حال تحقیق کیا جائے سو اس ایلچی نے کوفے کی سب مسجدوں سے پوچھا سو تمام لوگ اس کی تعریف کرتے تھے کہ وہ نیک آدمی ہے یہاں تک کہ وہ ایلچی تحقیق کرتے ہوئے بنی عبس کی ایک مسجد میں آیا سو اُن میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا کہ نام اس کا اسامہ تھا اور کنیت اُس کی ابا سعدہ تھی سو اس نے کہا کہ جب کہ تو نے ہم کو قسم دے کر پوچھا ہے تو اب میں سچ کہتا ہوں کہ سعد رضی اللہ عنہ نہ تو لشکر کے ساتھ جاتا تھا یعنی جہاد میں اور نہ مال برابر بانٹتا تھا اور نہ جھگڑے میں انصاف کرتا تھا سو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم اللہ کی البتہ میں تیری حق میں بد دعا کرتا ہوں ساتھ تین چیزوں کے یعنی ان تین عیبوں کے بدلے جو تو نے میرے ذمہ لگائے ہیں سو سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے حق میں یہ بد دعا کی کہ اے الٰہی! اگر یہ بندہ تیرا جھوٹا ہے اور لوگوں کو دکھلانے اور سنانے کے واسطے کھڑا ہوا ہے یعنی تا کہ لوگ اس کی شہادت دیں اور خلیفہ کے حضور میں اس کا ذکر ہو تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کو محتاجی بہت دے اور اس کو مصیبتوں میں مبتلا کر سو سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعا اس کے حق میں قبول ہو گئی اور وہ نہایت ذلیل ہو گیا سو جب کوئی اس سے پوچھتا کہ تجھ کو کیا ہوا ہے؟ تو کہتا کہ میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو گیا ہوں کہ سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعا میرے حق میں تاثیر کر گئی۔ عبدالملک نے کہا کہ میں نے اس کو بعد اس کے دیکھا کہ بڑھاپے کے سبب سے اس کی دونوں بھویں اس کی آنکھوں پر گر پڑھیں ہوئیں تھیں اور راہ میں لڑکیوں کو چھیڑتا اور ان کے پاؤں ملتا یعنی نہایت فقر اور محتاجی سے اس لیے کہ اگر غنی ہوتا تو ان کے پاؤں ملنے کی حاجت نہ پڑتی اور اس

سے گناہ میں مبتلا ہونا اس کا بھی ظاہر ہو گیا۔

فائدہ: اس حدیث میں ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں قراءت لمبی کرتا تھا اور ہلکی پڑھتا تھا اور ان کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھاتا تھا پس اس سے معلوم ہوا کہ سعد رضی اللہ عنہ نماز میں قراءت کو نہیں چھوڑتے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری نماز کی طرح نماز پڑھو پس مطابقت اس حدیث کی باب کے بعض مسئلوں سے ثابت ہوگئی اور یہ کہ امام پر قراءت واجب ہے جہری نماز میں بھی اور سری نماز میں بھی اور باقی مسئلے باب کے یعنی مقتدی پر قراءت کا واجب ہونا اور سفر میں قراءت کا واجب ہونا اور حضر میں بھی سو یہ باب کی دوسری حدیثوں سے ثابت ہیں جیسے کہ ابھی آتا ہے اور اس حدیث سے اور بھی کوئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ اگر کسی سردار کی خلیفہ کے پاس شکایت آئے تو اس کو معزول کرنا جائز ہے اگرچہ کوئی قصور اس کے ذمہ ثابت نہ ہو جب کہ اس میں کوئی مصلحت ہو اور عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو اس واسطے معزول کیا تھا تاکہ فتنے کی جڑ اکھڑ جائے اور یا یہ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ چار برس کے بعد عامل کی بدلی کر دیتے تھے اور یہ کہ اگر کوئی عامل کی شکایت کرے تو عامل سے دریافت کرنا چاہیے اور جس جگہ اس کی حکومت ہو وہاں سے اس کے حال کی تحقیق کرنی چاہیے اور یہ کہ عدالت گواہ کی اس کے ہمسایہ سے پوچھی جائے اور یہ کہ جس افتراء میں سب اور گالی کی غرض ہو اس کے قائل کو تعزیر دی جائے اور یہ کہ ظالم پر بددعا کرنی جائز ہے اس چیز کی جس سے اس کے دین میں نقصان آئے اور یہ جو اس نے کہا کہ سعد رضی اللہ عنہ کی دعا میرے حق میں تاثیر کر گئی تو اس دعا کا اثر تھا جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کی تھی کہ الٰہی! جب سعد رضی اللہ عنہ کوئی دعا کرے تو اس کی دعا قبول کر اسی واسطے لوگوں میں مشہور تھا کہ سعد رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات ہیں اور اس شخص نے سعد رضی اللہ عنہ کے تین عیب بیان کیے پہلا عیب کے جان کے ساتھ علاقہ رکھتا ہے کہ وہ لشکر کے ساتھ نہیں جاتا یعنی اس میں شجاعت اور بہادری نہیں سو اس کے بدلے سعد رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے حق میں ایسی بددعا کی جو جان کے ساتھ علاقہ رکھتی ہے کہ اس کی عمر کو لمبا کر دے اور دوسرا عیب مال کے ساتھ علاقہ رکھتا ہے یعنی یہ کہ برابر نہیں بانٹتا اور تیسرا دین سے علاقہ رکھتا ہے سو سعد رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے بدلے ایسی بددعا کی جو مال اور دین سے علاقہ رکھتی ہے یعنی اس کو محتاجی اور مصیبتوں میں مبتلا کر۔

٧١٤ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

۷۱۴۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز درست نہیں اس کی جس نے الحمد کی سورۃ نہ پڑھی۔

فائدہ: قسطلانی نے کہا کہ یہ حدیث عام ہے سب کو شامل ہے خواہ امام ہو خواہ مقتدی خواہ اکیلا ہو خواہ جہری نماز ہو

خواہ سری نماز ہو پس نماز میں ہر آدمی پر سورۂ الحمد پڑھنی واجب ہے ہر رکعت میں پس ثابت ہوا کہ مقتدی پر قراءت پڑھنی بھی واجب ہے خواہ حضر میں ہو خواہ سفر میں ہو اور یہی ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور جمہور علماء کا مذہب بھی یہی ہے کہ مقتدی پر امام کے پیچھے الحمد پڑھنا واجب ہے اگر اس کو نہ پڑھے تو نماز درست نہیں ہوتی اور یہی مذہب ہے اکثر صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین ومن بعدھم کا اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ مجتہدین کا لیکن امام مالک رحمہ اللہ جہری نماز میں جائز نہیں رکھتے ہیں اور ابن حبان نے کہا کہ یہی مذہب جمہور کا ہے سوائے حنفیوں کے اور ابن مبارک نے کہا کہ میں بھی امام کے پیچھے قراءت پڑھتا ہوں اور تمام لوگ بھی پڑھتے ہیں مگر کوفے والوں کی ایک جماعت نہیں پڑھتی اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن حبان وغیرہ میں عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی سو آپ پر قراءت بھاری ہوگئی پس فرمایا کہ شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرآن پڑھتے ہو اصحاب نے عرض کی کہ ہاں پڑھتے ہیں فرمایا کہ کچھ نہ پڑھا کرو مگر سورۂ الحمد پڑھ لیا کرو اس لیے کہ جو اس کو نہ پڑھے اس کی نماز درست نہیں اور یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں اور تحدیث بھی اس میں ثابت ہے اور اس کے توابع اور شواہد بھی بہت حدیثیں ہیں جن کی یہاں گنجائش نہیں اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث بخاری کی اور حدیث ابو داؤد وغیرہ کی درحقیقت دونوں ایک ہی ہیں اور ابو داؤد وغیرہ کے طریق میں پوری ہے اور بخاری کے طریق سے مختصر ہے پس یہ حدیث صریح ہے اس باب میں کہ امام کے پیچھے الحمد پڑنی واجب ہے جو کہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز نہیں اور چونکہ یہ حدیث بخاری کی اپنے عموم کے ساتھ مقتدی کی قراءت کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے اس واسطے حنفیہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ سورۂ الحمد نہ پڑھنے والے کی نماز کے نہ ہونے کا یہ معنی ہے کہ اس کی نماز کامل نہیں ہوتی یعنی کمال حاصل نہیں ہوتا اصل نماز درست ہو جاتی ہے سو جواب اس کا کئی وجہ سے ہے اول یہ کہ شیخ الاسلام نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد نماز سے یہاں اس کا معنی شرعی ہے لغوی نہیں اس لیے کہ پیغمبر صاحب لفظوں کا شرعی معنی بتلانے واسطے آئے تھے لغت بتلانے کے لیے نہیں آئے تھے پس اندریں صورت نفی نماز کی طرف متوجہ ہوگی یعنی نماز کی ذات بالکل نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ مرکب چیز جیسے کہ کل اجزاء کی نفی سے معدوم ہو جاتی ہے ویسے ہی بعض اجزاء کے عدم سے بھی معدوم ہو جاتی ہے اور فاتحہ بھی نماز شرعی کی ایک جزء ہے اور جب وہ اس مرکب میں پائی نہ گئی تو کل مرکب کی ذات معدوم ہوئی اور جب نفی اس کی ذات کی طرف متوجہ ہوئی تو نفی کمال کی تاویل قطعا باطل ہوگئی پس نفی کمال پر اس کو محمول کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا۔ دوم اس وجہ سے کہ اگر بفرض محال تسلیم بھی کیا جائے کہ یہ نفی ذات نماز کی طرف متوجہ نہیں تو کہا جائے گا کہ جب ذات کی طرف نفی متوجہ نہ ہو سکے تو اس وقت قاعدہ یہ ہے کہ نفی اُس مجاز کی طرف متوجہ ہوتی ہے جو سب مجازوں سے ذات کی طرف زیادہ تر نزدیک ہو اور یہاں سب

مجازوں سے زیادہ تر ذات صحت ہے نہ فضیلت اور کمال پس اس وقت نفی صحت نماز کی طرف متوجہ ہوگی پس معنی یہ ہو گا کہ نماز صحیح نہیں پس اب بھی نفی کمال پر حمل کرنا جائز نہ ہوگا۔ سوم اس وجہ سے کہ حنفیہ امام اور اکیلے آدمی کے حق میں الحمد پڑھنے کو واجب کہتے ہیں اور الحمد کا وجوب اسی حدیث بخاری سے ثابت کرتے ہیں اس کے سوا اور کوئی حدیث اس کے وجوب کی جہان میں موجود نہیں سو اگر بقول حنفیہ کے اس حدیث میں نفی کو نفی فضیلت اور کمال پر حمل کیا جائے اور یہ معنی کیا جائے کہ اس کی نماز کامل نہیں ہوتی تو اس حدیث سے سورہ الحمد کا واجب ہونا کبھی ثابت نہیں ہو سکے گا اگرچہ شرق سے غرب تک تمام دنیا کے لوگ جمع ہو جائیں اسی واسطے شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی شرح مؤطا میں صاف لکھ دیا ہے کہ اگر اس حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ میں نفی کمال کا معنی کیا جائے تو پھر اس سے فقط الحمد کا مستحب ہونا ثابت ہوگا واجب ہونا ہرگز ثابت نہیں ہو سکے گا واللہ درّہ کیا انصاف کا کلمہ ہے **وهذا ظاهر على من له ادنى حظ من عقل سليم** اور سب کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ امام اور اکیلے کے حق میں اسی حدیث سے الحمد کا وجوب ثابت ہوتا ہے پس اس سے ثابت ہوگیا کہ اس حدیث کو نفی کمال پر حمل کرنا بالاجماع باطل ہے۔ چہارم اس وجہ سے کہ ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس لانفی جنس کی خبر استقرار عام ہے یعنی لاصلوۃ کائنۃ یعنی نماز موجود نہیں اور جس کا شرعا وجود نہ ہو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ صحیح نہیں پس یہی ہے اصل بات اور یہ حدیث جو آئی ہے کہ مسجد کے ہمسائے کی نماز گھر میں نہیں ہوتی اور غلام بھاگے ہوئے کی نماز نہیں ہوتی تو اس کا یہ معنی ہے کہ ان دونوں کی نماز کامل نہیں ہوتی اس لیے کہ خارجی دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی نماز صحیح ہو جاتی ہے پس وہ دلیل خارجی دلالت کرتی ہے اس پر کہ یہاں مراد کون خاص ہے یعنی کامل نہیں ہوتی انتہی ملخصا۔

پس اس کلام ابن الہمام سے ثابت ہوگیا کہ اس حدیث بخاری کو نفی کمال پر حمل کرنا قطعا باطل ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حنفیہ جو اس باب میں مسجد کے ہمسائے اور بھاگے ہوئے غلام وغیرہ کی حدیثیں نفی کمال کی نظیر کے واسطے پیش کرتے ہیں تو یہ ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا ان کا بالکل باطل غلط اور خبط ہے۔ پنجم اس وجہ سے کہ ایک روایت میں یہ لفظ بھی آ گیا ہے کہ نماز قبول نہیں اس کی جس نے سورۂ الحمد نہ پڑھی پس یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے اس پر کہ مراد نفی کمال لینا باطل ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ اس حدیث بخاری میں بھی کون خاص مراد ہو سکتا ہے اس لیے کہ دلیل خارجی دلالت کرتی ہے اس پر کہ نماز بغیر فاتحہ کے صحیح ہے اور وہ یہ حدیث ہے مَنْ كَانَ لَهُ اِمَامٌ فَقِرَآءَةُ الْاِمَامِ لَهُ قِرَآءَةٌ یعنی امام کی قراءت مقتدی کے لیے کافی ہے تو جواب اس کا اولا یہ ہے کہ اس حدیث میں قراءۃ عام ہے الحمد ہو خواہ کوئی غیر سورت ہو پس یہ احتمال تخصیص کا رکھتی ہے کہ مراد اس سے سوائے فاتحہ کے ہو پس اس کی صحت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ ثانیا یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے کما سیاتی پس یہ دلیل صحت نماز کی نہ بن سکے گی۔ ثالثا اگر اس حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ میں مقتدی کے واسطے نفی کمال مراد رکھی جائے تو اب امام کے حق میں بھی کون خاص ہی مراد

رکھا جائے گا نہیں بر شق اول کہا جائے گا کہ یہ حدیث تو صرف مقتدی کے واسطے دلالت کرتی ہے امام کو اس پر قیاس کرنا غلط ہے اور نیز الحمد کا صرف مستحب ہونا ثابت ہوگا وجوب ثابت نہیں ہوگا کما مرا اور بر شق ثانی لازم آئے گا جمع ہونا درمیان حقیقت اور مجاز کے اور یہ بھی باطل ہے پس دونوں شقیں باطل ہوئیں۔ رابعا یہ حدیث قراءۃ الامام الخ اباحت پر دلالت کرتی ہے اور حدیث لا صلوۃ الخ وجب پر دلالت کرتی ہے اور وجوب مقدم ہوتا ہے اباحت پر پس اس سے ثابت ہو گیا کہ حدیث بخاری میں کون خاص مراد رکھنا قطعا باطل ہے اور حنفیہ جو امام کے پیچھے پڑھنے کو جائز نہیں رکھتے تو اس باب میں کئی دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ ان سب کو یہاں لانے کی گنجائش نہیں مگر کچھ تھوڑا سا بطور اختصار کے بیان کیا جاتا ہے سو جاننا چاہیے کہ بڑی بھاری دلیل ان کی اس باب میں ایک یہ آیت ہے ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور چپ کر رہو سو جواب اس کا کئی وجہ سے ہے اول یہ کہ اس آیت میں امر واسطے استحباب کے ہے وجوب کے واسطے نہیں جیسے کہ امام سیوطی نے تفسیر اتقان میں لکھا ہے اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا پس اس صورت میں اگر کوئی امام کے پیچھے قراءت پڑھ لے تو اس کے مخالف نہیں ہوگا اس لیے کہ استحباب جواز کے مخالف نہیں ہے۔ دوم اس وجہ سے کہ ائمہ اربعہ وغیرہ اہل اصول کے نزدیک عموم قرآن کی تخصیص خبر واحد سے جائز ہے جیسے کہ ابن حاجب وفخر الدین وغیرہ نے لکھا ہے پس اس صورت میں حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس آیت کے عموم کے تخصیص جائز ہوگی۔ سوم اس وجہ سے کہ اگر اس آیت کا قطعی ہونا تسلیم کیا جائے تو کہا جائے گا کہ تخصیص قطعی کی خبر واحد کے ساتھ اسی وقت منع ہے جب کہ وہ اپنی قطعیت پر باقی ہو اور کسی دوسرے قطعی کے ساتھ اس کی تخصیص پہلے نہ ہو چکی ہو اور جب کہ پہلے کسی دوسری قطعی سے اس کی تخصیص ہو چکی ہو تو پھر وہ ظنی ہو جاتا ہے تخصیص اس کے ساتھ خبر واحد کی جائز ہوتی ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ یہ آیت اجماع سے مخصوص ہو چکی ہے اس لیے کہ جرح کی جگہیں اس سے مخصوص ہیں جیسے کہ علامہ منقاری زادہ نے اپنے رسالے اتباع فی مسئلۃ الاستماع میں لکھا ہے (ولکن علی کل حال مواضع الجرح مستثناۃ) یعنی لیکن ہر حال میں جرح کی جگہیں اس آیت سے باہر ہیں کہ ان کو اس آیت کا حکم شامل نہیں اور جب کہ مواضع جرح اُس سے مخصوص ہو گئیں تو اب یہ آیت ظنی ہو گئی پس تخصیص اس کی خبر واحد یعنی حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بالاتفاق جائز ہو گی پس سورۂ الحمد اس آیت کے عموم سے باہر نکل جائے گی۔ چہارم اس وجہ سے کہ قطعیت عمومات کتاب کی باعتبار متن اور نظم کے ہے نہ باعتبار معنی اور دلالت کے اس لیے کہ وہ باعتبار دلالت اور معنی کے ظنی ہیں اور تخصیص ساتھ خبر واحد کے اس کے معنی اور دلالت میں واقع ہوئی ہے نہ اس کے متن اور نظم میں پس حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی تخصیص جائز ہوگی اس لیے کہ تخصیص ظنی کی ساتھ ظنی کے بالاتفاق جائز ہے۔ پنجم اس وجہ سے کہ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ یعنی لاصلوۃ الخ مشہور ہے جیسے کہ علامہ تفتازانی نے تلویح میں لکھا ہے اور نیز باعتبار اصول حدیث کے بھی یہ حدیث

مشہور ہے اس لیے کہ مشہور اس کو کہتے ہیں جس کے طریق دو سے زیادہ ہوں اور اس کے طریق دو سے زیادہ ہیں پس اس حدیث کے ساتھ زیادۃ علی النص بالاتفاق جائز ہوگی اور اس حدیث کے اور بھی کئی جواب ہیں۔ **لکن فی هذا كفاية لمن له دراية** اور نیز اصول میں لکھا ہے کہ یہ آیت ﴿**فاقرءوا ما تيسر من القرآن**﴾ کے معارض ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہیں ہے پس حنفیوں کو اس سے استدلال کرنا جائز نہیں اور نیز اگر اس آیت سے امام کے پیچھے قراءت نہ پڑھنے پر استدلال کیا جائے تو نماز میں کلام کرنا اس آیت سے بطریق اولیٰ منع ہوگا پس اس سے لازم آئے گا کہ نماز میں کلام کرنا مکے میں منع ہوا ہو اس لیے کہ یہ آیت بالاجماع مکی ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے نماز میں کلام کرنا بعد ہجرت کے مدینہ میں منع ہوا ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پاس اس آیت سے قراءت خلف الامام کی نہی پر استدلال کرنا باطل ہوا۔ اور دوسری دلیل حنفیہ کی یہ حدیث ہے (**مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَآءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَآءَةٌ**) سو جواب اس کا کئی وجہ سے ہے۔ وجہ اول یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسے شیخ الاسلام نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ حدیث تمام حافظوں کے نزدیک ضعیف ہے اور دارقطنی نے اس کے سب طریقوں کو جمع کیا ہے اور سب کو ضعیف کہا ہے اور نیز حافظ نے تلخیص میں لکھا ہے کہ اس کے سب طریقے ضعیف ہیں اور ابن تیمیہ نے منتقی میں لکھا ہے کہ اس کی سند کے کل طریق ضعیف ہیں اور مرسل ہونا اس صحیح ہے اور بیہقی نے اپنی کتاب معرفہ میں ابو موسیٰ سے رازی حافظ سے روایت کی ہے کہ اس باب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے انتہی ملخصا۔ پس اس حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ وجہ دوم یہ ہے کہ یہ حدیث عام ہے الحمد اور غیر الحمد سب کو شامل ہے اور حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کی خاص ہے پس اس حدیث کے ساتھ اس کے عموم سے الحمد کو خاص کر لیا جائے گا اُن چار وجہوں کے جو پہلے گزر چکی ہیں اور اگر کوئی اس کے برعکس تخصیص کا دعویٰ کرے یعنی حدیث **من كان له امام الخ** کے ساتھ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کی تخصیص کرے تو کہا جائے گا کہ غایت درجہ یہی ہے مقتدی اس سے مخصوص ہو جائے گا لیکن پھر الحمد کی حدیث عموم قراءۃ کی مخصص ہو جائے گی اور اس باب میں ایسی کوئی حدیث نہیں آئی اور نہ کوئی ایسے اثر آیا ہے جو خاص کر الحمد کی ممانعت میں صریح ہو پس الحمد کی ممانعت کسی طرح ثابت نہیں ہو سکے گی اور نیز اسے جواز باقی رہے گا کہ وہ صرف کفایت پر دلالت کرتی ہے اور جواز اگرچہ وجوب کے مخالف ہے لیکن تمہارے بھی بالکل مخالف ہے کہ تم بالکل جائز نہیں رکھتے اور امام الکلام میں لکھا ہے کہ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کی الحمد میں نص ہے اور حدیثیں ترک کی ظاہر میں باعتبار عموم کے اور تعارض کے وقت نص مقدم ہوتی ہے ظاہر پر **كما تقرر في الاصول** پس معنی یہ ہوا کہ سوائے الحمد کے اور قراءت امام کے مقتدی کے واسطے کافی ہے۔ وجہ سوم یہ ہے کہ حدیث **من كان له امام الخ** ممانعت پر دلالت نہیں کرتی ہے بلکہ اس سے صرف اباحت ثابت ہوتی ہے پس اس سے نہی پر استدلال کرنا غلط ہے علاوہ ازیں حدیث **لا صلوة الخ** وجوب پر دلالت کرتی ہے اور تعارض کے وقت وجوب مقدم ہوتا ہے اباحت پر پس

حدیث الحمد کی اس پر مقدم کی جائے گی۔ وجہ چہارم یہ ہے کہ یہ حدیث کفایت اور اباحت پر دلالت کرتی ہے اور حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کی اس پر دلالت کرتی ہے کہ الحمد کا ترک کرنا حرام ہے اور وقت تعارض کے محرم کو ترجیح ہوتی ہے اباحت پر پس حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کو ترجیح ہوگی۔ وجہ پنجم یہ ہے کہ جو صحابہ اس کے راوی ہیں انہوں نے اس کے برخلاف عمل کیا ہے **کما ثبت فی موضعه** اور جب کہ راوی اپنی مروی کے خلاف عمل کرے تو حنفیہ کے نزدیک وہ دلیل ہے اس کے منسوخ ہونے پر یہ حدیث بموجب اصول حنفیہ کے منسوخ ہوگی اور یہ جواب الزامی ہے انتہی۔ اور تیسری دلیل حنفیہ کی یہ حدیث ہے وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا یعنی جب امام پڑھے تو چپ رہو سو جواب اس کا یہ ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اکثر حفاظ حدیث کی نزدیک پس اس سے بھی استدلال صحیح نہیں ہوگا اور بفرض تسلیم کہا جائے گا کہ حدیث ظنی ہوتی ہے پس تخصیص ظنی کی ساتھ ظنی کے جائز ہوگی پس حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی تخصیص بالاتفاق جائز ہوگی پس الحمد اس حدیث سے باہر رہے گا ساتھ انہی چار وجہوں کے جو اوپر مذکور ہو چکی ہیں اور نیز سبحانک اللھم وغیرہ اس میں سے مخصوص ہے پس اس طرح الحمد بھی اس سے مخصوص ہوگا اور نیز زیادتی ثقہ کی آپ سے راجح کے مخالف واقع ہوئی ہے اور جب کہ زیادتی ثقہ کی آپ سے راجح کے مخالف واقع ہو تو وہ مقبول نہیں ہوتی کما تقرر فی الاصول۔ اور چوتھی دلیل حنفیہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال ہیں جو قراءت خلف الامام کی ممانعت پر دلالت کرتے ہیں لیکن وہ سب کے سب ضعیف ہیں بلکہ بعض اُن میں سے موضوع بھی ہیں پس اُن سے استدلال کرنا جائز نہیں اور نیز قول صحابی کا سنت کے ہوتے بالاتفاق حجت نہیں اور چونکہ یہاں حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی موجود ہے اس لیے ان کے ساتھ دلیل پکڑنی بالکل جائز نہیں اور نیز وہ اقوال الحمد میں صریح نہیں ہیں پس مراد اُس سے الحمد کے سوا رکھی جائے گی اور نیز جن صحابہ سے ممانعت مروی ہے اُن سب سے امام کے پیچھے قراءت پڑھنی بھی مروی ہے پس ایک طرف کے قول کے ساتھ استدلال کرنا کیسے صحیح ہوگا؟ باجودیکہ مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر اور نیز احتمال ہے کہ مراد ان کی پکار کر پڑھنے سے ممانعت ہو بہر حال سورۂ الحمد کا امام کے پیچھے پڑھنا منسوخ ہے سو اُس کا جواب یہ ہے کہ یہ محض خیال فاسد ہے اس لیے کہ شرائط نسخ کا یہاں پایا جانا ممکن نہیں اور نیز ممکن ہے کہ ہم اس کے برعکس دعویٰ کریں یعنی قراءت خلف امام سے منع کرنا منسوخ ہے فما ہو جوابکم فھو جوابنا اور نیز اکثر صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین وغیرہ جمہور علماء اس پر عمل کرتے آئے ہیں اگر منسوخ تھا تو ان کو اطلاع کیوں نہ ہوئی حالانکہ مجتہدین کا ناسخ منسوخ کو پہچاننا ضروری ہے اور بعض کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے فاتحہ کے نہ پڑھنے پر اجماع ہو چکا ہے لیکن مولوی عبدالحی صاحب نے امام الکلام میں اس کو خوب طور سے رد کیا ہے شائق اس سے مطالعہ کرے۔ **وقد کتبت فی هذا المسئلة کتاب مفردا سمیتها بالقول الجلی فی الرف علی الدلیل القوی واستقیت فیه الکلام علی استدلال به علی النهی عن القراءة خلف الامام واتیت فیه باشیاء لم یسبقنی بها احد من العلماء**

العظام و الفضلاء الکرام.

۷۱۵ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ يُصَلِّيْ كَمَا صَلّٰى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُحْسِنُ غَيْرَهٗ فَعَلِّمْنِيْ فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَافْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلَاتِكَ كُلِّهَا.

۷۱۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے سو ایک مرد مسجد میں آیا اور اس نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا سو آپ نے اس کو سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ پلٹ جا اور پھر نماز پڑھ اس واسطے کہ بے شک تو نے نماز نہیں پڑھی یعنی تیری نماز نہیں ہوئی سو وہ آدمی پلٹ گیا اور پھر جلدی جلدی نماز پڑھی جیسے پہلے پڑھی تھی پھر آیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا سو آپ نے فرمایا کہ پلٹ جا اور پھر نماز پڑھ کہ بے شک تیری نماز نہیں ہوئی اسی طرح اس نے تین بار نماز پڑھی آپ نے ہر بار اس کو یہی فرمایا سو اُس آدمی نے کہا کہ قسم ہے اس کی جس نے آپ کو رسول کیا کہ میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا ہوں یعنی مجھ کو اس سے زیادہ بہتر نماز پڑھنی نہیں آتی ہے سو آپ مجھ کو نماز سکھلایئے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو نماز کے واسطے کھڑا ہوا کرے تو اللہ اکبر کہا کر پھر پڑھا کر جو کچھ تجھ کو یاد ہو قرآن سے پھر رکوع کیا کر چین اور اطمینان سے پھر رکوع سے سر اٹھایا کر یہاں تک کہ خوب سیدھا کھڑا ہو جائے پھر سجدہ کیا کر یہاں تک کہ چین پکڑے تو سجدہ میں پھر سر اٹھایا کر یہاں تک کہ بیٹھے تو چین سے پھر اسی طرح تمام نماز میں کیا کر۔

فائدہ: ایک روایت میں لفظ فصاعدا کا زیادہ آیا ہے یعنی نہیں نماز اس کی جو الحمد اور کچھ زیادہ نہ پڑھے پس اس لفظ سے بعض لوگوں نے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ الحمد کے ساتھ کوئی اور سورت بھی پڑھنی واجب ہے اور یہی مذہب ہے حنفیوں کا لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ صرف فاتحہ کے ذکر کرنے سے یہ وہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید الحمد کے ساتھ اور قرآن پڑھنا جائز نہیں سو اس وہم کے دفع کرنے کے واسطے یہ لفظ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ فرمایا تو معنی اس کا یہ ہوگا کہ نماز میں الحمد کے ساتھ اور سورت پڑھنی بھی جائز ہے چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جزء قراءت میں لکھا ہے کہ یہ لفظ اُس حدیث کی نظیر ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (**تقطع الید فی ربع دینار فصاعدا**) یعنی اگر کوئی آدمی چوتھائی

دینار کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور جو اس سے زیادہ چوری کرے تو اس کا ہاتھ بھی کاٹا جائے گا پس الحمد کے ساتھ سورت کا واجب ہونا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا ہے اور آئندہ آٹھ بابوں کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث آئے گی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ اگر نماز میں صرف الحمد پڑھے اور اس کے ساتھ قرآن کی کوئی سورت نہ ملائے تو تب بھی تم کو کافی ہے اور ابن خزیمہ میں حدیث آئی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور اس میں فقط الحمد ہی پڑھی اور کوئی سورت قرآن کی اس کے ساتھ نہ پڑھی پس ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نماز میں الحمد کے ساتھ اور سورت ملانی واجب نہیں اسی واسطے ابن حبان اور قرطبی نے کہا کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ الحمد کے ساتھ سورت ملانی واجب نہیں اور مطابقت اس حدیث کی باب سے اس لفظ میں ہے کہ آپ نے فرمایا پھر پڑھ جو آسان ہو ساتھ تیرے قرآن سے تو گویا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے لانے سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ الحمد کا پڑھنا اسی پر واجب ہے جو اچھی طرح اس کو پڑھ سکتا ہو واسطے حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے اور جو اس کو اچھی طرح نہ پڑھ سکتا ہو وہ جس سورت کو آسان دیکھے اس کو پڑھ لے اس کی نماز ہو جائے گی واسطے حدیث اعرابی کے جیسے کہ آیت ﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ میں مطلق ہدی ہے لیکن سنت نے بیان کر دیا کہ امر مطلق ہدی نہیں كذا قال الخطابی لیکن بعض لوگ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ نماز میں مطلق قرآن پڑھنا فرض ہے الحمد وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی حدیث کے دوسرے طریق میں صریح آ چکا ہے کہ مَاتَیَسَّرَ سے مراد الحمد ہے جیسے کہ ابو داؤد میں رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ پھر الحمد پڑھ اور جو آسان ہو قرآن سے اور ایک طریق میں آیا ہے کہ اگر تجھ کو قرآن یاد ہو تو قرآن پڑھ ورنہ سبحان اللہ اور الحمد للہ پڑھ لے سو جب ان سب مختلف لفظوں میں تطبیق دی جائے تو اس کا ماحصل یہی نکلے گا کہ جس کو قرآن یاد ہو تو وہ الحمد ضرور پڑھے اور اگر اس کے سیکھنے سے عاجز ہو تو قرآن سے جو آسان ہو وہ پڑھے اور اگر قرآن بھی یاد نہ ہو تو پھر فقط سبحان اللہ وغیرہ بھی کافی ہے اور یہ بھی تطبیق ممکن ہے کہ کہا جائے کہ مراد مَاتَیَسَّرَ سے بعد الحمد کے ہے چنانچہ دوسری حدیث ابو داؤد میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم فرمایا کہ ہم نماز میں سورۂ الحمد پڑھیں اور جو قرآن سے آسان ہو انتہی ملخصا۔ (فتح)

مترجم کہتا ہے کہ اس دوسری تطبیق سے یہ لازم آتا ہے کہ الحمد کے ساتھ اور قرآن پڑھنا بھی واجب ہے پس پہلی تطبیق اولیٰ ہے یا ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی یہی کہا جائے گا کہ الحمد کا پڑھنا اسی کے حق میں ہے جس کو الحمد یاد ہو اور جس کو الحمد یاد نہ ہو اس کے حق میں مَاتَیَسَّرَ واجب ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اور بعض نے کہا کہ ما اس حدیث میں موصولہ ہے اور مراد اس سے چیز معین ہے یعنی سورۂ الحمد اس لیے کہ یہ مسلمانوں کو بہت یاد ہے اور بعض نے کہا کہ مَاتَیَسَّرَ سے مراد ماسوائے فاتحہ کے ہے واسطے تطبیق کے اس حدیث میں اور حدیث فاتحہ میں اور اسی کی تاکید کرتی

ہے وہ حدیث مذکورہ ابن حبان وغیرہ کی کہ پہلے الحمد پڑھ پھر جو چاہے پڑھ بہر حال یہ حدیث مَاتَيَسَّرَ کی متحمل ہے اور حدیث فاتحہ کی صریح ہے اور وہ یہ ہے کہ جو الحمد نہ پڑھے اس کی نماز کافی نہیں پس متحمل سے صریح کو ترک کرنا جائز نہیں۔

بَابُ الْقِرَآءَةِ فِي الظُّهْرِ.

ظہر کی نماز میں قرآن پڑھنے کا بیان۔

٧١٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ سَعْدٌ كُنْتُ أُصَلِّيْ بِهِمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ لَا أَخْرِمُ عَنْهَا أَرْكُدُ فِي الْأُوْلَيَيْنِ وَأَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ.

۷۱۶۔سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھایا کرتا تھا زوال کے بعد دو نمازیں یعنی ظہر اور عصر کو اس میں سے کچھ نقصان نہیں کرتا تھا پہلی رکعت میں لمبی قراءت پڑھا کرتا تھا اور دوسری رکعت میں ہلکی قراءت پڑھا کرتا تھا سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ کو تیرے حق میں یہی گمان ہے اے ابو اسحاق!۔

٧١٧ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ يُطَوِّلُ فِي الْأُوْلٰى وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيُسْمِعُ الْاٰيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْأُوْلٰى وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ.

۷۱۷۔ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں الحمد اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے پہلی رکعت میں لمبی قراءت کرتے تھے اور دوسری رکعت میں ہلکی قراءت پڑھتے تھے اور کبھی کبھی مقتدیوں کو کوئی آیت سناتے اور عصر کی نماز میں بھی الحمد اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور پہلی رکعت میں لمبی قراءت پڑھتے اور نماز فجر کی پہلی رکعت میں بھی قراءت لمبی پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں ہلکی قراءت پڑھتے۔

فائدہ: اس حدیث سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مغرب اور عشاء میں بھی پہلی رکعت کو دوسری سے لمبا کرتے تھے پس معلوم ہوا کہ پہلی رکعت کو دوسری سے لمبا کرنا مستحب ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ علیہ اور امام مالک رحمہ اللہ علیہ اور امام احمد رحمہ اللہ علیہ وغیرہ اکثر علماء کا اور مقصود اس سے یہ ہے کہ لوگ جماعت میں مل جائیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فقط فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو طول کرے کہ وہ وقت غفلت کا ہے دوسری نمازوں

میں طول نہ کرے لیکن خلاصے میں لکھا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول راجح ہے۔

۷۱۸ ۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِيْ عُمَارَةُ عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ قَالَ سَأَلْنَا خَبَّابًا أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهٖ.

۷۱۸۔ معمر سے روایت ہے کہ ہم نے خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں قرآن پڑھا کرتے تھے یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں ہم نے کہا کہ تم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا کس طرح پہچانا کرتے تھے اس نے کہا کہ آپ کی داڑھی مبارک کے ہلنے سے۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے اور باب آئندہ سے یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نماز میں قرآن پڑھنا ثابت ہے اور یہ کہ ان دونوں نمازوں میں قراءت آہستہ پڑھنی چاہیے پکار کر نہ پڑھنی چاہیے اور ان حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پوری سورت پڑھنی افضل ہے اس سے کہ بڑی سورت سے اس قدر قرآن پڑھا جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی رکعت کو دوسری سے لمبا کرنا مستحب ہے اور سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث جو اوپر گزر چکی ہے اس سے معلوم ہوا کہ پہلی دونوں رکعتوں میں قراءۃ لمبی پڑھتے سو اُن میں تطبیق اس طور سے ہے کہ مراد لمبا کرنا اخیر دو رکعتوں سے ہے نہ یہ کہ وہ دونوں بھی آپس میں برابر ہوں اور بعض کہتے ہیں کہ پہلی دو رکعت میں برابر قراءت پڑھے اور یہ بھی حدیثوں سے ثابت ہے اور اس باب میں حدیثیں بہت مختلف آئی ہیں کسی میں کچھ ہے اور کسی میں کچھ ہے لیکن اُن سب میں تطبیق یہی ہے کہ یہ سب صورتیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف وقتوں میں واقع ہوئی ہیں کسی وقت آپ نے کوئی سورت پڑھی اور کسی وقت کوئی سورت پڑھی اور کسی وقت سورتیں برابر پڑھیں اور کسی وقت کم و بیش پڑھیں سو آپ نے یہ کام واسطے بیان جواز کے کیا ہے کہ سب طرح سے جائز ہے جو کوئی کرے وہی درست ہے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پہلی رکعت میں قراءت لمبی اس واسطے پڑھتے تھے کہ سب لوگ جماعت میں مل جائیں اور بعض نے کہا یہ اس واسطے ہے کہ پہلی رکعت میں لوگوں کو بہت چین ہوتا ہے دوسری رکعت سے کہ اس میں تھک جانے کا خوف ہوتا ہے اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اخیر کی دو رکعت میں قراءت پڑھنے کا کچھ ذکر نہیں سو اس سے بعض حنفی دلیل پکڑتے ہیں کہ اخیر دو رکعتوں میں قراءت پڑھنی کچھ ضروری نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ اسی حدیث کے دوسرے طریق میں ثابت ہے کہ آپ نے اخیر دو رکعتوں میں بھی قراءت پڑھی جیسے کہ آئندہ آئے گا گو راوی نے اس طریق میں اختصار کر دیا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ حدیثیں آپس میں ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں پس یہ استدلال صحیح نہیں ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سری نماز میں پکار کر قراءت پڑھنی جائز ہے اور اس سے سجدہ سہو کا لازم نہیں آتا پس اس سے رد ہو گیا قول اس شخص کا جو کہتا ہے کہ اس میں سجدہ سہو کا آتا ہے اور رد ہو گیا قول اس

شخص کا جو کہتا ہے کہ نماز سری میں قراءت آہستہ پڑھنی صحت نماز کے واسطے شرط ہے اگر پکار کر پڑھے گا تو نماز باطل ہو جائے گی۔

بَابُ الْقِرَآءَ ةِ فِي الْعَصْرِ.

عصر کی نماز میں قراءت پڑھنے کا بیان۔

۷۱۹ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ قَالَ قُلْتُ لِخَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ قِرَآءَتَهُ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

۷۱۹۔ ترجمہ اس حدیث خباب رضی اللہ عنہ کا اوپر گزر چکا ہے۔

۷۲۰ ۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ سُوْرَةٍ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا.

۷۲۰۔ ترجمہ اس حدیث ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا بھی اوپر گزر چکا ہے۔

فائدہ: مطلب اس باب کا بھی وہی ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔

بَابُ الْقِرَآءَ ةِ فِي الْمَغْرِبِ.

شام کی نماز میں قراءت پڑھنے کا بیان یعنی اس میں کس قدر لمبی قراءت پڑھی جائے؟۔

۷۲۱ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ وَاللّٰهِ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِيْ بِقِرَآءَتِكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ

۷۲۱۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ام فضل نے مجھ کو سورۂ والمرسلات عرفا پڑھتے سنا سو اس نے کہا کہ اے بیٹا! تو نے مجھ کو اس سورت کے پڑھنے سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا یاد دلایا ہے اس واسطے کہ بے شک یہ سورت آخر اس چیز کی ہے کہ میں نے اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شام کی نماز میں پڑھتے سنا۔

إِنَّهَا لَآخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ.

فائدہ: اس حدیث ام الفضل اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا (جو مرض الموت کے بیان میں گزر چکی ہے) کے درمیان تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن وجہ تطبیق کی ان کے درمیان میں یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں دوبار امامت کرائی ہے ایک بار تو مسجد میں جیسے کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے معلوم ہوتا ہے اور ایک بار گھر میں جیسے کہ حدیث ام الفضل سے ثابت ہوتا ہے پس ان میں کچھ تعارض نہیں۔

۷۲۲ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ لِيْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارٍ وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِطُوْلَى الطُّوْلَيَيْنِ.

۷۲۲۔ مروان بن حکم سے روایت ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مجھ کو کہا کہ تو شام کی نماز میں چھوٹی سورتیں کیوں پڑھتا ہے؟ اور حالانکہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بہت لمبی دوسورتوں سے زیادہ تر لمبی سورت پڑھتے تھے۔

فائدہ: بعض کہتے ہیں کہ مراد یہاں سورۂ اعراف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ دونوں اعراف اور انعام ہے اور ان دونوں میں اعراف لمبی ہے پس معنی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورۂ اعراف پڑھا کرتے تھے دونوں رکعتوں میں اور ان دونوں کا نام لمبی سورتیں رکھنا اس سبب سے نہیں کہ وہ قرآن کی سب سورتوں سے لمبی ہیں اس واسطے کہ سورۂ بقرہ دونوں سے لمبی ہے بلکہ باعتبار عرف کے ہے کذا فی الفتح اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب کا وقت بہت فراخ ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مغرب کا وقت فقط تین رکعت کی مقدار ہے اس سے زیادہ نہیں لیکن یہ حدیث صریح ہے ان کے رد میں۔

بَابُ الْجَهْرِ فِي الْمَغْرِبِ.

شام کی نماز میں قرآن پکار کر پڑھنے کا بیان۔

۷۲۳ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ.

۷۲۳۔ جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے مغرب کی نماز میں سورۂ والطور پڑھی۔

فائدہ: ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سورت پکار کر پڑھی تھی اسی واسطے جبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کو

پڑھتے سنا ورنہ اگر آہستہ پڑھتے تو جبیر رضی اللہ عنہ کس طرح سن سکتا تھا پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز شام کی قراءت میں تین حدیثیں بیان کی ہیں سو تینوں میں قراءت کا اندازہ مختلف ہے اس لیے کہ پہلی حدیث میں سورۂ اعراف کا ذکر ہے اور وہ سبع طوال سے ہے اور دوسری حدیث میں سورۂ والطور کا ذکر ہے اور وہ طوال مفصل سے ہے اور تیسری حدیث میں والمرسلات کا ذکر ہے اور وہ اوساط مفصل سے ہے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مغرب کی نماز میں قصار مفصل سے سورتیں پڑھا کرتے تھے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شام کی نماز میں ہلکی قراءت پڑھا کرتے تھے سو تطبیق ان سب حدیثوں میں یہ ہے کہ اکثر اوقات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور یہی تھا کہ شام کی نماز میں قصار مفصل یعنی چھوٹی سورتیں پڑھتے تھے مگر کبھی کبھی آپ نے مغرب میں لمبی سورتیں بھی پڑھی ہیں یا تو اس واسطے کہ لمبی سورتیں بھی مغرب میں پڑھنی جائز ہیں اور یا آپ نے معلوم کیا ہوگا کہ مقتدیوں کو اس وقت تکلیف نہیں پس حاصل اس کا یہ ہے کہ شام کی نماز میں سب قسم کی سورتیں پڑھنی جائز ہیں خواہ سبع طوال سے ہوں اور خواہ طوال مفصل سے ہوں اور خواہ اوساط مفصل سے ہوں لیکن مستحب یہی ہے کہ چھوٹی سورتیں پڑھی جائیں اور یہی ہے مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا انتہی۔

اور یہی مروی ہے اکثر صحابہ اور تابعین وغیرہ سے اور جبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ سورۂ طور کو مقرر پڑھتے تھے بلکہ صرف ایک بار کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے اور زید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لمبی سورتوں کو بھی کبھی کبھی مقرر پڑھا کرتے تھے لیکن اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ ہمیشہ لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے پس ان میں کچھ تعارض نہیں اگر لمبی سورتوں کو دو بار یا چار بار یا دس بار مثلاً ساری عمر میں پڑھا ہو تو تب بھی کچھ تعارض نہیں اور انکار زید کا مروان پر اس واسطے تھا کہ وہ شام کی نماز میں ہمیشہ چھوٹی سورتیں پڑھا کرتا تھا سو زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کبھی کبھی لمبی سورتیں بھی پڑھا کر جیسے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور ابو داؤد نے کہا ہے کہ حدیث زید رضی اللہ عنہ کی منسوخ ہے یعنی نماز شام میں اب لمبی قراءت پڑھنی جائز نہیں لیکن دعویٰ نسخ کا بالکل غلط ہے اس لیے کہ حدیث ام الفضل سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ مرسلات پڑھی اور یہ آپ کی آخر عمر کی نماز تھی پس جب کہ آپ نے آخر عمر میں مغرب کی نماز میں سورۂ مرسلات پڑھی تو معلوم ہوا کہ شام میں لمبی قراءت پڑھنی منسوخ نہیں اسی واسطے ابن خزیمہ نے کہا ہے کہ یہ اختلاف مباح ہے یعنی شام کی نماز میں بھی اور باقی سب نمازوں میں جو سورت کسی کا جی چاہے پڑھے سب سورتیں پڑھنی جائز ہیں لیکن امام کو مستحب یہی ہے کہ ہلکی قراءت پڑھے اور بعض حنفیہ ان حدیثوں کی تاویلیں کرتے ہیں لیکن ظاہر حدیثیں رد کرتی ہیں ان پر۔

بَابُ الْجَهْرِ فِي الْعِشَآءِ.

عشاء کی نماز میں قرآن پکار کر پڑھنے کا بیان۔

۷۲۴ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِيْ رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ لَهُ قَالَ سَجَدْتُّ خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتّٰى أَلْقَاهُ.

۷۲۴۔ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی سو اس نے سورہ اذا السمآء انشقت پڑھی اور سجدہ کیا تلاوت کا سو میں نے اُس سے اس سجدے کا حکم پوچھا کہ کیا یہ سجدہ جائز ہے؟ سو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت ﷺ کے پیچھے سجدہ کیا ہے یعنی حضرت ﷺ نے بھی نماز میں اس جگہ سجدہ کیا تھا سو میں ہمیشہ سجدہ کرتا ہوں اس آیت پر یہاں تک کہ آپ سے ملاقات کروں یعنی مر جاؤں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز میں قراءت پکار کر پڑھنی چاہیے اس لیے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ کو عشاء کی نماز میں سورت پڑھتے سنا اور سننا اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ قراءت پکار کر پڑھی جائے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

۷۲۵ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ سَفَرٍ فَقَرَأَ فِي الْعِشَآءِ فِيْ إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ.

۷۲۵۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ﷺ سفر میں تھے سو آپ نے عشاء کی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں سورۂ والتین پڑھی۔

فائدہ: وجہ مطابقت اس حدیث کی بھی اسی وجہ سے ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزری ہے۔

بَابُ الْقِرَآءَةِ فِي الْعِشَآءِ بِالسَّجْدَةِ.

عشاء کی نماز میں ایسی سورت پڑھنی جس میں سجدہ کی آیت ہو یعنی جائز ہے۔

۷۲۶ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنِي التَّيْمِيُّ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِيْ رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَا هٰذِهِ قَالَ سَجَدْتُّ بِهَا خَلْفَ أَبِي

۷۲۶۔ترجمہ اس کا ابھی اوپر گزر چکا ہے۔

الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتّٰى أَلْقَاهُ.

بَابُ الْقِرَآءَةِ فِي الْعِشَآءِ.

عشاء کی نماز میں قرآن پڑھنے کا بیان۔

٧٢٧ ـ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعَ الْبَرَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ فِي الْعِشَآءِ وَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ أَوْ قِرَآءَةً.

۷۲۷۔ ترجمہ اس کا بھی اوپر گزر چکا ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ میں نے حضرت ﷺ سے زیادہ خوش آواز کسی کو نہیں دیکھا۔

بَابٌ يُطَوِّلُ فِي الْأُوْلَيَيْنِ وَيَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ.

پہلی دو رکعتوں میں لمبی قراءت پڑھے اور اخیر دو رکعتوں میں ہلکی قراءت پڑھے۔

٧٢٨ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عَوْنٍ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ لَقَدْ شَكَوْكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى الصَّلَاةِ قَالَ أَمَّا أَنَا فَأَمُدُّ فِي الْأُوْلَيَيْنِ وَأَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ وَلَا آلُوْ مَا اقْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَدَقْتَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ أَوْ ظَنِّيْ بِكَ.

۷۲۸۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کوفے والوں نے ہر بات میں تیری شکایت کی ہے یہاں تک کہ نماز میں بھی یعنی کہتے ہیں کہ نماز بھی اچھی نہیں پڑھتا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو پہلی دو رکعتوں میں قراءت لمبی کرتا تھا اور اخیر دو رکعتوں میں ہلکی قراءت پڑھتا ہوں اور نہیں چھوڑتا ہوں میں کسی چیز کو جو میں نے پیروی کی ہے ساتھ اس کے حضرت ﷺ کی نماز سے یعنی جس طرح کہ میں نے حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اسی طرح سے ان کو پڑھاتا رہا ہوں عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو نے سچ کہا مجھ کو بھی تیرے حق میں یہی گمان ہے۔

بَابُ الْقِرَآءَةِ فِي الْفَجْرِ وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطُّوْرِ.

فجر کی نماز میں قرآن پڑھنے کا بیان اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت ﷺ نے فجر کی نماز میں سورۂ والطور پڑھی۔

٧٢٩ ـ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ

۷۲۹۔ ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ظہر کی

حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِيْ عَلٰى أَبِيْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَيَرْجِعُ الرَّجُلُ إِلٰى أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَلَا يُبَالِيْ بِتَأْخِيْرِ الْعِشَآءِ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَلِيْسَهٗ وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ أَوْ إِحْدَاهُمَا مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ.

نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج ڈھل جاتا اور عصر پڑھتے تھے اور بعد عصر کے کوئی آدمی مدینے کی دوسری طرف چلا جاتا اور آفتاب روشن ہوتا تھا اور میں بھول گیا ہوں جو راوی نے مغرب میں کہا اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک دیر کرنے میں کچھ خوف نہ کرتے اور عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو اور اُس سے پیچھے بات چیت کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور فجر کی نماز ایسے وقت میں پڑھا کرتا تھے کہ کوئی آدمی نماز سے پھرتا سو اپنے پاس والے کو پہچان لیتا اور دونوں رکعتوں میں یا ایک رکعت میں ساٹھ آیت سے سو آیت تک پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: یہ حدیث پہلے بھی کئی بار گزر چکی ہے یہاں اس سے صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ فجر کی نماز میں قرآن پڑھنا ثابت ہے۔

٧٣٠ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَآءٌ أَنَّهٗ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ فَمَا أَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا أَخْفٰى عَنَّا أَخْفَيْنَا عَنْكُمْ وَإِنْ لَّمْ تَزِدْ عَلٰى أُمِّ الْقُرْاٰنِ أَجْزَأَتْ وَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ.

٧٣٠۔ عطاء سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہتے تھے کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جائے سو جس نماز میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو قرآن سنایا تو اس میں ہم نے تم کو سنا دیا اور جس نماز میں آپ نے ہم سے قرآن پوشیدہ پڑھا تو اس میں ہم نے بھی تم سے پوشیدہ کیا یعنی جس نماز میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پکار کر پڑھا ہے جیسے کہ فجر اور مغرب اور عشاء میں تو اس میں ہم بھی پکار کر پڑھتے ہیں اور جس نماز میں آپ نے آہستہ پڑھا ہے جیسے کہ ظہر اور عصر کی نماز ہے تو اس میں ہم بھی آہستہ پڑھتے ہیں اور اگر تو الحمد پر کچھ زیادہ نہ کرے تو جب بھی کافی ہے اور اگر الحمد کے ساتھ اور کوئی سورت بھی ملا لے تو بہتر ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نماز میں فقط الحمد پڑھے اور اس کے ساتھ کوئی سورت نہ ملائے تو نماز صحیح ہو

جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ الحمد کے ساتھ سورت ملانی واجب نہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص الحمد نہ پڑھے اس کی نماز صحیح نہیں اور یہ شاھد ہے واسطے حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے جو پہلے گزر چکی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ الحمد کے ساتھ سورت ملانی مستحب ہے اور یہی ہے قول شافعیہ اور جمہور علماء کا صبح اور جمعہ کی نماز میں اور دوسری نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور بعض کے نزدیک الحمد کے ساتھ سورت ملانی واجب ہے اور یہی ہے قول عثمان رضی اللہ عنہ کا اور یہی مذہب ہے بعض حنفیوں کا لیکن یہ حدیث جمہور کے موافق ہے۔

بَابُ الْجَهْرِ بِقِرَآءَةِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ طُفْتُ وَرَآءَ النَّاسِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَيَقْرَأُ بِالطُّوْرِ.

فجر کی نماز میں قرآن پکار کر پڑھنے کا بیان اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے خانہ کعبہ کا طواف لوگوں سے پیچھے کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں سورہ طور پڑھ رہے تھے۔

فائدہ: یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے پوری حدیث حج میں آئے گی اور اس میں نماز فجر کا ذکر نہیں مگر اس کے دوسری طریق میں نماز فجر کا ذکر آ گیا ہے اور سننا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا قرآن کو دلیل ہے اس کے پکار کر پڑھنے پر اس لیے کہ پوشیدہ پڑھنے سے کوئی نہیں سن سکتا ہے پس معلوم ہوا کہ فجر کی نماز میں قراءت کو پکار کر پڑھنا چاہیے وفیہ المطابقة للترجمة.

۷۳۱ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ هُوَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِيْ وَحْشِيَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَآئِفَةٍ مِّنْ أَصْحَابِهٖ عَامِدِيْنَ إِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ وَقَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ إِلٰى قَوْمِهِمْ فَقَالُوْا مَا لَكُمْ فَقَالُوْا حِيْلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ قَالُوْا مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ إِلَّا شَيْءٌ حَدَثَ فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْأَرْضِ

۷۳۱۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کئی اصحاب سے بازار عکاظ (ایک جگہ کا نام ہے پاس مکہ کے جاہلیت کے زمانے میں وہاں بازار لگا کرتا تھا) کی طرف چلے اور بے شک جنوں اور آسمان کی خبر کے درمیان پردہ ہو گیا تھا اور جنوں پر آسمان سے چنگاڑے پڑے سو جن اپنی قوم کی طرف پلٹ گئے سو انہوں نے کہا کہ کیا حال ہے تمہارا کہ خالی پلٹ آئے ہو اور آسمان کی کوئی خبر نہیں آئی؟ سو جنوں نے کہا کہ ہمارے اور خبر آسمان کے درمیان پردہ ہو گیا ہے اور ہم پر چنگاڑے پڑتے ہیں سو جنوں نے کہا کہ نہیں حائل ہوا تمہارے اور خبر آسمان کے درمیان مگر کوئی ایسی چیز جو نئی پیدا ہوئی ہے سو زمین کے پورب اور پچھم میں پھرو یعنی زمین کی تمام طرفوں میں تلاش کرو سو دیکھو کہ تمہارے اور خبر آسمان کے درمیان کیا

وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الَّذِیْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ فَانْصَرَفَ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِنَخْلَةَ عَامِدِيْنَ إِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ وَهُوَ يُصَلِّيْ بِأَصْحَابِهِ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ اسْتَمَعُوْا لَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا وَاللّٰهِ الَّذِیْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ فَهُنَالِكَ حِيْنَ رَجَعُوْا إِلٰى قَوْمِهِمْ ﴿وَقَالُوْا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِیْ إِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿قُلْ أُوْحِیَ إِلَیَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ وَإِنَّمَا أُوْحِیَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ.

پردہ ہوا ہے سو جو جن کہ ملک تہامہ کی طرف تلاش کو آئے تھے اور بازار عکاظ کی طرف جار ہے تھے وہ حضرت ﷺ کی طرف آ نکلے یعنی اتفاقًا انہوں نے راہ میں جاتے حضرت ﷺ کو دیکھ لیا اور آپ نخلہ (ایک جگہ کا نام ہے ایک دن کی راہ مکے سے) میں اصحاب کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے سو جب اُن جنوں نے قرآن کی آواز سنی تو اس کو کان لگا کر سنتے رہے سوانہوں نے کہا قسم اللہ کی! یہی ہے وہ چیز جو تمہارے اور خبر آسمان کے درمیان پردہ ہو گیا ہے سو وہ جن اسی جگہ سے پلٹ گئے جب کہ انہوں نے اپنی قوم کی طرف رجوع کیا سو انہوں نے کہا کہ اے قوم ہماری! بے شک ہم نے سنا ہے ایک قرآن عجیب کہ راہ دیکھاتا ہے طرف ہدایت کی سو ہم ایمان لائے ساتھ اس کے اور ہرگز نہ شریک ٹھہرائیں گے ہم کسی کو ساتھ رب اپنے کے سو اللہ نے یہ آیت اپنے نبی پر اتاری کہ کہہ اے پیغمبر! وحی اتاری گئی ہے طرف میری اور سوائے اس کے نہیں کہ وحی کی گئی تھی طرف آپ کے قول جنوں کا۔

فائدہ: عرب میں کاہنوں کی ایک قوم تھی وہ جنوں کے ساتھ کچھ راہ و رسم رکھتے تھے سو مطلب اس قصے کا یہ ہے کہ حضرت ﷺ کی نبی ہونے سے پہلے جنوں کو آسمان پر جانے کی روک نہیں تھی سو جن آسمان کے پاس جا کر تاک میں لگے رہتے تھے جب اللہ کا کوئی حکم فرشتوں کو ہوتا اور فرشتے اول آسمان پر اس کی آپس میں گفتگو کرتے تو وہ جن اس کو سن لیتے اور زمین پر آ کر کاہنوں اور نجومیوں کو وہ خبر بتلا دیتے پھر کاہن وہ خبر لوگوں کو بتلاتے کہ فلاں دن میں یہ کام ایسا ہوگا سو جب حضرت ﷺ کو پیغمبری عنایت ہوئی اور قرآن اترنے لگا تو آسمان پر چوکیدار بیٹھ گئے کہ کوئی جن اس قرآن کو نہ سننے پائے تب انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ دنیا میں کوئی نئی چیز پیدا ہوئی ہے جس کے سبب سے ہم آسمان کی خبر سن نہیں سکتے ہیں اور ہم کو آسمان پر جانا نہیں ملتا سو تمام جہان میں پھر کر دیکھو کہ ایسی کون سی چیز پیدا ہوئی ہے؟ سو جنوں کے لشکر تمام جہان میں اس خبر کو تلاش کرنے کے واسطے پھیل گئے سو جو لشکر ان کا عرب کے ملک کی طرف تلاش کو آیا تھا انہوں نے حضرت ﷺ کو نخلہ میں فجر کی نماز پڑھتے دیکھا کہ یہی ہے وہ نئی چیز جو ہمارے اور آسمان کے درمیان پردہ ہوا ہے سو انہوں نے قرآن کو سنا اور مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کے سب جنوں کو

جا کر اطلاع دی اور اُن کو اسلام کی طرف ہدایت کی مگر حضرت ﷺ کو اس بات کی کچھ خبر نہیں تھی کہ جن آ کر قرآن سن گئے ہیں تب سورۂ جن نازل ہوئی اور حضرت ﷺ کو معلوم ہوا اور غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث سے یہ ہے کہ جنوں نے حضرت ﷺ سے قرآن سنا پس معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ فجر کی نماز میں قرآن پکار کر پڑھتے تھے سو ثابت ہوا کہ فجر کی نماز میں قرآن پکار کر پڑھنا چاہیے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے جنوں کا بند ہونا اور ان پر چنگاڑے پڑنا بعد نبوت آنحضرت ﷺ کے شروع ہوا ہے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ چنگاڑے پڑنا حضرت ﷺ کی پیدائش سے پہلے تھا سو تطبیق ان میں اس طور سے ہوسکتی ہے کہ چنگاڑوں کا پڑنا ابتدا زمانے سے ہے اور جنوں پر پڑنا حضرت ﷺ کی پیدائش کے بعد شروع ہوا ہوگا یا پہلے اتنی کثرت چنگاڑوں کی نہیں تھی اور جنوں کی بالکل بندش نہیں تھی بلکہ کبھی کبھی موقع پا کر کوئی خبر سن آتے تھے اور بعد نبوت آنحضرت ﷺ کے جنوں پر چنگاڑے پڑنے کی بہت کثرت ہوگئی اور آسمان پر جانے کی ان کو بالکل بندش ہوئی اور آسمان سے خبر بالکل رد کی گئی، واللہ اعلم اور بعض مفسر کہتے ہیں کہ رمی اور حراست حضرت ﷺ کی نبوت سے پہلے بھی تھی لیکن اسی وقت جب کہ کوئی بڑا امر حادث ہوتا تھا۔

۷۳۲ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا أُمِرَ وَسَكَتَ فِيمَا أُمِرَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

۷۳۲۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس نماز میں حضرت ﷺ کو پکار کر پڑھنے کا حکم ہوا اس میں آپ نے پکار کر پڑھا اور جس نماز میں آہستہ پڑھنے کا حکم ہوا اس میں آپ نے آہستہ پڑھا اور نہیں ہے رب تیرا بھولنے والا یعنی جس جگہ نماز میں اللہ نے آہستہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے تو وہ اس سبب سے نہیں کہ نعوذ باللہ اللہ کو وہ نمازیں یاد نہیں رہیں بلکہ اللہ نے اپنے رسول کو ایسا ہی حکم فرمایا جیسے کہ آپ نے کیا اور البتہ ہے واسطے تمہارے رسول میں پیروی بہتر یعنی حضرت ﷺ کی پیروی میں بہت عمدہ طریقہ ہے۔

فائدہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس باب میں روایتیں مختلف آئی ہیں کہ ظہر اور عصر کی نماز میں قرآن پڑھنا چاہیے یا نہیں سو بعض سے ثابت ہوتا ہے کہ نہیں پڑھنا چاہیے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنا چاہیے سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شاید یہ غرض ہے کہ حضرت ﷺ سے نماز ظہر اور عصر میں قرآن پڑھنا ثابت ہے اور آپ کی پیروی لازم ہے سو آپ کی پیروی کی جائے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نہ مانا جائے، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ فِي الرَّكْعَةِ ایک رکعت میں دو سورتیں جوڑ کر پڑھنی جائز ہیں اور

وَالْقِرَآءَةِ بِالْخَوَاتِيمِ وَبِسُوْرَةٍ قَبْلَ سُوْرَةٍ وَبِأَوَّلِ سُوْرَةٍ. وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُوْنَ فِي الصُّبْحِ حَتّٰى إِذَا جَآءَ ذِكْرُ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ أَوْ ذِكْرُ عِيْسٰى أَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ. وَقَرَأَ عُمَرُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى بِمِائَةٍ وَّعِشْرِيْنَ اٰيَةً مِّنَ الْبَقَرَةِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الْمَثَانِي. وَقَرَأَ الْأَحْنَفُ بِالْكَهْفِ فِي الْأُوْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِيُوْسُفَ أَوْ يُوْنُسَ وَذَكَرَ أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الصُّبْحَ بِهِمَا.

سورتوں کے آخر کو پڑھنا بھی جائز ہے یعنی اگر سورت کو اول سے نہ پڑھے اور اس کے آخر سے کچھ قرآن نماز میں پڑھ لے تو جائز ہے اور سورتوں کو آگے پیچھے کر کے پڑھنا بھی جائز ہے یعنی مثلا سورۂ ﴿قل یاایھا الکافرون﴾ کو پہلے پڑھے اور سورۂ ﴿انا اعطیناك﴾ کو پیچھے پڑھے خواہ ایک رکعت میں ہو خواہ دو رکعت میں ہو تو یہ بھی جائز ہے او رسورتوں کو اول سے پڑھنا بھی جائز ہے عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں سورۂ قد افلح المومنون پڑھی یہاں تک کہ جب موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا ذکر آیا یا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا تو آپ کو کھانسی ہوئی سو آپ نے رکوع کیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ سے ایک سو بیس آیت پڑھی اور دوسری رکعت میں قرآن کی اور سورت پڑھی اور احنف نے پہلی رکعت میں سورۂ کہف پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ یوسف یا یونس پڑھی اور اس نے ذکر کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ہم کو ان دونوں سورتوں سے صبح کی نماز پڑھائی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سورتوں کو آگے پیچھے پڑھنا جائز ہے اس لیے کہ پہلی رکعت میں اس نے سورہ کہف پڑھی اور دوسری رکعت میں سورہ یوسف حالانکہ قرآن میں سورہ یوسف پہلے ہے اور سورہ کہف بعد میں ہے پس اس اثر سے باب کا تیسرا مسئلہ ثابت ہوا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ سورتوں کو آگے پیچھے پڑھنا مکروہ ہے اس لیے کہ ترتیب عثمانی پر تمام صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے ہے پس اس کی رعایت کرنی مستحب ہے۔

وَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِأَرْبَعِيْنَ اٰيَةً مِّنَ الْأَنْفَالِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ. وَقَالَ قَتَادَةُ فِيْمَنْ يَّقْرَأُ سُوْرَةً

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورہ انفال کے اول سے چالیس آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں مفصل سے ایک سورت پڑھی کہ وہ سورہ ق سے آخر

وَاحِدَةً فِيْ رَكْعَتَيْنِ أَوْ يُرَدِّدُ سُوْرَةً وَاحِدَةً فِيْ رَكْعَتَيْنِ كُلٌّ كِتَابُ اللّٰهِ.

قرآن تک ہے، اگر کوئی شخص ایک سورت کو دو رکعتوں میں پڑھے یعنی آدھی پہلی میں اور آدھی دوسری میں یا ایک ہی سورت کو دو رکعتوں میں دو بار پڑھے تو قتادہ نے ایسے آدمی کے حق میں حکم دیا کہ کل قرآن ہے یعنی اس طرح پڑھنا جائز ہے مکروہ نہیں۔

فائدہ: اس سے سب مسئلے باب کے ثابت ہوتے ہیں پس مطابقت اس اثر کی باب سے ظاہر ہے اور یہی مذہب ہے حنفیہ کا لیکن افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں دوسری سورت کو پڑھے۔

وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِيْ مَسْجِدِ قُبَآءٍ وَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُوْرَةً يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلَاةِ مِمَّا يَقْرَأُ بِهِ افْتَتَحَ بِـ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا ثُمَّ يَقْرَأُ سُوْرَةً أُخْرٰى مَعَهَا وَكَانَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَكَلَّمَهُ أَصْحَابُهُ فَقَالُوْا إِنَّكَ تَفْتَتِحُ بِهٰذِهِ السُّوْرَةِ ثُمَّ لَا تَرٰى أَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتّٰى تَقْرَأَ بِأُخْرٰى فَإِمَّا تَقْرَأُ بِهَا وَإِمَّا أَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأَ بِأُخْرٰى فَقَالَ مَا أَنَا بِتَارِكِهَا إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ أَؤُمَّكُمْ بِذٰلِكَ فَعَلْتُ وَإِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ وَكَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْ أَفْضَلِهِمْ وَكَرِهُوْا أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ فَلَمَّا أَتَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرُوْهُ الْخَبَرَ فَقَالَ يَا فُلَانُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ وَمَا يَحْمِلُكَ

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد انصاری مسجد قبا میں ان کی امامت کیا کرتا تھا سو جب وہ نماز میں کوئی سورت پڑھنے کا ارادہ کرتا تو پہلے سورۂ ﴿قل هو الله احد﴾ پڑھ لیتا یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہوتا پھر اس کے ساتھ کوئی اور سورت پڑھتا اور ہر رکعت میں اسی طرح کیا کرتا تھا سو اس کے اصحاب نے اس سے کلام کی سو انہوں نے کہا تو پہلے تو یہ سورہ اخلاص پڑھتا ہے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سورت تجھ کو کافی نہیں ہوتی یہاں تک کہ تو دوسری سورت پڑھتا ہے سو یا تو تو صرف اسی کو پڑھا کر اور یا اس کو چھوڑ دے اور دوسری کسی سورت کو پڑھا کر سو اس نے جواب دیا کہ میں تو اس کو کبھی نہیں چھوڑوں گا سو اگر تم کو یہ منظور ہے کہ میں اسی سورت سے تمہاری امامت کروں تو میں امامت کروں گا اور اگر تم کو منظور نہیں تو تمہاری امامت چھوڑ دوں گا اور وہ لوگ اس کو اپنے میں سب سے افضل جانتے تھے سو انہوں نے دوسرے کی امامت کو پسند نہ کیا سو جب وہ شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو لوگوں نے آپ سے اس کا قصہ بتلایا سو آپ نے اس کو فرمایا کہ تو اپنے ساتھیوں کا

عَلٰى لُزُوْمِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ فِىْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَقَالَ إِنِّىْ أُحِبُّهَا فَقَالَ حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ.

کہا کیوں نہیں مانتا ہے اور تو نے اس سورت کو ہر رکعت میں لازم کیوں کر رکھا ہے؟ سو اس شخص نے عرض کی کہ میں اُس سورت سے محبت رکھتا ہوں سو آپ نے فرمایا کہ اس کی محبت تم کو بہشت میں داخل کرے گی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو سورتوں کو ایک رکعت میں جوڑ کر پڑھنا جائز ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ کا اور اس حدیث سے باب کا پہلا مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔

٧٣٣ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَآئِلٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّيْلَةَ فِىْ رَكْعَةٍ فَقَالَ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَآئِرَ الَّتِىْ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ فَذَكَرَ عِشْرِيْنَ سُوْرَةً مِّنَ الْمُفَصَّلِ سُوْرَتَيْنِ فِىْ كُلِّ رَكْعَةٍ.

٧٣٣۔ ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے آج کی رات ایک رکعت میں کل مفصل پڑھی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو نے جلدی کی مثل جلدی پڑھنے شعر کے یعنی جیسے شعر جلدی پڑھا جاتا ہے ویسے ہی تو نے قرآن کو جلدی پڑھا ہے البتہ میں پہچانتا ہوں اُن ہم مثل سورتوں کو جن کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جوڑ کر پڑھا کرتے تھے سو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیس سورتیں مفصل سے بیان کیں جن میں سے دو سورتیں ہر رکعت میں پڑھتے تھے۔

فائدہ: ابو داؤد کی روایت میں اُن سورتوں کا بیان اس طور سے آیا ہے کہ سورہ الرحمٰن والنجم ایک رکعت میں اور اقتربت الساعة و الحاقة دوسری رکعت میں اور طور اور ذاریات ایک رکعت میں اور واقعہ اور نون دوسری رکعت میں اور سال سائل والنازعات ایک رکعت میں اور مطففین اور عبس دوسری رکعت میں اور مدثر اور مزمل ایک رکعت میں اور ھل اتی اور لااقسم دوسری رکعت میں اور عم اور مرسلات ایک میں اور اسی طرح دخان اور کورت دوسری میں انتہی۔

پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت میں دو سورتوں کو پڑھنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آگے پیچھے پڑھنا جائز ہے پس باب کا پہلا اور تیسرا مسئلہ اس سے ثابت ہوا اور جاننا چاہیے کہ باب کا پہلا مسئلہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حدیث انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور باب کا دوسرا مسئلہ یعنی نماز میں سورتوں کا اخیر پڑھنا سو یہ عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے نماز میں سورۂ بقرہ کی سو آیت پڑھی اول سے یا آخر سے اور نیز یہ مسئلہ قتادہ کے قول سے بھی ثابت ہے کہ کل قرآن ہے کسی جگہ سے پڑھے جائز ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے کہ جیسے اول سورتوں کا پڑھنا جائز ہے ویسے ہی آکر سورتوں کا پڑھنا بھی جائز ہے اس لیے کہ جیسے ابتداء سورت کا ایک ٹکڑا ہے ویسے ہی آخر بھی اس کا ایک ٹکڑا ہے اور تیسرا مسئلہ باب کا حدیث انس رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے ثابت ہے اور چوتھا مسئلہ

باب کا حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حدیث عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے پس کل حدیثوں سے کل مسئلے باب کے ثابت ہو گئے اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ باب کے کل مسئلے ہر ہر حدیث سے ثابت ہوں بلکہ اگر کل حدیثوں سے کل کے باب ثابت ہو جائیں تو جب بھی مطابقت حدیثوں کی باب سے ثابت ہو جاتی ہے واللہ اعلم۔ لیکن امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ان چاروں مسئلوں میں یہ ہے کہ اگر اس طرح کر لے تو نماز فاسد نہیں ہوتی مگر خلاف اولیٰ ہے اور حنفیہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک تیسرا مسئلہ مکروہ ہے وہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں نماز مکروہ ہو جائے گی لیکن یہ حدیثیں ان پر رد کرتی ہیں اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ ترتیب سورتوں کی جواب قرآن میں موجود ہے یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی ہے یا کہ اصحاب کے اجتہاد سے سو صحیح اس میں یہی قول ہے کہ یہ ترتیب عثمانی ہے اصحاب کے اجتہاد سے ہوئی ہے وحی کے ذریعہ سے یہ حکم نہیں ہوا کہ اس ترتیب سے سورتیں آگے پیچھے رکھی جائیں لیکن ترتیب آیات کی سو یہ بالاتفاق توفیقی ہے اسی واسطے سورتوں کو آگے پیچھے پڑھنا جائز ہے اور آیتوں کو آگے پیچھے کر کے پڑھنا جائز نہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جلدی جلدی قرآن کو بلا سوچ پڑھنا مکروہ ہے لیکن اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ بغیر سوچنے معنی کے قرآن پڑھنا جائز ہے لیکن اگر ساتھ اس کے معنی بھی سوچتا جائے تو اس میں بڑا ثواب ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی رکعت سے دوسری رکعت کو لمبا کرنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ترتیب سورتوں قرآن کی اصحاب کے اجتہاد سے ہوئی ہے اس لیے کہ یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترتیب ہے اور یہ مخالف ہے ترتیب عثمانی کے۔

بَابُ يَقْرَأُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

اخیر دو رکعتوں میں فقط الحمد پڑھنے کا بیان۔

٧٣٤ ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُوْلَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ وَيُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى مَا لَا يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَهٰكَذَا فِي الْعَصْرِ وَهٰكَذَا فِي الصُّبْحِ.

۷۳۴۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دو رکعتوں میں الحمد اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور اخیر دو رکعتوں میں فقط الحمد پڑھتے تھے اور کبھی کبھی آپ ہم کو کوئی آیت سناتے اور پہلی رکعت میں اتنی لمبی قراءت پڑھتے جو دوسری میں نہ کرتے اسی طرح عصر کی نماز میں ہے اور اسی طرح فجر کی نماز میں ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اخیر دو رکعتوں میں صرف الحمد پڑھا جائے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب

سے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ الحمد ہر رکعت میں پڑھنا چاہیے کما مر۔

بَابُ مَنْ خَافَتَ الْقِرَآءَةَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ.

ظہر اور عصر کی نماز میں آہستہ قراءت پڑھنے کا بیان۔

٧٣٥ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ قُلْتُ لِخَبَّابٍ أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

۷۳۵۔ ترجمہ اس کا اوپر گزر چکا ہے اس میں صریح موجود ہے کہ آپ ظہر اور عصر کی نماز میں قراءت پوشیدہ پڑھتے تھے۔

بَابُ إِذَا أَسْمَعَ الْإِمَامُ الْأٰيَةَ.

جب سری نماز میں امام کوئی آیت پکار کر پڑھے تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

٧٣٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مَّعَهَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَيُسْمِعُنَا الْأٰيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يُطِيْلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى.

۷۳۶۔ ترجمہ اس کا ابھی گزر چکا ہے۔

فائدہ: بعض حنفی یہ کہتے ہیں کہ اگر سری نماز میں پکار کر پڑھے تو سجدہ سہو لازم آتا ہے گو بھول کر کیا ہو سو غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے رد کرنا ہے حنفیہ پر اس لیے کہ حضرت ﷺ نے سجدہ سہو نہیں کیا۔

بَابُ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى.

پہلی رکعت میں لمبی قراءت پڑھے۔

٧٣٧ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۷۳۷۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی رکعت میں لمبی قراءت پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں چھوٹی قراءت پڑھتے اور فجر کی نماز میں بھی اسی

وَسَلَّمَ كَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ.

طرح کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نماز میں پہلی رکعت لمبی کرے اور یہی ہے مسئلہ باب کا لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ فقط فجر کی نماز میں پہلی رکعت لمبی کرے اور کسی نماز میں نہ کرے سو یہ حدیث رد کرتی ہے ان پر اور بیہقی نے ان حدیثوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ اگر مقتدیوں کا انتظار ہو تو پہلے رکعت لمبی پڑھے ورنہ دونوں کو برابر پڑھے اور بعض کہتے ہیں کہ فجر کی پہلی رکعت لمبی پڑھے اور باقی نمازوں میں انتظار پر مدار رکھے لیکن اتباع ظاہر حدیث کا بہت افضل ہے۔

بَابُ جَهْرِ الْإِمَامِ بِالتَّأْمِيْنِ.

امام کا آمین پکار کر کہنا۔

فائدہ: آمین کا معنی جمہور علماء کے نزدیک یہ ہے کہ یا الٰہی! میری دعا قبول کر اور بعض کہتے ہیں کہ آمین اللہ کا اسم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ایک درجہ ہے بہشت میں واجب ہوتا ہے واسطے آمین کہنے والے کے۔

وَقَالَ عَطَآءٌ اٰمِيْنَ دُعَآءٌ.

عطاء نے کہا کہ آمین دعا ہے۔

فائدہ: آمین کا دعا ہونا اس بات کو چاہتا ہے کہ امام بھی اس کو کہے اس لیے کہ امام دعا کرنے والے کی جگہ میں کھڑا ہوا ہے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس اثر کی باب سے۔

أَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَآءَهٗ حَتّٰى إِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً.

ابن زبیر نے اور جو اس کے پیچھے تھے سب نے پکار کر آمین کہی یہاں تک کہ مسجد کے واسطے گونجنا تھا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ امام آمین کو پکار کر کہے اور مقتدی بھی پکار کر کہیں پس وجہ مطابقت اس اثر کی باب سے ظاہر ہے۔

وَكَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ يُنَادِي الْإِمَامَ لَا تُفُتْنِيْ بِاٰمِيْنَ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام کو کہتے تھے کہ مجھ سے آمین فوت مت کر۔

فائدہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروان کے مؤذن تھے سو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ یہ شرط کر لی تھی کہ ولا الضالین مجھ سے پہلے نہ کہا کر بلکہ جب میں صف میں داخل ہو جاؤں تو اس وقت کہا کرتا کہ میں بھی اس کے ساتھ شریک ہو جاؤں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جب اقامت ہوتی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں آتے تو امام کو پکار کر کہتے کہ آمین مجھ سے پہلے نہ کہو اس سے معلوم ہوا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قراءت پڑھا کرتے تھے۔

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدَعُهٗ وَيَحُضُّهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِيْ ذٰلِكَ خَيْرًا.

نافع نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما آمین کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے اور لوگوں کو آمین کی ترغیب دیتے تھے اور میں نے ا

س سے اس باب میں ایک حدیث سنی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر حال میں آمین کہا کرتے تھے خواہ امام ہوتے خواہ مقتدی ہوتے اور ظاہر یہی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما آمین پکار کر کہتے تھے اسی واسطے نافع نے کہا کہ وہ کبھی نہیں چھوڑتے تھے پس ظاہر یہی ہے کہ نافع ان کو آمین کہتے سنتا تھا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

۷۳۸ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوْا فَإِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ تَأْمِيْنُهُ تَأْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اٰمِيْنَ.

۷۳۸۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اس واسطے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق پڑ جائے گی تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور ابن شہاب نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہا کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام آمین کہے اور امام مالک رحمہ اللہ علیہ اور ان کے بعض مقلدین کا یہ مذہب ہے کہ امام آمین نہ کہے اور اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد یہ ہے جب امام دعا پڑھے یعنی اهدنا الصراط المستقيم کہے تو تم آمین کہو لیکن یہ تاویل غلط ہے اس لیے کہ جب آمین دعا ہوئی تو امام کو بطریق اولیٰ کہنی جائز ہو گی اور نیز حدیث ابن شہاب کی صریح ہے اس کے رد میں اور نیز ایک روایت میں صریح آ چکا ہے کہ وَاِنَّ الامام يَقول آمين یعنی امام بھی آمین کہتا ہے اور یہ لفظ ابو داؤد وغیرہ میں آیا ہے پس اس سے ثابت ہو گیا کہ امام بھی آمین کہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے ساتھ آمین کہیں نہ اس سے پہلے کہیں اور نہ اُس سے پیچھے کہیں اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا اور جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ امام بھی آمین کہے تو اب جن نمازوں میں قراءت پکار کر پڑھے گا اس میں آمین بھی پکار کر کہے گا جیسے کہ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے یہ باب باندھا ہے اور یہی ہے مذہب امام شافعی رحمہ اللہ علیہ اور امام احمد رحمہ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا مگر حنفی آمین پکار کر کہنا جائز نہیں رکھتے ہیں اور اس حدیث سے پکار کر کہنا اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کی آمین کو امام کی آمین کے ساتھ معلق کیا ہے سو اگر امام کی آمین سنی نہ جائے تو مقتدی معلوم نہیں کر سکتا۔ ے کہ امام نے آمین کس وقت کہی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آمین کہنے کی جگہ معلوم ہے کہ وہ بعد لفظ ولا الضالين کے ہے پس اس سے اس کا پکار کر کہنا لازم نہیں آتا ہے سو جواب اس کا یہ کہ احتمال

ہے کہ اس میں کوئی خلل واقع ہو پس یہ لازم نہیں آتا کہ مقتدی کو اس کا علم ہو جائے اور اس قسم کی اور بہت حدیثیں ہیں جن سے آمین کا پکار کر کہنا ثابت ہوتا ہے چنانچہ فتح الباری میں ابن شہاب سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ جب ولا الضالین پر پہنچتے تو آمین پکار کر کہتے اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ جب حضرت ﷺ الحمد سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے آمین کہتے اور ابوداؤد کی روایت میں آیا ہے کہ پہلی صف کے لوگ آپ کی آمین سنتے اور اسی طرح ابن حبان نے وائل بن حجر سے روایت کی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے اور اس کی تفصیل **باب جهر الامام بالتامین** میں آئندہ آتی ہے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ تم بھی امام کے ساتھ آمین کہو تو یہ حکم جمہور کے نزدیک استحباب کے واسطے ہے یعنی امام کے ساتھ آمین کہنا مستحب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مقتدی پر واجب ہے اور اہل ظاہر کہتے ہیں کہ ہر نمازی پر آمین کہنی واجب ہے اور اگر مقتدی قراءت پڑھتا ہو اور امام آمین کہہ دے تو مقتدی بھی اس کے ساتھ آمین کہے اور یہی مذہب ہے اکثر شافعیوں کا اور اس کے ساتھ قراءت قطع نہیں ہوتی اور مراد فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہونے سے یہ ہے کہ دونوں کی آمین ایک وقت میں واقع ہو اور مراد فرشتوں سے وہ فرشتے ہیں جو اس نماز میں حاضر ہوتے ہیں خواہ زمین کے فرشتوں سے ہوں یا آسمان کے فرشتوں سے ہوں ایک روایت میں آیا ہے کہ فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں اور مراد پچھلے گناہوں سے صغیرے گناہ ہیں یعنی پچھلے صغیرے گناہ سب معاف ہو جاتے ہیں اور اگر کبیرے گناہوں کو بھی اس میں شامل کیا جائے تو کہا جائے گا کہ یہ محض فضل اللہ کا ہے جس کو چاہے دے اور فرشتوں کی موافقت کی برکت سے کبیرے بھی معاف ہو جائیں لیکن بہر حال حقوق العباد اس سے مخصوص ہیں وہ معاف نہیں ہوتے جب تک کہ وہ حق دار خود معاف نہ کرے۔ واللہ اعلم

بَابُ فَضْلِ التَّأْمِيْنِ. آمین کہنے میں کیا ثواب ہے؟۔

۷۳۹ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ اٰمِيْنَ وَقَالَتِ الْمَلَآئِكَةُ فِي السَّمَآءِ اٰمِيْنَ فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

۷۳۹۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آمین کہتا ہے اور فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں سو جب ایک آمین دوسری آمین کے موافق پڑ جائے گی تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آمین کے ثواب کے برابر کوئی ثواب نہیں کہ ذرا سی بات ہے کہ اس میں مطلق کچھ تکلیف نہیں اور اس پر مغفرت اتنی بڑی ہے کہ پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اپنے

بندوں پر کہ تھوڑے کام پر اتنی مزدوری عنایت کرتا ہے اور مراد فرشتوں سے غیر اُن فرشتوں کے ہیں جو چوکیدار اور کراما کاتبین ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ جَهْرِ الْمَأْمُوْمِ بِالتَّأْمِيْنِ.

مقتدی کا آمین کو پکار کر کہنا۔

٧٤٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى أَبِيْ بَكْرٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ فَإِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ تَابَعَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنُعَيْمٌ الْمُجْمِرُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

۷۴۰۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اس واسطے کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق پڑ جائے گا تو اس کے پچھلے گناہ بخشے جائیں گے۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدی آمین پکار کر کہے اول اس وجہ سے کہ اس حدیث میں قول کا لفظ واقع ہوا ہے اور جب کہ خطاب میں مطلق قول واقع ہوا ہے اس سے مراد پکار کر کہنا ہوتا ہے اور جب کہ اس سے پوشیدہ کہنا مراد ہو تو اس وقت اس کے ساتھ کوئی قید ضرور ہوتی ہے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے آمین پکار کر کہنا کئی طرح ثابت ہوتا ہے۔اول اس وجہ سے کہ اس حدیث میں حکم ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو تو یہاں مقتدی کا آمین کہنا امام کے آمین کہنے کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے تو اب اگر امام مثلاً آمین پکار کر کہے تو ظاہر یہ ہے کہ مقتدی کو آمین پکار کر کہنی پڑے گی۔ دوم اس وجہ سے کہ اس حدیث میں مطلق آمین کہنے کا حکم آیا ہے پکار کر کہنے یا پوشیدہ کہنے کی اس میں کوئی قید نہیں اور پہلے ہم اس حدیث سے امام کے حق میں آمین پکار کر کہنا ثابت کر چکے ہیں اور جب کہ مطلق کے ساتھ ایک صورت میں عمل کیا جائے تو پھر دوسری کسی صورت پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہوتا ہے پس پوشیدہ کہنے پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہوگا۔سوم اس وجہ سے کہ مقتدی کو امام کی پیروی کرنے کا حکم ہے کما مر اور امام آمین پکار کر کہتا ہے جیسے کہ اوپر گزرا پس اس سے لازم آئے گا کہ مقتدی بھی آمین پکار کر کہے پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی اور اس باب میں اور بھی بہت حدیثیں صحیح آچکی ہیں جن سے معلوم ہوتا

ہے کہ مقتدی آمین پکار کر کہے چنانچہ ترمذی نے اپنی جامع میں سفیان کے طریق سے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" پڑھا تو کہا آمین اور کھینچا ساتھ اس کے آواز اپنی کو اور اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے پھر ترمذی نے کہا کہ میں نے ابو زرعہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا حال پوچھا تو اس کے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور علاء نے بھی سلمہ بن کھیل سے سفیان کی طرح حدیث روایت کی ہے اور اسی طرح محمد بن مسلمہ نے بھی اپنے باپ سے سفیان کی طرح حدیث روایت کی ہے اور بیہقی نے عطاء سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سو اصحاب کو اس مسجد میں پایا کہ جب امام ولا الضالین کہتا تو ان کی آواز آمین کے ساتھ گونجتی تھی اور ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ بلند کرتے آواز اپنی ساتھ آمین کے اور ابن ماجہ میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب **ولا الضالین** پڑھتے تو آمین پکار کر کہتے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب الحمد سے فارغ ہوتے تو بلند کرتے آواز اپنی کو ساتھ آمین کے روایت کیا ہے اس حدیث کو دارقطنی نے اور اس کو حسن کہا اور کہا حاکم نے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابن ماجہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں حسد کرتے ہیں تم سے یہود اوپر کسی چیز کے جس قدر کے حسد کرتے ہیں تم سے سلام کرنے پر اور آمین کہنے پر اور اسی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود تم سے آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں سو بہت آمین کہا کرو اور اسی قسم کی اور بھی کئی حدیثیں ہیں جو ہماری کتاب کلام المتین میں مذکور ہیں پس ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ مقتدی کے حق میں سنت یہی ہے کہ آمین پکار کر کہے لیکن حنفیہ آمین پکار کر کہنے کو جائز نہیں رکھتے ہیں اور وہ اس باب میں کئی دلیلیں پیش کرتے ہیں لیکن سب کی گنجائش اس موقع میں نہیں ہے کچھ تھوڑا سا بطورِ نمونہ کے بیان کیا جاتا ہے، وباللہ التوفیق۔

پہلی دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو کہ شعبہ نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ولا الضالین پر پہنچتے تو آمین آہستہ کہتے روایت کیا ہے اس حدیث کو ترمذی نے اور احمد اور ابو داؤد طیالسی اور ابو یعلی اور طبرانی وغیرہ نے سو جواب اس کا کئی طور سے ہے اول یہ کہ یہ حدیث بالکل ضعیف ہے لائق حجت کے نہیں ہے اس لیے کہ اس کے کل طریقوں میں شعبہ راوی واقع ہوا ہے اور اس کی کل سندوں میں شعبہ کا واسطہ موجود ہے اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں کہا ہے کہ سنا میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے کہ شعبہ نے اس حدیث میں کئی جگہ غلطی کی ہے۔ پہلی غلطی شعبہ راوی کی اس حدیث میں یہ ہے کہ کہا شعبہ نے حجر عنبس کا باپ ہے سو یہ اس کی غلطی ہے کہ حجر تو عنبس کا بیٹا ہے اور کنیت اس کی ابا سکن ہے۔ دوسری غلطی شعبہ راوی کی اس حدیث میں یہ ہے کہ شعبہ نے زیادہ کیا ہے اس حدیث کی سند میں عن علقمہ بن عائل حالانکہ یہ لفظ اس حدیث کی سند میں نہیں ہیں۔ اور تیسری غلطی شعبہ کی اس حدیث میں یہ ہے کہ کہا شعبہ نے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمین آہستہ کہی اور یہ اس کی خطا ہے اور صحیح یہ لفظ ہے کہ آپ نے آمین کے ساتھ اپنی آواز کو کھینچا۔ انتہی

اور ملا علی قاری حنفی نے مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں شعبہ کی غلطی پر تمام حفاظ حدیث کا اتفاق ہے اور تحقیق صواب معروف یہ لفظ ہے مَدبھا او رفع بھا صوتہٗ اور لفظ مد بھا صوتہ کو ترمذی اور احمد نے اور ابن شیبہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور لفظ رفع بھا صوتہ کا ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور روایت کیا ہے بیہقی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عطاء سے نقل کیا کہ پایا میں نے دوسو آدمی اصحاب سے کہ جب کہے امام و لا الضالین تو بلند کرتے آوازیں اپنی ساتھ آمین کے انتہی۔

اور شعبہ کی اس حدیث کے ضعیف ہونے کی ایک یہ بھی وجہ ہے کہ سماع علقمہ کا وائل سے ثابت نہیں چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں اور شیخ ابن الھمام حنفی نے فتح القدیر میں لکھا ہے پس اس حدیث میں شعبہ کا ضعیف ہونا بخوبی ثابت ہو گیا اب اس حدیث سے دلیل پکڑنی جائز نہیں۔ وجہ دوم یہ ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین آہستہ کہی تو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کو کیسے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت میں آمین کہی ہے؟ احتمال ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت خاص میں آمین پوشیدہ بھی نہ کہی ہو بالکل ترک کر دی ہو اس لیے کہ آمین کہنا کوئی واجب امر نہیں سنت یا مستحب ہے پس کبھی بالکل ترک کرنا استحباب کے مخالف نہیں ہے بلکہ سنت میں بھی کبھی کبھی ترک کرنا ضروری ہے اور اگر اس وقت آمین کہنا تسلیم بھی کیا جائے تو ضروری ہے کہ آپ نے پکار کر کہی ہو گی گو نرم آواز سے سہی اس لیے کہ کہ بالکل پوشیدہ کہنے سے مقتدی ہرگز نہیں سن سکتا ہے اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ امام نے اس وقت میں یہ کام کیا مگر جب کہ امام سے سن لے۔ وجہ سوم یہ ہے کہ اخفاء کا لفظ اضداد میں سے ہے یعنی کبھی اس کا معنی پکار کر کہنا آتا ہے اور کبھی اس کا معنی پوشیدہ رکھنا آتا ہے چنانچہ صراح میں لکھا ہے **الشی خفیا پنھاں کردن و آشکارا کردن وھو من الاضداد** انتہی۔

پس احتمال ہے کہ یہاں مراد اس سے پکار کر کہنا ہو پوشیدہ کہنا مراد نہ ہو اور جب کہ احتمال آ گیا تو استدلال باطل ہو گیا۔ وجہ چہارم یہ ہے کہ بہت احادیث قویہ واخبار صحیحہ قولیہ وفعلیہ صریح آمین کے پکار کر کہنے پر دلالت کرتی ہیں کما مر پس ضروری ہے کہ اخفاء سے مراد اس حدیث میں عدم کھڑک سخت رکھی جائے یعنی بہت سخت آواز سے چلا کر آمین نہ کہے درمیانہ آواز سے آمین کہے تا کہ سب حدیثوں کے درمیان تطبیق ہو جائے اس لیے کہ حتی الامکان تطبیق واجب ہے چنانچہ تلویح میں لکھا ہے کہ دو دلیلوں کے ساتھ عمل کرنا واجب ہے جب تک کہ ممکن ہو انتہی۔

اور شیخ عبدالحق نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ بعض شافعیوں نے دونوں قسم کی حدیثوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ مراد آہستہ آمین کہنے سے یہ ہے کہ بہت چلا کر نہ کہے اور مراد پکار کر کہنے سے یہ ہے کہ نرم آواز سے کہے اور شیخ ابن الھمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ میری رائے بھی یہی ہے پس اس سے دونوں قسم کی حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی۔ وجہ پنجم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی آمین پکار کر کہنا ترک بھی کر دیا ہو تو اس بات کا ہم انکار نہیں کرتے کبھی

واسطے بیان جواز کے آپ نے ترک کر دیا ہوگا بلکہ سنت میں تو بعض وقت ترک کرنا ضروری ہے پس بعض اوقات ترک کرنا سنت ہونے کے منافی نہیں ہے۔ وجہ ششم یہ ہے کہ آمین پکار کر کہنے کی حدیثیں اکثر قولی ہیں اور آہستہ آمین کہنے کی حدیث فعلی ہے اور وقت تعارض کے قول مقدم ہوتا ہے فعل پر کما تقرر فی الاصول۔ وجہ ہفتم یہ ہے کہ سفیان کی حدیث کو (جو آمین پکار کر کہنے کے باب میں آئی ہے) کسی نے ضعیف نہیں کہا اور متقدمین اور متاخرین سے کسی کی جرح اس پر آج تک نظر سے نہیں گزری بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ اور ابو ذرعہ اور دارقطنی وغیرہ حفاظ حدیث نے اس کو صحیح کہا ہے پس حدیث سفیان کی جو نص صریح ہے شعبہ کی حدیث پر ترجیح ہوگی۔ وجہ ہشتم یہ ہے کہ شعبہ سے اس حدیث کے برخلاف بھی روایت آ چکی ہے یعنی آمین بالجہر کرنے کی روایت بھی اس سے ثابت ہو چکی ہے جیسے کہ زیلعی حنفی نے تخریج ہدایہ میں بیہقی سے حدیث نقل کی ہے کہ شعبہ نے وائل سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی سو جب آپ ولا الضالین پر پہنچے تو آپ نے بلند آواز سے آمین کہی بیہقی نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ روایت سفیان کی حدیث کے موافق ہے پس اب قطعًا ثابت ہو گیا کہ شعبہ کی پوشیدہ آمین کہنے کی حدیث غلط ہے اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ وجہ نہم یہ ہے کہ اس پر سب محدثین وغیرہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ جب شعبہ کی روایت سفیان کی روایت کے مخالف ہو تو اس وقت سفیان کی روایت کو لیا جائے گا اور شعبہ کی روایت کو ترک کیا جائے گا چنانچہ ترمذی اور بیہقی اور ابو داؤد اور اعلام الموقعین وغیرہ میں لکھا ہے اور نیز شعبہ نے خود بھی کہا ہے کہ سفیان مجھ سے زیادہ تر حدیث کو یاد رکھنے والا ہے پس اندریں صورت حدیث سفیان کو بالاتفاق ترجیح ہوگی اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر فرضًا اس حدیث بخاری کے سوا اور حدیث بھی آمین پکار کر کہنے کی نہ ہوتی تو یہی کافی دلیل تھی اس پر کہ مقتدی آمین کہے اس لیے کہ مقتدی امام کی آمین کا وقت نہیں پہچان سکتے مگر جب کہ امام اپنی آمین ان کو سنا دے اور ہمیشہ سے اہل علم اس پر ہیں انتہی۔

اور اس حدیث کے اور بھی بہت جواب ہیں جن کی تفصیل ہماری کتاب کلام المتین میں مذکور ہے شائق اس کا مطالعہ کرے اس سے زیادہ اس مسئلے کی تحقیق کسی کتاب میں نہیں ہے اور دوسری دلیل حنفیہ کی یہ آیت ہے ﴿ادعوا ربکم تضرعا وخفیه﴾ یعنی پکارو رب اپنے کو عاجزی اور پوشیدہ کہتے ہیں کہ آمین دعا ہے پس اس کو پوشیدہ کہنا چاہیے سو جواب اول اس کا یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے ہر قسم کی دعا کو شامل ہے اور حدیث آمین پکار کر کہنے کی خاص ہے اور تخصیص عام کی ساتھ خاص کے یعنی حدیث کے جائز ہے اُن چار وجہوں سے جو مسئلہ قراءت خلف الامام میں آیت ﴿واذا قرئ القرآن﴾ کے جواب میں گزر چکے ہیں وہاں مطالعہ کرنا چاہیے پس آمین اس آیت کے عموم میں داخل نہیں ہوگی بلکہ اس سے باہر رہے گی پس آمین پکار کر کہنا جائز رہے گا۔ اور دوم جواب اس کا یہ ہے کہ آمین کے دعا ہونے میں بھی اختلاف ہے جیسے کہ اوپر گزر چکا ہے پس اس آیت میں اس کا داخل ہونا مسلم نہیں ہے۔ سوم جواب

اس کا یہ ہے کہ صیغہ امر کا مطلق وجوب پر دلالت کرتا ہے حالانکہ حنفیہ وجوب کے قائل نہیں ہیں۔ چہارم مفسرین اکثر نے تضرعا وخفیہ کی تفسیر یہ لکھی ہے سرا واعلانیۃ یعنی پوشیدہ بھی کہے اور پکار کر بھی کہے پس اس آیت سے استدلال باطل ہوا۔ پنجم اخفاء کا لفظ اضداد سے ہے کما مر۔ ششم تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ نہ بہت چلا کر کہے اور نہ بہت پوشیدہ کہے بلکہ درمیانی آواز سے کہے چنانچہ اس کے آگے کی آیت میں ﴿دون الجهر من القول﴾ کے تحت میں لکھا ہے کہ درمیانی آواز سے کہے نہ بہت چلا کر اور نہ بہت پوشیدہ پس معلوم ہو گیا کہ اس آیت میں پوشیدہ کہنا مراد نہیں ہے اور نیز یہ بھی معلوم نہیں ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث اس آیت کے اول کی ہے پس احتمال ہے کہ اس آیت سے متاخر ہو پس آمین اس میں داخل نہیں ہو گی اور بعض کہتے ہیں کہ آمین کا پکار کر کہنا منسوخ ہے سو جواب اس کا اول یہ ہے جو کہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ابو داؤد اور ابن حبان وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت ﷺ پکار کر آمین کہا کرتے تھے اور اس میں رد ہے اس شخص پر جو نسخ کا دعویٰ کرتا ہے اس لیے کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اخیر دنوں میں مسلمان ہوا ہے اور جب کہ اُس نے حضرت ﷺ کو آمین کہتے سنا تو معلوم ہوا کہ آمین پکارنا منسوخ نہیں ہوا۔ دوم یہ کہ عطاء سے روایت ہے کہ میں نے دو سو صحابی کو آمین پکارتے دیکھا ہے کما مر پس اگر یہ امر منسوخ ہوتا تو اتنے صحابہ میں سے کسی نہ کسی کو ضرور اطلاع ہوتی اور نیز ترمذی نے لکھا ہے کہ یہی مذہب ہے بہت صحابہ اور تابعین اور پہلوں کا اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام اسحاق رحمہ اللہ وغیرہ کا اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہی مذہب ہے جمہور علماء کا پس اگر آمین پکار کر کہنا منسوخ ہوتو امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق وغیرہ مجتہدین کو اس کی ضرور اطلاع ہوتی اس لیے کہ مجتہد ہونے کی ایک یہ بھی شرط ہے کہ ناسخ اور منسوخ کو پہچانتا ہو اور جب کہ ایسے بڑے بڑے مجتہدین کو اس کا نسخ معلوم نہ ہوا تو پھر یہ مجتہد کیسے ہو سکتے ہیں اور نیز منسوخ حکم پر عمل کرنا جائز نہیں ہے پھر دو سو صحابہ اور اتنے مجتہدین وغیرہ جمہور نے جو اس ناجائز حکم پر عمل کیا تو ان کا کیا حال ہے؟ بینوا توجروا۔ سوم کوئی ناسخ اس باب میں موجود نہیں پس محض احتمال سے دعویٰ نسخ کرنا قطعا حرام اور ناجائز ہے۔ چہارم شرائط نسخ کا یہاں پایا جانا ممکن نہیں ہے پس مدعی نسخ کو لازم ہے کہ اولا شرائط نسخ کی بیان کرے بعد اس کے دعویٰ نسخ زبان پر لائے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے جو بعض اوقات میں آمین کہتا ہے تو وہ واسطے تعلیم کے کیا ہے سو یہ دعویٰ ان کا بھی بالکل غلط ہے اور اگر تعلیم کے واسطے ہوتا تو آپ بیان فرما دیتے حالانکہ کسی حدیث یا کسی اثر ضعیف بلکہ موضوع سے بھی یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ یہ آمین پکار کر کہنا تعلیم کے واسطے تھا محض احتمال اور مجرد خیال ہے اس پر کوئی دلیل نہیں پس اس سے استدلال کرنا بالکل جائز نہیں اور باقی تفصیل اس مسئلے کی ہماری کتاب کلام المتین رد فتح المبین میں دیکھنی چاہیے بیان اسی قدر کافی ہے۔

بَابُ إِذَا رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ. جب صف کے پیچھے رکوع کر لے تو اس کا کیا حکم ہے؟

یعنی اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟۔

فائدہ: مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر امام مقتدی سب رکوع میں ہوں اور کوئی آدمی پیچھے سے آئے اور خیال کرے کہ اگر میں صف تک چل کر گیا تو مجھ کو رکوع نہیں ملے گا سو وہ شخص جس جگہ کھڑا ہو وہیں رکوع کرلے اور رکوع کے اندر صف میں آملے تو اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

۷۴۱ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنِ الْأَعْلَمِ وَهُوَ زِيَادٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّهُ انْتَهٰى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفِّ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ.

۷۴۱۔ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ رکوع میں تھے سو جلدی سے صف کے پیچھے نیت کر کے رکوع میں شریک ہو گیا یعنی اس خیال سے کہ رکوع کا ثواب نہ جاتا رہے سو کسی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال بیان کیا سو آپ نے فرمایا کہ اللہ تیری حرص کو زیادہ کرے اور یہ کام پھر نہ کرنا یعنی دوڑ کر آنا اور صف کے پیچھے رکوع کے صف میں مل جانا پھر نہ کرنا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص صف کے پیچھے نیت کر کے رکوع میں شریک ہو جائے تو اس کی نماز امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علماء کے نزدیک اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح ہو جاتی ہے لیکن کراہت سے خالی نہیں اور یہ نہی ان کے نزدیک تنزیہی ہے یعنی یہ نماز افضل نہیں ہوتی اور بعض لوگوں کے نزدیک یہ نہی تحریمی ہے ان کے نزدیک نماز صحیح نہیں ہوگی اس لیے کہ صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے کی ممانعت آچکی ہے اور اس شخص نے صف کے پیچھے نیت کی ہے اور یہی ہے مذہب امام احمد رحمہ اللہ اور امام اسحاق رحمہ اللہ اور شافعیہ کا لیکن جمہور کا قول اس باب میں قوی ہے اس لیے کہ آپ نے اس کو نماز کا دوہرانا نہیں فرمایا فقط منع کر دیا کہ پھر ایسا نہ کرنا اور اس حدیث سے بعض لوگ دلیل پکڑتے ہیں کہ رکوع میں مل جانے سے رکعت ہو جاتی ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے کہ اس میں وہ رکعت دوہرانے کا ذکر نہیں ویسے ہی اس میں یہ بھی ذکر نہیں کہ اس نے اس رکعت کو کافی سمجھ لیا ہو پس یہ استدلال ٹھیک نہیں ہے اور بعض نے ان حدیثوں میں اس طور سے تطبیق دی ہے کہ اگر صف کے پیچھے رکوع کر کے صف میں شریک ہو جائے تو اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے جیسے کہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے کیا اور اگر صف کے پیچھے نیت کر کے وہیں کھڑا رہا تو نماز درست نہیں ہوگی۔

بَابُ إِتْمَامِ التَّكْبِيْرِ فِي الرُّكُوْعِ. نماز کی تکبیروں کا شمار پورا کرنا ساتھ رکوع کے۔

فائدہ: طحاوی وغیرہ نے بعض لوگوں سے نقل کیا ہے کہ وہ سجدے میں تکبیریں نہیں کہتے تھے اور زیاد اور معاویہ بھی تکبیریں نہیں کہتے تھے اور بنو امیہ بھی تکبیریں نہیں کہتے تھے اور بعض سے یہ بھی آیا ہے کہ وہ سوائے تکبیر تحریمہ کے اور

کوئی تکبیر نہیں کہتے تھے لیکن بعد اس زمانے کے یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ جب سجدے جائے تو اس وقت بھی تکبیر کہے اور جب سر اٹھائے تو اس وقت بھی تکبیر کہے لیکن یہ تکبیریں رکوع اور سجود کی جمہور کے نزدیک سنت ہیں اور یہی مذہب ہے ابو صدیق اور عمر اور جابر اور عثمان اور علی اور ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہم اور قیس اور شعبی اور اوزاعی اور سعید بن عبدالعزیز اور مالک اور شافعی اور ابو حنیفہ وغیرہ سب علماء کا مگر جمہور کے نزدیک صرف تکبیر تحریمہ واجب ہے اور امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ ظاہر یہ کہتے ہیں کہ یہ تکبیریں کل واجب ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض بھی اس باب سے یہی ہے کہ نماز میں رکوع وسجود میں ہر جگہ تکبیریں کہی جائیں اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ پہلے زمانے میں اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ ہر خفض اور رفع میں تکبیریں کہنی سنت ہیں۔

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ.

روایت کیا ہے تکبیریں پوری کرنے کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسے کہ آئندہ باب میں آئے گا اور اس باب میں مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے جیسے کہ آئندہ وہ حدیث آئے گی۔

۷۴۲ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ صَلَّى مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ ذَكَّرَنَا هٰذَا الرَّجُلُ صَلَاةً كُنَّا نُصَلِّيْهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَفَعَ وَكُلَّمَا وَضَعَ.

۷۴۲۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ میں نماز پڑھی سو کہا اس شخص نے یعنی علی رضی اللہ عنہ نے ہم کو وہ نماز یاد دلا دی جس کو ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے سو عمران نے ذکر کیا کہ علی رضی اللہ عنہ تکبیر کہتے تھے جب کہ سر اٹھاتے اور جب کہ سر نیچے رکھتے یعنی تمام انتقالات میں تکبیریں کہتے تھے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر رکوع اور سجود میں سر رکھتے اور سر اٹھاتے وقت اللہ اکبر کہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عمران وغیرہ کو یہ تکبیریں یاد نہیں تھی یا عمدًا چھوڑ دی ہوئی تھیں۔

۷۴۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَإِذَا انْصَرَفَ قَالَ إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ

۷۴۳۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھایا کرتے تھے سو تکبیر کہتے تھے جس وقت کہ سر نیچے رکھتے اور جس وقت کہ سر اٹھاتے تھے سو جب نماز پڑھ چکے تو کہا کہ البتہ میں تم سے زیادہ تر مشابہت رکھتا ہوں نماز میں ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یعنی میری نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کے ساتھ زیادہ تر موافق ہے تم سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود میں سر رکھتے اور اٹھاتے وقت سب جگہ تکبیریں کہی جائیں پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ إِتْمَامِ التَّكْبِيْرِ فِي السُّجُوْدِ.

سجدے میں تکبیریں کہنے کا بیان۔

فائدہ: اس باب سے بھی وہی غرض ہے جو پہلے مذکور ہوئی۔

٧٤٤ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ أَخَذَ بِيَدِيْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ قَدْ ذَكَّرَنِيْ هٰذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ لَقَدْ صَلَّى بِنَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۷۴۴۔ مطرف بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور عمران بن حصین نے علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی سو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے اور جب سر اٹھاتے تو اس وقت بھی تکبیر کہتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی تکبیر کہتے سو جب علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ چکے تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اُس شخص نے مجھ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلائی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سجدے میں بھی تکبیر کہتے تھے۔

٧٤٥ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا عِنْدَ الْمَقَامِ يُكَبِّرُ فِيْ كُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ وَإِذَا قَامَ وَإِذَا وَضَعَ فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَوَلَيْسَ تِلْكَ صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أُمَّ لَكَ.

۷۴۵۔ عکرمہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرد کو مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھتے دیکھا کہ تکبیر کہتا تھا سر رکھتے اور سر اٹھاتے اور جب سیدھا کھڑا ہوتا اور سجدے میں جاتا تو اس وقت بھی تکبیر کہتا سو میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر دی تو اس نے کہا کہ کیا یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہیں تیری ماں مر جائے یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عکرمہ کو یہ بد دعا دی واسطے جھڑکنے کے کہ تو ایسی سنت کو نہیں جانتا ہے۔

بَابُ التَّكْبِيْرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُوْدِ.

جب سجدے سے کھڑا ہو تو تکبیر کہے۔

٧٤٦ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ

۷۴۶۔ عکرمہ سے روایت ہے کہ میں نے مکے میں ایک

أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَّعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّهُ أَحْمَقُ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مُوْسَى حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ.

بوڑھے آدمی کے پیچھے نماز پڑھی سو اس نے نماز میں بائیس تکبیریں کہیں سو میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ یہ بوڑھا بڑا احمق ہے کہ اتنی تکبیریں نماز میں کہتا ہے سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تیری ماں تجھ کو روئے یہ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

فائدہ: وہ بوڑھے آدمی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ عکرمہ نے اس کو بیہودہ گالی دی اور ایسے ہی اس کی بے ادبی کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں بائیس تکبیریں کہی جائیں اور نماز کی پوری تکبیریں اتنی ہی ہیں اس لیے کہ ہر رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں تو چار رکعت کی بیس ہوئیں اور ایک تکبیر تحریمہ اور تکبیر پہلے التحیات کی اس کے ساتھ ملائیں تو بائیس ہو گئیں۔

٧٤٧ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِيْ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ.

٧٤٧۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے جب کہ کھڑے ہوتے یعنی تکبیر تحریمہ کہتے جب رکوع کرتے تو اس وقت بھی تکبیر کہتے اور جب رکوع سے پیٹھ اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے پھر جب سیدھے کھڑے ہوتے تو ربنا لک الحمد کہتے اور ایک روایت میں ربنا ولک الحمد کہتے یعنی واو کے ساتھ پھر جب سجدے میں جاتے تو اس وقت بھی تکبیر کہتے پھر جب سر اٹھاتے تو تب بھی تکبیر کہتے پھر جب دوسرا سجدہ کرتے تو اس وقت بھی تکبیر کہتے پھر جب سر اٹھاتے تو پھر تکبیر کہتے پھر ہر رکعت میں اسی طرح کرتے یہاں تک کہ سب نماز ادا کرتے اور جب دو رکعت کے بعد التحیات پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی تکبیر کہتے۔

بَابُ وَضْعِ الْأَكُفِّ عَلَى الرُّكَبِ فِي

رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا بیان یعنی ایک ہتھیلی کو

الرُّكُوْعِ. ایک گھٹنے پر رکھے اور دوسری کو دوسرے پر۔

فائدہ: صحیح مسلم وغیرہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رکوع میں تطبیق کیا کرتے تھے اور تطبیق کہتے ہیں اس کو کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر رکوع میں دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھے اور ایسے ہی اور بعض ان کے اصحاب سے بھی مروی ہے سو غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے یہ ہے کہ رکوع میں تطبیق کرنا منسوخ ہے اب تطبیق نہیں کرنی چاہیے اور شاید ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نسخ کی حدیث نہیں پہنچی اس واسطے وہ ہمیشہ رکوع میں تطبیق کیا کرتے تھے۔

وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ فِيْ أَصْحَابِهٖ أَمْكَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ.

ابوحمید رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب میں بیان کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مضبوط کیا اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر۔

فائدہ: یہ حدیث پوری آگے آئے گی اس سے معلوم ہوا کہ رکوع میں تطبیق نہ کرے بلکہ ایک ہاتھ ایک گھٹنے اور دوسرا ہاتھ دوسرے گھٹنے پر رکھے۔

۷۴۸ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ يَعْفُوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ يَقُوْلُ صَلَّيْتُ إِلٰى جَنْبِ أَبِيْ فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّيَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَيَّ فَنَهَانِيْ أَبِيْ وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهٗ فَنُهِيْنَا عَنْهُ وَأُمِرْنَا أَنْ نَضَعَ أَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ.

۷۴۸۔ مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ کے پاس نماز پڑھی سو میں نے اپنی دونوں ہتھیلیوں میں تطبیق کی یعنی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں ڈالا پھر ان کو اپنے دونوں رانوں کے درمیان رکھا سو میرے باپ نے مجھ کو منع کیا اور کہا کہ ہم اس کو پہلے کیا کرتے تھے پھر ہم کو اس سے منع ہوا اور ہم کو حکم ہوا کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا کریں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ابتدائے اسلام میں تطبیق جاری تھی پھر بعد اس کے منسوخ ہوگئی اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ مذہب ہمارا اور مذہب تمام علماء کا یہ ہے کہ رکوع میں تطبیق کرنی منسوخ ہے مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تطبیق سنت ہے ان کو ناسخ نہیں پہنچا اور صواب وہی قول ہے جس پر جمہور علماء ہیں واسطے ثابت ہونے صریح ناسخ کے انتہی ملخصا۔

بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوْعَ.

اگر کوئی رکوع کو پورا نہ کرے یعنی اس میں اطمینان نہ کرے تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔

۷۴۹ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ

۷۴۹۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے ایک مرد کو دیکھا کہ رکوع اور سجود کو پورا نہیں کرتا تھا سو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا

وَهْبٍ قَالَ رَاٰى حُذَيْفَةُ رَجُلًا لَا يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ قَالَ مَا صَلَّيْتَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِيْ فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا.

کہ تیری نماز نہیں ہوئی اور اگر تو اس حال میں مرگیا تو مرے گا غیر اُس دین پر جس پر اللہ نے حضرت ﷺ کو پیدا کیا یعنی بے دین ہو کر مرے گا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود میں آرام کرنا واجب ہے اور اس کو ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اس لیے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بعض رکنوں کے ترک سے اس کو بے دین ٹھہرایا مگر یہ اس وقت ہے جب کہ فطرت سے دین مراد رکھا جائے اور یہی ہے مذہب امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور ابو یوسف اور جمہور کا کہ ان کے نزدیک رکوع اور سجدے میں اطمینان کرنا فرض ہے اگر اس کو ترک کرے تو نماز نہیں ہوتی دوہرا کر پڑھے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ نماز ہو جاتی ہے مگر ناقص ہے اور اگر سنت مراد رکھی جائے تو یہ بھی ہو سکتا ہے اور بعض اس وعید کو حقیقت پر حمل کرتے ہیں اور بعض زجر پر اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کوئی صریح حکم اس کا بیان نہیں کیا بلکہ اسی طرح سے کلام کی جو دونوں حکموں کا احتمال رکھتی ہے اور یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی اکثر عادت ہے کہ جس مسئلہ میں اماموں کا اختلاف ہو اس میں کوئی حکم صریح بیان نہیں کرتا بلکہ ایسی کلام کر جاتا ہے جو دونوں مذہبوں کا احتمال رکھے بہر حال ایسی صورت میں نماز کو دوہرانا زیادہ احتیاط ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ رکوع اور سجود اور جلسے میں طمانیت واجب ہے اور یہی ہے مذہب ہمارا اور جمہور علماء اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو واجب نہیں کہتے لیکن یہ حدیث ان پر رد کرتی ہے۔

بَابُ اِسْتِوَآءِ الظَّهْرِ فِي الرُّكُوْعِ وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ فِيْ أَصْحَابِهٖ رَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهٗ.

رکوع میں پیٹھ کو سر کے برابر کرنے کا بیان۔ اور ابو حمید رضی اللہ عنہ نے اپنے یاروں کو بیان کیا کہ حضرت ﷺ نے رکوع کیا پھر ٹیڑھا کیا پیٹھ اپنی کو۔

فائدہ: یہ حدیث آئندہ آئے گی اور اس کے ایک طریق میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے پیٹھ کو سر کے برابر کیا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے گویا کہ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ اس کے بعض طریقوں میں یہ لفظ واقع ہوا ہے کما بر بیانه مرارا۔

بَابُ حَدِّ إِتْمَامِ الرُّكُوْعِ وَالْاِعْتِدَالِ فِيْهِ وَالطُّمَأْنِيْنَةِ.

نہایت تک رکوع پورا کرنا اور اس میں اعتدال کرنا اور آرام پکڑنا۔

فائدہ: یہ پہلے باب میں داخل ہے اور تعلیق ابو حمید رضی اللہ عنہ کی پہلے جزء باب کے مطابق ہے اور حدیث براء رضی اللہ عنہ کی دوسرے مسئلے کے مطابق ہے۔

۷۵۰ ـ حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ قَالَ حَدَّثَنَا

۷۵۰۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کا رکوع اور

شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُودُهُ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُودَ قَرِيبًا مِّنَ السَّوَآءِ.

سجدہ اور جلسہ اور قومہ سوائے قیام اور التحیات کے برابری سے نزدیک تھے یعنی ان چار جگہوں میں آرام اور اطمینان اتنا کرتے کہ آپس میں ایک دوسرے کے قریب قریب ہوتا سوائے قیام اور التحیات کے کہ اُن دونوں میں بہت طول کرتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود اور قومہ اور جلسہ آپس میں برابر ہیں اور ایک طریق میں آیا ہے کہ قومہ میں بہت طول کرتے تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ سب میں اطمینان کرنا چاہیے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اطمینان کی حد یہ ہے کہ پہلے رکن کی حرکت بالکل باقی نہ رہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رکوع پورا کرنے کی حد یہ ہے کہ سجدہ کے برابر ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتدال قومہ میں ایک رکن طویل ہے۔

بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي لَا يُتِمُّ رُكُوعَهُ بِالْإِعَادَةِ.

ایک شخص نے رکوع پورا نہ کیا تو حضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ نماز دوہرا کر پڑھ۔

۷۵۱ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَصَلَّى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ فَمَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ فَعَلِّمْنِي قَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ

۷۵۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ مسجد میں تشریف لائے سو ایک شخص آیا اور نماز پڑھ کے چلا اور حضرت ﷺ کو سلام کیا سو آپ نے اس کو سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ پلٹ جا اور پھر نماز پڑھ کہ تیری نماز نہیں ہوئی سو اس نے پھر جلدی جلدی نماز پڑھی اور حضرت ﷺ کو سلام کر کے چلا سو آپ نے فرمایا کہ پلٹ جا اور پھر نماز پڑھ کہ تیری نماز نہیں ہوئی اسی طرح اس نے تین بار نماز پڑھی پھر اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھ کو اس سے زیادہ بہتر نماز پڑھنی نہیں آتی سو آپ مجھ کو نماز سکھلایئے سو آپ نے فرمایا کہ جب تو نماز کے واسطے کھڑا ہوا کرے تو اللہ اکبر کہا کر پھر پڑھ جو کچھ کہ تجھ کو قرآن سے یاد ہو پھر رکوع کیا کر آرام اور اطمینان سے پھر سر اٹھایا کر یہاں تک کہ خوب سیدھا کھڑا ہو جائے پھر سجدہ کیا کر اطمینان اور چین سے پھر سر اٹھایا کر یہاں تک کہ بیٹھے تو آرام اور چین سے پھر سجدہ کیا کر آرام اور اطمینان سے پھر

حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلَاتِكَ كُلِّهَا.

اسی طرح ہر رکعت میں کیا کر۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ارکانِ نماز میں تعدیل اور اطمینان کرنا واجب ہے جلدی کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا اور حنفیہ کے نزدیک سنت ہے اگر ترک کرے تو نماز باطل نہیں ہوتی صحیح ہو جاتی ہے لیکن طحاوی کی میل بھی وجوب کی طرف معلوم ہوتی ہے اور اس حدیث میں اگرچہ اقامت اور تعوذ اور دعائے استفتاح اور تکبیر تحریمہ وغیرہ میں رفع یدین کرنا اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھنا اور انتقالات کی تکبیریں اور رکوع اور سجود کی تسبیحات کہنا اور التحیات کی ہیئت اور ہاتھ کا زانو پر رکھنا وغیرہ مذکور نہیں لیکن اس حدیث کے بعض طریقوں میں یہ سب ثابت ہو چکے ہیں صرف نیت اور التحیات اول اور آخر اور سلام اور درود اس میں مذکور نہیں سو یہ بھی اس پر محمول ہے کہ وہ اس کو جانتا تھا پس سب رکن واجب ہیں بموجب اس حدیث کے سو جو شخص ان چیزوں کے وجوب کا قائل نہیں اس کو لازم ہے کہ کوئی ایسی دلیل پیش کرے جو اس کی مخصص ہو سکے اور اس کے ایک طریق میں یہ بھی آیا ہے کہ اس نے بہت ہلکی نماز پڑھی تھی رکوع اور سجود پورا نہیں کیا تھا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے اور بھی کوئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ جو شخص نماز میں کسی واجب کو ترک کرے وہ نماز کو دوہرائے اور یہ کہ نیک بات بتلائے اور برے کام سے روکے اور مسئلہ کو اچھی طرح کھول کر بیان کرے اور یہ کہ سائل کو جھڑک نہ دے اور یہ کہ سلام کو مکرر کہنا جائز ہے اور اس کا جواب دینا جائز ہے جب کہ جدا ہوا گرچہ ایک جگہ سے باہر نہ ہو اور یہ کہ امام اور عالم کا مسجد میں بیٹھنا یاروں کے ساتھ جائز ہے اور یہ کہ عالم کے پاس بڑے ادب سے جائے اور اپنے قصور کا اقرار کرے اور یہ کہ وضو کے فرض وہی ہیں جو قرآن میں آ چکے ہیں اور جو احکام اس کے حدیث سے معلوم ہوئے ہیں وہ فرض نہیں مستحب ہیں اور یہ کہ ہر رکعت میں قرآن پڑھنا واجب ہے اور یہ کہ جو شخص بے علمی سے نماز میں کوئی قصور کر بیٹھے تو جائز نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نفی حقیقت پر محمول ہے اس لیے کہ آپ نے آخر بار میں نماز کی تعلیم کی تو گویا کہ آپ نے فرمایا کہ اس طور سے نماز دوہرا کر پڑھ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کو حسن خلق کمال درجے کا تھا۔

بَابُ الدُّعَآءِ فِي الرُّكُوْعِ.

رکوع میں دعا کرنے کا بیان۔

۷۵۲ ۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ

۷۵۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ اپنے رکوع میں اور سجدے میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے سُبْحَانَكَ

مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ.

اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ یعنی پاک ہے تو اے الٰہی! اے رب ہمارے! اور میں تسبیح کہتا ہوں ساتھ حمد تیری کے اے الٰہی! بخش دے مجھ کو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع میں دعا کرنی جائز ہے اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے رد کرنا ہے اس شخص پر جو رکوع میں دعا کرنے کو مکروہ کہتا ہے جیسے امام مالک رحمہ اللہ اور حدیث سے التسبیح فی الرکوع بھی ثابت ہے لیکن چونکہ تسبیح میں کسی کو اختلاف نہیں اسی واسطے اس کا خاص کر کے علیحدہ باب باندھا اور رکوع میں تسبیح کہنے کا ذکر نہ کیا اور امام شافعی رحمہ اللہ واحمد وغیرہ علماء کے نزدیک رکوع اور سجود میں جو دعا کرے جائز ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ رکوع اور سجود میں دعا نہ پڑھے تسبیح کہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ الْإِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهٗ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ.

جب امام اور مقتدی رکوع سے سر اٹھائیں تو اس وقت کیا دعا پڑھیں؟۔

فائدہ: یہ ما موصولہ ہے استفہامیہ نہیں۔

۷۵۳ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ يُكَبِّرُ وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ.

۷۵۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اللهم ربنا ولك الحمد کہتے اور جب آپ رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس وقت تکبیر کہتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی اللہ اکبر کہتے۔

فائدہ: اس حدیث میں مقتدی کا ذکر نہیں کہ کیا کہے لیکن اس سے اشارہ ہے اس طرف کہ مقتدی کا حکم اُن حدیثوں سے ثابت ہے جو پہلے مذکور ہو چکی ہیں جیسے کہ یہ حدیث ہے کہ امام اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے اور فرمایا کہ میری نماز جیسی نماز پڑھو پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ مقتدی بھی وہ دعا پڑھے جو امام پڑھتا ہے۔

بَابُ فَضْلِ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ.

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنے کی فضیلت کا بیان

۷۵۴ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ

۷۵۴۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

فرمایا کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم کہا کرو اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اس واسطے کہ جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق پڑ جائے گا اس کے اگلے گناہ بخشے جائیں گے۔

فائدہ: امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور ابو یوسف اور محمد اور جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ امام دونوں لفظ کہے یعنی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک امام صرف سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے اور مقتدی اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہے لیکن اس باب میں جمہور کا مذہب قوی ہے اور بہت حدیثیں صحیحہ اس پر دلالت کرتی ہیں اور دلیل حنفیہ کی یہ حدیث ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس سے صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں کا قول امام کے قول سے پیچھے واقع ہو اور یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ امام اس کے سوا کچھ نہ کہے اور دوسری دلیلوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ امام دونوں کو جمع کرے جیسے کہ سابق باب میں ابھی گزرا ہے اور آئندہ بھی آئے گا کہ حضرت ﷺ تسمیع اور تحمید دونوں کو جمع کیا کرتے تھے پس یہ حدیثیں مقدم ہیں یا دونوں امر جائز ہوں تو یہ بھی ہوسکتا ہے باقی رہا تنہا نماز پڑھنے والا سو اس کے حق میں سب کا اجماع ہو چکا ہے کہ وہ تسمیع اور تحمید دونوں کو جمع کرے۔

بَابُ الْقُنُوْتِ. نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کا بیان۔

فائدہ: بخاری کے بعض نسخوں میں یہ ترجمہ نہیں بلکہ بعض میں باب کا لفظ بھی نہیں سو اس تقدیر پر پہلے باب سے اس کو یہ مناسبت ہے یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ دعائے قنوت کو سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد پڑھا جائے سو یہ بھی ایک ذکر ہے بعد رکوع کے جیسے کہ تسمیع ایک ذکر ہے بعد رکوع کے۔

۷۵۵ ۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَأُقَرِّبَنَّ صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقْنُتُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرَةِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَصَلَاةِ الْعِشَآءِ وَصَلَاةِ الصُّبْحِ بَعْدَ

۷۵۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ البتہ میں تم کو نزدیک کرتا ہوں طرف نماز حضرت ﷺ کے سو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قنوت پڑھتے تھے پہلی رکعت میں نماز ظہر کے اور عشاء کے اور فجر کے بعد کہتے سمع اللہ لمن حمدہ کے سو مسلمانوں کے واسطے دعا کرتے اور کافروں کے واسطے لعنت کرتے۔

مَا يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَيَدْعُوْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ.

۷۵۶ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ الْقُنُوْتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ.

۷۵۶۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ قنوت مغرب اور عشاء کی نماز میں تھی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حادثہ کے وقت سب نمازوں میں قنوت پڑھی جائے اور بعض حدیثوں میں ایک مہینے کی قید آئی ہے تو احتمال ہے کہ اس سے کوئی خاص قنوت مراد ہو اور پوری بحث اس مسئلہ کی آئندہ آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ

۷۵۷ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّيْ وَرَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَالَ رَجُلٌ وَرَآءَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ قَالَ أَنَا قَالَ رَأَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلَاثِيْنَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ.

۷۵۷۔ رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا تو سمع الله لمن حمده کہا اور آپ کے پیچھے سے ایک مرد نے یہ کہا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ یعنی اے رب ہمارے اور واسطے تیرے ہے تعریف ایسی تعریف کہ بہت ہے اور پاک ہے بابرکت سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کون ہے یہ حمد کہنے والا؟ اس نے عرض کیا کہ یا حضرت! میں ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کئی اوپر تیس فرشتوں کو دیکھا کہ جلدی کرتے تھے کہ ان میں سے کون ان کلموں کو لکھے۔

فائدہ: اس عدد فرشتوں کے بیان کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ ان کلموں کے حروف بھی کئی اوپر تیس ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کوئی ذکر غیر ماثور کرنا جائز ہے جب کہ ماثور کے مخالف نہ ہو اور یہ کہ نماز میں ذکر کے ساتھ آواز بلند کرنا جائز ہے اور یہ کہ چھینکنے والا نماز میں الحمد للہ کہے تو مکروہ نہیں اور یہ کہ ذکر کو لمبا کرنا جائز ہے، واللہ اعلم

بَابُ الطُّمَأْنِيْنَةِ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَوٰى جَالِسًا

جب رکوع سے سر اٹھائے تو آرام اور اطمینان سے کھڑا ہو۔ اور ابو حمید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا اور خوب سیدھے کھڑے ہوئے یہاں تک

حَتّٰی یَعُوْدَ کُلُّ فَقَارٍ مَّکَانَهٗ. کہ ہر ہڈی اپنی اپنی جگہ پر آ گئی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جب حضرت ﷺ رکوع سے سر اٹھاتے تو خوب سیدھے کھڑے ہوا کرتے تھے اور اس کو اطمینان لازم ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

۷۵۸ ۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ کَانَ اَنَسٌ یَنْعَتُ لَنَا صَلَاةَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَکَانَ یُصَلِّیْ وَإِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ قَامَ حَتّٰی نَقُوْلَ قَدْ نَسِیَ.

۷۵۸۔ ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انس رضی اللہ عنہ ہم سے حضرت ﷺ کی نماز بیان کرتے تھے سو نماز پڑھتے تھے پس جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہوتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ بھول گئے ہیں۔

۷۵۹ ۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَکَمِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنِ الْبَرَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ رُکُوْعُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُهٗ وَإِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ وَبَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ قَرِیْبًا مِّنَ السَّوَآءِ.

۷۵۹۔ ترجمہ اس حدیث کا باب استواء الظہر الخ میں گزر چکا ہے۔

۷۶۰ ۔ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ قَالَ کَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَیْرِثِ یُرِیْنَا کَیْفَ کَانَ صَلَاةُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَذَاكَ فِیْ غَیْرِ وَقْتِ صَلَاةٍ فَقَامَ فَاَمْکَنَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَمْکَنَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَاَنْصَبَ هُنَیَّةً قَالَ فَصَلّٰی بِنَا صَلَاةَ شَیْخِنَا هٰذَا اَبِیْ بُرَیْدٍ وَکَانَ اَبُوْ بُرَیْدٍ إِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ الْاٰخِرَةِ اسْتَوٰی قَاعِدًا ثُمَّ نَهَضَ.

۷۶۰۔ ابو قلابہ سے روایت ہے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نماز کے واسطے کھڑے ہوئے تا کہ ہم کو دکھائیں کہ حضرت ﷺ کس طرح نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ ان کا نماز پڑھنا نماز کے وقت نہیں تھا بلکہ اور وقت میں تھا سو سیدھے کھڑے ہوئے اور اطمینان سے پھر رکوع کیا اطمینان سے پھر سر اٹھایا اور کچھ تھوڑی دیر اطمینان کیا سو اس نے کہا کہ اس نے ہم کو ہمارے اس شیخ ابو یزید کی طرح نماز پڑھائی ہے او را بو یزید جب آخری سجدے سے سر اٹھاتا تو خوب سیدھا ہو کر بیٹھ جاتا پھر کھڑا ہوتا۔

فائدہ: ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ قومہ میں اطمینان کرنا واجب ہے اور اعتدال ایک رکن طویل ہے اور حدیث

انس رضی اللہ عنہ کی اس باب میں نص ہے پس اس کو چھوڑ دینا لائق نہیں اور یہی بھی معلوم ہوا کہ اعتدال میں لمبا ذکر کرنا بھی جائز ہے جیسے کہ صحیح مسلم وغیرہ میں بعد سمع اللہ لمن حمدہ کے بہت ذکر طویل وارد ہوا ہے پس بڑا تعجب ہے اس شخص سے جو قومہ میں ذکر لمبا کرنے سے نماز کو باطل کہے اور حنفیہ اس کو جائز نہیں رکھتے ہیں مگر ان کے پاس اس باب میں کوئی دلیل نہیں محض خیال ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جلسۂ استراحت مستحب ہے۔

بَابُ يَهْوِىْ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ يَسْجُدُ.

جب سجدہ کے واسطے جھکے تو اس وقت تکبیر کہے۔

فائدہ: غرض اس سے یہ ہے کہ تکبیر جھکنے کے ساتھ کہنی چاہیے نہ اُس سے پہلے کہے نہ پیچھے۔

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

اور نافع نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہاتھوں کو زمین پر گھٹنوں سے پہلے رکھتے تھے۔

فائدہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ سجدے جانے کے وقت گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھے اور یہی مروی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور نخعی وغیرہ تابعین سے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک زمین پر پہلے ہاتھ رکھے اور دونوں قسم کی حدیثیں موجود ہیں کسی کو ترجیح نہیں معلوم ہوتی پس جس طرح کوئی کرے جائز ہے اور اس اثر کو باب سے کچھ مناسبت نہیں بلکہ باب کے اندر داخل ہے اور ابن خزیمہ نے کہا کہ یہ تقدیم یدین کی حدیث منسوخ ہے لیکن یہ دعویٰ نسخ صحیح نہیں۔

٧٦١ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِيْ كُلِّ صَلَاةٍ مِّنَ الْمَكْتُوْبَةِ وَغَيْرِهَا فِيْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ فَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يَّسْجُدَ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ أَكْبَرُ حِيْنَ يَهْوِىْ سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ ثُمَّ

٧٦١۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ہر نماز میں تکبیر کہا کرتے تھے فرضوں میں بھی اور نفلوں میں بھی رمضان میں بھی اور غیر رمضان میں بھی سو جب نماز کے واسطے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر جب رکوع کرتے تو تب بھی تکبیر کہتے پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے پھر کہتے ربنا ولك الحمد سجدہ کرنے سے پہلے پھر جب سجدے کے واسطے جھکتے تو تب بھی تکبیر کہتے پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو تب بھی تکبیر کہتے پھر جب سجدے میں جاتے تو تب بھی تکبیر کہتے پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو تب بھی تکبیر کہتے پھر جب دو رکعت کے بعد التحیات پڑھ کر کھڑے ہوتے تو تب بھی تکبیر کہتے اور اسی طرح ہر رکعت میں کرتے تھے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوتے پھر جب نماز سے پھرتے تو کہتے قسم ہے اُس ذات کی

يُكَبِّرُ حِينَ يَقُوْمُ مِنَ الْجُلُوْسِ فِي الْاِثْنَتَيْنِ وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَقُوْلُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَأَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَتْ هٰذِهٖ لَصَلَاتَهٗ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا.

جس کے قابو میں میری جان ہے البتہ میں تم سے زیادہ تر مشابہ ہوں نماز میں ساتھ رسول اللہ ﷺ کے بے شک آپ کی یہی نماز تھی جب کہ آپ نے دنیا کو چھوڑ۔

۷۶۲ ـ قَالَا وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ يَدْعُوْ لِرِجَالٍ فَيُسَمِّيْهِمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِيْ رَبِيْعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ وَأَهْلُ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مِنْ مُضَرَ مُخَالِفُوْنَ لَهٗ.

۷۶۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تھے حضرت ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو کہتے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد پھر آپ کئی مسلمانوں کے واسطے دعا کرتے اور ان کے نام لیتے پس فرماتے الٰہی! نجات دے ولید بن ولید کو او رسلمہ بن ہشام کو اور عیاش بن ربیعہ کو اور مکے کے دبے ہوئے بے زور مسلمانوں کو اے الٰہی! اپنا سخت عذاب ڈال مضر کی قوم پر اور اُن پر سات برس کا قحط ڈال جیسے کہ یوسف علیہ السلام کے وقت میں قحط پڑا تھا اور پورب کے رہنے والے یعنی کفارِ مضر اس وقت آپ کے دشمن تھے۔

فائدہ: مکے میں چند مسلمان غریب کافروں کے پاس قید تھے او رکفار قریش ان کو بہت ستاتے تھے سو جب حضرت ﷺ نے ان کی خلاصی کے لیے دعا کی تو آخر اللہ نے ان کو نجات دی اور مُضر عرب میں ایک کافروں کی قوم تھی وہ لوگ بڑے سخت کافر تھے حضرت ﷺ سے بہت دشمنی رکھتے تھے اسی واسطے حضرت ﷺ نے ان پر بد دعا کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب سجدے جانے کے واسطے جھکے تو اس وقت تکبیر شروع کرے یہاں تک کہ سجدے میں جا پڑے پس معلوم ہوا کہ یہ ذکر جھکنے کے وقت کا ہے کھڑے ہوئے تکبیر نہ کہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قنوت کا مقام رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مردوں کا نام لینا نماز کو نہیں توڑتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب پہلی التحیات سے کھڑا ہونے لگے تو اس وقت تکبیر شروع کرے نہ یہ کہ بعد کھڑے ہونے کے تکبیر کہے۔

۷۶۳ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا

۷۶۳۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ﷺ

سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ مِنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلّٰى بِنَا قَاعِدًا وَقَعَدْنَا وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً صَلَّيْنَا قُعُوْدًا فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا قَالَ سُفْيَانُ كَذَا جَآءَ بِهِ مَعْمَرٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَقَدْ حَفِظَ كَذَا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَكَ الْحَمْدُ حَفِظْتُ مِنْ شِقِّهِ الْأَيْمَنِ فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ الزُّهْرِيِّ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَنَا عِنْدَهُ فَجُحِشَ سَاقُهُ الْأَيْمَنُ.

گھوڑے سے گر پڑے سو آپ کے دائیں پہلو چھل گئے یعنی زخمی ہو گئے سو ہم آپ کے پاس بیمار پرسی کو آئے پس نماز کا وقت آیا سو آپ نے ہم کو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ہم نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھی سو جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا کہ امام تو صرف اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ **سمع اللہ لمن حمدہ** کہے تو تم کہا کرو **ربنا ولک الحمد** اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ کی دائیں پنڈلی چھل گئی تھی امام بخاری رحمہ اللہ نے سفیان سے نقل کیا کہ زہری نے **ربنا ولک الحمد** واو کے ساتھ روایت کی ہے یعنی بعض لوگوں نے زہری سے اس کلمے کو بغیر واو کے بھی نقل کیا ہے لیکن زیادہ ترجیح یہی ہے کہ یہ کلمہ واو کے ساتھ ہے۔

فائدہ: اس حدیث کی وجہ مناسبت باب سے کسی نے بیان نہیں کی۔

بَابُ فَضْلِ السُّجُوْدِ.

سجدہ کرنے کی فضیلت کا بیان۔

٧٦٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَطَآءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا أَنَّ النَّاسَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ هَلْ تُمَارُوْنَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُوْنَهُ سَحَابٌ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَهَلْ

۷۶۴۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کیا کہ یا حضرت! کیا ہم قیامت میں اللہ کو دیکھیں گے؟ سو آپ نے فرمایا کیا تم کو شک پڑتی ہے چودھویں رات کے چاند دیکھنے میں؟ اصحاب نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ! فرمایا بھلا تم کو کچھ تردد اور ازدحام ہوتا ہے سورج کے دیکھنے میں جس وقت کہ آسمان صاف ہو اور بادل نہ ہوں اصحاب نے کہا کہ نہیں فرمایا سو بے شک تم اللہ کو بھی اسی طرح دیکھو گے اللہ

تُمَارُوْنَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذٰلِكَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الشَّمْسَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الْقَمَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الطَّوَاغِيْتَ وَتَبْقٰى هٰذِهِ الْأُمَّةُ فِيْهَا مُنَافِقُوْهَا فَيَأْتِيْهِمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا فَإِذَا جَآءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيْهِمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ أَنْتَ رَبُّنَا فَيَدْعُوْهُمْ فَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يَّجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهٖ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ إِلَّا الرُّسُلُ وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِيْ جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللّٰهُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُّوْبَقُ بِعَمَلِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ يُّخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُوْ حَتّٰى إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ رَحْمَةَ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَمَرَ اللّٰهُ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُّخْرِجُوْا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِاٰثَارِ السُّجُوْدِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُوْدِ فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ فَكُلُّ ابْنِ اٰدَمَ تَأْكُلُهُ

تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا اور فرمائے گا کہ جو شخص جس چیز کی بندگی کر رہا ہے تو اس کا ساتھ دے یعنی اپنے معبود کے ساتھ دوزخ میں جائے سو جو شخص کہ آفتاب کو پوجتا ہوگا تو آفتاب کے ساتھ جائے گا اور جو چاند کو پوجتا ہوگا سو چاند کے ساتھ جائے گا اور جو بتوں اور دیو بھوت کو پوجتا ہوگا وہ ان کے ساتھ جائے گا اور یہ امت محمدی باقی رہ جائے گی اس میں منافق لوگ بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر ظاہر ہوگا اُس صفت میں جو ان کے اعتقاد کے مخالف ہے سو فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں تو مسلمان کہیں گے کہ (نعوذ باللہ اللہ ہم کو تجھ سے پنا میں رکھے) ہم اس مکان میں منتظر ہیں یہاں تک کہ ہمارا رب ہم پر ظاہر ہو سو جب کہ ظاہر ہوگا تو ہم اپنے رب کو پہچان جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ اس صفت میں ظاہر ہوگا جو ان کے اعتقاد کے موافق ہے سو فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں تو مسلمان کہیں گے ہاں بے شک تو ہمارا رب ہے سو اس کی اتباع کریں گے اور دوزخ کی پشت پر پل رکھا جائے گا تو میں اور میری امت سب سے پہلے عبور کریں گے او رسوائے پیغمبروں کے اس دن کوئی نہ بول سکے گا اور پیغمبروں کا قول اس دن یہ ہوگا کہ الٰہی! پناہ الٰہی! پناہ اور دوزخ میں آنکڑے ہیں جیسے سعدان کے کانٹے (سعدان ایک جھاڑی کا نام ہے اس کے کانٹے سر کج ہوتے ہیں) حضرت ﷺ نے فرمایا کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ اصحاب نے کہا ہاں یا حضرت! آپ نے فرمایا تو وہ دوزخ کے آنکڑے بھی سعدان کے کانٹوں کی طرح ہیں مگر یہ کہ سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا کہ کتنے کتنے بڑے ہیں فرشتے اُن آنکڑوں سے لوگوں کو دوزخ کے اندر پل سے کھینچ لیں گے ان کے بداعمال

النَّارُ إِلَّا أَثَرَ السُّجُوْدِ فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوْا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَآءُ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ ثُمَّ يَفْرُغُ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَآءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَيَبْقٰى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ اٰخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهٖ قِبَلَ النَّارِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِيْ عَنِ النَّارِ قَدْ قَشَبَنِيْ رِيْحُهَا وَأَحْرَقَنِيْ ذَكَاؤُهَا فَيَقُوْلُ هَلْ عَسَيْتَ إِنْ فُعِلَ ذٰلِكَ بِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِي اللّٰهَ مَا يَشَآءُ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيَصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ فَإِذَا أَقْبَلَ بِهٖ عَلَى الْجَنَّةِ رَأٰى بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ أَنْ يَّسْكُتَ ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ قَدِّمْنِيْ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهٗ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ أَنْ لَّا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنْتَ سَأَلْتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ لَا أَكُوْنُ أَشْقٰى خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ فَمَا عَسَيْتَ إِنْ أُعْطِيْتَ ذٰلِكَ أَنْ لَّا تَسْأَلَ غَيْرَهٗ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ لَا أَسْأَلُ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيُعْطِيْ رَبَّهٗ مَا شَآءَ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيُقَدِّمُهٗ إِلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَأٰى زَهْرَتَهَا وَمَا فِيْهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُوْرِ فَيَسْكُتُ مَا شَآءَ اللّٰهُ أَنْ يَّسْكُتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ وَيْحَكَ يَا ابْنَ

کے سبب سے سو بعض آدمی تو اپنے بدعمل کے سبب سے ہلاک ہو جائیں گے اور بعض آدمی آدھ موا نجات پانے تک یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے فیصلے سے فراغت پائے گا اور چاہے گا کہ نکالے دوزخ والوں میں سے اپنی رحمت سے جس کو چاہے تو فرشتوں کو حکم کرے گا کہ دوزخ سے اس کو نکال لیں جس نے اللہ کے ساتھ کچھ شریک نہ کیا ہو جس پر اللہ نے رحمت کا ارادہ کیا ہو جو کہ لا الہ الا اللہ کہتا ہو تو فرشتے ان کو دوزخ میں پہچان لیں گے ان کو سجدے کی نشان سے پہچانیں گے آگ آدمی کو جلا ڈالے گی مگر سجدے کی نشان کو اللہ نے دوزخ پر سجدے کا مکان جلانا دوزخ پر حرام کیا ہے تو دوزخ سے نکالے جائیں گے جلے بُھنے پھر اُن پر آب حیات چھڑکا جائے گا تو اس سے وہ جم اٹھیں گے جیسے پانی کے بہاؤ کے کوڑے میں خودرو دانہ جم اٹھتا ہے پھر اللہ تعالیٰ بندوں کا فیصلہ کر چکے گا اور ایک مرد باقی رہ جائے گا دوزخ کا سامنا کیے ہوئے اور وہ اہل بہشت میں سے سب سے پیچھے بہشت میں داخل ہوگا تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب! میرا منہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے کہ اس کی بدبو نے مجھ کو تنگ کر دیا اور اس کے لپٹ نے مجھ کو جلا ڈالا ہے سو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا جہاں تک کہ اللہ اس کا دعا کرنا چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اگر میں یہ تیرا سوال پورا کروں تو اس کے سوا تو کچھ اور بھی سوال کرے گا سو وہ شخص کہے گا میں اس کے سوا کچھ نہ مانگوں گا سو اپنے رب سے نہ مانگنے کا قول اقرار کرے گا جس طرح کہ اللہ چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے منہ کو دوزخ کی طرف سے پھیر دے گا سو جب کہ بہشت کا سامنا کرے گا اور اس کو دیکھے گا جتنا کہ اللہ چاہے تو پھر کہے گا اے میرے

اٰدَمَ مَا اَغْدَرَكَ اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْاَلَ غَيْرَ الَّذِيْ اُعْطِيْتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ لَا تَجْعَلْنِيْ اَشْقٰى خَلْقِكَ فَيَضْحَكُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهُ ثُمَّ يَاْذَنُ لَهٗ فِيْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى حَتّٰى اِذَا انْقَطَعَ اُمْنِيَّتُهٗ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا اَقْبَلَ يُذَكِّرُهٗ رَبُّهٗ حَتّٰى اِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْاَمَانِيُّ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ لَمْ اَحْفَظْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَوْلَهٗ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ اِنِّيْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ ذٰلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ.

رب! مجھ کو آگے بڑھا دے بہشت کے دروازے تک تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کیا تو قول واقرار نہیں کر چکا ہے پہلے سوال کے سوائے مجھ سے اور سوال نہ کرے گا تیرا برا ہو اے آدمی تو کیا دغا باز ہے تو وہ مرد کہے گا اے رب میرے! اور اللہ سے دعا مانگے گا جہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ اگر میں تیرا مطلب پورا کردوں تو اس کے سوا تو اور کچھ بھی مانگے گا تو وہ کہے گا کہ تیری عزت کی قسم ہے کہ نہ مانگوں گا سوا اپنے رب سے نہ مانگنے کا قول واقرار کرے گا تو اللہ اس کو بہشت کے دروازے پر کھڑا کر دے گا سو جب وہ بہشت کے دروازے پر کھڑا ہوگا تو تمام بہشت اس پر ظاہر ہو گی سو اس کو نظر آئے گا جو کچھ اس میں نعمت اور فرحت سے ہے تو چپ رہے گا جتنا کہ اللہ چاہے گا پھر کہے گا کہ اے میرے رب! اب مجھ کو بہشت میں داخل کر دے تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کیا تو قول اقرار نہیں کر چکا ہے کہ اب میں نہ مانگوں گا؟ تیرا برا ہو اے آدمی تو کیا دغا باز ہے تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب میں تیری مخلوق میں بدبخت بے نصیب نہیں ہونے کا تو ہمیشہ دعا کرے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے سو جب کہ اللہ راضی ہوگا تو فرمائے گا کہ جا بہشت میں سو جب وہ بہشت میں جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کسی چیز کی آرزو کر تو وہ مانگے گا اپنے رب سے اور تمنا ظاہر کرے گا یہاں تک کہ اس پر کرم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کو یاد دلائے گا کہ فلانی چیز بھی مانگ لے فلانی چیز بھی مانگ لے یہاں تک کہ جب اس کی سب ہوس اور خواہشات پوری ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے یہ سب سوال پورے ہوئے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی میں

نے تجھ کو دیا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا
کہ میں نے تجھ کو اس کے ساتھ دس گنا اور بھی دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ کا دیدار قیامت میں مسلمانوں کو ہوگا اور یہی مذہب ہے تمام اہل سنت اور جماعت کا مگر بعض لوگ اس سے انکار کرتے ہیں ان کی قسمت میں یہ نعمت عظمیٰ نہیں لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کیفیت دیدار کی ہم کو معلوم نہیں کہ کس طرح ہوگا اس کو اللہ ہی جانتا ہے اور یہ حدیث آئندہ بھی آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ کرنے کی بڑی فضیلت ہے اس لیے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے دوزخ پر سجدے کے مکان کو جلانا حرام کیا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہے کہ آگ تمام بدن کو جلا ڈالے گی مگر سجدے کا مکان چاند کی طرح چمکتا ہوگا اس کو آگ ہرگز نہ جلا سکے گی پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور مراد سجدے کے مکان سے بعض کے نزدیک سات اعضاء ہیں یعنی ہاتھ اور پاؤں اور گھٹنے اور پیشانی اور بعض کے نزدیک فقط پیشانی ہے یعنی چہرہ چاند کی طرح چمکے گا اور یہ جو فرمایا کہ اس امت میں منافق بھی ساتھ ہوں گے تو یہ اس واسطے کہ جیسے منافق دنیا میں مسلمانوں میں چھپے ہوئے تھے ویسے ہی قیامت میں بھی مسلمانوں میں مل جائیں گے اس خیال سے کہ شاید ہماری بھی ان کے ذریعہ سے نجات ہو جائے اور ہم کو ذلت نہ ہو سو اچانک مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان ایک قلعہ کھینچ دیا جائے گا اور علیحدہ کر کے عذاب میں گرفتار کیے جائیں گے اور یہ جو فرمایا کہ پہلے اللہ ایسی صفت میں ظاہر ہوگا جو مسلمانوں کے اعتقاد کے مخالف ہے سو بعض کہتے ہیں کہ پہلا قول منافقوں کا ہے اور دوسرا قول مسلمانوں کا ہے یعنی اللہ تو اپنی اصلی صورت مقدس سے ظاہر ہوگا لیکن چونکہ وہ صفت منافقوں کے اعتقاد کے مخالف ہوگی تو منافق کہیں گے تو ہمارا رب نہیں پس منافق مسلمانوں سے علیحدہ ہو جائیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ پہلی بار فرشتہ آئے گا یعنی ان کی آزمائش کے لیے اور دوسری بار خود رب ظاہر ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

بَابُ يُبْدِي ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِي فِي السُّجُوْدِ.

سجدے میں نمازی اپنی کہنیوں کو پہلو سے دور رکھے اور پیٹ کو رانوں سے دور رکھے۔

۷۶۵ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرٍ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ نَحْوَهُ.

۷۶۵۔ مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تو اپنے دونوں بازوؤں کو خوب کھول دیتے تھے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی یعنی ہر ہاتھ کو پہلو سے دور رکھتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں اپنی کہنیوں کو پہلو سے دور رکھے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ اس سے آدمی کا بوجھ چہرے سے ہلکا ہو جاتا ہے اور ناک اور منہ کو زمین پر رکھنے میں تکلیف نہیں پہنچتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس صورت میں تواضع زیادہ پائی جاتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اگر ہر ہر عضو کو علیحدہ رکھے اور ہر عضو سے علیحدہ سجدہ کرے تو گویا ایسا ہے کہ ایک آدمی کے بدلے کئی آدمی سجدہ کر رہے ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ اپنے بازوں کو اس قدر کھولتے کہ ان کے تلے سے جانور گزر سکتا لیکن یہ حکم مستحب ہے واجب نہیں۔

بَابُ يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ قَالَهُ أَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نمازی اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلے کی طرف رکھے یعنی التحیات میں۔ اور اس حدیث کو حضرت ﷺ سے ابو حمید رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث آئندہ آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُوْدَ.

جب نمازی سجدہ کو پورا نہ کرے یعنی اس میں اطمینان نہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

٧٦٦ ـ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَأٰى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٧٦٦۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے ایک مرد کو نماز پڑھتے دیکھا کہ وہ نہ رکوع پورا کرتا تھا اور نہ سجدہ سو جب وہ نماز پڑھ چکا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا کہ تیری نماز نہیں ہوئی اور اگر تو اسی حالت میں مر گیا تو بے دین ہو کر مرے گا۔

فائدہ: یہ حدیث پہلے بھی باب اذا لم یتم الرکوع میں گزر چکی ہے۔

بَابُ السُّجُوْدِ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ.

سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا بیان۔

٧٦٧ ـ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ وَلَا يَكُفَّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ.

٧٦٧۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کو حکم ہوا سجدہ کرنے کا سات ہڈیوں پر اور یہ حکم ہوا کہ نماز میں کپڑے اور بالوں کو نہ سمیٹیں اور وہ سات ہڈیاں یہ ہیں ماتھا اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے اور دونوں قدم۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں بالوں کا جوڑا باندھنا اور کپڑے کو خاک سے بچانا مکروہ ہے اور اسی طرح نماز سے باہر بھی جمہور کے نزدیک یہی حکم ہے لیکن اس میں سب کا اتفاق ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ تکبر کی نشانی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان ساتھ عضو پر سجدہ کرنا واجب ہے اور یہی مذہب ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق وغیرہ کا سو اگر ان میں سے ایک عضو کو بھی چھوڑ دے گا تو نماز باطل ہو جائے گی فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس سے ثابت ہوا کہ سجدہ کرنے میں ماتھا اصل ہے اور ناک اس کی تابع ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ان دونوں کو ایک عضو کا حکم ہے ورنہ آٹھ اعضاء ہو جائیں گے اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر صرف ناک پر سجدہ کر لے تو بھی کافی ہو جاتا ہے مگر جواب اس کا یہ ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ فقط ناک پر سجدہ کرنا بھی کافی ہو جائے جیسے کہ بعض ماتھے پر سجدہ کرنا کافی ہو جاتا ہے لیکن ماتھے کا ذکر حدیث میں صریح آچکا ہے پس حق یہی ہے کہ قیاس اس تصریح کے معارض نہیں ہو سکتا ہے اگرچہ ممکن ہے کہ ان کو ایک عضو کہا جائے لیکن یہ فقط نام ہی رکھنے میں ہے حکم میں نہیں اور ابن منذر نے نقل کیا ہے اجماع صحابہ کا اس پر کہ فقط ناک پر سجدہ کرنا کافی نہیں اور جمہور علماء کے نزدیک فقط ماتھے پر سجدہ کرنا کافی ہو جاتا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق اور اوزاعی وغیرہ کے نزدیک ناک اور ماتھے دونوں کو زمین پر رکھنا واجب ہے اور یہی ہے ایک قول شافعی کا اور ہاتھوں سے تمام بازو مراد نہیں بلکہ فقط دونوں ہتھیلیاں مراد ہیں اور وہ بھی اندر کی طرف سے اور قدموں سے مراد انگلیاں پاؤں کی ہیں نہ تمام پاؤں اور طریق ان کے سجدہ کرنے کا یہ ہے کہ قدموں کو انگلیوں کے سروں پر کھڑا کر لے اور اپنی ایڑیوں کو بلند کرے اور قدموں کے اوپر کی طرف قبلے کے سامنے کرے اسی واسطے مستحب ہے کہ انگلیوں کو جوڑ کر رکھے اگر کھول کر رکھے گا تو بعض انگلیوں کا منہ قبلے سے پھر جائے گا اور بعض شافعیہ کہتے ہیں کہ تمام اعضاء پر سجدہ کرنا واجب نہیں بلکہ فقط ماتھے پر سجدہ کرنا واجب ہے اور دلیل ان کی وہ حدیث جنگلی آدمی کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ اپنے ماتھے کو زمین پر اطمینان سے رکھا کر سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ مفہوم ہے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی منطوق ہے اور منطوق مقدم ہوتا ہے مفہوم پر اور اس کے سوا اور بھی ان کی کئی دلیلیں ہیں لیکن سب کی سب ضعیف بلکہ اضعف ہیں اور اس حدیث سے ظاہر یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی عضو کا کھولنا واجب نہیں اس لیے کہ عضو کو زمین پر رکھنے سے سجدہ حاصل ہو جاتا ہے نہ عضوؤں کو کھولنے سے سو خواہ کپڑے پر سجدے کرے اور خواہ ننگی زمین پر سجدہ کرے دونوں طرح سے جائز ہے اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

۷۶۸ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

۷۶۸۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کو حکم ہوا سجدہ کرنے کا سات ہڈیوں پر اور یہ حکم ہوا کہ نماز میں بالوں اور کپڑوں کو نہ لپیٹیں۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْنَا أَنْ نَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَلَا نَكُفَّ ثَوْبًا وَّلَا شَعَرًا.

فائدہ: ان حدیثوں میں ہڈیوں سے مراد عضو ہیں اور ان کو ہڈی کہنا قبیل سے تسمیہ کل کے ساتھ اسم بعض کی ہے اس لیے کہ ہرایک عضو میں سے کئی ہڈیوں سے مرکب ہے۔

۷۶۹ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا إِسْرَآئِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ حَدَّثَنَا الْبَرَآءُ بْنُ عَازِبٍ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهُ حَتّٰى يَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهُ عَلَى الْأَرْضِ.

۷۶۹۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے سو جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم میں سے کوئی اپنی پیٹھ نہ جھکا تا یہاں تک کہ آپ اپنے ماتھے کو زمین پر رکھتے یعنی ہم لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت پیچھے سجدے میں جاتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث میں فقط ماتھے پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے لیکن یہ حدیث پہلی حدیثوں کے معارض نہیں جن میں سات عضو پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے اس لیے کہ اس سے غیر کی نفی ثابت نہیں ہوتی ہے اور نیز اس حدیث میں ماتھے کو خاص اس واسطے کیا ہے کہ وہ ان سب سے افضل اور اشرف ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الْأَنْفِ. ناک پر سجدہ کرنے کا بیان۔

فائدہ: یہ مسئلہ پہلے باب میں معلوم ہو چکا ہے لیکن علیحدہ اس کا باب اس واسطے باندھا کہ اس کی تاکید زیادہ ہے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اہتمام بہت کیا ہے یہاں تک کہ آپ نے اس کو حرج کی حالت میں بھی نہیں چھوڑا پس معلوم ہوا کہ اس کی نہایت تاکید ہے اگر تاکید نہ ہوتی تو ایسی حالت کیچڑ میں آپ اس کو چھوڑ دیتے۔

۷۷۰ ۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَأَشَارَ بِيَدِهٖ عَلٰى أَنْفِهٖ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ

۷۷۰۔ ترجمہ اس کا ابھی گزر چکا ہے۔

الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعَرَ.

فائدہ: بعض نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فقط ناک پر سجدہ کرنا کافی ہے اس لیے کہ مقرر ہو چکا ہے کہ بعض ماتھے پر سجدہ کرنا جائز ہے اور ناک بھی بعض ماتھے کا ہے سو جوابؒ اس کا یہ ہے کہ بعض ماتھے پر سجدہ کرنا بعض شافعیوں کا مذہب ہے سب کا یہ مذہب نہیں سو جو شخص بعض ماتھے پر سجدہ جائز ہونے سے انکار کرے اس پر الزام نہیں آ سکتا ہے اور نیز پہلے گزر چکا ہے کہ اس پر تمام صحابہ کا اجماع ہے کہ فقط ناک پر سجدہ کافی نہیں پھر صرف ناک پر سجدہ کرنا کس طرح جائز ہوگا اس لیے کہ اب ماتھے سے ناک بالاتفاق مخصوص ہے اور باقی جواب اس کا فتح الباری میں مذکور ہے۔

بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الْأَنْفِ وَالسُّجُوْدِ عَلَى الطِّيْنِ.

کیچڑ میں ناک پر سجدہ کرنا۔

٧٧١ ـ حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ إِلٰى أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ فَقُلْتُ أَلَا تَخْرُجُ بِنَا إِلَى النَّخْلِ نَتَحَدَّثُ فَخَرَجَ فَقَالَ قُلْتُ حَدِّثْنِيْ مَا سَمِعْتَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ قَالَ اعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ الْأُوَلِ مِنْ رَمَضَانَ وَاعْتَكَفْنَا مَعَهٗ فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ إِنَّ الَّذِيْ تَطْلُبُ أَمَامَكَ فَاعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فَاعْتَكَفْنَا مَعَهٗ فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ إِنَّ الَّذِيْ تَطْلُبُ أَمَامَكَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ فَإِنِّيْ أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّيْ نُسِّيْتُهَا وَإِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِيْ وِتْرٍ وَإِنِّيْ رَأَيْتُ كَأَنِّيْ

۷۷۱۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس کو کہا کہ کیا تو ہمارے ساتھ نخل کی طرف نہیں چلتا وہاں چل کر کچھ بات چیت کریں سو وہ ہمارے ساتھ نکل کر چلا سو میں نے اس سے کہا کہ مجھ سے حدیث بیان کر جو تو نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے باب میں سنی ہے اس نے کہا کہ ایک سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے پہلے عشرے میں اعتکاف بیٹھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اعتکاف بیٹھے سو آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آیا سو اس نے کہا کہ آپ جس چیز کو تلاش کرتے ہو وہ تمہارے آگے ہے یعنی شب قدر آئندہ عشرے میں ہے سو آپ درمیان کے عشرے میں اعتکاف بیٹھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اعتکاف بیٹھے سو پھر آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ جس چیز کو تلاش کرتے ہو وہ آگے ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیسویں کی صبح کو خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ جو میرے ساتھ اعتکاف بیٹھا ہو تو وہ پھر آئے اپنے اعتکاف کے مقام پر یعنی جس نے اعتکاف توڑا ہو وہ پھر مسجد میں آ کر اعتکاف کرے سو بے شک شب قدر مجھ کو معلوم

أَسْجُدُ فِيْ طِيْنٍ وَّمَآءٍ وَكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيْدَ النَّخْلِ وَمَا نَرٰى فِي السَّمَآءِ شَيْئًا فَجَآءَتْ قَزَعَةٌ فَأُمْطِرْنَا فَصَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ وَالْمَآءِ عَلٰى جَبْهَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْنَبَتِهٖ تَصْدِيْقَ رُؤْيَاهُ.

ہوئی تھی سو میں بھول گیا اور بے شک وہ پچھلے عشرے میں ہے طاق راتوں میں اور میں نے دیکھا ہے کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کرتا ہوں یعنی شب قدر وہ رات ہے جس میں پانی برسے گا اور میں کیچڑ میں سجدہ کروں گا۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس وقت آسمان پر ہم کو کہیں بادل کا ٹکڑا بھی نظر نہیں آتا تھا پھر بادل آئے (یہاں تک پانی برسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی چھت ٹپکی) اور مسجد کی چھت کھجور کی چھڑیوں سے تھی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس کیچڑ میں نماز پڑھائی یہاں تک کہ میں نے پانی اور مٹی کا نشان آپ کے ماتھے اور ناک پر دیکھا (اور یہ مینہ اللہ نے اس واسطے برسایا کہ اپنے نبی کی خواب کو سچا کرے)۔

فائدہ: نخل ایک جگہ کا نام ہے مدینہ میں پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ناک اور ماتھے دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہے اس لیے کہ اس حدیث میں صریح آچکا ہے کہ آپ نے دونوں پر سجدہ کیا پس فقط ناک پر سجدہ کافی ہونا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ حدیث اس کو بالکل باطل کرتی ہے کہ باوجود ایسے عذر کے آپ نے اس کو ترک نہ کیا۔ واللہ اعلم بالسواب والیہ المرجع والمآب.

الحمد للہ کہ ترجمہ پارۂ سوم صحیح بخاری کا تمام ہوا اب چوتھے پارے کا ترجمہ شروع ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور اگر اللہ کی توفیق شامل حال رہی تو تمام بخاری شریف کا اسی طرز سے ترجمہ کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور اس کے فائدوں میں تمام فتح الباری لکھی گئی ہے فقط اسناد اور اختلاف الفاظ حدیث کے متعلق جو کلام ہے ان کو چھوڑ دیا گیا ہے کہ اس سے عوام کو کچھ فائدہ نہیں اور یہ ترجمہ عوام کے واسطے کیا گیا ہے فقط و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔ تمام شد

❀......❀......❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم
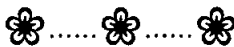
فہرست مضامین

یہ کتاب ہے وقتوں نماز کے بیان میں

یہ کتاب ہے اذان کے بیان میں

❀ ...... ❀ ...... ❀